حنفیت کے باغی رضا خانی

بجواب

حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی

رضا خانیوں کی طرف سے علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی کی لاجواب کتاب
''رضا خانیت بمقابلہ حنفیت'' کے جواب میں لکھی گئی بکواسات، گالیوں و خارج
از مبحث کتاب کا منہ توڑ دندان شکن جواب بنام

تالیف

واقف مکائد رضا خانیہ
مولانا دوست محمد قندہاری صاحب مدظلہ العالی

(جلد اول)

ناشر جمیعۃ اہل السنۃ والجماعۃ

رضاخانی مرزائی ابوحامد رضوی کی طرف سے علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی کی لاجواب کتاب ''رضاخانیت بمقابلہ حنفیت'' کے جواب میں لکھی گئی سادات احناف کے خلاف بکواسات، گالیوں وخارج از مبحث کتاب کا منہ توڑ دندان شکن جواب بنام

حنفیت کے باغی رضاخانی

بجواب

حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی

(جلد اول)

تالیف

واقف مکائد رضاخانیہ **مولانا دوست محمد قندہاری** صاحب مدظلہ العالی

(جدید اضافوں کے ساتھ)

ناشر مکتبہ فاروق شاملی

کتاب کی تفصیلات

کتاب کا نام : حنفیت کے باغی رضاخانی (جلداول)

مؤلف : مولانا دوست محمد قندہاری حفظہ اللہ

صفحات : 744

کمپیوٹر ورک : مولانا عبداللہ رحمانی، الہند

تاریخ اشاعت : ذوالقعدہ 1446ھ

ناشر : مکتبہ عمر فاروق شاملی ہند

قیمت :

ملنے کا پتہ

مکتبہ فاروق

گڑھی عبداللہ خان شاملی الھند

رابطہ نمبر: 07409790171

مکتبہ عزیزیہ

سلام مارکیٹ بنوری ٹاؤن کراچی

رابطہ نمبر: 03052140052

انتساب

بندہ اپنی اس کتاب کا انتساب آفت بر جان بریلویت، استاد مکرم ، قاطع رضاخانیت، فاتح بریلویت محترم بھائی لئیق رحمانی حفظہ اللہ کے نام کرتا ہے جن سے بندہ کو بہت کچھ سیکھنے کو ملا اور اس کتاب کی تیاری میں بھی ایک موقر شخصیت کے توسط سے ان سے بہت کچھ استفادہ کیا!!!! فجزاہ اللہ عن سائر المسلمین آمین

فہرس

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
37	ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی واضح عبارات	214
38	علامہ عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	216
39	علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ	217
40	آلوسی رحمۃ اللہ علیہ گمراہ ہے اعلیٰ حضرت	220
41	حضرت شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ	221
42	مشائخ کی کتب میں ''علم غیب'' کے لفظ کا مطلب	223
43	حضرت شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل دوٹوک موقف	231
44	صاحب روح البیان اور اسکی توثیق کی حقیقت	233
45	علامہ ابوسعود حنفی رحمۃ اللہ علیہ	236
46	حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ	239
47	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ و شاہ عبد العزیز صاحبؒ	240
48	حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ	246
49	پیر گولڑوی و عبد الباری فرنگی محلی کے حوالے	248
50	حفظ الایمان اور علم غیب	251
51	فقہائے احناف کے فتاوی میں لایعنی تاویلات	253
52	ہمارا ایک دفعہ پھر چیلنج	267
53	**دوسرا مسئلہ حاضر و ناظر**	268
54	تنقیح نمبر 1	270
55	تنقیح نمبر 2 (اپنے عقیدہ پر چار حرف)	270
56	تنقیح نمبر 3	271

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

ہم نے اس کتاب میں سخت تندو تیز جملوں کا استعمال کیوں کیا؟

اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند سے تعلق رکھنے والے احباب چونکہ سنجیدہ ،شریف و پڑھالکھاطبقہ ہے لہذا ہماری کتاب پڑھتے ہوئے بعض مقامات پر بعض سخت جملے پڑھتے ہوئے شائد انہیں محسوس ہوکہ یہ طرز مناسب نہیں ۔لیکن بخدا ہم نے یہ سب کچھ دل پر پتھر رکھ کر بامر مجبوری کیا ہے ۔اگر ایک عادی مجرم اور بدکار انسان کے بار بار طعنے پر خاموشی اختیار کی جائے اور سر جھکا کر اس کی بکواس کو سنی ان سنی کر دیا جائے تو ایک دن وہ اس قدر جری ہو جاتا ہے کہ اس کا غلیظ ہاتھ شریفوں کے گریبان تک پہنچ جاتا ہے ایسے موقع پر اس ہاتھ کو توڑ ڈالنا ہی مصلحت ہوتا ہے ورنہ اس بے شرم کی ان حرکتوں سے کوئی شریف انسان محفوظ نہ رہے۔
آپ پہلے پڑھئے کہ اس بدبخت مرزائی ابو حامد رضوی رضاخانی نے ہمارے اکابر کے متعلق اپنی اس کتاب میں کس قدر غلیظ زبان استعمال کی ہے۔

(✵) امام الموحدین حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں الوانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتا ہے:

’’تھانوی کے ماموں جیسے بے حیاو بے غیرت آدمی نے ۔۔۔ یہ لعنتی ،خبیث ،جہنم کا کتا خود یہ کام کرتا تھا ۔۔خبیث، جاہل، گنوار شخص ۔۔‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص170)

(✵) مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود مانچسٹر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بکتا ہے:

’’وہابیوں کے کذاب زمانہ ۔۔۔خالد محمود ۔۔جھوٹ بولنے میں کوئی ثانی اس کا ہمیں نہیں ملااور یہ بدترین آدمی ابھی حال ہی میں اپنی عاقبت وآخرت دونوں خراب کر کے اس دنیا سے مر کر مٹی میں مل گیا‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص287،286)

''وہابی اسمعیلی نمرود خالد محمود''۔ (حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص314)

''نمرودزمانہ وہابی خالد محمود مانچسٹروی لکھتا ہے''

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص327)

علامہ خالد محمود صاحب رحمۃاللہ علیہ نے دس جلدوں میں ''مطالعہ بریلویت'' لکھی جہاں کہیں بانس بریلی کے دجال وکذاب احمد رضاخان کا ذکر آیا وہاں ''مولانا'' لکھا کسی ایک جلد کے کسی ایک صفحہ کے متعلق یہ دعوی نہیں کیا جاسکتا کہ وہاں ''بریلوی اکابر'' کیلئے تہذیب سے گرے لفظ استعمال کئے گئے ہوں، لیکن آپ ''ذریتِ رضا'' کے قلم کی آوارگی اس ''مظلوم مفکر'' کے متعلق دیکھئے جس کا جرم صرف یہ ہے کہ اس نے مہذب انداز میں رضاخانیت کی حقیقت قوم کے سامنے ایسے کھول کر رکھ دی جس کے زخم اب تک رضاخانیت چاٹ رہی ہے۔

(※) مجدد العصر متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کے بارے میں بکتا ہے:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان کا استاذ اور اپنی ہی بیٹیوں پر بری نظر رکھنے والا بدکار الیاس گھمن''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص300)

(※) تمام اکابر دیوبند کے بارے میں لکھتا ہے:

''ساری زندگی حرامکاری کرتے رہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص283)

ایک جگہ لکھتا ہے:

''ساجد خان نے اپنے دجال باپوں کی پیروی میں اعلی حضرت ۔۔۔کو فرقہ کا بانی کہا، یہ وہ دجل ہے جو اس کے جاہل آباء بھی کرتے آئے ہیں اور یہ خبیث الصفت انسان اپنے آباء کی قے چاٹ رہا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص663)

یہ وہ گالیاں ہیں جو سب سے ”مہذب“ ہیں۔ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، قاطع شرک و بدعت مناظر اہلسنت شیخ الحدیث حضرت مولانا ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی کو جو گالیاں دی ہیں وہ تو بلاضرورت نقل بھی نہیں کی جا سکتی ہیں۔

تعجب ہے کہ اگر آپ کی ماں کو کوئی گالی دے تو آپ کے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جاتی ہے، نتھنے پھول جاتے ہیں اور ہمارے روحانی آباء و اجداد کو یوں سرعام گالیاں دی جائیں اور ہمیں خاموش رہنے کا کہا جائے؟ خدا کی قسم! ہم دیوث نہیں!!!

بہت عرصہ سہنے کے بعد، خاموش رہنے کے بعد، سمجھانے کے بعد اب ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ان خبیثوں کو جب تک ان کی زبان میں جواب نہ دیا جائے اور جواب آں غزل کے طور پر جب تک بانس بریلی کے اس کذاب زمانہ نواب احمد رضا خان بریلوی قارونی کو قبر سے نکال کر اسی کی تحریری انداز کی غلاظت میں اس فرقہ کے قلم فروشوں کو نہ گھسیٹا جائے یہ انسان کے بچے نہیں بنتے۔ لہٰذا یہ سب ردعمل ہے خود اسی مرزائی مولف کی زبانی:

”ہم نہ اس طرح کے تبصروں کے قائل ہیں اور نہ ہی اس طرح کی زبان کے ہم نے جہاں بھی اس طرح کی زبان استعمال کی ہے ”رضاخانیہ مرزائیہ“ کی زبان کی وجہ سے کی ہے“۔ (حنفیت کے باغی دیوبندی بتغییر یسیر، ص 276)

مزید لکھتا ہے جس میں ہم دیوبندیوں کی جگہ رضاخانی کا تصرف کر رہے ہیں کہ:

”جتنا بھی بھونکو گے وہ سب کا سب رضاخانی بریلوی ہی پر آئے گا“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی بتغییر یسیر، ص 283)

لہٰذا مظفر حسین شاہ رضاخانی! ہم تنبیہ کر رہے ہیں کہ اپنی ”میم“ کو سمجھا دے کہ ایسے مشکوک النسب پیدا نہ کرے علمی بات کو علمی حدود تک رکھے ورنہ:

”اس (احمد رضا خان ناقل) کے کسی بھی باپ کو نہیں چھوڑیں گے ہر ایک کو ایسا ننگا کریں گے کہ (رضاخانی) ہاتھ لگا لگا کے روئے گا اور یہ کہے گا کہ جی سنی یہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں

ہم جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ سب کچھ (رضاخانیہ مرزائیہ) کی بکواسات کے جواب میں کہتے ہیں''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول ،ص276)

ابوحامد رضوی مرزائی لوسی کتا(یہ لفظ خود اس نے علمائے دیوبند کیلئے کتاب میں استعمال کیا ہے جسے ہم جواب آں غزل کے طور پر اسی پر لوٹا رہے ہیں۔از ناقل) گالیاں دیتے ہوئے یہ کیوں بھول گیا کہ:

''اگراس جاہل کے پاس قلم ہے تو کسی اور کے پاس بھی ہے اگروہ بک بک کرنا جانتا ہے تو اس کو جواب دینے والے بھی موجود ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول ،ص271)

مقدمہ

مناظراسلام،قاطع رضاخانیت،مصنف ومدقق ،داعی سنت،فاتح رضاخانیت
حضرت محترم لئیق رحمانی صاحب زیدشرفہ(سابقہ بریلوی)

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

محترم قارئین!اس حقیقت سے تو کوئی انکاری نہیں کہ ہندوستان میں انگریزوں نے اپنے چندزرخرید غلاموں کے زریعے اسلام وسنیت کو شدید نقصان پہنچایا۔ایک طرف عقیدہ ختم نبوت پرڈاکہ زنی کے لیے مرزاغلام احمد قادیانی جیسے ملعون کی پرورش کر کے''جعلی نبوت''عطاکی گئی،تو دوسری جانب رافضیانہ عقائدونظریات کے مبلغ اور بدعات کوفروغ دینے والے مولانا احمد رضا خان صاحب کو''مجددیت''کالباس پہنایا گیا۔ان دونوں نے انگریزوں کے ساتھ ''نمک حلالی''کی وہ مثال قائم کی جومیر جعفرومیر صادق بھی نہ کرسکے تھے۔

قادیانی ملعون نے تو دعوائے نبوت کر کے خودکو ننگا کرلیا جس کے سبب امت اس کے فتنے سے ہوشیارہوگئی،مگر مولانااحمد رضاخان صاحب آخر دم تک خودکو''سُنّی حنفی''ظاہر کیے رہے اوراپنے رافضیانہ عقائدونظریات کوتقیہ کے دبیز پردوں میں چھُپائے رکھا۔اس طرح سنیت کے لبادہ میں''شیعی عقائد''کوفروغ دینے میں ایک حدتک کامیاب رہےاورحنفیت کالبادہ اوڑھے''فروغِ بدعات''میں ان کی غیر مقلدانہ روش عوام الناس پرظاہرنہ ہوسکی۔

دراصل انگریزوں کی آمد سے قبل ہندوستان میں مسلمانوں کی مذہبی حالت بدسے بدترتھی ہرطرف بدعات و جہالتوں کااندھیرااور رنگ رلیوں کادور دورہ تھا،عرسِ بزرگان،زیارتِ مزاراتِ اولیاءاورمجالس میلاد کے نام پر بے حیائی اور بدعات وخرافات کابازارگرم تھا،شرک وتوحید سے کسی کو کچھ لینا دینا نہیں تھا،ہندومسلم میں لفظی فرق سمجھا جارہا تھا،عوام تو عوام علماءو

صوفیہ کہلانے والے بھی ان بدعات و جہالتوں اور عیاشیوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔
بریلوی جماعت کے محقق و پروفیسر مولانا اقبال مجددی صاحب نے "مقامات مظہری" کے مقدمہ میں مسلمانوں کی اس مذہبی حالت کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

(1) پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

"اکبر بادشاہ کی مذہبی بے راہ روی جسے غیر متعصب مورخین نے رواداری سے تعبیر کیا ہے، دوررس اثرات کی حامل تھی۔ اس کے ندیموں، علمائے سوٴ اور صوفیۂ خام نے اس سلسلے میں جو کردار ادا کیا تھا، اس کے اثرات اٹھارویں صدی تک محسوس ہورہے تھے۔"

(مقدمہ، مقاماتِ مظہری: ص106)

(2) "خانقاہی نظام جو کہ مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا بہت بڑا منبع تھا، تباہ ہوگیا تھا۔ مرقع دہلی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس دور میں مزارات عیاشی کے اڈے بن کر رہ گئے تھے۔ بسنت کے روز عوام و خواص قدم حضرت رسالت پناہ ﷺ (دہلی) کے مقام پر جمع ہوتے تھے۔ قوالی، مجرا اور پری پیکر نازلین بھی شامل ہوتی تھیں۔ یہاں سے فارغ ہو کر لوگ مع ساز و سامان راگ و رنگ، دیگر مزارات پر جاتے تھے۔... بزرگان دین کے عرس محض ان کی یاد تازہ کرتے اور ان کی تعلیمات کے پرچار کے لیے کیے جاتے تھے لیکن اُس دور کے اکثر عرس لہو و لعب کا مرکز بن کر رہ گئے۔ دہلی کے تقریباً ہر عرس پر موسیقار بکثرت جاتے تھے اور موسیقی سے لطف اندوز ہونے کے لیے جانے والوں کا یہ عالم تھا کہ صبح سے وہاں پہنچ کر نشست پر قبضہ کیا جاتا تھا بصورت دیگر انھیں وہاں جگہ ہی نہیں ملتی تھی۔... جٹا قوال نہ صرف عرسوں بلکہ مجالس صوفیہ کی جان تھا... حضرت مظہر نے اس دور کی عورتوں کی جہالت اور مذہب سے بے گانگی کا بھی ذکر کیا ہے۔ وہ بزرگوں کے نام پر روزے بھی رکھتی تھیں... جہلا اولیا کے مزارات پر حج کے ارادہ سے جاتے تھے۔ اور انھوں نے ان کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا۔"

(مقدمہ، مقامات مظہری: ص111-112)

(3) ”یہ حقیقت ہے کہ اس دور کے علماء وصوفیہ صدہا قسم کی گمراہیوں میں مبتلا تھے اوران کی حرکات کااثر ہر کس وناکس پر پڑتا تھا۔“
(مقدمہ، مقامات مظہری: ص112-113)

(4) ”اس غلبہ کفر میں مسلمان اپنی جان و مال اور آبرو تو کھو ہی بیٹھے تھے لیکن وہ اپنی انفرادی حیثیت بھی فراموش کرنے لگے تھے۔ اُس دور کے بہت سے بااثر مسلمان ہندو اور مسلم میں صرف لفظی فرق خیال کرتے تھے۔ صوفیہ خام نے وحدت الوجود کے فلسفہ کو ہندومت کے ساتھ ملا کر اسے وحدت ادیان سے قریب تر کر دیا تھا۔“
(مقدمہ، مقامات مظہری: ص109)

اُس دور میں مسلمانوں کے مذہبی حالات کا مطالعہ، ہمیں یہ کہنے پر مجبور کر دیتا ہے، بلکہ حقیقت بھی یہی ہے، کہ ہندوستان میں اگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا گھرانہ نہ ہوتا اور آپ کے فرزند شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ و پوتے شہید فی سبیل اللہ شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ علیہ اپنی تقاریر وتصنیفات خصوصاً ”تحفہ اثنا عشریہ“ اور ”تقویت الایمان“ جیسی معرکۃ الآرا کتابیں نہ لکھی ہوتیں تو شاید ہی یہاں اسلام کا نام ونشان بھی باقی رہتا۔

بریلوی پروفیسر اقبال مجددی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”اُس دور میں چند راسخ العقیدہ علماء وصوفیہ کو چھوڑ کر باقی تمام طبقات اسی قسم کی رنگ رلیوں میں مصروف تھے۔“ (مقدمہ، مقامات مظہری: ص105)

ایسے حالات میں جب کہ ہر طرف بدعات وعیاشیوں کا دور دورہ تھا ضروری تھا کہ وہ بعض امور جسے اہل بدعت محض مباح بتاتے تھے (مثلاً عرس وقوالی میلاد وغیرہ) لیکن عوام کی جہالتوں اور نام نہاد علماء صوفیہ کی عیاشیوں ولاپرواہیوں سے فرض وواجب تصور کیے جانے لگے تھے ان امور سے بھی مطلقاً روکا جائے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے جب مجالس میلاد میں پائی جانے والی بہت سی برائیوں پر نکیر فرمائی تو خواجہ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت مجدد علیہ الرحمہ سے سوال کیا کہ جن مجالس میں صرف قرآن پڑھا جائے اور

نعت و منقبت کے قصائد پڑھے جائیں اور دیگر خرابیاں نہ پائی جائیں تو ایسی مجالس منعقد کرنے میں کیا مضائقہ ہے؟ اس کے جواب میں حضرت مجدد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"میرے مخدوم! فقیر کے دل میں یہی بات آتی ہے کہ جب تک اس دروازے کو مطلق طور پر بند نہ کیا جائے بوالہوس لوگ باز نہیں آئیں گے اگر تھوڑا سا بھی جائز کریں گے لوگ زیادہ کردیں گے"۔ (مکتوبات: دفتر سوم، مکتوب نمبر 72)

حضرت مجدد علیہ الرحمہ کے بعد آپ کے سلسلے سے وابستہ مشائخ (جن میں حضرت مظہر جانِ جاناں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ قابل ذکر ہیں) نے آپ کی اس فکر کو آگے بڑھایا۔ حضرت مظہر جانِ جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ان ایام میں لوگوں کے لیے احکام خداوندی پر عمل اور تقوی کی زندگی اختیار کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ معاملات تباہ ہو گئے اور شریعت کے مطابق عمل موقوف ہوگیا ہے، اگر کوئی روایت فقہ کے مطابق اور فتوی ظاہر پر عمل کرے اور امور جدیدہ اور بدعات سے اجتناب کرے تو یہ بہت ہی غنیمت ہے۔"

(بحوالہ، مقاماتِ مظہری: ص108)

بعد ازاں بدعات کے طوفان کو روکنے اور دین وسنیت کی حفاظت کے لیے اکابر علماء دیوبند نے حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے اسی طرز عمل کو اپنایا، چنانچہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ کے فتاوی جات اور آپ کے شاگرد خاص مولانا خلیل احمد انبیٹھوی رحمتہ اللہ علیہ کی "براہین قاطعہ" اور ان جیسی دیگر شہرہ آفاق کتب اسی مسلک وفکرِ مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کی ترجمان ہیں۔

چند راسخ العقیدہ علماء ومشائخ خصوصاً علماء دیوبند کی محنت رنگ لائی تھوڑے ہی عرصے میں ان کی جدو جہد کا اثر دِکھنے لگا ملک کے وہ مسلمان جو بدعات میں مبتلا اور مزاراتِ اولیا کو عیاشیوں کا اڈہ بنائے ہوئے تھے، اب وہ تحفہ اثنا عشریہ، تقویت الایمان، براہین قاطعہ اور ان جیسی دیگر کتابیں پڑھ کر نیز علماء دیوبند کے وعظ ونصیحت سُن کر بدعات سے تائب ہو رہے تھے

اور راہ راست پر آرہے تھے۔ملک بھر میں مسلمانوں کی مذہبی حالت پہلے سے بہتر ہونے لگی، مگر دوسری جانب انگریزوں نے جب راسخ العقیدہ علماء ومشائخ کے اس طرز عمل کو دیکھا کہ یہ لوگ دین اسلام کی حفاظت کے لیے کمر بستہ ہیں اور وہ بدعات جو برسوں سے مسلمانوں میں رائج ہیں ان کا سد باب کر رہے ہیں، تو ان علماء ومشائخ سے نمٹنے کے لیے مولانا احمد رضا خان صاحب کو "مجدد" بنا کر لانچ کر دیا۔

خان صاحب بریلوی نے میدان سنبھالتے ہی پہلی کارروائی یہ کی کہ بدعات کے خلاف کمر بستہ ان علماء ومشائخ پر گستاخِ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا الزام لگا کر تکفیر کا بازار گرم کیا اور دوسرا کارنامہ یہ انجام دیا کہ بعض کتابوں میں شاذ ومتفردانہ اقوال یا الحاق وتحریف کردہ عبارات کو مستدل بنا کر بدعات کے دفاع میں باقاعدہ رسائل وفتاوی تحریر کیے۔کتابوں میں ردو بدل کرنے میں روافض کا کردار کسی بھی صاحبِ مطالعہ شخص سے مخفی نہیں ہوگا، اس سلسلے میں صرف ایک حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس سے اندازہ ہوگا کہ روافض ردوبدل کرنے میں کتنے ماہر و جری تھے۔ چنانچہ بریلوی علامہ یاسین اختر مصباحی نقل کرتے ہیں کہ:

"شاہ عبدالعزیز کا "تحفہ اثنا عشریہ" شائع ہونے کے بعد ایک صاحب نے لکھنؤ سے انھیں، خط لکھا۔ جس میں تحفہ کے بعض ایسے الفاظ وعبارات کا حوالہ دیا گیا، جو، شاہ (عبدالعزیز) صاحب نے لکھے ہی نہیں تھے۔ چنانچہ، شاہ عبدالعزیز نے اس خط کے جواب میں تحریر فرمایا:

"وتعریضات در بابِ معاویہ رضی اللہ عنہ از فقیر واقع نشدہ اگر در نسخہ تحفہ اثنا عشریہ یافتہ شود، الحاق کسے خواہد بود کہ بنابر فتنہ انگیزی وکید ومکر کہ بناء مذہب ایشاں یعنی گروہ رفضہ از قدیم، برہمیں اُمور است، ایں کار کردہ باشد چنانچہ بسمعِ فقیر رسیدہ کہ اِلحاق، شروع کردہ اَند۔ (ترجمہ) اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر، چوٹیں، میں نے نہیں کی ہیں۔اگر تحفہ اثنا عشریہ کے کسی نسخے میں ایسی عبارتیں ہیں، تو وہ کسی نے اپنی طرف سے بڑھا دی ہوں گی۔ کیوں کہ روافض کے مذہب کی بنیاد ہی شروع سے فتنہ انگیزی اور مکر وکید پر ہے۔ یہ کام بھی انھوں نے ہی کیا ہوگا۔ چنانچہ میں نے سنا ہے کہ انھوں نے الحاق، شروع کر دیا ہے۔"

(ص ۵۴ تا ۵۷۔شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان - مؤلفہ حکیم سید محمود احمد برکاتی، ٹونکی (کراچی) مطبوع مجلس اشاعت اسلام لاہور) بحوالہ: شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مختصر دینی وعلمی تعارف وتذکرہ: ص 25 از علامہ یٰسین اختر مصباحی)

اس عیار قوم (روافض) نے اپنے عقائد ونظریات کی تبلیغ واشاعت کے لیے اہل سنت کی کتابوں میں بھی ردوبدل کیا اور انہی ردوبدل کردہ اقوال وعبارات کو مولانا احمد رضا خان صاحب نے مستدل بنایا اور انہی الحاقی وتحریفی اقوال وعبارات کا سہارا لے کر رافضیانہ عقائد ونظریات کو اہل سنت کے عقائد کہہ کر پھیلاتے رہے۔اس طرح ایک جانب شیعیت کو فروغ ملا اور دوسری جانب انگریزوں کو اپنے مقصد میں خاطر خواہ کامیابی۔

شاید کسی کو میری یہ بات بُری لگے کہ خان صاحب بریلوی نے رافضی عقائد کو پھیلایا، لہٰذا اس کی ایک مثال یہاں پیش کرتا ہوں ملاحظہ فرمائیں۔شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ روافض کے چند عقیدوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ان کا ایک عقیدہ ہے کہ امام، دین ودنیا کی ہر اس بات کو جانتا ہے جو ہو چکی اور جو ہوگی حتیٰ کہ کنکریوں کی گنتی، بارش کے قطرے اور درختوں کے پتے بھی اس کے علم میں ہیں۔"

(غنیۃ الطالبین اردو، ص 285 فرید بک اسٹال اردو بازار لاہور، مترجم مولانا علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی بریلوی)

جب کہ یہی عقیدہ خان صاحب بریلوی کا نبی کریم ﷺ کے لیے ہے ملاحظہ فرمائیں "انباء المصطفیٰ" صفحہ 4۔طوالت کے خوف سے ہم نے ایک مثال پر اکتفا کیا اس سلسلے میں مزید تفصیل کے لیے جرنیل اہلسنت محقق العصر حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ کی کتاب "نواب احمد رضا خان حیات خدمات اور کارنامے" کی طرف مراجعت کریں۔خان صاحب بریلوی بھلے ہی جاہل عوام کی نظروں میں حنفی سنی بنے رہے، مگر "تاڑنے والے بھی قیامت کی نگاہ رکھتے ہیں" کے مصداق علماء حق نے ان کی "رافضیت" اور "دعویٰ حنفیت" کی قلعی کھول کر رکھ دی، اس سلسلے میں مناظر اسلام حضرت علامہ طاہر حسین گیاوی رحمتہ اللہ علیہ کی

"رضاخانیت کے علامتی مسائل"، بحرالعلوم حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ کی "مطالعہ بریلویت" اور امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ کی کتابیں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مذکورہ بالا کتابوں کے علاوہ محقق العصر حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے مستقل دو کتابیں خاص اسی موضوع پر لکھیں ایک "مسلک اعلی حضرت" کے نام سے جس میں خان صاحب بریلوی کی رافضیت کو بے نقاب کیا، اور دوسری "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت" جس میں رضاخانیوں کے دعویٔ حنفیت کے تارپود بکھیر کر رکھ دیے۔ ان دو کتابوں کے علاوہ حضرت علامہ کی ایک اور نہایت عمدہ ولاجواب کتاب "نواب احمد رضاخان حیات خدمات اور کارنامے" بھی ہے جس میں خان صاحب کی "جنم کُنڈلی" پیدائش سے وفات تک کے ہر سیاہ وسفید کارنامے کو بیان کیا گیا ہے۔ حضرت علامہ کی ان کتابوں نے خان صاحب کی حقیقی صورت کو سامنے لاکر ایوانِ رضاخانیت میں زلزلہ برپا کردیا، یہی وجہ ہے کہ رضاخانیوں نے جوابی کارروائی میں حضرت علامہ کو تھوک کے حساب سے گالیاں دیں۔ چانچہ ثانی الذکر کتاب "رضاخانیت بمقابلہ حنفیت" کے جواب میں حال ہی رضاخانیوں کی طرف سے ایک گالی نامہ بنام "حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی" منظر عام پر آیا، جس میں علماء اہل سنت سمیت حضرت علامہ صاحب مدظلہ کو تقریباً 1500 گالیاں دی گئیں معاذ اللہ۔۔۔۔ویسے سچ کہوں تو ان گالیوں کو دیکھ کر مجھے ذرا بھی تعجب نہیں ہوا کیونکہ اول تو جن کے ہاں "اعلی حضرت" کہلانے والے کا یہ حال ہو کہ اُس کی کتابیں مہذب طبقہ چند صفحات ہی پڑھ کر پھینک دیتا ہے، تو ادنیٰ حضرتوں سے اور کیا توقع کی جاسکتی ہے؟۔ دوم یہ کہ ہاشمی میاں کچھوچھوی رضاخانی لکھتے ہیں:

"مگر مفتی اعظم کے وصال کے بعد اچانک بریلی سے اکابر کا سایہ بالکلیہ اٹھ جانا خطرناک حد تک نقصان دہ ثابت ہو رہا ہے۔ اعلی حضرت کی قدریں پامال ہو رہی ہیں، حجۃ الاسلام کی احتیاط مجروح ہو رہی ہے اور مفتیٔ اعظم کی دیانت و امانت کے تقاضوں کو فراموش کیا جارہا ہے، وگرنہ مخدوم الملت حضور محدث اعظم ہند کو تبرائی الفاظ سے نہ یاد کیا جاتا۔"

(تحقیق ہاشمی:ص42)

لہذا چونکہ بقول ہاشمی میاں، بریلی سے اکابر کا سایہ اٹھ چکا ہے اور بریلویوں کے قلم آوارہ ہو چکے ہیں اور اتنے آوارہ ہو چکے ہیں کہ اپنے ہی اعلیٰ حضرت کی قدریں پامال، حجۃ الاسلام کی احتیاط مجروح، مفتی اعظم کی امانت و دیانت کے تقاضوں کو فراموش کرنے لگے ہیں اور اپنے ہی محدثِ اعظم ہند کی مٹی پلید کر رہے ہیں، تو ایسے گھٹیا آوارہ غنڈے بدمعاش لوگ اگر ہمارے علماء کو گالیاں دیں تو اس میں تعجب کی کیا بات!!!

ردعمل: زیر نظر کتاب رضاخانیوں کے مذکورہ گالی نامے کا جواب ہے جو مولانا دوست محمد قندھاری زیدہ مجدہ نے "حنفیت کے باغی رضاخانی" کے نام سے لکھا اور دلائل قاہرہ سے حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب کی کتاب کا دفاع کیا، بلکہ دفاع کرنے کا حق ادا کیا۔ ویسے بھی مؤلف زیدہ مجدہ کی یہ خصوصیت رہی ہے کہ موصوف کی کتابوں میں ناقابل تردید دلائل ہوتے ہیں جو فریق مخالف پر سکتہ طاری کر دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ موصوف کے قلم سے اب تک جتنی کتابیں منصۂ شہود پر آئیں سب لاجواب ہیں۔ چنانچہ میثم عباس نامی ایک رضاخانی نے حضرت متکلم اسلام، مجدد العصر مولانا الیاس گھمن صاحب دامت برکاتہم کے خلاف ایک کتاب لکھی جس میں حضرت والا کی ذاتیات پر جارحانہ حملے کیے تو حضرت مؤلف زیدہ مجدہ کا قلم حرکت میں آیا اور نہایت قلیل مدت میں تابڑ توڑ جوابی کارروائی میں "متکلم اسلام پر الزامات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ" لکھی جو کئی سال گزرنے کے بعد بھی اب تک لاجواب ہے۔ اسی طرح محقق العصر حضرت علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ کی کتاب "نواب احمد رضا خان حیات خدمات اور کارنامے" کے محض چار ورق پر مشتمل ایک مضمون کے رد میں رضاخانیوں نے "بہجۃ الاسرار اور مخالفین" نامی تقریباً دوسوصفحات کا گالی نامہ لکھ کر شائع کیا، تو جواب میں مؤلف زیدہ مجدہ نے "بہجۃ الاسرار اور مؤیدین" لکھ کر رضاخانیوں کو چاروں خانے چت کر دیا یہ کتاب بھی اب تک لاجواب ہے۔ حضرت موصوف کے دیگر کتب ومضامین کا بھی یہی حال ہے۔

زیر نظر کتاب بھی نہایت عمدہ، دلائل و براہین کا مجموعہ ہے، ہر صفحہ الزامی حوالہ جات سے

مزین قابل داد ولائق مطالعہ ہے ماشاءاللہ۔۔۔ورق الٹیے اور مؤلف زیدہ مجدہ کے قلم سے نکلے ہوئے الفاظ وعبارات کی خوبصورتی اور دلائل کی قوت کا تماشہ دیکھئے۔

کتاب کاانتساب حضرت مؤلف زیدہ مجدہ نے بندہ عاجز (راقم الحروف) کی طرف کیا ہے اور انتساب میں راقم کو استاد محترم بھی لکھا ہے، یہ حضرت کی ذرہ نوازی و بڑا پن ہے اللہ پاک حضرت کو جزائے خیر عطا فرمائے حقیقت یہ ہے کہ بندہ خود ان کو اپنا استاد کہتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے۔اب مجھے مانیں نہ مانیں اے حفیظ مانتے ہیں سب مرے استاد جو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو قبول عام عطا فرمائے۔

بندہ عاجز خاک پائے اکابر ابوسعد لئیق رحمانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم ،
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

عرض مولف

قارئین کرام! ہر باطل کی طرح رضا خانیت نے بھی اپنے بانی جناب نواب احمد رضا خان بریلوی آل قارون کی شخصیت کو عقیدت ،مبالغہ آرائی اور ملمع سازی وملع کاری کے ذریعہ ایک محیر العقول مخلوق بنا کر اپنے ماننے والوں کے سامنے پیش کیا ہوا تھا۔ان کے بارے میں یہ تاثر عام کیا ہوا تھا کہ اس قسم کا عالم آج تک عالم اسلام میں کبھی پیدا ہی نہیں ہوا بخاری ثانی وامام اعظم ثانی سے کم پر ان کی تان ہی نہ ٹوٹتی بلکہ بقول صاجزادہ ابو الخیر حیدر آبادی حقیقت میں تو ہمارے بریلوی ان کو در پردہ نبی مانتے ہیں ۔بھلا ہو موجودہ دور میں پوری امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کرنے والے اور رضا خانیت کیلئے سر درد بننے والے علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ العالی جنہوں نے قلمی ،تقریری، تدریسی و مناظرہ غرض ہر میدان میں اس فتنہ عظیم کو نکیل ڈالی ہوئی ہے ۔ پوری رضا خانیت ان کے سامنے ایک مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہی ہے مگر یہ لوگ علامہ صاحب کے مضبوط شکنجے سے نکلنے میں مکمل ناکام ہیں اور ان شاء اللہ رہیں گے ۔

علامہ صاحب کی مضبوط گرفت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ حال ہی میں مناظر اسلام، قاطع رضا خانیت ،صدر الافاضل ،مجدد فن رد رضا خانیت ،تاج الشریعہ ،محسن ملت ،امیر اہل سنت حضرت اقدس محمد افضال صاحب زید مجدہ نے ایک رضا خانی ویب سائٹ کے حوالے سے یہ انکشاف کیا کہ رضا خانی مولوی مظفر حسین شاہ کی طرف سے علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب زید مجدہ کی کتب کا جواب لکھنے کیلئے جو درجن بھر رضا خانی بھرتی کئے گئے ہیں انہیں ہر ماہ ’’گیاہ لاکھ‘‘ یعنی ایک ملین سے زیادہ تنخواہ ادا کی جاتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہر ٹٹ پونجا رضا خانی انٹرنیٹ سوشل میڈیا پر علامہ صاحب کے رد کیلئے خود کو وقف کئے ہوئے ہے مگر قربان جاؤں

اس مرد مجاہد پر جو تن تنہا اس فتنے کے مردہ جثے کو پوری دنیا میں گھسیٹ رہا ہے۔نہ کوئی تنخواہ نہ معاوضہ۔محض اللہ کی رضا۔سبحان اللہ!!!

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم

رد رضاخانیت کے اسی مشن کے تحت علامہ صاحب نے آل قارون خان صاحب بریلوی کی حقیقی شخصیت پر قلم اٹھانے کا فیصلہ کیا اور ”نواب احمد رضاخان حیات خدمات و کارنامہ“ کے نام سے قریبا ایک ہزار سے زائد بڑے صفحات پر خان صاحب بریلوی کی حقیقت کھول کر رکھ دی اور اکاذیب جو ایک صدی سے رضاخانی سوانح نگاران کی شخصیت کے متعلق لکھتے بولتے چلے جارہے تھے ان کی حقیقت کھول کر رکھ دی اور پہلی بار خان صاحب بریلوی کی حقیقی سوانح پر ایک جاندار کام ہوا۔الحمدللہ۔

اس کے ساتھ ساتھ جناب خان صاحب فاضل بریلوی کی طرف سے حنفی ہونے کا جھوٹا دعوی اور اپنے سوا اس دیار کے سچے ”اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند“ کو ”وہابی وہابی“ کہہ کر بدنام کرنے کی سازش کو طشت از بام کرتے ہوئے علامہ نقشبندی صاحب نے ایک کتاب ”رضاخانیت بمقابلہ حنفیت“ چند دنوں میں سپرد قلم کی ۔جس سے رضاخانیوں کی حنفیت کا جھوٹا دعوی واضح ہو کر عوام کے سامنے آگیا۔لہذا اپنی ڈوبتی لنکا بچانے کیلئے انہوں نے ہمیشہ کی طرح بجائے جواب کے ”فن مغلظات“ میں ایک اور عظیم شاہکار کا دو جلدوں کی صورت میں اضافہ کیا جسے ہندوستان میں ایک جلد میں شائع کیا گیا۔

اس کتاب کے بدنام زمانہ رضاخانی مرزائی مولف ”ابوحامد رضوی“ جو دراصل ”ابوالکاذب“ کا مصداق ہے نے دجل وفریب میں خان صاحب بریلوی کی نیابت کا پورا پورا حق ادا کیا۔ اوپر سے قلم کی غلاظت اس قدر کے تین سال کی عمر میں نواب احمد رضاخان بریلوی کے گھر سے آنے والی فاحشہ عورتوں کی آل اولاد بھی منہ چھپالے ۔موصوف کی گندی زبان کو دیکھ کر یہ یقین نہیں ہوتا کہ یہ شخص کوئی عالم تو دور کوئی شریف انسان بھی کہلانے کے لائق ہے۔

مرزائی مولف نے ایک ہی بات کو کئی کئی صفحات پر پھیلا کر تین تین مقامات پر بیان کیا،

لایعنی تکرار، علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام جس کا جواب دفاع اہل السنۃ میں دیا جاچکا، انگریزی نوازی کا الزام جس کا جواب دفاع اہل السنۃ میں دیا جاچکا ہے، مفتی احمد یار گجراتی کی کتب سے ان عبارات کا سرقہ جس کا جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتب اور علامہ نقشبندی صاحب کی ''دروس مناظرہ'' میں دیا جاچکا ہے، کئی کئی صفحات محض اپنے ہی اکابر کی عبارات دے کر سیاہ کئے گئے جو پوری کتاب کا قریباً ایک چوتھائی بنتا ہے، کہیں عامر عثمانی مودودی کو دیوبندیوں کے کھاتے میں ڈال کر کئی صفحات سیاہ کئے گئے، کہیں سو سال سے پیش کئے جانے والی عبارات اکابر کو بار بار پیش کیا گیا اس پر مستزاد یہ کہ آدھا صفحہ اور کہیں اس سے بھی زیادہ ہر ورق کا غلیظ سے غلیظ گالیوں پر مشتمل۔ اور یوں موصوف نے دو جلدوں پر ایک ضخیم کتاب لکھ کر بہت بڑا تیر مار لیا۔ ایک رضاخانی محقق لکھتا ہے:

''موصوف نے سرقہ شدہ مضامین اور فضول بکواس سے کتاب کی ضخامت کو بڑھانے کی کوشش کی ہے، کتاب کے مطالعہ سے دیوبندی موصوف کی علمی بے مائیگی اور قلت مطالعہ کی جھلک واضح نظر آتی ہے''۔

(کشف القناع، ج1 ص31)

پس اس رضاخانی کی کتاب پر اس سے بہتر تبصرہ ہماری طرف سے نہیں ہو سکتا۔ مظفر حسین شاہ کا محقق رضاخانی لکھتا ہے:

''جب ایک مضمون کا جواب پہلے سے موجود ہے پھر بعینہ اس کو دلیل بنانا کہاں کی دیانت داری ہے!!! اس طرح وہ ہمارا اور قارئین کا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں اور اس تصنیف کے اندر ہمارے مضمون کا جواب نہ دینا ان کی شکست فاش کا بین ثبوت ہے۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے جواب نے انہیں ایسا مبہوت اور ششدر کر دیا ہے کہ جواب الجواب میں ایک جملہ بھی لکھ نہ پائے، گویا کہ اس دیوبندی گیدڑ نے خاموشی میں ہی اپنی عافیت سمجھی اور اس طرح کا گنگ پنا اختیار کیا کہ گویا حضرت کے منہ میں زبان ہی نہیں،

ویسے تو فضول ولایعنی بکواس کرنے اورالزامات لگانے کیلئے ان کی یہ زبان دوگز لمبی ہوجاتی ہے ،اب نہ جانے دیوبندی موصوف کیوں خاموش ہیں !!!یہ ہمارے مسکت اور دندان شکن دلائل کا اثر ہے کہ موصوف نے چپ سادھ لی ہے اسے کہتے ہیں جادووہ جوسر چڑھ کر بولے''۔

(کشف القناع ،ج1،ص130)

اس سے بہتر تبصرہ اس رضاخانی تصنیف پر نہیں ہوسکتا۔اس گروہ جہلاء کا ایک نامعلوم محقق لکھتا ہے:

''وہ گھسے پھٹے اعتراضات جن کے بار بارعلماء اہل سنت جواب دے چکے ہیں لیکن ان لوگوں کااصول ہے کہ آدمی کو ڈھیٹ اور بے شرم ہونا چاہئے''۔

(ہدیہ بریلویت پرایک نظرص 18)

مزید لکھتا ہے:

''کتب دیوبندیہ میں زیادہ تر مواد وہی ہے جس کی تردید اہل سنت کی طرف سے کئی بارہو چکی ہے لیکن یہ لوگ شرم وحیاء سے عاری ہوکر اگلے نوالے چبارہے ہیں''۔

(ہدیہ بریلویت پرایک نظر،ص 31)

اسی طرح مولوی حسن علی رضوی لکھتے ہیں:

''دوسرے کی سنے بغیر اپنی کہے جاؤ یہ لوگ ہٹلر اور گوبلز کے فارمولے پر عمل پیرا ہیں کہ الزامات کا اس تسلسل سے اعادہ کروکہ لوگ سچ سمجھنے لگیں''۔

(محاسبہ دیوبندیت جلد 1 ص 26)

ایک جگہ لکھتے ہیں:

''مطالعہ بریلویت کے مرتب کا یہ حق نہیں تھا کہ جس اعتراض والزام کا جواب ہم دے چکے ہیں اس کو دوبارہ سہ بارہ نقل کرتا۔اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ یہ یا تو ہمارے جوابی مضمون کو پڑھتا ہی نہیں یا پھر دیدہ دانستہ مغالطہ دینا یا الٹا چکر چلانا اور لوگوں کو

گمراہ کرنا ہی ان کا نصب العین ہے"۔

(محاسبہ دیوبندیت ص 32)

تو قارئین آپ حضرات نے ملاحظہ فرمایا رضا خانی مولف اپنے لوگوں کے فتاوی سے:

1: ڈھیٹ۔

2: بے شرم۔

3: شرم وحیاء سے عاری۔

4: اگلے نوالے چبانے والے۔

5: ہٹلر اور گوبلز کے فارمولے پر عمل پیرا۔

6: مغالطہ دینے والے۔

7: الٹا چکر چلانے والے۔

8: لوگوں کو گمراہ کرنے والے۔

ثابت ہوتے ہیں۔ لیجئے رضا خانی جی اپنی حرکت پر فتاوی جات وصول کیجئے۔ کتاب میں کئی گئی اس بدترین خلط مبحث پر ایک رضا خانی کا تبصرہ ملاحظہ ہو:

"بعدہ موصوف اپنی عادت سے مجبور ہو کر پھر وہی خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے شیخ حمود کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ جشن محفل میلاد کے خلاف ہے شیخ ابن باز کے فتوے کی تائید کرتے ہیں محفل میلاد کو بدعت کہتے ہیں۔ وہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہتے، علم غیب کا منکر، ابن عربی کو کافر کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جن کا موضوع سے دور کا کوئی تعلق نہیں دراصل موصوف کے پاس اپنا پہلا مضمون شامل کرنے اور اپنے حجۃ الاسلام کے مناقب بیان کرنے کے باوجود مواد کی قلت اتنی تھی کہ ۹۶ صفحات میں مکمل کرنا مشکل تھا اس لیے بے چارہ کبھی ایمان والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کبھی علم غیب، کبھی میلاد النبی، کبھی ابن تیمیہ، کبھی ابن عربی وغیرہ کے متعلق لایعنی کلام سے اوراق کو سیاہ کرتا چلا گیا"۔

(دافع ازالۃ الوسواس ص 370)

چونکہ علامہ صاحب کی کتاب کے جواب میں ان کے پاس سیاہ کرنے کیلئے دو ورق بھی نہیں تھے اس لئے پوری کتاب کو لایعنی مباحث اور خلط مبحث سے مثل قلب احمد رضا خان سیاہ کیا گیا۔ایک رضا خانی لکھتا ہے:

''دراصل موصوف خلط مبحث میں پڑنے اور ڈالنے کی کوشش اس لیے کر رہے ہیں کہ اب بے چاروں کی زنبیل اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے متعلق خالی ہو چکی ہے۔جس کے باعث ادھر ادھر بھاگنے میں عافیت سمجھ رہے ہیں مگر مسئلہ علم غیب و یا مسئلہ ذنب اس بارے میں علماء کی بیسیوں کتب موجود ہیں ان کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔راقم الحروف اور موصوف کے درمیان نزاع اثر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تصحیح اور تضعیف کا ہے لہٰذا ان مسائل میں بھی ان کے للچاتے ہوئے دل کی بے قراری کو رفع کرنے کے لیے حاضر ہیں مگر یہ موقع جس مسئلہ کا ہے اسے ہم اسی سے منسلک رکھیں گے''۔

(دافع ازالۃ الوسواس ص 219)

ہم بھی کہتے ہیں کہ مرد کے بچے بنو! علامہ صاحب نے اس کتاب میں فقہاء احناف کو ثالث بنا کر اپنے موقف کی طرح دوٹوک موقف ان سے پیش کرنے کا چیلنج دیا تھا تو اس تک محدود رہو اس سے ہٹ کر موضوعات کیلئے اگر دل مچل رہا ہے تو ہم اس کیلئے بھی حاضر ہیں لیکن یہ اس وقت موقع نہیں۔

اس تفصیل کے بعد یہ بھی یاد رہے کہ کسی رضا خانی کی لکھی ہوئی کتاب ہو اور اس میں گالیاں و مغلظات نہ ہوں یہ ایسا ہی ہے جیسے سورج چڑھا ہو اور دن موجود نہ ہو۔اگر پوری کتاب سے گالیاں نکال دی جائیں تو اس بدترین دجل و فریب، خروج عن المبحث پر مشتمل کتاب کی ضخامت آدھی بھی نہ رہے۔کتاب کا کوئی ایسا صفحہ نہیں جس پر اپنے اصول سے مسلمہ درجن بھر گالیاں، بدزبانی اور قلمی آوارگی کا مظاہرہ نہ کیا گیا ہو۔بطور نمونہ چند گالیاں ملاحظہ ہو:

''سیدی اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ تو وہابیت کو گالی تصور کرتے تھے''۔

(کشف القناع: ص 392)

معلوم ہوا کہ کسی کو ''وہابی'' کہنا بھی ان کے ہاں گالی ہے اور کتاب کا کوئی صفحہ ایسا نہیں

ہوگا جس میں علامہ صاحب یا علمائے دیوبند کو ”وہابی اسمٰعیلی“ نہ کہا گیا یہ الگ بات ہے کہ رضاخانیوں کا اپنا ایک فتوی ”فتوی اسمعیلیہ“ کے نام سے ہے نیز علامہ عبدالحکیم شرف قادری رضاخانی کی ”تذکرہ اکابر اہلسنت“ میں کئی رضاخانی بزرگ ”اسمٰعیل“ کے نام سے ہیں۔

رضاخانی شیخ الحدیث مولانا احمد علی سندیلوی کے متعلق ان کے ممدوح کہتے ہیں:

”رد بدعات کے حوالے سے آپ کو بڑا دل گرفتہ پایا فرمانے لگے: میں نے بڑا عرصہ بیانات اور پمفلٹس اور اشتہارات کے ذریعہ اصلاح احوال کی کوشش کی لیکن کوئی خاص فائدہ نہ ہوا اب تو یہی دعا ہے کہ کوئی محمد بن عبدالوہاب جیسا اس ملک میں بھی پیدا ہو جائے“۔

(ارمغان شیخ احمد علی سندیلوی ص96)

تو ”اسمٰعیلی“ تمہارے بزرگ!!! ”وہابیوں“ کے پیدا ہونے کی دعا تم کرو!!! تو اس اعتبار سے تو اصل ”رضاخانی وہابی اسمٰعیلی بریلوی بدعتی“ تم ہوئے۔اگر علامہ صاحب نے خان صاحب بریلوی کو ”قارونی“ کہہ دیا تو اس پر ناراض کیوں ہوتے ہو کیا خان صاحب کے اجداد میں ”قارون“ موجود نہیں؟ مزید گالیاں ملاحظہ ہو:

(۱) دفاع اہل جھنم۔ص ۵۶ (۲) ناہنجار،ص ۵۶ (۳) شرم و حیا نہیں۔ص ۵۶ (۴) اپنے آبا کی نحوستوں،ص ۴۷ (۵) نسوار کا اثر کچھ زیادہ ہی ہوگیا ص ۵۷ (۶) اس جاہل کو علم ہی نہیں،ص ۱۳۵ (۷) جناب ذلت مآب جہالت میں گنگوہی کے استاذ ص ۱۳۵ (۸) حیا سے عاری،ص ۱۳۶ (۹) ذلیل و رسوا،ص ۱۳۶ (۱۰) ذلت ازل،ص ۱۳۶ (۱۱) منہ پر لعنت برستی،ص ۱۳۶ (۱۲) چہرہ سیاہ،ص ۱۳۶ (۱۳) دنیا ہی میں ذلیل و رسوا ہوا،ص ۱۳۵ (۱۴) ذلت ملی ہے،ص ۱۳۶ (۱۵) ذلت کے کیپسول،ص ۱۳۶ (۱۶) منہ بھی کالا کر گئے،ص ۱۳۶ (۱۶) تھانوی کی قبر پر مراقبہ کرکے اس کی مٹی میں ملی ہوئی ہڈیوں،ص ۱۳۷ (۱۷) ساجد خان کا جوتوں سے مزید منہ کالا،ص ۱۳۸ (۱۸) وہابی جاہل،ص ۱۳۹ (۱۹) ذلت مآب ص ۱۳۹ (۲۰) مخالفت کرکے جھنم کے کس گڑھے،ص ۱۴۰ (۲۱) وہابیہ کی پرانی خباثت،ص ۱۴۰ (۲۲) وہابی کے کذاب زمانہ مولوی خالد محمود مانچسٹروی،ص ۱۴۱ (۲۳) کذاب زمانہ،

کذاب زمانہ،ص ۱۴۱ (۲۴) خود اس لعنتی وہابی ص ۲۶۲ (۲۵) یہ اپنے لعنتیوں کی طرح جاہل بلکہ اجہل ہے،ص ۲۶۳ (۲۶) گروگھنٹال سرفراز،ص ۱۵۷ (۲۷) جاہل وہابی سرفراز گھکڑوی کے عذاب میں ص ۱۵۷ (۲۸) رئیس المحرفین گھکڑوی ص ۱۶۴ (۲۹، ۳۰، ۳۱) عیاریاں، مکاریاں، دھوکہ بازیاں،ص ۱۶۴ (۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸) وہابی اسمعیلی کواخانی گنگوہی۔۔رئیس المحرفین مکار دیوبند سرفراز گکھڑوی ص ۱۶۹ (۳۱،، ۴۰) خبیث بلکہ اخبث قوم ہے،ص ۱۶۹ (۴۱، ۴۲) تھانوی کے ماموں جیسے بے حیاء و بے غیرت آدمی ص ۱۷۰ (، ۴۳، ۴۴، ۴۵) خبیث، جاہل، گنوار،ص ۱۷۰ (۴۶) یہ سب کچھ اپنے لعین باپ،ص ۱۷۱ (۴۷) ان خبثائے دیونے،ص ۱۷۱ (۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲)۔

(مولانا حسین علی واں بچھراں کو) جاہل لعین، جھنم کا کتا۔خبیث، جاہل، گنوار شخص، ص ۱۷۰ (۵۳) اس کو بھونکنے کی اجازت نہیں ص ۱۸۰ (۵۴) اکابرین کی طرح اجہل ص ۱۸۶ (۵۵) دار دیو کے بندروں کا ناچ (۵۶) خبثا زمانہ،ص ۱۹۲، (۵۷) کرائے کے ٹٹو، ص ۱۹۲ (۵۸) اپنے کسی بابے کی قبر میں مزید عذاب زیادہ کر،ص ۱۹۵ (۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴) اجہل، چالاکی، مکاری، عیاری، جاہل اپنی جہالت،ص ۱۹۶، (۶۵) ساجد خان کے منہ پر تھوک کر،ص ۱۹۸ (۶۶، ۶۷)۔۔تیرا باپ تھانوی و در بھنگی۔۔پہنچا ان کو جھنم،ص ۱۹۸ (۶۸) تیرے یہ آبا جاہل ص ۱۹۸ (۶۹، ۷۰، ۷۱) عیار مکار دھوکہ باز ص ۲۰۲ (۷۳) گنگوہی تو جاہل تھا ہی ص ۲۰۷ (۷۴) گروگھنٹال سرفراز ص ۲۱۱ (۷۵، ۷۶) جاہل وہابی مولوی ص ۲۱۱۔ (۷۷) آدھی پاگل وہابی قوم (ص ۲۲۲) (۷۸) گروگھنٹالوں ص ۲۲۴ (۷۹) وہابیت کی مزید مٹی پلید ص ۲۲۵ (۷۸) دیوبندیت کے عقیدے پر چار حرف، ص ۲۲۷ (۷۹) اجہل، ص ۲۲۹ (۸۰) علمائے وہابیہ کی بکواسات ص ۲۳۱ (۸۱) امام المحرفین مکار دیوبند سرفراز، ص ۲۳۷ (۸۲) جاہل وہابی ص ۲۴۲، (۸۳) اتنے جوتے، ص ۲۴۲ (۸۴) اس کو اسی کے گھر سے جوتے پڑیں گے،ص ۲۴۶ (۸۵) دیوبندیہ فرقہ

کی عیاری ،(۸۶)مکاری (۱۳) جعل سازی (۸۷) دھوکہ بازی (۸۸) ذلت(۸۹) رسوائی ،ص ۲۵۳(۹۰)اجہل (۹۱) وہابیہ لعنتیہ (۹۲) جھوٹے ،ص ۲۵۴(۹۳) جاہل بلکہ اجہل (۹۴) جھنم کے کس کونے میں گیا (۹۵) اسمعیلیہ کذابیہ ،ص ۲۵۵(۹۶)شایداس کو نانوتوی کی طرح زیادہ درد ہوتا ہے (۹۷) جاہل (۹۸) جہالت،ص ۲۵۶(۹۹) جاہل،ص ۲۵۸(۱۰۰)کونسی چیز کاٹ رہی ہےص ۲۶۰۔

(۱۰۱)لعنتیوں کا پیر،ص ۲۶۱(۱۰۲) تجھے اپنے لعنتی قاسم نانوتوی (۱۰۳)حقیقی لعنتی آبا (۱۰۴)اس لعنتی وہابی ،ص ۲۶۲(۱۰۵)اپنے لعنتیوں کی طرح (۱۰۶) جاہل (۱۰۷) بلکہ اجہل،ص ۲۶۳(۱۰۸) عیاری (۱۰۹) مکاری (۱۱۰) جعل سازی (۱۱۱)اپنے ہی لعنتی اکابرین ،ص ۲۶۵(۱۱۲)وہابی ملا کو ذلیل و رسوا کیا (۱۱۳) جاہل (۱۱۴) بندروں والے کرتب ،ص ۲۶۶(۱۱۵)ہم اس کی طرح بے غیرت نہیں ،ص ۲۶۸(۱۱۶)ان کی مائیں تھانوی کی ماں کی طرح کسی مجذوب کی تلاش کریں گے،ص ۲۷۵(۱۱۷)تھانوی کے ماموں کی طرح بھڑوا ہوگیا،ص ۲۷۵(۱۱۸)گنگوہی کی طرح اندھا ہوگیا،ص ۲۷۵(۱۱۹) اس بے غیرتی والی غیرت،ص ۲۷۵(۱۲۰)کسی بھی باپ کو نہیں چھوڑیں گے اس کو ایسا ننگا کریں گے،(۱۲۱) اپنی میم کے ساتھ ،ص ۲۷۶(۱۲۲) وہابیہ لعنتہ ،ص ۲۷۷(۱۲۳) گنگوہی کے گلے کا پھندابنا (۱۲۴) وہابیہ لعنتیہ ،ص ۲۷۸(۱۲۵)ان خبثا وہابیہ لعنتیہ ،ص ۲۷۹ (۱۲۶) ساری زندگی حرامکاری کرتے رہے (۱۲۷) جتنا بھی بھونکو گے،ص ۲۸۳ (۱۲۸) دجل (۱۲۹) فریب (۱۳۰)عیاری (۱۳۱)مکاری (۱۳۲)دھوکہ بازی (۱۳۳) ذلت (۱۳۴)رسوائی (۱۳۵) کذاب زمانہ،ص ۲۰۶(۱۳۶،۱۳۷،۱۳۸،۱۳۹،۱۴۰)

علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بکواس کرتا ہے:

”جھوٹ بولنے میں اس کا کوئی ثانی ہمیں نہیں ملا اور یہ بدترین آدمی ابھی حال ہی میں اپنی عاقبت و آخرت دونوں خراب کرکے ۔۔اس جھوٹے آدمی ۔۔آج تک لوگوں کی جیبیں خالی کرکے“۔۔۔(ص ۲۸۷)

(۱۴۱) ذلت (۱۴۲) رسوائی ،ص ۲۸۹ (۱۴۳) خارشی کیڑا ،ص ۲۹۰ (۱۴۴) امام المحرفین سرفراز (۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷) بغض وحسد میں چور چور ہو کر جھوٹ بولا، (۱۴۸) چمارابوایوب ،ص ۲۹۱ (۱۴۹) جاہل (۱۵۰) اکابرین والی صفت عیاری۔

(۱۵۱) مکاری (۱۵۲) دھوکہ بازی (۱۵۳) ابلیس بھی ناز کرے ص ۲۹۲ (۱۵۴) امام المحرفین سرفراز (۱۵۵) حقیقی آبا یہودیوں (۱۵۶) باپ شیطان (۱۵۷) خبیث اکابرین (۱۵۸) آدھے پاگل (۱۵۹) بے شرم (۱۶۰) بے حیا ،ص ۲۹۵ (۱۶۱) بدعتی (۱۶۲) لعنتی اکابرین (۱۶۳) جاہل (۱۶۴) شیطانی آبا (۱۶۵) شیطان ۲۹۶ (۱۶۶) لعنتی اکابرین (۱۶۸) عیاری (۱۶۹) مکاری (۱۷۰) دھوکہ بازی (۱۷۱) جاہل ،ص ۲۹۷ (۱۷۲) ساجد خان کو کوئی گٹر تلاش کرنا چاہیئے (۱۷۳) متکلم اسلام مجدد دوراں حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب کے بارے میں یہ بدبخت بکواس کرتا ہے کہ:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان کا استاذ اور اپنی ہی بیٹیوں پر بری نظر رکھنے والا بدکار الیاس گھمن''
(ص ۳۰۰)

(۱۷۴) عیاری (۱۷۵) مکاری (۱۷۶) دھوکہ بازی ،ص ۳۰۵ (۱۷۷) بالکل جاہل، ص ۳۰۷ (۱۷۸) کچھ پی کر (۱۷۹) امام المحرفین ،ص ۳۱۰ (۱۸۰) آبائی علمی یتیم ،ص ۳۱۲ (۱۸۱) وہابی اکابرین کی قے چاٹنا (۱۸۲) گروگھنٹالوں (۱۸۳) عیاری (۱۸۴) مکاری (۱۸۵) دھوکہ بازی ،ص ۳۱۴ (۱۸۶) عیاری (۱۸۷) مکاری (۱۸۸) دھوکہ بازی ،ص ۳۱۷ (۱۸۹) تمام لینڈی ولوسی کتے (۱۹۰) بھونکتے رہتے ہیں (۱۹۱) دارالعلوم کے صحن میں چارپائی مریدین کے سامنے بچھائی ،ص ۳۱۹ (۱۹۲) کذاب زمانہ خالد محمود ،ص ۳۲۳ (۱۹۳) ذلت (۱۹۴) رسوائی (۱۹۵) عیاری (۱۹۶) مکاری (۱۹۷) دھوکہ بازی ، ص ۳۲۴۔

مشتے نمونہ از خروارے ''یہ چند سو گالیاں'' محض ''چند سو صفحات'' پر آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں ورنہ کتاب کا کوئی ایسا صفحہ نہیں جس پر کوئی گالی نہ ہو۔ اور ہونی بھی چاہیئے کیونکہ یہی

مغلظات تو اس فرقہ کا طرہ امتیاز ہے۔رضاخانیوں کے محقق میثم نے بارہا اپنی آئی ڈی سے ''دعوت اسلامی'' کے کارندوں کو ''گالی بیریگیڈ'' کہا یہی لقب دعوت اسلامی والوں کو رضاخانی مناظر مفتی حنیف قریشی نے دیا۔اندازہ لگائیں رضاخانیوں کی سب سے بڑی اصلاحی جماعت جب اپنا مستقل ''گالی بریگیڈ'' رکھتی ہو تو عام بریلوی کس پائے کا ہو گا؟۔

اہل بدعت کی اس عادت دشنام بازی کے متعلق بندہ بہت سے حوالے ''سوط الحق شمارہ 3'' میں دے چکا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ ہو۔مولانا جاوید اقبال رضاخانی سیالوی لکھتا ہے:

''جب انسان مایوس ہو جائے اور دلیل کی دنیا میں بے بس ہو جائے تو اس کی زبان گالی گلوچ کے لئے دراز ہو جاتی ہے فلہذا ہمیں اس کا جواب دینے کی ضرورت نہیں''۔
(فتح الرحمن ص 363)

اصولاً تو ہم ان گالیوں کے بھرپور جواب کا حق رکھتے ہیں اور رد عمل میں اس سے بھی سخت گالی کے جواب کا حق رکھتے ہیں اور یوں کہہ سکتے ہیں:

''ذلت مآب، سور و بندر کی اولا، جاہل بلکہ اجہل، رئیس المحرفین، لعنتی، خبیث بلکہ اخبث، لینڈی لوسی، بھونکنے والا، جاہل، گنوار، عذاب قبر میں گرفتار، گرو گھنٹال، کرائے کا ٹٹو، جہنم کا کتا، کذاب زمانہ، مکار، عیار، لعین باپ کا لعین بیٹا، بے غیرت، زانی بدکار، بے حیاء، احمد رضاخان فاضل بریلوی''

مگر پھر ایک بازاری رضاخانی اور ایک شریف سنی دیوبندی میں فرق ہی کہاں رہ جائے گا؟ البتہ امام السنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ، امام الموحدین حضرت علامہ حسین علی واں بچھراں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں چونکہ اس بدبخت نے کئی مقامات پر اخلاق سے انتہائی گری ہوئی نازیبا گھٹیا گفتگو اشاروں کنایوں بلکہ صراحۃً کی ہے لہذا خان صاحب کو کوئی معافی نہیں ملے گی اور اس کی تمام تر ذمہ داری رضاخانیوں پر عائد ہو گی۔اگر ہمارے اکابر کی پگڑیاں محفوظ نہیں تو خان صاحب کی وہ شلوار جو تین سال کی عمر میں

عموماً بریلی کی رنڈیوں کے سامنے غایب رہتی اسے بھی بیچ بازار لہرایا جائے گا۔
(اس متبرک وتاریخی شلوار کی تفصیل علامہ نقشبندی صاحب کی کتاب ''نواب احمد رضاخان بریلوی حیات خدمات وکارنامے'' میں ملاحظہ ہو)۔
بہرحال گالیوں کی اس گردان، کتاب میں موجود لایعنی ابحاث سے آپ اندازہ لگائیں کہ علامہ صاحب کی گرفت کس قدر مضبوط ہے۔موصوف نے جتنی بکواسات کی ہیں ہم واضح کر چکے ہیں کہ ان کے جوابات پہلے ہی سے ہمارے علماء کی کتب میں موجود ہیں لیکن بقول رضاخانی:
''اس کا جواب علماء اہلسنت کی طرف سے بارہا دیا جاچکا مگر جب تک ان کو نیا انجیکشن نہ دیا جائے تو ان کے مرض میں افاقہ نہیں ہوتا''۔
(کنزالایمان اور مخالفین، ص376)
یہ نیا انجیکشن دیا جارہا ہے۔ یہ رضاخانی ایسی بدبخت قوم ہے کہ جب تک ان کے منہ میں ہڈی نہ ڈال دی جائے الحق پر ان کی غوغہ کسی صورت ختم نہیں ہوتا لہذا محض اتمام حجت کیلئے ہم کتاب پر مختصر تبصرہ آنے والی سطور میں نقل کریں گے۔
پاکستان میں بندہ کی کتاب کی جلداول کی اشاعت کے بعد سوشل میڈیا پر اپنی عادت بد کے مطابق رضاخانیوں نے ماتم بپا کردیا ایک رضاخانی عثمان ''غلام ابلیس'' جو''غلام غوث'' کے نام سے ہے فیس بک پر قاطع شرک و بدعت مناظر اعظم فاتح رضاخانیت حضرت علامہ مولانا محمد افضال صاحب مدظلہ العالی کو Comment میں کہتا ہے:
''تحقیقی جواب نہیں دے رہا بس اصول اصول کھیل رہا ہے۔۔۔ یہ اس کا اصول ہے یہ میرا اصول یہ تیرا اصول''۔
حالانکہ تحقیقی جواب کا طعنہ اس سے پہلے پادری مسلمانوں کو دیتے چونکہ یہ بھی انہیں پادریوں کی اولاد ہیں اس لئے ان کا یہ طعنہ تو بنتا ہے۔رضاخانی محدث قصوری پادریوں کو جواب دیتا ہے:
''سو ان الزامی جوابوں سے یہ لوگ ناچار ہو کر تحقیقی جوابوں کے طلب گار ہوتے ہیں اور

ظاہر کرتے ہیں کہ مسلمان تحقیقی جواب نہیں دے سکتے"۔

(رسائل محدث قصوری، جلداول،ص194)

تو مرزائی رضاخانی بریلوی بھی ہمارے الزامی حوالہ جات کے جوابات سے لاچار ہو کر اب واویلا کر رہے ہیں کہ مسلمان ہمیں "تحقیقی جواب" نہیں دے سکتے۔ویسے یہ رضاخانیت بھی عجیب مذہب ہے یہاں منہ کھولتے نہیں کہ اپنی کتب سے پھٹکار منہ پر برسنے کیلئے انتظار میں ہوتی ہے۔رہا اصول اصول کھیلنا تو یہ کھیل تو آپ نے شروع کیا تھا صرف چند حوالے ملاحظہ ہو:

"اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان خود اپنے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق جواب نہیں دے گا تو اس کو جواب ہی نہیں سمجھا جائے گا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی،ج1،ص20)

"تو اسی وہابیہ اسمٰعیلیہ کے اصول سے اثبات بھی ہوسکتا ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص238)

"جناب کے اپنے ہی اصولوں سے"(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص253)

"اپنے ہی اصولوں سے کھلا انحراف نہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص263)

کتاب کی ہر بحث میں رضاخانیوں نے یہ اصول اصول والی گردان ضرور پڑھی ہے لیکن حیرت ہے کہ دوسروں سے اصول اصول کا گلہ کر رہے ہیں۔خیر وہ رضاخانی ہی کیا جو منافق نہ ہو۔تو ہم نے تو رضاخانی اصول پیش کر کے دراصل رضاخانی مولف کو "اسی کی کھرلی" سے باندھا ہے کیونکہ بقول رضاخانی:

ہم۔۔۔۔کو اسی مصدقہ اصول سے اس۔۔۔) باڑے میں کھرلی پر باندھ دیتے ہیں جہاں سے یہ اپنی مرضی کے مطابق جو اس کو پسند آئے اسی ہی میں منہ مارتا رہے گا"۔

(بھجۃ الاسرار اور مخالفین،ص19)

کسی "عبید ابلیس"، یعنی احمد رضاخان فاضل بریلوی جو "عبید الرضا" کے نام پر سوشل میڈیا پر

ہے نے ہماری کتاب کی جلد اول سے ایک لسٹ تیار کی کہ دیکھو اس میں کتنی گالیاں ہیں ۔حالانکہ خان صاحب کی طرح ایک آنکھ سے کانے کو شاید یہ نظر نہ آیا کہ ہم وضاحت کر چکے تھے کہ یہ جواب آں غزل ہے اور باقاعدہ رضاخانیوں کی گالیوں کی طویل لسٹ پیش کی تھی ۔

اب فیس بک پر عبید الرضانامی ''لوسی وٹیڈی کتے'' (رضاخانی مرزائی مولف نے اپنی کتاب کے صفحہ 319 پر دیوبندیوں کو معاذ اللہ: ''تمام لینڈی ولوسی کتے'' کہا ہے) کو چاہئے کہ اس دفعہ جب اپنی حرامزدگی کی لسٹ بنائے تو سب سے اوپر اپنا نام لکھے اس کے آگے صفحہ نمبر ڈال کر ہمارے ''ملفوظات اعلی حضرت'' نقل کرے ۔ورنہ اس کی اپنی کتاب کے اصول کے تحت ہم سمجھ جائیں گے کہ یہ حلالی نہیں بلکہ کسی مجاور کی حرامی اولاد ہے ۔

دلچسپ بات یہ کہ ''عبید الرضا'' نے ایسا نہیں کیا اور اپنا ''ابن مجاور'' ہونا تسلیم کرلیا۔

بندہ نے کتاب کے جواب کا آغاز 25 جنوری 2025 کو کیا اور الحمدللہ 20 فروری 2025 کو رضاخانی کتاب کے 324 صفحات کے جواب سے پہلی جلد کی صورت میں فراغت ہوئی جس میں ایک ہفتہ سفر بھی رہا۔

دوسری جلد کا آغاز 15 فروری کو کیا اور 20 فروری کو صبح اس جلد کو الحمدللہ مکمل کیا۔

تیسری کا کام بندہ نے 4 رمضان المبارک 5 مارچ کو شروع کیا اور الحمدللہ 12 رمضان المبارک 13 مارچ بوقت تہجد چار بجے فراغت ہوئی ۔یاد رہے کہ تصنیف کا یہ کام صرف رات کے وقت میں کیا جارہا تھا اس میں بھی ہر رات موقع میسر نہیں ہوا اس سے آپ رضاخانی کی کتب کی وقعت کا اندازہ لگالیں ہائے کاش وقت اور سرمایہ ہوتا تو رضاخانی میرے قلم کی جولانی دیکھتے ۔

چوتھی جلد کا آغاز اتوار 6 اپریل 2025 کو کیا روزانہ فجر کی نماز کے بعد معمولات سے فارغ ہو کر صبح 9 بجے تک لکھتا کوشش ہوتی کہ ہر دن ایک مسئلہ کا جواب مکمل کیا جائے جمعرات ، جمعہ ناغہ ہو جاتا اور الحمدللہ 19 اپریل 2025 بروز ہفتہ اس جلد کی تکمیل ہوئی جس پر اللہ کا جتنا شکر کروں کم ہے ۔

یوں چار جلدوں کی صورت میں رضاخانی کی کتاب کی پہلی جلد کا جواب مکمل ہوا۔
علامہ نقشبندی صاحب زیدمجدہ کی کتاب 2019 میں شائع ہوئی رضاخانیوں نے درجن بھرافراد کے ساتھ 2021 میں دوسال کی انتھک محنت کے بعد شائع کیایوں دوسال میں قریباایک کتاب کے جواب میں رضاخانیوں نے ماہانہ گیارہ لاکھ کے حساب سے رضاخانی قوم کادو کروڑ چونسٹھ لاکھ 26400000 ہڑپ کیا اور بندہ نے محض دو ماہ کی قلیل مدت میں ان کے کروڑوں روپوں پر پانی پھیر دیا۔الحمدللہ۔

دلچسپ بات یہ کہ میں نے اب تک رضاخانی کی کتاب کا مکمل مطالعہ نہیں کیا۔بس جس وقت جواب لکھنے بیٹھتا تو اسی وقت اسی صفحہ کامطالعہ ہوتا جس کا جواب دینا ہوتااور پہلی جلد کاجواب مکمل ہوتے ہی رضاخانی کی پہلی جلد کا مطالعہ مکمل ہوا دوسری جلد کا ہنوز مطالعہ نہیں کیا۔اللہ کالاکھ لاکھ شکر ہے کہ کتاب کی بے پناہ مقبولیت کے بعد بار باران تمام جلدوں کو ایک جلد میں شائع کرنے کا مطالبہ زور پکڑتا گیا لہذا اب ان تمام جلدوں کو یکجا کر کے ہندوستان میں یہ کتاب الحمدللہ ’’مکتبہ عمر فاروق شامی‘‘ شائع کر رہا ہے اور پاکستان سے بھی شائع ہو رہی ہے ۔نظرثانی میں کچھ مزید اضافہ وبعض مقامات پرمناسب حذف سے کام لیا گیا ہے۔

ملک پاکستان میں چونکہ افغانستان کے رہائیشی حضرات کیلئے اس وقت حالات سازگار نہیں لہذااس وقت اپنے گھر سے دور ایک جگہ غریب الوطن ہوں کتاب آس پاس کوئی نہیں اس کتاب کی تیاری میں جن کتب سے استفادہ کیا گیاوہ لیپ ٹاپ میں موجودتھی یامحترم بھائی لئیق صاحب سے رابطہ کیا۔لئیق بھائی کےتوسط سےعلامہ صاحب کے’’دروس مناظرہ کی جلد دوم‘‘ کامسودہ ہاتھ لگا جوگویاعلم کاایک گنجینہ ہےاور یوں سمجھےکہ اس کتاب میں اکثر سے زائد اسی مسودےکواپنے الفاظ میں منتقل کرنے کی کوشش کی گئی لہذااگر’’دروس مناظرہ جلد دوم‘‘ کی اشاعت کے بعدکہیں مضامین کی مناسبت نظرآئےتو دراصل ہم نے اس سے استفادہ کیانہ کہ ہماری کتاب سےاستفادہ کیا گیاہے۔

کاش کے وقت اجازت دیتا تو آپ جواب الجواب میں بندہ کی قلم کی مزید جولانی اور

دلائل کاانبار دیکھتے۔لیکن الحمدللہ اب بھی جتنا علاج میں نے رضاخانیت کا کر دیا ہے یہ ان کیلئے ساری زندگی افاقہ کا کام دیتا رہے گا۔رضاخانی بندہ کے دلائل سے مکمل عاجز ہو کراب یہ بہانہ کررہے ہیں کہ''مولوی دوست محمد قندہاری'' کوکون جانتا ہے؟ یہ کون ہے؟ کہاں ہے ؟ کدھر ہے؟ تو ابو حامد رضوی نے اپنے ابوامی کا کونسا شناختی کارڈ ہمیں دیا ہے جو اسے ہم جانتے ؟ ابوعبداللہ،کون ہے؟ تیمور رضاخانی کی کیا حیثیت ؟ رضاخانیت میں ان کا کیا مقام ہے؟ انہیں کون جانتا ہے؟ تعجب!! کہ ہمارے جید علماء کو اس قسم کے ٹٹو جواب دیں اور جواب کے نام پر جی بھر کر گالیاں دیں اور پھر یہ امید رکھیں کہ جواب الجواب ''شیخ الاسلام'' کی طرف سے آئے گا؟ دل کو بہلانے کیلئے یہ خیال اچھا ہے غالب ۔رضاخانی کان کھول کر سن لیں تم جیسے للوشاہ آوارہ گردوں کیلئے یہ بندہ تن تنہا کافی ہے۔

نوٹ: ہم نے حوالہ جات کیلئے رضاخانی کی کتاب ''حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی'' کا پاکستان سے شائع شدہ نسخہ کو ماخذ بنایا ہے۔جو''ادارہ تحفظ اہل سنت پاکستان'' کی طرف سے زیر اہتمام ''بدعتی رضاخانی پیر مظفر حسین شاہ'' 2021 میں ''دو جلدوں'' میں شائع ہوا ہے۔بعد میں اسے ہندوستان سے بڑے صفحات میں ''مالیگاؤں'' سے ایک ہی جلد میں یکجا کر کے شائع کیا گیا۔ہم نے اپنی کتاب کے ہندوستانی ایڈیشن میں کافی اضافہ جات کئے ہیں کچھ مقامات پر حذف وتبدیلی سے بھی کام لیا لہذا اسی ایڈیشن کو اب اصل ایڈیشن سمجھا جائے۔

رضاخانی مرزائی مولف نے اپنی کتاب کے صفحہ 319 پر دیوبندیوں کو معاذاللہ: ''تمام لینڈی ولوسی کتے'' کہا ہے ۔لہذا جہاں ہم مولف کے نام ذکر کریں تو وہاں اس کی یہ حقیقی صفات بھی ذکر کریں گے اور جہاں مطلق ''لینڈی ولوسی کتا'' لکھا ہوگا اس سے مراد رضاخانی مؤلف ابوحامد رضوی لوسی ولینڈی سگِ اعلی حضرت ہوگا۔

دوست محمد قندہاری
حال مقیم کوئٹہ
23 شوال 1445ھ (22 اپریل 2025ء)

چند ضروری اصول

کتاب پر تبصرہ سے پہلے ان اصولی مباحث کو نوٹ کرلیں کیونکہ آگے رضاخانی کی کتاب کے مندرجات کا جواب انہی اصولوں کی روشنی میں دیا جائے گا اور ان اصولوں کے بعد کتاب پر مستقل تبصرہ کی ضرورت بھی نہیں رہے گی اس کے بعد بھی ہمارے تبصرے کو محض احسان سمجھا جائے۔

پہلا اصول

کسی مصنف کا معتبر ہونا اور بات ہے اور اس کی کتاب کا اور تمام مندرجات کا معتبر ہونا اور بات ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوگا کہ مصنف تو معتبر ہوگا یا مصنف نے کسی مخصوص گروہ کے ہاں بہت ہی ثقہ ہوگا یا یہ بھی ممکن ہے کہ مصنف کے ثقہ ہونے کے ساتھ ساتھ کچھ لوگوں کے ہاں اس کی کوئی مخصوص کتاب بھی بڑے پائے کی ہو لیکن تحقیق و کسوٹی کے معیار پر اس کا معاملہ بالکل برعکس نکلے گا یعنی جس مصنف اور اس کی کتاب کو بعض لوگ ثقہ مضبوط و مستند سمجھ رہے ہوں گے حقیقت میں اس کتاب کا معتبر و مستند ہونے سے دور دور تک کا کوئی واسطہ نہ ہوگا۔

(۱) چنانچہ بانی فرقہ نواب احمد رضاخان قارونی بنی اسرائیلی لکھتے ہیں:

''کسی کتاب کا معتقدین کے ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہرگز ایسا نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے آئمہ کرام کی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں''۔

(فتاوی رضویہ جلد 7، ص 552، مکتبۃ المدینہ)

(۲) مولانا شریف الحق صاحب رضاخانی لکھتا ہے:

''طبری، ابن خلدون، تاریخ کی مستند کتابیں ہیں مگر ان میں بھی بہت سی باتیں موضوع اور جعلی روایتیں ہیں''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 2، ص 112)

(۳) رضاخانی مولف کے محسن رضاخانیت لکھتے ہیں:
''کسی معتبر شخصیت کے نظریات سے کلی اتفاق بھی ضروری نہیں''۔
(کنزالایمان اور مخالفین، ص344)

(۴) رضاخانیوں کے ہاں یہ اصول مصرّح ہے کہ:
''فقہ اکبر، شرح فقہ اکبر، عقائد نسفیہ، شرح عقائد نسفیہ، مواقف، شرح مواقف وغیرہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کی مستند کتابیں ہیں، لیکن کسی مستند کتاب کا قول غیر مستند سے خالی ہونا ضروری نہیں ہے''۔
(دیوبندیوں سے لاجواب سوالات، ص312)

شرح مواقف باوجود مستند ہونے کے جب آپ کے نزدیک اس کا غیر مستند قول سے خالی ہونا ضروری نہیں تو صوفیاء یا بعض غیر متداول کتب کے اقوال کا کیا اعتبار؟

ان اصولوں کی روشنی میں اب سمجھیں آگے موصوف کہیں گے فلاں معتبر دیوبندی یا حنفی ہے تو اس کے معتبر ہونے سے اس کے ہر قول کا یا کتاب کی ہر بات کا معتبر ہونا ضروری نہیں۔

لہذا اس اصول سے اپنی کتاب میں رضاخانی نے اپنے نام نہاد موقف کیلئے جتنے دیوبندی حنفی یا اسلاف کو پیش کیا وہ سب اس لئے مردود ہیں کہ ان کتب کے مولفین اگرچہ مستند ہوں، ممکن ہے کتاب بھی مستند ہو مگر یہ نقل کردہ باتیں قعہ مستند نہیں لہذا محض اس ایک اصول سے پوری کتاب کا جواب ہوگیا ہمیں فردا فردا ہر حوالے کا جواب دینے کی حاجت نہیں۔

مفتی انس عطاری صاحب لکھتے ہیں:
''دوسرا یہ کہ کوئی سنی عالم دین کسی شخصیت پر حد سے تجاوز کرتے ہوئے معمولی سا طعن کردے جیسے مذکورہ صورت میں بعض اہل سنت علمائے کرام نے شاہ ولی اللہ اور شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمہما اللہ پر طعن کیا ہے تو یہ ان کا اپنا ذاتی موقف ہوگا، ان کے ذاتی موقف کو

تمام اہل سنت کے کھاتے میں ڈال دینا مناسب نہیں"۔

(حسام الحرمین اور مخالفین، ص160)

لہذا موصوف نے جہاں کچھ شخصیات پر علمائے دیوبند سے طعن کچھ سے توثیق پیش کی ہے تو اس تعارض کو اسی اصول سے حل کرلے فردا فردا ہمارا وہاں جواب دینا ضروری نہ ہوگا۔

دوسرا اصول

محض کسی چیز کا کتاب میں نقل ہوجانا اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں

خان صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

"امام عبد الرشید بن ابی حنیفہ ولوالجی و امام طاہر بن احمد بخاری وغیرہما اجلّہ کرام نے بشر مریسی معتزلی کا قول یوں نقل کردیا، گویا یہی اصل مذہب ہے، جس طرح علّامہ محقق زین العابدین بن ابراہیم وفہّامہ مدقّق علاء الدّین محمد دمشقی نے ابوعلی جبائی معتزلی کا قول یوں نقل کردیا گویا یہی مذہب مشایخ ہے"۔

(حیات الموات، ص269)

تو جس طرح محقق و مدقق نے معتزلی کا قول یوں نقل کردیا کہ گویا یہی مذہب مشایخ ہے، اسی طرح ممکن ہے کہ بعض حضرات کا نقل کردینا کسی شے یا عقیدہ کی توثیق نہ ہوگی۔ جس طرح محقق کا معتزلہ کا مذہب نقل کرنے پر محقق پر کوئی فتوی نہیں مگر اس مذہب کو لینے والوں پر فتوی ہے اسی طرح غیر مستند بات کو نقل کرنا اس بات کے درست ہونے کے مستلزم نہیں ان ناقلین پر تو کوئی اعتراض نہ ہوگا ہاں اسے عقیدہ بنانے والے رضا خانی ضرور مشرک پلید ہوں گے۔ خان صاحب نے صاحب ابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کیا ہی خوب لکھا:

"اکثر ہوتا ہے کہ بھولنے والے بھولنے والوں کی پیروی کرلیتے ہیں"۔

(حیات الموات، ص269)

خان صاحب لکھتے ہیں:

''متاخر شارح محشی جو کچھ لکھ جایا کرتے ہیں وہ مطلقاً خود ان کا اپنا اعتقاد نہیں ہوتا نہ کہ تمام اہلسنّت و جماعت کا عقیدہ، عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون و مسائل میں بیان کر دیا یا بالائی تقریریں اس کے موافق ہیں تو حق ہیں مخالف ہیں تو وہی ان کی بحث بازیاں اور ذہن آزمائیاں اور قلم کی جولانیاں ہیں''۔

(فتاویٰ رضویہ، ج15،ص472)

پس ضروری نہیں کہ ہر نقل کردہ شے عقیدہ بھی ہو رضاخانیوں میں یہی فرق ہے کہ بعض خرافات کو محض بعض بزرگوں نے نقل کیا ہے اور رضاخانی اس نقل پر اعتماد کر کے اسے عقیدہ بنا لیتے ہیں۔علامہ عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں:

''علم مناظرہ کا قاعدہ ہے کہ نقل کرنے والا کسی بات کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس سے صرف اتنا مطالبہ کیا جا سکتا ہے کہ اس کا حوالہ اور ثبوت کیا ہے''۔

(مقالات رضویہ،ص 80)

تیسرا اصول

رضاخانی ہمیں نصیحت کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان دوسروں کو تو اصول بتا رہا ہے لیکن خود اپنے گھر کے اصولوں پر عمل نہیں کرتا یہاں ہم بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو ایک اصول دکھلا کر کھلا چیلنج کرتے ہیں کہ وہ اپنے گھر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے ہمارا مطالبہ پورا کرے ان شاءاللہ ہمارے ہر چیلنج کی طرح یہ بھی لا جواب رہے گا۔

وہابی اسمعیلی احمد دیوبندی قاسم نانوتوی کہتا ہے:

دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو بھی قول بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہیئے یہ بات مجھ پر حجت نہ ہو گی کہ شامی نے یہ لکھا اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے میں ان کا مقلد نہیں۔(سوانح قاسمی، جلد2،ص22 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اسی طرح وہابی اسمعیلی محمود حسن دیوبندی لکھتا ہے:

لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے“۔

(ایضاح الادلہ،ص489،شیخ الہند اکیڈمی دیوبند)

اسی طرح وہابی اسمٰعیلی دیوبندی زرولی خان نے لکھا ہے:

امام ابوحنیفہ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی۔

(مجموعہ احسن الرسائل، جلد1،ص149،احسنی کتب خانہ کراچی)

(حنفیت کے باغی دیوبندی،ص74،75)

اور پھر ساتھ میں مطالبہ کرتا ہے:

”اگر وہابی اسمٰعیلی ساجد خان خود اپنے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق جواب نہیں دے گا تو اس کو جواب ہی نہیں سمجھا جائے گا“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول ص20)

جب آپ نے خود ہی لکھ دیا کہ ہمارے ہاں ”حجت صرف وصرف امام اعظم کا قول ہے اور کسی کا نہیں“ اور جواب بھی ”اپنے اصول ہی پر دینا ہے ورنہ جواب نہ ہوگا“ تو اب آپ نے پوری کتاب میں کہیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی قول ہمارے خلاف پیش ہی نہیں کیا تو ہم پر کتاب کی کسی بات کا جواب ہی لازم نہیں۔

چوتھا اصول

ہمارے لئے وہی دلائل حجت بن سکتے ہیں جن سے اہل سنت کا تشخص قائم ہو۔ چنانچہ ارشد مسعود رضاخانی لکھتا ہے:

”ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنّت و جماعت کا تشخص قائم ہے“۔

(کشف القناع جلد 1 صفحہ 205)

لہذا دلیل دینے سے پہلے پیش کردہ شخصیت کو رضاخانی اکابرین دیوبند میں سے ثابت کریں گے اور اکابر بھی محض اکابر نہیں بلکہ وہ اکابر جن سے دیوبند کا تشخص قائم ہو۔

”اکابر کون ہیں؟“ اس سلسلہ میں ارشد مسعود بدعتی لکھتا ہے:

”دیوبندی موصوف کا دعوی اکابرین دیوبند کے فتووں کا ہے مگر دیوبندی موصوف اس معاملہ میں دور حاضر اور ماضی قریب کے دیوبندی مولویوں کو گھسیٹ لائے ہیں۔ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس معاملے میں اپنے اکابرین کی تصریحات پیش کرتے مگر وہ اس سلسلہ میں عاجز اور ناکام رہے جو کہ ان کی شکست فاش کی دلیل ہے“۔

(کشف القناع جلد 1 صفحہ 269)

لہذا زمانہ حال یا ماضی قریب کے دیوبندی علماء بھی اکابرین میں شمار نہیں ہوں گے اور پیش نہیں کیے جاسکتے۔اور ماضی بعید کے اکابرین تو صرف یہ 6 ہیں جن سے ہمارا تشخص قائم ہے:

1.شاہ اسماعیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ. 3 فقیہ العصر مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ 4 حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ 5 محدث اعظم ہند حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ 6.مولانا حسین علی واں بچھراں رحمۃ اللہ علیہ۔

(ملاحظہ ہو رضاخانی کتاب دیوبندی مذہب ص92)

خود رضاخانی مناظر نے لکھا:

”مناظر وہابیہ پر مولوی اسمعیل دہلوی،مولوی نانوتوی،مولوی انبیٹھوی،مولوی گنگوہی، مولوی تھانوی اور مولوی عبدالشکور کاکوروی صاحبان کی تحریرات حجت ہوں گی“۔

(فتاوی بدرالعلماء،ص330،331)

لہذا ان اکابر کے علاوہ رضاخانی نہ تو کسی کو پیش کرسکتے ہیں اور نہ ہی ان حضرات کے سوا کسی کی بات،کسی کا کوئی حوالہ،کسی کا کوئی نظریہ ہم پر حجت ہوگا۔

لہذا اصولاً تو ان اکابر کے علاوہ کسی کا حوالہ رضاخانی نے اپنی کتاب میں دیا ہے تو ہم اس کے جواب دہ نہیں لیکن محض اتمام حجت کیلئے جہاں مناسب سمجھیں گے وہاں جواب بھی دیں گے۔

آگے کی مکمل کتاب انہی”اصول اربعہ“پر چلے گی کسی مقام پر اگر ہم نے کسی بات کا

جواب نہ دیا ہو تو اس کا جواب انہی چار اصولوں میں سے کسی اصول کے تحت تسلیم کرلیں۔

نوٹ: جواب میں ہم نے اپنے بعض اہل سنت کی تحریرات سے بھی استفادہ کیا ہے اور علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کی کتب ونوادرات سے تو بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔

باب اول

علامہ نقشبندی صاحب پر نام نہاد فتاوی کی حقیقت

رضاخانی نے کتاب کے میں ص 110 تا128 اس پر سیاہ کئے کہ ہم علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب کو ان کے گھر کے اصولوں سے معاذ اللہ کافر وگستاخ ثابت کریں گے کیونکہ دیوبندی بھی ہمارے ساتھ یہی کرتے ہیں حالانکہ اولا رضاخانی جانشین حکیم الامت لکھتا ہے:

''اگر آپ حضرات غور فرماویں تو دیوبندیت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک قوم ہے جس کا نہ کوئی اصول نہ قاعدہ''۔ (راہ جنت، ص 21)

پس جب بقول تمہارے دیوبندیوں کا کوئی اصول ہی نہیں تو لامحالہ کتاب کی ابتدا ہی تم نے جھوٹ، مکروفریب سے کی ہے تو انتہا کا اندازہ قارئین بآسانی لگا سکتے ہیں۔

ثانیا: باقی جو تم نے ہمارے علماء کے حوالے پیش کئے کہ وہ رضاخانیوں کا ''دست و گریبان'' پیش کرتے ہیں تو یہ طریقہ تو ہم نے تم ہی سے سیکھا وہ تمہارا ہی طرز ہے جو تمہارے منہ پر مارا گیا ہے جس کی تفصیلی وضاحت ''دست و گریبان کی حقانیت'' میں کر دی گئی ہے۔

رضاخانی محقق لکھتا ہے:

''دیوبندی موصوف نے تھانوی صاحب کا جو حوالہ پیش کیا اس میں وہ سیدی اعلی حضرت ۔۔۔کا اسم گرامی نہ دکھا سکے اور نہ ہی دکھا سکتے ہیں''۔

(کشف القناع، ص 222)

معلوم ہوا کہ کسی پر فتوی اسی وقت معتبر ہوگا جب اس میں ''نام'' ہو ہم بھی رضاخانی کو چیلنج کرتے ہیں کہ جتنے فتوے تم علامہ صاحب پر لگانا چاہتے ہو کسی ایک فتوے میں علامہ صاحب کا نام دکھادو۔ قیامت تک تجھے چیلنج ہے۔ جب نہیں اور یقینا نہیں تو معلوم ہوا کہ ان فتووں کا مصداق علامہ صاحب کو گردانا اپنے ہی اصولوں کا خون ہے اور خود رضاخانیوں نے لکھا:

''یہ ایسا مکار دجال اور دھوکہ باز ہے کہ مسلمہ اصولوں کا خون کرتے ہوئے بھی اس کو ذرہ بھر حیا نہیں آتی''۔

(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر، ص 153)

بہرحال اس رضاخانی فریب کی مختصر حقیقت ہم آنے والی سطور میں آپ کے سامنے کھول

دیتے ہیں۔

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب پر توہین قرآن کا الزام

موصوف رضاخانی لکھتے ہیں کہ علامہ صاحب نے تاریخی مناظرہ علم غیب ،ص62‘‘ اور ’’مسلک اعلی حضرت ص19 ‘‘ پر قرآن مجید کو صرف ’’قرآن‘‘ لکھا جبکہ دیوبندی مولوی محمد صابر لکھتا ہے کہ قرآن پاک کو صرف قرآن کہنا یہ قرآن پاک کی بے ادبی ہے۔(بے ادب بے نصیب ،ص190)اور پھر مولانا عبد الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت مولانا یوسف لدھیانوی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اور جامع الفتاوی سے نقل کیا کہ قرآن کی بے ادبی و توہین کفر ہے۔

(ملخصاً حنفیت کے باغی دیوبندی ،ص112,114 بحجیۃ ،ص21 تا23)

جواب:اولاً عرض ہے کہ قرآن پاک کی بے ادبی و توہین یقیناً کفر ہے اس میں کسی مسلمان کو کوئی شک وشبہ نہیں لیکن سوال یہ ہے کہ کیا علامہ صاحب نے معاذ اللہ قرآن کی توہین کی بھی ہے یا نہیں؟ مولوی محمد صابر صاحب کی جو عبارت پیش کی گئی وہ مکمل یوں ہے:

’’قرآن پاک کو صرف قرآن کہنا یہ قرآن پاک کی بے ادبی ہے اس پر ایک واقعہ حضرت مولانا عبد الحق رشیدی اپنی کتاب سچے موتی ص2 انتساب میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے قرآن پاک کو بغیر کسی لقب کے صرف قرآن کہہ دیا تو میرے والد صاحب نے مجھے ایک (زوردار) تھپڑ رسید کیا اور (ساتھ) فرمایا کہ قرآن پاک کو خالی قرآن کہتے ہو قرآن مجید کہو۔یا قرآن پاک کہو یا قرآن عظیم کہو قرآن پاک کو صرف خالی قرآن کہنا یہ قرآن پاک کی توہین و بے ادبی ہے‘‘۔(بے ادب بے نصیب ،ص190،191)

(ا) جناب رضاخانی صاحب آپ کے ایک رضاخانی لکھتے ہیں:

’’ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے‘‘۔

(کشف القناع ،ص205)

جیسا کہ کتاب کے شروع میں ’’اصول نمبر 4‘‘ میں گزرا۔تو جناب مولوی محمد صابر صاحب

ہمارے ان اکابر میں سے نہیں جن سے ہمارے مسلک کا تشخص ہو ان کی کوئی بات ہمارے لئے حجت نہیں براہ کرم اس حوالے کو گلے کا تعویذ بنا کر ہمیشہ گلے میں لٹکا کر رکھیں اور جب بھی حوالہ دینا ہو پہلے یہ دیکھ لیا کریں کہ ہماری جماعت کا تشخص اس سے قائم ہے یا نہیں ۔

ثانیا: رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی اور عملی خدمات کے اعتبار سے صف اوّل کے علماء میں سے نہیں تھے، سیاسی نظریات میں ان کی سوچ منفرد اور علیحدہ مزاج تھا، سیاسی خیالات میں جمہور علماء اہل سنت نے ان کی کبھی تائید نہیں کی اس لئے ان کے اقوال جو جمہور اہل سنت پر حجت قرار نہیں دیا جاسکتا''

(مقالات سعیدی، ص 468)

پس مولوی محمد صابر صاحب ہمارے صف اول کے بزرگ نہیں صاحب واقعہ کا حال بھی یہی ہے لہذا جمہور کے مقابل ان کی رائے ہم پر حجت نہیں ۔

ثالثا: علامہ ساجد نقشبندی صاحب نے قرآن پاک کو بغیر لقب ''لکھا'' ہے جبکہ یہاں فتوی ''کہنے'' پر ہے ''لکھنے'' پر نہیں ۔

رابعا: علامہ ساجد صاحب نے تو قرآن پاک و قرآن مجید ہی لکھا تھا مگر کاتب وہی وصایا شریف و حدائق بخشش والا کوئی بے ایمان رضاخانی مظفر حسین شاہ ٹپی کا ایجنٹ تھا اس نے اعتراض کا موقع فراہم کرنے کیلئے القابات کو حذف کر دیا۔

خامسا: آپ کا محسن دینی لکھتا ہے:

''اقتدار صاحب کی تنقید ان کا ذاتی موقف ہے''۔

(کنز الایمان اور مخالفین، ص 333)

ایک دوسری کتاب میں یہ محسن رضاخانی لکھتا ہے:

''علامہ پیر محمد چشتی کی جمہور اہل سنت نے تکفیر نہیں کی ان کے تفردات اپنی جگہ ہیں

مگر تکفیر ہر گز نہیں کی گئی اور اگر کسی نے تکفیر کی بھی ہو تو یہ اس کی ذاتی رائے ہے"۔

(دست و گریبان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص 549)

مزید رضاخانی لکھتا ہے:

"اس مسئلہ میں راجع مرجوح کی بحث تو ہو سکتی ہے مگر اس کو کفر یا گستاخی قرار دینا محل نظر ہے اور ان کا تفرد اور ذاتی موقف ہے جو ہر گز حجت نہیں"۔

(دست و گریبان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ ص570)

اسی طرح مظہر رونائب اعلیٰ حضرت جناب حشمت علی رضوی نے مسلم لیگ اور اس کی حمایت کرنے پر اپنے مخالفین خصوصا اکابر بریلویہ پر کفر کے فتوے لگائے مگر رضاخانی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"رہے مولانا حشمت علی تو وہ علمی و عملی خدمات کے اعتبار سے صف اول کے علماء میں سے نہیں تھے۔ سیاسی نظریات میں ان کی سوچ منفرد اور علیحدہ مزاج تھا سیاسی خیالات میں جمہور علما اہل سنت نے ان کی کبھی تائید نہیں کی اس لئے ان کے اقوال کو جمہور اہل سنت پر حجت قرار نہیں دیا جا سکتا"۔

(مقالات سعیدی ص468)

اسی طرح عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

"اور ان حضرات کا مسئلہ ہذا میں یہ موقف محض ان کا ذاتی اور انفرادی تھا جبکہ اہلسنت جماعتی سطح پر مسلم لیگ کے پرزور حامی ہی نہیں بنیادی سرپرست بلکہ حقیقی بانی تھے"۔

(مصباح سنت جلد 1 ص 95)

یہاں بھی جمہور کے مقابل حشمت علی کو بات نہ مانتے ہوئے جمہور کی بات کو ماننے کا اصول پیش کیا گیا۔ ان تمام حوالہ جات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ موصوف کے نزدیک کسی کی ذاتی رائے معتبر نہیں۔ مزید مولوی انس بھی لکھتا ہے کہ:

"ذاتی رائے کو تمام اہلسنت کے کھاتے میں ڈال دینا مناسب نہیں"۔

(حسام الحرمین اور مخالفین صفحہ 160)

لہٰذا ذاتی رائے کو ہم اہل سنت کے کھاتے میں بھی نہیں ڈالا جا سکتا۔تو جناب مولوی محمد صابر صاحب جوکسی صاحب کے والد سے نقل کر رہے ہیں وہ ان کا ذاتی موقف ہے۔

سادسا: ایک ہے تقوی ایک ہے فتوی چنانچہ اس رضاخانی کے محسن دینی مولانا تیمور صاحب زید مجدہم (بھجۃ،ص 8،حالانکہ حقیقت میں یہ "مولانا" نہیں ایک داڑھی منڈا ہے ایک بے دین گھرانے سے تعلق ہے اس کے گھر کی عورتوں کی تصاویر نیٹ پر مل جائے گی جس میں یہ سرخی پاوڈر لگا کر بے پردہ بیٹھی ہوئی ہیں اور یہ دیوث مزے کے ساتھ اپنی گھر کی عورتوں کے ساتھ سیلفیاں بنا کر نیٹ پر اپلوڈ کر رہا ہے) لکھتے ہیں:

"بندہ ناچیز کہتا ہے کہ یہاں بے ادبی کا لفظ شرعا توہین وگستاخی کے معنی میں استعمال نہیں ہوا بلکہ اکثر علما بزرگان دین بعض اوقات فرط محبت اور اعلی درجہ کے کمال وتقوی کی بنا پر ایسے الفاظ لکھ جاتے ہیں"۔

(دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ص 399)

تو جناب یہاں بے ادبی کا لفظ توہین وگستاخی کیلئے نہیں بلکہ بعض اوقات ویسے ہی فرط محبت میں علماء اس طرح کی باتیں کر جاتے ہیں۔تو جناب جی آپ ہی کی زبانی:

ہم ۔۔(رضاخانی بدعتی قارونی) کو اسی مصدقہ اصول سے اس کو (رضاخانی بدعتی) باڑے میں کھرلی پر باندھ دیتے ہیں جہاں سے یہ اپنی مرضی کے مطابق جو اس کو پسند آئے اسی ہی میں منہ مارتا رہے گا"۔(بھجۃ،ص 19)

صرف نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا

اگلا نام نہاد کفر وگستاخی موصوف یوں ثابت کرتے ہیں کہ علامہ نقشبندی صاحب نے اپنی کتاب "تذکیر ص 27،40" پر لکھا "محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ۔۔۔ اے محمد پڑھئے اپنے رب کے نام کے ساتھ ۔۔۔جبکہ روح اللہ نقشبندی صاحب لکھتے ہیں کہ محض اسم مبارک تحریر کرنا اور صلوۃ وسلام نہ لکھنا بڑی گستاخی اور بڑی محرومی ہے۔(التحقیق الحسین،

ص 106) اور پھر لکھا کہ دیوبندیوں کے بیس مولویوں کے ہاں نبی اکرم ﷺ کا گستاخ لعنتی الخ ''۔(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی،ص 117 , 114 بحجۃ ،ص23 تا25)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ معاذ اللہ نبی اکرم ﷺ کا گستاخ انہی فتاوی کا مستحق ہے جولوسی نے ص 24 پر نقل کئے ہم اس سے مکمل اتفاق رکھتے ہیں لیکن سوال تو یہ کہ آیا علامہ صاحب ان فتوؤں کا مصداق بنتے بھی ہیں یا نہیں؟ ہم کہتے ہیں بالکل بھی نہیں بنتے۔

اولا: تو وہی جواب کہ مولانا روح اللہ نقشبندی صاحب ہمارے ان اکابر میں سے نہیں جن سے ہمارا تشخص قائم ہو لہذا ان کے نوک قلم کی کوئی بات ہمارے لئے حجت نہیں۔

ثانیا: یہ ان کا تفرد ہے جیسا کہ ہم نے قرآن کی توہین کے الزام کے جواب میں رضاخانی کے حوالے سے کہا۔

ثالثا: یہاں گستاخی سے مراد شرعا گستاخی نہیں بلکہ فرط محبت وکمال تقوی ہے جیسا کہ رضاخانی تیمور کے حوالے سے گزرا۔

رابعا: یہاں ﷺ تھا لیکن کاتب رضاخانی تھا اور درود شریف سے چونکہ رضاخانیوں کو بغض ہے لہذا اس نے یہاں نقل نہیں کیا تو یہ کاتب کی غلطی ہوئی۔

خامسا: رضاخانی محسن لوسی وٹینڈی لکھتا ہے:

''بالفرض کسی اہل سنت عالم نے ان الفاظ کی نسبت ترجمہ میں اللہ کی طرف کی ہے تو تسامح تو کہا جا سکتا ہے مگر کیونکہ یہ ان کا عقیدہ نہیں لہذا ان پہ کوئی فتوی نہیں لگے گا''۔

(کنزالایمان اور مخالفین،ص 336)

پس علامہ ساجد صاحب نے بھی چونکہ یہاں ترجمہ کیا ہے اور ترجمہ کے ضمن میں کوئی بھی نبی پاک ﷺ کے نام کے ساتھ ﷺ نہیں لکھتا اور ایسا چونکہ علامہ صاحب نے بطور عقیدہ نہیں کیا لہذا کوئی فتوی بھی نہیں۔

سادسا: محسن دینی رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''پھر یہ بات بھی دیوبندی حضرات کو تسلیم ہے کہ مصنف کے معتبر ہونے کے باوجود اس سے اختلاف کیا جاسکتا ہے''۔

(کنزالایمان اورمخالفین،ص343)

پس مولاناروح اللہ نقشبندی صاحب بالفرض خود معتبر ہوں یا کسی معتبر نے ان کی کتاب کی تائید کی ہے تو ہمارا یہ اصول ہے کہ معتبر ہونے کے بعد بھی اختلاف کیا جاسکتا ہے تو مولانا روح اللہ نقشبندی صاحب کی اس عبارت سے ہمیں اختلاف ہے ہم اسے علی الاطلاق تسلیم نہیں کرتے۔

سابعا: مولاناروح اللہ نقشبندی کے موقف کو پیش کرنے میں بھی دھوکا دہی کا ارتکاب کیا ہے دراصل یہ کوئی مستقل کتاب نہیں بلکہ مختلف فتاوی کا مجموعہ ہے اور یہ فتاوی دراصل اس امر پر ہیں کہ بہت سے لوگ نبی اکرم ﷺ کے نام کے ساتھ پورا درود شریف لکھنے کے بجائے صرف ''صلم''یا''ص'' لکھ دیتے ہیں چنانچہ اسی کتاب کے:

''مدعائے ضروری الاظہار''

کے عنوان کے تحت صاف صراحت موجود ہے کہ:

''حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ۔۔کے اسم گرامی کے بعد پورا درود شریف لکھنے کے بجائے صلعم،صللم ،ص وغیرہ لکھ دیتے ہیں جو سخت ناجائز ہے۔۔۔حضور اقدس ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ بجائے ﷺ لکھنے کے صلعم،صللم وغیرہ لکھنا یہ جہالت کی آویزاں ایک نشانی ہے بلکہ ایسا کرنا یہ سب بے ہودہ اور مکروہ سخت ناپسندہ موجب محرومی شدید ہے لہذا اس سے احتراز کیجئے''۔

(التحقیق الحسین،ص13)

پس معلوم ہوا کہ یہ فتوے اس صورت میں ہے کہ جب ''ﷺ'' کو چھوڑ کر صرف ''صلعم یا صللم یا ص'' لکھا جائے اور علامہ ساجد خان صاحب کی عبارت میں ایسا کچھ نہیں۔خود کتاب کے نام سے واضح ہے کہ یہ فتاوی کس صورت میں ہے:

''فضیلت ﷺ وکراہت صلعم، صللم''

لہٰذا ہمیشہ کی طرح رضاخانی نے یہاں بھی موروثی دجل وفریب سے کام لیا ہے۔

رضاخانیوں نے نبی اکرم ﷺ کو ''تو'' کہنے کو گستاخی کہا پھر خود خائن اعظم احمد رضاخان نے جگہ جگہ ترجمہ کنزالایمان میں نبی اکرم ﷺ کو ''تو'' کہا تو رضاخانی کا محسن دینی پنکچر لگاتے ہوئے کہتا ہے:

''ابن پیر کرم شاہ حفیظ البرکات صاحب نے اردو زبان میں تو کہہ کر بڑے کو مخاطب کرنا گستاخی کہا ہے یہ ہرگز نہیں لکھا کہ رب تعالی کا نبی کریم ﷺ کو تو کہنا بے ادبی ہے''۔

(کنزالایمان اور مخالفین، ص 397)

تو مولانا روح اللہ نقشبندی نے بھی اردو زبان میں امتیوں کی طرف سے حضرت محمد ﷺ کا نام بغیر درود مع صلعم لکھنے کو بے ادبی کہا یہ کہیں نہیں کہا کہ اللہ بھی محمد کہے تو بغیر درود کے کہے گا تو گستاخی ہوگی تو علامہ صاحب اللہ کے قرآن کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں وہاں اللہ بغیر ﷺ کے محمد کہہ رہا ہے۔

خان صاحب بریلوی گستاخ جہنمی

ابوحامد لوسی ٹینڈی سگ اعلی حضرت اس قدر علم سے کورا ہے کہ خود اپنی کتاب میں ہمیں ہتھیار فراہم کرگیا چنانچہ اپنی کتاب میں رضاخانی فیض احمد اویسی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''سادہ لفظوں میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی لینا بے ادبی ہے اور گستاخی ہے بلکہ اس سے پہلے سیدنا ومولانا کا اضافہ ضروری ہے''۔(شہد سے میٹھا نام محمد، ص 157)

(بحوالہ بھجۃ، ص 26)

اور خان صاحب ما کان محمد ابا احد من رجالکم کا ترجمہ کرتے ہیں:

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔(کنزالایمان)(بھجۃ، ص 25)

لیجیے خان صاحب نے بغیر القاب سیدنا ومولانا سادہ لفظوں میں حضور ﷺ کا نام لیا اور جو پھندا اس رضاخانی نے علامہ نقشبندی صاحب کیلئے تیار کیا تھا اس میں خود خائن اعظم احمد

رضاخان کی گردن پھنسا کر اسے گستاخ کر بیٹھے اب گستاخ کون ہوتا ہے تو الیاس عطار جھاڑ وفروش لکھتا ہے:

''نبی کی ادنی سی گستاخی کرنے والا بھی کافر و مرتد ہے''۔(بھجۃ،ص 26)

تو معلوم ہوا کہ احمد رضاخان بریلوی کافر،مرتد،جہنمی ہے۔

باقی اس موقع پر''داستان فرا''رکا حوالہ پیش کرنا عجیب جہالت ہے کیونکہ مولانا عبد الاحد قاسمی صاحب یہ تمام گفتگو آپ کے خلاف بطور الزام کر رہے ہیں۔

مولانا کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

''دیوبندی مولویوں کی لیاقت کا یہ عالم ہے کہ علمائے اہلسنت کی دیوبندیوں کے رد میں کتب میں دیوبندیوں پر نقد کی عبارات میں الزامی اور تحقیقی نقد کو سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں تو پھر ان کی اوقات علمی کا اندازہ لگانا کسی بھی سلیم العقل کیلئے مشکل نہیں''۔

(کنزالایمان اور مخالفین،ص 12)

تو ہمیں بھی ایسے ہی جاہلوں سے واسطہ پڑا ہے جن کو الزامی و تحقیقی نقد سمجھنے کی صلاحیت نہیں اس قسم کے لوگوں کی علمی اوقات کا اندازہ لگانا کسی عقل سلیم کیلئے مشکل نہیں۔

امام ابن تیمیہؒ رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ الاسلام کہنا

رضاخانی دجل وفریب کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ علامہ نقشبندی صاحب نے امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو''شیخ الاسلام''لکھا جبکہ دیوبندی مولوی محمود الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے اس پر کفر کا فتوی ہے۔

(ملخصا باغی دیوبندی،ص 117،118)

موصوف رضاخانی نے یہاں بھی مکاری،عیاری،دجل وفریب میں انتہا کر دی ہے حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کا مکمل ملفوظ اس طرح ہے:

''ارشاد فرمایا ابن تیمیہؒ نے اہل بیت سے متعلق تفریط سے کام لیا ہے حضرت تھانویؒ ان کو اور (ان کے شاگرد) ابن قیم کو سلطان القلم کہتے تھے۔کہ جب لکھنے پر آتے ہیں تو لکھتے ہی

چلے جاتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ کس کا سر پھوٹ رہا ہے، کون کس سے ٹکرا رہا ہے کس کو چوٹ آئی۔ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ابن تیمیہؒ کے متعلق فتاوی عزیزی میں لکھا ہے کلام او مردود ست (ابن تیمیہؒ کا کلام قابل قبول نہیں)۔

مولانا شمس الدین افغانیؒ کی کتاب ''الجواہر البہیہ علی شرح العقائد النسفیہ'' برائے نام شرح ہے اصل تو وہ ابن تیمیہ پر رد ہے البتہ مولانا شبیر احمد عثمانی صاحبؒ ابن تیمیہؒ کے معتقد ہیں، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ ''بذل المجہود'' میں بعض جگہ ان کو (ابن تیمیہؒ کو) شیخ الاسلام کہہ کر ان کا کلام نقل کرتے ہیں بعض جگہ ان کی بات نہیں لیتے مگر ذیل (تذکرۃ الحفاظ، ص ۳۱۶) میں نقل کیا ہے جو شخص ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہے اس پر کفر کا حکم ہے ثم صار یصرح (رای العلا البخاری) فی مجلسه بان من اطلق علی ابن تیمیه شیخ الاسلام یکفر بهذا الاطلاق''۔

(ملفوظات فقیہ الامت، جلد اول، ص 384،385، وفی نسخۃ، ص 356،357)

ملاحظہ ہو حضرت مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تو خود شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو ''رحمہ اللہ'' کہہ رہے ہیں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ علیہ کا حسن اعتقاد نقل کررہے ہیں علامہ خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کررہے ہیں کہ وہ ان کو ''شیخ الاسلام'' کہہ رہے ہیں۔

ہاں علاء بخاری کا ایک قول نقل کررہے ہیں کہ وہ معاذ اللہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہنے کو کفر کہتے ہیں مگر علاء بخاری کا یہ قول مردود ہے اور اسلاف نے اس کے منہ پر اس قول کو دے مارا تھا۔ چنانچہ علامہ بخاری کی اس بکواس کے جواب میں علامہ ابن ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ نے پوری کتاب لکھی:

الرد الوافر علی من زعم بان من سمی ابن تیمیه شیخ الاسلام کافر

جس میں بیسیوں اکابر کے حوالے ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہنے پر نقل کئے حتی کہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ و علامہ عینیؒ رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگوں نے اس کتاب کی تائید کی اور علا بخاری کے

بکو اسی فتوے کا رد کیا۔

لیکن ہمیں معلوم ہے کہ غوث اعظم کے یہ آوارے کتے دلیل سے بات نہیں سمجھتے جب تک ان کا اپنا منہ ان کی قے میں نہ لتھیڑ دیا جائے چنانچہ اب ملاحظہ ہو کہ مظفر حسین شاہ اور اس کے چنڈو خان شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ کافر و گستاخ مانتے ہیں حالانکہ:

بریلوی فقیہ الہند شریف الحق امجدی شیخ ابو الحسن زید فاروقی صاحب کے بارے میں لکھتا ہے:

"اب آئے غیر جانبدارانہ شہادتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں مولانا ابو الحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں"۔ (تحقیقات، ص 164)

خلیل رانا سعیدی نامی ایک بریلوی لکھتا ہے:

"حضرت شاہ ابو الحسن زید فاروقی دہلوی ۔۔۔۔ان کی شخصیت میں جانبداری شمہ بھر بھی نہ تھی اور ان کی کتب کا جنہوں نے مطالعہ کیا ہے وہ بالضرور اس بات کی تائید کریں گے کہ ان کی تحریروں میں غیر جانبداری اور تحقیق و انصاف جیسے اصولوں کی پیروی جگہ جگہ ملے گی۔اس لئے آپ پر کسی طرف جھکاؤ کا الزام نہیں دیا جاسکتا"۔

(معارف رضا،ص 157 سالنامہ 2016)

یہی غیر جانبدار موصوف (یاد رہے کہ رضا خانی رسالہ رضائے مصطفی میں ابو الحسن زید فاروقی کو شیخ الاسلام لکھا گیا ہے) لکھتے ہیں: نے شیخ الاسلام حضرت علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اور ان کے رد میں پوری ایک کتاب لکھی ہے اس میں علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ پر خوب ردو قدح کرنے کے بعد بالآخر یہ لکھتے ہیں:

"علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی صاحب فضل و کمال تھے علامہ ابن تیمیہ کے شذوذات اور تفردات سے متنفر تھے۔انہوں نے رسالہ "الرد الوافر" کی تقریظ لکھی اس میں علامہ ابن تیمیہ کے متعلق جو رائے قائم کی ہے نہایت

درست اور انصاف پر مبنی ہے تحریر فرماتے ہیں:

مع ذالك فهو بشر يخطئ و يصيب فالذى اصاب فيه وهو الاكثر يستفاد عنه و يترحم عليه بسببه والذى اخطا فيه لايقلد فيه بل هو معذور

(ان تمام فضائل اور علم وکمالات کے ہوتے ہوئے ابن تیمیہ ایک بشر ہیں جو خطا بھی کرتا ہے اور صواب پر بھی رہتا ہے جن مسائل میں وہ صواب پر رہے ہیں وہ زیادہ ہیں ان سے استفادہ کیا جائے اور ان کی وجہ سے ابن تیمیہ کے واسطے رحمت کی دعا کی جائے (رحمۃ اللہ علیہ)اور جن مسائل میں ان سے خطا ہوئی ہے، ان مسائل میں ان کی پیروی نہ کی جائے وہ ان مسائل میں معذور ہیں۔علامہ ابن حجر عسقلانی کی اس رزین ومتین رائے کا میں قدردان ہوں کسی نے خوب کہا ہے انمہ یعرف الفضل ذووہ دانش وبینش کی قدر خداوندان دانش و بینش ہی کرتے ہیں''۔

(علامہ ابن تیمیہ اور ان کے ہم عصر علما ص 123، 124 شاہ ابوالخیر اکیڈمی دہلی)

رضاخانی شیخ التفسیر والحدیث مفتی غلام سرور قادری لکھتا ہے:

''ان آئمہ اہل سنت میں سے امام حافظ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد امام ابن قیم جوزیہ رحمہما اللہ بھی ہیں جنہیں ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اس امت کے اولیا میں سے ایک شمار کیا ہے (مرقاۃ المفاتیح، ج4،ص 428)اگرچہ ان دونوں بزرگوں سے مسئلہ زیارت، مسئلہ توسل میں خطا ہوئی (غفرہما اللہ)

(فتاوی نظامیہ،ص 159)

تعصب کی انتہا دیکھیں کہ ناشرین نے اس مقام کو سفید سٹیکر لگا کر چھپا دیا تھا لیکن حقیقت چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے۔ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''امام حافظ ابن قیم جوزیہ کو اور اسی طرح شیخ الاسلام امام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہابیہ کا مرشد کہنا درست نہیں ہے کیونکہ وہ اہل سنت اور اس امت کے اولیا اللہ میں سے ہیں

اگرچہ توسل وزیارت روضہ اقدس کے مسئلہ میں ان سے خطا ہوئی لیکن یہ دونوں مسئلے اصول وعقائد میں سے نہیں بلکہ فقہی احکام میں سے ہیں فقہا کا فقہی مسائل میں باہم اختلاف سے کوئی اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا''۔

(فتاوی نظامیہ،ص 504،505)

پیر نصیر الدین گولڑوی لکھتا ہے:

''شیخ ابن تیمیہؒ جیسا علامہ دہر شیخ کے بعض بیان کردہ اسرار کو نہ پاسکا جس کے نتیجے میں شیخ پر فتوی داغ دیا شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ۔۔۔

(راہ ورسم منزلہا ص 110)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''غالبا اسی قسم کے بے اصل لٹریچر نے ہمارے ہاں ابن تیمیہؒ کی شخصیت کو کافی متنازعہ بنادیا اور عام طور پر مشہور ہوگیا کہ وہ اتنے متشدد تھے کہ انہوں نے انبیا علیہم السلام تک کو بھی نہ چھوڑا وغیرہ وغیرہ۔مگر جب ان کی کتاب ''الصارم المسلول علی شاتم الرسول'' نظر سے گزری تو بڑی حد تک ان کے بارے میں شکوک وشبہات رفع ہوگئے۔اس کتاب میں موصوف نے گستاخان رسول کو واجب القتل قرار دیا ہے۔۔راقم الحروف کے خیال کے مطابق جس شخص کے دل میں رسالت مآب ﷺ کی اتنی اہمیت اور احترام ہو،اگر وہ بعض فروعی مسائل میں قدرے تشدد سے بھی کام لے جائے تو اس سے درگزر کرنا چاہئے۔۔۔میری دانست میں من حیث المجموع شیخ ابن تیمیہؒ کی بعض دینی خدمات لائق تحسین ہیں اور ان کا انکار سراسر ناانصافی ہے۔شاید یہی وجہ ہے کہ مجدد ملت حضرت اعلی گولڑویؒ کی بعض تحریروں میں شیخ ابن تیمیہؒ کی دینی خدمات کا اعتراف پایا جاتا ہے''۔

(راہ ورسم منزلہا ص 181،182)

اب اگر اس رضاخانی میں شمہ برابر غیرت ہے تو بغیر ''شلوار'' جو''کرتا'' بچپن میں فاضل بریلوی پہن کر موصوف کی ''دادی اماوں'' کو اپنا آلہ تناسل دکھا کر جنسانیات پر لیکچر دیتا اسی

محلے میں جا کر اس ''کُرتے'' کو گلے سے لپیٹ کر پھانسی پر لٹک جائے۔

رضاخانیوں کی اپنی شلوار ہر جگہ سے تار تار ہے انہیں دوسروں کو چاکِ گریبان کو طعنہ دیتے ہوئے کچھ تو حیا کرنی چاہئے موصوف ابن عربی رحمۃ اللہ کو علی اللہ مانتا ہے حالانکہ ملا علی قاری جس کو موصوف نے سادات احناف میں شمار کیا ہے وہ اس کے کفر پر کتاب ''الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود'' لکھتا ہے۔

ابھی حال ہی میں دیکھ لیں کہ سوشل میڈیا پر راشد رضوی اور جلالی کتوں کی طرح ایک دوسرے کو بھنبوڑ رہے ہیں راشد رضوی علامہ اقبال کو کافر کہتا ہے اور جلالی علامہ اقبال کے نظریات پر سیمینار کرتا ہے۔ جلالی خادم حسین رضوی کو کافر کہتا ہے اور پھر اس کے جنازے میں شرکت کرتا ہے۔ مزید تفصیل کیلئے علامہ ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ کی ''دست و گریبان'' ملاحظہ فرمائیں۔

کسی کو جناب کہنا

موصوف لکھتے ہیں:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان لکھتا ہے جس شخص نے بھی مسلمان ہو کر جناب رسول اللہ۔۔۔

وہابی اسمعیلی ساجد خان نے سرکار دو عالم ﷺ کو جناب کہا ہے اب اس پر اسی کے وہابی اسمعیلی مفتی کا فتوی دیکھ لیجئے فرقہ وہابیہ گلابیہ غرابیہ امکانیہ کا مفتی محمود حسن گنگوہی لکھتا ہے:

''جناب مخفف ہے جاہل، نادان، احمق، بے وقوف کا اور لفظوں کا پہلا حرف لے لیا جاہل کا ج نادان کا ن احمق کا الف اور بے وقوف کی ب اس طرح کسی کو جناب کہہ دینا گویا اس کو جاہل نادان احمق بے وقوف کہہ دینا ہے۔

(ملفوظات فقیہ الامت، ص555، دار النعیم)

(بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، ص118،119)

موصوف نے خود لکھا ہے:

''خود وہابیہ اسمعیلیہ کا اصول ہے کہ ایک چیز ایک اعتبار سے عین دین اور دوسرے اعتبار

سے غیر دین ہو سکتی ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی ص 89)

تو جناب! جب یہ لفظ رسول اللہ ﷺ کیلئے استعمال ہوگا تو عین دین اور کلمہ تعظیم ہوگا اور جب فرقہ حرامیہ (حسام الحرامی) جلابیہ، (فاضل ازفضلہ) غرابیہ، الوویہ (صاحب حسام الحرامی جناب فاضل بریلوی کے ہاں الوحلال ہے) غرابیہ، امکانیہ، بدعیہ، مرزائیہ (رضاخان مرزائی مسجد میں وعظ کرنے جاتے) یہودیہ، 9 جوڑیہ کیلئے خصوصا مرزائی وہابی اسمٰعیلی حرامی یہودی خنزیری جناب احمد رضاخان فاضل بریلوی کیلئے استعمال ہوگا تو اس سے مراد وہی ہوگا جو حضرت شیخ محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

گناہوں کا صادر ہونا

ابوحامد رضوی مرزائی لوسی لکھتا ہے کہ علامہ صاحب نے دفاع جلداول، ص 957 پر علامہ تفتازانی کے حوالے سے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک عمداانبیاء سے صغیرہ گناہ صادر ہو سکتے ہیں اور سہوا صغیرہ کے صدور میں تو کسی کا بھی اختلاف نہیں"۔اور پھر راہ سنت ونورسنت کے حوالے سے لکھا کہ علامہ رب نواز حنفی صاحب اور پروفیسر ابوالحقائق نے انبیاء سے چھوٹے بڑے گناہوں کے صدور کو گستاخی لکھا ہے۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی، ص 119,121 بھجۃ، ص 27 تا 29)

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ دفاع جلد اول ص 957 نہیں بلکہ 759 پر مندرجہ بالا عبارت موجود ہے جو رضاخانی نے پیش کی۔

ثانیا: علامہ صاحب وہاں اپنا عقیدہ پیش نہیں کررہے ہیں بلکہ رضاخانی کاشف اقبال پر بطور الزام یہ عبارت پیش کررہے ہیں کیونکہ کاشف اقبال نے علمائے دیوبند پر یہ الزام لگایا تھا کہ وہ انبیاء سے مکروہ تنزیہی کے صدور کو جائز مانتے ہیں یہ گستاخی ہے تو علامہ صاحب نے کہا کہ تمہارا مفتی احمد یار گجراتی تو کبیرہ گناہ کا صدور بھی جائز مانتا ہے اس پر کیا فتوی ہے؟ اور پھر بطور الزام شرح عقائد کی عبارت پیش کی کہ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صغائر صادر

ہوسکتے ہیں خود اس رضاخانی نے اپنی کتاب ”حنفیت کے باغی دیوبندی ص653،654 پرشرح عقائد کی اس عبارت سے صغیرہ گناہوں کے صدور کو لیا ہے۔

یہی علامہ صاحب ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ عجیب منافقت و دورنگی ہے علمائے دیوبند اگر انبیاء سے مکروہ تنزیہی جو گناہ بھی نہیں کا صدور مانیں تو گستاخ اور تم شرح عقائد سے صغیرہ بلکہ کبیرہ کا صدور بھی جائز مانو تو عین اہلسنت نہ شرم نہ حیا۔مگر اس موصوف نے اس الزامی طرز کو علامہ نقشبندی صاحب کا موقف بنادیا ہم اس موقع پر پھر رضاخانی ہی کی عبارت پیش کریں گے کہ مولانا کاشف اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

”دیوبندی مولویوں کی لیاقت کا یہ عالم ہے کہ علمائے اہلسنت کی دیوبندیوں کے رد میں کتب میں دیوبندیوں پر نقد کی عبارات میں الزامی اور تحقیقی نقد کو سمجھنے کی صلاحیت سے بھی محروم ہیں تو پھران کی اوقات علمی کا اندازہ لگانا کسی بھی سلیم العقل کیلئے مشکل نہیں“۔

(کنزالایمان اور مخالفین،ص 12)

باقی علامہ نقشبندی صاحب کا اپنا عقیدہ کیا ہے اسے اس رضاخانی نے خود اپنی کتاب میں یوں نقل کیا:

”ہمارا عقیدہ تو یہ ہے کہ نہ ان سے صغائر نہ کبائر کا صدور ممکن ہے۔۔۔۔دیکھا ان کے ہاں تو معاذ اللہ انبیاء سے نسیانا اور خطا گناہ کبیرہ بھی صادر ہوسکتے ہیں رضاخانیوں اب وہ وقت نہیں تم اپنے مکروہ چہرے پر جعلی نقاب اوڑھ کر عوام سے چھپے رہ سکو یہ نقاب نوچ لیا گیا ہے دوسروں کے اکابر کی پگڑیاں اچھالنے والے مت بھولیں کہ ان کی اکابر کی پگڑیاں بیچ بازار اچھالی جاسکتی ہیں۔بہت برداشت کرلی اولیاء اللہ پر تمہاری یہ بکواس اب ایک سنی نہیں جائے گی“۔(نورسنت کا کنزالایمان نمبر،ص 224)

(بحوالہ بجھۃ،ص 28)

گھٹیا پن کی انتہاء جہاں ایک شخص اپنا عقیدہ خود واشگاف انداز میں بیان کررہا ہے اسے چھپالو اور جہاں وہ تم پرالزام لگارہے اسے اس کا عقیدہ بنا کر بک بک شروع کردو۔

باقی علامہ رب نواز حنفی صاحب اور پروفیسر ابوالحقائق صاحب کی جرح بھی الزاما ہے جیسا کہ ''نورسنت کا کنزالایمان نمبر'' اور ''سنی تراجم پراعتراضات کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں مذکور ہے۔ چونکہ تم انبیاء کی طرف ذنب کی نسبت کو بھی کفروگستاخ سمجھتے ہو لہٰذا انہوں نے تمہارے ہی اس اصول کو سامنے رکھ کر تمہیں کافر گستاخ اس مسئلہ پر ثابت کیا ہے۔

موصوف کہتے ہیں:

''نوٹ: یہ عبارت علامہ نسفی علیہ الرحمۃ کی نہیں علامہ سعدالدین تفتازانی علیہ الرحمۃ کی ہے دوسروں کو طعنہ دینے والے کی اپنی کیا اوقات ہے وہ دیکھ لیں''۔

(بھجۃ، ص 27)

یہ کاتب کی غلطی ہے کاتب نے علامہ نسفی لکھ دیا دلیل یہ ہے کہ آگے خود علامہ صاحب نے العقائد النسفیہ نہیں بلکہ شرح العقائد النسفیہ کا حوالہ دیا اور شرح عقائد تفتازانی کی ہے نہ کہ نسفی کی۔

ثانیا یہ اعتراض کرتے ہوئے حیاء آنی چاہئے کیونکہ آگے محمد بن جابر پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کردہ علامہ کوثری کی جرح کو اس نے مولانا عبدالقدوس قارن صاحب کی عبارت وجرح بنادیا تو پس اسی اصول سے علامہ نے اس کو نسفی کی عبارت بنادیا۔

رحمۃ للعالمین

موصوف دفاع اہل سنت جلد اول ص 765 کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ علامہ صاحب نے لکھا کہ رحمۃ للعالمین صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی صفت ہوتی تو یہ حضرات دیگر پر اس صفت کا اطلاق نہ کرتے۔ حالانکہ دس سے زاید دیوبندیوں کی مصدقہ کتاب ''رضاخانی مذہب'' میں ہے کہ بریلویوں کو اپنے پیر کو رحمۃ للعالمین کہنا نص قطعی کے خلاف ہے۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی، ص 123، 121 بھجۃ، ص 29، 30)

عرض ہے کہ رضاخانی مذہب کا مولف اور اس کی تصدیق کرنے والوں میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس سے ہمارے مسلک کا تشخص قائم ہو لہٰذا ہمارے لئے حجت نہیں۔

ثانیا: رضاخانی مذہب کتاب ردعمل میں لکھی گئی ہے اور اس میں رضاخانیوں کے فتاوی جات کو کسی شے کیلئے گستاخی کا معیار بنایا گیا ہے چنانچہ رضاخانی کے محسن دینی لکھتے ہیں:

''اس کتاب کو جارحانہ کتاب سمجھنے کے بجائے ردعمل سمجھا جائے اور ردعمل کبھی کبھی شدید ہو جاتا ہے پھر بھی اس میں مورد الزام اس فریق کو سمجھنا چاہئے جو اس شدید ردعمل کا باعث ہے''۔ (رضاخانی مذہب، ص ۱۴)۔ (بحوالہ کنزالایمان اور مخالفین، ص ۹)

پس رضاخانی مذہب نامی کتاب میں جو جارحانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے وہ تحقیقا نہیں بلکہ سب کچھ رضاخانی غلام مہر علی بکواسی کی بکواس کے جواب میں بطور ردعمل تھا کیونکہ غلام مہر علی نے علمائے دیوبند پر یہ الزام قائم کیا کہ وہ رحمۃ للعالمین کو رسول اللہ ﷺ کی صفت خاص نہیں مانتے تو صاحب رضاخانی مذہب نے رضاخانی کتب سے ثابت کر دیا کہ تم تو اپنے پیر کو رحمۃ للعالمین مانتے ہو اور ردعمل کے طور پر ویسی ہی زبان استعمال کی جیسا کہ غلام مہر علی نے کی تھی۔

تو سے ترجمہ کرنا

لوسی رضوی نے ''تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے مدلل جوابات، ص 92، مکتبہ خلیل لاہور'' سے حوالہ پیش کیا کہ اس میں ہے:

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا؟

اور کہا کہ یہ کتاب علامہ ساجد صاحب کی مصدقہ ہے۔

پھر عبقات علامہ خالد محمود صاحب ج 2، ص 272 سے نقل کیا:

''پھر دیکھئے حضور کیلئے کیسی بے ادبی سے تو کا لفظ لایا گیا ہے''۔

اور کہا دیکھو علامہ صاحب کی مصدقہ کتاب میں تو ہے اور دیوبندی علامہ خالد محمود صاحب نے تو کو بے ادبی کہا اور پھر کہا کہ گستاخ فلاں فلاں ہوتا ہے۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی، ص 123,126 بجۃ، ص 32،31)

جواب: اولا تو ہمارے علم میں نہیں ''کہ تبلیغی جماعت پر اعتراضات اور ان کے مدلل

جوابات"، کس کی کتاب ہے؟ اس پر علامہ صاحب کی تصدیق کی کیا حیثیت ہے؟ ہم صرف علامہ صاحب کی کتب کے پابند ہوں گے یا ایسے حضرات بقول اصول رضاخانیہ جن سے مسلک کا تشخص قائم ہے۔

ثانیاً اس کا جواب ما قبل میں ہم خود رضاخانی قلم سے دے چکے ہیں:

"ابن پیر کرم شاہ حفیظ البرکات صاحب نے اردو زبان میں تو کہہ کر بڑے کو مخاطب کرنا گستاخی کہا ہے یہ ہر گز نہیں لکھا کہ رب تعالیٰ کا نبی کریم ﷺ کو تو کہنا بے ادبی ہے"۔

(کنزالایمان اور مخالفین، ص 397)

تو علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کہا ہے کہ خان صاحب نے کیسی بے ادبی سے "تو" کہا یہ تو نہیں کہا کہ اللہ نے معاذ اللہ کیسے بے ادبی سے "تو" کہا۔ اور تبلیغی جماعت والی کتاب میں تو سورۃ الفیل کے ترجمہ میں اللہ کی طرف سے ہے۔

یاد رہے کہ رضاخانی نے اپنے اصول کے مطابق علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبقات کا یہ حوالہ اپنے دینی محسن کی کتاب "کنزالایمان اور مخالفین" سے سرقہ کیا ہے۔

اس کے بعد علامہ عبدالاحد قاسمی صاحب کی دستان فرار سے کچھ حوالہ جات تو پر نقل کئے اور ص 32 تا 33 سیاہ کئے حالانکہ قاسمی صاحب کی یہ ساری گفتگو الزامی ہے بھلا الزامی گفتگو کو ہمارے کھاتے کیسے ڈالا جا سکتا ہے؟ اختر رضاخانی لکھتا ہے:

"یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس کتاب میں سارے اختلافات وتضادات وہابی اصول و انداز کو سامنے رکھ کر بطور الزامی جواب پیش کئے گئے ہیں لہذا اس تحریر کو اہل سنت کے خلاف پیش نہیں کیا جا سکتا"۔

(قہر خداوندی، ص 51، جلد اول بحوالہ دست و گریبان کی حقانیت)

تو عقل کو ہاتھ لگاؤ! جس چیز کو ہم بطور الزام پیش کر رہے ہیں اس کو ہمارے خلاف کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ اس سب کے بعد اب اس آدمی کا ڈھیٹ پن ملاحظہ ہو:

"ہم نے وہابیہ کے اسی اصول پر ساجد خان کے گلے میں وہ پھندا ڈالا ہے کہ وہ مر جائے

گا مگر نکال نہیں سکے گا''۔(بھجۃ،ص33)

نبی کریم ﷺ کو بھائی کہنا

موصوف نے دو صفحات اس پر سیاہ کئے کہ علمائے دیوبند نبی اکرم ﷺ کو بھائی کہنے کو درست سمجھتے ہیں علامہ ساجد صاحب کا بھی یہی موقف ہے جبکہ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تقریر ترمذی میں اسے بے ادبی کہا ہے اوراس کے بعد فضول لایعنی بکواس شروع کردی۔

(ملخصاً حنفیت کے باغی دیوبندی،ص127,128 بھجۃ،ص34 تا36)

حالانکہ تقریر ترمذی کے مکمل حوالے کو نقل کرنے میں بدترین دھوکہ دہی سے کام لیا گیا ہے علمائے دیوبند کا مقصد یہ ہے کہ محض اخوت دینی کو سامنے رکھتے ہوئے اگر کوئی نبی اکرم ﷺ کو بھائی سمجھ لے اور کہہ دے تو یہ گستاخی نہیں مگر حضور ﷺ کو فقط بھائی ہی سمجھ لینا اور پکارنا یہ ضرور گستاخی ہے اور تقریر ترمذی کی عبارت کا مقصد بھی یہی ہے چنانچہ خود تقریر ترمذی میں آگے یہ مذکور ہے کہ:

''قرآن مجید میں جو لفظ اخوۃ فرمایا گیا وہاں اخوت اسلامی مراد ہے جو قدر مشترک ہے اور اطلاق لفظ میں وہاں بھی مراد نہیں بلکہ جہاں بے ادبی وہاں اخ کے لفظ کا بولنا ناجائز اور اس کے برعکس مباح ہوگا''۔

(تقریر ترمذی،ص526)

تو علم سے عاری! علمائے دیوبند نے جو جواز کہا ہے وہ اخوت دینی کے اعتبار سے کہا ہے تقریر ترمذی میں اس کو ''مباح'' لکھا ہاں اگر بے ادبی کی نیت سے کہے تو بھائی کیا معاذ اللہ بے ادبی کی نیت سے تو ''رسول'' کہنا بھی بے ادبی ہے۔لہٰذا تقریر ترمذی کی جو عبارت آپ نے نقل کی وہ اسی بے ادبی کے شائبہ و نیت پر محمول ہے۔

اب ہم رضاخانی ہی کی زبانی کہتے ہیں:

''قارئین! میں حیران ہوں کہ ایک اردو عبارت جس کی عقل میں نہیں گھستی جس کو ایک سیدھی سادی اردو عبارت سمجھ نہیں آتی وہ جناب ذلت مآب (رضا خانیہ) کے جاہل اعظم اور نہ جانے کیا کیا ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، ص 641)

موصوف کہتے ہیں کہ یہ ساری بکواس ان کی لاجواب کتاب ''حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی'' سے ماخوذ ہے۔ (بھجۃ، ص 18)

اب ایک مضمون کو اس نے اپنی ایک کتاب میں شائع کیا اسی کو دوسری کتاب میں شائع کرتا ہے خود اس کی یہ بھجۃ کتاب ایک اور کتاب کا حصہ ہے جبکہ محسن رضا خانی لکھتے ہیں؛

''حیرانی والی بات ہے کہ موجودہ حالات میں پبلیشرز حضرات ایک مضمون کو ایک دفعہ چھاپنا گوارا نہیں کرتے مگر دیوبندی حضرات ایک ہی مضمون کو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں بلکہ سہ بار منظر عام پر لاتے ہیں''۔

(کنزالایمان اور مخالفین، ص 46)

کیا عجیب منافقت ہے کہ دیوبندی مضامین کو اگر کوئی بار بار شائع کرے تو ان کو حیرت مگر ان کی فضول بکواسات کو بار بار نئے ناموں سے شایع کیا جائے تو تحقیق وہ بھی ''لاجواب''۔

یہاں تک علامہ ساجد صاحب پر کی گئی اس کی فضولیات کا بہت ہی مختصر جواب دیا گیا ہے اب ردعمل کے طور پر کچھ ہم بھی پیش کرنا چاہتے ہیں۔

رضا خانی اپنے فتووں کی زد میں

رضا خانی گستاخ بے ادب

فرقہ حسام الحرامی کا رضا خانی لکھتا ہے:

''لہذا صحیح قول جمہور کا ہے انبیاء علیہم السلام سے وحی کے بعد سہوا کبیرہ گناہوں اور عمدا صغیرہ گناہوں کا صدور ممکن ہے اور وحی نزول سے پہلے گناہوں کے صادر ہو سکنے پر کوئی دلیل موجود نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، ص653)

گویا موصوف کے نزدیک انبیاء سے صغیرہ و کبیرہ دونوں طرح کے گناہ صادر ہو سکتے ہیں اور یہی جمہور کا مذہب ہے اب ذرا فتوے ملاحظہ ہوں:

''مسلمانو! غور فرمائے! دیوبندیوں اور نجدی وہابی مولویوں کے تراجم سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ پہلے بھی گناہ گار تھے اور آئیندہ بھی گناہوں کی امید تھی جس کی وجہ سے اللہ تعالی کو ایک سند دینا پڑی کہ ہم نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دئے۔ معاذ اللہ''۔ (فیصلہ کیجئے۔ ص:19)

اسی طرح مولوی محبوب علی خان نے نبی اکرم ﷺ کی طرف ذنب گناہ کی نسبت پر کفر کا فتوی لگایا۔ (النجوم الشھابیہ؛ ص:58) اس پر 54 رضا خانی اکابر کی تصدیقات ہیں

حنیف قریشی صاحب کہتے ہیں کہ ان تراجم کے ہوتے ہوئے ہم عیسائیوں کے سامنے نبی کریم ﷺ کا دفاع نہیں کر سکتے (ملخصا گستاخ کون؟ ص:196)

شیر محمد اعوان رضا خانی آف کالا باغ لکھتے ہیں:

حضور سرور کائنات ﷺ کو معاذ اللہ خطا کار اور قصوروار بنا ڈالا۔۔۔ایک عام مسلمان یا ایک غیر مسلم کیا تاثر لے سکتا ہے یہی کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا دامن بھی خطاؤں سے پاک نہ تھا کیا یہ

تراجم دشمنان اسلام کے ہاتھ میں اسلام اور اہل اسلام کے خلاف ایک مضبوط ہتھیار تھما دینے کے موجب نہیں ہوں گے؟ کیاان تراجم سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسلمہ عقیدہ مجروح نہیں ہوتا؟''۔(محاسن کنزالایمان ص:56۔57)

مفتی محمد رمضان لکھتا ہے:

''ذنب،ذنب ہی رہے گا ذنب ہر حال میں ذنب ہے گناہ ہے جس سے اللہ کا ہر نبی و رسول پاک ہے''۔

(معارف رضا کنزالایمان نمبر،ص 159)

عبدالمجید سعیدی لکھتا ہے:

''گناہ کے الفاظ کو بار بار علی الاطلاق بول کر اسے رسول اللہ ﷺ کی ذات والاصفات سے نسبت دی جو بہت بڑا جرم ہے کیونکہ عرف میں لفظ ''گناہ'' کو جب علی الاطلاق بولا جائے تو تبادراً اس سے کبیرہ یا صغیرہ ہی مراد ہوتا ہے۔۔۔پس اس لفظ کے سنتے ہی ذہن فوراً ان دو قسموں (کبیرہ اور صغیرہ) میں سے کسی ایک کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور عوام اس سے یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے مقول لہ کی طرف کبیرہ یا صغیرہ کی نسبت کی جارہی ہے جو عوام کیلئے یقینا پریشانی اور گمراہی کا باعث ہے''۔

(کنزالایمان پر اعتراضات کا آپریشن،ص 59۔60)

اور پھر آگے لکھتے ہیں:

''صاحبزادہ موصوف نے یہ اقدام کر کے ان واضح قرآنی ارشادات کی صریح خلاف ورزی کی ہے جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا ہر حوالے سے ادب کرنے کا امر فرمایا ہے''۔

(کنزالایمان پر اعتراضات کا آپریشن،ص 61)

آپ تو کہتے ہیں کہ جمہور کا نظریہ یہ ہے کہ انبیاء سے کبیرہ وصغیرہ دونوں صادر ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کے اکابر تو صغیرہ کے صدور کو بھی گمراہی نبی کی گستاخی اور کفر قرار دیتے ہیں بریلوی

کتب میں گستاخ نبی کو ولد الحرام لکھا ہے لہذا رضاخانی کافر و مرتد تو ہوا ہی ہوا ساتھ میں حرامی بھی ہوا۔

رضاخانیوں کے دیوث

رضاخانی نے اپنی کتاب ''بھجہ'' کے ص 166 پر کسی للو شاہ کے حوالے سے معاذ اللہ علامہ نقشبندی صاحب کو ''دیوث'' کہا۔آئیے اب بتاتے ہیں کہ فیس بکوں پر اپنی ماں بہن کی تصویریں شیئر کرنے والا اور احمد رضا خان کے فتوے سے مفعول و دیوث کون ہے؟۔

نوٹ: ہم اس قسم کی گفتگو کے قطعا قائل نہیں مگر جب تک ان کو آئینہ نہ دکھایا جائے یہ انسان کے بچے بننے والے نہیں لہذا بامر مجبوری اس ''رضاخانی بدبودار جوہڑ'' میں اترنا پڑ رہا ہے۔موصوف اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''اور آخر میں اپنے محسن دینی حضرت مولانا تیمور صاحب زید مجدہم کا نام لینا ضروری سمجھتا ہوں''۔(بھجۃ،ص 8) آگے لکھتا ہے:

''بالخصوص حضرت مولانا تیمور صاحب زید مجدہم کا کہ کئی ایک مواقع پر حضرت صاحب نے تعاون فرمایا اور خاص شفقتوں سے نوازا''۔(بھجۃ،ص 16)

حالانکہ یہ شخص کوئی عالم دین نہیں جس کے ساتھ یہ لوگ مولانا لگا رہے ہیں یہ بدبخت پہلے داڑھی منڈاتا تھا پھر ہمارے ساتھیوں کی طعن و تشنیع کے بعد داڑھی رکھی پھر اس خبیث نے پھر منڈواتی سر پر ٹوپی نہیں اس کے گھر میں پردہ کا کوئی نام و نشان نہیں اس کی تصویر اور اس کے گھر کی بے پردہ عورتوں کی تصاویر ''سیف حق شمار 3'' کے آخر میں شائع کی گئی ہیں جس میں دیکھا جاسکتا ہے کہ یہ شخص شکل سے ایک ''موالی نشئی'' لگتا ہے نہ کہ مولانا۔فیس بک پر اس کی آئی ڈی پر اس کی شرابیوں والی تصویر اس پر پڑنے والی پھٹکار کو بخوبی دیکھا جاسکتا ہے۔

ایسے دیوث کو تو ڈوب مرجانا چاہئے تھا۔رضاخانیوں کو ایسے بے غیرت کو جوتے لگانا چاہئے تھا مگر ان میں جو جتنا بڑا بے غیرت، دیوث، ننگ و شرم سے عاری کمینہ ہوگا اتنے بڑے منصب پر فائز ہوگا بس اس میں ایک کمال ہونا چاہئے کہ اہلحق پر کس حد تک بھونک سکتا

ہے۔اب آئے داڑھی منڈے پر احمد رضا خان کی پھٹکار ملاحظہ ہو:

”جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کتروانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہیں

۱۔اللہ ورسول کا نافرمان ہیں ۲۔شیطان لعین کے محکوم ہیں ۳۔سخت احمق ہیں ۴۔اللہ ان سے بیزار ۵۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیزار ہیں ۶۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے ۷۔یہودی صورت ہیں ۸۔نصرانی وضع ہیں فرنگیوں سے مشابہ ہیں ۹۔مجوس کے پیرو ہیں ۱۰۔ہندوؤں کی صورت مشرکین کی سیرت ہیں ۱۱۔مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گروہ سے نہیں ۱۲۔انہیں اپنے ہم صورتوں نصاری ویہود ومجوس وہنود کے گروہ سے ہیں ۱۳۔واجب التعزیر ہیں شہر بدر کرنے کے قابل ہیں ۱۴۔مبدلین فطرت ہیں مغیر خلق اللہ ہیں **۱۵۔زنانے مخنث ہیں** ۱۶۔خدا کے عہد شکن ہیں ۱۷۔ذلیل وخوار ہیں ۱۸۔گھنونے قابل نفرت ہیں ۱۹۔مردود الشہادت ہیں ۲۰۔پورے اسلام میں داخل نہ ہوئے ۲۱۔ہلاکت میں ہیں مستحق بربادی ہیں ۲۲۔دین کے بے بہرہ آخرت میں بے نصیب ہیں ۲۳۔عذاب الٰہی کے منتظر ہیں ۲۴۔اللہ عز و جل کو سخت دشمن ومبغوض ہیں ۲۵۔صبح ہیں تو اللہ کے غضب میں شام ہیں تو اللہ کے غضب میں ۲۶۔قیامت کے دن ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی ۲۷۔اللہ و رسول کے ملعون ہیں دنیا وآخرت میں ملعون ہیں اللہ وملائکہ و بشر سب کی ان پر لعنت ہے فرشتوں نے ان کی لعنتی ہونے پر آمین کہیں ۲۸۔اللہ تعالی ان پر نظر رحمت نہ فرمائے گا ۲۹۔وہ بہشت میں نہ جائیں گے ۳۰۔اللہ عزوجل انہیں جہنم میں ڈالے گا۔

(لمعۃ الضحی فی اعفاء اللحی۔ص:60-58۔مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

اندازہ لگائیں جس مخنث زنانہ سے اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیزار ہوں،صبح شام اللہ کے غضب میں گرفتار ہو جس پر اللہ نے لعنت کی

ہواوراس لعنت پر فرشتوں اور ساری مخلوق نے آمین کہی ہوا یسے قطعی لعنتی کو آج رضاخانیوں نے اپنا قائد ومولانا بنایا ہوا ہے رضاخانیو! تم لوگوں کو کیا اپنے مذہب کی دلالی کیلئے کوئی مرد بھی اب میسر نہیں؟

موصوف بفتوائے خان صاحب بریلوی ''مخنث'' ہیں ۔اب ذرا مزید فتوے ملاحظہ ہو ۔ موصوف کے شیخ الحدیث والتفسیر، شمس المصنفین ،فقیہ الوقت ،فیض ملت، مفسر اعظم پاکستان جناب فیض احمد اویسی کی ایک خود ساختہ کتاب ''الحقائق فی الحدائق المعروف شرح حدائق بخشش'' کی جلد 6 فروری 2020ء میں اکبر بک سیلز لاہور سے چھپی ہے اسی کتاب میں ہے:

''داڑھی منڈانا مجوسیوں کا کام ہے''۔

(شرح حدائق بخشش، ج6،ص 277)

''داڑھی منڈانا باعث لعنت ہے ۔۔۔اب جو بھی شخص منڈائے گا، وہ اس فرمان نبوی کے مطابق اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی لعنت کا مستحق ہو جائے گا''۔

(شرح حدائق بخشش، ج6،ص 280،279)

مزید لکھتا ہے:

''داڑھی منڈانا ہندوؤں ، یہودیوں ،عیسائیوں ، مجوسیوں ،اور مشرکوں کے ساتھ مشابہت ہے ۔۔دڑھی منڈانا تمام انبیاء کی عملی طور پر مخالفت اور نافرمانی ہے''۔(ص 280)

''میرے حکم کی مخالفت کرنے والے پر ذلت و رسوائی مسلط کردی جاتی ہے ۔۔۔داڑھی منڈانے والا فاسق ہے اور داڑھی منڈا کر لوگوں کو اپنے فسق پر گواہ بناتا ہے ۔داڑھی منڈانا ممنوع وحرام ہے اور فسق و فجور ہے فسق و فجور کا اظہار گناہ ہے ۔۔داڑھی منڈانے پر پیسہ خرچ کرنا باطل اور معصیت میں خرچ کرنا ہے جو کہ فضول خرچی ہے اس سے انسان شیطان کا بھائی بن جاتا ہے''۔(شرح حدائق بخشش، ج6،ص 281)

''اکثر داڑھی منڈانے والے اکثر وقار وتہذیب سے عاری ہوتے ہیں ۔داڑھی منڈانے

والے زبان حال سے یہ باور کراتا ہے کہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ خوبصورت نہ تھے کیونکہ آپ کے چہرہ انور پر داڑھی موجود تھی (موصوف کو حضرت گھمن صاحب سے بھی اسی لئے بغض ہے کہ ان کے چہرے پر داڑھی مبارک ہے۔ناقل)۔۔داڑھی منڈانے والا ہیجڑوں جیسی شکل بنا کر اسلامی معاشرے کی عزت و وقار کو مجروح کرتا ہے۔۔داڑھی منڈانا سنت رسول سے بے رغبتی ہے، جبکہ سیدنا عبداللہ بن عمرو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا من رغب عن سنتي فليس مني جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ میرے طریقے پر نہیں'۔(شرح حدائق بخشش، ج6،ص282)

اب ایک شخص جو خود اپنے اکابر کے فتووں سے "مجوسی، یہودی، عیسائی، مشرک، مجوسی ہو کر لعنتی ہو، حرام کار اور اعلانیہ فسق و فجور کا مرتکب ہو، شیطان ابلیس کا بھائی ہو، وقار و تہذیب سے عاری ہو، نبی کریم ﷺ کی خوبصورتی کا معاذ اللہ منکر ہو، ہیجڑوں جیسی شکل بنا کر اسلامی معاشرے میں فحاشی پھیلاتا ہو اور نبی کریم ﷺ کی سنت سے بے رغبتی کر کے آپ کی امت سے خارج ہو"

ایسا ''پلید دیوث'' آج مولانا کہلاتا ہے۔۔شرم۔۔شرم۔۔شرم

تذکرہ ایک دیوث کا!! تاج الشریعہ کی امرد پرستی

رضا خانی نے اپنی کتاب کے ص 166 پر کسی للو شاہ کے حوالے سے معاذ اللہ علامہ نقشبندی صاحب کو ''دیوث'' کہا۔ص 148 پر بھی ایسی ہی بکواس کی۔حالانکہ جس للو شاہ کی طرف یہ اشارہ کر رہا ہے اس نے اپنا یہ مضمون ہی حذف کر دیا اس للو شاہ کو اسی وقت علامہ ساجد صاحب نے فون کر کے چیلنج دیا تھا کہ میں آ رہا ہوں ہمت ہے تو میرا سامنا کرو اور اس کی مسجد سے محض دس منٹ کے فاصلہ پر علامہ صاحب کا قیام تھا مگر فیس بک پر بک بک کرنے والے کو سامنے آنے کی جرات نہ ہوئی۔اب بھی ہم رضا خانیوں کو دعوت عام دیتے ہیں کہ اس للو شاہ سمیت اپنے کسی مستند اباجی کو علامہ صاحب کا سامنا کرنے کیلئے تیار کر لو علامہ صاحب کو لانا میرا کام۔ بہر حال ہم صرف آئینہ دکھانے کیلئے آنے والی سطور میں چند حوالہ جات رکھیں گے اگر کسی

رضاخانی کو برا لگے تو اس بدتمیزی پر تم ہی نے ہمیں مجبور کیا ہے۔

لہذا اس غلاظت کے جواب میں اب ہم رد عمل کے طور پر یہ کاروائی کر رہے ہیں یہ رضاخانی اپنے ان گھٹیا الزامات کے ثبوت کیلئے تو کوئی مستند ذریعہ پیش نہ کر سکے لیکن ہم ایسے مستند ذریعہ سے اب ایک ''لوطی ،بدکردار ،مفعول'' کا ذکر کرنے والے ہیں جس کا رد یہ گروہ خبیثہ تاقیامت نہیں کرسکتا۔ یہ مفعول نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر براجمان ہونے والے اعلی حضرت احمد رضاخان بریلوی کے پوتے رضاخانی تاج الشریعہ جناب علامہ اختر رضاخان ازہری میاں ہیں۔ چنانچہ رضاخانی شیخ الاسلام جناب مولانا ہاشمی میاں صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''ان کو امرد پرست مردوں کا لقمہ تر قرار دیا''۔

(تحقیق ہاشمی،ص 29،دارالسلام ٹرسٹ)

امرد کہتے ہیں بے ریش خوبصورت لڑکے امرد پرست خوبصورت لڑکوں کا شوق رکھنے والے لوطی ،لونڈے باز یعنی جناب اختر رضاخان (رنگ سے سرخ گورے سفید) بچپن میں لونڈے بازوں کے ''نوالے'' وہ بھی ''تر'' رہ چکے ہیں۔لو جی! آپ کے زمانے کا سب سے بڑا بزرگ جب بچہ بازوں کا ''نوالہ تر'' بن کر ان کی راتیں رنگین کر رہا ہو تو آپ کو دوسرے بھی اسی طرح نظر آئیں گے۔ یہی نہیں بلکہ کچھوچھ شریف کے سجادہ نشین کی طرف سے باقاعدہ دعوی کیا گیا کہ اختر رضاخان:

''مفعول ہے لڑکوں سے برا کام کرتا ہے''۔

(نئے کچھوچھوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات،ص 30)

یعنی ڈبل سم ہے بچپن میں خود ''دبر بازی'' کرتا تھا اور اب بڑھاپے میں ''لونڈے بازی'' کرتا ہے صرف دعوی ہی نہیں کیا گیا بلکہ باقاعدہ مطالبہ رکھا گیا کہ ہم اختر رضاخان کو اپنا بزرگ اس وقت مانیں گے جب:

''اختر رضاخان نہ کفر کریں نہ بدفعلی کریں''۔

(سنئے کچھوچوی مذہب سے انوکھے نور کی برسات، ص 31)

بے شرمو! تمہارے اپنے تاج الشریعہ اور احمد رضاخان کے پوتے گانڈو، سدومی رہ چکے ہیں بڑھاپے میں بھی یہی حرکتیں کرتے تمہیں دوسروں کو دیوث کہنے سے پہلے اپنے اس دیوث کی کچھ خیر خبر لینی چاہئے۔ یاد رہے کہ ہمارے پاس ایسے رضاخانی ''مفعولوں'' اور ''ٹیلی نورسموں'' کی ایک پوری لسٹ ہے جسے ہم کسی اور موقع کیلئے موقوف رکھتے ہیں۔

کتاب نہیں بلکہ فراڈ و شقاوت قلبی

اس رضاخانی نے کتاب کو بسم اللہ، درود اور کلمات متبرکہ سے شروع نہیں کیا، کیوں؟ اس کی وجہ اس رضاخانی کے مناظر اعظم عبدالمجید سعیدی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''نیز موصوف نے اپنی اس تحریر کو بسم اللہ اور درود شریف وغیرہ کلمات متبرکہ سے شروع نہیں کیا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ دھوکہ پر مبنی ہے جو ناجائز ہے جبکہ ناجائز کام کو بسم اللہ وغیرہ سے شروع کرنا کفر تک بھی ہوسکتا ہے''۔

(البطش علی اللبس، ص 5)

پس رضاخانی کو بھی معلوم تھا کہ میری کتاب میں دھوکا دہی کے سوا کچھ نہیں لہذا کتاب کو بغیر بسم اللہ وغیرہ کلمات متبرکہ سے شروع کی تاکہ کفر میں مبتلا نہ ہوجائے۔ جس کتاب کی بے برکتی اور فراڈ پن اپنوں کے ہاں واضح ہو یہ رضاخانی جاہل اس پر پھولے نہیں سمارہے ہیں کہ ہم نے بہت بڑا تیر مار لیا۔ یہ تاویل کرنے کی ضرورت نہیں کہ دل میں پڑھ لی تھی کیونکہ مناظر اعظم نے سعید اسد کے متعلق اس طرح کے کسی حسن ظن سے کام نہیں لیا۔

مولوی حامد حسین قریشی لکھتا ہے:

''شقاوت قلب و عداوت دین کی بین علامت دیکھیے کہ ابتداء کتاب (طمانچہ) بسم اللہ الرحمن الرحیم سے محروم'' مزید لکھتا ہے کہ ''باطل کو بسم اللہ کیوں کر نصیب ہوسکتی ہے''۔

(میزائل پر طمانچہ و مجتہد دیوبندی صفحہ 7)

پس اس کتاب کا مولف رضاخانی شقاوت قلبی و عداوت دین کا شکار ہے اسی لئے بسم اللہ

سے محروم ہے۔

میثم و رضوی میں کون سچا کون جھوٹا؟

میثم بمصداق فتوی اعلی حضرت کھسری نے کلمہ حق شمارہ 16 پر کئی صفحات اس پر سیاہ کیئے کہ ناچیز کی کتاب اور دوست محمد قندہاری علامہ ساجد خان نقشبندی ہے۔ جبکہ اس رضاخانی نے مجھے علامہ ساجد صاحب سے الگ شخصیت تسلیم کر کے جو حقیقت بھی ہے لکھا ہے:

''وہابی اسمعیلی دوست محمد''۔ (حنفیت کے باغی، ص 11، بھجہ، ص 20)

اب اگر دوست محمد علامہ ساجد ہے تو رضوی کذاب ہے اور اگر دوست محمد دوست محمد ہی ہے تو میثم کذابیہ ہے۔ محسن رضاخانیت لکھتا ہے:

''یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں''۔

(کنز الایمان اور مخالفین، ص 201)

تو جناب آپ کو مجھے دوست محمد تسلیم کرنا اور میثم کا اس سے متضاد دعوی کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ دوست محمد کو علامہ ساجد سمجھنا محض الزام تراشی کے سوا کچھ نہیں۔

شیطانی پمپ

ضیغم رضاخانیت لکھتا ہے:

''لیکن فوراً اس کو شیطان نے پمپ مارا کہ اس عبارت میں گورنمنٹ کے لفظ سے پہلے بریکٹ میں (انگریزی) کا لفظ بند کر کے عبارت یوں کر دے''۔

(محاسبہ دیوبندیت، جلد دوم، ص 119)

معلوم ہوا کہ کسی کی عبارت میں (۔۔۔) بریکٹ لگا کر کوئی لفظ داخل کرنا یہ ''شیطانی پمپ'' کا اثر ہوتا ہے اب ملاحظہ ہو اس رضاخانی کی عبارت:

''چنانچہ دس سے زائد وہابی اسمعیلی اکابرین کی مصدقہ کتاب رضاخانی مذہب میں لکھا ہے:

(دیوبندی از ناقل) ملاں کا یہ دعوی (پیر کو رحمۃ للعالمین کہنے از ناقل) نص قطعی کے

خلاف ہے''۔(باغی دیوبندی،ص122،بھجۃ،ص29)
حالانکہ''رضاخانی مذہب''نامی کتاب میں کہیں بھی بریکٹ میں دیوبندی ملاں نہیں لکھا یہ اس کونواب احمد رضاخان بروزن شیطان نے پمپ مارا تواس نے عبارت یوں بنادی۔

رضاخانی انتہائی جاہل وبے عقل ہے

مظفرحسین شاہ پٹی کی ٹیم کاایک محقق لکھتاہے:
''گنگوہی کی سوانح حیات پر مشتمل ہے اصولی طور پر ہمارے لئے قطعا حجت نہیں میدان مناظرہ میں یاتو مسلم بین الفریقین دلائل سے استدلال کیاجاتاہے یامسلمات خصم کو دلیل بنایا جاتاہے مگر یہ دیوبندی موصوف اتنے جاہل اور بے عقل ہیں کہ دلیل کے طور پر اپنی ہی کتابیں پیش کرتے ہیں''۔
(کشف القناع،ج1،ص176)
معلوم ہواکہ خصم پر اپنے ہی گھر کے حوالے پیش کرنا انتہائی جہالت وعقل سے پیدل ہونے کی دلیل ہے اب دیکھیں کہ رضاخانیوں نے کتاب بھجۃ کے صفحہ نمبر 9 ہی پر ہمارے خلاف نواب احمد رضاخان کی بدنام زمانہ مجموعہ خرافات فتاوی رضویہ پیش کردیااور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالے سے بھی ہمارے خلاف جگہ جگہ فتاوی رضویہ سے استنادکیا۔جواس کے جاہل وبے عقل ہونے کی بین دلیل ہے۔

رضاخانی مولف شراب فروش ہے علم سے کوراہے

رضاخانی لکھتاہے:
''اورآخرمیں اپنے محسن دینی حضرت مولانا تیمور صاحب زیدمجدہم کانام لیناضروری سمجھتا ہوں کہ جن کی وجہ سے یہ کتاب آپ کے سامنے ہے''۔(بھجۃ،ص8)
معلوم ہواکہ دراصل یہ کتاب اس داڑھی منڈے گھر کی عورتوں کی تصویرنیٹ پر ڈالنے والے تیمور کی کاوش ہے۔اسی طرح یہ موصوف اپنی ایک اور گالی نامہ میں لکھتے ہیں:
''ہم نے اس کتاب میں کئی حوالے وہی دئے ہیں جو ہمارے اکابرین اہلسنت حنفی

بریلوی پہلے سے ہی بیان کر چکے ہیں لیکن انداز تبدیل ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی ص 26)

معلوم ہوا کہ موصوف کی کتب میں دو چیزیں آپ کو ملیں گی:

(۱) دوسروں سے استفادہ۔

(۲) کوئی نئی تحقیق نہیں بلکہ اپنے ہی بدعی اکابر کی کتب سے مواد سرقہ کر کے نئے انداز سے پیش کرنا۔اب ان دونوں باتوں کے متعلق تبصرہ بھی محسن رضاخانیت کے الفاظ میں ملاحظہ ہو:

"یہاں گھمن صاحب نے واضح طور پر تسلیم کیا ہے کہ وہ کوئی نئی چیز پیش نہیں کر رہے ہیں بلکہ وہی پرانی شراب نئے نام سے پیش کر رہے ہیں پھر شومئ قسمت اس میں سے بھی کچھ مواد پہلے شائع ہو چکا ہے"۔

(کنزالایمان اور مخالفین ص 46،45)

پس اگر کوئی کتاب لکھتے وقت متکلم اسلام نے اپنے اکابر کی کسی کتاب کو پیش نظر رکھ دیا تو وہ "پرانی شراب" نئے انداز میں پیش کر رہا ہے تو آپ اپنے اکابر کی ہفوات کو اپنے نام سے تبدیلی کے ساتھ شائع کریں تو پہلے مانیں کہ آپ شراب فروش اور پرانی رضاخانی بدبودار شراب کو نئے لیبل کے ساتھ پیش کر رہے ہیں۔موصوف مزید لکھتے ہیں؛

"بہر حال ہم گفتگو یہ کر رہے تھے کہ گھمن صاحب استفادہ تک ہی محدود ہیں اور ان کی علمی قابلیت بھی انہیں اس دائرے کار سے باہر نہیں جانے دیتی جناب کی صرف یہی کتاب نہیں بلکہ دیگر کتب بھی استفادہ کے عمل سے معرض وجود میں آئی ہیں"۔

(کنزالایمان اور مخالفین ص 46)

معلوم ہو کہ اس رضاخانی کی اوقات بھی "استفادہ" سے زیادہ کی نہیں اور اس کی کتب استفادہ سے ہی معرض وجود میں آتی ہے بلکہ باہتمام مظفر حسین شاہ جتنی کتب ہیں سب ایک ٹیم ورک استفادہ ہیں۔اس کے باوجود اس سرقہ باز ٹھگ شراب فروش کے القاب ہیں:

''مجاہد اہل سنت، عالم نبیل، فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا۔۔۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی!!!

رضاخانی مؤلف کا کفر اور ولد الحرام ہونا

اس رضا خانی نے علامہ عبد الحیؒ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی کتاب بھجۃ کے صفحہ 132 پر دو جگہ ''علیہ الرحمۃ'' لکھا اسی طرح کتاب بھجۃ کے صفحہ 173 پر بھی دو جگہ علامہ عبد الحیؒ لکھنوی کو ''علیہ الرحمۃ'' لکھا۔گویا علامہ عبد الحیؒ لکھنوی علیہ الرحمۃ اس آدمی کے بزرگ اور پکے ٹکے مسلمان ہیں جبکہ رضا خانی مفتی اعظم کا خلیفہ ضیغم رضا خانیت حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''مولوی عبد الحیؒ صاحب حضور اعلی حضرت کو خواہ کچھ کہیں متکبر سے بڑھ کر کہیں کیونکہ یہ مولوی قاسم نانوتوی کے مسلکی ہم زلف تھے۔۔ثابت ہوا یہ ان کے اپنے ہی تھے''۔

(محاسبہ دیوبندیت جلد دوم،ص 219)

پس جب علامہ عبد الحیؒ لکھنویؒ مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلکی بھائی تھے تو حجۃ الاسلام کو تو تم معاذ اللہ ختم نبوت کا منکر و کافر کہتے ہو تو لامحالہ علامہ عبد الحیؒ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ جو تمہارے فتوے سے معاذ اللہ منکر نبوت کافر گستاخ مرتد ہوئے اس کو بار بار علیہ الرحمۃ کہہ کر تم خود کافر مرتد ہوئے کیونکہ بہار شریعت میں یہ مسئلہ مذکور ہے کہ کافر کیلئے ترحم کے کلمات کہنا بھی کفر ہے اور مرتد گستاخ تمہارے مذہب میں ولد الحرام بھی ہوتا ہے اس کا نکاح خالص زنا لہذا معلوم ہوا کہ رضا خانی صرف مرتد ہی نہیں زانی بدکار اور ولد الحرام بھی ہے۔

رضاخانی پرانی خباثت کا شکار

موصوف ''رضا خانی فرقہ'' کے استعمال پر آگ بگولہ ہو کر لکھتے ہیں:

''یہ وہابیہ کی پرانی خباثت ہے کہ اہلسنت کو اپنا اختراعی نام دیتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول،ص ۱۴۰)

اور پھر خود ہی پوری کتاب کے قریبا ہر صفحہ پر اہل سنت کو ''اسمعیلی، احمد، غرابی، امکانی'' کے اختراعی نام دے کر اپنا پرانا خبیث ہونا تسلیم کرلیا۔

دیوبندی اصول اور رضاخانی جاہل مجہول

رضاخانی نے کتاب کے سرورق پر لکھوایا ہوا ہے:

''اور اسی کے گھر کے اصولوں سے مزین تحقیقی جواب''

ایک مقام پر لکھتا ہے:

''اس کا جواب بھی ہم نے انہی کے اصولوں سے دے دیا ہے''۔(بھجۃ،ص16)

آگے لکھتا ہے:

''پہلے اسی کے گھر کے مسلمہ اصولوں سے اس کی اوقات بیان کر دیتے ہیں''۔

(بھجۃ،ص18)

حالانکہ مفتی احمد یار گجراتی یعنی منظور او جھناوی کی طرف منسوب کتاب جو ان کے بیٹے کے نام سے شائع ہوئی اس میں ہے:

''اگر آپ حضرات غور فرماویں تو دیوبندیت کوئی مذہب نہیں بلکہ ایک قوم ہے جس کا نہ کوئی اصول نہ قاعدہ''۔

(راہ جنت،ص21)

یاد رہے کہ کشف القناع میں رضاخانی یہ اصول لکھ چکے ہیں کہ کسی بات کی تردید نہ کرنا تائید کی علامت ہوتی ہے لہذا منظور او جھیناوی یعنی احمد یار گجراتی سے لیکر آج کے مظفر حسین شاہ تک یہ سب رضاخانی اس پر متفق ہیں کہ دیوبندیوں کا کوئی قاعدہ و اصول نہیں جب ہے ہی نہیں تو آپ کس ''دیوبندی اصول'' سے ہمارا رد کر رہے ہیں؟ اگر آپ سچے ہیں تو احمد یار گجراتی سے لیکر آج کے مظفر حسین شاہ رضاخانی تک سب کذاب ٹھرے اور اگر یہ سچے ہیں تو آپ کذاب ٹھرے۔

علامہ صاحب کو معاذ اللہ جاہل مطلق کہنا

رضاخانی کہتا ہے:

''وہابی اسمعیلی دیوبندی ساجد خان چونکہ جاہل مطلق ہے''۔

(بھجہ،ص18)

اوراپنی اس کتاب حنفیت کے باغی دیوبندی میں بھی قریباہر حوالے پر بکواس کرتے ہوئے علامہ صاحب کو یہی کہا تو سوال یہ ہے کہ معاذ اللہ یہ کیسا جاہل جس کے محض ''چارورق'' کے جواب میں تمہیں 214 صفحات کی کتاب لکھنی پڑتی ہے؟ یہ کیسا جاہل ہے،جس کی ''رضاخانیت بمقابلہ حنفیت''،محض 120 صفحات کے جواب میں تمہیں دو جلدوں پر اورکم و بیش 1200 سے زائد صفحات سیاہ کرنے پڑے،یہ کیسا جاہل ہے جس کی کتب کا جواب لکھنے کیلئے تمہیں:

(۱)فہد بھائی (۲)اویس بھائی (۳) شہزاد ابن عابد بھائی (۴)نعیم الدین سیالوی (۵)احمد رضا قادری (۶) اشتیاق رضوی (۷) میثم کھسری (۸) علی معاویہ(۹) ظفر رضوی (۱۰) آصف رضاخانی (۱۱) عثمان رضاخانی (۱۲) مظفرحسین شاہ رضاخانی بارہ رضاخانیوں کی مدد لینا پڑتی ہے اس کے باجود یہ لکھتے ہوئے ذرا حیا نہیں آتی کہ:

''لیکن ہماری یہ کتاب ٹیم ورک نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی،جلداول،ص26)

یہ کیسا جاہل مطلق معاذ اللہ ہے کے تمہارا تیمور رضاخانی محض علامہ ساجد خان نقشبندی کے ڈر سے اپنے ہی ہم مسلک مناظر کو مناظرہ میں ایک اصولی بات لکھ کر دینے کو تیار نہیں؟ یہ کیسا معاذ اللہ جاہل مطلق ہے جس کی کتب کے حوالے ثمر عباس قادری اپنے بیانات میں حنیف قریشی کے خلاف پیش کرتا ہے؟۔یہ کیسا جاہل ہے کہ اس کے مضامین سے تمہارے محدث اپنے ہی مضامین سے انا دبا کر رجوع کرتے ہیں؟ یہ کیسا جاہل مطلق ہے کہ جو جب مضمون ''بریلوی یہود کے نقش قدم'' پرلکھنا شروع کرتا ہے تو رضاخانی ناشرین میں کھلبلی مچ جاتی ہے اور جہاں جہاں تحریف کی ہوتی ہے اسے درست کرنا شروع کر دیتے ہیں؟ یہ کیسا جاہل مطلق ہے کہ حجاہ غفاری رضی اللہ تعالےٰ عنہ پر جب اس نے عطاری کی گستاخی کو طشت از بام کیا تو دعوت اسلامی کو مدنی چینل پر وضاحتیں دینا پڑیں۔مثل مشہور ہے انگور کھٹے ہیں۔اس مرد

مجاہد کے مقابلہ تو نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر اپنی چوتڑ مالش کروانے والا احمد رضا خان بریلوی بھی عذاب قبر سے باہر آ کر نہیں دے سکتا تم کس کھیت کی مولی ہو؟

پوری ٹیم بٹھا کر بھی جواب میں آدھی سے زائد کتاب گالیوں سے بھر دیتے ہو اور جہاں کچھ نقل کرتے ہو وہ بھی:

''ہم نے اس کتاب میں کئی حوالے وہی دئے ہیں جو ہمارے اکابرین اہلسنت حنفی بریلوی پہلے سے ہی بیان کر چکے ہیں''۔

(باغی دیوبندی، ج1،ص26)

یعنی اس قاطع رضاخانیت کے جواب میں ایک درجن ''موالی'' جمع کرنے کے بعد بھی تحقیق کی پٹاری سے وہی گند نکلا جو اس سے پہلے تمہارے اکابر پھیلا چکے تھے۔

ہم چیلنج کرتے ہیں کہ دنیا میں کوئی ایسا ''جاہل مطلق'' دکھاؤ جس کے جواب کیلئے درجن بھر افراد کمر بستہ ہوں جس کے چار ورق کے جواب میں دو صد صفحات آتے ہوں مگر سوائے گالیوں ولفاظیوں کے کچھ نہیں !!۔

جاہل مطلق وگدھا کون؟

جس الیاس عطار پر اعتراض کرنے کی سبب یہ بدفطرت رضاخانی معاذاللہ علامہ صاحب پر جاہل مطلق ہونے کا الزام لگا رہے ہیں اسی الیاس عطار کو جاہل مطلق پیر سیف الرحمن کا خلیفہ مولوی احمد علی شاہ سیفی بریلوی یوں بیان کرتا ہے:

اے جاہلو! علم حاصل کرو کیونکہ جہل عار ہے اور اس پر کوئی راضی نہیں ہوتا مگر گدھا جو آج کل کے۔۔دعوت اسلامی والے ہیں جیسا کہ علامہ آلوسی نے فرمایا ہے''۔

(ضرب النعال،ص12)

یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ کچھ گروہ مثلا (دعوت اسلامی ۔۔۔اور جماعت اسلامی) یہ سب جاہل ہیں''۔

(ضرب النعال،ص13)

باب دوم

رضاخانی مقدمہ پر ایک نظر

مقدمہ صفحہ نمبر 28 تا 40 آدھے سے زائد صفحات پر گالیاں ہیں اس کے بعد زورقلم اس پر صرف کیا کہ ہندوستان میں فساد کی جڑ معاذ اللہ شہید فی سبیل اللہ حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اوران کی کتاب ’’تقویۃ الایمان‘‘ ہے۔

پہلا جواب :: اس کا تفصیلی جواب حضرت مولانا ساجد خان نقشبندی صاحب مدظلہ العالی ’’دفاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد اول ومقدمہ‘‘ میں دے چکے ہیں لیکن رضاخانی ایسی ڈھیٹ قوم ہے کہ ان کے پاس اپنی دوکان چمکانے کیلئے یہی کچھ ہے لہذا ہر کتاب میں اسی ’’مکھی‘‘ کو بار بار چوستے رہتے ہیں۔

دوسرا جواب :: ماقبل میں ذکر کردہ ’’اصول نمبر 4‘‘ کے تحت رضاخانی نے جتنے بھی حوالے نقل کیئے ان میں سے کوئی بھی ہمارے ان اکابر میں سے نہیں جن کا قول وفعل ہمارے لئے حجت ہو لہذا جب حجت ہی نہیں تو ہم جواب کے پابند بھی نہیں۔

تیسرا جواب :: شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

’’مگر چونکہ اس کے راوی صرف اسمٰعیل دہلوی ہیں جو خود گم راہ بددین بلکہ بطور جمہور فقہا کافر ہیں اس لئے ان روایت سے اس درجہ کا یقین حاصل نہیں ہوتا جو ثبوت شرعی کی حد تک پہنچے‘‘۔

(فتاوی شارح بخاری جلد دوم، ص 273)

جتنے حوالے رضاخانی نے نقل کیئے ہیں وہ سب چونکہ بقول رضاخانی دیوبندی ہیں اور رضاخانیوں کے ہاں دیوبندی معاذ اللہ کافر لہذا کافر کی روایت کوئی شرعی ثبوت ہی نہیں پس موصوف نے اپنے مدعی پر چونکہ کوئی شرعی ثبوت پیش نہیں کیا لہذا ہم موصوف کے اعلی حضرتی بکواسی استدلال کے جواب دہ نہیں۔

رضاخانیوں کو اہل سنت کہنا

موصوف لکھتے ہیں:

’’وہابی اسمٰعیلی ساجد خان دیوبندی نے یہ بھی جھوٹ بولا کہ ہم کوئی الگ سے فرقہ ہیں

بحمد للہ ہم ہی حقیقی حنفی ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 41)

آپ کے رضاخانی لکھتے ہیں:

"احمد رضاخان صاحب ۔۔۔نے قلم اٹھایا کثرت سے کتابیں لکھیں فتوے صادر کئے ۔۔۔مولانا احمد رضاخان پچاس سال مسلسل اسی جدو جہد میں منہمک رہے یہاں تک کہ دو مستقل مکتبہ فکر قائم ہو گئے بریلوی اور دیوبندی یا وہابی"۔

(سوانح حیات اعلی حضرت بریلوی،ص 8)

اگر رضاخانی فرقہ نہیں تو خان صاحب نواب کو قلم اٹھانے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا حقیقی حنفی خان صاحب بدعتی کے قلم سے وجود میں آئے؟

مفتی اعظم رضاخانی لکھتا ہے:

"دیوبندی اور بریلوی فرقے صرف ہندوستان میں تقریبا سو سال کے اندر پیدا ہوئے"۔(فتاوی مظہریہ،ص 379)

الحمد للہ! علامہ نقشبندی صاحب کی بات تو "پتھر کی لکیر" ثابت ہوئی البتہ آپ نے خان صاحب کی طرح اپنے گندے قلم سے اپنے ہی دو اکابر کو گندا جھوٹا کذاب ضرور مان لیا۔

آگے موصوف نے پہلا حوالہ حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دیا حالانکہ ان کی منافقت دیکھیں کہ جب اسی مفتی اعظم پاکستان کا حوالہ علامہ ساجد صاحب نے دفاع جلد اول میں دیا تو ارشد مسعود چشتی رضاخانی نے یہ کہہ کر حوالے کو ماننے سے انکار کر دیا کہ مفتی رفیع عثمانی تمہارے اکابر میں سے نہیں کل کا مولوی ہے اکابر کا حوالہ پیش کرو۔

(ملخصا کشف القناع جلد اول)

بہر حال صفحہ 41 تا تا54 آدھے سے زائد صفحات گالیوں میں سیاہ کرنے کے ساتھ باقی ماندہ صفحات پر اس بات پر پھولے نہیں سما رہا کہ علامہ ساجد خان نقشبندی ہمیں حنفی سنی نہیں مانتا لیکن اس کے علما ہمیں حنفی سنی مانتے ہیں۔(ملخصا)

پہلا جواب :: ماقبل میں ذکر کردہ ''اصول نمبر 4'' کے تحت رضاخانی نے جتنے بھی حوالے نقل کئے ان میں سے کوئی بھی ہمارے ان اکابر میں سے نہیں جن کا قول و فعل ہمارے لئے حجت ہولہذا جب حجت ہی نہیں تو ہم جواب کے پابند بھی نہیں۔

دوسرا جواب :: جتنے بھی حوالے دئے ان میں سے ایک بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نہیں لہذا جواب ہماری ذمہ داری نہیں اصول نمبر 3 کے تحت کیونکہ یہ حوالے وعلما ہم پر حجت ہی نہیں۔

تیسرا جواب :: خود رضاخانی لوسی لکھتا ہے:

''وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ اپنی طرف سے ایسی نت نئی بدعات کو ایجاد کر کے اسے ایسا لازم کرلیا ہے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کا یہ ایسا جھوٹ ہے جو اس کے وہابی آبا بھی بولتے آئے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 46،45)

پس جب آپ نے خود اقرار کرلیا کہ جس طرح علامہ ساجد نقشبندی آپ کو بدعتی وموجد بدعات مخترع بدعات کہتا ہے اسی طرح نقشبندی صاحب کے اکابر وآبا بھی کہتے ہیں تو اس کے بعد یہ کہنا کہ: ''نہیں! نقشبندی صاحب کے بڑے تو ہمیں سنی حنفی کہتے ہیں'' خود جھوٹ ہوا۔جو جاہل خود اپنی بات کی تردید اپنے قلم سے کرتا ہو اس کا کیا جواب دیا جائے؟

چوتھا جواب :: دفاع اہل السنۃ والجماعۃ جلداول و دوم میں علامہ نقشبندی صاحب نے بیسیوں حوالے نقل کئے کہ رضاخانی اکابر نہ صرف ہمیں ہمارے اکابر بلکہ جن کی یہ تکفیر کرتے ہیں انہیں بھی مسلمان مانتے ہیں اس کے بعد بھی رضاخانی کہتے ہیں نہیں جی جنہوں نے دیوبندیوں کو مسلمان کہا وہ دیوبندیوں کے عقائد سے باخبر نہیں تھے یا خوش فہمی کی بنا پر کہہ دیا پس یہی جواب یہاں پر بھی لے لیں کہ جن دیوبندیوں نے تمہیں حنفی یا سنی کہا ہے وہ تمہارے عقائد ونظریات سے آگاہ نہیں تھے۔

پانچواں جواب :: جہان مفتی اعظم میں ہے کہ دیوبندی جو اعلی حضرت کو ''فاضل'' کہتے

ہیں تو اس سے مراد فضیلت نہیں فضول ہوتا ہے۔(ملخصا)۔(بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے نزدیک ''فضلہ'' (پیشاب پاخانہ) ہوتا ہے) پس یہاں بھی یونہی تصور کریں جہاں آپ کو''حنفی'' کہا گیاہے وہاں سے مراد''معتزلی حنفی'' ہیں کیونکہ بقول خان صاحب بریلوی کے حنفیوں میں معتزلی گھس گئے تھے۔

چھٹا جواب:اصول نمبر ا کے تحت گزر چکا کہ کسی مصنف وکتاب کا معتبر ہونا اور بات ہے اوراس کی ہر بات کا معتبر وحجت ہونا اور بات ہے پس آپ نے جن علما کے اقوال ذکر کئے اولاتو ہر ایک کا ہمارے ہاں حجت ہونا ثابت کریں **ثانیا** ثابت بھی کردیں تو ان کا یہ قول ہمارے لئے معتبر نہیں باوجود یہ کہ مولوی معتبر ہو۔

رضاخانیوں کا دیوبندیوں کو اہل سنت کہنا

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''آج مسلمانوں میں دو مکتبہ فکر قائم ہیں ایک بریلوی مکتبہ فکراور دوسرا دیوبندی مکتبہ فکر مذھبا حنفی اور مسلکا قادری چشتی نقشبندی ہونے کے باوجود دونوں ایک دوسرے کے مقابل ومتصادم نظر آتے ہیں''۔

(سوانح حیات اعلی حضرت،ص7)

فاروق قادری رضوی مستند بریلوی پیروعالم کے متعلق لکھتے ہیں:

''آخر کرم شاہ بھیروی ،قاسم نانوتوی وغیرہ کی حمایت کیوں نہ کرتے جبکہ ان کے نزدیک دیوبندی بھی اہل سنت میں شامل ہیں''۔

(علمی محاسبہ،ص58)

اس عبارت پر موصوف عنوان ڈالتے ہیں''دیوبندیوں کو اہلسنت بنادیا''۔

پھر آگے ضیا القرآن تفسیر کی جلد اول ص ۱۱ کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں الحمدللہ اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کو اہلسنت میں سے شمار کیا گیاہے۔

پھر کرم شاہ صاحب کی عبارت کا خلاصہ خود یوں ذکر کرتے ہیں:

(۱) اہلسنت و جماعت کا دیوبندیوں کے ساتھ کسی قسم کا کوئی اصولی اور بنیادی یا کوئی قابل ذکر اختلاف نہیں۔

(۲) بلکہ دیوبندی بھی اہلسنت و جماعت ہی کا ایک گروہ ہے۔

(۳) کیونکہ دین کے اصولی مسائل میں وہ اہلسنت کے ساتھ متفق ہیں"۔

(علمی محاسبہ،ص60)

بریلوی محقق دوراں رئیس القلم سید عبدالکریم سید علی ہاشمی لکھتا ہے:

"اگرچہ احمد رضا خان سید احمد زینی دحلان کے شاگرد اور مرید تھے آپ نے ہندی وہابیوں کی سرکوبی کے لیے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علمائے حرمین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ وہابیوں کو غیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے وہابیوں کو غیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وعظ و پند سے وہ سدھر جائیں گے"۔

(المیزان کا امام احمد رضا نمبر:ص 614)

بریلوی فرید ملت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن فرماتے ہیں:

"آپ نے فرمایا کہ بے شک اسی طرح ہے وہابی نہ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں نہ ولایت سے انکار کرتے ہیں...... اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیاء کرام سے ملتے جلتے ہیں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے بے شک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے چنانچہ ایاك نعبد و ایاك نستعین (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے"۔

(مقابیس المجالس:ص 797)

روداد مولانا کرم الدین دبیر رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کی ہے۔ لکھتے ہیں:

"موضع چک رجادی ضلع گجرات پنجاب میں 3،4 اپریل 1923ء کو غیر مقلدین کا ایک جلسہ قرار پایا جس میں احناف کو مسئلہ تقلید شخصی پر مناظرہ کا چیلنج دیا گیا غیر مقلدین کی اس دعوتِ مباحثہ کو احناف نے قبول کیا اور جناب مولانا محمود صاحب گنجوی نے منظوری مباحثہ کی

اطلاع منتظمین جلسہ کو بھیج دی (آگے اسی صفحہ پر لکھتے ہیں) حضرات احناف نے مولوی ثناءاللہ صاحب کے مقابلہ کے لیے مولوی صاحب کے پرانے حریف غازی اسلام مولانا مولوی محمد کرم الدین صاحب دبیر رئیس بھیں ضلع جہلم اور مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب امام جامع مسجد گوجرانوالہ کو بلوالیا تھا"۔

(مناظرات ثلٰثہ،ص 23 مرتبہ ابوالفضل مولانا کرم الدین دبیر مطبوعہ مسلم پریس لاہور)

مزید لکھتے ہیں: علمائے احناف میں سے سلطان الواعظین مولانا محمود گنجوی....نے نوبت بہ نوبت تردید وہابیہ میں زبردست وعظ کیے (ص،33)

اسی طرح مولانا دبیر نے یہ بھی لکھا ہے:

"مسئلہ تقلید شخصی کے متعلق مباحثہ کے لیے ادھر سے جناب مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب،مولوی فاضل گوجرانوالہ پیش ہوئے"(ص34)

علاوہ ازیں جو جو احناف علماء اس مباحثہ میں مولانا دبیر کے ساتھ گئے تھے ان میں مولانا سلطان احمد،مولانا مولوی غلام رسول (انہی والے) اور مولانا ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے اسما درج ہیں یہ سب کے سب علماء اہل سنت دیوبند کے تھے۔

مولانا محمود گنجوی (متوفی 1926ء) حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے شاگرد تھے جنہیں مولانا دبیر علمائے احناف میں شامل کہہ کر "سلطان الواعظین" کا لقب دے رہے ہیں مولانا عبدالعزیز گوجرانوالوی (متوفی1940ء) دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے بلکہ آپ مولانا حسین علی واں بچھروی کے خلیفہ بھی تھے اور ایک مدت تک شیرانوالہ مسجد گوجرانوالہ میں خطیب اور مدرسہ انوارالعلوم کے مہتمم رہے یہ مولانا دبیر کے معاونِ مناظرہ تھے اور مولانا دبیر رحمتہ اللہ علیہ نے ان کی حاضر جوابی اور تبحر علمی کی گواہی دی ہے اور مولانا عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

"پبلک نے تاڑ لیا کہ فاضل حنفی کی فاضلانہ بحث نے غیر مقلد مولوی کا ناطقہ بند کر دیا ہے"۔ (صفحہ نمبر 34)

یہاں مولانا دبیر رحمتہ اللہ علیہ نے علماء اہل سنت دیوبند کو علمائے احناف قرار دیا ہے اوران کی علمی معاونت سے تارکین تقلید سے مناظرے کیے ہیں"۔

((نوٹ: روداد کی تفصیل مولانا عبدالجبار سلفی صاحب مدظلہ کی کتاب "مسلک دبیر" سے ماخوذ ہے))

آپ کا مفتی اعظم پاکستان مفتی منیب الرحمن لکھتا ہے:

''برصغیر پاک وہند کے عرف میں سنی حنفی مکتبہ فکر کے دو گروہ ہیں ایک کو عرف عام میں بریلوی کہا جاتا ہے ۔۔۔۔اس کے مقابل ایک مکتبہ فکر علما دیوبند کی طرف منسوب ہو کر دیوبندی کہلایا''۔

(تفہیم المسائل، جلد چہارم،ص138)

اسی عبارت کی بنا پر آج کل سوشل میڈیا پر مفتی اعظم کی تکفیر وتذلیل کی جارہی ہے۔

بہر حال اس تفصیل کے بعد اب ہم آپ کی طرح گالیوں میں اپنے قیمتی صفحات و وقت کو ضائع کرنے کے بجائے ایک ہی عبارت آپ ہی کی بطور تبصرہ پیش کرتے ہیں جس میں سے علامہ صاحب کا نام نکال کر ہم آپ لوگوں کا ڈال دیں گے:

''یہ ایک اور شہادت ہے اس بات کی ہم بحمدللہ فقہ حنفی کی پیروی کرتے ہیں اور اہل سنت ہیں وہابی رضاخانی اسمعیلی مظفر شاہ اینڈ لونڈا الپاڑا ٹیم شرم وحیا کو بیچ کر اپنے علما کی بھی بات ماننے کو تیار نہیں لیکن پھر بھی ہمیں کہتا ہے کہ اپنے گھر سے جواب دیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی،ص54)

موصوف رضاخانی کو چاہئے کہ ''رد دیوبندیت'' کے نام پر جب ''پاخانہ'' کرنے کیلئے اپنی ''دبرشریف'' کھولے تو دائیں بائیں دیکھ لیا کرے کہ کہیں وہ پاخانہ پیر کرم شاہ، مفتی مظہر اللہ دہلوی، مفتی منیب الرحمن اور فاضل بریلوی جیسے رضاخانی علما کے منہ پر تو نہیں کر دیا گیا۔

نوٹ: رضاخانی جو جواب ان حوالوں کا دے وہی جواب اپنے پیش کردہ حوالوں کے نیچے لکھ لے۔

علامہ نقشبندی کی جہالت در جہالت یا رضاخانی کی خباثت درخباثت؟

رضاخانی نے علامہ صاحب کی ایک عبارت پیش کی:

’’حیرت تو یہ ہے کہ اگر ان حضرات سے آپ کسی بھی قسم کا فروعی مسئلہ پوچھ لیں مثلاً نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ وہ یہ مسائل آپ کو فقہ حنفی سے بتلائیں گے ان مسائل میں یہ کبھی بھی بلا واسطہ (Direct) قرآن وحدیث سے استدلال نہیں کریں گے، لیکن جب آپ ان سے ان کی بدعات مثلاً: ’’مروّجہ میلاد، مزارات، پکی قبریں، تیجے چالیسویں، عرس، قوالی‘‘ وغیرہ کے بارے میں سوال کریں گے تو فوراً سے صغرے کبرے ملانے شروع کردیں گے اور قرآن وحدیث میں تحریف کا ایک سلسلہ شروع ہو جائے گا، اگر آپ ان سے کہیں کہ مجھے ان مسائل کے احکام فقہ حنفی کی معتبر کتب سے بتلائیں تو فورا آپ پر ’’وہابیت‘‘ کا فتوی جڑ دیں گے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص8)

پھر اس پر احمد رضاخان صاحب فاضل بریلوی کے غلیظ کردار کی طرح غلیظ تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

’’قارئین! ہماری تو سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہابی اسمٰعیلی دیوبندی ساجد خان جس کے نام کے ساتھ وہابیہ اسمعیلیہ مناظر وغیرہ جیسے القابات لگاتے ہیں کیوں لگاتے ہیں؟ یہ اتنا جاہل ہے کہ اس کو معلوم ہی نہیں کہ میں کیا لکھ رہا ہوں وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے نماز روزہ وغیرہ کے مسائل کو فروعی کہا اور اس کے مدمقابل قبروں کو پختہ کرنا تیجہ چالیسواں عرس وقوالی کو اصولی۔ کیا یہ اصولی اختلاف ہے؟‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، ص55)

حیرت ہے کہ جس آدمی کو آپ معاذ اللہ جاہل کہہ رہے ہو اس کی صرف چند صفحات

ورقوں کے جواب کیلئے آپ کو بارہ سو سے زائد صفحات سیاہ کرنے پڑے ۔ یہ صفحات ہی آپ کے اس سیاہ جھوٹ پر سیاہی پھیرنے کیلئے کافی ہے ۔

باقی معلوم ایسا ہوتا ہے کہ خان صاحب فاضل بریلوی کی طرح آپ بھی آنکھوں سے بھینگے ہو اگر شمہ برابر غیرت ہے جس کی امید ایسی ہی ہے جیسے خان صاحب بریلوی سے حیا کی امید تو بتاو کہ علامہ صاحب کی جو عبارت تم نے پیش کی اس میں کہاں ان مسائل کو ''اصولی مسائل'' کہا ؟لیکن چونکہ جھوٹ آپ کے مذہب میں عبادت ہے اس لئے آپ اس ''رضاخانی کارخیر'' کو کہاں ترک کرسکتے ہیں؟ موصوف کہتے ہیں کہ:

''ساجد خان نے یہ جھوٹ بولا کہ ہم فروعی مسائل میں قرآن و حدیث سے استدلال نہیں کرتے میں یہاں بہت سے حوالے دے سکتا ہوں لیکن نہیں دیتا بلکہ یہی کہتا ہوں کہ جاء الحق کے دوسرے حصہ کا مطالعہ کرلیں کہ آپ کو خود ہی معلوم ہوجائے گا کہ قرات خلف الامام آمین بالجہر کانوں تک ہاتھ اٹھانا وغیرہ وغیرہ فروعی اختلاف پر قرآن و حدیث ہی سے استدلال کیا گیا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی ،ص 55 ، جلداول)

اس جاہل کو علامہ صاحب کی عام عبارت بھی سمجھ نہیں آتی ۔علامہ صاحب کا مقصد قرات خلف الامام رفیع الیدین جیسے مسائل نہیں بلکہ عمومی عبادات کے عام روز مرہ پیش آنے والے مسائل ہیں علامہ صاحب نے تصنیف کی بات نہیں کی بلکہ ''پوچھنے'' کی بات کی ہے ۔

کیا آپ کی مساجد میں جب نماز روزہ کے مسائل پوچھے جاتے ہیں تو ہر مسئلہ پر قرآن و حدیث بیان کرتے ہوتے ہوئے یا فقہ حنفی ؟ ظاہر سی بات ہے کہ مسائل آپ فقہ حنفی سے بیان کرتے ہو تو یہی علامہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ ہمت کرو پھر تیجہ ، چالیسواں ، میلاد کے مسائل فقہ حنفی کی مستند کتب سے مفتی بہ کی صورت میں پیش کرو ۔الٹے لٹک جاو گے! لیکن پیش نہیں کرسکتے ۔اور وہی ہوا جو علامہ صاحب نے کہا کہ جب آپ سے یہ مطالبہ کیا تو پوری کتاب آپ نے ''وہابی وہابی'' کی گردان سے بھر دی ۔

باقی اگر آپ قرآن و حدیث سے استدلال کرتے ہیں تو اپنے ہی مولویوں کو فتوی ملاحظہ فرمالیں۔مولوی عبدالغفور شرقپوری بریلوی لکھتا ہے:

”ہمارا نہ یہ منصب ہے نہ ہم اس کے اہل،فقہ کی کتابوں کو چھوڑ کر براہ راست قرآن وحدیث سے استدلال غیر مقلدانہ روش ہے“۔

(نمازی کے پاس بآواز بلند ذکر جائز ہے یا نہیں،ص38)

اس کتاب پر سعید اسد،ابوالخیر زبیر،اشرف آصف جلالی سمیت دس جید بریلوی اکابر علماء کی تقاریظ ہیں۔تو آپ تو اپنے مولویوں کی عبارت کی رو سے غیر مقلد وہابی ہیں اور یہی علامہ صاحب کا مقصد تھا۔

رہی بات ”جاء الحق“،مفتی احمد یار گجراتی کی تو اس کا حال اپنے شارح بخاری کے قلم سے ملاحظہ ہو:

”مفتی صاحب مرحوم کی کتابوں میں اس قسم کی مجذوبانہ باتیں بہت ہیں جس سے عوام میں کافی انتشار ہو چکا ہے“۔

(فتاوی شارح بخاری جلداول،ص526)

جس مولوی اور جس کی کتاب کا آپ حوالہ دے رہے ہیں اس ”گدھے“ کو آپ کا شارح بخاری پاگل دیوانہ اور انتشاری کہہ رہا ہے۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

* * * * * * * *

دیوبندی عبارات فقہ حنفی سے ثابت کرنے کا چیلنج

موصوف لکھتے ہیں:

”لیکن ابھی میں وہابی اسمعیلی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ ہمیں کہنے کے بجائے کہ اپنے گھر کے مسائل کو صراحت کے ساتھ فقہ حنفی سے دکھانے سے قاصر ہیں؟ یا تو وہابیہ اسمعیلیہ دیوبندیہ فقہ حنفی کو ناقص مانیں اور اگر اسے جامع مانتے ہیں تو پھر فقہ حنفی میں ان مسائل کا وجود کیوں نہیں؟ خود ہمیں اپنے گھر کے مسائل سادات احناف سے دکھادے وہابی اسمعیلی ساجد خان مرجائے گا سولی چڑھ جائے گا بلکہ اپنے اپنے وہابی اسمعیلی آبا کی طرح مٹی ہوجائے گا مگر سادات احناف سے ثابت نہیں کر پائے گا“۔

(حنفیت کے باغی بریلوی ص64)

پھر صفحہ 64 تا70 اہلسنت کی کتب تقویۃ الایمان، حفظ الایمان، تحذیر الناس کی عبارات پیش کی جس کو یہ سوسال سے پیش کررہے ہیں۔

اولا: تو ہمیں آپ کا چیلنج قبول ہے آپ سادات احناف دیوبند کے کسی فقہی مسئلہ کو ذکر کریں ہم ان شاءاللہ آپ کو وہ مسئلہ فقہ حنفی سے ثابت کرنے کو تیار ہیں۔

اس کے مقابل ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ آپ اپنے مذہبی شعار مروجہ تیجہ چالیسواں، مزارات، عرس، جشن میلاد، پختہ قبور وغیرہ وغیرہ سادات احناف فقہ حنفی کے مفتی بہ قول سے دکھلادیں۔رضاخانی اعلی حضرت فاضل بریلوی کے ”سگ“ بن کر ساری زندگی عوعو تو کرسکتے ہیں جیسا کہ ان کے اعلی حضرت کی عادت تھی لیکن ہمارا مطالبہ پورا نہیں کرسکتے۔

ثانیا: نقشبندی صاحب کے مطالبے کے جواب میں علمائے دیوبند کی عبارات پیش کرنا اور اس سے معارضہ کرنا یہ ”قیاس مع الفارق“ ہے۔اس لئے کہ یہ عبارات ہیں بعینہ یہی عبارات نہ تو احناف دیوبند کا عقیدہ ہے اور نہ مسائل۔ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ کسی مسئلہ کو سمجھانے

کیلیے ''توجیہات'' ہیں۔خود موصوف لکھتے ہیں:

''قاسم نانوتوی کی یہ عبارات سادات احناف سے صراحتا ثابت کرے۔۔۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو یہاں بھی ایک مستقل چیلنج ہے کہ وہ اپنے وہابی اسمٰعیلی باپ کی یہ عبارت و عقیدہ صراحتا سادات احناف سے دکھادے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی،ص70)

مطالبہ عبارات دکھانا نہیں مسائل دکھانا ہے۔رضا خانیوں کے اپنے کفریہ شرکیہ عقائد مثلاً علم غیب،حاضر و ناظر،مختار کل وغیرہ اور بدعی اعمال کو اپنا شعار بلکہ شعار اہلسنت بنایا ہوا ہے۔تو یہ شعار فقہ حنفی سے دکھانے پر کیا موت آرہی ہے؟

عبارات دکھانے کا چیلنج کرنا ایسا ہی ہے جیسے رضا خانی ''فتاوی رضویہ'' کے بارے میں کہیں کہ یہ فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا ہے اور ہم جواب میں چیلنج کریں کہ اچھا فاضل بریلوی نے ان مسائل کو بیان کرنے کیلئے جو اردو تشریح یا توضیح یا اول سے لیکر آخر تک فتاوی رضویہ کی ایک ایک عبارت سادات احناف سے دکھادیں یہ خان صاحب بریلوی کی طرح جھنم کے کتے تو بن جائیں گے لیکن خان صاحب کی عبارات بعینہ بلفظہ نہیں دکھاسکتے۔

ثالثا: پھر رضا خانی کا دجل و فریب ملاحظہ ہو عبارت علمائے دیوبند کی پیش کرتا ہے مطلب اپنا کشید کرتا ہے اور اپنے مطلب کو سادات احناف سے دکھانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ہم ان عبارات کے قائلین نے جو ان عبارات سے مفہوم و مراد لیا ہے اسے بعینہ سادات احناف سے ثابت کرنے کو تیار ہیں غیرت کر اور مظفر حسین شاہ کو میدان میں لا۔

رابعا: جیسا ہم نے کہا کہ یہ عبارات نہ تو ہمارے عقائد ہیں نہ مسائل فرعیہ ہاں عقائد و مسائل کی توجیہات ضرور ہو سکتی ہیں چنانچہ ''تقویۃ الایمان'' کی عبارات مختار کل،علم غیب،حاضر و ناظر،مشکل کشائی کے عقائد کے رد کیلئے ہیں ہم یہ سب سادات احناف سے دکھانے کو تیار ہیں ''تحذیر الناس'' ختم نبوت کے اثبات اور ''حفظ الایمان'' علم غیب کے رد کیلئے ہے اور یہ ہم سادات احناف سے دکھانے کو تیار ہیں۔

ہمارا بھی چیلنج ہے ہمت ہے تو قبول کرو

موصوف کو بار بار چیلنج دے کر اس کی آڑ میں دشنام طرازی کا بڑا شوق ہے تو ہم بھی اب چیلنج کرتے ہیں کہ خان صاحب فاضل بریلوی سے لیکر مفتی منیب الرحمن تک سب اپنے اور اپنے ہم مسلک علما کے فتاوی، عبارات، اصول و بیانات کی روشنی میں کافر، مرتد ولد الحرام، زانی، بدکار ہیں ایسے کہ ان کو زانی بدکار، ولد الحرام، مرتد نہ ماننے والے رضاخانی بھی مرتد، ولد الحرام ہیں اگر اسمعیلی، قادیانی، مرزائی، احمدی، وہابی، رضاخانی پیر مظفر حسین شاہ ٹپی میں جرات غیرت کا مادہ بلکہ وہ واقعی نطفہ حلال ہے تو ہم اس موضوع پر علامہ نقشبندی صاحب کا آمنا سامنا کروانے کیلئے تیار ہیں اور مرد کا بچہ بنے اور مناظرہ کیلئے میدان میں آئے لیکن چونکہ مظفر حسین شاہ نسلی و اصلی ولد الحرام اور نطفہ ابن فاعلۃ اور بقول عرفان شاہ مشہدی پیداوار حیض ہے وہ مر کر مٹی تو ہو جائے گا احمد رضا فاضل بریلوی کی طرح جھنم کا کتا تو بن جائے گا لیکن میدان میں نہیں آئے گا۔ دیدہ باید۔

ان عبارات کا معاذ اللہ کفر ہونا سادات احناف سے ثابت کرو اور اپنے گرو گھنٹال کے کفریہ عقیدہ کا احناف سے ثبوت دو

موصوف نے جتنی عبارات پیش کی ہیں جسے وہ پچھلے سو سال سے معاذ اللہ کفر کہہ رہا ہے اور نہ ماننے والوں کو بھی ایسا کفر کہ جو نہ مانے وہ بھی کافر ہم رضاخانی کو چیلنج کرتے ہیں کہ سادات احناف سے بعینہ بلفظہ دکھاو کہ انہوں نے بعینہ بلفظہ ان عبارات کو اپنی فقہ حنفی میں درج کر کے اسے کفر و گستاخی کہا ہو۔ رضاخانی سولی تو چڑھ جائے گا اعلی حضرت کی گردن میں

رسی ڈال کر اسے بریلی کے نالوں میں گھسیٹ تو لے گا لیکن سادات احناف سے ان عبارات کا بعینہ کفریہ وگستاخانہ ہونا ثابت نہیں کرسکتا۔

موصوف کہتے ہیں:

''ہم ہی حقیقی حنفی ہیں''۔ (حنفیت کے باغی بریلوی، ص 41)

اب ہم زیادہ عبارات پیش نہیں کرتے موصوف کی طرح لمبے چوڑے صفحات سیاہ نہیں کرتے صرف ایک حوالہ پیش کرتے ہیں موصوف نے فاضل بریلوی کا علم غیب پر عقیدہ لکھا:

''ہمارے حضور صاحب قرآن ﷺ کو اللہ عز وجل نے تمام موجودات جملہ ما کان و مایکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماوارض عرش و فرش میں کوئی ذرہ حضور کے علم سے باہر نہ رہا۔

(انبا المصطفی، ص ٦، بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی، ص 129)

اب اگر رضاخانی میں جرات ہے تو بعینہ بلفظہ سادات احناف کے مفتی بہ قول سے یہ عبارت بعینہ و بلفظہ دکھادے۔

ضرورت کے وقت دوسرے مسلک پر فتوی دینا

رضاخانی حسام الحرامی چونکہ عقل سے فارغ ہیں واٹس ایپ گروپ میں جو احمق جو حوالہ بھیج دیتا ہے اسے یہ لوگ محض کتاب کی ضخامت بڑھانے کیلئے اسے نقل کردیتے ہیں یہ سوچے سمجھے بغیر کہ آخر اس حوالے کا مقصد کیا ہے؟ یہی کام فرقہ حسامی الحرامی کے اس غرابی مرزائی اسمعیلی ابو حامد رضوی کی کتاب میں آپ کو جگہ جگہ ملے گا چنانچہ سچے احناف دیوبند کو حنفیت سے نکالنے کیلئے موصوف حوالے نقل کرتے ہیں:

''نور الحسن راشد کاندھلوی نے لکھا ہے کہ امام گنگوہی نے بعض مقامات پر فتاوی میں حنفی مسلک سے تجاوز کیا ہے۔ (ملخصا باقیات فتاوی رشیدیہ) اور حکیم الامت رحمۃ اللہ کے حوالے سے نقل کرتا ہے:

''بلکہ اس بات میں میری رائے تو یہ ہے کہ اگر معاملات میں سے کسی وقت اپنے

مذہب میں تنگی ہو اور دوسرے آئمہ کے اقوال میں گنجائش ہو تو عوام کو تنگی میں نہ ڈالا جائے بلکہ دوسرے آئمہ کے قول پر فتوی دے دیا جائے میں حضرت مولانا گنگوہی سے اس رائے کی صریح تائید حاصل کر چکا ہوں"۔(ماہنامہ الحسن اشاعۃ خاص حکیم الامت جلداول ص606)

(ملخصاحنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص79 تا83)

پھر اس پر یہ جاہلانہ عنوان قائم کرتا ہے:

"دیوبندی گنگوہی وتھانوی کالوگوں کوتقلید سے آزاد کرنا"

پھر حوالہ نقل کر کے یوں تبصرہ کرتا ہے:

"جن کا پورا کنبہ ہی مادر پدر آزاد ہو دوسروں کو نصیحت کرتے ہوئے اطاعت کی ترغیب دلاتا ہے وہابی دیوبندی ساجد خان کے اپنے گھر کا عالم یہ ہے کہ عوام کو تنگی میں نہ ڈالا جائے ہاں امام اعظم علیہ الرحمۃ کو چھوڑ دیا جائے سادات احناف کی مخالفت کرلی جایئے کوئی بات نہیں ۔۔۔ہم نہ کہتے تھے کہ وہابیہ اسمعیلیہ کو حنفیت سے کوئی غرض نہیں بلکہ ان کو اپنے وہابیوں کی پیروی کرنی ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص83)

چونکہ موصوف کو پہلے سے معلوم تھا کہ وہ یہ اعتراض کر کے محض اپنی جہالت کا ثبوت دے رہاہے اور کچھ نہیں لہذا بزعم خویش کہتا ہے:

"ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان وہ مسائل لے کر آجائے جن میں خود سادات احناف نے اجازت دی ہے۔۔۔تو میں پہلے ہی سے کہہ دیتا ہوں کہ وہابی اسمعیلی تھانوی ہو یا گنگوہی ان کی وہ مراد نہیں ہے بلکہ یہ سادات احناف ہی سے آزاد کرنا چاہتے تھے اس کی ایک مثال میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں وہابی اسمعیلی دیوبندی گنگوہی لکھتا ہے:

یہ مسئلہ (جمع بین الصلاتین از ناقل) مقلد کے دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کا ہے تو وقت ضرورت کے جائز ہے عامی کو کہ اس کو سب کو حق جاننا چاہیئے اگر اپنے

امام کے مذہب پر عمل کرنے میں دشواری ہو تو دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیوے اس قدر تنگی نہ اٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا ہوتا ہے (فتاوی رشیدیہ ص 292)

وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ کون کون سے فقہائے احناف نے جمع بین الصلاتین حقیقی میں دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کا فتوی دیا ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول ص 83،84)

جواب: حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا مولانا گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال ایسی کتب وافراد سے پیش کئے جو اصول نمبر 3،4 ہم پر حجت نہیں۔

ثانیا: ان کی مراد بالکل واضح ہے کہ تنگی کی صورت میں انہوں نے دوسرے آئمہ کے مذہب پر عمل کا فتوی دیا ہے نہ کہ ترک تقلید کا اور یہ خود اس رضاخانی کو بھی مسلم ہے چنانچہ خود لکھتا ہے:

"ہوسکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان وہ مسائل لے کر آجائے جن میں خود سادات احناف نے اجازت دی ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول ص 83)

تو الو کے پٹھے! جب خود سادات احناف نے مسائل میں دیگر آئمہ کے مذہب پر عمل کی اجازت دی ہے تو تو اعتراض کس بات کا کر رہا ہے؟

رہی بات فتاوی رشیدیہ کی تو اس میں بھی "فرقہ حسام الحرامی" کے بانی یہودی مرزائی اسمعیلی پاخانوی 9 جوڑوی ضاخان فاضل بریلوی کی بدعت سیئہ یعنی تحریف کا ارتکاب کیا مکمل سوال وجواب یوں ہے:

"سوال: اگر حالت مرض وسفر وغیرہ میں جمع بین الصلاتین کر لیوے تو جائز ہے یا نہیں کیونکہ شدت مرض وسفر سخت کی تکالیف میں فوت ہونے کا اندیشہ قوی ہے اور اس کے جواز پر حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ کا مسلک بھی ہے کہ مصفی شرح موطا میں

فرماتے ہیں:

مختار فقیر جواز است وقت عذر و عدم جواز بغیر عذر اور مولانا عبد الحیؒ صاحب مرحوم بھی جواز کے قائل ہیں مجموعہ فتاوی میں لہذا ایسے عذرات میں آپ کے نزدیک بھی جواز ہے یا نہیں؟

جواب: یہ مسئلہ مقلد کے دوسرے امام کے مذہب پر عمل کرنے کا ہے تو وقت ضرورت کے جائز ہے عامی کو کہ اس کو سب کو حق جاننا چاہئے اگر اپنے امام کے مذہب پر عمل کرنے میں دشواری ہو تو دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیوے اس قدر تنگی نہ اٹھاوے کہ یہ موجب ضرر اور حرج دین کا ہوتا ہے۔ فقط۔ یہی مذہب اپنے اساتذہ کا ہے جیسا استاذ اساتذتنا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا"۔

(فتاوی رشیدیہ، ص355)

سوال میں بالکل واضح ہے کہ ایک آدمی کو اس قدر شدت مرض میں سفر درپیش ہے کہ جان جانے کا خوف ہے اس موقع پر وہ جمع بین الصلاتین کا پوچھ رہا ہے اس موقع پر تو خنزیر جو حرام قطعی ہے وہ کھانا بھی جائز چہ جائیکہ حنفی وشافعی فروعی اختلاف!!۔

پھر سائل خود دو فقہا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عبد الحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دے رہا ہے مگر یہ چمگاڈر کا بچہ اسے شیر مادر سمجھ کر ہضم کر جاتا ہے۔

رضاخان فاضل بریلوی لکھتا ہے:

"فقہاء کرام نے صحیح ضرورت کی بناء پر دیگر ائمہ کی تقلید کو جائز قرار دیا ہے تو یہاں امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کی بطریق اُولی اتباع جائز ہوگی کیونکہ بحمدہٖ تعالیٰ مذہب کا کوئی قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے خارج نہیں ہے جیسا کہ اس پر علماء کرام نے نص کی ہے اور اس چیز کو ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگردوں نے غلیظ حلفوں اور شدید قسموں کے ذریعہ بیان کیا ہے خصوصاً جبکہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے ذیل میں فتوٰی کے پُرتاکید الفاظ کو ذکر کیا گیا ہو"۔

(فتاوی رضویہ، جلد12،ص112)

جب خود احمد رضاخان صاحب کہہ رہا ہے کہ ’’صحیح ضرورت‘‘ کی بنا پر دیگر آئمہ کی تقلید جائز ہے تو یہاں تو صحیح نہیں بلکہ اشد ضرورت ہے۔اب یہ الگ بات ہے کہ تم خان صاحب بریلوی کو فقیہ نہیں اجہل الجاہلین مان کر اس کا فتوی نہ مانو۔

ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم کسی ایک فقیہ کا فتوی پیش کرو جس نے ایسے شدت مرض جس میں جان جانے کا خوف ہے میں بھی جمع بین الصلوتین سے منع کیا ہو دیدہ باید۔

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

’’عندالضرورۃ الشدیدۃ تقلید مذہب شافعی درست ہے‘‘۔

(مجموعۃ الفتاوی، جلداول،ص466،مطبع محمد بخش لکھنوی)

مزید لکھتے ہیں:’’عندالضرورۃ حنفیہ کے نزدیک تقلید مذہب غیر کی درست ہے‘‘۔

(مجموعۃ الفتاوی، جلد دو،م،ص444)

اور شوافع کے ہاں سفر میں جمع بین الصلوتین جائز ہے۔علامہ عبدالحیٔ لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ فرقہ حسام الحرامی کے ہاں مستند عالم وفقیہ ہیں تفصیل کیلئے علامہ نقشبندی صاحب کی کتاب لاجواب ’’دعوت اسلامی کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ‘‘ میں بدعات کا باب ملاحظہ ہو۔

یاد رہے کہ جب ہم نے اصول ثابت کر دیا تو اب اس اصول پر متفرع ہونے والے ہر مسئلہ وجزیہ کو پیش کرنے کے ہم پابند نہیں کیونکہ یہ اصول خود خان صاحب نے فتاوی رضویہ میں لکھے ہیں کہ جن مسائل میں صاحبین نے امام صاحب سے اختلاف کیا وہ بھی امام صاحب ہی کا قول ہے کہ اس اختلاف کا جواز خود امام صاحب کے اصول سے معلوم ہے۔مطالبہ پر ہم ان شاءاللہ یہ دکھانے کو تیار ہیں۔ہم اپنے قیمتی صفحات کو ضائع نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ابو جہل کی ان معنوی اولادوں نے ماننا ویسے بھی نہیں ہم تو صرف اپنے قارئین کی تسلی کیلئے عرض کررہے ہیں۔

امام اعظمؒ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کرنا بدعت

صفحہ 76 تا 79 جعفر تھانیسری مرحوم کا حوالہ دیا جو ہمارے لئے معتبر نہیں ۔ص 79 پر پر علامہ شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی کہ کسی ایک امام کی تقلید کو واجب قرار دینا یہ امور بدعت حقیقیہ میں سے ہے ۔(ملخصا ،حنفیت کے باغی دیوبندی ،ص79)

جواب: علامہ نقشبندی صاحب دفاع اہل سنت میں لکھتے ہیں:

''جواب: اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ ایضاح الحق الصریح کی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف نسبت میں کلام ہے ۔حضرت مولانا کرامت علی جونپوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''خلاصہ ضروری ان قولوں کا یہ ہے کہ ایضاح الحق مولانا محمد اسمٰعیل شہید محدث دہلوی ابن مولانا شاہ عبدالغنی مرحوم کی تصنیف نہیں ہے''۔

(قول الثابت مندرجہ ذخیرہ کرامات: ج2ص54)

اور یہ بریلوی اصول ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔

ثانیاً: یہاں بھی رضاخانیوں نے شرمناک دجل و فریب کا مظاہرہ کیا ہے ۔دراصل ہمارے ہاں ''بدعت'' کا اطلاق اس امر پر بولا جاتا ہے جو شرعاً قبیح اور بے اصل ہو۔اور اسی بات کا دھوکا ان رضاخانیوں نے دیا ہے کہ دیکھو اللہ کو جہت و زمان سے پاک ماننے کو یہ قبیح اور غیر شرعی مان رہے ہیں جو کفر ہے ۔حالانکہ بات دراصل یہ ہے کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں ''بدعت حقیقیہ'' ایک مخصوص اصطلاح ہے اور ولا مشاحۃ فی الاصطلاح ۔شاہ صاحب کی اصطلاح میں بدعت حقیقیہ کا معنی یہ ہے کہ صدر اول اور خیر القرون کے بعد جو مسائل بھی دلائل شرعیہ کی روشنی میں نکالے گئے گو بجائے خود وہ مسائل دینی امور بلکہ واجبات دین ہی کا درجہ کیوں نہ رکھتے ہوں،لیکن نصوص کی صراحت اور خیر القرون میں اس کی تفصیل و وضاحت موجود نہ تھی ۔۔۔۔اس لیے وہ اپنی جگہ بدعت بمعنی نو ایجاد چیز کے حقیقی اطلاق کے تحت آجاتی ہیں ۔بنا بریں وہ بدعت حقیقیہ

ہیں۔(ملخصا دفاع جلد اول)

تو شاہ صاحب کا مقصد بھی یہی ہے کہ کسی ایک امام کی تقلید کا وجوب کا مسئلہ چونکہ صدر اول میں نہ تھا اگر چہ فی نفسہ درست ہے لہذا یہ بدعت حقیقیہ ہے۔کس قدر مکاری ہے کہ ایک آدمی کی اصطلاح کو اس کی مراد کے بغیر اپنی مراد پر محمول کر کے بیان کیا جائے لیکن یہ رضا خانی اگر یہ نہ کریں تو فاضل بریلوی کے مقلد کیسے کہلائیں گے؟

باقی خود شاہ صاحب کا حنفی ہونا وضاحت و دلائل کے ساتھ دفاع جلد اول میں بیان کیا جاچکا ہے تو خود اسے بدعت کیسے کہہ سکتے ہیں؟ (رضا خانی اصول کے تحت)۔

رضا خانیوں کے ہاں تصوف وفقہ کے تمام سلاسل بدعت ہیں

منظوراو جھیانوی المعروف احمد یار گجراتی جسے شریف الحق ''پاگل'' کہتا ہے وہ لکھتا ہے:

''شریعت وطریقت دونوں کے چار چار سلسلے یعنی حنفی ، شافعی ، مالکی ، حنبلی ، اسی طرح قادری ، چشتی ، نقشبندی ، سہروردی یہ سب سلسلے بالکل بدعت ہیں''۔

(جاء الحق ،ص 229)

اب کوئی اس ''کلب عقور'' سے پوچھے کہ جن باتوں پر تم دیو بند پر اعتراض کر رہا ہے اس سے زیادہ تو تیرے مذہب میں پائی جاتی ہیں تو اپنے دل کی غلاظت یعنی احمد رضا خان کو ان پر انڈیل۔

امام اعظمؒ پر کفر کا فتوی

ہمیں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مخالف کہنے والوں کا اپنا حال یہ ہے کہ ان بدبختوں نے امام اعظم پر کفر کے فتوے لگائے چنانچہ علامہ صاحب لکھتے ہیں:

''لیکن اہل بدعت اس کیلئے تیار نہیں ! کیونکہ ان کا حنفیت کا دعویٰ محض ڈھونگ ہے یہ ''حنفی'' نہیں بلکہ ''منفی'' ہیں ، انہیں حنفیت سے بغض ہے ان کا مذہب ان کا پیٹ اور من مانی ہے ، لیکن عوام کے خوف سے کھلم کھلا حنفیوں پر تو فتوے نہیں لگا سکتے ، اس لئے احناف کے ان مسائل کو جن کو اکابر دیو بند نے اختیار کیا دیو بند کا نام لیکر فتوے لگانے شروع کر دیتے

ہیں تا کہ جب ان کی عوام کا ذہن ان مسائل کے متعلق ایک منفی سوچ اختیار کرلے گا اور جب بعد میں وہ یہی مسائل احناف کی کتب میں دیکھیں گے تو انہیں بھی معاذاللہ وہابی ،گستاخان رسول ﷺ سمجھ کران سے بھی بدظن ہوجائیں گے۔

یہ محض نرادعویٰ نہیں حقیقت میں ان کے دل احناف کے بغض سے بھرے ہوئے ہیں، درپردہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے کتنا بغض رکھتے ہیں اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ دارالعلوم حزب الاحناف لاہور کے مفتی غلام حسن قادری بریلوی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ایک فتوی ان کا نام لئے بغیر جب اپنے دارالافتاؤں کو بھیجا تو سب نے اس پر کفر کا فتوی لگایا! معاذاللہ،ملاحظہ ہو:

''بڑے ہی افسوس کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ مندرجہ ذیل فتویٰ سوال کی شکل میں میں نے لاہور کے تقریباً تمام (بریلوی) مدارس میں ایک فرضی سوال کی صورت میں بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ ''مذکور فی السوال شخص کافر'' ہے اوران کو مسلمان سمجھنے والا بھی کافر ہے، اگر میرا ذہن شریروشرارتی ہوتا تو میں اگلے دن اشتہار شائع کرادیتا کہ لاہور کے تمام مفتیوں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگادیا، (العیاذ باللہ)

بہر حال مفتیان کرام سے گذارش ہے کہ فتویٰ دیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا کریں اوردین نے جن لوگوں کو رعایت دی ہے ان کو وہ رعایت ضروردیں اورخواہ مخواہ ہرکسی کو کافر بنانے کا وطیرہ ترک کریں اوراپنے جس نبی ﷺ کی نبوت کے بارے میں (یعنی سیالوی کے مخالفین کونصیحت ہے۔ساجد) تن من دھن کی بازی لگارہے ہوان کے اس فرمان کو ہمیشہ یادرکھیں یسّروا ولا تعسّروا بشّروا ولا تنفّروا۔آسانیاں پیدا کرو مشکلات پیدانہ کرو، (لوگوں کو) خوش خبریاں سنایا کرونفرت نہ دلایا کرو۔

بہرحال ملاحظہ فرمائیں،اے مفتیان دین متین کتاب کا نام ہے:

عقود الجمان فی مناقب الامام اعظم ابی حنیفه النعمان للمورخ الکبیر المحدث العارف الشیخ الامام شمس الدین محمد بن یوسف

الصالح الدمشقی الشافعی المتوفی بالقرقوقیه ۹۴۳ھ مؤلف السیرۃ الشامیۃ۔ (سبل الھدی والرشاد فیی سیرۃ خیر العباد)

فتویٰ بلا تبصرہ

(**ترجمہ**) ایک آدمی نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو جنت کی امید نہیں رکھتا جہنم سے نہیں ڈرتا، اور نہ خدا سے ڈرتا ہے مردار کھاتا ہے اور بغیر رکوع وسجدہ کے نماز پڑھتا ہے اور جو نہیں دیکھتا اس کی گواہی دیتا ہے اور حق سے بغض اور فتنہ سے محبت رکھتا ہے اور رحمت سے بھاگتا ہے اور یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ سچا ولی اللہ ہے۔

اور امام صاحب نے اس کے اقوال کی توجیہ کردی کہ وہ جنت کی امید نہیں رکھتا اور جہنم سے نہیں ڈرتا کا معنیٰ یہ ہے وہ خدا سے امید اور خدا سے ڈرتا ہے اور خدا سے نہیں ڈرتا کا معنیٰ یہ ہے کہ اسے اپنے اوپر ظلم سے ڈر نہیں کہ خدا کرے گا کیونکہ وہ عادل ہے، مردار کھانا سے مراد مچھلی کھاتا ہے بغیر رکوع وسجدے والی نماز سے مراد نماز ہ جنازہ ہے، بن دیکھے سے مراد خدا کی گواہی ہے یعنی خدا کو بغیر دیکھے الہ مانتا ہے اور اس کی الوہیت کا اقرار کرتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی دیکھے بغیر نبی و رسول مانتا ہے، حق سے بغض رکھتا ہے یعنی موت سے کہ وہ زیادہ سے زیادہ خدا کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اور فتنہ سے محبت رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مال واولاد سے پیار کرتا ہے یہود ونصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے کا معنیٰ یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں نصاریٰ کوئی شئے نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی کچھ نہیں، یعنی وہ ان کو جھوٹا کہتے ہیں اور یہ ان کو تو ایک دوسرے کو جھوٹا کہنے میں دونوں سچے ہیں"۔
(ملخصاً ایک غلط فہمی کا ازالہ: ص 10، 11، 12)

اندازہ لگائیں کہ بقول ایک مستند بریلوی مفتی لاہور کے تمام بریلوی مدارس نے اس عبارت کی بنیاد پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا تھا اور اسے مسلمان سمجھنے والوں کو بھی کافر کہہ دیا، یہ ہے ان کی حنفیت! یہاں اس بات کو بھی ملحوظ خاطر رکھیں کہ جن لوگوں کے

فتوی ہائے کفر سے امام اعظم نہ بچ پائے تو ان کے سامنے علمائے دیوبند کا ایمان کیا چیز ہے؟

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص ۱۰،۱۱،حنفیت کے باغی،ص ۸۸،۸۹)

موصوف کے پاس اس فتوے کا کوئی جواب نہیں سوائے اس تاویل کے کہ ایک چیز ایک اعتبار سے کفر دوسرے اعتبار سے اسلام ہوسکتی ہے۔حالانکہ یہ تو علامہ صاحب کا مدعی ہی نہیں تھا علامہ صاحب کا مدعی یہ تھا کہ اس عبارت کی روشنی میں رضاخانی مفتیوں نے امام اعظم پر کفر کے فتوے لگائے اور یہ خود رضاخانی عالم نے تسلیم کیا۔جس کا کوئی جواب موصوف کے پاس نہیں۔ یاد رہے کہ خود رضاخانیوں کے ہاں یہ اصول ہے کہ کفر کا کوئی اچھا پہلو نکل بھی آئے تو بھی کفر کفر ہی رہتا ہے اس پر تفصیلی حوالہ جات ”نواب احمد رضاخان حیات و خدمات“ اور ”دفاع اہل سنت“، میں مل جائیں گے ۔لہذا اگر امام صاحب کی بات کا کوئی صحیح مطلب نکل بھی آئے تب بھی آپ کے ہاں وہ کفر ہی رہے گا۔جن بے شرمو کے ہاں امام اعظم ہی معاذ اللہ کافر ہے انہیں دوسروں کو ترک تقلید کا طعنہ دیتے ہوئے حیا آنی چاہئے مگر رضاخانی و حیا میں ایسا تضاد ہے جیسا خان صاحب بریلوی اور حیا و ایمان اور غیرت میں تضاد۔

موصوف کے پاس اس فتوے کا تو کوئی جواب نہیں تھا الٹا یہ رونا شروع کر دیا کہ تمہارے لوگوں نے ایک دوسرے پر فتوے لگائے مثلا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور فاروقی شہید رحمۃ اللہ علیہ تو ”چھانی“،”لوٹے“ کو طعنہ کہ تجھ میں سوراخ ہیں۔جن کی احمد رضاخان سے لیکر اشرف آصف جلالی تک ہر ایک مولوی کی شلوار خود ان کے مولویوں نے تار تار کر دی ہو انہیں یہ بکواس کرتے ہوئے حیا و شرم آنی چاہئے ۔علامہ ابوایوب قادری صاحب کی کتاب ”دست و گریبان“ ملاحظہ ہو جو جواب اس کا دیں وہی ”ہمارا لے لیں“ بندہ کی کتاب ”متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب پر اعتراضات کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ“ میں بندہ نے اس قسم کے اعتراضات کا بہت تفصیلی جواب دیا ہے جس کے جواب کا آج تک کسی رضاخانی ماں کے لعل کو جرات نہ ہوئی اسے ملاحظہ فرمالیں۔

صفحہ 80 تا85 وہ حوالے دیئے جو اصول نمبر 3 و 4 ہمارے لئے حجت نہیں صفحہ 84 پر حنفیت کی خدمت میں زندگی ضائع کرنے والے الزام کا منہ توڑ جواب دفاع اہل سنت کے مقدمہ میں دیا جاچکا ہے مگر یہ ایسا بے شرم ہے کہ جن باتوں کا جواب اس کو مل چکا ہے اسے بار بار نقل کرتا ہے۔

صفحہ 95 تا104 پر آدھے سے زائد صفحات پر گالیاں نقل کرنے کے ساتھ عامر عثمانی کی تجلی کا حوالہ دیا ہے حالانکہ علامہ نقشبندی صاحب دفاع اہل سنت میں تفصیل سے وضاحت کردی ہے کہ عامر عثمانی ہمارا معتبر عالم نہیں مگر یہ ایسے بے شرم ہیں کہ ان کے پاس دلائل تو کچھ نہیں مگر صرف صفحات کی ضخامت بڑھا کر یہ رعب ڈالنا چاہتے ہیں کہ دیکھو ہم بھی علامہ نقشبندی صاحب کی طرح موٹی موٹی کتب لکھ سکتے ہیں۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

رضاخانی مجددی نہیں

علامہ نقشبندی صاحب نے اپنی کتاب میں لکھا تھا:

''ہندوستان کے نامور مشائخ مثلاً شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۱۵۲ھ)، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ)، حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۲۵ھ)،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۱۷۶ھ)،حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۲۳۹ھ) کی کتب سے بندہ نے اس کتاب میں خوب استفادہ کیا۔ان حضرات کی جلالت علمی کسی صاحب علم سے پوشیدہ نہیں۔البتہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ وحضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی بدعت شکن عبارات خاص طور پر آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے اس لئے ان کا ذکر اہل بدعت ہی کی زبانی ملاحظہ فرمالیں۔

مولانانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

''قاضی ثناءاللہ پانی پتی جن سے مولوی اسحق نے مائۃ مسائل اور اربعین میں استناد کیا اور

جناب مرزا صاحب ان کے پیر و مرشد وممدوح عظیم شاہ ولی اللہ صاحب نے مکتوب ۵ ۷ میں انہیں فضیلت ولایت مآب مروج شریف ومنور طریقت ونور مجسم وعزیز ترین و مجودات ومصدر انوار فیوض و برکات لکھا اور منقول کہ شاہ عبدالعزیز صاحب انہیں بیہقی وقت کہتے"۔

(فتاوی رضویہ جدید: ج9،ص 803 رضافاؤنڈیشن لاہور)

بریلوی شیخ الحدیث والتفسیر فیض ملت فیض احمد اویسی (المتوفی ۱۴۳۱ھ) لکھتے ہیں:

قاضی ثناء اللہ پانی پتی جسے شاہ عبدالعزیز دہلوی اپنے زمانہ کا بیہقی محدث فرماتے تھے"۔

(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر،ص 113 ۔مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

"جس کا خلاصہ بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ"۔(تحقیق الاکابر فی قدم الشیخ عبدالقادر،ص 175 ۔مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

حافظ عرفان اللہ حنفی ابن مفتی پیر محمد عابد حسین سیفی متعلم دارالعلوم محمدیہ غوثیہ لاہور لکھتے ہیں:

"دنیائے علم وتصوف میں حضرت بحر علوم الظہریہ والباطنیہ شیخ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کا نام ایک آفتاب درخشندہ کی طرح جانا جاتا ہے، آپ وہ شخصیت ہیں جنہوں نے دین اسلام کی ترویج وترقی کیلئے اپنی بے حد خدمات سر انجام دیں جوکہ تاریخ میں سنہری حروف سے لکھی گئی ہیں......آپ نے بہت سے موضوعات پر کتب تحریر فرمائیں آپ کے کارناموں میں سے تفسیر مظہری (جو دس جلدوں پر مشتمل ہے) ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اور ایک بہت بڑا علمی خزانہ ہے اس کے علاوہ آپ نے فقہی مسائل پر ایک کتاب رقم فرمائی جوکہ مالابدّ منہ کے نام سے مسمیٰ ہے اس کتاب کو اس قدر پذیرائی ملی کہ مدارس اسلامیہ میں اب تک یہ کتاب پڑھائی جاتی ہے"۔

(بستان السالکین اردو ترجمہ ارشاد الطالبین،عنوان کچھ مصنف کے بارے میں)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت پر بریلوی ماہر رضویات پروفیسر مسعود احمد صاحب (المتوفی ۱۴۲۹ھ) ایک ضخیم کتاب لکھ چکے ہیں ۔داتا دربار کے سابق خطیب مولانا احمد سعید نقشبندی ان کے مکتوبات کا ترجمہ پیش کر چکے ہیں اور ان کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کیلئے

ایک عدد رسالہ بھی لکھ چکے ہیں ۔ماضی قریب کے بریلوی نباض قوم جناب مولانا ابو داود صادق صاحب رضوی (المتوفی ۱۴۳۶ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی تعلیم ومشرب ہی چونکہ بزرگان دین کی عقیدت وادب ہے اس لئے آپ نے امام ربانی مجدد الف ثانی....کاذکر بھی بہت عقیدت واہتمام کے ساتھ کیا فرماتے ہیں:

''جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی (وغیرہم) اجلہ فاضلین ومقتدیان اکابر آئمہ کہ آج کل کے مدعیان خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں'' (رسالہ مبارکہ نفی الفی)''۔

(براہین صادق،ص 365،366،ناشر ادارہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ)

موصوف آگے اپنے امام مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اور حضرت مجدد الف ثانی (المتوفی ۱۰۳۴ھ) کو آپس میں ہم مسلک وہم اعتقاد گردانتے ہوئے لکھتے ہیں:

''مسلک مجددین (یعنی مولانا احمد رضا خان اور حضرت مجدد الف ثانی کا مسلک ۔ساجد) چونکہ مجددین مذہب حنفی،اہل سنت وجماعت کے عظیم علمبردار اور بہت زیادہ پابند تھے اس لئے ان کے مسلک ومقصد اور اصول وعقائد میں یکسانیت واتحاد اور متفقہ ومشترکہ تحقیقات و فتاوی کی چند جھلکیاں''۔

(براہین صادق،ص 366)

حالانکہ یہ محض کذب بیانی اور ناخواندہ قارئین کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے ۔جناب نام نہاد مجدد مولانا احمد رضا خان بریلوی حنفیت اور مسلک مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے باغی تھے ۔آج کے اہل بدعت بھی مسلک حنفیت کے نہیں بلکہ مسلک رضاخانیت کے پیروکار ہیں ۔ہمارے اس دعوے کے ثبوت میں اب آپ اگلے صفحات میں دلائل ملاحظہ فرمائیں''۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص 15 تا 17)

اس طویل ترین اقتباس کو سیاق وسباق سے کاٹ کر جیسا کہ ہر رضاخانی کی یہ بدعت سیئہ ہے جس میں وہ خالص فاضل بریلوی از فضلہ کا مقلد ہے دوسطریں پیش کرتے ہوئے تبصرہ کیا کہ تم نے بھی تو حضرت مجدد الف ثانی کی تحقیق کو محل نظر کہا۔(ملخصا ص104،105)

جواب: اولاتو موصوف نے اس باب میں جوحوالہ پیش کیا وہ اصول نمبر 3،4 کے تحت ہمارے لئے حجت نہیں لہذا ہم جواب دہ بھی نہیں۔

ثانیا علامہ صاحب کا مقصد یہ نہیں کہ حضرت مجدد کی تحقیق سے اختلاف کرنے والا مجددی نہیں رہتا ان کا مقصد تو یہ تھا کہ تم نے خود لکھا:

''مسلک مجددین (یعنی مولانا احمد رضاخان اور حضرت مجدد الف ثانی کا مسلک ۔ساجد) چونکہ مجددین مذہب حنفی ،اہل سنت وجماعت کے عظیم علمبردار اور بہت زیادہ پابند تھے اس لئے ان کے مسلک ومقصد اور اصول وعقائد میں یکسانیت واتحاد اور متفقہ ومشترکہ تحقیقات و فتاوی کی چند جھلکیاں''

''داتا دربار کے سابق خطیب مولانا احمد سعید نقشبندی ان کے مکتوبات کا ترجمہ پیش کر چکے ہیں اور ان کو اپنا ہمنوا ثابت کرنے کیلئے ایک عدد رسالہ بھی لکھ چکے ہیں''

حضرت علامہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ جو رضاخانیوں کی طرف سے تاثر دیا جارہا ہے کہ ہم مجدد الف ثانیؒ کے مسلک پر ہیں اور ان کے اصول وعقائد پر ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے ۔جیسا کہ علامہ صاحب نے اپنی کتاب میں اس کو تفصیل سے بیان کیا جس کا کوئی جواب ان رضاخانیوں کے پاس نہیں ۔بلکہ رضاخانی مسلک ،اصول واعتقاد دونوں سے منحرف ہیں ۔ہم نے یہ کہیں دعوی نہیں کیا کہ ہم بعینہ مجدد کے مسلک پر ہیں یہ دعوے وکتب تو آپ کی طرف سے شائع ہورہے ہیں تو اب انحراف چہ معنی دارد؟

علمائے اہل سنت پر وہابیت کا الزام

کتاب کے صفحہ 106 تا 110 تا کاشف اقبال رضاخانی اور غلام مہر علی رضاخانی کا راگ الاپا ہے کہ دیوبندی خود کو وہابی کہتے ہیں جس کا منہ توڑ جواب علامہ نقشبندی صاحب ''دفاع جلد

اول کے مقدمہ" میں دے چکے ہیں مگر یہ طعنہ دوسروں کو دیتے ہیں کہ پرانی باتوں کو دہراتے ہیں جن کے جواب دیئے جا چکے ہیں ان کو دہراتے ہیں اور خود خان صاحب فاضل بریلوی کی طرح اس قدر ڈھیٹ بے شرم ہیں کہ ایک بات کا جواب بارہا نہیں دیا جا چکا ہے صرف کتاب کے حرام کے پیسوں سے خریدے گئے صفحات کی تعداد بڑھانے کیلیے اسی بات کو بار بار دہراتے ہیں۔

ملاحظہ ہو:

علمائے اہل السنہ والجماعۃ دیوبند پروہابیت کاالزام اوراس کا جواب:

کاشف اقبال رضاخانی صاحب نے "دیوبندی حقیقتاً وہابی ہیں" کا عنوان قائم کرکے وہی گھسا پٹا اعتراض کیا ہے کہ دیوبندی وہابی ہیں ان کے بڑے خود کو وہابی کہتے رہے یہی اعتراض آج کل دیگر بریلوی رضاخانی مولویوں کی طرف سے بڑے شد و مد کے ساتھ کیا جا رہا ہے اس لیے ہم اس اعتراض پر ذرا تفصیل سے بات کرنا چاہتے ہیں۔

دراصل ہندوستان کے اہل بدعت کی طرف سے وہابی کا لفظ اپنے مخالفین جن کو یہ لوگ بدمذہب اور بے دین سمجھتے ہیں کے لیے وضع کیا گیا ان کے نزدیک ہر متبع سنت اللہ کی توحید نبی کریم ﷺ کی سنت پر عمل پیرا اور بدعات وخرافات و رسوم جاہلیت سے منع کرنے والا "وہابی" کہلاتا ہے۔ یہاں میں خود اہل بدعت کے گھر سے ایک حوالہ نقل کرتا ہوں جس سے کافی حد تک وضاحت ہو جائے گی کہ ان کے نزدیک وہابی کسے کہا جاتا ہے:

اہل بدعت کے سرخیل مولوی احمد رضا خان بریلوی سے سوال کیا گیا:

"بخدمت جناب مجدد ہند مولوی صاحب احمد رضا خان صاحب بعد تسلیم کے گزارش حال یہ ہے کہ آپ کے نام پیر ڈلیہ سے فتویٰ لکھا ہے وہ شخص مولوی اشرف کا پیرو ہے اور یہاں پر چار سو مکان سنت و جماعت کے ہیں اونکو مولوی اشرف علی کے سپرد کرنا چاہتا ہے یعنی ہمارے یہاں دستور رہے کہ شادی میں نکاح کے وقت تاشہ بجایا کرتے ہیں اوس کا سبب یہ ہے کہ غیر مقلد ہماری جماعت میں نہ آنے پائیں مگر یہ شخص اشرف علی کے پیرو ہو کر تاشہ بجانا منع کرتا

ہے اور جس شے میں گناہ نہ ہو اوسکو بھی منع کرتا ہے اس واسطے آپ اسحاق اللہ کے نام پر لکھنا تا کہ ہم ان شیطانوں کے پھندوں سے بچیں اگر چہ یہاں پر تاشہ بجنا بند ہو جائے تو ہم کو مذہب سے پھر جانے کا خوف ہے"۔

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے اس کا جو جواب دیا اس کا ایک جز کافی دلچسپ ہے جو ہم یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں:

"ناجائز بات کو اگر کوئی بدمذہب یا کافر منع کرے تو اوسے جائز نہیں کہا جا سکتا کل کو کوئی وہابی ناچ کو منع کرے تو کیا اوسے بھی جائز کر دینا ہو گا؟"۔

(فتاویٰ رضویہ قدیم: ج 10 حصہ دوم ص 65/ دار العلوم امجدیہ کراچی)

اس سے اہل بدعت کی سوچ سامنے آجاتی ہے کہ چونکہ تاشہ (تغاری یا تشلہ کی شکل کا کھال منڈھا ہوا چھوٹا باجا جو گلے میں ڈال کر دو پتلی لکڑیوں سے بجایا جاتا ہے اس کی آواز ڈھول سے زیادہ تیز مگر کم گونجدار ہوتی ہے۔اردو لغت) ناچ گانے سے منع کرنے والا ایک وہابی ہے اس لیے آپ اسے بجانے کی اجازت ہمیں دیں ورنہ ہمارا سارا محلہ وہابی ہو جائے گا معاذ اللہ۔

اب ہمارے اکابر نے جہاں اپنے لیے وہابی کا لفظ استعمال کیا تو اسے اہل بدعت کے مقابلے میں انہی معنوں میں اپنے لیے استعمال کیا کہ چونکہ رسوم و رواج سے منع کرنے والے کو یہ لوگ وہابی سمجھتے ہیں اس لیے ہم وہابی ہی صحیح۔ چنانچہ فخر المحدثین مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں لفظ وہابی کا استعمال اس شخص کے لیے تھا جو ائمہ رضی اللہ عنہم کی تقلید چھوڑ بیٹھے پھر ایسی وسعت ہوئی کہ یہ لفظ ان پر بولا جانے لگا جو سنت محمدیہ پر عمل کریں اور بدعات سیئہ و رسوم قبیحہ کو چھوڑ دیں یہاں تک ہوا کہ بمبئی اور اس کے نواح میں یہ مشہور ہے کہ جو مولوی اولیاء کی قبروں کو سجدہ اور طواف کرنے سے منع کرے وہ وہابی ہے بلکہ جو سود کی حرمت ظاہر کرے وہ بھی وہابی ہے گو کتنا ہی بڑا مسلمان کیوں نہ ہو"۔(المہند: ص 32،31)

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اس وقت اوران اطراف میں وہابی متبع سنت اور دیندار کو کہتے ہیں''۔

(فتاویٰ رشیدیہ: ج1ص282)

حکیم الامت مجدد دین وملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہل ہواء کے نزدیک اسی لفظ''وہابی'' کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ایک صاحب نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ ایک مرتبہ حیدرآباد دکن میں ایک شخص وہابیت کے الزام میں پکڑا گیا اور دلیل یہ بیان کی گئی کہ تم کو جب دیکھو مسجد سے نکلتے ہوئے جب دیکھو قرآن پڑھتے ہوئے جب دیکھو نماز پڑھتے ہوئے ایک اوران کے خیر خواہ شخص نے کہا کہ نہیں یہ وہابی نہیں ہیں میں نے ان کو فلاں رنڈی کے مجرے میں دیکھا تھا فلاں جگہ قوالی میں دیکھا فلاں قبر کو سجدہ کرتے دیکھا تب بیچارے چھوڑے گئے اور جان بچی''۔

(ملفوظات: ج3ص101 ملفوظ نمبر168)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''میں کہا کرتا ہوں کہ بدعتیوں میں دین نہیں ہوتا اور دین کی باتوں کو وہابیت کہتے ہیں''۔

(ملفوظات: ج4ص123 ملفوظ نمبر178)

ظاہر ہے کہ اگر وہابیت اس کا نام ہے تو ہمیں اس وہابیت پر فخر ہے البتہ اگر وہابیت سے مراد محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار مراد لیے جائیں یا غیر مقلدین جیسا کہ ہمارے ہاں اب جماعت اسلامی اور غیر مقلدین اہل حدیث کو وہابی کہا جاتا ہے بلکہ ہمارے پشاور و افغانستان کے علاقوں میں تو ان کو ان کے ان ناموں سے کوئی نہیں جانتا ہے انہیں ان دیار میں وہابی ہی کہا جاتا ہے تو اس معنی میں ہمارے اکابر نے اپنی وہابیت کا انکار پہلے بھی کیا اور اب بھی ہم کرتے ہیں۔آج کل ہمارے دیار میں وہابی ان کو کہا جاتا ہے جو:

(۱)تصوف اور بیعت طریقت اور اس کے اشغال ذکر مراقبہ توجہ کے سخت مخالف ومنکر ہیں جب کہ الحمد للہ علمائے دیوبند ان پر کاربند ہیں۔

(۲) تقلید شخصی کے مخالف ہیں مگر ہمارے اکابر اسے واجب کہتے ہیں اور خود سراج الائمہ امام اعظم رحمۃاللہ علیہ کے مقلد ہیں۔
(۳) توسل کے منکر ہیں مگر ہم قائل ہیں۔
(۴) بزرگان دین ومحترم شخصیات سے تبرکات کے منکر ہیں مگر ہم قائل۔
(۵) حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر ہیں جب کہ ہم زور وشور سے اس کے قائل ہیں اب تک اس عقیدے کے ثبوت پر ہمارے علماء کئی مناظرے کر چکے ہیں۔
(۶) روضہ مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے سفر کو ممنوع قرار دیتے ہیں جب کہ ہم اسے افضل المستحبات جانتے ہیں۔
(۷) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ مبارک کے سامنے سلام وتشفع کے منکر ہیں ہم اس کے قائل ہیں
۔

غرض اس معنیٰ میں ہمیں ”وہابی“ کہنا یا سمجھنا تہمت صریح وکذب بیانی ہے اور ہمارے اکابر نے بھی اس معنی میں خود پر وہابیت کی تہمت کی سختی سے تردید کی ہے چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ کتنے غضب اور ظلم کی بات ہے کہ ہمارے بزرگوں کو بدنام کرتے ہیں اور وہابی کے لقب سے یاد کرتے ہیں ہمارے قریب میں ایک قصبہ ہے جلال آباد وہاں پر ایک جبہ شریف ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے اس کی زیارت حضرت حاجی صاحب رحمۃاللہ علیہ اور مولانا شیخ محمد صاحب کیا کرتے تھے اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃاللہ علیہ نے اس کے متعلق میرے خط کے جواب میں تحریر فرمایا تھا کہ اگر منکرات سے خالی وقت میں زیارت میسر آنا ممکن ہو تو ہرگز دریغ نہ کریں بتلائیے یہ باتیں وہابیت کی ہیں ان بدعتیوں میں دین تو ہوتا نہیں جس طرح جی میں آتا ہے جس کو چاہتے ہیں بدنام کرنا شروع کر دیتے ہیں خود تو بددین ہیں دوسروں کو بددین بتلاتے ہیں“۔

(ملفوظات: ج4 ص32 ملفوظ 55)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"ایک جماعت ہے جو ہم لوگوں کو وہابی کہتی ہے لیکن ہماری سمجھ میں آج تک یہ بات نہیں آئی کہ ہمیں کس مناسبت سے وہابی کہتے ہیں کیونکہ وہابی وہ لوگ ہیں جو ابن عبدالوہاب کی اولاد میں سے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس کا اتباع کرتے ہیں ابن عبدالوہاب کے حالات کتابوں میں موجود ہیں ہر شخص ان کو دیکھ کر معلوم کرسکتا ہے کہ وہ نہ اتباع کی رو سے ہمارے بزرگوں میں ہیں نہ نسبت کی رو سے البتہ آج کل جن لوگوں نے تقلید چھوڑ کر غیر مقلدی اختیار کرلی ان کو ایک اعتبار سے وہابی کہنا درست ہوسکتا ہے کیونکہ ان کے اکثر خیالات ابن عبدالوہاب سے ملتے ہیں ہم لوگ حنفی ہیں کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اصول چار ہیں کتاب اللہ حدیث رسول اجماع امت اور قیاس مجتہد سوان چار کے اور کوئی اصل نہیں اور مجتہد بہت سے ہیں لیکن اجماع امت سے یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ چار امام یعنی امام ابوحنیفہ امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام مالک رحمہم اللہ کے مذاہب سے باہر ہوجانا جائز نہیں نیز یہ بھی ثابت ہے کہ ان چاروں میں جس کا مذہب رائج ہو اس کا اتباع کرنا چاہیے تو چونکہ ہندوستان میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب رائج ہے اس لیے ہم انہیں کا اتباع کرتے ہیں ہم کو جو لوگ وہابی کہتے ہیں قیامت میں اس بہتان کی ان سے باز پرس ضرور ہوگی"۔ (اشرف الجواب)

خود رضاخانیوں کو بھی اس بات کا اقرار ہے کہ وہابی اصل اور آج کل کے عرف کے اعتبار سے غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ بریلوی مناظر مفتی حنیف قریشی کہتا ہے:

"اہل حدیث جماعت پر لفظ وہابی کا عمومی اطلاق ہوتا ہے"۔ (مناظرہ گستاخ کون: ص 65)

بریلوی حکیم الامت مولوی منظور اوجھیانوی المعروف احمد یار گجراتی صاحب اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہابی غیر مقلدین کو کہا جاتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

"اسمٰعیل کے معتقدین دو گروہ بنے ایک تو وہ جنہوں نے اماموں کی تقلید کا انکار کیا جو غیر مقلد یا وہابی کہلاتے ہیں"۔ (جاء الحق: ص 13)

خود کاشف اقبال رضاخانی نے جب اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام

''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف'' رکھا اور جب غیر مقلدین کے خلاف کتاب لکھی تو اس کا نام ''وہابیت کے بطلان کا انکشاف'' لکھا سوال یہ ہے کہ اگر یہ دونوں ایک ہی ہیں تو دو الگ الگ ناموں سے دو مختلف کتابیں لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

مفتی حنیف قریشی ایک اور مقام پر کہتا ہے:

''آپ کے سرخیل مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کتاب فتاویٰ ثنائیہ جلد اول صفحہ 99 پر لکھتے ہیں: یہ بات وہابیت کی تاریخ میں واضح طور پر موجود ہے کہ وہابی کی اصطلاح کا عموم اطلاق جماعت اہل حدیث پر ہوتا ہے''۔ (مناظرہ گستاخ کون: ص 64)

اگر یہ کہا جائے کہ محمد بن عبد الوہاب کے عقائد کو فتاویٰ رشیدیہ میں عمدہ کہا گیا ہے اس وجہ سے ہم آپ کو وہابی کہتے ہیں۔ عرض ہے کہ ان کے کن عقائد کو عمدہ کہا گیا ہے اس کی وضاحت وہاں نہیں، وہاں مجملاً ان کے عقائد کو اچھا کہا گیا ہے مگر کسی کے عقائد کو اچھا کہہ دینے سے اس ذات کی طرف نسبت کیسے ہوسکتی ہے؟ کیا رضاخانیوں کے نزدیک امام مالک، امام شافعی، امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے عقائد عمدہ نہ تھے، مگر بایں ہمہ ان میں سے کوئی بھی رضاخانی اپنی نسبت میں حنبلی، شافعی، مالکی نہیں لگاتا۔

اپنے گھر کی خبر لو:

بریلوی جامع المعقول والمنقول غلام محمد پیپلانوی لکھتے ہیں:

''وہابی دو قسم کے پائے جاتے ہیں ایک مسلمان وہابی دوم منافق وہابی''۔

(نجم الرحمان: ص 36 رنوری کتب خانہ لاہور)

بریلوی شمس الاسلام مولانا معین الدین اجمیری مرحوم لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت نے ایک دنیا کو وہابی کرڈالا ایسا بدنصیب کون ہے جس پر آپ کا خنجر وہابیت نہ چلا ہو وہ اعلیٰ حضرت جو بات بات میں وہابی بنانے کے عادی ہوں وہ اعلیٰ حضرت جن کی تصانیف کی علت غائیہ وہابیت جنہوں نے اکثر علماء اہل سنت کو وہابی بنا کر عوام کالانعام کو ان سے بدظن کرادیا جن کے اتباع کی پہچان کہ وہ وعظ میں اہل حق سنیوں کو وہابی کہہ کر گالیوں کا

مینہ برسائیں جنہوں نے وہابیت کے حیلہ سے علماء ربانیین کی جڑ کاٹنے میں وہ مساعی جمیلہ کیں کہ جن کا خطرہ حسن بن صباح جیسے مدعی امامت ونبوت کے دل میں بھی نہ گذرا ہوگا اور جن کے فتنہ وفساد کے سامنے حسن بن صباح کے خدائی بھی گرد ہوں اگر حسن بن صباح زندہ ہوکر آجاوے تو اس کو اعلیٰ حضرت کے کمالات کے بالمقابل سوائے زانوئے ادب نہ کرنے کے چارہ کار نہوغرض ایسی مقتدر جماعت کا پیشوا جن کی زبانیں سوائے وہابی اور روہبڑے اور لہبڑے کے دوسرے الفاظ سے اثناء وعظ میں آشنا ہی نہیں ہوتیں اگر درپردہ وہابی ثابت ہوجاوے تو پھر تعجب کی کوئی حد نہیں رہتی خلقت کہتی ہے وہ اعلیٰ حضرت جو اپنے آپ کو وہابی کش ظاہر فرماتے ہیں بالآخر خود وہابی ثابت ہوئے اور اس طرح وہ وہابی کش کے درحقیقت خود کش ہیں خلقت اپنے اس جزمی دعوے کے ثبوت میں اعلیٰ حضرت کے چند اقوال پیش کرتی ہے"۔(تجلیات انوار المعین :ص 42)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں پہلی بات تو یہ کہ احمد رضاخان نے کئی سنی علماء کو وہابی بنا ڈالا دوسرا احمد رضاخان بریلوی خود بہت بڑا وہابی تھا اور یہ بات پوری خلقت میں مشہور تھی ۔

بریلوی وہابی کس کو کہتے ہیں :

مولانا معین الدین اجمیری صاحب لکھتے ہیں :

"خلقت کہتی ہے کہ اعلیحضرت صرف وہابی ہی نہیں بلکہ ان کے سرتاج ہیں لیکن ہم کو خلقت کے اس خیال سے اتفاق نہیں اصل یہ ہے کہ وہابیت کے مفہوم سمجھنے میں خلقت نے غلطی کی وہ وہابی اس کو سمجھتی ہے جو اکابر کی شان میں گستاخی اور ائمہ کے دائرہ اتباع سے خارج ہوا اور اعلیٰ حضرت صرف اس کو وہابی کہتے ہیں جو ان کے مجددیت کا منکر ہو پھر وہ خواہ خلقت کے نزدیک کیسا ہی زبردست سنی ہو لیکن اعلیٰ حضرت کے نزدیک وہابی ہے اور جو حضرت کی تجدید کا اعتراف کرے پھر وہ وہابی ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ اعلیٰ درجہ کا سنی ہے"۔(تجلیات انوار المعین :ص 44)

اس سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) ہندوستان میں عام خلقت کا ء اَثر یہی تھا کہ احمد رضا خان نہ صرف خود وہابی ہیں بلکہ وہابیوں کے سرتاج ہیں۔

(۲) یہ ء اَثر اس لیے تھا کہ احمد رضا خان اکابر کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کرنے والا اور ائمہ کے دائرہ اتباع سے خارج ہونے والا تھا۔

(۳) حضرت مولانا معین الدین صاحب کا تجزیہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے ماننے والوں کے نزدیک جو احمد رضا خان کو مجدد نہ مانے ان کی بزرگی کا قائل نہ ہو تو وہ خواہ کتنا ہی پکا سنی ہو ان کے مذہب میں وہ وہابی ہے۔اور ایک شخص کتنا ہی بڑا وہابی کیوں نہ ہو مگر احمد رضا خان کو مجدد مانتا ہو تو ان کے نزدیک سنی ہے۔

ہم پر رضا خانیوں کی طرف سے وہابیت کا الزام بھی صرف اسی وجہ سے ہے کہ ہم احمد رضا خان بریلوی کی بزرگی کے قائل نہیں اور ہمارے بزرگوں نے بھی جو بعض مقامات پر اہل بدعت کے مقابلے میں خود کو وہابی کہا تو وہ اس بناء پر کہ وہ خود کو احمد رضا خان کا نہ تو متبع مانتے ہیں اور نہ اس کے دعوی مجددیت کی حمایت کرتے ہیں۔

نواب احمد رضا خان صاحب کے نزدیک وہابی ہمارے اپنے ہیں:

بریلوی محقق دوراں رئیس القلم سید عبدالکریم سید علی ہاشمی لکھتا ہے:

''اگرچہ احمد رضا خان سید احمد زینی دحلان کے شاگرد اور مرید تھے آپ نے ہندی وہابیوں کی سرکوبی کے لیے اسی شدت سے کام نہیں لیا جو علمائے حرمین کا طریقہ تھا کیوں کہ وہ لوگ وہابیوں کو غیر سمجھتے تھے اور احمد رضا یہاں کے وہابیوں کو غیر نہیں سمجھتے تھے بلکہ سنیوں کی اولاد سمجھتے تھے اور یقین رکھتے تھے کہ وعظ و پند سے وہ سدھر جائیں گے''۔(المیزان کا امام احمد رضا نمبر:ص 614)

وہابیوں کا مذہب صوفیاء کا مذہب ہے:

بریلوی فرید ملت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن فرماتے ہیں:

''آپ نے فرمایا کہ بے شک اسی طرح ہے وہابی نہ صحابہ کرام کو برا کہتے ہیں نہ ولایت سے انکار کرتے ہیں ...... اس کے بعد فرمایا کہ توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیاء کرام سے ملتے جلتے ہیں وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے بے شک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مدد طلب کرے چنانچہ اياك نعبد و اياك نستعين (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے مدد مانگتے ہیں) کا مطلب یہی ہے''۔

(مقابیس المجالس: ص 797)

علماءِ حق پر وہابیت کی تہمت کس نے لگائی؟

خرم ملک فاروق ملک صاحبان لکھتے ہیں:

''پنجاب یوپی اور دوسرے تمام صوبوں سے مسلم مجاہدین تواتر سے آرہے تھے اب سکھوں نے مذہبی حربہ استعمال کیا انہوں نے سید احمد شہید کو وہابی مشہور کیا اور عام مسلمانوں کو بھڑکا دیا کہ آپ صحیح اسلامی عقائد کے حامل نہیں سرحد اور پنجاب میں سید صاحب کے مذہبی نظریات کے خلاف شدید ردعمل شروع ہوا فتوے جاری ہونے لگے اور سید صاحب کی سیاسی قوت کو شدید دھچکا لگا''۔

(مطالعہ پاکستان رائج ڈگری کلاسز صدارتی ایوارڈ اعزاز فضیلت: ص 54 / خرم بکس اردو بازار لاہور)

تو کاشف اقبال رضاخانی صاحب آپ بھی تو کہیں ان سکھوں کی روحانی اولاد نہیں جو آباء معنوی کی پیروی میں علمائے حق پر وہابیت کی تہمت لگارہے ہیں؟ اہل السنۃ والجماعۃ علمائے دیوبند پر وہابیت کا الزام سب سے پہلے احمد رضاخان بریلوی نے لگایا چنانچہ شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''اسی وجہ سے اہل عرب خصوصاً اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا اور رہے اور اس قدر رہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے غرض کہ وجوہات

مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بے شک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیے وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عدوات نہیں رکھتے جتنی کہ وہابیہ سے رکھتے ہیں چونکہ مجدد المضلین اور اس کے اتباع کو اہل عرب کی نظروں میں خصوصاً اور اہل ہند کی نگاہوں میں عموماً ان کے بہی خواہ اور دوسروں کو ان کا دشمن دین کا مخالف ظاہر کرنا مقصود ہونا ہے اس لیے اس لقب سے بڑھ کر ان کو کوئی لقب اچھا معلوم نہیں ہوتا جہاں کسی کو متبع شریعت و تابع سنت پایا جھٹ وہابی کہہ دیا تاکہ لوگ متنفر ہوجائیں اور ان لوگوں کے مصالح اور تر لقموں میں جو طرح طرح کے مکاریوں سے حاصل ہوتی ہیں فرق نہ پڑے ۔صاحبو! شراب پیو ڈاڑھی منڈواؤ گور پرستی کرو نذر لغیر اللہ مانو زناکاری اغلام بازی ترک جماعت وصوم وصلاۃ جو کچھ کرو یہ سب علامات اہل السنت والجماعت ہونے کی ہو اور اتباع شریعت صورۃً وعملاً جس کو حاصل ہو وہ وہابی ہوجائے گا مشہور ہے کہ کسی نواب صاحب نے کسی اپنے ہم نشین سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم وہابی ہو انہوں نے جواب دیا حضور میں تو ڈاڑھی منڈاتا ہوں میں کیسے وہابی ہوسکتا ہوں میں تو خالص سنی ہوں دیکھیے علامت سنی کی ڈاڑھی منڈانا ہوگیا دجال المجددین نے اس رسالہ میں اس غرض خاص سے ان اکابر کو وہابی کہا تاکہ اہل عرب دیکھتے ہی غیظ وغضب میں آکر تلملا جائیں اور بلا پوچھے پچھے بغیر ءاَمل تکفیر کا فتویٰ دے دیویں اور پھر لفظ وہابیت کو متعدد جگہوں میں مختلف عنوانوں سے الفاظ خبیث سے یاد کیا حالانکہ عقائد وہابیہ اور ان اکابر کے معتقدات و اعمال میں زمین و آسمان بلکہ اس سے زائد کا فرق ہے"۔(الشہاب الثاقب:ص 184،185)

وہابیت کا ایک خوفناک تصور:

بریلوی مجاوروں پیشہ ور واعظوں اور علماء سوء کو چونکہ علم ہے کہ ان کی عوام جب تک جاہل رہے گی ان کے نذرانے چلتے رہیں گے اسی لیے جہاں انہوں نے عوام کو یہ باور کرایا ہوا ہے

کہ ہر متبع سنت اور بدعات وشرک سے منع کرنے والا وہابی ہے ۔ان کے ذہنوں میں وہابیت کاایسا خوفناک تصور بٹھایا ہوا ہے کہ کوئی شخص وہابیت کے اس تصور کے بعد ان کے قریب بھی نہیں پھٹکے گا۔مولانا ابو الکلام آزاد بھی اسی ماحول میں پلے بڑھے اپنے والد مولانا خیر الدین دہلوی جن کا شمار بریلوی اکابر میں ہوتا ہے کی تربیت کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے اپنے گھراور مریدین کے درمیان وہابیت کا کیا تصور قائم کیا ہوا تھا:

"ہمیں اس وقت یقین تھا کہ وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اول تو نبی ﷺ کی فضیلت کے قائل ہی نہیں اگر قائل ہیں بھی تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لیے بڑا بھائی، معجزات کے بھی منکر ہیں، ختم نبوت کے بھی قائل نہیں، آنحضرت ﷺ سے ان کو تو ایک خاص بغض ہے ۔جہاں کوئی بات ان کی فضیلت ومنقبت کی آئی تو انہیں مرچیں لگیں مجلس میلاد کے اس لیے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت ﷺ کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں ۔درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ مت کہو کیونکہ رسول اللہ کی یاد انہیں کیوں پسند آنے لگی جہاں کوئی بات رسول کی فضیلت اولیاء اللہ کی منقبت بزرگان دین کی بزرگی کی کہی جائے یا کی جائے فوراً اسے شرک و بدعت کہہ دیتے ہیں اس لیے کہ انہیں ان سب سے بغض و کینہ ہے اوران کی توہین وتذلیل ان کو خوش آتی ہے بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بدترین خلائق ہونے کافر ہونے کافروں میں بھی بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی ردوکد کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی وہابیت کے متعلق یہ فضا تھی جس میں میں نے پرورش پائی"۔

(آزاد کی کہانی خود آزاد کی زبانی:ص 278،279)

ظاہر ہے کہ وہابیت کے اس مکروہ تصور کو ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی اپنے لیے قابل قبول تصور نہیں بناسکتا۔اہل بدعت کی اسی سوچ اور تصور کے مقابلے میں علمائے اہل السنت والجماعت نے خود پر وہابیت کے الزام جس سے مقصود درپردہ اس قسم کے مکروہ عقائد کی نسبت تھی ہمیشہ سے سخت تردید کی اور ہم اب بھی کرتے ہیں۔

الحمد للہ یہاں تک تو ہم نے کھل کر وضاحت کر دی کہ ہماری طرف وہابیت کی نسبت محض افتراء اور غلط ہے ہم اہل السنت والجماعت اور فروع میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں ہمارے اکابر نے اگر بعض مقامات پر خود کو وہابی کہا ہے تو وہ بھی بطور طنزاً تعریضاً ایسا کہا اس کے ہرگز یہ معنی نہ تھے نہ ہیں کہ معروف معنی میں بھی وہ وہابی ہیں، معاذ اللہ۔ دیکھیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب ایک معروف شعر ہے:

ان کان رفضا حب آل محمد	فلیشھد الثقلان انی رافضی

[ترجمہ] اگر آل محمد کی محبت رافضیت ہے تو اے جن وانس گواہ رہو میں رافضی ہوں۔

اب کوئی اس شعر کی بنیاد پر کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ رافضی تھے حالانکہ وہ اپنی رافضیت پر گواہ بھی قائم کر رہے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ امام صاحب تو تعریضاً ایک بات کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نے اہل بیت سے محبت کو رافضیت کا نام دے دیا ہے تو ٹھیک ہے مجھے رافضی سمجھو مگر میں اہل بیت کی محبت نہیں چھوڑ سکتا۔ یہی ہمارے اکابر کا مقصود تھا کہ اگر تم نے سنت کی دعوت بدعات رسومات وخرافات سے منع کرنے کو ''وہابیت'' سمجھ لیا ہے تو ہم وہابی ہی سہی مگر دعوت توحید وسنت نہیں چھوڑ سکتے۔

بریلوی علماء کا اقرار کے دیوبندی وہابیت کے مخالف ہیں:

مولوی غلام مہر علی لکھتا ہے:

''اگر وہابیوں کو برا کہنا ہی پیٹ پرستی ہے اور دنیا پرستی کی دلیل ہے تو پھر فیروز الدین صاحب کے سب اکابر دیوبندی مولوی بھی حرام خور ثابت ہوں گے''۔

(دیوبندی مذہب: ص 137)

ظاہر ہے کہ یہ حرام خوری اسی صورت میں ثابت ہو سکتی ہے جب اکابر دیوبند نے وہابیوں کو برا بھلا کہا ہو۔

مولوی حسن علی رضوی آف میلسی لکھتا ہے:

''علاوہ ازیں جس طرح علماء اہلسنت کو علماء نجد کے ساتھ اعتقادی اختلافات ہیں اسی

طرح علماء دیوبند کو بھی علماء نجد و محمد بن عبد الوہاب سے شدید اختلاف و نفرت ہے لہٰذا اگر علماء اہلسنت کا نجدی سعودی مکتب فکر سے اختلاف کوئی گناہ ہے تو خود اکابر علماء دیوبند بھی اس گناہ کے مرتکب ہیں ......علماء دیوبند علماء نجد کے ساتھ اپنے اکابر دیوبند کا شدید اختلاف و نفرت ملاحظہ کریں"۔

(رضائے مصطفیٰ: جمادی الاخریٰ 1407ھ: ص 3،2)

جب پاکستان میں اپنے لوگوں سے نذرانے وصول کرنے ہوں تو دیوبندی وہابی بن جاتے ہیں اور جب سعودی عرب کو مشترکہ طور پر گالیاں دینے کا موقع تلاش کرنا ہو تو دیوبندی وہابیوں کے شدید مخالف بن جاتے ہیں عجیب منافقت ہے۔اب آتے ہیں ان حوالوں کی طرف جس کو کاشف اقبال رضا خانی نے پیش کیا۔

نوٹ: یہ تمام حوالہ جات مولوی کاشف اقبال صاحب نے مولوی غلام مہر علی رضا خانی کی کتاب "دیوبندی مذہب صفحہ 133 تا 135 سے سرقہ کیے ہیں۔

پہلا حوالہ: مولوی اشرف علی تھانوی کہتے ہیں کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جاویں۔افاضات الیومیہ: ج ۲ ص ۲۵۰"۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص 37)

جواب: حضرت حکیم الامت مجدد دین وملت رحمۃ اللہ علیہ کا پورا ملفوظ اس طرح ہے:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ہمارے اکابر اہل بدعت کی مذمت میں غلو نہیں فرماتے تھے کیونکہ یہ اہل بدعت اگر اپنے علماء کے کہنے سے غلطی اور دھوکا میں ہیں تو معذور ہیں اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور اگر قصداً ایسا کرتے ہیں تو مواخذہ فرمائیں گے ہم کیوں اپنی زبان کو گندہ کریں اس لیے بزرگوں کو کچھ زیادہ کہتے ہوئے یا لکھتے ہوئے نہیں دیکھا پھر فرمایا کہ میں تو کہا کرتا ہوں اگر میرے پاس دس ہزار روپیہ ہو سب کی تنخواہ کر دوں پھر دیکھو خود ہی سب وہابی بن جائیں اہل باطل کے پاس روپیہ وافر ہے اس کے لالچ میں ان کی خواہش کی موافقت کرتے ہیں اہل حق بیچاروں کے پاس روپیہ کہاں مگر

اس پر بھی ان کو شب و روز و ان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا کا مشاہدہ ہوتا ہے‘‘۔

(ملفوظات حکیم الامت: ج 2 ص 202 ملفوظ نمبر 359)

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی بات بالکل صاف اور واضح ہے کہ چونکہ اہل بدعت اہل باطل بریلویت رضاخانیت کے پاس ان کے انگریز آقا کی طرف سے روپیہ پیسہ وافر مقدار میں آتے ہیں اس لیے جاہل لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں کہ دنیوی منفعت ہوگی اور اہل حق کو وہابی کہہ کر بدنام کرتے ہیں چونکہ نہ وہابیت کا مسئلہ ہے نہ حنفیت دیوبندیت کا مسئلہ، اصل مسئلہ پیٹ کا ہے اس لیے اگر ابھی ان نام نہاد اہلسنت کی تنخواہ باندھ دوں تو خود بخود سارے وہابی بن جائیں پھر وہابیت پر سارے فتوے بھول جائیں گے اس وقت سب سے بھلی چیز ان کو وہابیت ہی نظر آئے گی۔

دوسرا حوالہ: نجدی عقائد کے معاملہ میں اچھے ہیں ۔افاضات الیومیہ: ج ۴ ص ۳۳ ؍ یہی تھانوی صاحب نجدی عقائد کو پختہ بتلاتے ہیں کہتے ہیں کہ خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جس کی بناء پر یہ کہا گیا ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں ۔افاضات الیومیہ: ج ۴ ص ۵۲۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص 38)

جواب: ملفوظات کی پوری عبارت اس طرح ہے:

’’ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت عرفات میں اب خطبہ نہیں ہوتا تو فرمایا یہ کیوں یہ تو سنت ہے اور پھر نجدیوں کو اتباع سنت کا دعوی ہے پھر سنت کو کیوں ترک کیا عرض کیا وہ عرفات میں نجدی روتے تو بہت ہیں فرمایا رونا تو خطبہ کا قائم مقام نہیں ہوسکتا خطبہ کا ٹھیک طریقہ تو جب تھا کہ روتے بھی اور خطبہ بھی ہوتا اور بے خطبہ رونا تو ایسا ہے جیسے ایک میانجی بے محل روئے تھے، ایک میانجی متوسط الحال شخص کے ہاں بچے پڑھانے پر ملازم تھے وہ شخص کہیں باہر جا کر پانچ سو روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے انہوں نے گھر اطلاعی خط بھیجا میانجی کے سوا اور کوئی خط پڑھنے والا نہ تھا گھر والوں نے میانجی کو خط

پڑھنے کے لیے دیا خط پڑھ کر میانجی نے رونا شروع کر دیا گھر والوں کو پریشانی ہوئی اور وجہ پوچھی کہا کہ وجہ تو بعد میں بتاؤں گا پہلے تم بھی روو، وہ بھی رونے لگے غل مچا محلہ والے سن کر آگئے رونے کی وجہ پوچھی ،میانجی نے کہا تم بھی روو، محلہ والے بھی رونے لگے پھر لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا تو میانجی نے کہا خط میں لکھا ہے میاں پانچ سو روپیہ کے ملازم ہو گئے تو لوگوں نے کہا اس میں رونے کی کیا بات ہے یہ تو خوش ہونے کی بات ہے، کہنے لگے نہیں رونے ہی کی بات ہے چنانچہ سنو! میں تو یوں رویا کہ اب وہ بچوں کو انگریزی پڑھائیں گے، بجائے میرے کسی ماسٹر کو مقرر کریں گے ،میرا روزگار گیا، اور گھر والوں کے رونے کی یہ بات ہے کہ بجائے ان کے اب وہ کسی میم صاحبہ کو لائیں گے ان کے روٹی کپڑے میں کھنڈت پڑے گی، اور اہل محلہ کے رونے کی یہ بات ہے کہ میاں کو موٹر کے لیے اور گھوڑوں کے لیے مکان اور اصطبل کی ضرورت ہوگی تو اہل محلہ ہی سے یہ مکانات خالی کرائے جائیں گے اس لیے سب کو رونا چاہیے ،میانجی تھے بڑے دوراندیش کیا جوڑ لگایا ہے ۔تو بعض رونا بھی بے جوڑ ہوتا ہے بندۂ خدا خطبہ کیوں ترک کر دیا سنت کو تو بدعت نہیں کہہ سکتے خدا معلوم کیا ذہن میں آیا ہوگا جن کی بنیاد پر یہ کیا گیا، ویسے تو عقائد میں نہایت ہی پختہ ہیں ،ہاں ایک کمی ہے جس کو میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ نجدی ہیں تھوڑے سے وجدی بھی ہوتے تب بات ٹھیک ہوتی ۔خشک زیادہ ہیں کھرا پن ہے''۔

(ملفوظات: ج 4 ص 28 ملفوظ نمبر 50)

ترجمان رضاخانیت نے کس قدر دھوکا دہی ،فراڈ ،اور دجل سے کام لیا ہے ۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تو ان نجدیوں کا رد کر رہے ہیں اس آدمی نے الٹا حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ پر الزام لگا دیا کہ نجدیوں کی حمایت کر رہے ہیں انہیں اچھا کہہ رہے ہیں ۔اگر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو عقیدہ میں پختہ کہہ دیا تو یہ کہاں لکھا ہوا کہ ایسا کہنے والا حنفیت سے نکل کر نجدیت میں داخل ہو جاتا ہے؟ کیا مرزائی اپنے عقائد پر پختہ نہیں تو کیا رضاخانی اب

مرزائی بن گئے؟

دوسرا اور تیسرا: اس کے بعد کاشف اقبال رضاخانی صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کے حوالے دیئے کہ وہابی متبع سنت کو کہتے ہیں اور محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کے عقائد اچھے تھے۔ یہ حوالہ جات ماقبل میں نقل کیے جاچکے ہیں اور ان کی وضاحت بھی ہو چکی ہے لہٰذا مکرر یہاں ان پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

چوتھا حوالہ: ''پھر مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنا اور وہابیہ کا عقائد میں متحد ہونا بتلایا ہے لکھتے ہیں کہ: عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں (فتاویٰ رشیدیہ: ص62) ایک جگہ اور لکھا ہے: عقائد سب (مقلد و غیر مقلد) کے متحد ہیں اعمال میں فرق...... ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ: ص266)''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص38)

جواب: ہم آپ کے سامنے اولاً مکمل سوال و جواب نقل کرتے ہیں اس کے بعد اپنی معروضات عرض کریں گے:

''سوال: مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج از اہل سنت جانتے ہیں اور لا مذہب کہتے ہیں آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں؟ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں گو بعض جزئیات میں یا اکثر میں تخالف ہو تو یہ کچھ ایسا امر نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کو ایسا گمان کیا جائے جواب بطور بسط کے ارقام فرمائیں کیونکہ ایک عالم ان کو لعن طعن کرتا ہے اور بدتر فاسقین سے جانتا ہے۔ فقط۔

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں اور نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت سے کہنا بھی سخت بے جا ہے عقائد میں سب متحد مقلد غیر مقلد ہیں البتہ اعمال میں مختلف ہوتے

ہیں ۔واللہ تعالیٰ اعلم“۔

(فتاویٰ رشیدیہ:62۔تالیفات رشیدیہ:ص208)

جواب کااول جملہ”بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں“خود بتارہا ہے کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے غیر مقلدین حضرات کے عقائد پوری طرح نہیں آئے تھے مولانا نذیر حسین صاحب کے متعلق اگرچہ منفی خبریں ان تک پہنچی مگر ان کے بالمقابل دیگر حضرات سے ان کی تعریف بھی پہنچی لہٰذا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ حضرت کے سامنے پوری صورتحال واضح نہ تھی اور چونکہ اس وقت زیادہ زور قرأت خلف الامام ،بیس رکعات تراویح،اور تقلید پر تھا جیسا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ان پر مستقل کتاب بھی لکھی ہے تو حسن ظن یہی رکھا کہ چونکہ یہ حضرات خود کو مسلمان اور عامل بالحدیث کہتے ہیں اس لیے ان کے عقائد بھی اہل سنت کی طرح ہوں گے اور شوافع کی طرح صرف فروع میں احناف کے ساتھ اختلاف ہے اسی لیے عقائد میں دونوں کو متحد کہہ دیا مگر جیسے جیسے ان کی حقیقت کھلتی گئی حضرت کا موقف بھی سخت ہوتا گیا۔چنانچہ بعد میں ان کا فتویٰ یہ تھا:

”کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ زید آمین پکار کر تو نہیں پڑھتا مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا نہایت مداح ہے یہاں تک کہ جو اشتہار درباره گرفتاری ان کی مکہ معظمہ میں مشتہر ہوا تھا اس نے اس کو پھاڑ ڈالا اور حنفیوں کو اور غیر مقلدوں کو برا کہنے والے کو برا جانتا ہے پس ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط۔

الجواب:جو مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے بے شک غیر مقلد ہے اور اس کی امامت درست نہیں اول تو ان لوگوں کے عقائد واعمال وہ ہیں جو جامع شواہد میں لکھے ہیں جس سے ان کا فاسق اور مبتدع ہونا معلوم ہوتا ہے دوسرے یہ فرقہ تعصب کر کے خواہ مخواہ اعمال میں مخالفت حنفیوں کی کرتے ہیں بہت سے افعال ایسے ہیں کہ اس سے نماز فاسد ہوتی ہے عندالحنفیہ تو ایسے شخص کے امام بنانے میں اپنی نماز کا خراب کرنا ہے لہٰذا ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔واللہ تعالیٰ اعلم“۔

(باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ص 164)

حضرت کی سوانح تذکرۃ الرشید میں بھی غیر مقلدین حضرات کے متعلق ایک تفصیلی فتویٰ ہے جس سے صورتحال مزید واضح ہو جاتی ہے:

''زید اپنے آپ کو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمدورفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقائد غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدین پر تہمت کی ہے زید مذکور اکثر بلکہ ہمیشہ غیر مقلدین کے ساتھ شریک ہو کر ان کی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفیہ کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مداح کرنے والے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہوسکتا ہے میں تو حنفیہ کی کتابوں سے رافضی اور خارجی کی امامت کا ثبوت دے دوں ایسے شخص کی امامت اور وعظ سننا جائز ہے یا ناجائز شرح قول فیصل تحریر فرما دیجیے کہ نزاع باہمی رفع ہو۔

جواب: غیب کی بات تو اللہ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تقیہ کر کے اکثر اپنے آپ کو حنفی کہہ دیتے ہیں اور وہ واقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبری اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپ کو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو ان کے مقتدی کیسے کچھ ہوں گے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ہنود کہنا معتبر لوگوں سے سنا گیا ہے اور خود مخلص شاگرد ان کے تقلید شخصی کو شرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداح ان کا کس طرح حنفی ہوسکتا ہے یہ دعویٰ اس کا قابل قبول نہیں بظاہر حال اور جامع الشواہد سے لاریب دوسرے غیر مقلدین بھی تبری کہتے ہیں مگر جس رسائل سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے اس میں ہرگز تحریف نہیں چند موقع سے بندہ نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقائد بعض غیر مقلدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ خود اقرار کرتے ہیں پس یہ قول اس کا قابل طمانیت اور حال زید کا

جواس سوال میں درج ہے بظاہراس کے غیر مقلد ہونے کی تصدیق کرتا ہے۔اور یہ کہنااس کا کہ حنفیہ سے صحت امامت رافضی اور خارجی کی دیتا ہوں غلط ہے یہ بھی دلیل اس کے غیر مقلد ہونے کی ہے۔جو رافضی خارجی کفر کے درجے میں ہیں ان کی امامت کہیں نہیں لکھی اور جو فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ کو نہیں پہنچا اس کی امامت کراہت تحریمہ ہوجاتی ہے اور اس کے امام بنانے والا برضا گناہ گار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے تھے۔پس غیر مقلدین اس وقت کے جیسا کہ صاحب شواہد نے نقل کیالا اقل کے فاسق ہوں گے اور جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو شرک بناتے ہیں بے شک فاسق ہیں سو ان کی امامت مکروہ تحریمہ ہے اور دانستہ ان کو امام بنانا حرام ہے اگرچہ نماز مقتدیوں کی بکراہت تحریمہ ادا ہوجاوے اور نماز بھی جب ادا ہو کہ کوئی مفسد نماز نہ ہووے ورنہ اس گروہ کو اس سے بھی باک نہیں ہے قے ہونے اور خون نکلنے سے یہ لوگ وضو نہیں کرتے اور ان کو ناقض وضو نہیں جانتے بھلا اگر ایسے وضو سے امام ہوں گے تو حنفیہ کی نماز کب ان کے پیچھے درست ہوسکتی ہے۔گنگوہ میں ایک غیر مقلد نے اول فرض ظہر کو جمعہ کے دن تنہا قبل جمعہ کے پڑھا پھر بے خبری میں جو مولوی جان کر ان کو لوگوں نے امام جمعہ بنادیا تو جمعہ لوگوں کو پڑھادیا اور پھر لوگوں سے خود اقرار اس قصہ کا کیا۔اب دیکھو تقیہ اور دھوکا دہی ان کا کام ہے جو عالم ہیں اور مولوی برکت علی شاگرد نذیر حسین کا تھا حنفیہ کے قاعدہ کے موافق اس کا جمعہ بعد ظہر کے برباد گیا۔یہ حال ہے ان لوگوں کا پس بشرطیکہ کوئی مفسد صلوۃ کا بھی امام غیر مقلد نہ کرے تو بھی ایسے غیر مقلدوں کو جو حنفیہ کو مشرک بتادیں امام بنانا حرام ہے چہ جائیکہ ان پر اعتماد بھی نہ ہو۔اور وہ غیر مقلد عامل بالحدیث جو ہوائے نفسانی سے خالی اور محض لوجہ اللہ انصاف اور صدق سے عمل کریں اور کسی مقلد کو برا نہ کہیں اور سب کو حق پر جانیں ظاہر میں نظر نہیں آتے کوئی مخفی ہوگا۔اس زمانہ کے چھوٹے بڑے پڑھے اور جاہل سب زبان سے تو اپنے آپ کو حنفی بتلاتے ہیں مگر تقلید شخصی شرک

ہی جانتے ہیں اور کہتے ہیں سب دعوے ان کے دروغ اور عند التحقیق فریب معلوم ہوئے ۔پس ایسے شخص کی امامت ہرگز ادا نہ کریں اور ایسے شخص کا وعظ سننا بھی عوام کو نہیں چاہیے کہ مآل اس کا اچھا نہیں اور مآل عدم التقلید بہت بد ہوتا ہے ۔فقط واللہ اعلم‘‘ ۔(تذکرۃ الرشید: ج 1 ص 178، 179 / ادارہ اسلامیات لاہور)

اس فتوے میں حضرت نے اول تو صاف اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ لوگ تقیہ کرتے ہیں اور تقیۃً خود کو حنفی کہتے ہیں اس لیے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے بھی اولاً انہوں نے خود کو حنفی اور اپنے عقائد موافق اہل السنۃ والجماعۃ ہی بتلائے ہوں گے اس لیے حضرت نے یہ کہہ دیا تھا کہ مقلد و غیر مقلد عقائد میں سب متحد ہیں مگر بعد میں جب تقیہ کی چادر اتری اور ان کے حقیقی عقائد سامنے آئے جیسا کہ اس فتوے اور اس سے ما قبل فتوے سے واضح ہے تو سختی سے ان کا رد کیا ان کی امامت کو مکروہ تحریمی اور وعظ سننے کو ناجائز قرار دیا۔ان کو خارج از اہل سنت قرار دے کر بدعتی شمار کیا۔ہمارے دیگر اکابر کا موقف بھی غیر مقلدین کے متعلق یہی ہے کہ ان کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی چنانچہ بطور مثال صرف ایک حوالے پر اکتفا کرتا ہوں:

غیر مقلدین کے ساتھ ہمارا اصولی اختلاف ہے نہ کہ فروعی:

’’نقل معاہدہ اہل حدیث وفقہ مدخولہ عدالت کمشنری دہلی سے گزرا مضمون معلوم ہوا ان جھگڑوں میں بولنے کو لکھنے کو جی نہیں چاہا کرتا کیونکہ کچھ فائدہ نہیں نکلتا ناحق وقت ضائع ہوتا ہے مگر آپ نے دریافت فرمایا ہے ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اس کا مضمون بظاہر صحیح ہے مگر حقیقت میں دھوکا دیا ہے کیونکہ ہمارا نزاع غیر مقلدین سے فقط بوجہ اختلاف فروع و جزئیات کے نہیں ہے اگر یہ وجہ ہوتی تو حنفیہ و شافعیہ کی کبھی نہ بنتی لڑائی دنگا رہا کرتا حالانکہ ہمیشہ صلح و اتحاد رہا بلکہ نزاع ان لوگوں سے اصول میں ہوگیا ہے کیونکہ سلف صالح کو خصوصاً امام اعظم علیہ الرحمۃ کو طعن و تشنیع کے ساتھ ذکر کرتے ہیں اور چار نکاح سے زائد کو جائز رکھتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو درباره تراویح کے بدعتی بتلاتے ہیں اور

مقلدوں کو مشرک سمجھ کر مقابلہ میں اپنا لقب موحد رکھتے ہیں اور تقلید ائمہ کو رسم مثل جاہلان عرب کی کہتے ہیں کہ وہ کہا کرتے تھے وجدنا علیہ آبائنا معاذ اللہ استغفر اللہ خدا تعالیٰ کو عرش پر بیٹھا ہوا مانتے ہیں فقہ کی کتابوں کو اسباب گمراہی سمجھتے ہیں اور فقہاء کو مخالف سنت ٹھہراتے ہیں اور ہمیشہ جویائے فساد وفتنہ انگیزی رہتے ہیں علی ہذا القیاس بہت سے عقائد باطلہ رکھتے ہیں کہ تفصیل وتشریح اس کی طویل ہے اور محتاج بیان نہیں بہت بندگان خدا پر ظاہر ہے خاص کر جو صاحب ان کی تصنیفات کو ملاحظہ فرماویں پر یہ امر اظہر من الشمس ہو جاوے گا پھر اس پر عادت تقیہ کی ہے موقع پر چھپ جاتے ہیں اکثر باتوں سے مکر جاتے ہیں اور منکر ہو جاتے ہیں پس بوجوہ مذکورہ ان سے احتیاط سب امور دینی و دنیاوی میں بہتر معلوم ہوتی ہے''۔(امداد الفتاوی: ج 4 ص 562)

نوٹ: اس فتوے پر مندرجہ ذیل حاشیہ ہے:

''البتہ جس غیر مقلد میں یہ امور نہ ہوں اس کا حکم مثل شافعی المذہب کا ہے''۔

بریلوی اکابر کی طرف سے غیر مقلدین (اہلحدیث) علماء کی تعریف:

بریلوی محقق عصر اور بقول عبد الحکیم شرف قادری ''محسن اہلسنت''، حکیم محمد موسیٰ امرتسری معروف اہلحدیث علماء مولانا عبد اللہ غزنوی اور مولانا عبد الجبار غزنوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا غلام علی صاحب امرتسر کی فضا کو ایک حد تک سازگار بنا چکے تھے کہ مولانا سید عبد اللہ غزنوی مرحوم امرتسر تشریف لے آئے ایک روایت کے مطابق امرت سر میں ان کا ورود مولانا قصوری ہی کی تحریک پر ہوا تھا حضرت مولانا عبد اللہ غزنوی (متوفی سنہ ۱۲۹۸ھ) اور ان کے صاحبزادے مولانا عبد الجبار غزنوی نے اپنی نیک صالحیت اور خدا پرستی کا لوگوں کے دلوں میں خوب سکہ بٹھایا ان کے مسلک سے اختلاف رکھنے والے اہل علم حضرات اور عوام سب اس بات پر متفق رہے کہ یہ لوگ نہایت نیک اور مخلص ہیں اسی طرح مولانا قصوری سے اختلاف رکھنے والے بھی ان کے اخلاص وتقویٰ کے قائل تھے مولانا قصوری اور مولانا غزنوی میں باہمی یگانگت ومحبت کے باوجود دو ایک مسائل میں اختلاف بھی

تھااور وہ صرف علمی اختلاف تھا نہ کہ خلاف''۔(تذکرہ علماء امرتسر:ص40)

ذرااس حوالے پر بھی نظر کرم ہو:

''امرتسر کے علماء کرام سے اہلحدیث مسلک کے مبلغ اول مولانا ابوعبداللہ غلام العلی قصوری تھے ان ہی کی تحریک پر مولانا سید محمد داؤد غزنوی کے جدامجد مولانا سید عبداللہ غزنوی کا امرتسر میں ورود ہوا مولانا قصوری نہایت متقی اور زاہد و عابد انسان تھے ارشاد خداوندی لم تقولون مالا تفعلون کے پابند رہتے ہوئے وہ وعظ و نصیحت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے یہی وجہ ہے کہ ان کو اپنے مقصد میں بہت زیادہ کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری مرحوم مولانا قصوری کے شاگرد ارشد مولانا میر احمد اللہ کے تلمیذ رشید تھے انہوں نے اپنی تصنیف شمع توحید مطبوعہ ۱۹۳۸ء کے آخر میں امرتسر کی بالاجمال تاریخ ذکر کی''۔(تذکرہ علماء امرتسر:ص33)

غور فرمائیں! کہ آپ کے مسلک کے مایہ ناز عالم دین اہلحدیث وہابیوں کے (ایک اہلحدیث عالم اس وقت کی اصطلاح کے مطابق وہابی۔(علماء امرتسر:ص38) کو کس طرح خراج تحسین پیش کررہے ہیں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کو''مرحوم'' لکھ رہے ہیں اب تسلیم کرو کہ ہمارے علماء بھی''وہابی'' اور''وہابی نواز'' تھے اور تقیہ کرکے سنی بنے ہوئے تھے۔انہی مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں:

''مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ مرحوم پر کسی نے قاتلانہ حملہ کیا تھا مگر خوش قسمتی سے بچ گئے اس حملے کی یادگار کے طور پر رسالہ شمع توحید تصنیف فرمائی''۔(تذکرہ علماء امرتسر:ص34)

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ مرحوم۔(تذکرہ علماء امرتسر:ص44)

جو مولانا ثناء اللہ مرحوم کے استاد۔(تذکرہ علماء امرتسر:ص49)

مولوی کاشف اقبال رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''وہابیہ کے شیخ الاسلام ثناء اللہ امرتسری''۔(وہابیت کے بطلان کاانکشاف:ص25)

اسی شیخ الاسلام کو آپ کے علماء''مرحوم'' لکھ رہے ہیں۔مولانا غلام اللہ قصوری کے تذکرے

میں لکھتے ہیں:

''مولانا کے زمانہ قیام امرتسر میں حنفی وہابی کا جھگڑا بہت زوروں پر تھا مولانا خود بڑے متشدد حنفی تھے مگر آپ نے ہمیشہ اس قسم کے مناظروں اور مباحثوں سے احتراز کیا وہ اس قسم کی بحثوں کو جمعیت اسلامی کے لیے سخت مہلک سمجھتے تھے''۔(تذکرہ علماء امرتسر:ص75)

حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی مرحوم کے مرید وخلیفہ مولانا انوار احمد صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا علیہ الرحمۃ بڑے عالی ظرف اور معتدل مزاج صوفی بزرگ تھے فرقہ بندی اور پارٹی بازی وغیرہ قسم کے گھٹیا خیالات سے آپ کو دور کا تعلق بھی نہیں تھا ان کے اساتذہ کرام اور مشائخ عظام حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی مولانا علامہ احمد حسن کانپوری حضرت رحمت اللہ کیرانوی ثم مکی حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور حضرت شاہ ابوالخیر دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ کا جیسا معتدل مسلک تھا ویسا ہی ان کا تھا بریلوی دیوبندی اور وہابی قسم کے جھگڑوں کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے''۔

(تذکرہ علماء امرتسر:ص106)

لوجی! اس آدمی نے تو کمال ہی کر دیا اور رضاخانیت کا جنازہ نکال دیا کہ یہ سارے مشائخ دیوبندی بریلوی وہابی اختلافات کو ہرگز پسند نہ فرماتے تھے۔ بریلوی مسعود ملت پروفیسر مسعود صاحب اپنے والد بریلوی مفتی اعظم مفتی مظہر اللہ دہلوی کے متعلق لکھتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے اساتذہ گرامی نواب قطب الدین ؒ اور مولوی نذیر حسین صاحب ؒ اپنے عہد کے جید علماء میں شمار کیے جاتے تھے''۔(تذکرہ مظہر مسعود:ص17)

پروفیسر مسعود احمد صاحب نذیر حسین دہلوی صاحب جن کے متعلق حنیف قریشی لکھتا ہے:

''بانی جماعت اہلحدیث امام غیرمقلدین نذیر حسین دہلوی''۔(گستاخ کون:ص67)

اور کاشف اقبال رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''وہابیہ کے محدث نذیرحسین دہلوی''۔(وہابیت کے بطلان کاانکشاف:ص19)

مولوی نذیرحسین دہلوی کو''رحمۃ اللہ علیہ''اور''جید علماء'' میں شمار کررہے ہیں۔اور خواجہ غلام فرید چاچڑاں جن مولوی نذیرحسین دہلوی کے متعلق فرماتے ہیں:

''قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیرحسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں وہ کیسے آدمی تھے آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں ہے نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے اگرچہ لوگ ان کو منہ پر برا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے یہ بات کس میں ہے اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہوچکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں حتی کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو''۔
(مقابیس المجالس:ص796)

پانچواں حوالہ: المہند کا دیا جس کی تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہے۔

چھٹا حوالہ: وہابی ہونا تو اہل دیوبند کے لیے عظیم نعمت ہے لکھا ہے کہ چاہے فاسق یا بے غیرت کہے کہیں یا وہابی یا بے علت کہیں اپنے حق میں صیقل زرنگار ہے۔(تقویۃ الایمان وتذکرۃ الاخوان:ص352)۔(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف:ص39)

جواب: کتاب کا نام تذکرۃ الاخوان نہیں تذکیر الاخوان ہے جو بعض ناشرین نے تقویۃ الایمان کے ساتھ چھاپ دی ہے۔ یہ کتاب مولانا محمد سلطان شاہ صاحب مرحوم کی ہے نہ کہ شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ان کا مقصود بھی تعریضاً یہ بات کرنا ہے کہ اگر رسومات سے منع کرنے کی وجہ سے تم ہمیں وہابیت کا طعنہ دو تو ہمیں یہ منظور ہے۔

ساتواں حوالہ: پھر تھانوی کے نزدیک ان کے ہاں نہ جانے کتنی قوت ہے کہتے ہیں کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں...... یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ

بھیڑیئے کو اپنی قوت معلوم نہیں"۔افاضات الیومیہ:ج 7ص 82۔(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف:ص39)

جواب: پورا ملفوظ ملاحظہ ہو:

"ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ ایک صاحب بصیرت و تجربہ کہا کرتے تھے کہ ان دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی قوت معلوم نہیں یہ اپنے آپ کو ہیچ در ہیچ ناکارہ سمجھتے ہیں مخالفین کو ان کی قوت معلوم ہے یہی وجہ ہے کہ مخالفین ان پر حسد کرتے ہیں یہ ایسی بات ہے جیسے مشہور ہے کہ بھیڑیئے کو اپنی قوت معلوم نہیں"۔

(ملفوظات:ج7ص 97 ملفوظ نمبر 112)

اب کوئی اس عقل وخرد سے عاری شخص سے پوچھے کہ آخر اس میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے کب اپنے آپ کو وہابیوں کا مقلد یا اپنی حنفیت کا انکار کیا ہے؟اس میں تو صرف یہ کہا ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کو اپنی طاقت کا علم نہیں اور واقعی بات درست ہے کہ الحمد للہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند صرف تھوک دیں تو یہ رضاخانی اسی میں بہہ جائیں۔ان رضاخانیوں نے کبھی مردمیدان بن کر اہل حق کا مقابلہ وسامنا نہ کیا کبھی روافض،تو کبھی سیکولر وجمہوری لادین حکومتوں تو کبھی انگریز کی پشت پناہی اور ان کے ڈالروں کے بل بوتے پر آستین کا سانپ بن کر اہل حق کو ڈسا اور مٹانے کی ناکام کوشش کی۔

دیوبندیوں کے نزدیک چار مصلے برے ہیں:

آٹھواں حوالہ: مندرجہ بالا عنوان لگا کر رضاخانی ترجمان لکھتا ہے:دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی اہل سنت کے چار مصلے برے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ البتہ چار مصلے کو مکہ معظمہ میں مکرر کیے ہیں یہ امر زبوں ہے۔(سبیل الرشاد:ص 21۔تالیفات رشیدیہ:ص 517)"۔

(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف:ص39۔انوار شریعت:ج2ص 319)

جواب: پہلے آپ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں اس کے

بعد ہم آپ کے سامنے رضاخانیوں کا دجل ظاہر کریں گے:

''البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مکرر کیے ہیں لاریب یہ امر زبوں ہے کہ تکرار جماعت و افتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں''۔

(تالیفات رشیدیہ:ص 517)

رضاخانیوں نے یہ دھوکا دینے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ مکہ معظمہ میں جو چار مصلے حنفی، مالکی، حنبلی، شافعی کے ہیں جن پر ہر مسلک والا اپنے ہم مسلک امام کی اقتداء میں نماز پڑھتا تھا یہ سب اہل سنت معاذ اللہ برے ہیں حالانکہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقصود ہرگز نہیں اور ہو بھی کیسے سکتا ہے کہ وہ اپنی اسی کتاب ''سبیل الرشاد'' میں زور وشور سے ائمہ مجتہدین اور حنفی، حنبلی، شافعی، مالکی مسالک کا دفاع کر رہے ہیں ۔ملاحظہ ہو ذرا غیر مقلدین کے ایک اعتراض کا جواب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے:

''پس صحابہ کا طریقہ اوران کی اتباع راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ ہے لہٰذا جملہ مجتہدین اوران کے اتباع اور جملہ محدثین فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعۃ ہو گئے بحکم حدیث صحیح ۔البتہ جو جہال کے محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوش وتعصب میں طعن وتشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحدیث بزعم خود ہو کر فقہاء مجتہدین راسخین پر سب وشتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبط عن النصوص کو بنظر حقارت دیکھ کر زشت و زبوں جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہلسنت اور متبع ہوائے نفسانی اور داخل گروہ اہل ہوا کے ہیں فقط......اور حنفی اور شافعی وغیرہ القاب میں کوئی گناہ یا کراہت نہیں کیونکہ یہ سب مجتہدین محمدی ہیں کہ متبع سنت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہیں سو جو حنفی ہے مثلاً وہ موحد بھی ہے اور محمدی بھی ہے اور حنفی کے یہ معنی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو وہ اعلم وافضل جانتے ہیں اور دیگر ائمہ کو بھی علی الحق عقیدہ رکھتے ہیں اور علی ہذا شافعی وغیرہ اور یہ لقب برابر علمائے اہل حق میں قدیم سے شائع ہو رہا ہے بلانکیر کہ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا اور خیر القرون میں بھی بایں معنی

تلقب ثابت ہوا ہے کہ علوی اس شخص کو بولتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل جانتا تھا عثمانی اس کو کہتے تھے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل جانتا تھا چنانچہ صحیح بخاری میں یہ لقب بایں معنی موجود ہے۔ پس جب نظیر اس کی موجود ہے تو اس پر اعتراض کرنا اوراس کو بدعت جاننا کام اہل علم کا نہیں البتہ عوام اور نادان اپنے جہل کے سبب ایسے کلام کیا کرتے تھے۔ آخر لقب محمدی کرنا بھی تو خود اسی فرقہ کا ایجاد ہے کسی حدیث سے اس کا حکم جواز استخراج کرسکتے ہیں؟ اور اگر وہ اس لفظ کو بوجہ اتباع فخر عالم علیہ السلام کے بتاتے ہیں تو چونکہ صحابہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال مختلفہ سے ابوحنیفہ وشافعی وغیرہما مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم نے اپنا مذہب خود مقرر کیا ہے تو حنفی ہونے کا لقب بھی اسی پر قیاس کر لیجیے کہ بوجہ اتباع ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وشافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ٹھہرا ہے اور اتباع ائمہ نہیں مگر اتباع صحابہ وفخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پھر اس تلقب میں کیا عجب ہوسکتا ہے"۔

(سبیل الرشاد مندرجہ تالیفات رشیدیہ: ص515 تا517)

اللہ اکبر! جو شخص اتنے زور وشور سے براہین عقلی ونقلی سے حنفیت کو ثابت کررہا ہو ان کی طرف نسبت کو بیان کررہا ہو اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ ان کو برا کہہ رہے ہیں عوام کو دھوکا دینا نہیں تو اور کیا ہے۔ رضاخانی نے جو عبارت پیش کی اس میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مقصود صرف اتنا ہے کہ یہ جو طریقہ چل پڑا کہ چار دفعہ ایک جماعت ہوتی ہے حنفی حنفی کے پیچھے، مالکی مالکی کے پیچھے، شافعی شافعی کے پیچھے، حنبلی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں یہ طریقہ درست نہیں ایک تو اس سے امت مسلمہ کی جو عظیم اجتماعیت کا مظاہرہ عالم اسلام کے اس مرکز میں ہوتا ہے اسے گزند پہنچتی ہے دنیا کے سامنے یہ اثر جاتا ہے کہ یہ مسلمان تو ایک دوسرے کے پیچھے نماز تک پڑھنے کے لیے تیار نہیں یہ اثر ابھرتا ہے کہ گویا ہم ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتے ہیں معاذ اللہ۔ پھر جب دوسرے مسلک والا نماز پڑھ رہا ہو تو پہلے مسلک والے کو باوجود جماعت ہونے کے انتظار میں بیٹھے رہنا پڑتا ہے ثالثاً ایک ہی مسجد میں تکرار جماعت ہورہی ہوتی ہے۔ اب جواب دیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کون سی قرآن وحدیث کے خلاف بات کہہ

دی ہے؟

علماء احناف رضاخانی فتوے کی زد میں:

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"ذکر العلامة الشیخ رحمه الله السندی تلمیذ المحقق ابن الهمام فی رسالته ان مایفعله اهل الحرمین من الصلوة بأئمة متعددة و جماعات مترتبة مکروه اتفاقا و انه نقل عن بعض مشائخنا انکاره صریحا حین حضر الموسم بمکة سنة احدی و خمسین و خمس مائة منهم الشریف الغزنوی و انه افتی الامام ابو القاسم الحبان المالکی سنة خمسین و خمس مائة بمنع الصلوة بأئمة متعددة و جماعات مترتبة و عدم جوازها علی المذهب العلماء الاربعة و رد علی من قال بخلافه و نقل انکار ذالك عن جماعة من الحنفية والشافعية والمالكية حضرو الموسم سنة احدی و خمسین و خمس مائة"۔

(فتاویٰ شامی: ج2 ص289 ر و منحۃ الخلق حاشیۃ البحر الرائق: ج1 ص366 ر دار الکتاب الاسلامی)

[ترجمہ] محقق ابن الہمام کے شاگرد علامہ سندھی نے اپنے ایک مستقل رسالے میں لکھا کہ یہ جو اہل حرمین کرتے ہیں متعدد ائمہ اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز پڑھنے کو بالاتفاق مکروہ کہا اور ہمارے بعض مشائخ (حنفیہ) میں سے جن میں سے ایک شریف غزنوی ہے اس عمل کا صریح انکار کیا جبکہ وہ ۵۵۱ھ میں حج کے موقعہ پر مکہ مکرمہ پہنچے ۔اور بلاشبہ ابو القاسم الحبان المالکی نے ۵۵۰ھ میں اس طرح متعدد (مسالک کے) امام اور پے در پے جماعتوں کے ساتھ نماز کے ناجائز اور ممنوع ہونے کا مذاہب اربعہ کی رو سے فتویٰ دیا اور ان لوگوں کی تردید کی جو اس کے خلاف کہتے ہیں ۔

رضاخانی ملاحظہ فرمائیں کہ کن کن ائمہ اربعہ نے اس فعل کی مذمت بیان کی اور کتنے علماء

اسلام مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے پیچھے کھڑے ہیں تمہارا فتویٰ کن کن مقدس ائمہ پر لگ رہا ہے۔

آج پوری دنیا کا عمل محدث گنگوہی ؒ کے فتویٰ پر ہے:

الحمد للہ! اللہ نے اپنے اس ولی کامل کی خواہش کو پورا کیا اور آج پوری دنیا کے مسلمانوں کا عمل حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے پر ہے اور ہر مسلک والا (سوائے رضا خانی مذہب کے) مسلمان خانہ کعبہ میں ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھ کر جمعیت اسلامی کا عظیم الشان مظاہرہ کرتے ہیں اور احمد رضا خان کے ہندوستانی دین و مذہب کے ماننے والے ان سے الگ ہو کر ''من شذ شذ فی النار'' کے مصداق ہیں۔

احمد رضا خان نے چار مصلے ہونے کے باوجود حنفی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا تھا:

مولانا احمد رضا خان بریلوی صاحب کہتے ہیں:

''نماز صبح کے سوا کہ ہمارے نزدیک اس میں اسفار یعنی وقت خوب روشن کر کے پڑھنا افضل ہے اور شافعہ کے نزدیک تغلیس یعنی خوب اندھیرے سے پڑھنا، تین مصلوں پر نماز پہلے ہو جاتی ہے اور مصلائے حنفی پر سب کے بعد باقی چار نمازیں سب سے پہلے مصلائے حنفی پر ہوتی ہیں۔ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وقت عصر دو مثل سایہ گزر کر ہے اس کے بعد نماز حنفی ہوتی ہے اس کے بعد باقی تین مصلوں پر۔ وہ لوگ اپنے لیے اسے بہت تاخیر سمجھتے، آخر کوشش کر کے حنفیہ سے یہ کرا لیا کہ تمام عصر مطابق قول صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما مثل دوم کے شروع میں پڑھ لیں اس بار کی حاضری میں یہ جدید بات دیکھی اگرچہ کتب حنفیہ میں یہاں قول صاحبین پر بھی بعض نے فتویٰ دیا مگر اصح واحوط و اقدم قول سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور فقیر کا معمول ہے کہ کسی مسئلہ میں بے خاص مجبوری کے قول امام سے عدول گوارا نہیں کرتا جس کی تفصیل جلیل میرے رسالے اجلی اعلام بان الفتوی مطلقاً علی قول الامام میں ہے

اذاقال الامام فصدقوہ فان القول ماقال الامام

ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی وشیبانی میں اس بار جماعت میں بنیت نفل شریک ہوجاتا اور فرض عصر مثل دوم کے بعد میں اور حضرت مولانا شیخ صالح کمال حضرت مولانا سید اسمٰعیل و دیگر بعض محتاطین حنفیہ اپنی جماعت سے پڑھتے''۔(ملفوظات: حصہ دوم،ص 144)

لیجیے!!! آپ کے اعلیٰ حضرت تو وہاں حنفی مصلے پر بھی فرض نماز پڑھنے کو تیار نہیں اور وہاں بھی اپنی تجدد پسندی اور اختلافی وافتراقی مزاج کی وجہ سے ''من شذ شذ فی النار'' کے مصداق اپنی الگ جماعت کروار ہے ہیں۔

علماء وائمہ حرمین پر رضاخانیوں کے کفر کے فتوے:

بریلوی شیخ الحدیث فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''امام حرم (مکہ معظمہ ومدینہ طیبہ) ہمارے دور میں وہابی عقائد سے منسلک ہے اسی لیے برے عقیدہ والے کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی ہمارے اسلاف ...... نے کبھی گندے عقیدے والے کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھی''۔(امام حرم اور ہم: پیش لفظ)

مولوی ضیاء الدین رضاخانی لکھتا ہے:

''اس وقت نماز ان کے پیچھے نہیں ہوتی کیونکہ بعض عقائد کفر کی حد تک پہنچے ہوئے ہیں احتیاط اسی میں ہے کہ اپنی نماز اگر ممکن ہوسکے تو الگ جماعت کے ساتھ ادا کرے اور اگر بہتر ہو تو انفرادی طور پر ادا کرے ویسے فساد سے بچنے کے لیے اور مسلمانوں میں بدگمانی سے دور رہنے کے لیے اگر کوئی پڑھتا ہے تو ٹھیک ہے''۔

(امام حرم اور ہم: ص 15)

''مسلمانوں کی بدگمانی سے بچنے کے لیے'' معلوم ہوا کہ ساری دنیا کے مسلمان ائمہ حرمین کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے والے ہندی مشرکین کو برا سمجھتے ہیں۔

مفتی غلام محمد شرقپوری رضاخانی لکھتا ہے:

''امام کعبہ اور امام مسجد نبوی عبد الوہاب نجدی اور دیگر عبارات کفریہ کے قائلین کو اپنا

پیشوا مانتے ہیں اور ان کو کافر نہیں مانتے لہٰذا امام کعبہ اور امام مسجد نبوی کافر ٹھہرے مرتد ٹھہرے اور جو ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے اور ایسے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی ناجائز ہے اور ان کا ذبیحہ مردار ہے"۔

(کیا ہر فرقہ کا ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے؟ ص 22)

مزید تفصیل کے لیے ترجمان مسلک دیو بند حضرت مولانا ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ کی کتاب "دست و گریبان جلد دوم کا مسئلہ اول" پڑھیں ۔مولانا سعید قادری چشتیاں نے اپنی کتاب "تقدیس حرمین" میں پاکستان کے ۴۹ رضاخانی بریلوی مفتیوں کے فتاویٰ کو نقل کیا ہے جس میں انہوں نے لکھا ہے کہ ائمہ حرمین وہابی گستاخ ہیں لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہیں ہوتی جماعت کے وقت بجائے جماعت میں شریک ہونے کے بیت الخلاء آباد کیا کرو ۔مفتی مختار رضاخانی اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ وہاں لاکھوں مسلمان نماز پڑھتے ہیں ائمہ کے پیچھے صرف ہم الگ بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں لاکھوں کے ہجوم میں کسی ایک آدمی کا بیٹھے رہنا اور نماز میں شامل نہ ہونا کئی فتنوں کا باعث ہوگا نظریہ ضرورت کے ماتحت حل یہ ہے کہ جماعت میں عام مسلمانوں کے ساتھ شامل ہو جائے"۔

(تقدیس حرمین: ص 160، 161)

مفتی فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"سوال: حرمین طیبین میں لاکھوں نماز کا ثواب ملتا ہے، جماعت سے نہ پڑھی گئی تو؟
جواب: خود امام کی نماز نہ ہو تو تمہاری نماز کہاں جائے گی لاکھوں کے لالچ میں ایک نماز بھی جائے گی جس کا قیامت میں مواخذہ ہوگا"۔(امام حرم اور ہم: ص 34)

پاکستانی حکومت، فوج و عوام بریلوی فتوے کی زد میں:

رضاخانیوں کے نزدیک سعودی معاذ اللہ وہابی گستاخ ہیں اب ان وہابیوں کے سربراہ شاہ عبد اللہ صاحب مرحوم کا انتقال کچھ عرصہ پہلے ہوا تو ان کے جنازے میں وزیر اعظم پاکستان جناب نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف اور دیگر اعلیٰ سرکاری حکام نے

سعودی عرب جا کرشرکت کی ان کا نماز جنازہ پڑھا۔(روزنامہ ایکسپریس ۔نوائے وقت ۔دنیا۔جنگ کا مین پیج ۲۴ جنوری ۲۰۱۵)

غضب خدا کا خارجیوں کے جنازے میں شرکت دہشت گرد سربراہ کے جنازے میں شرکت!!! رضاخانیو! جوش خطابت کا اظہار کریں۔۔۔!!!

آگے ملاحظہ ہو:

آرمی چیف نے سعودی سفارت خانہ جا کر شاہ عبداللہ کی وفات پر تعزیت کی اور اپنے تاثرات لکھے شاہ عبداللہ کی وفات عالمی سانحہ ہے آرمی چیف ۔

(۲۹ جنوری ۲۰۱۵، ایکسپریس، جنگ، نوائے وقت)

رضاخانیو! وقت اِمتحان ہے ڈریئے مت، موت تو آنی ہے پھر حق کلمہ کہنے کی پاداش میں موت آجائے تو اس سے بہتر موت کیا ہوگی؟ اس لیے ہمت کریں۔ہم امید کرتے ہیں کہ رضاخانی جلد سے جلد خارجیوں کے ان حمایتیوں کے خلاف بھی ایک بیان ریکارڈ کروائیں گے اور اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا تو عوام سمجھ جائے کہ امریکی ڈالروں پر پلنے والے ان جمعراتی مولویوں کو پاک فوج اور پاکستان کی عوام کی نظروں میں علماء دیوبند کی عظمت ہضم نہیں ہورہی ہے اور وطن کی محبت نہیں بلکہ دل کا بغض ایسے بیانات کرنے پر ان کو ابھارتا ہے۔

اسی طرح سعودی یمن کی جنگ میں جب امام حرم حضرت شیخ خالد الغامدی حفظہ اللہ جب پاکستان کے دورے پر آئے تو عوام وحکومت سے انہیں بھرپور پذیرائی ملی ،پاکستانی پارلیمنٹ سے خطاب کیا اور یکم مئی ۲۰۱۵ بروز جمعہ فیصل مسجد میں نماز پڑھائی جس میں وزیر مذہبی امور، صدر ممنون حسین سمیت پیر کرم شاہ کے بیٹے امین الحسنات نے بھی شرکت کی۔

نواں اور دسواں حوالہ: دیوبندی تبلیغی جماعت کے مولوی محمد یوسف واضح دوٹوک کہتے ہیں کہ ہم خود اپنے بارے میں بھی صفائی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم بڑے سخت وہابی ہیں (سوانح مولانا محمد یوسف: ص ۲۰۲ طبع کراچی) دیوبندی محدث اور تبلیغی

جماعت کے شیخ مولوی محمد زکریا بھی واضح طور پر کہتے ہیں مولوی صاحب میں خود تم سے بڑا وہابی ہوں ۔(سوانح مولانا محمد یوسف:ص 204)۔(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف:ص39)

جواب: پوراواقعہ اس طرح ہے:

حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرض الموت میں سب سے بڑا مسئلہ جس نے حضرت کے متعلقین اورا کابروقت کوفکروتشویش میں مبتلا کردیا تھا وہ یہ تھا کہ دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کون کرے گا؟اور دعوت کا وہ کام جو بڑے یقین، درد،سوز اور ذوق وشوق ،انہماک کو چاہتا ہے جو اس وقت بظاہر کسی میں نہیں ہے کیسے چلے گا؟ اس وقت مرکز میں بڑے بڑے بزرگ اور مشائخ جمع تھے،حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری،حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب ،مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی ،حافظ فخر الدین صاحب خلیفہ مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قابل ذکر ہیں ۔ان سب کو اس معاملے میں تشویش وفکر تھی ،اس سلسلہ میں جو کچھ ہوا وہ تفصیل سے مولانا محمد منظور نعمانی نے منضبط کیا ہے درج ذیل ہے ۔انہی کے الفاظ میں اس مسئلہ کے متعلق پڑھیے۔۔۔

’’حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت ،وصال سے دو تین مہینے پہلے اگرچہ بہت نازک شکل اختیار کر چکی تھی،لیکن حضرت کے بعض خاص حالات کی وجہ سے خدام کو ان کی زندگی اور صحت کے بارے میں اچھی امیدیں تھیں ۔مگر دو ہفتے پہلے سے حالت اتنی نازک اور سقیم ہوگئی کہ بظاہر اسباب صحت کے لیے امید کی گنجائش نہ رہی ۔یہ عاجز اور رفیق محترم مولانا علی میاں بھی حضرت کے دوسرے بیسیوں خدام اور محبین کی طرح وہیں مقیم تھے ہم لوگوں کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے ساتھ ساتھ حضرت کی دینی دعوت سے بھی اچھا خاصا تعلق ہوگیا تھا،اس لیے قدرتی طور پر حضرت کی زندگی کے مسئلہ کے ساتھ ہم ان کے بعدان کی دعوت کے انجام کے بارے میں بھی فکر مند تھے ۔ہمارا

احساس یہ تھا کہ جتنے لوگ اس وقت اس دعوت کے کام سے جڑے ہوئے ہیں ان کا تعلق اور ان کی محبت دراصل حضرت کی شخصیت سے ہے۔دعوت سے ان کا تعلق آپ کی اس ذاتی محبت کی وجہ سے ہے اس لیے یہ امید نہیں کہ حضرت کے بعد یہ کام اسی طرح چلتا رہے گا اور جس طرح لوگ حضرت کے سامنے اس کام کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں وہ آپ کے بعد بھی اسی طرح دیتے رہیں گے۔

ایک رات کو اس ناچیز اور رفیق محترم مولانا علی میاں نے اس بارے میں دیر تک غور و فکر اور باہم مشورہ کیا اور ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ حضرت کے بعد اگر یہاں اس دعوتی کام کے مرکز نظام الدین میں کسی ایسی شخصیت کا قیام رہے جس کے ساتھ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی دعوت سے تعلق و محبت رکھنے والے پورے حلقے کو محبت و عقیدت ہو تو پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا اور اس وقت ایسی شخصیت ہماری نظر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ (رحمۃ اللہ علیہ) کی تھی اور ممدوح کی بے انتہاء محبت وشفقت نے ہم لوگوں کو انتہائی محبت وعقیدت کے باوجود کسی قدر بے تکلف بھی کر دیا تھا اس لیے ہم نے یہ طے کیا کہ اس بارے میں حضرت موصوف سے صاف صاف بات کریں اور اصرار کریں کہ وہ ابھی یہ فیصلہ فرمالیں اور ہمیں اس بارے میں مطمئن کر دیں کہ حضرت کے وصال کے بعد ان کے جانشین کی حیثیت سے وہ نظام الدین میں مستقل قیام فرمائیں گے۔ہم نے طے کیا کہ آج صبح ہی حضرت ممدوح سے وقت لے کر تنہائی میں اس مسئلہ پر گفتگو کریں گے۔

صبح صادق ہوئی، فجر کی اذان ہوتے ہی میں حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ نماز کے بعد ایک خاص معاملہ میں آپ سے کچھ عرض کرنا ہے اس کے لیے وقت مقرر فرمادیجیے۔فرمایا کہ نماز کے بعد متصلاً قاری سید رضاء حسن (مرحوم) کی درسگاہ میں بیٹھ جائیں چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت شیخ وہاں تشریف لے آئے اور یہ عاجز بھی حاضر ہوگیا اور اس ناچیز نے مختصر تمہید کے بعد اپنی اور حضرت مولانا علی میاں کی طرف

سے وہ بات عرض کی جورات کے مشورہ میں ہم دونوں نے طے کی تھی۔میں نے عرض کیا کہ حضرت مولانا کے مرض اور ضعف کی رفتار دیکھتے ہوئے اب امید ٹوٹتی جاتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ دل میں یہ فکرا بھر رہی ہے کہ حضرت کے بعداس دینی کام کا کیا ہوگا ہم لوگوں کو اندازہ ہے اور جناب والا کو بھی اس سے غالباً اتفاق ہوگا کہ اس وقت جتنے عناصر کام میں لگے ہوئے ہیں ان سب کا اصل تعلق حضرت والا کی ذات سے ہے اوراس ذاتی تعلق کی وجہ سے وہ اس کام میں جڑے ہوئے ہیں ۔اس کا کافی اندیشہ ہے کہ حضرت کے بعد آہستہ آہستہ یہ شیرازہ منتشر ہوجائے گااور یہ امت کا بہت بڑا خسارہ ہوگا۔ہمارے نزدیک اس کا صرف ایک حل ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت کے بعد جناب والا یہاں قیام کا فیصلہ فرمالیں اور یہ کام جناب کی رہنمائی اور سرپرستی میں ہو۔ہمارا یہ اندازہ ہے اور ہمیں اپنے اس اندازے پر پورا اعتماد ہے اگر ایسا ہوا تو یہ سب عناصر اسی طرح جڑے رہیں گے کیونکہ ان سب کو جناب کے ساتھ بھی الحمدللہ عقیدت ومحبت کا خاص تعلق ہے ۔اسی کے ساتھ ہم نے یہ بھی عرض کیا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو تھوڑے دنوں کے بعد یہ سارا مجمع منتشر ہوجائے گا ۔اور ہم خود اپنے بارے میں صفائی کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ ہم خود بڑے سخت ''وہابی'' ہیں ہمارے لیے اس بات میں کوئی خاص کشش نہیں ہوگی کہ یہاں حضرت کی قبر مبارک ہے،یہ مسجد ہے جس میں حضرت نماز پڑھا کرتے تھے اور یہ حجرہ ہے جس میں حضرت رہا کرتے تھے ۔اوراگر جناب نے یہاں قیام فرمایا تو ان شاء اللہ ہم سب کا تعلق اس کام سے اوراس جگہ سے ایسا ہی رہے گا جیسا آج ہے ۔

حضرت شیخ الحدیث نے میری پوری بات بڑی غور سے سنی اور جب میں اپنی پوری بات عرض کر چکا تو فرمایا۔مولوی صاحب! حضرت چچا جان کی حالت دیکھ کر جوفکر آپ کو ہورہی ہے میرا خیال یہ ہے کہ وہ یہاں سب کو ہورہی ہے اور سب اس سوچ میں ہیں ۔لیکن یہ بات ایسی نہیں کہ ہم اور آپ اس کا کوئی انتظام کرلیں اور وہ ہوجائے ۔اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص بندوں کے ساتھ جو اس کے لیے مرتے مٹتے ہیں یہ ہے کہ وہ ان کی چیز کو

ضائع نہیں فرماتا۔ان کے بعد بھی ان کا کام اور ان کے فیض کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔اکثر و بیشتر تو ایسا ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں کچھ لوگ ان کی محنت و تربیت سے تیار ہو جاتے ہیں اور وہ لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں اور ان سے امید ہوتی ہے کہ اس بندہ کے بعد ان شاء اللہ اس کا سلسلہ اور فیض ان کے ذریعہ جاری رہے گا، مشائخ کے ہاں خلافت واجازت کا سلسلہ دراصل اسی کی ایک عملی اور انتظامی شکل ہے۔خلافت و اجازت کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ان کو شیخ کی نسبت کچھ حاصل ہوگئی ہے۔اور اللہ کے بندوں کو اللہ سے ملانے کا جو کام شیخ سے لیا جارہا ہے وہ ان شاء اللہ ان سے بھی لیا جائے گا۔اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بندے کی عمر بھر کی محنت اور تربیت سے ایک آدمی بھی ایسا بنتا ہو نظر نہیں آتا جس سے توقع کی جاسکے کہ اس کے ذریعہ اس بندے کا جلایا ہوا چراغ روشن رہے گا،لیکن ان بندہ کا وصال ہوتے ہی اچانک اس کے لوگوں میں سے کسی ایک میں غیر معمولی تبدیلی ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ جانے والے کی نسبت دفعتہً اس کی طرف منتقل ہوگئی ہے۔ایسا بہت کم اور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے لیکن جب ہوتا ہے تو نسبت کا یہ انتقال بہت غیر معمولی اور خارق عادت قسم کا ہوتا ہے۔حضرت چچا جان کے لوگوں میں؛ میں کسی کے متعلق نہیں سمجھتا کہ وہ تیار ہو چکا ہے اور ان کے اس کام کو وہ جاری رکھ سکے گا۔اور مجھے اللہ سے پوری امید ہے کہ وہ اس کام کو ضائع نہیں فرمائے گا۔اس لیے مجھے توقع ہے کہ یہاں غالباً دوسری شکل واقع ہونے والی ہے،اللہ تعالیٰ چاہے گا تو کسی کو یہ دولت مل جائے گی اور پھر اس کو تم بھی دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا۔اور پھر یہ کام ان شاء اللہ اسی سے لیا جائے گا۔اگر اللہ تعالیٰ کا فیصلہ میرے بارے میں ہوا تو مجھ سے کسی کے کہنے کی ضرورت نہیں، پھر میں خود یہاں رہوں گا بلکہ اگر تم سب مل کر مجھے نکالنا چاہو گے جب بھی میں یہی رہوں گا۔اور اگر کسی اور کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہوا تو تم بھی اس کو دیکھ لو گے اور میں بھی دیکھ لوں گا، پھر اللہ تعالیٰ اسی سے یہ کام لے گا بس انتظار کرو۔اللہ سے دعا کرو۔اور اگر دیکھو ان میں سے کوئی بات بھی نہیں

ہوئی تو مولوی صاحب ! میں تم سے خود بڑا ''وہابی'' ہوں تمہیں مشورہ دوں گا کہ حضرت چچا جان کی قبر اور حضرت کے حجرہ کے درو دیوار کی وجہ سے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں''۔

(سوانح مولانا محمد یوسف: ص200 تا204)

خلاصہ کلام: دیکھا قارئین کرام! کتنی بڑی بے ایمانی کی اور تمام اقتباس کو سیاق و سباق سے کاٹ کر صرف چند لفظ لکھ دیئے۔ اس طویل گفتگو کو پڑھنے کے بعد آپ آسانی سے اندازہ لگالیں کہ ان بزرگان نے یہ بات بطور ''طنز و مزاح'' میں کی کہ کوئی جانشین مقرر کیجیے ورنہ اہل بدعت کی طرح پیر صاحب کے مرنے کے بعد اس کی قبر و مزار پر دھندا کرنا یہ ہم سے نہ ہوگا اس معاملے میں ہمیں وہابی سمجھ لو۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ ہم حنفی نہیں؟۔

گیارھواں حوالہ: پھر مولوی اشرف علی تھانوی نے خود اپنے وہابی ہونے کا بھی اقرار کیا اشرف السوانح میں ہے کہ عزیز الحسن لکھتے ہیں کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلائے سب کھالی ...... تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں ...... پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو۔ اشرف السوانح: ج1 ص48۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف: ص40)

یہی اعتراض حسن علی رضوی نے رضائے مصطفیٰ: شوال ۱۳۹۸ھ کے صفحہ 11 پر بھی کیا ہے۔

جواب: پورا واقعہ ملاحظہ ہو:

''اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ایک بار چند عورتیں نیاز دلانے کے لیے جامع مسجد میں کہ اس وقت طلبہ بھی وہیں رہتے تھے جلیبیاں لائیں طالب علم تو آزاد ہوتے ہیں لے کر بلا نیاز دلائے سب کھالی۔ کیونکہ بقول حضرت والا انہیں تو ''ناز'' تھا نیاز کیا دیتے اس پر بڑی برہمی پھیلی تمام عورتیں اپنے مردوں کو بلا لائیں ایک طالب علم نے بڑی عقلمندی کی فوراً

حضرت والا کے پاس دوڑ کر اطلاع کی کہ جلدی چلیے وہاں تو ہنگامہ برپا ہو رہا ہے ۔ چنانچہ حضرت والا فوراً تشریف لے گئے اور اس وقت نہایت حسن تدبیر سے ہنگامہ کو فرو کیا اس طرح کہ دو چار طالب علموں کو تھپڑ لگائے اور خفا ہوئے کہ بلا اذن کسی کی چیز کھالینا جائز کہاں؟ جب حضرت والا طالب علموں کو مارنے لگے تو پھر محلہ والے خود ہی ان کو بچانے لگے اور حمایت کرنے لگے پھر حضرت والا نے جلیبیوں کی قیمت پوچھ کر سب کھانے والوں سے ایک ایک پیسہ لے کر تین آنے جمع کر کے جلیبیوں کی قیمت ادا کی اس سے سب خوش ہو گئے اور معاملہ وہیں کا وہیں رفع دفع ہو گیا پھر حضرت والا نے ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ بھائی یہاں وہابی رہتے ہیں یہاں فاتحہ نیاز کے لیے کچھ مت لایا کرو ۔اس سے انہوں نے حضرت والا کو تو وہابی نہ سمجھا ان طالب علموں کو سمجھا غرض اس قسم کے برتاؤ سے محلہ والے حضرت والا کا دم بھرنے لگے تھے اور محلے والے ہی کیا سب کانپور والوں کے قلوب میں حضرت والا کی محبت اور عظمت جا گزیں ہو گئی“۔

(اشرف السوانح: ج 1 ص 84)

رضاخانی مولوی صاحب نے مکمل واقعہ پیش نہیں کیا الحمد للہ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے تقویٰ واتباع شریعت کا اندازہ لگا لیں کہ طالب علم کو نہ صرف سزا دی بلکہ حق دار کو اس کا حق بھی واپس کر دیا۔جس کو ایک مسلمان کے حقوق کا اتنا خیال ہو اتنی رعایت کرتا ہو وہ ہستی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقوق میں کوتاہی یا حق تلفی کیسے کر سکتی ہے؟

باقی یہاں پر بھی وہابی بطور ”تعریض“ کے کہا گیا ہے کہ یہ ساری مصیبت دنگا فساد کی نوبت تمہاری اس رسمی نیاز کی وجہ سے ہوئی لہٰذا یوں سمجھو کہ یہاں وہابی رہتے ہیں اور دوبارہ نیاز مت بھیجنا تاکہ دوبارہ اس قسم کی نوبت نہ آئے ۔الحمد للہ حضرت کی سنیت وحنفیت اس قدر واضح تھی کہ اس اقرار کے باوجود بھی اہل علاقہ کو اس پر یقین نہ تھا اور آپ کو حنفی سنی ہی سمجھ رہے تھے۔

بارھواں حوالہ: دیوبندی شیخ احمد علی لاہوری کی سنیے کہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے

(اہل حدیث) نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں ۔ملفوظات طیبات:ص ۱۲۶۔

(دیوبندیت کے بطلان کاانکشاف،ص)

جواب : ملفوظات طیبات اس وقت راقم کے پاس موجود نہیں نہ اس کا علم ہے کہ کس کے جمع کردہ ہیں ۔لہٰذا سر دست اتنا عرض ہے کہ آپ کے مذہب میں بزرگوں کے ملفوظات معتبر نہیں ہوتے چنانچہ نصیرالدین سیالوی ابن اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ج1ص 391)

مفتی حنیف قریشی اینڈ کمپنی لکھتے ہیں:

''ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر صوفیاء سے منسوب ملفوظات میں رطب ویابس کی بھرمار ہے اوران کی کوئی تاریخی ویقینی حیثیت نہیں''۔

(گستاخ کون:ص 530)

اعتراض ۔۔۔کانپور میں اشرف تھانوی کا تقیہ کرکے سنی بن کر رہنا لمحہ فکریہ:

یہ عنوان قائم کرکے صفحہ ۴۰،۴۱ پر تذکرۃ الرشید سے دو اقتباسات سیاق وسباق سے کاٹ کر پیش کیے اور نتیجہ یہ نکالا کہ کانپور میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ معاذ اللہ تقیۃً سنی بن کر رہ رہے تھے۔

جواب: بریلوی نے یہاں بدترین دجل و فریب کا مظاہرہ کیا اول دجل؛ دراصل حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ابتداءً ایسی محفل میلاد جو منکرات سے یکسر خالی ہو میں شرکت کے صرف جواز کی حد تک قائل تھے اس میں بھی انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ میلاد کو نہ تو عبادت سمجھتے ہیں نہ دین کا حصہ نہ کارخیر کو اس پر موقوف سمجھتے ہیں نہ اسے عشق رسالت کی کوئی نشانی البتہ چونکہ بعض علماء کے اقوال اس کے جواز پر ملتے ہیں تو میرے نزدیک اس کا

درجہ زیادہ سے زیادہ مباح کا ہے اور چونکہ میں جس علاقے میں رہنے والا ہوں ان کی زیادہ تر تعداد میلاد منانے والوں کی ہیں اس لیے ان محافل میں شریک ہو جاتا ہوں اس سے ایک بڑا فائدہ تو یہ ہے کہ یہاں کے لوگ اتنا مسجدوں میں نہیں آتے جتنا ان محافل میں آتے ہیں اس لیے یہاں اصلاح عقائد و اعمال کا موقع مل جاتا ہے لہٰذا جب یہ عمل مباح ہے تو اس شدت سے اس پر انکار نہیں کرنا چاہیے خاص کر میں جس جگہ پر رہ رہا ہوں وہاں انکار کی صورت میں میرا رہنا دشوار ہو جائے گا اس سے جہاں دیگر مفاسد پیدا ہوں گے وہاں کچھ مالی پریشانی کا سامنا بھی کرنا پڑے گا کہ مجھے مدرسہ چھوڑنا پڑے گا جس سے کچھ مالی منفعت ہو جاتی ہے یا تنخواہ ملتی ہے غرض حضرت تھانوی یہاں مالی منفعت کا ذکر مدرسے کے حوالے سے کر رہے ہیں نہ کہ میلاد کے حوالے سے اسی خط میں حضرت تھانوی کی چند عبارات ملاحظہ ہوں جس سے ان کا اصل موقف بالکل صاف ہو جائے گا:

’’امر اول شرکت بعض مجالس کی الحمد للہ مجھ کو نہ غلو و افراط ہے نہ اس کو موجب قربت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے۔ اور منشاء اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے مگر اس کو حجت شرعیہ نہیں سمجھتا بعد ارشاد اعلیٰ حضرت کہ خود بھی میں نے جہاں تک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں‘‘۔

(تذکرۃ الرشید: ص116)

آگے ایک مقام پر فرماتے ہیں:

’’نہ کسی دن ان اعمال کی (یعنی میلاد کی) وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی اور نہ اوروں کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اول یہی ہے کہ خلافیات سے بالکل اجتناب کیا جائے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں ان مجالس کی کثرت تھی اور بے شک ان لوگوں کا غلو بھی تھا چنانچہ ابتدائی حالت اس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے اس کی کچھ پرواہ نہ کی تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اس قدر تشدد مناسب نہیں جہاں ہوتا

ہوا نکار نہ کرو جہاں نہ ہوتا ہو ایجاد نہ کرو اور اس کے بعد جب میں ہندوستان کو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کی جاوے چنانچہ مختلف مواقع ومجالس میں ہمیشہ اس کے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور ان کی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا''۔(تذکرۃ الرشید:ص 117)

آگے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

''فیصدی نوے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہ شرکت کرلی اور شرکت بھی اس نظریہ سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے امید تسامح ہے بہرحال وہاں بدوں شرکت قیام کرنا قریب بمحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ وعظ وغیرہ کے بعد تو لینے کی مطلقاً میری عادت نہیں''۔(تذکرۃ الرشید:ص118)

معلوم ہوا کہ ان مجالس میں شرکت کی وجہ حضرت کے وعظ سے کئی سود خوروں فاسقوں کا صالح نمازی بن جانا تھا۔اگر تقیہ ہی کرنا ہوتا تو ابتداء میں اس کی مخالفت کیوں کی جس کی وجہ سے لوگوں کی مخالفت بھی مول لینا پڑی مگر حضرت نے اس کی کچھ پروا نہ کی۔الحمد للہ حضرت جس بات کو حق سمجھتے کھلم کھلا اس کا ظہار کرتے۔مگر جب دیکھا کہ یہاں کے لوگ نماز کے لیے اتنے حاضر نہیں ہوتے جتنے ان محافل میں لہٰذا ایسی محافل میں شرکت کے لیے چلے جاتے جہاں منکرات نہ ہوتی اور وہاں نماز روزے اور اصلاح نفس کی تلقین کرتے۔

حضرت نے صاف طور پر فرمایا کہ وعظ پر کچھ لینے دینے کی میری عادت نہیں جس کو بریلوی مناظر ہضم کر گیا اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ حضرت تھانوی میلاد پر تنخواہ لیتے تھے۔مگر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے طویل خط وکتابت کے بعد جب ان پر یہ صورت واضح ہوئی کہ ان مجالس میں بھی شرکت مناسب نہیں تو خود اعلان کر دیا کہ اب میں ان مجالس میں کبھی

شرکت نہیں کروں گا۔اگر تقیہ کرنا تھا تو اعلان کیوں کیا؟ حضرت کو وہاں تقیہ کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ اہل کانپور آپ سے حد درجہ عقیدت رکھتے تھے آخر وقت تک ان حضرات کا آپ سے عقیدت کا کیا معاملہ رہا اس کے لیے صرف ایک واقعہ عرض کر دیتا ہوں کہ جب حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر آپ نے رفتہ رفتہ انتہائی حسن تدبیر سے کانپور سے نکل کر تھانہ بھون میں سکونت اختیار کر کے اس کو اپنے رشد و ہدایت کا مرکز بنایا تو جب اس بات کی اطلاع اہل کانپور کو ملی کہ اب آپ اس شہر کو چھوڑ چکے ہیں تو:

’’جب کانپور والوں کے پاس حضرت والا کا اس مضمون کا خط پہنچا تو ان کے قلق و اندوہ کی کوئی انتہا نہ تھی حضرت والا کی واپسی کانپور کی برابر کوشش کرتے رہے بالآخر آپس میں مشورہ کر کے بصر الحاح یہ درخواست پیش کی کہ مدرسہ کا کوئی کام آپ کے ذمہ نہ ہوگا بس کانپور میں صرف قیام رکھا جائے اور ہم لوگ بجائے پچاس روپیہ ماہوار کے سو روپیہ ماہوار کی خدمت ہمیشہ کرتے رہیں گے اس سے اندازہ کرلیا جائے کہ اہل کانپور حضرت والا کے کس درجہ گرویدہ تھے حضرت والا نے خشک جواب دینے کے بجائے لکھ کر بھیجا کہ میں نے وطن کی سکونت حضرت حاجی صاحب (قدس اللہ سرہ العزیز) کے ایما سے اختیار کی ہے حضرت ہی کو لکھا جائے‘‘۔(اشرف السوانح: ج1 ص328)

بھلا ایسی محبت کرنے والوں کے درمیان کسی کو تقیہ کرنے کی کیا ضرورت غرض میلاد کی ان بعض مجالس میں شرکت معاذ اللہ کسی تقیہ کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ حضرت اس کے جواز کی طرف مائل تھے جس سے بعد میں رجوع فرمالیا۔

(دفاع اہل السنۃ والجماعۃ 175 تا 214)

صفحہ 110 تا 128 علامہ ساجد خان نقشبندی مدظلہ العالی صاحب پر فتوے لگانے کی کوشش کی ہے جو اس نے ’’بہجۃ الاسرار‘‘ کے دفاع والی کتاب میں بھی پیش کئے تھے ہم نے اسی کے رد میں ان فتاوی کا جواب لکھ دیا تھا جو کتاب کے شروع میں لگا دئے گئے ہیں۔ملاحظہ فرمالیں۔

باب سوم

وہ مسائل جن میں رضا خانیوں نے احناف سے اعتزال کا راستہ اپنایا اور جواب میں فرقہ حسام الحرامی کی لایعنی تاویلات کا دندان شکن جواب

مسئلہ علم غیب

علامہ صاحب کا دعوی کیا تھا؟

علامہ صاحب نے علم غیب کے متعلق فقہائے احناف کے اقوال پیش کرنے کے بعد یہ لکھا کہ:

''قارئین کرام! ہم نے انتہائی اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے آپ کے سامنے مسلکِ حنفیت کا موقف رکھا کہ وہ صراحۃً نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے کو کافر کہتے ہیں، یہ عقیدہ کسی وہابی کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ سادات احناف کا ہے، اہلسنت دیوبند کا قصور صرف اتنا ہے کہ وہ اس عقیدے کے ناقل ہیں، اب دوسری طرف منکرین فقہ حنفی یعنی اہلِ بدعت کا عقیدہ بھی ملاحظہ ہو:

اہلِ بدعت عقیدہ

یہ حضرات تمام انبیاء اولیاء بلکہ شیطان کیلئے بھی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ علم غیب جانتے ہیں اس سلسلے میں مندرجہ ذیل کتب تصنیف کی گئیں: (۱) جاء الحق، (۲) مقیاس حنفیت (۳) انباء المصطفیٰ، (۴) خالص الاعتقاد، (۵) الکلمۃ العلیاء۔ بلکہ مولانا معین الدین بریلوی تو لکھتے ہیں:

''ہمارے صدر الافاضل نے علم غیب پر سب سے پہلی جامع کتاب الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ لکھی''، (ملخصا)۔ (حیات صدر الافاضل ص46، فرید بک سٹال، لاہور)

معلوم ہوا کہ اس مسئلہ میں فساد ڈالنے والے یہ بدعتی ہیں، اس لئے کہ اگر یہ عقیدہ پہلے سے چلا آرہا ہوتا تو پہلی جامع مانع کتاب لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ اب حنفیوں کا عقیدہ اور حنفیت کے باغی بدعتیوں کا عقیدہ دونوں آپ کے سامنے ہیں! فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ حنفیت کا عقیدہ اپنا کر اپنے حقیقی حنفی ہونے کا ثبوت دیتے ہیں یا بریلوی عقیدہ اپنا کر کفر کا طوق گلے کی زینت بناتے ہیں!!!!

ہمارا چیلنج

ہم یہاں امام اہل السنۃ محدّث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ) کے اس چیلنج و مطالبے کو دہراتے ہیں جو آج سے کئی سال پہلے انہوں نے کیا اور الحمدللہ آج تک اس مطالبے کو کوئی پورا نہیں کرسکا اور ان شاء اللہ تاقیامت کوئی مائی کالال اس کو پورا نہیں کرسکتا دیدہ باید:

''ہم فریق مخالف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم ازکم دو حوالے صرف حضرات فقہاء احناف ؒ کے اس مسئلہ پر پیش کردے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کلی نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے کیا ہے کوئی مردِ میدان......فَهَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟''

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 20،21)

اب اس کے مقابل رضاخانی کو چاہئے تھا کہ علمائے دیوبند سے حوالہ پیش کرتا کہ ''علم غیب'' عین اسلام ہے یا کلی علم غیب عین اسلام ہے۔ اس کے بجائے خود سے ابتدائے آفرینش سے لیکر الی یوم القیامۃ کا عقیدہ پیش کرکے دجل و فریب کی انتہا کرتے ہوئے اسے علم غیب سے تعبیر کرکے پھر علمائے دیوبند سے پیش کررہا ہے کہ یہ کفر نہیں۔

حالانکہ فی نفسہ خود علامہ صاحب نہ تو ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کو علم غیب مانتے ہیں نہ کفر۔ لہذا علامہ صاحب اور علمائے دیوبند کا سرے سے کوئی اختلاف ہی نہیں جو موصوف پیش کرنا چاہ رہے ہیں۔ علم غیب کیا ہے آئیے علامہ صاحب ہی سے وضاحت کردیتے ہیں۔

علم غیب کی تعریف

قارئین کرام! علم غیب خاصہ باری تعالی ہے۔ شریعت کہ اصطلاح میں اس علم کو علم غیب کہا جاتا ہے:

''جو ذاتی، ازلی کلی تمام کلیات پر حاوی ہو''

بالفاظ دیگر علم غیب اللہ تعالی کا خاصہ ہے۔ کسی انسان کو اس کے حاصل کرنے پر قدرت

ہی نہیں ہے۔مخلوق کو عطاء کیا ہوا علم یا کوئی جزئی علم ”علم غیب“ نہیں۔ہمارے اکابر میں سے اگر کسی نے ”اخبار غیب“ یا ”بعض معلومات“ پر ”علم غیب“ کا اطلاق کیا ہے تو اس سے مراد یا تو ”علم غیب لغوی“ ہے یا ”تعبیر کی خطاء“ ہے۔جس کی تفصیل ان شاء اللہ اپنے مقام پر آجائے گی۔

غرض علم غیب اصطلاحی میں تین قیود ہوں گی:

(۱)ذاتی یعنی کسی کا عطا کردہ نہ ہو عطائی کا یعنی دینے کا ذکر آجائے تو علم غیب نہ رہے گا۔

(۲) کلی حاوی ہو۔حاوی سے مراد یعنی ”تمام غیوب“ اس لئے یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ کلی و جزئی تو معلومات کی صفات ہیں۔

(۳)ازلی ہو۔لہذا علم حادث بھی علم غیب نہیں کہلاتا۔

یہ علم غیب اللہ رب العزت کا خاصہ ہے لہذا کسی مخلوق کیلئے اسے ثابت کرنا خواہ کلی طور پر یا جزئی طور پر صریح شرک ہے اور ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ لکھتے ہیں:

”اَلْعِلْمُ الْمُخْتَصُّ بِهٖ هُوَ عِلْمُ الْغَيْبِ“ (تفسیر مظہری، ج1 ص358)

جو علم اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ علم غیب ہے۔

(دروس مناظرہ از علامہ نقشبندی صاحب)

مزید تفصیل ”دروس مناظرہ“ میں ملاحظہ ہو۔موصوف کو چاہیئے تھا کہ اس علم غیب کا اسلام ہونا علمائے دیوبند یا سادات احناف سے دکھاتا جو اس کے بس کی بات نہیں۔حقیقت میں رضا خانی تقیہ میں شیعوں کے باپ اور دجل و فریب میں یہودیوں کے استاد واقع ہوئے ہیں انہوں نے شیطان کی آنت کی طرح اپنا ہر عقیدہ ایک کتاب میں کچھ دوسری میں کچھ لکھا ہے اسی لئے علامہ نقشبندی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ ایسا مکار فرقہ ہے جب تک ان کی تمام کتب پر دسترس نہ ہو ان کا مکر و فریب پکڑنا مشکل ہے۔خود علم غیب میں نقشبندی صاحب نے رضا خانیوں کے کئی عقائد پیش کئے۔ایک ہی مسئلہ میں مختلف عقیدے انہوں نے گھڑے ہی

اس لئے ہیں کہ بوقت ضرورت جان چھڑائی جاسکے۔

بہرحال رضاخانیوں کا اصل عقیدہ علم غیب کے باب میں "ذاتی وکلی علم محیط" کا ہے۔علامہ صاحب دروس مناظرہ میں اس پر یوں تبصرہ کرتے ہیں:

"**خلاصہ کلام**: حقیقت یہ ہے کہ رضاخانی حضرات نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ذاتی کلی غیر متناہی کے قائل ہیں چنانچہ واضح طور پر ان کا یہ عقیدہ گزرچکا ہے کہ اللہ تعالی کا کل علم غیب نبی کریم ﷺ کے قبضہ قدرت میں دے دیا گیا ہے۔مگر اہل السنۃ والجماعۃ کی علمی گرفت سے بچنے کیلئے تقیہ اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بعض مانتے ہیں یا روز اول سے الی یوم القیامۃ مانتے ہیں۔چنانچہ جن حضرات نے بعض یا متناہی کا قول نقل کیا ہے انہوں نے دوسرے مقام پر اس سے متضاد غیر متناہی اور کلی کا قول بھی نقل کیا۔حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ عوام کو دھوکا دیتے ہیں کہ ہم کل علم غیب نہیں مانتے اور ساتھ میں "جمیع ما کان و ما یکون" کا دعوی بھی کرتے ہیں مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"اس میں تمام معلومات الہیہ جاننے کی نفی کرنا مقصود ہے"۔

(جاء الحق،ص 99)

اور اپنے اس موقف پر دلیل دیتے ہوئے میر سید شریف کی عبارت نقل کرتے ہیں:

"الاطلاع علی جمیع المغیبات لا یجب للنبی
تمام غیبوں پر مطلع ہونا نبی کیلئے ضروری نہیں"۔

(جاء الحق،ص 99)

معلوم ہوا کہ بریلوی اصطلاح میں "جمیع" کا لفظ تمام معلومات الہیہ کیلئے بولا جاتا ہے۔اور دعوی میں اسی جمیع کو لکھواتے ہیں یعنی "جمیع ما کان و ما یکون" تو معلوم ہوا کہ یہ لوگ نبی کریم ﷺ کیلئے کلی معلومات الہیہ کے قائل ہیں۔اس لئے ان کے دھوکے میں ہرگز نہ آئیں۔

غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

"غیب پر مسلط کرنے کا معنی ہے غیب پر غالب کرنا اور غیب پر غالب کرنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ غیب کے ہر فرد کا رسولوں کو علم ہے"۔

(تبیان القرآن، ج 12 ص 303)

''غیب پر مسلط'' ہونے کا بریلوی شیخ الحدیث نے غیب کے ہر ہر فرد کا علم مانا یعنی کلی علم غیب اب ملاحظہ ہو مولانا احمد رضا خان صاحب کا ترجمہ:

فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَّسُولٍ

(سورہ جن آیت 26، 27)

تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔

بریلوی جماعت نام نہاد دعوت اسلامی کے امیر جناب الیاس عطاری لکھتے ہیں:

''سرکار ﷺ کے علم غیب پر اعتراض کرنا کہ فلاں فلاں بات کا سرکار ﷺ کو علم نہیں تھا یہ منافقین کا طریقہ ہے اور صاحبان ایمان، عاشق رحمت عالمیان غلام نبی غیب دان کے کان اس سے بہرے ہیں کہ وہ اللہ عزوجل کے محبوب دانا غیوب ﷺ کے علم غیب شریف کے خلاف کوئی بات سنے اور کوئی غیب کیا تم سے نہاں ہو بھلا جب نہ خدا ہی چھپا تم پہ کروروں درود''۔

(رسائل عطاریہ، حصہ دوم، ص 83)

اگر نبی کریم ﷺ کا علم غیب کلی نہ مانیں محدود مانیں تو لازم آئے گا کہ محدود کے دائرے سے باہر فلاں فلاں بات کا علم غیب نبی کریم ﷺ کو نہیں اور عطاری صاحب اسے منافقین کا طریقہ شمار کر رہے ہیں اور ساتھ میں کہہ بھی رہے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہی آپ سے نہ چھپا تو اب کونسی چیز آپ سے چھپی رہ سکتی ہے پس معلوم ہوا کہ رضا خانیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو کلی غیب غیر متناہی تفصیلی حاصل ہے۔

چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''بعض علماء صالحین سے سنا گیا کہ بعض عارفین نے کوئی کتاب لکھی ہے جس میں ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کو تمام علوم الٰہیہ معلوم کرا دئے گئے تھے یہ کلام بظاہر تو بہت سے دلائل کے خلاف ہے نہ معلوم کہ قایل نے اس سے کیا مراد لی ہے۔۔۔ یہ عبارت یہاں اس لئے پیش کی گئی کہ بعض لوگوں نے حضور علیہ

الصلوۃ والسلام کا علم خدا تعالیٰ کے علم کے برابر مانا اور فرق صرف ذاتی و عطائی کا کیا مگر شیخ عبدالحق نے ان کو مشرک نہ کہا بلکہ عارف کہا"۔
(جاالحق،ص86)

یہ عبارت اس پر صریح دال ہے کہ معاذ اللہ حضور ﷺ کا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے برابر جاننے والے بھی عارف باللہ ہے معاذ اللہ ۔حالانکہ خود رضاخانیوں کے شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی فتوی دیتے ہیں:

"یہ کہنا کہ اللہ عزوجل کے پاس جو علم غیب تھا سب اپنے حبیب پاک ﷺ کو عطا فرمادیا،کفر ہے، کیونکہ اس میں اللہ عزوجل اور حضور ﷺ کے علم میں مساوات لازم آتی ہے اور اللہ عزوجل کا علم غیر متناہی بالفعل ہے۔ یہ محال ہے کہ کسی مخلوق یا خود حضور اقدس ﷺ کا علم پاک غیر متناہی بالفعل ہو اور نہ یہ تحت قدرت باری تعالیٰ داخل کہ وہ کسی مخلوق کو اپنا سب علم عطا فرمائے ۔اس بیان کرنے والے پر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح لازم ہے ۔وہ اعلانیہ بیان کرنے والا یوں توبہ کرے کہ میں نے یہ بیان کیا تھا (جملہ مذکورہ کو دہرائے) یہ کلمہ کفر ہے اس سے میں توبہ کرتا ہوں اللہ عزوجل نے اپنا سب علم حضور اقدس ﷺ کو نہیں عطا فرمایا"۔
(فتاوی شارح بخاری،ج1ص514)

مگر مفتی احمد یار گجراتی صاحب تو بغیر توبہ وتجدید ایمان ہی اس جہاں اپنا انجام بھگتنے پہنچ چکے ہیں ان کے اذناب سے درخواست ہے کہ اس شخص سے اعلان برات کریں ورنہ اپنے ہی شارح بخاری کے فتوے کو اپنے گلے کا طوق بنالیں۔

خان صاحب بریلوی مفتی شریف الحق امجدی کے فتوے کی زد میں

مفتی شریف الحق صاحب اس عقیدہ کو کفر کہہ رہے ہیں مگر ان کے خان صاحب بریلوی کہتے ہیں:

"علم الٰہی سے مساوات کا دعوی بے شک باطل ومردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہوسکتی جبکہ بعطائے الٰہی مانے"۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج6ص 77، دارالعلوم امجدیہ کراچی 1992)

اور یہ رضاخانی کتب میں مرقوم ہے کہ کفر کو کفر نہ کہنا بھی کفر ہے لہذا خان صاحب بریلوی نے ایک کفریہ عقیدہ کو کفر نہ کہہ کر خود کفر کا ارتکاب کرلیا ہے۔

یہی موصوف یعنی مفتی احمد یار گجراتی لکھتے ہیں:

''تو معلوم ہوا کہ ما کان و ما یکون کا علم حضور علیہ السلام کے علم کے دفتر کا ایک نقطہ ہے''۔

(جاالحق،ص 84)

مفتی جلال الدین امجدی لکھتے ہیں:

''تمام ما کان و ما یکون کا علم پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہے''

(فتاوی فیض الرسول، ج1ص 18)

لہذا یہ رضاخانیوں کا دھوکا ہے کہ وہ صرف ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا علم مانتے ہیں یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا قطرہ بھی نہیں کیونکہ مایکون میں مابعد القیامۃ بھی شامل ہے اور امجدی صاحب اسے بھی ''قطرہ'' ہی قرار دے رہے ہیں تو الی یوم القیامۃ تو قطرہ بھی نہ بنے گا۔

یہ تمام عبارات اس بات پر شاہد عدل ہیں کہ ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ کا کلی علم غیب مانتے جسے یہ لوگ ما کان و ما یکون کہتے ہیں محض ایک ڈھکوسلہ ہے یہ لوگ معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے کلی لامتناہی بالفعل علم مانتے ہیں صرف ذاتی و عطائی کا فرق کرتے ہیں اور بعض تو عطائی کے بھی قائل نہیں۔

اس پر ایک ناقابل تردید حوالہ ملاحظہ ہو۔رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر فیض احمد اویسی صاحب شیخ سہروردی رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''پس چاہیئے کہ بندہ جیسا کہ اللہ تعالی کو برابر اپنے تمام حالات پر ظاہر و باطن میں واقف اور خبردار جانتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ظاہر و باطن میں خبر دار اور حاضر و ناظر جانے''۔

(ندائے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 42)

معلوم ہوا کہ یہ لوگ علم غیب کے معاملے میں نبی کریم ﷺ کو اللہ کے برابر ہی سمجھتے ہیں معاذ اللہ صرف ذاتی وعطائی کا فرق کرتے ہیں۔ شیخ سہروردی رحمہ اللہ کی کتاب کا کوئی حوالہ موصوف نے نہیں دیا بالفرض ایسا ہو بھی تو رضاخانیوں نے لکھا ہے کہ بزرگوں کی کتب میں تحریفات ہو چکی ہیں۔

بہرحال بریلوی حضرات اپنا جو بھی عقیدہ لکھوائیں اس پر بھرپور گرفت کریں اور ان کے اپنے اکابر کی تضاد بیانیوں کو ان کے سامنے بیان کرکے ان پر ان سے واضح موقف لکھوائیں۔

موصوف کا ان صفحات میں سارا زور اس پر ہے کہ اللہ کا علم ذاتی ہے ہم تو رسول اللہ ﷺ کیلئے عطائی مانتے ہیں اللہ کا علم غیر محدود ہے ہم تو رسول اللہ ﷺ کا علم غیب محدود مانتے ہیں تو ہمیں کافر کیوں کہا جارہا ہے تو علامہ صاحب جواب دیتے ہیں:

حکم

علم غیب خاصہ خداوندی ہے اس لئے فقہاء احناف کے فتاوی کی روشنی میں کسی مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والا کافر و مشرک ہے۔ اسی طرح ہمارے امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''خان صاحب کا یہ دعوی کہ روز اول سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعوی ہے اس لئے نہیں کہ اس سے اللہ تعالی کے علم کے ساتھ مساوات لازم آتی ہے...... اور نہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کیلئے بالاستقلال اور ذاتی طور پر ان مذکورہ اشیاء کا علم ثابت کیا جارہا ہے...... بلکہ اس لئے یہ نظریہ اور عقیدہ کفریہ ہے کہ اس سے بے شمار نصوص قطعیہ قرآنیہ کا رد یا کم از کم تاویل لازم آتی ہے''۔

(اتمام البرہان، ص 27,26)

کتنا دوٹوک اور صاف عقیدہ ہے۔

(دروس مناظرہ، ص 231 تا 235)

موصوف کی زبانی:

''یہ رضا خانی مولوی علامہ نقشبندی صاحب کے متعلق کتب لکھنے کے بجائے اتنی ہی دیر نقشبندی صاحب کی کتب ہی پڑھ لیتا تو آج اس طرح ذلیل و رسوا نہ ہوتا''۔

ایک تازہ حوالہ ملاحظہ ہو رضا خانی بزرگ مولانا شاہ فضل رسول بدایونی لکھتا ہے:

''ان آیات محکمات سے صفات ذاتیہ ثبوتیہ میں کہ جنہیں حیات، علم، سمع، بصر، مشیت، قدرت اور ارادہ کہتے ہیں شرکت واضح ہے اور ان صفات کے اعتبار سے شرکِ شرعی کوئی صورت قبول نہیں کرتا۔ یوں ہی صفات ذاتیہ سے ناشی و متعلق صفات اضافیہ اور افعال میں بھی شرکت ثابت ہے اور جیسے تصرف بہ قدرت اور علم کی غیب دانی وغیر ذالک۔۔۔ یہ صفات و افعال اس اعتبار سے کہ ذات الٰہی جل مجدہ کیلئے خاص صفات اور خاص افعال ہیں یعنی جس طرح اللہ کیلئے ہیں یعنی وہ صفت حیات جو اللہ تعالیٰ کیلئے ہے ویسی حیات اور جیسی قدرت اس کیلئے ہے ویسی قدت، علم، سمع اور بصر جو خدا تعالیٰ کیلئے ہیں اور تصرف جیسا کہ خدا تعالیٰ کیلئے ہے دوسرے کیلئے ثابت کرنا بھی مدار شرک نہیں رکھتا۔۔۔ کیونکہ مخلوق کیلئے صفات ذاتیہ میں شرکت ثابت کئے بغیر (صرف) الوہیت کا عقیدہ رکھنے سے بھی شرک ہو جاتا ہے اور اگر الوہیت کا عقیدہ نہ ہو تو تمام صفات کو ثابت کرنے سے بھی شرکِ شرعی نہیں ہوتا''۔

(البوارق المحمدیہ، ص 307، 308)

استغفر اللہ! یہ ازلی نجس مشرک کہتا ہے کہ جیسا اللہ کا علم و علم غیب ہے، سمع، بصر، قدرت، تصرف ہے اسی طرح یہ تمام صفات ذاتیہ مخلوق کیلئے ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ مخلوق تو ان صفات ذاتیہ میں پہلے ہی سے اللہ کے شریک ہے۔ العیاذ باللہ۔

علامہ نقشبندی صاحب کے نزدیک تمہاری یہ کفریات و شرکیات تھیں جس کے سبب ان کا فتویٰ جس میں وہ صرف ناقل ہیں اصل تو سادات احناف کا فتویٰ ہے بالکل درست ہے۔ اور دیگر علمائے دیوبند کے پیش نظر چونکہ تمہاری یہ کفریات و شرکیات نہیں تھیں تو انہوں نے حسن

ظن سے کام لیا۔اگر شاہ اسمٰعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ بقول احمد رضاخان جناب فاضل بریلوی اللہ و رسول ﷺ کو ننگی ننگی گالیاں دینے کے بعد بھی ''حسن ظن'' کی بنا پر مسلمان ہوسکتا ہے تو علمائے دیوبند نے بھی ایسا ہی حسن ظن رکھ لیا تمہارے متعلق۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود رضاخانی نے بھی اپنے اکابر کے ان عقائد کو کفریہ وشرکیہ تسلیم کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

''نفی علم ذاتی کی ہے کہ یہ خاصہ الوہیت ہے''۔(باغی دیوبندی،ص 131)

بلاشبہ غیر خدا کیلئے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں اس قدر خود ضروریات دین سے اور منکر کافر ہے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص134)

اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ رضاخانی غیر اللہ کیلئے نہ صرف علم ذاتی مانتے ہیں بلکہ تمام صفات ذاتیہ میں مخلوق کو اس کا شریک کہتے ہیں ''جیسے'' اور ''ایسے'' کے الفاظوں نے ہر قسم کی تاویلات کی پٹاری کو بند کر دیا ہے۔لہذا تمہارا یہ عقیدہ علم غیب خود تمہارے قلم سے کفر ہوا تو علامہ نقشبندی صاحب پر بکواس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ تمہاری زبان صفحات کالے کرنے کے بجائے اپنی ہی کتب یا کم از کم نقشبندی صاحب کی کتب کا مطالعہ کر لیتے تو آج اس طرح ذلیل و رسوا نہ ہوتے مگر جس کا پیر و مرشد جناب فاضل از فضلہ کائنات کا ذلیل ترین انسان ہو اس کے ماننے والے ابدی ازلی ارذل نہ ہوں تو کیا ہوں؟

خلاصہ کلام یہ وہ اصل کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے جس کو موصوف نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور جس کو علامہ نقشبندی صاحب رضاخانیوں کا اصل عقیدہ قرار دیتے ہیں اس سے ہٹ کر موصوف نے خواہ مخواہ قیمتی صفحات سیاہ کرتے ہوئے صفحہ 129 تا135 علم غیب کے باب میں اپنے اکابر کی مجمل تقیہ والے اقوال پیش کئے جس کا کتاب سے و موضوع سے کوئی تعلق ہی نہیں اور اسے ہم بھی علم غیب نہیں مانتے۔پھر اپنی صفت احمد رضاخانی یعنی گالیوں کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''وہابی مولوی ساجد خان تو عقل تین طلاقیں دے کر فارغ عن العقل ہو چکا ہے اس

جاہل کوعلم ہی نہیں کہ اہلسنت کا عقیدہ کیا ہے اور جناب ذلت مآب جہالت میں گنگوہی کے استاد پڑھنے کی زحمت بھی گنوارا نہیں کرتے‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص135)

اندازہ لگائیں ان کی بے شرمی اور بکواسی مزاج کا کہ ابتدائے کائنات سے دخول الجنۃ تک کے عقیدہ پرعلامہ نقشبندی صاحب موصوف کی کتاب لکھنے سے پہلے ہی درس میں رد کر چکے ہیں مگر یہ بے شرم کہتا ہے کہ ہمارا عقیدہ تو یہ ہے جس کا نقشبندی صاحب کو علم ہی نہیں۔

علامہ نقشبندی صاحب نے رضاخانیت کو کتنا پڑھا ہے؟ اس کا گواہ تو دوست و دشمن سب ہیں۔نیٹ پر علامہ صاحب کے پیج کو دیکھ لے جس میں تمہیں ثبوت مل جائیں گے کہ علامہ صاحب کی تحقیقات سے رضاخانی استفادہ کررہے ہیں یہ وہ بے شرم ہے کہ اس کی اپنی ٹیم کا ذلت مآب تیمور رضاخانی مناظرہ میں ایک اصول صرف اس لئے نہیں لکھتا کہ ساجد خان اسے کتاب میں لکھ لے گا یعنی علامہ نقشبندی کی نظر رضاخانیت پر اتنی گہری ہے مگر ذلالت خباثت میں احمد رضاخان کے استاد جناب ذلت مآب ابلیس وبشکل انسان پیر مظفر حسین شاہ اور اس کی ٹیم اگر تسلیم نہیں کرتی تو تعجب نہیں ماضی میں ان کے مرشد ابو جہل کا بھی یہی وطیرہ تھا۔ موصوف نے جو خان صاحب بریلوی کی عبارات پیش کی ان میں سے بہت سی عبارات علامہ نقشبندی صاحب کے دروس مناظرہ میں بمع رد مل جائیں گی مگر ان کے پاس بکواس کے علاوہ اور ہے کیا جو کریں؟۔

VVVVVVVVVVVVVVVVVVVVV

علمائے دیوبند کی عبارات

اس کے بعد ضرورت تو نہیں کہ ہم موصوف کی طرف سے پیش کردہ علمائے دیوبند کی عبارات پر کوئی تبصرہ کریں کیونکہ ان کے پیش نظر رضاخانیوں کی وہ عبارات ہیں جو واقعی علم غیب کی اصطلاحی تعریف میں نہیں آتی لہذا اس بنا پر تکفیر کا فتوی بھی نہیں لیکن چونکہ علامہ نقشبندی صاحب رضاخانیت کے دجل وفریب اور رگ رگ سے واقف ہیں اس لئے ہم نے ان کے حوالے سے رضاخانیوں کا اصل عقیدہ پیش کر دیا رضاخانی میں جرات ہے تو جو عقیدہ ہم نے تمہارا پیش کیا اس کا اسلام ہونا سادات احناف خصوصا دیوبند سے کھاو دیدہ باید۔ پھر بھی ہم محض موصوف کو ان کی علمی اوقات دکھانے کیلیے مختصرا ان عبارات پر تبصرہ کر لیتے ہیں۔

موصوف نے جتنی عبارات پیش کی اس سے موصوف کا استدلال یہ ہے کہ علامہ نقشبندی صاحب علم غیب کے قائل کو کافر کہتے ہیں (حالانکہ نقشبندی صاحب نے فتاوی احناف پیش کئے ہیں) اور یہ علمائے دیوبند معاذ اللہ ایسے عقیدہ کے حامل کو کافر نہیں کہتے۔

تو اس استدلال اور تمام عبارتوں کا اصولی جواب یہ ہے کہ جو غلام نصیر الدین سیالوی نے لکھا کہ:

”آخری بات یہ کہ انور شاہ کشمیری نے فیض الباری میں لکھا ہے کہ شیخ اکبر فرعون کے ایمان کے قائل تھے حالانکہ امام شعرانی نے اس کی تردید فرمائی ہے لیکن آپ کے امام العصر کی بات آپ کیلئے حجت ہے امام شعرانی کو تو آپ صوفی قرار دے کر ان کا مذاق بناتے ہیں جس طرح اظہار العیب میں آپ نے ان کا تمسخر اڑایا ہے اب آپ سے گذارش یہ ہے کہ شیخ اکبر فرعون کے ایمان کے قائل ہونے کے باوجود اگر اس کا ایمان ثابت نہیں ہوسکتا تو پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تکفیر نہ کرنے سے آپ کے اکابر کا ایمان بھی ثابت نہیں ہوسکتا“۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدہ جائزہ، حصہ اول، ص57،56)

پس جس طرح شیخ اکبر کے کہنے سے فرعون کا ایمان ثابت نہیں ہوتا پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر نہ کرنے سے اکابر دیوبند کا معاذ اللہ ایمان ثابت نہیں ہوتا اسی طرح

بعض دیوبندی علما کا بالفرض علم غیب کے باب میں آپ کی یا آپ کے اکابر خصوصا جناب فاضل بریلوی کی تکفیر نہ کرنے سے اس کا ایمان ثابت نہیں ہوسکتا وہ پھر بھی بے ایمان ہی رہے گا جیسا کہ علامہ نقشبندی صاحب نے سادات احناف سے ثابت کیا۔

اب چلتے ہیں فردا فردا عبارات کی طرف۔موصوف نے ص135 پر مفتی رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا۔

اولا: تو مفتی صاحب دیوبندی بریلوی اختلاف میں حجت نہیں جیسا کہ ذلت مآب جناب ارشد چشتی نے کشف القناع جلداول میں صراحت کی ہے۔

ثانیا جس رسالے سے حوالہ پیش کیا گیا وہ اصول نمبر 3 و 4 کے تحت ہمارا معتبر رسالہ نہیں۔

رابعا ماقبل میں مستند رضاخانی پیر کرم شاہ ازہری کا حوالہ گزر چکا کہ وہ دیوبندی بریلوی دونوں کو اصول میں ایک مانتے ہیں بس موصوف کرم شاہ کے قول کو مان لیں ہم حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحب کے قول کو مان لیں گے۔

صفحہ 136، 137 پر قصص الاکابر کا حوالہ پیش کیا اولا تو اصول نمبر 3 و 4 ہمارا معتبر حوالہ نہیں۔پلمبر رضاخانی لکھتا ہے:

''تو یہ بات نقل حکایت کے طور پر ہے پروفیسر صاحب نے شہزادہ خرم کے الفاظ نقل کئے ہیں اپنے عقیدے کا اظہار نہیں کیا''۔

(دست و گریبان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ،ص359)

تو یہ الفاظ بھی نقل حکایت ہے نہ کہ اپنے عقیدہ کا اظہار۔

ثانیا اس حکایت میں حسن ظن ہے کہ وہ علم غیب جو مدار کفر ہے اور حضرات بریلویہ کا نہیں مانتے ہم آگے ثابت کریں گے کہ رضاخانی وہی علم غیب مانتے ہیں جو مدار کفر ہے۔

ثالثا اس میں حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''شرک'' کی نفی کی ہے نہ کہ کفر کی۔علامہ نقشبندی صاحب کے ''دروس مناظرہ'' میں وضاحت ہے کہ رضاخانی اگر جمیع ماکان و مایکون کا عقیدہ رکھیں تو یہ شرک تو نہیں البتہ نصوص قطعیہ کے معارض ہو کر کفر ہے۔علامہ

نقشبندی صاحب نے فقہا احناف سے بھی کفر کا فتوی نقل کیا نہ کہ شرک کا۔ایک چیز شرک نہیں ضروری نہیں کہ وہ کفر بھی نہ ہو۔قرآن کا منکر مشرک نہیں مگر کافر ہے تو حضرت تھانویؒ شرک کی نفی کر رہے ہیں نہ کہ کفر کی۔

اس کے بعد ص 137 و 138 پر ملفوظات کا حوالہ دیکر گالم گلوچ کا بازار گرم کیا گیا ہے جس کا منہ توڑ جواب علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی سے ہم نقل کر دیتے ہیں۔

''کسی کیلئے علم کلی محیط کا عقیدہ رکھنا کفر ہے کیونکہ اس سے بیسیوں نصوص قطعیہ کا انکار یا تاویل لازم آتی ہے۔چنانچہ امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''خان صاحب کا یہ دعوی کہ روز اول سے روز آخر تک کی تمام اشیاء اور ہر ذرہ ذرہ کا تفصیلی علم آنحضرت ﷺ کو حاصل ہے ایک نرا کفریہ دعوی ہے اس لئے نہیں کہ اس سے اللہ تعالی کے علم کے ساتھ مساوات لازم آتی ہے......اور نہ اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کیلئے بالاستقلال اور ذاتی طور پر ان مذکورہ اشیاء کا علم ثابت کیا جارہا ہے......بلکہ اس لئے یہ نظریہ اور عقیدہ کفریہ ہے کہ اس سے بے شمار نصوص قطعیہ قرآنیہ کا رد یا کم از کم تاویل لازم آتی ہے''۔

(اتمام البرہان،ص 26,27)

ہر باطل کی طرح اہل بدعت بھی جب اپنے اس گمراہانہ عقیدہ پر کوئی ٹھوس دلیل پیش نہ کر سکے تو امتیوں کے شاذ وغیر معصوم اقوال کے در پر ہوئے اور محکم کو چھوڑ کر متشابہات میں لگ گئے۔چنانچہ اہل بدعت نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک ملفوظ پیش کیا:

''ایک شخص نے مجھ سے پوچھا کہ ایک شخص حضور ﷺ کے علم غیب کا قائل ہے اور اس کے متعلق کیا حکم ہے میں نے کہا کہ جو شخص علم بلا واسطہ کا قائل ہے وہ تو کافر ہے اور جو علم بواسطہ کا قائل ہو یعنی خدا کی عطا کے واسطہ کا وہ کافر نہیں اگرچہ وہ علم محیط ہی کا قائل ہو گو یہ اعتقاد کذب تو ہے مگر ہر کذب کفر نہیں''۔

(ملفوظات حکیم الامت، ج ۸ ص ۹۵)

جواب: اس سلسلہ میں اولاً گذارش تو یہ ہے کہ یہ "ملفوظات" ہیں اور بزرگوں کے ملفوظات اہل بدعت کے ہاں "معتبر" نہیں۔

"اس حدیث کو باوجود راویوں کے ثقہ ہونے کے موضوع قرار دیا گیا ہے تو اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ اس واقعہ کے راوی ثقہ ہوں لیکن واقعہ صحیح نہ ہو...... بزرگوں کے ملفوظات میں کچھ باتیں ان سے غلط منسوب ہو جاتی ہیں"۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ: ج 1 ص 391،392 رمطبوعہ مکتبہ غوثیہ کراچی)

پنڈی مناظرہ میں مفتی حنیف قریشی رضاخانی کی ٹیم جماعتی موقف کے طور پر لکھتی ہے:

"ملفوظات کے ذریعہ صاحب ملفوظ پر طعن نہیں کیا جاسکتا کیونکہ اکثر صوفیا سے منسوب ملفوظات میں رطب و یابس کی بھرمار ہے اور ان کی کوئی تاریخی ویقینی حیثیت بھی نہیں۔

(مناظرہ پنڈی گستاخ کون، ص530)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب "ملفوظات حکیم الامت" میں بھی کچھ باتیں "رطب و یابس" موجود ہیں جن کی تردید خود حکیم الامت کی دیگر تصنیفات کرتی ہیں یہ "ملفوظ" بھی انہی میں سے ہے۔ چنانچہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری تصنیف میں "بوادر النوادر" میں ان سے بعض صوفیا کے اقوال کے بارے میں وضاحت طلب کی گئی کہ وہ حضور ﷺ کیلئے کلی علم مانتے ہیں تو اول تو حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے قاعدہ پیش کیا کہ نصوص کے مقابل میں امتیوں کے اقوال کی کوئی حیثیت نہیں پھر فرماتے ہیں:

"علم غیب بلا واسطہ یا علم غیب غیر متناہی کا گو بواسطہ ہو خواص باری تعالی سے ہونا عقیدہ قطعیہ او رنصوص قطعیہ سے ثابت ہے غیر باری تعالی کیلئے اس کا قائل ہونا کفر وشرک ہے اور کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں"۔

(بوادر النوادر، ص744)

جب وہ خود وضاحت کے ساتھ کہہ رہے ہیں کہ علم محیط باری تعالیٰ یعنی علم غیر متناہی اگر چہ بواسطہ یعنی اللہ ہی کی طرف سے ہو چونکہ نصوص قطعیہ سے اس کا خاصہ خداوندی ہونا ثابت ہو چکا لہذا غیر کیلئے اس کا اثبات کفر ہے مان رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ ملفوظات کی عبارت یا تو کسی ''رضاخانی کاتب'' کی بے ایمانی ہے یا کسی کا سہو ونسیان اور غفلت ہے۔سیالوی صاحب کا حوالہ گزر چکا کہ راوی ثقہ ہونے کے باوجود روایت موضوع ہو سکتی ہے تو جامع ملفوظات ثقہ بھی ہو ملفوظات موضوع ولا یعنی ہے۔

ڈاکٹر اشرف آصف جلالی کے شاگرد مولانا محمد جاوید اقبال لکھتے ہیں:

''بعد والا پہلے والے کیلئے ناسخ شمار ہوگا اور ٹکراو کی صورت میں قول آخر ہی کا اعتبار ہوتا ہے''۔(القول السدید،ص 155)

بوادالنوادر چونکہ حکیم الامت کی آخری تصنیف ہے لہذا اب اسی کا اعتبار ہوگا اور ما قبل کے ایسے اقوال بالفرض ثابت بھی ہوں تو ''منسوخ'' سمجھے جائیں گے۔

حکیم الامت ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

''علم ذاتی وعلم محیط بالکل بحیث لایشذ منہ شیئ خواص باری تعالیٰ میں سے ہے اس میں نہ کوئی رسول شریک ہے نہ غیر رسول''۔(بوادرالنوادر،ص 750)

یہاں پر بھی ''علم محیط'' کو خواص باری تعالیٰ میں سے تسلیم کیا گیا ہے جو ظاہر ہے کسی مخلوق کیلئے ماننا کفر وشرک ہے۔''

ایک دو حوالے مزید ہم سے لے لو:

''ملفوظات کی آڑ لیکر اہل سنت پر اعتراض کرنا علمی جہالت اور بد دیانتی ہے''۔
(ملفوظات اعلیٰ حضرت پر اعتراضات کا علمی تحقیقی جائزہ،ص 11)

جناب حشمت علی رضوی فاضل بریلوی لکھتا ہے:

''کسی کے ملفوظات اس کے لکھے ہوئے نہیں ہوتے ملفوظات کی ترتیب کا یہ قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت میں اس کے مسترشدین ومتوسلین جو حاضر ہوا کرتے ہیں اس کے

ارشادات سن کر اپنے اپنے مقام پہنچ کر اپنی یادداشت کے مطابق قلم بند کر لیتے ہیں ملفوظات میں اگر کوئی غلطی واقع ہوجائے تو قلم بند کرنے والے کی یادداشت کیئی غلطی سمجھی جائے گی اس غلطی کی بنا پر خود صاحب ملفوظ پر اعتراض کرنا بے ایمانی اور خباثت نفسانی ہے"۔(کلمہ حق،ص42)

تو بے ایمان اور خبیث انسان! آگے جہاں بھی ملفوظات قصص حکایات کا حوالہ آئے گا وہاں ہم جواب دیئے بغیر اگر گزرجائیں تو اس حوالے کو اس موقع پر طوق بنالینا۔

رضاخانی شعیب رضوی نامی ایک لوسی ٹیڈی کتے نے فیس بک(Facebook) پر اس کے جواب میں کہا کہ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب زید مجدہ و دارالعلوم دیوبند یا فلاں نے"ملفوظات حکیم الامت ؒ"کی توثیق کی ہے۔

تو اولا اصول نمبر 3و4 یہ ہم پر حجت نہیں۔

ثانیا ہماری یہ گفتگو الزاما ہے جاہل انسان!۔

ثالثا اصول نمبر 1 کے تحت کسی کتاب کی توثیق کسی مصنف کی توثیق اور اس کی ہر ہر بات کا مستند ہونا الگ بات ہے۔ ہم"ملفوظات حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ"کو مانتے ہیں اس سے استفادہ کرتے ہیں بلکہ الہامی ملفوظات مانتے ہیں لیکن جہاں کوئی ملفوظ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی تصنیف یا دیگر اصولی باتوں سے ٹکرائے گا تو باصول رضاخانی تصنیف و اصولی باتوں کو ترجیح حاصل ہوگی۔ مگر یہ ان جاہلوں کو کون سمجھائے؟

ملفوظات کے جواب میں الزامی حوالہ

اب اس کے بعد ایک حوالہ اسی قسم کا ہماری طرف سے بھی ملاحظہ فرمالیں۔

رضاخانی ارشد چشتی لکھتا ہے:

"ہم بھی ایسے شخص کی تکفیر کے قائل ہیں جو رسول اللہ ﷺ کے علم پاک کو اللہ عزوجل کے علم پاک کے برابر تسلیم کرتا ہو"۔

(کشف القناع،ج1،ص 247)

حالانکہ جناب فاضل بریلوی ایسے شخص کی تکفیر نہیں کرتے چنانچہ لکھتے ہیں:

''علم الٰہی سے مساوات کا دعوی بے شک باطل و مردود ہے مگر تکفیر اس پر بھی نہیں ہو سکتی جبکہ بعطائے الٰہی مانے''۔

(فتاوی رضویہ قدیم، ج6،ص 77)

اور یہ بھی رضاخانی اصول ہے کہ عقیدہ کفریہ کو کفر نہ کہنا خود کفر ہے لہذا رضاخانی کے نزدیک کفریہ عقیدہ کو کفر نہ کہہ کر خان صاحب کافر ہوئے۔ پس جو جواب تم اس تعارض کا دو وہی ہماری طرف سے علامہ صاحب اور حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے موقف میں بظاہر تعارض کا لےلو۔

خیرالفتاوی کا حوالہ

آگے موصوف نے ص138، 139 پر خیرالفتاوی کا حوالہ دیا ہے جس میں دو باتیں ہیں ایک تو ابتدائے آفرینش سے لیکر یوم القیامۃ تک کے علم کو کفر و شرک نہیں کہا گیا۔

ثانیا بریلویہ کے متعلق کہا گیا چونکہ وہ کلی علم غیب نہیں مانتے اس لئے ہم ان کی تکفیر نہیں کرتے۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے دروس مناظرہ کے حوالے سے ہم واضح کر چکے ہیں کہ بے شک نفس ابتدائے آفرینش الی یوم القیامۃ کا علم علم غیب نہیں اسے علم غیب کہنا خود رضاخانیوں کی جہالت ہے۔ لہذا خیرالفتاوی کا فتوی بالکل درست ہے۔

ثالثا خیرالفتاوی کے مفتیوں نے حسن ظن کے بنا پر یہ کہا کہ بریلوی کلی علم غیب نہیں مانتے اس لئے ہم فتوی نہیں لگاتے ہم نے ماقبل میں ثبوت دے دئے کہ رضاخانی کلی ذاتی علم غیب مخلوق کیلئے مانتے ہیں لہذا خیرالمدارس کے مفتیوں کے ہاں بھی رضاخانی کافر مشرک بے ایمان ہوئے اس عقیدہ کی بنا پر۔

پھر حوالہ بھی مکمل نقل نہیں کیا امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر قربان جو کہتے تھے کہ جو رضاخانی حوالے میں دجل و فریب خیانت نہ کرے وہ حلالی بریلوی ہی نہیں حرامی بریلوی ہے۔ حلالی اصلی نسلی بریلوی وہ ہوگا جو کبھی بھی کوئی حوالہ مکمل سیاق

وسباق کے ساتھ نقل نہیں کرے گا ہر صورت میں اس میں خیانت کرے گا۔ چنانچہ اس فتوے کے نقل میں بھی خیانت کی گئی اس لئے کہ آگے ہی صراحت کے ساتھ لکھا ہوا ہے:

''البتہ اگر کوئی بریلوی بالکل نصوص صریحہ کے خلاف رسول خدا ﷺ کیلئے اس قسم کا علم غیر متناہی جو صفت خداوندی ہے ثابت کرے تو کافر اور مشرک ہوگا۔ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جماعت بریلویہ کے مقتدر علما سے پہلے ان کے عقائد کی تحقیق کر لی جائے پھر نہایت ہی غور و فکر کے بعد ان کے متعلق فیصلہ کیا جائے''۔

(خیر الفتاوی، جلد اول، ص208)

اور ہم نے ما قبل میں نا قابل تردید ثبوت دے دئے اور تحقیق کر لی کہ رضاخانی اللہ کے علم خاص ذاتی غیر متناہی میں رسول اللہ ﷺ کو شریک مانتے ہیں اسی کو علم غیب کہتے ہیں بلکہ بدایونی تو ایسا خبیث ہے جو تمام صفات ذاتیہ وافعالیہ میں بندوں کو معاذ اللہ اللہ کا شریک مانتا ہے لہذا خیر المدارس کے ان مفتیوں کے فتوے کی اس شق سے یہ سارے بے ایمان و کافر ہوئے۔

اور فتوی ہماری تائید میں ہو گیا نہ مخالفت میں۔ ہاں جو اپنے ان مقتدر علما کے عقیدہ کے ساتھ نہیں اور ان کے اس کفریہ شرکیہ عقیدہ پر لعنت بھیجتا ہے تو ہمارا اس باب میں ان پر کفر کا فتوی نہیں مگر ضال مضل بدعتی پھر بھی ہیں۔

رابعا: بالفرض ایسا ہی جیسا کہ موصوف نے ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی تو خود موصوف ہمارا یہ اصول لکھ چکے ہیں کہ:

''خود وہابیہ اسمعیلیہ کا اصول ہے کہ ایک چیز ایک اعتبار سے عین دین اور دوسرے اعتبار سے غیر دین ہو سکتی ہے تو یہ فتوی بھی وہابیہ اسمعیلیہ کے اسی اصول کے مطابق ہے امام اعظم علیہ الرحمۃ نے جس اعتبار سے فرمایا ہے اس اعتبار سے درست ہے اور جس اعتبار سے دیگر علما نے کہا وہ درست''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، ص89)

پس یہی جواب ہمارا ہے کہ جس اعتبار سے علامہ ساجد نقشبندی صاحب نے کہا اس اعتبار سے رضاخانیوں کے عقیدہ علم غیب بالکل کفر ہے اور جس اعتبار سے خیر الفتاوی میں ہے اس اعتبار سے وہ درست۔

لیکن لیجئے ہم اتمام حجت کر لیتے ہیں موصوف اس فتوے کو نقل کرتے ہوئے بڑے فخر سے لکھتے ہیں:

''وہابی مولوی خیر محمد اور اس کی ٹیم نے وہابی مولوی ساجد خان کا جوتوں سے مزید منہ کالا کر دیا یہ وہابی چلاتا تھا ہمیں کافر بنانے پر اس کے اپنے وہابی مولوی ہی اس کو کفر و شرک نہیں مانتے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص138)

اب ذرا حضرت خیر محمد جالندھری صاحب کا فتوی رضاخانی مناظر غلام مہر علی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''الجواب: محترمی سلمہ بعد سلام مسنون آنکہ جس لڑکے کے رشتے کے متعلق دریافت کیا گیا ہے وہ بریلوی عقائد کا معلوم ہوتا ہے اکثر بریلویوں کے عقیدے آج کل ایمان کی حدود سے نکل چکے ہیں جیسے علم غیب کل کا رسول اللہ ﷺ کیلئے قائل ہونا، حضور صلعم کو حاضر ناظر اعتقاد کرنا غیر اللہ سے مدد مانگنا وغیرہ وغیرہ ایسے غلط عقائد والے شخص سے صحیح العقیدہ لڑکی صالحہ کا نکاح کرنا جائز نہیں۔۔۔

(احقر خیر محمد عفا اللہ عنہ مہتمم مدرسہ عربی خیر المدارس ۶ شوال سنہ ۱۳۷۳ھ)

نوٹ: یہ فتوی قلمی بندہ کے پاس محفوظ ہے''۔

(دیوبندی مذہب، ص494)

رضاخانی غلام مہر علی کو اس فتوے پر اس قدر یقین تھا کہ باقاعدہ چیلنج دیا کہ میں اس کو جالندھری صاحبؒ کی زندگی میں چھپوا رہا ہوں وہ اس کا انکار کر کے دیکھیں۔ تو ہم نے جالندھری صاحب کے فتوے ہی سے علم غیب کے مسئلہ میں رضاخانیوں کو اسلام سے تہی دامن

ہونا ثابت کر دیا۔

اب موصوف منہ کالا کرنے کیلئے بدبودار جوتوں کا ہار لائے تو ضرور لیکن آنکھیں کھول کر دیکھیں موصوف نے وہ ہار مولوی غلام مہر علی اس کتاب کی تائید کرنے والے مظفر حسین شاہ کراخانی کو پہنا کر ان سب کا منہ کالا کروا دیا۔اور علامہ نقشبندی صاحب کو سرخرو کر دیا۔

بریلوی فتنے کا نیا روپ

پھر موصوف نے حضرت مولانا عارف سنبھلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی:

''چوتھی صورت عقیدہ علم غیب کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کیلئے اللہ تعالیٰ کے برابر جمیع غیوب کا علم محیط تفصیلی تو نہ مانا جائے لیکن ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک یا محشر کے حساب کتاب اور داخلہ جنت و نار تک جمیع اشیاء یعنی تمام کائنات حاضرہ وغائبہ کی ایک ایک جزئی کے علم محیط تفصیلی کا عقیدہ رکھا جائے۔

مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنے رسالوں ''الدولۃ المکیہ'' اور ابناء المصطفیٰ'' اور ''خالص الاعتقاد'' وغیرہ میں اور مولوی نعیم الدین مراد آبادی نے ''الکلمۃ العلیاء'' میں اپنا عقیدہ یہی لکھا ہے اور اسی کی وکالت کی ہے۔

اس عقیدہ کے بارے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ اس کو علم غیب سے تعبیر کرنا بالکل مہمل اور جاہلانہ بات ہے لیکن بریلوی عوام وخواص نے اس کا عنوان علم غیب ہی مقرر کر رکھا ہے۔ اس لئے ہم نے اس کو عقیدہ علم غیب کی چوتھی صورت قرار دیا ہے۔

یہ عقیدہ ہمارے نزدیک شرک یا کفر تو نہیں ہے

(بریلوی فتنے کا نیا روپ، ص 93)

یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ہم ماقبل میں تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں کہ یہ عقیدہ محض رضا خانی اکابر کا دھوکا ہے ان کا اصل عقیدہ علم غیب ذاتی غیر متناہی محیط کا ہے اور اس کے متعلق حضرت مولانا عارف سنبھلی صاحب کیا فرماتے ہیں ملاحظہ ہو:

''دوسری صورت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم اور دوسرے انبیائے

علیہم السلام اور اولیائے کرام کے متعلق یہ تو مانا جائے کہ ان کو وہ ''ذاتی علم'' تو ایک ذرہ کا بھی نہیں ہے جس کا ذکر پہلے نمبر میں کیا گیا ہے لیکن یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم غیب کی صفت مستقل طور سے عطا فرمادی ہے اور گویا غیب کو دیکھنے والی آنکھ ان کو دے دی گئی ہے جس کی وجہ سے سارا غیب ان کے سامنے ہے۔ کوئی چیز اور کوئی حال ان سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے اور اس معاملہ میں اب وہ مستقل اور مختار ہیں۔ ایسا نہیں کہ وحی آئے تو معلوم ہو اور نہ آئے تو معلوم نہ ہو بلکہ غیب کی کنجی ان کے حوالے ہوگئی ہے جس کی وجہ سے تمام غیب کا علم اب ان کے اپنے اختیار میں ہے اور یہ صفت ان کی ذات میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ وہ تو جیسا کہ ہم پہلے تفصیل سے بتلا چکے ہیں۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو مشرکین اپنے دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے اور بہت سے جاہل عوام رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم اور اولیائے کرام کے بارے میں بالکل یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

بہت سے جاہل عوام اسی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں

راقم الحروف کو ایک دفعہ اب سے چند برس پہلے بریلوی خیالات رکھنے والے ایک ایسے صاحب سے علم غیب ہی کے موضوع پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا جو عالم مولوی تو نہ تھے لیکن اردو خواں تھے میں نے ان سے جب یہ کہا کہ ہم لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کو وحی کے ذریعہ غیب کی ہزاروں، لاکھوں باتوں کی اطلاع دی ہے تو انہوں نے برجستہ کہا کہ وحی کے ذریعہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے بتلایا وہ علم غیب کہاں ہوا۔ علم غیب کا مطلب تو یہ ہے کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم دے دیا گیاہ اور آپ ﷺ کو سب سے خود بخود معلوم ہے۔ جہاں تک ہم نے اندازہ کیا ہے ایسا عقیدہ رکھنے والے یہ بھی اعتقاد رکھتے ہیں کہ سارا عالم غیب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کی نگاہ کے سامنے ہے اور آپ کا علم تمام مغیبات کو محیط ہے۔ مشرکین اپنے دیوتاؤں کیلئے یہی علم غیب مانتے تھے۔ یہ بالکل وہی عقیدہ ہے جو کہ مشرکین کا اپنے معبودوں کے بارے میں تھا اور یہ بلا شبہ شرک ہے اور فقہ وفتاویٰ وغیرہ کی کتابوں میں ''علم غیب'' کے جس عقیدے پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔ وہ یہی ہے اور چونکہ یہ

عقیدہ رکھنے والے اس علم غیب کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کی یا اولیاء اللہ کی ذات کی صفت مانتے ہیں اور اس صفت میں ان کو مستقل اور مختار کہتے ہیں اس لئے بعض مصنفین نے اس کو ''ذاتی'' یا ''مستقل علم غیب'' بھی کہا ہے اور یہ تعبیر بھی غلط نہیں ہے لیکن بعض لوگوں کو اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ پہلی والی شکل ہے حالانکہ وہ تو دنیا میں کھلے بت پرستوں اور یہود و نصاریٰ کا بھی عقیدہ نہیں ہے۔کسی گمراہ سے گمراہ مسلمان کا وہ عقیدہ کیسے ہوسکتا ہے وہ تو بالکل خارج از بحث ہے۔

بعض بریلوی مصنفین کی عبارتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے لیکن ان عبارتوں میں تاویل کی گنجائش ہے۔اس لئے ہم قطعیت کے ساتھ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان لوگوں کا یہی عقیدہ ہے، ہاں یہ کہتے ہیں کہ اگر واقع میں ان کا ایسا ہی عقیدہ ہے تو بلا شبہ یہ عقیدہ مشرکانہ ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر فتح العزیز میں نصاریٰ کی طرح افراط اور غلو کی گمراہی میں مبتلا ہونے والوں کے مشرکانہ اور کافرانہ عقائد بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:۔

> ''یا رتبہ ائمہ و اولیاء را برابر رتبہ انبیاء و مرسلین گرداند، و انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب و شنیدن فریاد ہر کس در ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کند''۔
>
> یا اماموں اور ولیوں کا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کے برابر ماننے اور نبیوں اور رسولوں کیلئے وہ صفات ثابت کرے جو الوہیت کے لوازم میں سے ہیں مثلاً علم غیب اور ہر شخص کی فریاد ہر جگہ سن لینا اور تمام مقدورات پر قدرت''۔(ترجمہ فتح العزیز۔ج 1۔ص:52)

اس عبارت میں ''علم غیب'' کے لفظ سے وہی دوسری صورت مراد ہے اور جیسا کہ تفصیل سے ہم بتلا چکے ہیں۔عرب کے مشرکین بھی اپنے دیوتاؤں کیلئے علم غیب کی یہی صورت ثابت کرتے تھے اور جاہل، گمراہ مسلمانوں کا عقیدہ بھی یہ ہے، وہ بھی مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کی ذات میں ''علم غیب'' کی صفت رکھ دی ہے اوراب یہ آپ کی ذاتی، اختیاری، مستقل صفت ہے اور یہ عقیدہ بلاشبہ مشرکانہ ہے اور عقائداور فقہ کی کتابوں اور دوسرے اکابر علماء امت کی تحریروں میں ہے اس پر کفر کا حکم لگایا گیا ہے۔
عقائد اہلسنت کی مشہور درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے۔

کتب عقائد وفقہ کی وہ عبارات

جن میں اس عقیدہ کو کفر قرار دیا گیا ہے!

وبالجملة العلم بالغيب امر تفردبه الله تعالیٰ لاسبيل اليه للعباد الا باعلام منه او الهام
(شرح عقائد نسفی ص:123)

''الحاصل علم غیب ایسی چیز ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی میں ہے، بندوں کی اس تک رسائی نہیں مگر صرف اس طور پر کہ اللہ تعالیٰ نے (وحی کے ذریعے) ان کو بتلادیں یا الہام فرمادیں۔''

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ غیب کا ایسا علم جو اللہ تعالیٰ کی وحی یا الہام کے بغیر بطور خود حاصل ہو یہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے۔
مشہور محقق حنفی عالم ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرح فقہ اکبر میں پہلے یہی بات بالکل انہی الفاظ میں لکھی اس کے بعد فرمایا:۔

ثم اعلم ان الانبياء لم يعلموا المغيبات ميں الاشياء الاما علمهم الله تعالیٰ احيانا و ذكر الحنفيه تصريحا بالتكفير باعتقاد ان النبى صلى الله عليه وسلم يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالیٰ قل لايعلم من فى السموت والارض الغيب الا الله كذافى المسائره۔ (شرح فقہ اکبر ص:182)

معلوم ہونا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام غیب کی صرف انہی باتوں کو جانتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے وقتاً فوقتاً ان کو بتلادیں اور فقہاء

حنفیہ نے اس عقیدہ کو کہ ''رسول اللہ ﷺ کو ''علم غیب تھا'' صراحتہ کفر قرار دیا ہے کیونکہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا اللہ'' کے بالکل معارض اور مقابل ہے۔(شیخ ابن الھمام نے) مسائرہ میں اسی طرح ذکر کیا ہے۔

اور جیسا کہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس بیان سے بھی معلوم ہوا یہی بات قریب قریب انہی الفاظ میں شیخ ابن الھمام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب مسائرہ میں بھی لکھی ہے۔(المسائرہ۔ص:202)

ملا علی قاری اور شیخ ابن الھمام نے فقہاء حنفیہ کے جس تکفیری حکم اور فتوے کا حوالہ دیا ہے وہ کتاب النکاح کا مشہور جزئیہ ہے جو فقہ وفتاویٰ کی اکثر کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے۔

ابن نجیم جن کو محرر مذہب ابی حنیفہ کہا جاتا ہے انہوں نے فتاویٰ قاضی خان اور خلاصتہ الفتاویٰ کے حوالے سے ''البحر الرائق'' میں نقل کیا ہے۔

لو تزوج بشھادۃ اللہ و رسولہ لا ینعقد النکاح و یکفر لاعتقادہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعلم الغیب۔

اگر کسی شخص نے اللہ و رسول کو گواہ قرار دے کے کسی عورت سے نکاح کیا تو یہ نکاح شرعاً صحیح نہ ہوگا اور وہ شخص رسول اللہ صلی لالہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کے علم غیب کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے کافر قرار دیا جائے گا۔

اور عالمگیری اور عینی اور بزازیہ اور درمختار وغیرہ فقہ وفتاویٰ کی کتابوں میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح لکھا گیا ہے۔[1]

بریلویوں کی مہمل تاویل

ہمیں معلوم ہو کہ بریلوی مولوی صاحبان ان عبارتوں کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ ان میں پہلی قسم کے ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھنے والے پر کفر کا فتوی لگایا گیا ہے۔اور اس کو ہم بھی

شرک وکفر کہتے ہیں ۔لیکن ظاہر ہے کہ یہ بالکل مہمل بات ہے ان عبارتوں میں یہ تاویل کسی طرح نہیں چل سکتی ۔ہم تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ پہلی قسم کے ''ذاتی علم'' کا عقیدہ تو ابوجہل وابولہب جیسے مشرکین بھی نہیں رکھتے تھے ۔کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی اس کا عقیدہ کیسے رکھ سکتا اور وہ تو عقل کی رو سے بھی محال ہے ۔اوراس سے بھی زیادہ واضح قرینہ یہ ہے کہ اس ذاتی علم میں تو غیب اورشہادت میں کوئی فرق نہیں ۔عالم شہادت کے ایک ذرہ کا وہ ذاتی علم کسی مخلوق کیلئے ماننا شرک وکفر ہے ۔حالانکہ ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کفر کا یہ حکم ''غیب کا علم'' ماننے کی بنیاد پر ہے ۔عام علم ماننے کی بنیاد پر نہیں ،پس اگر ان عبارتوں سے پہلی قسم والا ''ذاتی علم'' مراد لیا جائے تو ان فقہاء ومتکلمین کی سب یہ عبارتیں بالکل مہمل اور بے معنی ہوجائیں گی ۔بہرحال متکلمین وفقہاء کے اس حکم کفر کا تعلق عقیدہ علم غیب کی پہلی صورت سے نہیں بلکہ دوسری صورت سے ہے ۔اس سلسلے میں ایک عبارت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی ناظرین کرام پڑھ لیں ۔ارشاد الطالبین میں فرماتے ہیں :

مسئلہ

اولیاء را علم غیب نباشد مگر از مغیبات بطریق خرق عادت بکشف یا الہام آنہا را علم دہند وعلم غیب ہر اولیاء را گفتن کفر است **قال اللہ تعالیٰ قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ ولا اعلم الغیب** (ارشاد الطالبین ۔ص:19)

اولیاء اللہ کو علم غیب نہیں ہوتا ہاں مگر کچھ غیب کی چیزیں بطور خرق عادت وکرامت کشف یا الہام کے ذریعہ ان کو اللہ تعالیٰ بتلا دیتے ہیں اور اولیاء اللہ کیلئے علم غیب کی صفت کا ماننا کفر ہے ۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے ہمارے نبیؐ تم کہہ دو اور اعلان کردو کہ لوگو! میں تم سے یہ نہیں کہتا اور اس کا دعویٰ نہیں کرتا کہ میرے قبضے میں اللہ کے خزانے ہیں، نہ (میں اس کا دعویٰ کرتا ہوں کہ) مجھے علم غیب ہے ۔

حضرت قاضی صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مسئلہ میں اگرچہ براہ راست اولیاء اللہ

کیلئے علم غیب کی صفت ماننے کاذ کر کیا ہے اور اس کو کفر قرار دیا ہے لیکن اس پر قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اگر وئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کیلئے یہ علم غیب مانے تو اس کا بھی یہی حکم ہے۔

ارشاد الطالبین کی اس عبارت میں جس علم غیب کے ماننے کو قاضی صاحب نے کفر قرار دیا ہے وہ بھی وہی دوسری صورت ہے جس کو ہم تفصیل سے لکھ چکے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم یا کسی بزرگ یا کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات میں علم غیب کی صفت رکھ دی ہے اب سارے غیب کا علم ان کے اختیار اور قابو میں ہے اور کچھ بھی ان سے پوشیدہ نہیں ہے۔

(۳)

عقیدہ علم غیب کی تیسری صورت

تیسری صورت عقیدہ علم غیب کی یہ ہے کہ کوئی شخص رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کیلئے نہ تو پہلی قسم کے ذاتی علم غیب کا عقیدہ رکھے نہ دوسری قسم کے ذاتی اختیاری مستقل علم غیب کا، مگر یہ اعتقاد رکھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جمیع غیوب کا علم عطا فرما دیا ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ کو اپنے ازلی ذاتی علم سے تمام غیوب کا علم محیط حاصل ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی عطاء اور تعلیم سے حضور کو بھی جمیع غیوب کا علم محیط حاصل ہے اور عالم غیب کی کوئی چیز جس طرح اللہ تعالیٰ سے مخفی نہیں ہے۔ حضور سے بھی مخفی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم غیب اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کے علم غیب میں بس ذاتی اور عطائی کا فرق ہے تو یہ عقیدہ بھی بلا شبہ شرک وکفر ہے کیونکہ جمیع غیوب کا علم محیط بھی اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے اور چند صفحے پہلے ہم ملا علی قاری رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت ”موضوعات کبیر“ کے حوالے نقل کر چکے ہیں جس میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ

> ”جو شخص اس کا قائل ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم اور اللہ عالیٰ کا علم برابر ہے۔ اس کے کفر پر اجماع ہے“۔
>
> (موضوعات کبیر)

اگر چہ ہمارے علم میں ہے کہ بعض غالی مبتدعین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کے بارے میں جمیع غیوب کے علم محیط تفصیلی کا یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں“۔

(بریلوی فتوے کا نیا روپ، ص 76 تا 83، اشرف برادرز لاہور)

لیجئے جناب !! وہ تو آپ کو کھلم کھلا کافر کہہ رہے ہیں آپ کے کفر پر فقہ کی وہی عبارات پیش کررہے ہیں جو علامہ صاحب نے پیش کی اور اس میں ”جناب“ نے جو تاویلات کی ہیں اس کا بھی رد کردیا اس کے باوجود سنبھلی صاحبؒ کو اپنا ہم نوا اور علامہ صاحب کا مخالف کہنا پرلے درجے کی بے شرمی ہے۔ باقی علامہ صاحب کے پیش نظر جناب ذلت مآب ۹ جوڑوی بدون شلوار معلم کنجریاں اسمعیلی یہودی غرابی امکانی کواخانی الوخانی یہودی مرزائی احمد رضاخان فاضل بریلوی رافضی تقیہ باز کی وہ عبارات نہیں تھیں جو ہم نے پیش کی لہذا سنبھلی صاحب نے اگرچہ حسن ظن کیا لیکن خود جب وضاحت کردی کہ جس کا بھی وہ والا عقیدہ ہو (جو علامہ نقشبندی صاحب نے پیش کیا تو) وہ کافر ہے ہماری تاویل اسے نہیں بچا سکتی۔ تو سنبھلی صاحبؒ کے فتوے کی زد میں اعلی ابلیس جناب اعلی حضرت فاضل بریلوی کذاب زمانہ بھی آئے۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحبؒ

آگے موصوف نے عنوان ڈالا:

”وہابی مولوی تقی عثمانی ورفیع عثمانی کے باپ اور وہابی مولوی ساجد خان کے دادا استاد مولوی شفیع دیوبندی صاحب لکھتے ہیں“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص 141)

جواب: حالانکہ یہ لکھا ہوا فتوی حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا لکھا ہوا نہیں بلکہ: ”مولانا مسعود احمد صاحب“ کا لکھا ہوا ہے فتوے کے آخر میں صاف لکھا ہوا ہے۔ (امداد المفتین، جلد دوم، ص 139)

ہم ایسی حرکتوں پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے ”فرقہ حسامی الحرامی“ کے ایک گالی باز کا تبصرہ ہی نقل کر دیتے ہیں صرف عبارت میں ”دیوبندی“ کی جگہ ”رضاخانی“

کردیں اور "حکیم الامتؒ" کی جگہ "حضرت مفتی اعظمؒ پاکستان" کردیں۔حقیقت یہ ہے کہ بدزبانی میں جو غلاظت ان لوگوں کو آتی ہے اس کا مقابلہ کسی شریف آدمی کے بس کی بات نہیں لہذا اس موقع پر جواب آں غزل کیلئے کسی رضاخانی ہی کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ارشد مسعود رضاخانی لکھتا ہے:

"یہ بھی نرا جھوٹ ہے کہ یہ شعر تھانوی صاحب کے سامنے پیش ہوئے جس فتوے کا حوالہ دیوبندی موصوف دے رہے ہیں وہ تو تھانوی صاحب کا ہے ہی نہیں دیوبندی موصوف نے دجل وفریب کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس فتوے کو تھانوی صاحب کا فتوی قرار دیا۔۔ارباب نظر اور اصحاب نکتہ شناس کو پہلے ہی سے پتہ تھا کہ دیوبندی موصوف نرا جاہل ہے اور مطالعہ تو بالکل ہی نہیں چند حوالہ جاتی کتابچے موصوف نے اسی سلسلے میں رکھے ہوئے ہیں اور انہیں پر موصوف کا گذارا ہوتا ہے مزید چند مشٹنڈوں کی معاونت بھی حاصل ہے جو اس کی جہالت کو مزید چار چاند لگا دیتے ہیں"۔

(کشف القناع، جلد اول،ص 227 تا229)

اب رہا فتوے کا جواب تو جواب بالکل درست ہے کیونکہ سوال میں سائل نے یہ کہا "تمام انبیا کو غیب کا علم ہے" اور مفتی صاحب جواب درست دیا کہ اس میں تاویل ہوسکتی ہے کیونکہ عموما "جاہل رضاخانی عوام" علم غیب سے "انباء الغیب" مراد لیتے ہیں اس صورت میں اصطلاح کا فرق ہو جائے گا جو الحاد وضلالت تو ہے مگر کفر نہیں۔

پھر مفتی صاحب نے یہ بھی تو لکھا:

"اگر وہ فی الواقع عقیدہ کے اعتبار سے مسلمان ہے تو فبہا ورنہ مفتی کا فتوی اس کو کچھ نفع نہیں دے گا"۔(امداد المفتین، جلد دوم،ص138)

اور چونکہ ماقبل میں وضاحت ہو چکی ہے کہ مقتدر رضاخانی علماء کا عقیدہ درباب علم غیب کفریہ شرکیہ ہے لہذا حضرت مفتی مسعود احمد صاحب ہی کے فتوے کی روشنی میں مفتی کی "تاویل" نے انہیں کوئی فائدہ ونفع نہ دیا۔

مفکر اسلام حضرت علامہ خالد محمود صاحبؒ

آگے صفحہ 141، 142 پر اپنی غلیظ عادت سے مجبور ہو کر قاطع رضاخانیت حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو گالیاں دینے کے بعد ان کا حوالہ نقل کرتا ہے۔ ''مناظرے اور مباحثے ص 279 ''۔ حالانکہ یہ کتاب علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں کسی ''ابن یونس'' کی ہے یہ کون ہے؟ کذاب زمانہ ارشد مسعود لکھتا ہے:

''ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے''۔

(کشف القناع، جلد اول، ص 205)

اب جو حوالے ہم پر حجت ہی نہیں یہ نامراد اس پر دو دو تین تین صفحات کالے کر دیتا ہے اور پھر شور کرتے ہیں دیکھو کتنی ضخیم کتاب لکھی ہے ہم نے۔

حالانکہ علامہ خالد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں رضاخانیوں کی یوں خبر لیتے ہیں:

''پیغمبر کی بے ادبی کسی پہلو سے کی جائے اس کے کفر ہونے میں شبہ نہیں بریلوی حضرات اپنی ان کفریہ عبارات کا کوئی جواب نہیں دے سکتے سوائے اس کے کہ بریلویت سے دلی توبہ کر لیں اور پھر کھلے بندوں اس توبہ کا اقرار کریں''۔

(مطالعہ بریلویت، جلد دوم، ص 279)

رضاخانی کہتا ہے کہ علامہ صاحب بریلویوں اور دیوبندیوں کے عقیدہ علم غیب کو ایک کہہ رہے ہیں حالانکہ علامہ صاحب کہتے ہیں:

''سو بریلویوں میں آپ کے حاضر و ناظر اور غیب بین ہونے کا عقیدہ اسلام سے ہرگز نہیں عیسائیوں سے ماخوذ ہے''۔

(مطالعہ بریلویت، جلد دوم، ص 165)

صرف عیسائی نہیں بلکہ اسی جلد میں رضاخانیوں کو علامہ صاحب نے ہندو، مشرک و رافضی ثابت کیا۔ مزید لکھتے ہیں:

''اس پس منظر میں ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو جائز قرار دینا اور بات ہے اس میں احتیاط یہی ہے کہ ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اور ان کے جو عقائد عوام میں معروف ہیں انہیں کھلے طور پر کفر مانا جائے''۔ (مطالعہ بریلویت، ج5 ص47)

اور عوام میں معروف عقائد میں سے ایک عقیدہ ''علم غیب'' بھی ہے۔ اس باب میں بیسیوں حوالہ جات پیش کیئے جاسکتے ہیں لیکن نہ صفحات اس کی اجازت دیتی ہے نہ وقت۔

رضاخانی لکھتا ہے:

''وہابی اسمعیلی نے جس دجل وفریب سے کام لیا ہے وہ ہر سمجھدار شخص جانتا ہے اس جاہل نے علمائے اہلسنت کا عقیدہ بیان کرنے کے بجائے چند مبہم قسم کی عبارات (جن کا عقیدے کے ساتھ دور تک کا تعلق بھی نہیں) بیان کرنے اپنے وہابی اکابرین سے عیاری مکاری اور دھوکہ بازی میں سبقت لے جانے کی کوشش کی ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص286)

تو اس لوسی پاخانوی رضاخانی نے بھی ہمارے اکابر خصوصا علامہ خالد محمود صاحب کا اصل عقیدہ بیان کرنے کے بجائے چند مبہم عبارات کو لیا جس کا عقیدہ سے دور تک بھی کوئی واسطہ نہیں اور یوں دجل وفریب مکاری وعیاری میں احمد رضا خان بریلوی، مفتی احمد یار گجراتی، عمر اچھروی، حشمت علی رضوی سے بھی سبقت لے جانے کی کوشش کی۔

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی رفیع عثمانی صاحبؒ

اس کے بعد موصوف نے ص 143 پر مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت پیش کی اور اس کو مستدل بنایا کہ:

''فرق صرف اتنا ہے کہ ہم ان خبروں کو انبا الغیب کہتے ہیں اور ان میں سے بعض حضرات اس کو علم الغیب کہہ دیتے ہیں''۔

(درس مسلم، جلد اول، ص258)

اس کے بعد آدھا صفحہ حضرت العلامۃ پر گالیوں میں سیاہ کر دیا۔ اس سلسلہ میں ہم پہلے

واضح کر چکے ہیں کہ دھوکا، فراڈ، مکاری وعیاری رضاخانیوں کی خمیر میں ملا ہوا ہے اس باب میں انہوں نے اپنے متضاد عقیدہ لکھے ہوئے ہیں جنہیں مکمل طور پر ان کے تمام لٹریچر کا مطالعہ نہیں وہ مجمل عبارات کے دھوکے (یہ مبہم مجمل عبارات والا اصول خود رضاخانی کو مسلم ہے) میں رضاخانیوں سے حسن ظن لگا لیتا ہے اور اس اختلاف کو تعبیر یا اصطلاح کا اختلاف سمجھ لیتا ہے انہی افراد میں سے ایک مفتی اعظم پاکستان بھی ہیں۔ رضاخانی لکھتا ہے:

''اکابرین فرنگی محلی کا دیوبندیوں کی عدم تکفیر کا معاملہ عدم علم پر مبنی ہے''۔

(کشف القناع، جلداول، ص163)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

''ان کی لاعلمی کی وجہ سے دیئے گئے تاثرات دیوبندیوں کیلئے چنداں مفید نہیں اور نہ ہی ان سے اکابرین دیوبند کی برات ثابت ہوسکتی ہے''۔

(کشف القناع، جلداول، ص207)

تو جناب عدم علم پر اس باب میں ہمارے علمائے کے دیئے گئے تاثرات سے ہرگز آپ کی برات ثابت نہیں ہوسکتی جو عبارات ہم نے جس طرز سے نقل کی ہیں اسی طرح ان کے سامنے پیش کریں اور پھر برات لیکر دکھائیں۔ دیدہ باید۔

نیز اسی مقام پر مفتی اعظم پاکستان صاحب بریلوی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب کی عبارت نقل کرتے ہیں:

''خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی اس غیب مطلق کے ساتھ منفرد ہے جو جمیع معلومات کے ساتھ متعلق ہے اور اللہ تعالی وحی کے ذریعہ اپنے رسولوں کو ان بعض علوم غیبیہ پر مطلع فرماتا ہے جو رسالت کے ساتھ متعلق ہوتے ہیں''۔ (ج5،ص111)

ان عبارتوں کے خاص طور پر خط کشیدہ جملے بالخصوص آخری فقرہ ایسا ہے کہ فاضل مولف کے تمام اہل مسلک اس پر متفق ہوجائیں اور اس سے آگے تجاوز نہ کریں تو اس سنگین مسئلہ میں کوئی اختلاف باقی نہ رہے''۔

(درس مسلم، جلداول،ص275)

حضرت مفتی اعظم نے خود وضاحت فرمادی کہ بعض علوم غیبیہ پر اطلاع تک رضاخانی مسلک محدود رہے اس سے آگے تجاوز نہ کریں تو اس ''سنگین مسئلہ'' میں کوئی اختلاف باقی نہیں رہے گا لیکن رضاخانیوں نے تجاوز کیا نہ صرف حضور ﷺ کیلئے علم محیط کلی مانا بلکہ علم غیب ذاتی مانا اور ایسے شخص کے بارے میں حضرت مفتی صاحب کا فتوی ہے:

''جو مرد کاہنوں اور نجومیوں کی خبروں کو سچا جانتا ہوں اور انہیں عالم الغیب مانتا ہو دائرہ اسلام سے خارج ہے''۔

(امداد السائلین، جلداول،ص235)

اسی جلد ص 210،211 میں ہے رسول اللہ ﷺ کو حاضر و ناظر سمجھ کر یا رسول اللہ سے پکارنے کو شرک وکفر کہا ہے اور رضاخانیوں کے ہاں علم غیب و حاضر ناظر ایک ہی چیز ہے تفصیل کیلئے علامہ نقشبندی صاحب کے ''دروس مناظرہ'' ملاحظہ ہو۔

یہاں تک رضاخانی کے دجل وفریب کا جواب تھا۔اب ذرا کچھ الزامی حوالہ جات ملاحظہ فرمالیں۔

دیوبندی علم غیب و دیگر عقائد کے مسئلہ میں رضاخانیوں کو کافر سمجھتے ہیں رضاخانیوں کا اقرار

ماقبل میں غلام مہر علی کا حوالہ گذر چکا کہ حضرت خیر محمد جالندھری صاحبؒ اس باب میں رضاخانیوں کو مسلمان نہیں سمجھتے تھے۔

مزید ملاحظہ ہو:

''دیوبندی خوارج کی اپنی جماعتی پوزیشن غیر مقلدین سے بھی زیادہ قابل رحم ہے عرس کرنے والے، یارسول اللہ پڑھنے والے، سرکار دوعالم ﷺ کو حاضر ناظر کہنے والے اور آپ کے خداداد علم غیب پر ایمان لانے والے جمہور اہل اسلام کو کافر، مشرک، بدعتی کہتے ہیں''۔

(دیوبندی مذہب، ص142)

جناب! آپ تو کہتے ہیں کہ ان مسائل میں ہمیں صرف نقشبندی کافر کہتا ہے نقشبندی صاحب کے بزرگوں کا یہ عقیدہ نہیں لیکن تمہارا بزرگ تو کہتا ہے کہ اس باب میں سارے دیوبندی ہی ہمیں جہنم واصل کیئے ہوئے ہیں اب ہم جھوٹ بولنے پر تمہاری ہی الفاظ میں تمہارا منہ کالا کریں یا غلام مہر علی کی قبر پر تھوکیں؟

کاشف اقبال رضاخانی جس کی کتاب کے دفاع کیلئے اب تک دس جلدوں میں بکواس تیار کر چکے ہو اور جب کوئی لینے کو تیار نہیں تو اب مفت بھیج رہے ہو نے بھی اپنی کتاب ''دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص217''، میں دیوبندی بزرگوں کا نظریہ یہی لکھا کہ:

''انبیاء واولیاء کے علم غیب کا قائل کافر ہے''۔

مزید لکھتا ہے:

''یہ دیوبند کی اندھیر نگری ہے جن عقائد ونظریات علم غیب اختیارات وغیرہ درانبیا واولیا پر دیوبندی اہل سنت پر کفر وشرک کے فتووں کی بوچھاڑ کرتے ہیں''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف، ص240، 241)

یاد رہے کہ اس مقام پر کسی دیوبندی کا استثناء نہیں کیا جارہا ہے کوئی اسے جماعتی موقف کہہ کر مظفر حسین شاہ و مشٹنڈوں کا منہ کالا کیا جارہا ہے۔

مولانا غلام نصیر الدین سیالوی رضاخانی لکھتا ہے:

''سرفراز صاحب کہتے ہیں کہ انہوں نے گنگوہی اور نانوتوی کی تعریف کی حالانکہ سرفراز صاحب ان کو بریلوی بھی مانتے ہیں تو ظاہر ہے جو بریلویوں کے عقائد ہیں مثلا حاضر ناظر، علم غیب، استمداد اور مختار کل وغیرہ ان کے بھی وہ حامل ہوں گے اور یہ عقائد سرفراز اور اس کے اکابر کے نزدیک کفر وشرک ہیں''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص 53)

لیجئے جناب! اکابر دیوبند کے نزدیک ان عقائد کی بنا پر آپ کافر ہیں۔اب آپ ہی کے الفاظ میں کہ یہ اختلاف بقول آپ کے مولویوں کے لفظی نہیں حقیقی ہے تو پیر مظفر حسن شاہ اور جناب مشٹنڈوں کی عقل کیوں خراب ہوگئی اور کیوں لفظی لفظی اختلاف کی مشین گن رضاخان مردار کی قبر سے نکال لے آئے؟

موصوف نے اس پر بھی بڑا زور لگایا کہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ رضاخانیوں کو کافر نہیں مانتے حالانکہ خود ان کا یہ اقرار ہے:

''یہ دیوبندیوں کے اشرفعلی دیوبندی تھانوی ہی کا کام ہے کہ اس ظالم و کافر گر نے بریلی میں رہنے والے تمام مسلمانوں کو مسلمان ماننے ہی سے انکار کردیا''۔

(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر: ص 51)

مولوی غلام مہر علی رضاخانی نے عنوان قائم کیا:

''تمام بدعتی شیطان ہیں'' اور آگے ملفوظات حکیم الامتؒ سے حوالہ جات نقل کیا کہ تھانوی صاحب کے نزدیک تمام بدعتی شیطان ہیں، اور بدعتی کافر سے بھی بدتر ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

(دیوبندی مذہب: ص 295)

حامد حسین قریشی رضاخانی لکھتا ہے:

''مباہلہ کیلئے حامد حسین قریشی حامد رضوی قادری تیار ہے مباہلہ اس پر ہوگا!

وہابی نجدی علماء دیوبندی اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، محمد قاسم نانوتوی، خلیل احمد انبیٹھوی، اسمٰعیل قتیل دہلوی نام نہاد شہید، حسین احمد صاحب نام نہاد مدنی اور محمود الحسن دیوبندی کا مسلک یہ ہے کہ اعلیحضرت احمد رضا خان بریلوی کے عقائد خلاف قرآن واحادیث ہیں ان میں شرک و بدعت وضلالت کی ملاوٹ ہے''۔

(میزائل بہ طمانچہ ومجتہد دیوبندی:ص 335)

لیجئے جناب! بقول تمہارے ہمارے اکابر تو جناب فاضل بریلوی ہی کو مسلمان ماننے کو تیار نہیں ان کے عقائد کو قرآن وسنت کے خلاف شرک مانتے ہیں اور ان عقائد میں ایک عقیدہ ''علم غیب'' بھی ہے۔ اب اگر ایسا نہیں ہے تو اپنے ان مولویوں کا منہ کالا کرے جو جھوٹ بول رہے ہیں حالانکہ یہ سچ بول رہے ہیں لہذا خود موصوف ہی اپنے گندے قلم کی سیاہی اپنے منہ پر مل کر اپنے منہ کو مزید جناب فاضل بریلوی کی طرح سیاہ بلکہ اشد سیاہ کرے۔ تاکہ ظاہر و باطن کی بوجہ اتم مطابقت ہوجائے۔

حشمت علی رضوی رضاخانی نے بھی فتاوی حشمتیہ ص 101،102 پر اکابر دیوبند سے علم غیب کے عقیدہ کو کفر لکھا۔ بلکہ خود موصوف اپنے اعلی حضرت کے عقیدہ پر کفر کا فتوی علمائے دیوبند سے یوں نقل کرتے ہیں:

''وہابی اسمعیلی عبدالحق حقانی لکھتا ہے:

جو کوئی آنحضرت ﷺ کیلئے ماکان ومایکون کے علم کا اعتقاد رکھتا ہے تو وہ نص قطعی کا مخالف ہے اس لئے ایسا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے اس کو تجدید ایمان اور اگر شادی شدہ ہو تو تجدید نکاح بھی لازم ہے''۔ (فتاوی حقانیہ جلداول،ص 160)

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 154)

ساتھ میں یہ بھی لکھتا ہے:

''نوٹ: یہ فتاوی 20 وہابیہ اسمعیلیہ کا مصدقہ و پسندیدہ ہے''۔

پھر خود اپنی کتاب کے صفحہ 218 تا220 پر لکھتا ہے کہ دیوبندی اکابر ہمیں علم غیب کے عقیدہ پر مرتد، کافر، جہنمی کہتے ہیں۔

ابو حامد رضوی مرزائی کہتا:

''آپ کے وہابی مولوی تو اس کو نہ کفر مانتے ہیں اور نہ ہی شرک آپ کی عقل خراب ہے وہابی علماء کی''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلد اول، ص139)

تو جناب! عقل نہ علامہ نقشبندی صاحب کی خراب ہے اور نہ کسی دیوبندی مولوی کی! ہاں جناب فاضل بریلوی کی تہذیب، ایمان، حیاء، غیرت وقلم کی طرح آپ کی بھی ان تمام سمیت عقل وشعور اور نظر خراب ہے۔ خان صاحب بریلوی نے جس ''9 جوڑ'' پر تحقیق کر کے فقیہ اعظم کا مقام ومرتبہ پایا تھا اسے تبرک کیلئے آنکھوں اور سر پر پھیریں اور امید افاقے کی رکھیں۔

ناراض نہ ہوں اگر یہ اعلی مردمی تحقیق کے میدان میں خان صاحب بریلوی کو فقاہت اعظم کے مرتبہ پر فائز کرسکتا ہے تو اندازہ لگائیں تبرک کی نیت سے جب آپ اسے چھوییں گے پھیریں گے تو روحانیت کے کن کن مقامات کی سیر یہ آپ کو کرا سکتا ہے؟۔

موصوف کہتے ہیں:

''کسی گندی گلی کے گندے گٹر کی تلاش کر''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص217)

ہم بھی کہتے ہیں کہ اس سب کے بعد اب کسی گندی گلی کے گندے گٹر (یعنی دبرِ احمد رضا خان فاضل بریلوی) کی تلاش کر اور اس میں منہ دے کر خس کم جہاں پاک کا مظاہرہ کر۔

علم غیب کے حوالے سے رضاخانیوں کا تضاد

رضاخانی نے علامہ ساجد نقشبندی صاحب اور چند دیوبندی علماء و مشائخ کے درمیان یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ ان کا آپس میں تضاد ہے مولانا نقشبندی صاحب علم غیب کے قائل کی تکفیر کرتے ہیں جب کہ دیوبندی علماء ایسا نہیں کرتے۔اب آئے اسی طرز پر ہم رضاخانیوں کا بھی اس مسئلہ میں کفر ایمان کا تضاد ثابت کرتے ہیں رضاخانیوں میں جرات ہوتو جواب دے کر دکھاو۔

علمِ غیب کا انکار کرنے والا کافر ومرتد ملحد زندیق ہے

بدعتیوں کے مظہر اعلی حضرت مولوی حشمت علی رضوی صاحب کا فتوی ہے:

''جو شخص کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب نہیں تھا وہ اللہ عز وجل کو جھٹلا رہا ہے حضور اقدس ﷺ کی نبوت و رسالت کی تکذیب کر رہا ہے لہذا بحکم شریعت مطہرہ شخص مذکور فی السوال قطعا کافر مرتد ملحد منافق زندیق ہے۔ایسے شخص کو اس کے حالات مذکورہ پر مطلع ہوتے ہوئے نماز میں امام بنانا حرام بلکہ کفر ہے۔اس سے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا حرام ہے۔اس کے ساتھ کھانا پینا بیٹھنا حرام ہے۔اس کے ساتھ بیاہ شادی کے تعلقات قائم کرنا حرام ہے۔وہ راستے گلی میں ملے تو اس کو سلام کرنا حرام ہے۔بیمار پڑے تو اس کو دیکھنے جانا حرام ہے وہ مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر ہونا حرام ہے''۔

(فتاوی حشمتیہ ص 395,394)

مفتی شریف الحق امجدی رضاخانی لکھتا ہے:

''ایسا شخص وہابی گستاخ رسول ہے کافر ومرتد ہے مسلمان نہیں رسولوں کیلئے علم غیب ماننا ضروریات دین سے ہے اس کا انکار کفر ہے جو شخص رسول کے علم غیب کا انکار کرتا ہے وہ رسول کے علم کو گھٹاتا ہے ان کی تنقیص شان کرتا ہے اس سے نہ سلام جائز نہ اس کے اسلام کا جواب دینا جائز''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج1 ص 571)

بدعتی شیخ الحدیث والتفسیر مفتی فیض احمداویسی لکھتا ہے:

''علم غیب کے انکار پرربانی فتوی: حضورعلیہ السلام نے منافقوں کواپنے علم غیب کا کہا تو وہ انکار کرگئے اللہ نے فرمایا تم اے منافقو! کافرہوگئے''۔

(فتاوی اویسیہ،ص 160)

معلوم ہوا کہ رضاخانیوں کے ہاں علم غیب ضروریات دین میں سے ہے اس کا انکار کرنے والا قرآن کو جھٹلانے والا رسول اللہ ﷺ کی معاذ اللہ تکذیب کرنے والا کافر مرتد زندیق ہے۔اب دوسری طرف ملاحظہ ہو بریلوی محمود احمد رضوی صاحب لکھتا ہے:

''جس تفصیل سے ہم حضور سید دوعالم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتے ہیں یہ ہمارا قول مختار ہے اور نہ ضروریات دین سے اور نہ ضروریات مذہب سے بلکہ باب فضائل سے ہے اور جولوگ حضور اکرم ﷺ سے بغض وعناد کی بناء پر اس تفصیل سے حضور کیلئے علم ما کان و ما یکون کا اثبات نہیں کرتے ہم ان کو کافر وگمراہ تو درکنار فاسق بھی نہیں کہتے''۔

(بصیرت،حصہ اول،ص 266،مکتبہ رضوان لاہور)

اس بدبخت کی بدبختی کی انتہا دیکھو کہتا ہے کہ بغض وعناد کی وجہ سے بھی کوئی انکار کرے تو ہم کافر نہیں کہتے۔یہ ہے ان عاشقوں کا اصل چہرہ۔حالانکہ ہمارا تو ایمان ہے کہ کوئی بدبخت رسول اللہ ﷺ کی نعلین کا بھی بغض وعناد کی وجہ سے انکار کرے وہ بھی کافر بے ایمان مرتد ملعون ہے۔ایک اور رضاخانی لکھتا ہے:

''مسئلہ علم غیب اور دیگر مسائل ایسے نہیں ہیں کہ ان پر تکفیر یا پھر تضلیل کا فتوی لگایا جائے اور نہ ہی مسئلہ علم غیب (جیسا کہ اہل سنت وجماعت بریلوی اس کے متعلق نظریہ رکھتے ہیں) ایسا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے کسی کو کافر کہا جاسکے''۔

(کشف القناع،جلداول،ص 247)

اب یہ کہتا ہے کہ علم غیب ایسا مسئلہ نہیں کہ جس کی وجہ سے کسی کو کافر،فاسق یا گمراہ کہا جاسکے لیکن رضاخانی کہتے ہیں کہ علم غیب کا انکار تو قرآن کا انکار رسول اللہ ﷺ کی تکذیب ہے یہ

عقیدہ تو ضروریات دین میں سے ہے گویا ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کرنے والے معاذ اللہ قرآن کا انکار کرنے والے بھی مسلمان ہیں یہ خود کفر ہے۔

لہٰذا حشمت علی رضاخانی و دیگر کے ہاں ارشد مسعود چشتی کافر مرتد ہوا کافر مرتد جناب فاضل بریلوی کے ہاں ولد الحرام ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ارشد مسعود چشتی فاضل بریلوی کے فتوے سے ایسا حرامی ہے کہ جو رضاخانی اس کو حرامی نہ مانے وہ بھی حرامی۔ موصوف علامہ نقشبندی صاحب پر یہ بکواس کر رہے تھے لیکن ہم نے اس کا حرامی ہونا خود اس کے گھر کے فتووں سے ثابت کر دیا اب جرات ہے تو اس فتوے کو گلے سے نکالو۔

دوسری طرف ایک ایسا مسئلہ جس پر تکفیر و تضلیل جائز نہیں تھی حشمت علی رضوی، شریف الحق امجدی، اویسی نے اس پر تکفیر کر کے خود کفر کا ارتکاب کیا اور خود مرتد و کافر ہوئے۔

مزے کی بات یہ کہ خود الو خانی و کوانی خانی اسمعیلی رضاخانی ابوالحرامی رضوی صاحب کتاب بھی علم غیب کے بارے میں لکھتا ہے:

''حالانکہ ان میں سے تقریباً مسائل سادات احناف کے درمیان مختلف فیہ ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول، ص22)

جب خود سادات احناف میں یہ مسائل اختلافی ہیں تو معلوم ہوا کہ سادات احناف کا ایک بہت بڑا طبقہ اہل السنۃ والجماعۃ دیوبند احناف خصوصاً نقشبندی صاحب کے موقف کے ساتھ کھڑا ہے کہ علم غیب رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت نہیں اب حشمت علی رضوی اور دیگر کا یہ غلیظ فتوی خود احناف پر لگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ موصوف نے یہ جھوٹ بولا کہ احناف میں یہ مسائل مختلف فیہ ہے بھلا شرک و کفر اور بدعت بھی کبھی مختلف فیہ ہو سکتے ہیں؟

علامہ نقشبندی صاحب اور علمائے دیوبند کے درمیان تضاد ایک اور انداز

ابوکاذب رضوی مظفر حسین اصل میں مکذب حسین رضوی کی اولاد نے کتاب کے صفحہ 134 تا143 پھر صفحہ 176 تا185 دوبارہ پھر صفحہ 211 تا217 سہ بارہ علمائے دیوبند کی عبارات پیش کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ معاذ اللہ علمائے دیوبند علم غیب کے قائل کو کافر نہیں کہتے جبکہ علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی کہتے ہیں۔

تو موصوف نے جو تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے اس کا جواب یوں بھی دیا جاسکتا ہے کہ علامہ نقشبندی صاحب نے سادات احناف ومشایخ احناف سے علم غیب کا کفر ہونا دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے۔اس میں کہیں بھی بالخصوص یا بالعموم بریلویوں پر کفر کا فتوی نہیں لگایا۔جبکہ اس کے مقابل علمائے دیوبند کی جو عبارات پیش کی ہیں اس میں کہیں بھی علم غیب کو عین اسلام نہیں کہا گیا بلکہ اس میں تو یہ بحث ہو رہی ہے کہ آیا رضا خانی بریلوی کافر ہیں یا نہیں جو سرے سے موضوع ہی نہیں۔

علامہ نقشبندی صاحب اور علمائے دیوبند میں تضاد تب ثابت ہو جب ان علمائے دیوبند نے اصطلاحی علم غیب کو عین ایمان کہا ہو رضا خانی میں جرات ہے تو ایسا کوئی مستند حوالہ پیش کرے۔دجل وفریب سے اپنے مرشد دجال اعظم و دجال ادنی اعنی فاضل بریلوی کو تو خوش کیا جاسکتا ہے اہل علم کو نہیں۔

دیوبندی علماء کی عبارات ایک اور طرز

امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دارالعلوم دیوبند کی ترجمانی کرتے ہوئے مہتمم صاحب لکھتے ہیں:

”اس پس منظر میں بندہ کا یہ احساس قوی سے قوی تر ہوگیا کہ حضرت مولانا صفدر رحمۃ اللہ

علیہ نہ صرف اکابرعلما دیوبند کے علم،نظریات اورعقائد کے حامل ہیں بلکہ ان کے ترجمان اورشارح بھی ہیں اس لئے رد بدعت اوررد غیر مقلدیت سمیت تمام مختلف فیہ مسائل میں مولانا کی مکمل مدلل تحریریں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں''۔

(امام اہل السنۃ کا عادلانہ دفاع،ص 23،22)

اب موصوف کے گروپ کا رضاخانی لکھتا ہے:

''جناب کی شومئ قسمت کہ نا تو مصنف کی ایسی حیثیت ہے کہ اسے اعلی حضرت کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ کتاب اس درجہ کی ثقہ ہے کہ اس کی ہر بات کا اعتبار کیا جاسکے''۔

(کنزالایمان اورمخالفین،ص 393)

ہم اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ جناب کی شومئ قسمت! جب امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کے علوم کے شارح و ترجمان ہیں اوررد بدعت میں ان کی تحریر حرف آخر ہے اور وہ رضاخانیوں کے اس عقیدہ کو کفر کہتے ہیں لہذا ان کے مقابل اگر کوئی دیوبندی عالم یا مدرسہ ایسا نہیں کہتا تو اس کی امام اہلسنت کے مقابل کوئی حیثیت نہیں کیونکہ اس باب میں حرف آخر امام اہلسنت کی تحریر ہے نہ کہ کسی اور کی۔ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''ہمارے لئے صرف وہ دلائل حجت بن سکتے ہیں جو ان اکابرین اہل سنت و جماعت کے نوک قلم کا نتیجہ ہوں جن سے اہل سنت و جماعت کا تشخص قائم ہے''۔

(کشف القناع،جلداول،ص 205)

اور دارالعلوم دیوبند نے وضاحت کردی کہ تردید باطل میں ہمارا تشخص امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قائم ہے لہذا ان کے علاوہ کسی کا حوالہ ہمارے لئے حجت نہیں۔

مسئلہ علم غیب اور اسلاف کی عبارات سے دھوکا

اسلاف کی عبارات کا اصولی جواب

موصوف نے جتنی بھی عبارات مستند اسلاف کی پیش کی اس میں کہیں بھی علم غیب اصطلاحی نہیں یعنی:

(۱) کلی

(۲) ذاتی

(۳) محیط

حتی کہ خود رضاخانی نے اپنی کتاب میں جو اپنا عقیدہ لکھوایا کہ وہ تمام انبیا کیلئے کائنات وغیر کائنات کے ذرے ذرے کا کلی جزئی علم غیب مانتا ہے وہ بھی نہیں۔

کسی میں اظہار غیب، اطلاع غیب، انباء غیب ہے جس کے ہم منکر نہیں بلکہ منکر کو گمراہ ضال ومضل کہتے ہیں۔کسی میں علم غیب لغوی کا ذکر ہے جس کی تفصیل قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں آرہی ہے اور علامہ نقشبندی صاحب کی ''دروس مناظرہ'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔کسی میں ما کان و ما یکون کا ذکر ہے جس سے مراد بعض ما کان و ما یکون ہے کیونکہ ''ما'' کل کیلئے نہیں بلکہ بعض وخصوص کیلئے بھی آتا ہے تفصیل ''دروس مناظرہ'' میں ملاحظہ ہو۔

کہیں اگر ما کان و ما یکون کے ساتھ ازل و ابد ہے تو وہ خود رضاخانیوں کو تسلیم نہیں ہو پارہا کیونکہ ایک طرف جب وہ کہتے ہیں کہ فاضل بریلوی کا عقیدہ ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ ہے تو اس میں ازل و ابد تو نہ ہوا کیونکہ ابتدائے آفرینش ازل نہیں اور الی یوم القیامۃ ابد نہیں۔

غرض کوئی ایک عبارت ان کے مدعی پر نہیں۔الٹا عقل سے اتنا فارغ ہے کہ خود چیلنج دیتا ہے:

''اس کا ثبوت اپنے گھر کی شریعت کو پیش نظر رکھتے ہوئے فقہاء احناف سے دے اور

بتائے کہ وہ کون کون سے فقہائے احناف ہیں جو بعض علم غیب کو دلائل قطعیہ و براہین کی روشنی میں حق کہتے ہیں فقہا احناف سے ان دلائل قطعیہ و براہین کو مع حوالہ جات بیان کرے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص157)

قارئین کرام! عرف یہ ہے کہ فریق مخالف کو وہ چیلنج دیا جاتا ہے جو پورا کرنا اس کے بس میں نہیں اگر فریق مخالف نے چیلنج پورا کر دیا تو خود چیلنج دینے والے کا منہ کالا ہو جاتا ہے اور اس کی شکست ہو جاتی ہے۔

فقہائے احناف سے ''بعض علم غیب'' کا ثبوت پاک پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے طلب کرنا وہ بھی چیلنج دے کر اس بات کی دلیل ہے کہ فریق مخالف کو بھی یقین قطعی ہے کہ کوئی حنفی فقیہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے بعض علم غیب نہیں مانتا اس لئے تو بڑے وثوق سے یہ چیلنج دیا جب بعض علم غیب سادات احناف ماننے کو تیار نہیں تو کلی علم غیب تو بدرجہ اولی نہیں مانتے ہوں گے تو موصوف نے تو اپنا منہ خود کالا کر دیا کہ فقہائے احناف میں سے کوئی بھی بعض وکل علم غیب نہیں مانتا لہذا آگے جتنی عبارات موصوف پیش کریں گے ان میں کہیں بھی بعض وکل علم غیب کا ذکر نہیں لہذا اس کے ضمن میں جتنی گالیاں موصوف نے علامہ نقشبندی صاحب کو دی ہیں اس سے موصوف اور موصوف کے فاضل بریلوی ہی کا منہ کالا ہوا ہے نہ کہ علامہ صاحب کا۔

باقی فقہائے احناف سے بعض علم غیب کا ثبوت مانگنا اور نہ دینے پر یہ کہنا:

''وہابی اسمٰعیلی ساجد خان ہماری اس بات کو ہی ہضم یا گول مول کر جائے اور ہمیں یہی یقین کامل ہے کہ ایسا ہی ہونا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلد اول، ص157)

یہ تو ایسا ہی ہے کہ جیسے میں کہوں کہ خان صاحب کا خنزیر ہونا مرتد ہونا مرزائی ہونا فقہائے احناف سے ثابت کرو بمع حوالہ یہ ہمارا چیلنج ہے اور رضا خانی موصوف اس بات کو ہی گول مول کر جائے گا اور ہمیں یقین کامل ہے کہ ایسا ہی ہو گا۔

باقی جو امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''بعض علم غیب'' کہا ہے ازالۃ الریب ص493،494 جس پر موصوف نے خواہ مخواہ پورا صفحہ بدزبانی میں سیاہ کر دیا

تو اس میں مراد علم غیب اصطلاحی نہیں کیونکہ وہ بعض ہوتا ہی نہیں جب بعض ہوگیا تو علم غیب نہیں اس سے مراد غیوب کے علوم ہیں جو بطور اطلاع آپ کو ملے جس کے ہم سب قائل ہیں کیونکہ خود جن حوالوں کے ضمن میں وہ یہ بات کر رہے ہیں خود وہاں وہ اسے:

''بعض ایسے غیوب''۔۔۔بعض غیوب پر مطلع۔۔بعض ایسے غیوب ظاہر کر دیتا ہے''۔

(ازالۃ الریب،ص493)

سے تعبیر کر کے اپنا مدعی واضح کر رہے ہیں کہ مراد بعض علم غیب سے ''علم غیب'' نہیں بلکہ اطلاع علم غیب ہے۔ مصطفی رضا خان نقل کرتا ہے:

''لان العبرۃ بالمعنی لا باللفظ''۔(فتاوی مصطفویہ،ص467)

تو اعتبار معانی کا ہوتا ہے نہ کہ الفاظ کا آپ بھی امام اہلسنت کے الفاظ کو نہ پکڑیں مفہوم اور معانی کو پکڑیں اور فقہائے احناف واقعی انبیا خصوصا پاک پیغمبر ﷺ کیلئے بعض غیوب کے علوم کے قائل ہیں آپ اس کا انکار کرنے کی جرات کریں ہم ثبوت دینے کو تیار۔الحمدللہ ہم نہ بھاگے نہ بال گول مول کی بس آپ کی سیاہی سے آپ کا منہ کالا کیا۔

امام اہلسنت خود وضاحت فرماتے ہیں:

''قرآن کریم کی سینکڑوں آیات اس امر کو واضح کرتی ہیں کہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے اور بیسیوں آیات اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ علم غیب نبوت و رسالت کے لوازم اور خواص میں سے ہرگز نہیں''۔

(ازالۃ الریب،ص72)

اب آئے ترتیب وار اسلاف کی عبارات پر ایک نظر جو ہمارے معتمد ہیں۔

(ا) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ

موصوف نے صفحہ نمبر 144 تا151 پر حضرت ملا علی قاری حنفیؒ کے حوالے دیکر انہیں معاذ اللہ اپنے کفریہ شرکیہ عقیدہ میں ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کی۔

حالانکہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق رضاخانی لکھتا ہے:

''ملا علی قاری سے جو متاخرین علما حنفیہ رحمۃ اللہ میں سے ہیں انہوں نے اسی فقہ اکبر کی شرح کی اسی گمان پر کہ یہ فقہ اکبر تصنیف ہے سیدی امام الہمام رضی اللہ عنہ کی ملا علی قاری نے شرح میں ایسی باتیں کیں جو حضور پرنور صاحب لولاک ﷺ کی ایذا رسانی کا سبب ہیں''۔

(ایمان والدین مصطفی ﷺ اور قرآن، ص20)

صرف اسی بکواس پر اکتفا نہ کیا بلکہ معاذ اللہ کہا کہ آخری عمر میں ملا علی قاریؒ کو طرح طرح کی مصیبتوں آفتوں کا عذابوں کا سامنا کرنا پڑا۔ جناب فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''چنانچہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا حال سب کو معلوم ہے۔ کفر کا موقف اختیار کرنے کے بعد گوناگوں مصائب و آلام میں مبتلا ہو گئے۔۔۔ان کو کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کی توہین کرنے کا تجھے یہ بدلہ ملا''۔

(بچپن حضور ﷺ کا ص24 مندرجہ رسائل اویسیہ، جلد ہفتم)

تو جناب! آپ کے نزدیک ملا علی قاریؒ معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے والا، کفری موقف رکھنے والا، نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والا ہے۔ اور غلام نصیر الدین سیالوی نے عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ حصہ اول میں علمائے دیوبند کی تائید میں رضاخانیوں کے حوالہ جات کا یہی جواب دیا کہ جب مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ کے ہاں یہ کافر، گستاخ، مشرک ہیں تو ان کی کوئی بات سرفراز صاحب کیلئے کیسے حجت ہو سکتی ہے؟ موصوف لکھتے ہیں:

''کتنی بے دینی ہے کہ اولیاء کرام کو مشرک بھی قرار دیتے ہو اور ان کے اقوال سے استناد بھی کرتے ہو''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدہ جائزہ، جلد اول، ص63)

تو کتنی بے دینی ہے کہ ملا علی قاریؒ کو معاذ اللہ کافر، گستاخ بھی کہتے ہو اور ان کے اقوال سے استناد بھی کرتے ہو۔

موصوف نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی جتنی عبارات پیش کی ان میں سے ایک میں بھی

علم غیب اصطلاحی جس کی وضاحت ما قبل میں علامہ صاحب کے دروس سے ہو چکی ہے کا ثبوت نہیں کم وبیش سب کا تعلق انباء الغیب سے ہے جس کے ہم منکر نہیں۔

مثلا پہلی عبارت جو نقل کی وہ ابوعبداللہ کی روایت وقول ہے۔اور رضاخانی لکھتا ہے:

''حالانکہ ناقل کا کسی روایت کو نقل کرنا اس کا مذہب نہیں کہلاتا''۔

(فجر منیر،ص164)

موصوف نے جو عبارت پیش کی اس سے قبل یہ عبارت ہے جسے موصوف ہضم کر گئے:

''مع انهما متساويان فی انتفا العلم بذالك''۔

(مرقاۃ، جلداول،ص123)

یعنی جبرائیل وحضور ﷺ دونوں وقوع قیامت کے وقت معین سے لاعلمی میں برابر ہیں۔ جبکہ موصوف تو اپنے اکابر سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ یہ بھی حضور کے علم غیب میں شامل ہے۔جس حدیث جبرائیلؑ کی شرح سے موصوف نے ملاعلی قاریؒ کی عبارت نقل کی اسی حدیث کے متعلق ملاعلی قاری مفتی احمد یار گجراتی کی کھال یوں کھینچتے ہیں:

تاویل نمبر ۳:ماالمسول عنها باعلم من السائل کا مطلب یہ ہے کہ اے جبریل اس مسئلہ میں میرا اور تمہارا علم برابر ہے کہ مجھ کو بھی خبر ہے اور تم کو بھی۔

(جاءالحق،ص120)

جواب:اس کا منہ توڑ جواب ملاعلی قاری رحمہ اللہ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''وَ قَدْ جَاهَرَ بِالْكِذْبِ بَعْضُ مَنْ يَّدَّعِیْ فِیْ زَمَانِنَا الْعِلْمَ وَ هُوَ مُتَشَبِّعٌ بِمَا لَمْ يُعْطَ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَعْلَمُ مَتٰى تَقُوْمُ السَّاعَةُ قِيْلَ لَهٗ فَقَدْ قَالَ فِیْ حَدِيْثِ جَبْرِيْلَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ فَحَرَّفَهٗ عَنْ مَوْضِعِهٖ وَ قَالَ مَعْنَاهُ اَنَا وَ اَنْتَ نَعْلَمُهَا وَ هَذَا مِنْ اَعْظَمِ الْجَهْلِ وَ اَقْبَحِ التَّحْرِيْفِ وَ النَّبِیُّ ﷺ اَعْلَمُ بِاللهِ مِنْ اَنْ يَّقُوْلَ لِمَنْ كَانَ يَظُنُّهٗ اَعْرَابِيًّا اَنَا وَ اَنْتَ نَعْلَمُ السَّاعَةَ اِلَّا اَنْ يَّقُوْلَ هَذَا الْجَهْلَ

اَنَّہٗ کَانَ یَعْرِفُ اَنَّہٗ جَبْرِیْلُ فَرَسُوْلُ اللہ ﷺ ھُوَ الصَّادِقُ فِیْ قَوْلِہٖ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَاجَاءَ فِیْ صُوْرَۃٍ اِلاَّ قَدْعَرَفْتُہٗ غَیْرَ ھٰذِہٖ الصورۃ و فی اللفظ الآخر مَا شَبِہَ عَلَیَّ غَیْرَ ھٰذہ المَرَّۃِ وَ فِی اللفظ الآخَر رُدُّوْا عَلَیَّ الْاَعْرَابِیَّ فذھبوا فالتمسوا فلم یجدوا شیأ و انما عَلِمَ النبیُّ ﷺ انہ جبریل بعد مُدَّۃٍ کما قال عمر فلبثت ملیا ثم قال ﷺ یا عمر اتدری من السائل وَالْمُحَرِّفُ یقول عَلِمَ وَقْتَ السُّؤالِ انہ جبریل وَ لَمْ یُخْبِرِ الصَّحَابَۃَ بذالک اِلاَّ مُدَّۃً ثم قولہ فی الحدیث ماالمسؤل عنھا باعلم من السائل یَعُمُّ کُلَّ سائلٍ و مسؤلٍ فکلُّ سائل و مسؤول عن الساعۃ ھذا شانُھُما

(موضوعات کبری ص 324,323)

ہمارے زمانے کے بعض مدعیان علم (جیسے بریلوی مناظرین از ناقل) جو درحقیقت علم سے موصوف نہیں بلکہ نرے جعلساز ہیں یہ کھلا ہوا جھوٹ کہا ہے کہ آنحضرت ﷺ کو وقت قیام ساعۃ معلوم تھا جب اس کو یہ کہا گیا کہ حدیث جبریل میں تو یہ آتا ہے کہ مسؤل عنہا سائل سے زیادہ علم نہیں رکھتا تو اس (احمد یار گجراتی جیسے از ناقل) محرف نے اس حدیث کے معنی میں یوں تحریف کی کہ اس کا معنی یہ ہے کہ میں اور تو دونوں قیامت کا علم رکھتے ہیں اور یہ عظیم ترین جہل اور قبیح ترین تحریف ہے اور جناب نبی ﷺ اللہ تعالی کی شان کو زیادہ جانتے ہیں وہ بھلا یہ کیسے کہہ سکتے تھے جس کو وہ ایک اعرابی اور دیہاتی سمجھتے تھے کہ میں اور تو قیامت کا علم رکھتے ہیں الا یہ کہ یہ جاہل (احمد یار گجراتی از ناقل) دعوی کرے کہ آنحضرت ﷺ اس وقت حضرت جبریل کو جانتے تھے مگر اس کو کیا کریں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جو صادق ہیں یہ فرماتے ہیں کہ بخدا حضرت جبرائیل علیہ السلام جب بھی میرے پاس آئے ہیں میں ان کو پہچان لیتا رہا مگر اب کی بار اس صورت میں میں ان کو نہیں پہچان سکا اور ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت جبریل مجھ پر کبھی مشتبہ نہیں ہوئے مگر اس مرتبہ اور ایک روایت میں ہے کہ اس

اعرابی کو واپس بلالاؤ جب حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین گئے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کو کچھ عرصہ کے بعد اس کا علم ہوا تھا کہ وہ تو حضرت جبریل تھے چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے کچھ عرصہ بعد فرمایا کہ اے عمر تم جانتے ہو کہ سائل کون تھا ؟ اور یہ محرف (احمد یار گجراتی از ناقل) کہتا ہے کہ آپ سوال کے وقت ہی جانتے تھے کہ وہ حضرت جبریل تھے اور حضرات صحابہ کرام کو آپ نے اس کی اطلاع ایک عرصہ کے بعد دی پھر ما المسؤل عنها باعلم من السائل کے عنوان کے اختیار کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ ہر سائل اور مسوؤل کا یہی حکم ہے کہ قیامت کا علم سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو نہیں۔

(بحوالہ دروس مناظرہ)

اس کے بعد بھی ملا علی قاری کو اپنا ہمنوا کہتے ہوئے شرم نہیں آتی۔

موصوف بڑے اتراتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

''علامہ ملا علی قاری نے وہابیت کی شرک کی پوری فیکٹری اپنی اسی ایک عبارت سے غرق کردی۔ فیعلم الغیب''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص 145)

ملا علی قاری کی عبارت میں یعلم الغیب کے لفظ پر موصوف خوشی سے پھولے نہیں سمارہے ہیں حالانکہ موصوف کے بزرگ لکھتے ہیں:

''''علم غیب کا اپنے شرعی مفہوم کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی صفت مختصہ ہونے کی بنا پر اس کی نسبت غیر اللہ کی طرف مطلقا یعنی فلان یعلم الغیب جیسے استعمال کا ناجائز ہونا صرف اہل سنت کی چار دیواری کا مسئلہ نہیں بلکہ کل مکاتب فکر اسلام کے نزدیک متفقہ ہے''۔

(اصول تکفیر،ص 393)

لیجئے جناب ''فلان یعلم الغیب '' یہ لفظ استعمال کرنا ہی ناجائز ہے اور یہ تمام مکاتب فکر کا مشترکہ موقف ہے تو ملا علی قاریؒ نے وہابیوں کی شرک کی فیکٹری کا بیڑا غرق نہیں

کیا بلکہ پیر محمد چشتی رضاخانی اور رضاخانیت کا بیڑا غرق کر دیا۔ یہ ایسے بے شرم ہے کہ جو عبارت ان کے موقف کے بھی خلاف ہے اسے ہمارے خلاف پیش کر رہے ہیں۔

باقی اسلاف کی اس قسم کی عبارات جس میں علم کی اضافت یا نسبت غیب کی طرف ہو اس سے علم غیب لغوی مراد ہوتا ہے جس کے ہم قائل ہیں اگرچہ اس اطلاق کو ہم درست نہیں سمجھتے تفصیل علامہ نقشبندی صاحب کی دروس مناظرہ میں ملاحظہ ہو۔

صفحہ 145 پر جو لوح محفوظ پر لکھے ہوئے نقوش منعکس ہو جائیں تو ملا علی قاریؒ نے ایک اور مقام پر وضاحت کی ہے کہ:

و اما اللوح المحفوظ فقد يطلع على بعض معلوماته من اراد الله من ملائكته و انبيائه و خلص اوليائه من ارباب الكشوف‘‘۔

(مرقاۃ، ج10 ص 367)

لوح محفوظ کی بعض باتوں پر جس کا اللہ ارادہ فرماتا ہے ملائکہ انبیاء اولیاء اللہ میں سے ارباب کشوف کو مطلع کر دیتا ہے۔

تو اول تو یہ اطلاع ہوتی ہے اور اطلاع ’’علم غیب‘‘ نہیں جو کفر ہے۔

ثانیاً یہ اطلاع بھی بعض کی ہوتی ہے جبکہ موصوف کے اکابر کا عقیدہ تو یہ ہے کہ تمام لوح محفوظ بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ حضور ﷺ کے علم کا ایک قطرہ ہے۔ جرات ہے تو ما قبل میں ہم نے جو رضاخانیوں کا عقیدہ علم غیب کے باب میں ذکر کیا ہے اس کا ثبوت دو۔

موصوف کہتے ہیں:

’’اس سوال کا جواب وہابیہ کی نہج کے مطابق سیدھا سیدھا یہ تھا کہ اللہ کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا جو کسی اور کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھے۔ تو وہ کافر ہے‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص 145)

حالانکہ ملا علی قاریؒ نے صراحۃ یہ بھی کہا ہے تو کیا تم نے مان لیا؟ نہیں ہرگز نہیں!!! چنانچہ علامہ نقشبندی صاحب نے عبارت یوں پیش کی:

(ا) ذَکَرَالْحَنَفِیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقادہ ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الّا اللہ کذا فی المسایرۃ،

(شرح فقہ الاکبر ص:422،دار البشائر الاسلامیہ،بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرما دیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتے ہیں بس۔(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص18)

اب اگر تم میں غیرت ہے تو ملا علی قاریؒ کی ایسی صاف صریح عبارت دکھاو جس میں مخلوق کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنے والوں کو فقہائے احناف کی صراحت کی روشنی میں عین مومن کہا گیا ہو۔

صفحہ 146 پر پہلی عبارت میں ''غیب'' کا لفظ ہے جس سے مراد انباء الغیب ہیں جس کے منکر کو خود علامہ نقشبندی صاحب بے ایمان مانتے ہیں تفصیل ''دروس مناظرہ''۔

دوسری عبارت میں اخبار بعض ما کان و ما یکون کا ذکر ہے ہم اس کے منکر نہیں اور نہ یہ علم غیب ہے۔شروع میں وضاحت ہو چکی ہے۔خود موصوف نے اس کا ترجمہ کیا:

''پہلے گزرنے والی باتوں سے پچھلی امتوں کے احوال وانجام مراد ہیں۔۔۔آنے والے زمانوں میں جو اہم واقعات وحوادث رونما ہوں گے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی،جلداول،ص146)

اس میں تو صرف پچھلی امتوں کے احوال اور مستقبل میں کچھ اہم حوادث کی خبر کا ذکر ہے حالانکہ رضاخانی نے تو اپنا عقیدہ یہ لکھوایا تھا:

''جملہ موجودات جملہ ما کان و ما یکون۔۔۔زمین و آسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر

ہے"۔(ص129 تا131)

اس میں تمام موجودات تمام انبیاء کیلئے ذرہ ذرہ کا ذکر کدھر ہے؟

اس میں صرف بعض ما کان وبعض ما یکون کی خبر کا ذکر ہے جس کے ہم منکر نہیں لیکن یہ آپ کا عقیدہ نہیں کیونکہ تیرا عقیدہ تو یہ ہے کہ:

"تمام ما کان و ما یکون کا علم پیارے مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم عظیم کا ایک قطرہ ہے"۔

(فتاوی بدرالعلماء،ص85)

مزے کی بات کہ مولانا کرم دین دبیر رحمۃ اللہ علیہ جنہیں بریلوی بھی اپنے اکابر میں سے تسلیم کرتے ہیں (ملاحظہ ہو تذکرا کابراہلسنت) وہ لکھتے ہیں:

"یہ مسئلہ بھی مسلمہ ہے کہ علم ما کان و ما یکون خاصہ ذات باری تعالی ہے"۔

(آفتاب ہدایت،ص170)

تو جناب علم ما کان و ما یکون تو خاصہ باری تعالی ہے اگر معاذ اللہ یہ ملا علی قاریؒ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے ثابت کررہے ہیں تو خود آپ کے فتوے سے مشرک ہوئے۔

پھر جو عبارت پیش کی اس میں صاف "ما اطلع علیہ من الغیوب"

اطلاع علی الغیوب کا لفظ ہے اس کا کون کافر منکر ہے؟ علامہ نقشبندی صاحب "دروس مناظرہ" و"مناظر علم غیب" میں وضاحت کرچکے ہیں ہم نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کے منکر ہیں نہ اظہار واطلاع کے اسے پیش کرنے والا موضوع سے فرار اختیار کرنے والا ہوگا۔

اصل میں اس جاہل کو اب تک علم غیب اور اطلاع واظہار غیب کا مطلب ہی نہیں سمجھ آیا صفحات کو سیاہ کرنے سے پہلے اگر "دروس مناظرہ" مطالعہ کرلیتا تو آج پورے پورے صفحات کا جواب اس طرح ایک سطر میں نہ ملتا۔

صفحہ 147 پر جو عبارت پیش کی اس کا بھی علم غیب سے کوئی تعلق نہیں۔اس میں کہیں بھی علم محیط کلی ذاتی کا ذکر نہیں۔اس میں کہیں بھی تمام انبیاء کیلئے ذرہ ذرہ کے اثبات کا ذکر نہیں۔ہاں "جمیع" اور "ما" کے لفظ ضرور ہیں تو یہ الفاظ علم محیط کلی کیلئے نہیں آتے بلکہ ان کا

اطلاق بعض غیب پر بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ نقشبندی صاحب نے دروس مناظرہ صفحہ 260 تا262 اس پر بحث کی اسے ملاحظہ فرمالیں۔

موصوف نے صفحہ 148 پر حدیث عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی شرح میں یہ قول پیش کیا کہ ملا علی قاریؒ کے بقول مبدا و معاد کی خبر حضور ﷺ نے دی۔

حالانکہ اس مبدا و معاد سے ذرہ ذرہ کا علم یا علم محیط کلی و ذاتی مراد نہیں جو کہ رضا خانیوں کا عقیدہ ہے بلکہ مبدا و معاد سے مراد ماضی مستقبل کے وہ حالات جن کا تعلق دین کے امور سے ہے جو ظاہر ہے کہ رضا خانیوں کے عقیدہ علم غیب کا ایک قطرہ بھی نہیں چنانچہ ملا علی قاریؒ اسی بات کی وضاحت ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

"ای لم یترك شئیا ای مما یتعلق بامر الدین مما لابد منه"۔

(مرقاۃ، ج9ص336)

یعنی وہ جو مبدا و معاد کے احوال آپ نے بیان کئے وہ ذرہ ذرہ کے احوال نہیں تمام موجودات کے احوال نہیں علم محیط کلی نہیں بلکہ وہ احوال جن کا تعلق ''امور دین'' سے ہے۔ اور اس کے ہم منکر نہیں ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ سے ماضی کے کئی فتنوں قوموں کی قصص اور مستقبل کے کئی فتنوں سے اگاہ کیا جس کا منکر بے دین ہے لیکن یہ علم غیب نہیں۔

ملا علی قاریؒ کی عبارت میں دجل وفریب کی انتہاء

جناب رضا خانی نے کتاب کے صفحہ 149 پر مرقاۃ کی ایک عبارت پیش کی اور استدلال یہ کیا کہ اس سے مراد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے انہیں کائنات کی کلیات و جزئیات کا علم تھا۔ معاذ اللہ۔ حالانکہ ملا علی قاریؒ کی یہ گفتگو اللہ تعالی کے علم کے متعلق ہے خود اس بد بخت نے جو عبارت نقل کی ہے:

''انی لاعرف اسمائہم ای العشرۃ و اسماء آبائہم و الوان خیولہم فیه مع کونه من المعجزات دلالة علی ان علمه تعالی محیط للکلیات والجزئیات من الکائنات وغیرها''۔

یہ حضور علیہ السلام کے معجزات میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی دلالت ہے کہ اللہ تعالی کا علم کائنات کے تمام جزئیات وکلیات پر محیط ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول ص149)

عبارت میں صاف اس کلی جزئی علم کو باری تعالی کیلئے ثابت کیا جارہا ہے لیکن رضاخانی کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو جو کہتا ہے:

"علامہ علی قاری کی اس عبارت کا تعلق سیاق وسباق کو دیکھتے ہوئے اور علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی دیگر عبارات کو دیکھتے ہوئے وہی ہے جو اکابرین اہلسنت نے بیان کیا کہ اس عبارت میں سرکار دو عالم ﷺ کے علوم کا بیان ہے باقی موجودہ نسخوں میں علمہ کے ساتھ تعالی کا اضافہ کاتب کی غلطی ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول ص149)

تمہارے اکابرین جائیں جھنم میں! وہ تو تھے ہی زندیق۔ حیرت امام اہلسنت ؒ نے ملا علی قاری ؒ کی شرح شفا میں لا چھوٹ جانے کو کاتب کی غلطی قرار دے دیا تو انہوں نے آسمان سر پر اٹھالیا اور یہاں کاتب کو انہوں نے اپنا ماما چاچا بنایا ہوا ہے جو بکواس کرنی ہو یا مٹانی ہو کاتب کے متھے لگادو۔

سیاق وسباق سے کہاں حضور ﷺ کیلئے کائنات اور کائنات کے غیر کا علم کلی وجزئی ثابت ہو رہا ہے؟ محض کسی لشکر کے افراد کا نام یا گھوڑوں کے نام جاننے سے ساری کائنات کا علمی کلی محیط کہاں سے ثابت ہوتا ہے؟

خود موصوف نے رضاخانی بریلوی کا عقیدہ لکھا کہ ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ یا دخول الجنۃ حالانکہ اس میں تو بعد دخول الجنۃ کا علم بھی ہے کیونکہ کلیات وجزئیات بعد دخول الجنۃ کو بھی حاوی ہیں اور جناب خان صاحب اور امجد علی گھوسوی کا عقیدہ "موجودات" کا لکھا جو کہ کائنات کو محیط ہے حالانکہ اس میں کائنات کے غیر کا بھی جزئی وکلی علم مانا گیا تو عبارت میں جس علم کلی محیط کو مانا جارہا ہے وہ تو خود خان صاحب واذناب کا عقیدہ بھی نہیں تو کس منہ سے

اس کو رسول اللہ ﷺ کے علم سے متعلق کیا جارہا ہے کچھ حیاوشرم بھی ہے؟

ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''اس عبارت میں علم محیط کی گفتگو ہے اور حضور ﷺ کا علم مبارک محیط نہیں بلکہ جزئی ہے''۔

(کنزلایمان اور مخالفین، ص385)

تو جناب من! ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں علم محیط کلی کی گفتگو ہے کائنات وغیر کائنات کا علم کلی جزئی بھی اگر محیط نہیں تو کیا محیط کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟ اور خود تمہارے بندے نے مان لیا کہ یہ تو اللہ کا خاصہ ہے ہم تو رسول اللہ ﷺ کیلئے جزئی مانتے ہیں لہٰذا اس عبارت کو حضور ﷺ کی ذات سے متعلق کرنا خود اپنے گھر سے کفر کا طوق اپنے گلے میں لٹکانا ہے۔

رہی ملا علی قاریؒ کی دیگر تصریحات تو وہ بھی دیکھ لو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ ''فلم یدع شیئا یکون الی قیام الساعۃ الا ذکرہ''۔

کہ قیامت تک ہونے والی کسی شے کو ذکر کئے بغیر نہ چھوڑا۔اس مقام پر ملا علی قاری نے یہ نہیں کہا کہ کلیات وجزئیات سارے بتادئے بلکہ وضاحت کردی:

''مما یتعلق بامر الدین مما لابد منہ''۔

(مرقاۃ، ج9، ص336)

یعنی تمام کلیات وجزئیات کو بیان نہیں کیا بلکہ صرف ان امور کو بیان کیا جن کا تعلق دین سے تھا ان میں بھی ہر دینی امر کو نہیں بلکہ جو لابدی ای ضروری تھے۔اگر الی قیام الساعۃ کے باوجود کلیات وجزئیات نہیں تو محض قرب قیامت میں ہونے والے ایک حادثہ وواقعہ سے کیسے کلیات وجزئیات ثابت ہو گیا؟

کاتب کے گلے میں ڈالنے سے پہلے اپنے گھر کا اصول پڑھ لو کہ:

''پھر کہا کہ تاریخ دمشق میں راوی ابراہیم بن محمد بن ابی جعفر بن محمد میں کاتب کی غلطی ہے لیکن اس غلطی پر کوئی قلمی نسخہ پیش نہیں کیا''۔

(فجر منیر، ص238)

رضاخانی عبدالعزیز لکھتا ہے:

''اگر کاتب کی غلطی ہوتی تو ایک چھاپہ میں ہوتی دو میں ہوتی ہر کتاب میں ہر چھاپہ میں یہی عبارت ہے''۔

(فتاوی جامعہ اشرفیہ، ص26)

موصوف کا آگے سے یہ کہنا:

''اگر وہابیہ اسمعیلیہ یہ کہیں کہ اس عبارت کا تعلق سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ نہیں ہوسکتا تو وجہ بیان کریں کیوں نہیں ہوسکتا کیا اس عبارت کا تعلق سرکار دو عالم ﷺ سے کرنے سے شرک لازم آتا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص149)

اگر اس بکواس کا نام دلیل ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ جناب اعلی حضرت فاضل بریلوی ''خنزیر'' تھے جس نے انہیں انسان لکھا وہ کاتب کی غلطی تھی۔ رضاخانی مرزائی بتائیں کہ جناب فاضل بریلوی خنزیر کیوں نہیں ہو سکتے؟ کوئی شرک لازم آتا ہے؟

ہم کہتے ہیں کہ اس عبارت کا تعلق اللہ تعالی کی ذات سے کیوں نہیں ہوسکتا؟ کونسا کفر لازم آتا ہے؟ باقی تمام کائنات اور کائنات کے غیر کا علم جو علم محیط کلی ہے بالکل جبکہ اللہ کے رسول ﷺ کو دیا بھی نہ گیا ہو تو اس کا دعوی علم ذاتی کا دعوی بھی ہے جو شرک بھی ہے کفر بھی ہے رتی برابر غیرت ہے تو کائنات وغیر کائنات کا کلی جزئی علم رسول اللہ ﷺ کیلئے ثابت کر کے دکھا۔

خلاصہ کلام: آپ نے دیکھا ہم نے ثابت کیا کہ رضاخانی حضور ﷺ کیلئے علم غیب ذاتی، محیط کلی مانتے ہیں جس کا ملا علی قاریؒ کی عبارت میں کہیں بھی ذکر نہیں ہاں ملا علی قاریؒ کی بعض عبارتوں میں ما کان وما یکون یا لوح محفوظ کے بعض علوم کا ذکر ہے یا مبدا و معاد کے علوم کا ذکر ہے مگر رضاخانیوں کے ہاں یہ بھی آپ ﷺ کا علم یا علم غیب نہیں بلکہ حضور ﷺ کے علم غیب کا معاذ اللہ ایک معمولی قطرہ ہے تو سمندر کے قائل کے سامنے قطرہ کا

اقرار کرنے والے کس طرح اس کے موافق ہوسکتا ہے؟۔صفحہ 150 پر جو شرح شفا کی عبارت ذکر کی اس میں بھی حضور ﷺ کے علوم ظاہری و باطنی کا ذکر ہے جس کا کوئی منکر نہیں جیسا کہ ''دروس مناظرہ'' میں مفصل موجود ہے۔

نوٹ: عبارت میں ''بالکلیات'' تھا اس نے ''للکلیات'' کر دیا حوالہ مکتبہ رشیدیہ جلد 10 کا تھا اس نے جلد 9 کر دیا اس قسم کی حرکتوں پر ایک رضاخانی تبصرہ کرتا ہے:

''کیا اس ردو بدل کے ہوتے ہوئے ایک ذی عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ موصوف نے یہ عبارت اصل کتاب سے نقل کی ہوگی ،نہیں ہرگز نہیں ،بلکہ موصوف کو شائد اساتذہ سے ملنے والے ان علوم میں سے ایک حصہ یہ بھی ہے کہ چوری کرتے جاؤ اور محقق بنتے جاو ہمارا حرامی کہنا موصوف کیلئے بہت تکلیف کا باعث بنا تھا اب ہم کیا کہہ سکتے ہیں کہ موصوف بار بار اپنی وری کے نشانات ہمارے لئے چھوڑتے جارہے ہیں مگر پھر بھی شکوہ ہم سے ہی ہے کہ ہم نے حقیقت حال کیوں بیان کر دی''۔

(کشف القناع ،جلداول ،ص159)

معلوم ہوا حوالہ صحیح نقل نہ کرنے والا چور بھی ہوتا ہے ''حرامی'' بھی اور اسے ''حرامی'' کہنا حقیقت حال بیان کرنا ہوتا ہے لہذا ہم پیر مظفر حسین شاہ حرام زادے سے کہیں گے کہ اپنے ان ''حرامی مشٹنڈوں جس میں صف اول میں ارشد مسعود چشتی ابن البغایا اور ابوحامد رضوی جیسا لوسی کتا'' بھی شامل ہے اسے سمجھاؤ کہ جب اصول گھڑو تو اس پر خود بھی عمل کرو ورنہ ہم حقیقت حال بیان کریں گے اور پھر آپ شکوہ کناں ہوں گے۔

ملا علی قاریؒ کی واضح عبارات:

حضور ﷺ کی حدیث واللہ لا ادری واللہ لاادری و نا رسول اللہ ما یفعل بی ولا بکم

خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں حالانکہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔

اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

"ان یکون نفیاً للدارية المفصلة دون المجملة قلت هذا هو الصحيح"۔

یعنی نفی درایت مفصلہ کی ہے نہ کہ مجملہ کی اور یہی صحیح ہے۔یعنی تفصیل سے انجام کار معلوم نہیں جس نبی کریم ﷺ کو اپنے اور اپنے امتیوں کے ساتھ پیش آمدہ معاملات کا تفصیلی علم نہ ہو ملا علی قاری اسی کو صحیح کہیں آج مشرک کے بچے اٹھ کر کہتے ہیں کہ نہیں ملا علی قاری کا تو نظریہ تھا کہ کائنات کے ذرہ ذرہ کلی جزئی علم حضور ﷺ کو ہے۔آگے مزید فرماتے ہیں:

"والحاصل انه یرید نفی علم الغیب عن نفسه و انه لیس مطلع علی المکنون"۔

(مرقاۃ،ج9ص521)

حاصل یہ ہے کہ حضور ﷺ کا ارادہ خود سے علم غیب کی نفی کرنا ہے اور یہ کہ وہ چھپی ہوئی چیزوں پر مطلع نہیں۔

اس عبارت کے بعد مشرکین ہندو پاک کا ملا علی قاریؒ کو اپنا ہمنوا کہنے والے اس قدر بے حیاء ہیں کہ انہیں شرم وحیاء کا واسطہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔

شفاعت کبری میں تحمید کے الفظ کے متعلق ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں:

"ولا ادری ما هو الآن۔(مرقاۃ ج10ص232)

یعنی اس وقت جو تسبیح وتحمید مجھے رب الہام کرے گا اسے میں ابھی نہیں جانتا۔

حضور ﷺ کے نعلین شریفین پر گندگی لگی تھی آپ کو پتہ نہ چل سکا ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

"و لعل وجه تاخیر الاخبار اعلام بانه علیه السلام لایعلم من الغیب الا بما یعلم"۔

(مرقاۃ ج2،ص440)

تاخیر سے اس بات کی خبر دینے میں دراصل یہ بتلانا مقصود تھا کہ حضور ﷺ علم غیب نہیں جانتے مگر غیب کی اتنی ہی بات جانتے ہیں جتنی بتائی جائے۔

جوتوں پر کیا لگا ہے حضور ﷺ کو یہ بھی علم نہیں یہ ملا علی قاریؒ کہہ رہا ہے مگر رضاخانی کہتا ہے نہیں ملا علی قاریؒ کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کو کائنات کا کلی جزئی علم ہے۔

ذَكَرَ الْحَنَفِيَّةُ تَصْرِيحاً بِالتَّكْفِيْرِ بِاِعْتِقَادِهِ اَنَّ النَّبِيَّ عليه الصلوة والسلام يَعْلَمُ الْغَيْبَ لِمُعَارَضَةِ قوله تعالى قل لا يعلم من في السموت والارض الغيب الا الله كذا في المسايرة

(شرح فقہ الاکبر ص: 422، دارالبشائر الاسلامیہ۔ بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرمادیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالی ہی غیب کا علم رکھتے ہیں۔

مگر موصوف کہتے ہیں کہ نہیں ملا علی قاریؒ تو رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب مانتے ہیں یعنی معاذ اللہ خود اپنی تکفیر کرتے ہیں۔

ملا علی قاری کا یہی فتوی شرح الشفا ص 466 پر بھی موجود ہے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا اس باب میں مزید موقف جاننے کیلئے امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”حضرت ملا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اور مسئلہ علم غیب و حاضر و ناظر“ کا مطالعہ کریں۔

(۲) علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ

کتاب کے صفحہ 151 پر مرقاۃ کے حوالے سے علامہ عینیؒ کا قول نقل کیا ہے جس میں مبدا ومعاد سے متعلق تمام فتن کا بیان کرنا ہے۔ ہم اس کے قائل ہیں کہ مبدا و معاد کے حوالے سے حضور ﷺ نے تمام فتن بیان کئے اور ایک مجلس میں بیان کئے مگر اس سے علم غیب کہاں

ثابت ہوتا ہے؟ ہمت ہے تو ہم نے جو کفریہ شرکیہ عقیدہ رضاخانیوں کا لکھا ہے اس کا ثبوت دو یا کم ازکم خود کتاب میں رضاخانیوں نے جو امجد علی گھوسوی کے حوالے سے اپنا عقیدہ لکھا ہے لفظ لفظ علامہ عینی سے اس کا ثبوت دو۔ جو قیامت تک نہیں دے سکے۔

اب علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا اصل عقیدہ ملاحظہ ہو اس باب میں:

قَوْلُہٗ اِنَّمَا انَا بَشَر ''لَا اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَبَوَاطِنَ الْاُمُوْرَ کَمَا ھُوَ مُقْتَضِی الْحَالَۃِ الْبَشَرِیَّۃِ وَ انَّہٗ یَحْکُمُ بِالظَّاہِرِ

(عمدۃ القاری، ج 13 ص 8,7، باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ)

میں تو تمہاری طرح ایک بشر ہوں اور میں غیب کا علم نہیں رکھتا اور تمہارے معاملات کے اندرونی احوال کو میں نہیں جانتا جیسا کہ بشریت کا تقاضہ ہے اور میں تو صرف ظاہری حال پر ہی فیصلہ دیتا ہوں۔

علامہ عینی کی مزید عبارات ''دروس مناظرہ'' میں ملاحظہ ہو۔ ہم اس موقع پر رضاخانیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ جس طرح ہم نے صراحت کے ساتھ حضور ﷺ سے علم غیب کی نفی علامہ عینی سے دکھائی اسی طرح صراحت سے اپنا یہ عقیدہ علامہ عینی سے دکھاو کہ:

''رسول اللہ ﷺ اور انبیا کو علم غیب ہے ایسا علم غیب جس میں موجودات کا ذرہ ذرہ آپ کے علم میں ہے بلکہ تمام کائنات اور کائنات کے علاوہ کا بھی کلی وجزئی علم محیط آپ کو حاصل ہے''

اور منہ مانگا انعام ہم سے مانگو۔ بے شرمی کی انتہا عقیدہ کچھ لکھتے ہو عبارت کچھ ذکر کرتے ہو۔

(۳) مفسر شہیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد موصوف نے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا اور ساتھ میں بکواس بھی کی کہ علامہ نقشبندی صاحب نے علامہ آلوسی سے بہت لیا مگر یہاں موت آجائے گی۔ بھائی ہمیں کیوں موت آئے گی؟ کیونکہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا مطلب بالکل واضح ہے اس میں غیوب کے علم کا اظہار و انباء ہے اور ما کان و ما یکون جس کی وضاحت خود ملا علی قاری

نے مایتعلق بامر الدین سے کی ہے وہ مراد ہے اس کے ہم منکر نہیں۔

''اگر جرات ہے تو علامہ آلوسی سے یہ دکھاو کہ حضور ﷺ کو کائنات بلکہ کائنات کے علاوہ کا بھی ذرے ذرے کلی جزئی کا علم غیب محیط تھا نہ صرف آپ علیہ السلام کو بلکہ تمام انبیاء کو''۔

مگر رضاخانی ایک اور کتاب تو گالیوں سے بھر کر لکھ سکتے ہیں مگر اتنا سیدھا سا مطالبہ پورا نہیں کر سکتے۔

علامہ آلوسیؒ کا نظریہ دربار علم غیب

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عِلْمُهَا الْخَاصُ بِهٖ مَاكَانَ عَلَى وَجْهِ الْاِحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ لِاحْوَالِ كُلٍّ مِّنْهَا وَ تَفْصِيْلِهٖ عَلَى وَجْهِ الْاَتَمِّ وَ فِىْ شَرْحِ الْمُنَاوِىْ الْكَبِيْرِ لِجَامِعِ الصَّغِيْرِ فِى الْكَلَامِ عَلَى حَدِيْثِ بُرَيْدَةَ الثَّابِتُ خَمْس '' لَاَّ يَعْلَمُهُنَّ اِلاَّ اللّٰهُ عَلَى وَجْهِ الْاَحَاطَةِ وَالشُّمُوْلِ كُلِّيًا وَّ جُزْئِيًا فَلَا يُنَافِيْهٖ اِطِّلَاعُ اللّٰهِ تعالى بَعْضَ خَوَاصِهٖ عَلَى بَعْضِ الْمَغِيْبَاتِ حَتّٰى مِنْهَا هٰذِهِ الْخمس لانها جُزْئِيَّات '' مَّعْدُوْدَة ''

(روح المعانی، ج11،ص109)

وہ علم جو اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ ایسا علم جو علی وجہ الاحاطہ اور علی سبیل الشمول ہو کہ ان میں سے ہر ایک کا علی وجہ الاتم تفصیلی علم اس پر مشتمل ہے جامع صغیر کی شرح میں علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ حضرت بریدہ کی سابق حدیث میں جو آیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا تعالی کے کسی کو نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے کلیات و جزئیات کا علی سبیل الاحاطۃ والشمول علم صرف اللہ تعالی ہی کو ہے اور یہ اس کے منافی نہیں کہ اللہ اپنے بعض خاص بندوں کو ان پانچ میں سے بعض مغیبات پر مطلع کر دے کیونکہ یہ تو چند گنے چنے واقعات اور معدودے چند جزئیات ہیں۔

لیجئے یہ تو کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو کائنات وغیر کائنات کے کلیات و جزئیات کا علم ہے مگر

علامہ آلوسی تو کہتے ہیں کہ نہیں نہیں مشرکو! یہ تو اللہ کا خاصہ ہے ہاں حضور ﷺ کو اس میں کچھ معدودے علوم ضرور عطا کئے گئے ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَ فِیْ بَعْضِ الْاَخْبَارِ مَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ عِلْمَ ھٰذِہِ الْخَمْسِ لَمْ یُوْتَ لِلنَّبِیِّ ﷺ وَ یَلْزَمُہٗ اَنَّہٗ لَمْ یُوْتَ لِغَیْرِہٖ علیہ الصلوٰۃ والسلام من باب اولی

(روح المعانی، ج11 ص108)

اور بعض احادیث (جن کا ذکر ماقبل میں ہو چکا ، صراحتا، از ناقل) اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ان پانچ چیزوں کا علم نبی کریم ﷺ کو نہیں دیا گیا پس لازم ہے کہ آپ کے علاوہ کسی اور کو بھی بدرجہ اولی ان چیزوں کا علم نہیں دیا گیا۔

علامہ آلوسی حنفی اور قاضی ابی سعود متوفی 951ھ لکھتے ہیں:

لله غیب السموت والارض خَاصَّۃً لَالِاَحَدٍ غیرِہٖ استقلالا ولا اشتراکا

(روح المعانی، ج7 ص435 تفسیر ابی سعود، ج5 ص130)

آسمانوں اور زمیوں کا کلی غیب اللہ ہی کیلئے خاص ہے کسی دوسرے کو اس کا علم نہیں نہ ذاتی طور پر نہ عطائی طور پر۔

لا یُقالُ: یَجُوزُ عَلی هَذا أنْ یُقالَ: أُعْلِمَ فُلانٌ الغَیْبَ بِالبِناءِ لِلْمَفْعُولِ أیْضًا عَلی مَعْنی أنَّ اللَّهَ تَعالی أعْلَمُهُ وعَرَّفَهُ ذَلِكَ بِطَرِیقٍ مِن طُرُقِ الإعْلامِ والتَّعْرِیفِ ومَتی جازَ هَذا جازَ أنْ یُقالَ: عَلِمَ فُلانٌ الغَیْبَ بِقَصْدِ نِسْبَةِ عِلْمِهِ الحاصِلِ مِن إعْلامِهِ إلَیْهِ لِأنّا نَقُولُ: لا كَلامَ في جَوازِ أُعْلِمَ بِالبِناءِ لِلْمَفْعُولِ وإنَّما الكَلامُ في قَوْلِكَ: ومَتی جازَ هَذا جازَ أنْ یُقالَ إلَخْ فَنَقُولُ: إنْ أُرِیدَ بِالجَوازِ في

تالي الشَّرْطِيَّةِ الجوازُ مَعْنًى أي الصِّحَّةُ مِن حَيْثُ المَعْنى فَمُسَلَّمٌ لَكِنْ لَيْسَ كُلُّ ما جازَ مَعْنًى بِهَذا المَعْنى جازَ شَرْعًا اسْتِعْمالُهُ وإنْ أُرِيدَ الجوازُ شَرْعًا بِمَعْنى عَدَمِ المَنعِ مِن اسْتِعْمالِهِ فَهو مَمْنُوعٌ لِما فِيهِ مِنَ الإيهامِ والمُصادَمَةِ لِظَواهِرِ الآياتِ كَآيَةِ قُلْ لا يَعْلَمُ مَن في السَّماواتِ والأرْضِ الغَيْبَ إلا اللَّهُ وغَيْرِها وقَدْ سَمِعْتُ عَنِ الإمامِ الرَّبّانِيِّ قَدَّسَ سِرَّهُ النُّورانِيَّ أنَّهُ حَطَّ كُلَّ الحَطِّ عَلى مَن قالَ اللَّهُ سُبْحانَهُ: لا يَعْلَمُ الغَيْبَ مُتَأوِّلًا لَهُ بِما تَقَدَّمَ لِما فِيهِ مِنَ المُصادَمَةِ لِلنُّصُوصِ القُرْآنِيَّةِ وغَيْرِها وفي ذَلِكَ مِن سُوءِ الأدَبِ ما فِيهِ وقَدْ شَنَّعُوا أيْضًا عَلى مَن قالَ: أكْرَهُ الحَقَّ وأُحِبُّ الفِتْنَةَ وأفِرُّ مِنَ الرَّحْمَةِ مُرِيدًا بِالحَقِّ المَوْتَ وبِالفِتْنَةِ المالَ أوِ الوَلَدَ وبِالرَّحْمَةِ المَطَرَ لِما في ظاهِرِهِ مِنَ الشَّناعَةِ والبَشاعَةِ ما لا يَخْفى.

(تفسیر روح المعانی، ج20،ص11)

لیجئے علامہ آلوسی تو کہتے ہیں کہ عالم الغیب علم الغیب یہ شریعت کی مخصوص اصطلاح ہے جو اللہ کیلئے خاص ہے نبی پر اس کا اطلاع ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ اس صورت میں قرآن مجید کی نصوص کے ساتھ تعارض آئے گا۔

علامہ نقشبندی صاحب نے جو کچھ کہا علامہ آلوسی کا ایک ایک لفظ اس کی تصدیق کرتا ہے۔

مزید تفصیل کیلئے ''دروس مناظرہ'' کا مطالعہ کریں۔

علامہ آلوسیؒ گمراہ ہے جناب ذلت مآب فاضل بریلوی

جناب فاضل بریلوی لکھتا ہے:

''یہ آلوسی بغدادی کون ہے؟ بظاہر کوئی نیا شخص ہے اور آزادی زمانہ کی ہوا کھائے ہوئے ہے''۔

(حیات اعلیٰ حضرت، ج3،ص365)

اب خان صاحب فاضل بریلوی کے ہاں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ’’آزادی زمانہ کی ہوا کھائے‘‘ ہوئے گمراہ شخص ہے اور ذلت مآب رضاخانی اس کے ساتھ ’’رحمۃ اللہ علیہ‘‘ ؛ لکھ رہے ہیں جبکہ رضاخانی لکھتا ہے:

’’سنابلی کا یزید کو رحمۃ اللہ علیہ لکھنا۔۔۔دیکھیں ایک طرف یہ کہنا دوسری طرف یزید کو رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھنا یہی بانسری مفتی صاحب نے بھی کئی جگہ بجائی کہ ہمارا مقصد یزید کا دفاع نہیں مگر آپ سارا کچھ اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کر چکے ہیں یہ یزید کا دفاع نہیں تو کیا ہے؟‘‘۔

(فجر منیر، ص314)

جناب فاضل بریلوی علامہ آلوسی کا رد کرتا ہے موصوف رحمۃ اللہ علیہ لکھ کر دفاع کرتا ہے یعنی اپنے ہی بقول ذلت مآب اسمعیلی مرزائی احمد رضاخان فاضل بریلوی کا منہ کالا کرتا ہے۔

(۴) قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ

موصوف نے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی پہلی عبارت یوں نقل کی:

’’خلق الانسان یعنی محمدا ﷺ (علمه البیان) یعنی القرآن فیه بیان ما کان وما یکون من الازل الی الابد‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص153)

جواب: حالانکہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ’’ان یقال‘‘ مجہول کے صیغے سے ذکر کیا ہے اور جناب فاضل بریلوی مجہول کا صیغہ قول ضعیف کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

’’حضور ﷺ کے ارشاد لاعدوی سے مرضِ جذام مستثنیٰ ہے، یعنی اس مرض کے سوا کوئی شے کسی دوسری شے کی طرف تجاوز نہیں کرتی، چنانچہ اشعۃ اللمعات میں شیخ محقق علّامہ کرمانی شافعی مصنّف الکوکب الدراری شرح صحیح بخاری کی طرف اس کو منسوب کیا ہے، اقول (میں کہتا ہوں) اس نے یہ نہیں کہا ہے بلکہ اس کو نقل کیا ہے، لیکن وہ اس پر راضی نہیں ہوا، بلکہ اس نے تو صیغہ تمریض یعنی صیغہ ضُعف سے اسے ذکر کیا اور لفظ ’’قیل‘‘ سے اس کی حکایت

کی ہے......الخ‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ: ج24،ص257)

دوسری جگہ فاضل بریلوی صاحب لکھتے ہیں:

’’اشعۃ اللمعات کا جونسخہ میرے پاس ہے میرے خیال میں اس میں بغوی کی عبارت میں تبدیلی ہوگئی ہے، کیونکہ شیخ نے بغوی کے کلام کا جوہو بہوترجمہ نقل کیاہے اس کے باوجود بغوی نے بھی یہ نہیں کہا، بلکہ اس نے کلمہ تمریض کے ساتھ اسے نقل کیاہے، (الفاظ فاضل بریلوی کے یوں ہے: انما نقلہ بقیل ممرضا)‘‘۔

(فتاویٰ رضویہ:26/258)

معلوم ہوا کہ صیغہ تمریض یعنی مجہول کے ساتھ نقل کرنے والا قول بھی ضعیف ہوتا ہے اور ناقل اس سے راضی بھی نہیں ہوتا۔رضاخانیوں کا جیسا مذہب ضعیف ہے ویسے ان کے اقوال و دلائل بھی ضعیف۔

ثانیا: یہ عبارت خود رضاخانیوں کے بھی مخالف ہے کیونکہ اس میں ازل تا ابد تک ما کان و ما یکون کا علم مانا گیاہے بقول رضاخانیوں کے اور ازل کہتے ہیں ماضی میں غیر متناہی اور ابد کہتے ہیں مستقبل میں غیر متناہی تو عبارت سے تو معلوم ہوا کہ معاذ اللہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کیلئے غیر متناہی علم مان رہے ہیں جبکہ موصوف جناب خود موصوف گھوسوی کا قول نقل کرتے ہیں:

’’مساوات تو جب لازم آئے کہ اللہ عزوجل کیلئے بھی اتناہی علم ثابت کیا جائے اور یہ نہ کہے گا مگر کافر ذرات عالم متناہی ہیں اور اس کا علم غیر متناہی‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص131)

معلوم ہوا کہ اللہ کا علم غیر متناہی اور مخلوق کیلئے غیر متناہی علم ماننے والا خدا سے مساوات کرکے کافر ہوا۔اب یا تو معاذ اللہ امام بیہقیؒ کو اپنے فتوے سے کافر مانو یا ہماری تاویل مان لو کہ یہاں ما کان و ما یکون سے بعض ما کان و ما یکون غیوب ہیں جو وحی کے ذریعہ بطور اظہار غیب آپ کو بتلائے گئے۔ما عموم کیلئے نہیں آتا بلکہ بعض وخصوص کیلئے بھی آتا ہے تفصیل

’’ازالۃ الریب‘‘و’’دروس مناظرہ‘‘میں ملاحظہ ہو۔

اس کے بعد موصوف نے صفحہ 154،155 پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی کہ اولیا اللہ کو بھی کرامۃ علم غیب حاصل ہوسکتا ہے۔

بزرگوں کی کتب میں علم الغیب کے لفظ کا مطلب

اصل میں قاضی ثنا اللہ پانی پتی رحمہ اللہ علیہ کی عبارت میں ’’لا یلزم نقص بحصول علم الغیب ‘‘ کے لفظ پر موصوف پھولے نہیں سمارہے۔حالانکہ علامہ ساجد نقشبندی صاحب نے اس قسم کی عبارات کی وضاحت خود دروس مناظرہ میں کی ہے کہ ان عبارات میں ’’علم الغیب‘‘ سے مراد وہ علم غیب اصطلاحی نہیں جو اللہ کا خاصہ ہے اور فقہا نے جس کے کفر ہونے کا فتوی دیا۔بلکہ اس سے مراد اظہار غیب اور انبا الغیب ہی ہے ہاں تسامحا اسے علم الغیب سے تعبیر کردیا جو مناسب تعبیر نہیں۔ملاحظہ ہو:

’’یاد رکھئے کہ انباء الغیب،اخبار الغیب،اظہار الغیب،اطلاع علی الغیب،علم غیب لغوی یہ سب مترادف الفاظ ہیں۔یہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو حاصل ہیں اور پیارے نبی کریم ﷺ کا حصہ ان میں سب سے وافر ہے جو اس کا انکار ہے وہ کافر،زندیق وملحد ہے۔

مگر ان غیوب یا اس علم پر’’علم غیب‘‘ کا اطلاق ہرگز نہیں ہوتا اور یہ کھلا الحاد و زندقہ ہے۔کیونکہ اصطلاح میں علم غیب اسی کو کہتے ہیں جو ذاتی ازلی اور کلی ہو۔اگر ایک شخص کہے کہ میں نبی کریم ﷺ کیلئے اخبار غیب مانتا ہوں لیکن اس پر اطلاق علم غیب کا کروں گا تو یہ درست نہیں اور اسی طرح ہے جیسے کوئی مسجد سے اعلان کرے کہ لا صلوۃ لا صلوۃ اور مراد یہ لے کہ صلوۃ سے مراد میری شرعی اصطلاح یعنی نماز نہیں بلکہ’’تحریک صلوین ‘‘ہے۔ایک شخص اپنے پیر کو معاذ اللہ’’رسول‘‘ کہے اور مراد یہ لے کہ اس رسول سے مراد لغوی رسول یعنی’’پیغام رساں،ڈاکیہ،میسنجر ‘‘ ہے۔تو ظاہر ہے کہ یہ کھلی تلبیس اور الحاد ہے اس کی اجازت قطعا نہیں دی جاسکتی۔ہمارے اکابر کی جن کتب میں علم غیب کا اطلاق مخلوق کیلئے کیا گیا ہے تو وہاں تاویل کریں گے اور ان کی عبارتوں کو قرآن وحدیث کے

مطابق کریں گے اور حسن ظن رکھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کا تسامح تھا اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔۔۔۔۔

بر سبیل تسلیم

اگر بالفرض اس روایت کو درست تسلیم کرلیا جائے تو یہ عبارت مولانا احمد رضا خان صاحب کے اصول پر کفریہ عبارت ہے۔۔۔۔اہل علم حضرت ملاحظہ فرمائیں کہ یہاں ''علم الغیب'' ہے مرکب غیر مفید ہے یعنی علم کی اضافت غیب کی طرف ہے۔اور یہ جملہ مرکب اضافی ہے اور مولانا احمد رضا خان صاحب کہتے ہیں:

''علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے''۔

(ملفوظات حصہ سوم،ص 36 رضوی کتب خانہ بریلی)

عبارت مؤوّل ہے

کسی کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا ہمارے نزدیک کفریہ عقیدہ ہے اور مولانا احمد رضا خان کی مندرجہ بالا عبارت کی رو سے تفسیر ابن کثیر کی یہ عبارت آپ کے مذہب میں بھی ''کفریہ'' ہوئی کیونکہ اس سے علم غیب ذاتی متبادر ہو رہا ہے۔لہذا اس عبارت کو ظاہر پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ تاویل کی جائے گی۔اور تاویل یہ کہ اس عبارت میں علم غیب سے مراد علم غیب اصطلاحی نہیں جو کلی ذاتی ازلی ہو بلکہ مراد علم غیب لغوی ہے یعنی غیب کی کسی بات کا علم، (ثبوت بفرد ما) اور ظاہر ہے کہ غیب کی کسی بات کا جان لینا بطور انباء الغیب یا اخبار الغیب کسی کے ہاں بھی کفر نہیں۔علم غیب لغوی و اصطلاحی کی یہ تفریق ہماری خانہ زاد نہیں بلکہ آپ کے مسلک کے شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی صاحب جن کے بارے میں مفتی منیب الرحمن صاحب لکھتے ہیں:

''مصنفاتِ علامہ سعیدی،شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز

اکابر علماء اہلسنت علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مداللہ ظلہما نے مسلک اہلسنت وجماعت کیلئے مستند و متفق علیہما قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں"۔

(تفہیم المسائل۔ج3۔ص17۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم ۲۰۰۹)

معلوم ہوا کہ نہ صرف اشرف سیالوی بلکہ تبیان القرآن وشرح مسلم بھی بریلوی مسلک میں حجت و استناد کا درجہ رکھتی ہیں۔اسی تبیان القرآن میں مولانا غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا متوفی 1340ھ لکھتے ہیں:

علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق ......ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عز جلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اس سے عرفا علم بالذات متبادر ہے کشاف میں ہے اَلْمُرَادُ بِهِ الْخَفِيُّ الَّذِيْ لَا يَنْفُذُ فيه ابتداءً إِلاَّ عِلْمُ اللَّطِيفِ الخبير ولهذا لا يجوز ان يُّطلقَ فيقال فلان يعلم الغيب غیب سے مراد وہ پوشیدہ چیز ہے جس میں ابتدا صرف اللہ تعالیٰ کا علم نافذ ہوتا ہے اس لئے مطلقا یہ کہنا جائز نہیں کہ فلاں شخص غیب کو جانتا ہے......علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں وانما لم يجز اطلاق في غَيْرِهِ تعالى لانه يُتَبَادرُ منه تَعَلُّقُ عِلْمٍ به ابتداءً فيكون مناقضاً وَاَمَّا اذا قُيِّدَ قيل اعلمه الله تعالى الغيب او اطلعه عليه فلا محذورَ فيه (اللہ تعالیٰ کے غیر کیلئے علم غیب کا اطلاق کرنا اس لئے جائز نہیں ہے کیونکہ اس سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ علم کا تعلق ابتداء سے ہے تو یہ تو قرآن مجید کے خلاف ہو جائے گا لیکن جب اس کو مقید کیا جائے اور یوں کہا جائے کہ اس کو اللہ تعالیٰ نے غیب کی خبر دی ہے یا اس کو غیب پر مطلق فرمایا ہے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں۔(فتاوی رضویہ، ج9،ص81 دارالعلوم امجدیہ)

نیز اعلی حضرت فرماتے ہیں......علم جب کہ مطلق بولا جائے خصوصا جب کہ غیب کی طرف مضاف ہوتو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے''۔(ملفوظات حصہ سوم،ص 34 مدینہ پبلشنگ کراچی)

اعلی حضرت بریلوی اور شبیر احمد عثمانی دونوں نے ہی یہ تصریح کی ہے کہ علوم اولین و آخرین کے حامل ہونے اور بکثرت غیوب پر مطلع ہونے کے باوجود نبی ﷺ کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی طرف علم غیب کی نسبت کرنا ہر چند کے از روئے لغت اور معنی صحیح ہے لیکن اصطلاحا صحیح نہیں ہے''۔

(تبیان القرآن ج4،ص 487)

معلوم ہوا کہ اگر کسی کی عبارت میں ''علم الغیب'' کا لفظ آجائے تو اس سے مراد اصطلاحی علم غیب نہیں ہوگا جس میں آپ کا اور ہمارا کفر و اسلام کا اختلاف ہے بلکہ لغوی اعتبار سے غیب کی باتوں کا بطور انباء معلوم ہونا مراد ہوگا مگر چونکہ یہ اطلاق بھی ایہام شرک وکفر سے خالی نہیں اس لئے اس کے اطلاق کی اجازت نہیں دی جائے گی اور اگر کسی کتاب میں اس کا اطلاق ہو تو اسے تعبیر کی غلطی پر محمول کیا جائے گا۔

نواب احمد رضا خان صاحب کے بارے میں سیفیوں کے آفتاب ہدایت سید احمد علی شاہ لکھتے ہیں:

''آج کے عہد میں اس قسم کے اختلافی مسائل میں ہم اہل سنت کیلئے امام اہل سنت اعلی حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا قول فیصل ہے''۔

(مجموعہ رسائل، جلد دوم،ص 291 ناشر جامعہ امام ربانی کراچی)

لہذا اب سیفی حضرات مولانا احمد رضا خان اس لغوی و اصطلاحی کی تفریق علم الغیب کے مسئلہ میں تسلیم کریں۔

اخبار الغیب پر علمِ غیب کا اطلاق تسامح ہے

ما قبل کی تفصیل سے واضح ہو چکا کہ جن بعض اکابر نے اخبار الغیب وغیرہ پر علم غیب کا اطلاق کیا اس سے مراد ''لغوی علم غیب'' ہے نہ ''اصطلاحی علم غیب''، لیکن اگر آل بدعت پھر بھی نہیں مانتے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ ان اکابر کا ''تسامح'' ہے ان کی توجہ اس طرف نہیں گئی اور اس کی نظیر خود آل بدعت کی کتاب سے ملاحظہ ہو:

''فرہنگ آصفیہ جلد دوم ص 565 میں ہے ''کملی'، کمبل کی تصغیر ہے۔ایک قسم کی ادنی پوستین جو بکریوں اور بھیڑوں کی کھال سے تیار کی جاتی ہے اسے غریب درویش لوگ پہنا کرتے ہیں۔فیروز اللغات ص 766 میں ہے ''کملی'، کمبل کی تصغیر ہے۔چھوٹا کمبل بنا علیہ حضور اقدس ﷺ کے لباس کو کملی کہنا ممنوع ہے۔شامی میں ہے

مجرد ایهام المعنى المحال کاف للمنع کسی ناروا معنی کا ایہام منع کیلئے کافی ہے۔اس کی نظیر راعنا ہے۔۔۔۔اور یہاں کملی میں ایک ہی زبان میں تصغیر ہے۔اگرچہ دوسرا معنی بھی ہے اس لئے یہ بدرجہ اولی ممنوع ہوگا اگرچہ بولنے والے کی نیت تصغیر کی نہ ہو دوسرا معنی ہو''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 535،536)

''صیغہ تصغیر کا استعمال مطلقاً ممنوع ہے۔۔اس لئے ایسے الفاظ جن کے کچھ معنی درست ہوں کچھ خبیث اور شرع میں وارد نہ ہوں اس کا استعمال اللہ عزوجل اور رسول اللہ ﷺ کی شان میں ممنوع ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج 1 ص 537)

''حضور اقدس ﷺ کو کملی والے یا اللہ کا دلبر کہنا جائز نہیں ''کملی'، کمل کی تصغیر ہے ۔حضور اقدس ﷺ یا انبیائے کرام سے جس چیز کا تھوڑا سا بھی تعلق ہو اسے صیغہ تصغیر سے ذکر کرنا جائز نہیں ۔تصغیر کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز کا چھوٹا پن اور اس کی تحقیر کیلئے کوئی صیغہ استعمال کیا جائے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج1،ص 538)

''مجدداعظم اعلی حضرت امام احمد رضاقدس سرہ نے المعتمد المستند میں تصریح فرمائی ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے متعلقات کو بصیغہ تصغیر ذکر کرنا مطلقا ناجائز ہے علما نے لکھا ہے جس نے حضور اقدس ﷺ کے موئے مبارک کو شعیر کہا وہ کافر ہوگیا اس پر فرمایا (ترجمہ) یعنی حضور اقدس ﷺ کے متعلقات میں تصغیر کا استعمال مطلقا ممنوع ہے اگر چہ محبت کے طور پر ہو بلکہ تصغیر کبھی تعظیم کیلئے آتی ہے اس کے باوجود صرف ایہام ممنوع اور حرام ہونے کیلئے کافی ہے۔اس سے ظاہر ہوگیا کہ صیغہ تصغیر کسی بھی نیت سے شان نبوت میں استعمال کرنا ممنوع ہے خواہ بہ نیت محبت ہو خواہ بہ نیت تعظیم ہو خواہ بہ نیت اختصار وجہ اس کی یہ ہے کہ تصغیر کی اصل وضع تحقیر کیلئے ہے ۔۔۔جب تصغیر کا صیغہ بولا جائے گا تو ذہن اول وہلہ میں تحقیر ہی کی طرف منتقل ہوگا''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج1،ص 539)

خلاصہ کلام کہ کملی چونکہ تصغیر ہے اور تصغیر اصل میں تحقیر کیلئے وضع ہے عرف میں جب تصغیر جیسے کملی کا لفظ بولا جاتا ہے تو تحقیر ہی کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے۔خود امجدی صاحب کے بقول:

''تصغیر کا زیادہ تر استعمال تحقیر کیلئے ہوتا ہے''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج1،ص 517)

لہذا اس کا استعمال نبی کریم ﷺ کی شان میں کفر وگستاخی ہونا چاہیئے۔پھر اگر اس تصغیر سے نیت تعظیم ہو تب بھی بقول امجدی صاحب کے ذو معنی لفظ ہے اچھے اور خبیث دونوں معنی کو لئے ہوئے ہے ایسے لفظ کے بارے میں رضاخانی مذہب میں کفر ہے۔

مگر یہی مفتی لکھتا ہے:

''حضرت صدر الشریعہ یا بعض اکابر کے کلام میں اگر یہ لفظ آگیا ہے یہ عدم توجہ کی بنا پر

جیسے مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا منع ہے ۔حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں نقل فرمایا ہے کہ بعض علما نے فرمایا کہ جو مدینہ طیبہ کو یثرب کہے اسے کوڑے مارے جائیں اور یہ بہت سے بزرگوں کے کلام میں موجود ہے ۔حضرت شیخ سعدی قدس سرہ نے لکھا:

بلبیک حجاج بیت الحرام　　　　به مدفون یثرب علیه السلام

حضرت جامی کا مشہور شعر ہے:

کے بود یارب کہ رو د یثرب و بطحا کنم　　　　گہہ بمکہ منزل و گہہ در مدینہ جا کنم

ظاہر ہے کہ عدم توجہ کا ثمرہ ہے ۔اسی طرح جن اکابر کے کلام میں لفظ کملی وارد ہے وہ اسی بنا پر ہے کہ اس جانب توجہ نہ ہوئی کہ یہ کلمہ تصغیر ہے ورنہ وہ ہرگز استعمال نہ کرتے ''۔

(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۵۴۰)

''اور جو بعض اکابر کے کلام میں آ گیا ہے اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اکابر سے بھی بوجہ بے التفاتی اس قسم کی لغزش ہوتی چلی آئی ہے''

(فتاوی شارح بخاری، ج ا،ص ۵۳۷)

پس اس بریلوی اصول کی بنیاد پر جب نبی کریم ﷺ کی توہین پر مشتمل لفظ بھی معاذ اللہ عدم توجہی کی بنیاد پر اکابر استعمال کر سکتے ہیں تو اگر کسی نے علم غیب کا اطلاق بھی کرلیا تو یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ۔لیکن اب جس طرح معلوم ہونے کے بعد ''کملی'' کا اطلاق حضور ﷺ پر حرام ہے اسی طرح علم کے بعد حضور ﷺ کے علم پر علم غیب کا اطلاع بھی حرام ہوگا۔

(دروس مناظرہ،ص 208،219)

خود ایک رضاخانی لکھتا ہے:

''جہاں اللہ تعالیٰ کی ذات کیلئے حاضر و ناظر کا اقرار ہے وہاں علمیت مراد ہے اور جہاں نفی ہے وہاں لغوی اور حقیقی معنی مراد ہیں''۔

(کنز الایمان اور مخالفین تحریف شدہ ایڈیشن، ص 403)

پس جہاں علم غیب کو کفر کہا گیا جو اصل وجہ تنازعہ مابین اہلسنت دیوبند وفرقہ حسام الحرامی رضا خانیہ ہے اس سے مراد علم غیب اصطلاحی کلی محیط ذاتی ہے اور کائنات وغیر کائنات کا کلی جزئی علم ہے۔ اور جہاں کسی سلف کی کتاب میں علم غیب کا لفظ ہے اس سے مراد لغوی یعنی غیب کی بعض باتوں کا علم ہے جس کا کوئی منکر نہیں۔

پس یہاں علم غیب سے مراد اصطلاحی علم غیب نہیں بلکہ اظہار غیب ہے جس کے ہم منکر نہیں خود علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ما قبل وضاحت فرماتے ہیں:

''و عند رفع الحجاب لایکون ھذا من علم الغیب بل من علم الشھادۃ و ان کان من قبیل المعجزۃ والکرامۃ۔

(تفسیر مظہری، جلد 7، ص 253)

ترجمہ: جب ان علوم غیبیہ میں سے بطور معجزہ و کرامت انبیا و اولیا کو دے دیا جائے تو وہ علم علم غیب ہی نہیں رہتا بلکہ علم الشھادۃ ہو جاتا ہے۔

معلوم ہوا کہ قاضی صاحبؒ بطور کرامت اولیاء اللہ کے غیوب کے علوم میں سے بعض علم ملنے کا ذکر کر رہے ہیں مگر یہ علم غیب نہیں جیسا کہ خود قاضی صاحب نے وضاحت کی۔ قاضی صاحب علم غیب اولیاء اللہ کیلئے مان بھی کیسے سکتے ہیں جبکہ وہ خود اسے کفر مانتے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ خاص مانتے ہیں۔ آگے صفحہ 156 پر جو عبارت پیش کی اس میں اسرار اور غیوب کے علوم کا ذکر ہے ہم غیوب کے علوم کے منکر نہیں انباء الغیب، اطلاع الغیب، اظہار غیب کے طریق پر سینکڑوں غیبی علوم اللہ تعالی نے انبیاء کو عطا فرمائے خصوصا پاک پیغمبر ﷺ کو مگر یہ علم غیب نہیں نہ یہ رضا خانیوں کا عقیدہ ہے۔ ہم رضا خانیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ:

''تمام انبیا کو ذرہ ذرہ کا علم غیب کائنات وغیر کائنات کے علوم کلی جزئی عطا کئے بلکہ یہ حضور ﷺ کے علوم کا ایک قطرہ ہے'' یہ عقیدہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی سے ثابت کرو اور منہ مانگا انعام

وصول کرو۔ بے شرمی کی انتہا یہ کہ اپنا جو غلط عقیدہ کتاب میں لکھا اس پر کوئی ایک عبارت پیش کرنے کی اب تک ہمت نہ ہوسکی اور نہ تاقیامت ہوسکتی ہے۔

علم غیب پر قاضی صاحبؒ کا دوٹوک موقف

گر کسے گوید کہ خدا و رسول برین عمل گواہ اند کافر شود

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین، ص 47,48،)

اور اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

''مسئلہ اگر کسے بدون شہود نکاح کرد و گفت کہ خدا و رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود''۔(مالا بد منہ، ص 146 میر محمد کتب خانہ کراچی)

اگر کوئی شخص بدون گواہ کے نکاح کرے اور کہے کہ میں نے خدا اور اس کے رسول کو یا فرشتہ کو گواہ کیا تو کافر ہو جائے گا۔

'بندگان خاص الٰہی را در صفات واجبی شریک داشتن یا آنہا را در عبادت شریک ساختن کفر است چنانچہ دیگر کفار بہ انکار انبیاء کافر شدند ہمچناں نصاری عیسی را پسر خدا و مشرکان عرب ملائکہ را دختران خدا گفتند و علم غیب بآنہا مسلم داشتند کافر شدند''۔

(مالا بد منہ، ص 11,12، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی)

حق تعالی کے خاص بندوں کو اس کی صفات واجبی میں شریک ٹھرانا یا انکو بندگی میں شریک بنانا کفر ہے جس طرح دوسرے کفار نبیوں کے انکار سے کافر ہوئے اسی طرح نصاری عیسی علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور عرب کے مشرک فرشتوں کو خدا کی بیٹی کہہ کر اور فرشتوں کیلئے علم غیب کا عقیدہ مان کر کافر ہو گئے (یہی عقیدہ مشرکین پاک و ہند کا بھی ہے) نبیوں اور فرشتوں کو خدا تعالی کی صفات میں شریک بنانا جائز نہیں۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفیؒ لکھتے ہیں:

''اَلْعِلْمُ الْمُخْتَصُّ بِہٖ ھُوَ عِلْمُ الْغَیْبِ''(تفسیر مظہری، ج 1 ص 358)

جوعلم اللہ کے ساتھ خاص ہے وہ علم غیب ہے۔

جس علم کو وہ اللہ کے ساتھ خاص مان رہے ہیں بقول فرقہ رضا خانیہ اگر معاذ اللہ اولیا اللہ انبیا کیلئے مان لیں تو اپنے ہی فتوے سے مشرک ہو جائیں بریلوی اصول میں یہ ممکن نہیں۔

رَایٰ الْمَنْصُوْرُ فِیْ مَنَامِہٖ صُوْرَۃَ مَلَکِ الْمَوْتِ وَسَالَہٗ عَنْ مُدَّۃِ عُمُرِہٖ فَاشَارَ بِاصَابِعِہٖ الْخَمْسِ فَعَبَّرَھَا الْمُعَبِّرُوْنَ بِخَمْسِ سَنَوَاتٍ وَّ بِخَمْسِ اشْھُرٍ وَّ بِخَمْسَۃِ ایَّامٍ فَقَالَ ابُوْحَنِیْفَۃَ ھُوَ اِشَارَۃٌ'' اِلٰی ھٰذِہِ الْاٰیَۃِ فَاِنَّ الْعُلُوْمَ الْخَمْسَ لَایَعْلَمُھَا اِلَّا اللّٰہُ

(تفسیر مظہری۔ج5ص 465)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو اس سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا۔ تو تعبیر بتانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال جئے گیں کسی نے پانچ ماہ کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی۔ خلیفہ نے یہی خواب امام اعظم کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظمؒ نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سورہ لقمان کی ان آخری پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ الآیہ) کی طرف ہے بلا شبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

اگر رضا خانیوں میں غیرت ہے تو ایسا صاف دوٹوک موقف علم غیب کے حصول کے باب میں قاضی صاحب سے پیش کر کے دکھائے جس طرح ہم نے امام اعظم کے حوالے سے عدم حصول میں دکھایا۔

قُلْ یَا مُحَمَّدُ اِنَّمَا عِلْمُھَا عِنْدَ اللّٰہِ لَمْ یُطْلِعْ عَلَیْہِ احَداً مِّنَ الْاَنْبِیَآئِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَمَا یُدْرِیْکَ ای شیءٍ یُعْلِمُکَ وَقْتَ قِیَامِھَا اِذْ لَمْ یُطْلِعِ اللّٰہُ عَلَیْہِ احَداً مِّنْ خَلْقِہٖ

(تفسیر مظہری، ج5،ص 563)

اے محمد ﷺ فرما دیجئے کہ قیامت کا علم تو اللہ ہی کو ہے انبیاء وملائکہ میں سے کسی کو بھی اس کا علم عطائی طور پر بھی نہیں دیا اور کس نے آپ کو بتایا ہے؟ کہ وہ کب واقعی ہو گی؟ جب اللہ نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو اس پر مطلع ہی نہیں کیا۔

قُلْ یَا مُحَمَّدُ فِیْ جَوَابِھِمْ لَا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ مِنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ وَ مِنْھُمُ الْاَنْبِیَآءُ علیہم السلام مَنْ مُوْصُوْل'' اَوْ مُوْصُوْف'' اَلْغَیْبَ یَعْنِیْ مَا غَابَ عَنْ مَشَاعِرِ ھِمْ وَ لَمْ یَقُمْ عَلَیْہِ دَلِیْل'' عَقْلِیٌّ'' اِلَّا اللّٰہُ

(تفسیر مظہری، ج5،ص 347)

اے محمد ﷺ آپ ان کے سوال کے جواب میں فرما دیجئے کہ آسمان کی مخلوق یعنی فرشتے اور زمین کی مخلوق یعنی جنات و انسان اور ان میں انبیاء علیہم السلام بھی شامل ہیں ان میں سے کسی کو علم غیب نہیں سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

(۵) علامہ اسمٰعیل حقی صاحبؒ روح البیان

صفحہ 158 تا160 علامہ اسمٰعیل حقی کو پیش کیا۔ علامہ اسمٰعیل حقی ہمارے معتبر مفسر نہیں علامہ نقشبندی صاحب نے ''دروس مناظرہ'' میں ان کی حیثیت پر خوب کلام کیا۔ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اسمٰعیل حقی آفندیؒ (المتوفی ۱۱۳۷ھ) اگرچہ ایک طلائف نگار بزرگ اور صوفی ہیں اور باب تفسیر میں اور علی الخصوص آئمہ تفسیر کے مقابلہ میں ان کی کوئی خاص وقعت بھی نہیں''۔

(ازالۃ الریب،ص104)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''صاحب روح البیان جو ایک خشک صوفی اور حاطب لیل اور جامع رطب و یابس مصنف ہے''۔ (ازالۃ الریب،ص226)

موصوف کو بھی یہ بات معلوم تھا اس لئے اپنے زعم میں بہت دوڑ کی کوڑی لائے کہ

مقالات کوثری پر علامہ بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی تائید ہے اور اس میں شیخ امام زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''آپ عالم، مفسر، اصولی، فقیہ، متکلم، صوفی اور واعظ بھی تھے، آپ طریقت کے اعتبار سے جلوتی ہیں اور مسکن کے اعتبار سے بروساوی ہیں اور مذہب کے اعتبار سے حنفی ہیں''۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول، ص159)

جواب: تو اس سے زیادہ سے زیاہ علامہ حقی ؒ کی توثیق ہوگئی ان کا بزرگ ہونا ثابت ہوگیا۔ یہ ثابت نہیں ہوا کہ ''روح البیان'' میں لکھی گئی ہر فضول، رطب و یابس بات بھی معتبر ہو۔ شروع میں اصول نمبر 1 میں اس پر تفصیل گزر چکی ہے۔ بلکہ اگر موصوف تفسیر روح البیان کو بھی معتبر ثابت کر دیں تب بھی کام نہیں چلے گا چنانچہ جناب مصطفی رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''کتاب کا مستند اور معتمد ہونا اور بات ہے اور کتاب میں جو کچھ ہے وہ سب معتمد علیہ ہونا اور بات ہے''۔

(فتاوی مصطفویہ، ص272)

لہذا جو کچھ آپ نے نقل کیا اول تو اس سے آپ کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا بالفرض ہو بھی تو مردود ہے کہ مولف و کتاب کا معتمد ہونا اور بات ہے اور اس میں لکھی گئی ہر بات کا معتمد ہونا اور بات ہے یعنی کتاب کے معتمد ہونے کے باوجود بھی اس میں بکواس ہو سکتی ہے بس اپنے لکھے ہوئے کو بھی بکواس ہی سمجھیں۔

موصوف کو امام زاھد کوثری ؒ کی طرف سے اسمعیل حقی ؒ کے القابات تو نظر آتے ہیں لیکن یہی امام زاھد کوثری رحمۃ اللہ علیہ ان کی تفسیر روح البیان کے بارے میں جو یہ شگوفے نقل کرتے ہیں:

''الا انه لایتحاشی عن النقل عن کل من هب و دب علی غلوه فی وحدة الوجود''۔

(مقالات کوثری، ص358)

ترجمہ: وحدۃ الوجود میں غلو کی وجہ سے تفسیر میں ہر ادھر ادھر کی بے پر کی ذکر کرنے سے نہیں کتراتے۔

وہ نظر کیوں نہیں آرہے ہیں؟ آخری بات امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دارالعلوم دیوبند لکھتا ہے:

''اس پس منظر میں بندہ کا یہ احساس قوی سے قوی تر ہوگیا کہ حضرت مولانا صفدر رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اکابر علما دیوبند کے علم، نظریات اور عقائد کے حامل ہیں بلکہ ان کے ترجمان اور شارح بھی ہیں اس لئے رد بدعت اور رد غیر مقلدیت سمیت تمام مختلف فیہ مسائل میں مولانا کی مکمل مدلل تحریریں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہیں''۔

(امام اہل السنۃ کا عادلانہ دفاع، ص 22، 23)

اب موصوف کے گروپ کا رضاخانی لکھتا ہے:

''جناب کی شومئی قسمت کہ نا تو مصنف کی ایسی حیثیت ہے کہ اسے اعلیٰ حضرت کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے اور نہ کتاب اس درجہ کی ثقہ ہے کہ اس کی ہر بات کا اعتبار کیا جاسکے''۔

(کنزالایمان اور مخالفین، ص 393)

ہم اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ جناب کی شومئی قسمت! جب امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمائے دیوبند کے علوم کے شارح و ترجمان ہیں اور رد بدعت میں ان کی تحریر حرف آخر ہے تو امام زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ کو امام اہلسنت کے مقابلے میں یہ حیثیت حاصل نہیں لہذا اس باب میں کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی تائید کی کوئی حیثیت نہیں موقف امام اہلسنت کا رد ہوگا۔

''مقالات کوثری'' کا یہ حوالہ جب رضاخانیوں کو ملا ہوگا تو کتنے خوش ہوئے ہوں گے کہ ہم نے اپنے عقائد کا سب سے مضبوط سہارا اسمعیل حقی کا معرکہ سر کرلیا مگر ہائے ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے۔

ایک رضاخانی پلمبر لکھتا ہے:

''اگر کسی نے اس کو غیر معتبر کہا تو ان کی اپنی معلومات ہیں اور اگر کسی نے معتبر کہا ہے تو انہوں نے اپنی معلومات کے مطابق کہا ہے اس لئے یہ اختلاف ہر گز مذموم نہیں''۔

(دست و گریبان کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ص506)

کوثری ؒ کی اپنی معلومات ہیں اور ہماری و اسلاف کی اپنی معلومات کے مطابق غیر معتبر کہنا ہے یہ اختلاف مذموم نہیں۔

(۵) علامہ ابو السعود الحنفی ؒ

موصوف نے صفحہ 160 پر علامہ ابو السعود الحنفی کی عبارت نقل کی جس میں **وھو علوم الغیوب** کے الفاظ ہے۔

جواب: اولا تو یہ وہی عبارت ہے جس پر علامہ نقشبندی صاحب تفسیر ابن کثیر کے حوالے سے ''دروس مناظرہ'' میں گفتگو کر چکے ہیں کہ حضرت خضر و موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں بہت سے مفسرین نے اس روایت کو نقل کیا ہے لیکن اس میں دو راوی ایک محمد بن اسحق ہے جسے خود رضا خانیوں نے دجال کذاب کہا ہے دوسرا احسن بن عمارہ ہے جو متروک ہے۔

ایسی کمزور روایات سے استدلال کرتے ہوئے شرم آنی چاہیئے رہی بات ابوسعود کی اسے نقل کرنے کی تو ما قبل میں حوالہ گزر چکا کہ ہر وہ روایت جسے کوئی نقل کرے تو محض نقل روایت کسی کا عقیدہ و نظریہ نہیں ہوتا۔(فجر منیر ص164)

اب علامہ کا اصل عقیدہ ملاحظہ ہو:

وللہ تعالی خاصة لا لأحد غیرہ استقلالا ولا اشتراکا غیب السموات والأرض

(تفسیر ابی السعود، ج5، ص130)

زمین و آسمان کا علم غیب اللہ کیلئے خاص ہے اللہ کے سوا کسی کو حاصل نہیں نہ ذاتی نہ عطائی۔

یہ علامہ ابو السعود کا اصل عقیدہ ہے جس کے بعد ڈوب مر جانا چاہیئے رضا خانیوں کو۔

إذ لا علم بالأمور الغيبية ماضية كانت أو مستقبلة لغيره سبحانه۔۔۔لأن الغيب لا يعلمه إلا الله تعالى

(تفسیر ابی السعود، ج2،ص208)

ماضی مستقبل کے غیوب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں ۔۔۔علم غیب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ولا أعلم الغيب عطف على محل عندى خزائن الله أى ولا أدعى أيضا أنى أعلم الغيب من أفعاله تعالى حتى تسألونى عن وقت الساعة أو وقت نزول العذاب أو نحوهما

(تفسیر ابی السعود، ج3،ص136)

نہ میں (محمد ﷺ) علم غیب جانتا ہوں جو تم مجھ سے اللہ کے افعال کے بارے میں پوچھ رہے ہو کہ قیامت کب آئے گی عذاب وغیرہ کب آئے گا۔

وعلم الغيب وحيازة الخزائن مما نفاه صلى الله عليه و سلم عن نفسه بطريق التبرؤ والتنزه عنه فمن أى وجه عطف نفيه على نفيها قلت من جهة أن كلا النفيين رد لقياسهم الباطل الذى تمسكوا به فيما سلف فإنهم زعموا أن النبوة تستتبع الأمور المذكورة وأنها لا تتسنى ممن ليس على تلك الصفات فإن العثور على مكانها واغتنام مغانمها ليس من دأب الأراذل فأجاب صلى الله عليه و سلم بنفي ذلك جميعا فكأنه قال لا أقول وجود تلك الاشياء من مواجب النبوة ولا عدم المال والجاه من موانع الخير

(تفسیر ابی السعود، ج4،ص203)

لیجئے علامہ نے تو رضاخانیت کی لنکا ہی ڈبوڈی یہ کہہ کر کہ مشرکین یہ سمجھتے کہ نبی کیلئے خزائن الارض کا مالک ہونا علم غیب کا ہونا نوری ہونا ضروری ہے تو اس عقیدہ کے رد میں اللہ نے

پاک پیغمبر ﷺ سے ان چیزوں کی نفی کرائی کہ نبی علم غیب نہیں رکھتا (ملخصا)

غیرت ،شرم وحیاء ہے تو ایسے دوٹوک واضح طور پر اپنا خود ساختہ عقیدہ علامہ سے ثابت کر کے دکھاو۔

ما لهم لأهل السموات والأرض من دونه تعالى من ولي يتولى أمورهم وينصرهم استقلالا ولا يشرك في حكمه في قضائه أو في علم الغيب أحدا منهم

(تفسیر ابی السعود ،ج5،ص218)

زمین وآسمان میں کوئی بھی نہ ذاتی نہ عطائی اس کے علم غیب میں شریک ہے۔

قل لا يعلم من في السموات والأرض الغيب إلا الله بعدما حقق تفرده تعالى بالألوهية ببيان اختصاصه بالقدرة الكاملة التامة والرحمة الشاملة العامة عقبه بذكر ما هو من لوازمه وهو اختصاصه بعلم الغيب تكميلا لما قبله وتمهيدا لما بعده

(تفسیر ابی السعود،،ج6،ص296)

کہہ دیجئے زمین وآسمان میں کوئی بھی علم غیب اللہ کے سوانہیں جانتااس آیت کامقصد یہ ہے کہ الوہیت کے ساتھ اللہ کا تفرد اور قدرت کاملہ تامہ اور رحمت عامہ شاملہ کا اختصاص اللہ کے ساتھ ذکر کرنے کے بعد اب اس چیز کو ذکر کیا جو اللہ کی الوہیت کے لوازم و اختصاص میں سے ہے اور وہ علم غیب ہے۔(ملخصا)

شرم نہیں آتی علامہ تو علم غیب کو خدا کی الوہیت کے لوازم وخصوصیات میں سے شمار کریں اور تم ان پر یہ کفری بہتان باندھو کہ وہ تمہاری طرح یہ کفریہ عقیدہ رکھتے کہ رسول اللہ ﷺ علم الغیب جانتے ہیں معاذ اللہ۔

علامہ کی اور بھی بہت سی عبارات ہیں لیکن ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں ۔کیونکہ ہمیں معلوم ہے ہم جتنی بھی عبارات نقل کر دیں رضاخانیوں کو حیاوشرم پھر بھی نہیں آنی۔

(۶) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

صفحہ 160 تا163 شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پیش کی ہیں جس میں کہیں بھی رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب ذاتی محیط کلی کا اثبات نہیں نہ ہی کائنات وغیر کائنات کے ذرے ذرے کا علم کلی جزئی مانا گیا بلکہ یا تو حضور ﷺ کے علوم کا اقرار ہے یا ماضی حال مستقبل کے بعض غیوب کا جس کے ہم منکر نہیں تفصیل کیلئے علامہ نقشبندی صاحب کی ''دروس مناظرہ'' ملاحظہ ہو۔

ثانیا رضاخانی غزالی مولانا احمد سعید کاظمی کے خلیفہ مفتی اقبال رضاخانی لکھتا ہے:

''اعلی حضرت ۔۔کے ان ارشادات سے ثابت ہوا کہ شیخ محقق قدس سرہ کی کتابوں میں بھی کہیں غیر تحقیقی باتیں آجاتی ہیں''۔

(تنبیہات، جلد اول،ص30)

پس ان تمام باتوں کو بھی جو آپ نے نقل کی ہے ''غیر تحقیقی'' ہی سمجھ لیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''یعنی نیستم من داناتر ااز توں بداں یعنی من وتو ہر دو برابریم درنادانستن آں بلکہ ہر سائل و مسئول ہمیں حال دارد کہ آنرا جز خداوند تعالی کسے نداند و وے تعالی ہیچکس راازملائکہ ورسل براں اطلاع ندادہ''۔(اشعۃ اللمعات،ج1،ص45)

یعنی میں اس وقت قیامت کو تم سے زیادہ نہیں جانتا یعنی میں اور تم دونوں اس کے نہ جاننے میں برابر ہیں بلکہ ہر سائل ومسول کا اس بارہ میں یہی حال ہے کہ اس کو خدا تعالی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالی نے فرشتوں اور رسولوں میں سے کسی کو بھی اس کی اطلاع نہیں دی۔شیخ ایک حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

گفت جابر شنیدم آنحضرت راپیش از رحلت خود بیک ماہ تسالونی عن الساعۃ می پرسید مراازوقت قیام قیامت وانما علمھا عند اللہ و نیست علم بہ تعیین وقت آن مگر نزد خداوندا عزوجل یعنی ازوقت وقوع قیامت کبری می پرسید آن خود معلوم من نیست وآں راجز

خدا تعالی نداند

(اشعۃ اللمعات، ج3،ص 377)

ترجمہ: حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ سے آپ کی وفات سے صرف ایک ماہ قبل سنا آپ نے فرمایا کہ تم مجھ سے قیامت کے آنے کا وقت دریافت کرتے ہو حالانکہ اس کے وقت متعین کا علم اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں یعنی تم قیامت کبری کے آنے کا وقت مجھ سے پوچھتے ہو اور وہ تو خود مجھے معلوم نہیں (میں تم کو کیا بتاؤں) اس کو اللہ تعالی کے بغیر اور کوئی بھی نہیں جانتا۔

شیخ فرماتے ہیں:

''حدیث میں ہے کہ حضو نے فرمایا بعض باتوں کا تفصیلی جواب مجھے حاضر نہ ہوا تو میں بہت زیادہ فکرمند ہوا اور ایسا فکرمند ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا فکرمند نہ ہوا تھا''۔

(مدارج النبوہ، جلد اول،ص 310 ترجمہ رضا خانیہ، فارسی 206)

آپ تو کہتے ہیں کہ شیخ کا عقیدہ ہے کہ معاذ اللہ حضور کو کلی جزئی علم ہے تو کیا قیامت اس کلی جزئی میں نہیں آتا؟ ''بعض باتوں کا تفصیل جواب نہ آنا'' کیا اس کلی جزئی میں نہیں آتا؟

(۷و۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ و شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ

صفحہ 163 پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے فرزند کو پیش کیا۔ موصوف شرم و حیاء سے بالکل عاری ہیں کیونکہ ان کے لوگوں نے شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ پر ان کے عقاید ہی کی وجہ سے اس پر وہابی ہونے کا الزام لگایا اگر شیخ معاذ اللہ علم غیب کے قائل تھے تو وہابی کیسے؟

رضا خانی محقق کہتا ہے کہ شاہ صاحب شیخ الاسلام ابن تیمیہ و ابن قیم و محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے متاثر تھے بلکہ یہاں تک لکھا:

''وہ خالص حنفی نہیں رہے تھے''۔ (البوارق المحمدیہ،ص 87)

شرم نہیں آتی جو خالص حنفی ہی نہیں بقول آپ کے اسے سادات احناف میں شمار کرکے اپنا ہمنوا ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہو؟ مزید یہ محقق ہرزہ سرائی کرتا ہے:

''الحاصل شاہ صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے سب اہل سنت و جماعت کے خلاف ہے''۔
(البوارق المحمدیہ، ص 181)

حضرت شاہ صاحب کا اصل عقیدہ ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اَلْوُجْدَانُ الصَّرِيْحُ يَحْكُمُ بِاَنَّ الْعَبْدَ عَبْد'' وَّ اِنْ تَرَقّٰى وَ اَنَّ الرَّبَّ رَبّ'' وَّ اِنْ تَنَزَّلَ وَ اَنَّ الْعَبْدَ قَطُّ لَا يَتَّصِفُ بِالْوُجُوْبِ وَ بِالصِّفَاتِ اللَّازِمَةِ لِلْوُجُوْبِ وَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اِلَّا اَنْ يُّنْطَبَعَ شَيْء'' فِيْ لَوْحِ صَدْرِهٖ وَ لَيْسَ ذَالِكَ عِلْماً بِالْغَيْبِ اِنَّمَا ذَالِكَ الَّذِيْ يَكُوْنُ مِنْ ذَاتِهٖ وَاِلَّا فَالْاَنْبِيَاءُ وَالْاَوْلِيَاءُ يَعْلَمُوْنَ لَا مَحَالَةَ بَعْضَ مَا يَغِيْبُ عَنِ الْعَامَّةِ

(تفہیمات الٰہیہ، ج 1، ص 245)

وجدان صریح بتلاتا ہے کہ بندہ کتنی ہی روحانی ترقی کیوں نہ کرلے بندہ ہی رہتا ہے اور رب اپنے بندوں کے کتنا قریب کیوں نہ ہو جائے وہ رب ہی رہے گا بندہ واجب الوجود کی صفات یا وجوب کی صفات لازمہ سے کبھی متصف نہیں ہوتا علم غیب وہ جانتا ہے جو از خود ہو (کسی دوسرے کے بتلانے سے نہ ہو) ورنہ انبیاء و اولیاء یقینا ایسی بہت سی باتیں جانتے ہیں جو دوسرے عام لوگوں کی رسائی میں نہ ہو۔

شرم نہیں آتی رضاخانیت کے تابوت میں اس طرح کا کیل ٹھوکنے والے کو اپنا ہمنوا سمجھتے ہو؟۔

ثُمَّ لِيَعْلَمْ اَنَّهٗ يَجِبُ اَنْ يُّنْفٰى عنهم صِفاتُ الوَاجِبِ جَلَّ مجدُہ مِنَ الْعِلْمِ بِالْغَيْبِ وَالْقُدْرَةِ عَلَى خَلْقِ الْعَالَمِ اِلَى غَيْرِ ذَالِكَ وَلَيْسَ ذَالِكَ بِنَقْصٍ

(تفہیمات الٰہیہ، ج1،ص24)

پھر جان لیجئے کہ لازم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے واجب الوجود جل مجدہ کی صفات کی نفی کی جائے جیسے علم غیب اور عالم کی تخلیق وغیرہ اوران امور کی نفی ہرگز ان کی شان میں کمی نہیں کرتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بیٹے اور جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی فرماتے ہیں:

''یا رتبہ آئمہ واولیاء برابر رتبہ انبیاء ومرسلین گردانند وانبیاء ومرسلین رالوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس و ہر جاوقدرت برجمیع مقدورات ثابت کنند''۔

(تفسیر عزیزی، ج1،ص52)

شرک وکفر کی باتوں میں سے ہے کہ آئمہ واولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا اور انبیاء علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدورات پران کی قدرت (مختار کل) ماننا۔

کچھ شرم ہے تو توبہ کرلو اب بھی وقت ہے کیونکہ جہنم میں ہامان فرعون احمد رضا خان کے پڑوس ڈھونڈ رہے ہو؟ موصوف نے اپنی تائید میں شاہ صاحب کی فقط ایک عبارت کسی رسالہ سے سرقہ کرکے یوں نقل کی:

''ثم انه انجذب الی حین الحق فیصیر عبد الله فجلی له کل شیئ (حضور سید عالم ﷺ جو سید العارفین ہیں کی شان اقدس کا کیا اندازہ ہوسکتا ہے جبکہ) عارف کا یہ حال ہے کہ جب وہ بارگاہ حق سبحانہ وتعالی کی طرف کھینچ جاتا ہے اور مقرب بارگاہ ایزدی قرار پاتا ہے تو اس کیلئے ہر شے روشن ہوجاتی ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص163)

موصوف کا استدلال عبارت میں ''فتجلی له کل شیئ'' سے ہے حالانکہ علامہ نقشبندی صاحب خود اس کی وضاحت ''دروس مناظرہ'' میں یوں کرچکے ہیں:

''حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم لیعلم انہ یجب ان ینفی عنہم صفات الواجب جل مجدہ من العلم الغیب و القدرۃ علی خلق العالم الی غیر ذالک و لیس ذالک بنقص ...و ان استدل بقولہ علیہ الصلوۃ و السلام فتجلی لی کل کل شیء قلنا ھو بمنزلۃ قولہ تعالی فی التوراۃ تفصیلا لکل شیء و الاصل فی العمومات التخصیص بما یناسب المقام و لو سلم فھذا عند وضع اللہ یدہ بین کتفیہ ثم لما سری عنہ ذالک فلا بعد من ان یکون تعلیم تلک الامور ثانیا فی حالۃ اخری

(تفہیمات الٰہیہ، ج2،ص 25,24)

پھر جاننا چاہئے کہ واجب ہے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے باری تعالیٰ کی صفات کی نفی کی جائے مثلاً علم غیب اور جہاں کے پیدا کرنے پر قدرت وغیرہ اور اس میں کوئی تنقیص نہیں ہے ۔۔اور اگر (کوئی شخص نبی کریم ﷺ کے علم غیب پر) فتجلی لی کل شیء سے استدلال کرے تو ہم اس کو یوں جواب دیں گے کہ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ تورات کے بارے میں تفصیلا لکل شیء آیا ہے ۔اور اصل عمومات میں مقام کے مناسب تخصیص کرنا ہے اگر یہ تجلی ہر ایک چیز کیلئے تسلیم بھی کر لی جائے تو یہ صرف اس وقت کیلئے تھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے دست قدرت آپ کی پشت پر رکھا تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے دست قدرت اٹھایا تو یہ تجلی اور انکشاف بھی جاتا رہا سو اس میں کوئی بعد نہیں کہ اس کے بعد دوسری حالت میں آپ کو دوبارہ ان امور کی تعلیم دی گئی ہو۔

غور فرمائیں شاہ صاحب فرما رہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام سے صفات باری تعالیٰ یعنی علم غیب کی نفی کرنا واجب ہے اور اس میں ان کی کوئی تنقیص نہیں ۔اگر کوئی بریلوی اس حدیث سے استدلال کرے تو میرا (شاہ صاحب) کا جواب یہ ہے کہ اس میں کل عموم حقیقی کیلئے نہیں بلکہ احکام دین اور امور شریعت وغیرہ سے مخصوص ہے جیسا کہ ماقبل میں بتادیا گیا کہ وہ علم پاؤں

پر مسجد تک چلنے کی نماز کے انتظار کرنے کے متعلق تھا الخ اس حدیث میں فتجلی لی کل شیء کو اسی طرح سمجھنا چاہئے جس طرح قرآن پاک میں اللہ تعالی نے تورات کے متعلق تبیانا لکل شیء فرمایا جس طرح وہاں امور دین مراد ہیں اس میں بھی یہی مراد ہے۔ اور بالفرض اس سے تمام امور دین کا علم مراد بھی ہو تو اجمالی اسی وقت کے متعلق تھا بعد میں اللہ تعالی ان امور کی تفصیل وحی کے ذریعہ آپ کو بتاتا رہا جیسا کہ واضح ہے۔(دروس مناظرہ)

تو فتجلی لی کل شی سے کائنات کا ذرہ ذرہ مراد نہیں بلکہ ''امور دین'' مراد ہیں جو رضاخانی عقیدہ کا عشر عشیر بھی نہیں۔کہتا ہے کہ نقشبندی صاحب نے ہمارا مذہب نہیں پڑھا۔ جاہل جناب رضاخانی تصنیف و تالیف کے میدان میں تیرے دودھ کے دانت نکلنے سے پہلے نقشبندی صاحب تمہارے مذہب کا جنازہ پڑھا اور ڈھکوسلوں کا قلع قمع کر چکے ہیں۔

خلاصہ کلام جب شاہ صاحب خود انبیا سے علم غیب کی نفی کو واجب قرار دے رہے ہیں تو اولیا اللہ کیلئے کیسے ثابت کر سکتے ہیں؟ مگر جھوٹ، مکر، فریب، تحریف کی یہ صفات ہی دراصل اس ''فرقہ حسامی الحرامی'' کو ذلت مآب محرف اعظم جناب فاضل بریلوی سے ورثہ میں ملی ہے۔

موصوف کہتے ہیں کہ شاہ عبد العزیز صاحب نے ''اس آیت میں علم غیب کا حصر فقط رسول کے لفظ پر ہے''۔(تفسیر عزیزی، ج ۲، ص ۲۱۷، بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی، ص ۱۶۳)

جواب: تو شاہ صاحب تو خود علم غیب کو لوازم الوہیت میں سے سمجھتے ہیں تو رسولوں میں اس کا حصر کر کے وہ تو معاذ اللہ رسولوں کی الوہیت کے قائل ہو گئے۔شاہ صاحب مزید فرماتے ہیں:

''شایان حضرت رب العزت است مثل اثبات عموم علم و قدرت و غیب دانی و مشکل کشائی یا ذبح لغیر اللہ یا سجدہ لغیر اللہ وغیر ذالک''۔

(تفسیر عزیزی، جلد اول، ص 458)

(اگر ساحر افعال و عقائد کفر کا مرتکب ہو مثلا ارواح خبیثہ کیلئے ایسی صفات ثابت

کرے) جو اللہ کی شایان شان ہے جیسے عموم علم و قدرت غیب دانی و مشکل کشائی غیر اللہ کیلئے ذبح وسجدہ وغیرہ ذالک (تو کافر ہے)

تو شاہ صاحب کے نزدیک تو تم رسول اللہ کیلئے عموم علم کلی و جزئی اور صفت علم غیب وغیب دانی ثابت کر کے جادوگر و کافر ہوئے۔شاہ صاحب تفسیر عزیزی جلد دوم ص 222،223 پر احاطہ علمی کو صفت خداوندی کہتے ہیں اور اللہ کے ساتھ خاص کہتے ہیں کسی مخلوق کو حاصل نہیں مگر موصوف کے نزدیک یہ احاطہ علمی وعلم کلی رسول اللہ کو حاصل ہے معاذ اللہ۔

موصوف نے عبارت مکمل نقل کرنے میں بھی خیانت سے کام لیا کیونکہ یہاں معاذ اللہ علم غیب اصطلاحی مراد نہیں بلکہ اطلاع غیب مراد ہے چنانچہ آگے ہی فرماتے ہیں یعنی بالاصالت اطلاع برغیب خاصہ پیغمبران است و اولیا را اطلاع برغیب بطریق وراثت و تبعیت حاصل می شود"۔(تفسیر عزیزی جلد دوم،ص 217)

مزید کی بات یہ کہ اس اطلاع غیب سے بھی رضاخانیوں کی طرح حضرت شاہ صاحب کائنات کاذرہ ذرہ معلوم ہونا نہیں لیتے بلکہ صاف وضاحت کرتے ہیں کہ ان علوم غیبیہ سے مراد جو اولیا اللہ کو انبیا کے واسطے سے حاصل ہوتی ہیں وہ:

"مراد از غیب دریں آیت احکام شرعیہ آند"۔

(تفسیر عزیزی، جلد دوم،ص 217)

اس آیت میں غیب سے مراد احکام شرعیہ ہیں۔اس کھلی تحریف پر رضاخانیوں کو شرم آنی چاہئے۔موصوف نے جو عبارت پیش کی وہ خود رضاخانیوں کے بھی مدعی کے خلاف ہیں کیونکہ رضاخانی اولیاء اللہ اور شیاطین کیلئے بھی علم غیب مانتے ہیں حالانکہ بقول رضاخانی شاہ صاحب تو علم غیب کا حصر صرف رسولوں میں کر رہے ہیں۔

رضاخانی لوح محفوظ پر انبیاء و اولیاء اللہ کو مطلع مانتے ہیں مگر اسی صفحہ پر شاہ صاحب لکھتے ہیں:

"اطلاع برلوح بہ معنی مطالعہ آن لوح ونقوش آن بطریق صحیح مروی نیست"۔

(تفسیر عزیزی جلد دوم،ص 217)

پہلے تو لوح محفوظ پر اطلاع اس لوح اور اس کے نقوش کے مطالعہ کے معنوں میں طریق صحیح سے مروی نہیں ہے کہ کسی پیغمبر علیہ کو ہوئی ہو۔ (ترجمہ رضاخانی جلد 3،ص 361)

ایک اور مزے کی بات کہ رضاخانی کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ بلکہ شیاطین بلکہ حجر اسود کو بھی علم غیب ہے اور علم غیب پر مطلع ہے حالانکہ شاہ صاحب اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

''اولیا اللہ را اگر چہ اظہار بر غیب حاصل نیست اما اظہار غیب بر ایشاں جائز و واقع است''۔

(تفسیر عزیزی جلد دوم،ص 217)

اولیاء اللہ کو اگر چہ غیب پر اطلاع حاصل نہیں لیکن ان پر غیب کا اظیار جائز اور واقع ہے۔

تو شاہ صاحب تو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ پر اطلاع غیب ہی نہیں ہاں کوئی نبی ملا ہوا غیب ان پر ظاہر کرنا چاہے تو ہوسکتا ہے۔

پھر مزے کی بات یہ کہ موصوف نے شاہ صاحب کی جو ادھوری عبارت نقل کی وہ شاہ صاحب نے اپنے عقیدہ پر طور پر نقل نہیں کیا بلکہ ایک اعتراض کے طور پر نقل کیا ہے ہم نے کتاب کے شروع میں اصول نمبر 2 میں وضاحت کر دی خان صاحب بریلوی سے کہ کتاب میں ہر منقول بات یا قیل وقال صاحب نقل کا عقیدہ نہیں ہوتا۔

شاہ صاحب کا عقیدہ واضح طور پر ہم نے نقل کر دیا ہے جس میں علم غیب کو وہ خاصہ خداوندی والوہیت قرار دیتے ہیں اس کے مقابل اگر رضاخانی میں جرات ہے تو شاہ صاحب سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کرے کہ تمام اولیاء اللہ انبیاء شیاطین کو کائنات وغیر کائنات کے ذرے ذرے کا کلی جزئی علم دیا گیا ہے۔ دیدہ باید۔

(۹) حضرت مجدد الف ثانیؒ

موصوف نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب کا ایک ٹکڑا نقل کیا:

''چنانچہ بر علم غیب مخصوص باوست سبحانہ خاص رسل را اطلاع می بخشد''۔

(مکتوبات امام ربانی فارسی، جلد ا،ص 656، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، مترجم وہابی جلد 1،

ص 489، ادارہ مجددیہ کراچی)

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص 164)

موصوف نے لگتا ہے کہ یہ حوالہ اپنے کسی رسالے سے نقل کیا ہے کیونکہ ایچ ایم سعید کا جو نسخہ ہے اس میں مسلسل صفحات نمبر ہیں ہی نہیں بلکہ یہ مکتوب نمبر 310 اور صفحہ نمبر 160 ہے۔ جبکہ ادارہ مجددیہ کی جلد دوم بنتی نہ کہ جلد اول۔

جواب: اولا جناب فاضل بریلوی کہتے ہیں:

''اسی (مکتوبات امام ربانی میں از ناقل) میں لکھا ہے کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ جو کچھ میں نے اگلی جلدوں میں کہا صحو سے کہا نہیں بلکہ زیادہ سکر ہے''۔

(ملفوظات، حصہ سوم، ص 324)

معلوم ہوا کہ مکتوبات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا اکثر حصہ ''حالت سکر'' کا ہے اور اس سکر کے بارے میں رضا خانی لکھتا ہے:

''حضرات اولیائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان حالت سکر میں کبھی اہل سنت و جماعت کے عقائد کے خلاف عقائد کا بھی اظہار ہو جاتا ہے''۔

(حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت، ص 73)

پس موصوف نے جو عبارت پیش کی اسے بھی ''حالت سکر'' کا کرشمہ سمجھیں۔

ثانیا: مکتوب بالکل واضح ہے اس میں ''اطلاع'' کے لفظ ہے یعنی انبیاء کو غیب پر مطلع کرتا ہے اطلاع، انباء، اظہار بر غیب کا کون کافر منکر ہے؟ ہمت ہے تو حضرت مجدد سے وہ عقیدہ دکھاؤ جو تم نے اس مسئلہ کیلئے خان صاحب بریلوی اور جناب امجد علی گھوسوی سے دکھایا۔ دیدہ باید۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

''اور غیب کا علم اللہ سبحانہ ہی کو ہے''۔ (مکتوبات ترجمہ رضا خانی جلد اول، ص 283)

حضرت مجددؒ فرماتے ہیں:

''عوام نے تخلق کے معنی کچھ اور سمجھے اور خواہ مخواہ گمراہی کے جنگل میں جا گرے وہ یہ خیال کرتے ولی کیلئے احیا جسم ضروری ہے اور اس پر اکثر اشیاء غیبی کا انکشاف ہونا چاہئے وغیرہ ذالک حالانکہ یہ باتیں ظنون فاسدہ میں سے ہیں''۔

(مکتوبات امام ربانی جلداول،ص 297،ترجمہ رضاخانی)

آپ کا تو عقیدہ ہے کہ ولی پر تمام کائنات منکشف ہے وہ مرد نہیں جو ساری دنیا کو مثل ہتھیلی نہ دیکھے (ملفوظات) جبکہ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ سب گمان ظن ہیں عقیدہ نہیں اور ظن بھی فاسد باطل وگمراہ کن۔ایک رضاخانی کہتا ہے:

''اگر یہاں اس کتاب میں کچھ باتوں کا نقل ہونا شیخ کا مذہب ہے تو ایسی کئی باتیں اور بھی اس کتاب کا حصہ ہیں جو آپ کے موقف کے بالکل خلاف ہے آپ ان کو کیوں نہیں مانتے''۔(فجر منیر،ص 164)

تو جناب ان باتوں پر آپ چمگادڑ کی طرح آنکھیں کیوں بند کر دیتے ہیں؟

(۱۰ و ۱۱) گولڑوی وعبدالباری کے حوالے

پھر صفحہ 165 تا170 پیر گولڑوی کا تذکرہ شروع کر دیا کبھی کہتا ہے دیوبندی اس کو بزرگ مانتے ہیں کبھی کہتا ہے کافر مانتے ہیں۔جس کا عنوان سے کوئی تعلق ہی سرے سے نہیں جب آدمی کے پاس کہنے کو کچھ نہ ہو اور اپنے جاہل حواریوں میں 774 صفحات کی کتاب کا رعب بھی بٹھانا ہو تو ظاہر ہے اس کیلئے کچھ نہ کچھ تو ہانکنا پڑے گا۔پیر صاحب کی طرف منسوب کتب میں کیا لکھا کیا نہیں؟ ہماری بلا سے۔وہ رضاخانیوں کی طرف سے شائع شدہ ہیں ہمارے لئے حجت نہیں۔رضاخانی حشمت علی رضوی لکھتا ہے:

''حقیقت یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبد العزیز صاحب کی تصنیفات وتحریرات سنیوں کو اسمعیل دہلوی اور دوسرے وہابیوں کے ذریعہ سے ان کے تغیر وتبدل کے بعد پہنچیں تو شاہ صاحب کی کتب سنیوں کیلئے سب قابل اعتبار نہیں''۔

(کلمہ حق،ش 7،ص 36)

جن کتب کو رضاخانیوں نے پیر صاحب کے نام سے شائع کی وہ ہمارے لئے کیسے حجت ہوسکتی ہیں؟ ہاں تم پر حجت ضرور ہیں۔ بطور الزام ہم رضاخانیوں پر حجت قائم کرنے کیلئے اس سے حوالے ضرور نقل کریں گے۔ جن مولویوں کے حوالے نقل کئے اصول نمبر 4،3 کے تحت ہمارے لئے حجت نہیں ہمیں پیر صاحب کو کافر کہنے کا کوئی شوق نہیں لیکن اگر آپ کو ہماری عبارات سے انہیں کافر بنانا ہی ہے تو ہمیں بھی انہیں مسلمان بنانے کا کوئی شوق نہیں۔

موصوف نے ''فتاوی مہریہ'' سے ایک فتوی نقل کر کے پھر تین صفحات دیوبندیوں گالیاں دینے میں سیاہ کئے مثلا صرف دوتین گالیاں ملاحظہ ہوں:

''اسمعیلی کو اخانی گنگوہی ۔۔ رئیس المحرفین مکار دیوبند سرفراز گھکڑوی ۔۔ خبیث بلکہ اخبث قوم''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 169)

''تھانوی کے ماموں جیسے بے حیاو بے غیرت آدمی''۔(ایضاص 170)

حالانکہ اس فتاوی مہریہ کے بارے میں رضاخانی ملک المدرسین جامع لمعقول والمنقول لکھتا ہے:

''ملفوظات مہریہ اور فتاوی مہریہ اعلی حضرت گولڑوی ؒ کی تصنیف نہیں کہ ان میں جو کچھ لکھا ہے وہ حضورؒ کی تحریر ہو بلکہ یہ تو کوئی اور آدمی نقل کر رہا ہے''۔

(سیف العطا،ص 113)

اب ہم ہر وقت بھونکنے والے اس ابو حامد رضوی لوسی کتے کو کہیں گے یہ حال ہے اس فتاوی مہریہ کی جس کو لیکر تم نے شلوار اتار کر دبر ہماری طرف کرنے کی کوشش کی اور تین صفحات میں گو پر گوز مارتے رہے مگر وہ دبر تو جناب اعلی حضرت فاضل بریلوی کے منہ کی طرف ہوگئی قبر میں اس کی گندی پیپ پسینے خون کی بدبو کا عذاب کم تھا جو بوصیت اعلی حضرت ''اڑڑ کی دال'' کھا کر اب تم اس بیچارے کے منہ پر گوز پر گوز مارے جارہے ہو؟۔ علمائے دیوبند معاذ اللہ نہ خبیث ہیں نہ اخبث قوم ہے بلکہ اشد خبیث و اخبث و ذلت مآب تو جناب

رضاخان فاضل بریلوی جیسا بے حیاء بے غیرت کمینہ انسان ہے جس نے پیر مظفر حسین شاہ، ابوحامد رضوی، ارشد مسعود چشتی جیسے رذیل، شریر، کمینے حرام کے پلے پیدا کئے اور تم جیسی اس کی حرامی اولاد ''ردو، تصنیف'' کے نام پر اس مقدس کام کو گالم گلوچ کا میدان بنا رہے ہو۔ ہم نے بہت جگہ صبر کیا لیکن کب تک آدمی صبر کرے؟ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے لیکر مظفر حسین شاہ اور اس سے لیکر ارشد مسعود چشتی و ابوحامد رضوی لعنتی اور اس سے لیکر میثم کھسری جیسے حرام زادوں اور ان کے گماشتوں کو جب تک ان کی زبان میں جواب نہ دیا جائے یہ انسان کے بچے بننے کو تیار نہیں۔

کوئی ہمیں ادب نہ سکھائے جس کو ادب کا ہیضہ ہے پھر وہ جواب بھی خود لکھے ہمارے اکابر کو اس طرح ننگی گالیاں اور ہم چپ رہیں؟ تیل لینے گیا تمہارا ادب۔

جب خود اقرار کرتا ہے کہ پیر مہر علی شاہ بریلویوں کا بزرگ ہے دیوبندیوں کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہیں (ملخصا، ص 167) تو جن دیوبندیوں کے حوالے تو نے پیش کئے وہ خود کالعدم ہو گئے اور تمہارے بزرگوں پر ہم ہزار بار لعنت بھیجتے ہیں نہ وہ ہمارے لئے حجت نہ ان کی کہی گئی کوئی بکواس ہمارے لئے حجت وہ ہمارے کسی فتوے سے کافر ہوتے ہیں تو ایک ہزار بار کافر ہوں۔ رضاخانی لکھتا ہے:

''بعدہ موصوف اپنی عادت سے مجبور ہو کر پھر وہی خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے شیخ حمود کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ جشن محفل میلاد کے خلاف ہے شیخ ابن باز کے فتوے کی تائید کرتے ہیں محفل میلاد کو بدعت کہتے ہیں۔ وہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہتے، علم غیب کا منکر، ابن عربی کو کافر کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جن کا موغوع سے دور کا کوئی تعلق نہیں دراصل موصوف کے پاس اپنا پہلا مضمون شامل کرنے اور اپنے حجۃ الاسلام کے مناقب بیان کرنے کے باوجود مواد کی قلت اتنی تھی کہ ۹۶ صفحات میں مکمل کرنا مشکل تھا اس لیے بے چارہ کبھی ایمان والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کبھی علم غیب، کبھی میلاد النبی، کبھی ابن تیمیہ، کبھی ابن عربی وغیرہ کے متعلق لایعنی کلام سے اوراق کو سیاہ کرتا چلا گیا''۔

(دافع ازالۃ الوسواس ص 370)

یہی ہم کہتے ہیں کہ چونکہ موصوف کے پاس علامہ صاحب کے رد کیلئے کچھ نہ تھا لیکن کتاب کو بھی ضخیم بنانا تھا اس لئے پیر مہر علی شاہ صاحب کا تذکرہ چھیڑ دیا تو کبھی مولانا عبدالباری صاحب کا جرات ہے تو اس پر الگ کتاب لکھ، وہی حشر کروں گا جو ''بھجۃ الاسرار'' پر اور ''متکلم اسلام'' پر کتاب لکھنے پر کیا تھا۔ کان کھول کر اچھی طرح سن لو تم کیا تمہاری آنے والی نسلوں اور قبروں میں جانے والے مردودوں کے فہم وخیال میں بھی اگر کوئی اعتراض اشکال ہے تو واللہ تاللہ اس کا جواب بھی ہمارے پاس ہے اور جواب بھی تمہاری کتابوں سے۔

صفحہ نمبر 171 تا 175 پر پھر موضوع سے خارج مولانا عبدالباری فرنگی محلی مرحوم کے حوالے دئے جو نہ سادات احناف میں سے ہیں نہ دیوبند میں سے اور اس میں ہے بھی علم غیب نہیں اخبار غیب کا اثبات ہے بہر حال اس پر بھی ہماری وہی تقریر ہے جو پیر مہر علی شاہ صاحب کے حوالے کے جواب میں ہے۔

(۱۲) حفظ لایمان کا حوالہ دربار علم غیب

صفحہ نمبر 170، 171 پر حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ''حفظ الایمان'' کا حوالہ دیا گیا کہ اس میں ''بعض علم غیب'' مانا گیا ص 178 پر بھی اس حوالے کو دہرایا۔ حالانکہ وہ سوال وجواب رضاخانیوں سے ہیں کہ رضاخانی کل علم غیب مانتے ہیں یا بعض؟ بعض تو گدھے گھوڑے کو بھی۔۔ یہ ساری گفتگو الزامی ہے نہ حضرت کا اپنا عقیدہ۔

صفحہ 177 تا 185 وہ حوالے دئے جو اصول نمبر 3 و 4 ہم پر حجت نہیں نیز خود اپنے اصول ایک بات ایک لحاظ سے کفر دوسرے لحاظ سے عین ایمان کے تحت جواب کی حاجت نہیں۔

خود یہ اقرار کر چکا کہ اسمعیلی وہابی علم غیب کی بنا پر علمائے دیوبند کی تکفیر کرتے ہیں تو اب تکفیر نہ کرنے کا دعوی خود اپنے ہی دعوے کی تکذیب ہے نیز ما قبل میں علمائے دیوبند کی

عبارات کے متعلق جو اصول ہم نے نقل کئے ہیں انہی اصولوں کو ان عبارات کیلئے بھی جواب سمجھ لیا جائے۔

اس جاہل کی جہالت کا یہ حال ہے کہ ''انعام الباری'' کے بارے میں لکھتا ہے کہ ''تقی عثمانی لکھتا ہے''۔ (حنفیت کے باغی دیوبندی ،ص 181) حالانکہ وہ شیخ الاسلام صاحب کی کتاب ہی نہیں۔ پھر مزے کی بات کہ خود ان فتاوی میں وہ یہ بات نقل کرتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے کہا ہے کہ:

''زید کی نسبت جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے وہ ظاہراً اگر چہ کفر تک پہنچانے والے ہیں''۔

(فتاوی قاسمیہ بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول ،ص 184)

یہ الگ بات ہے کہ ان علماء نے علم غیب کو کفریہ عقیدہ مان کر قائل کو احتیاطاً تکفیر سے بچایا ہے۔علامہ صاحب نے بھی اپنی کتاب میں علم غیب کے عقیدہ کو کفر کہا ہے نہ علی العموم رضا خانیوں کو۔ اگر جرات ہے تو علامہ صاحب کی کتاب سے دکھاؤ کہ انہوں نے بالعموم تمام رضا خانیوں کو اس عقیدہ کی بنا پر کافر کہا ہو۔علامہ صاحب اور ان علماء کا موقف بالکل ایک ہے کہ عقیدہ کفریہ ہے قائل کی بالعموم تکفیر نہیں کریں گے۔ الا یہ کہ تاویل کی گنجائش ختم ہو جائے۔ اس عنوان کے شروع میں ان تمام باتوں پر تفصیلی بحث ہو چکی ہے۔

عجیب بات ہے فضل حق خیر آبادی کہتا ہے کہ حضرت شاہ اسمعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر، جناب فاضل بریلوی کہتا ہے کہ عقائد سخت کفریہ ہیں فقہاء کے مذہب پر کافر لیکن میں مسلمان کہتا ہوں۔تو اگر علمائے دیوبند نے علم غیب کو کفر کہنے کے باوجود قائل کی تکفیر میں احتیاط کی ہے تو اس پر ''عوعو'' کرکے ''سگ اعلی حضرت'' بن کر صفحات کے صفحات سیاہ کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

فقہائے احناف کی پیش کردہ عبارات میں لایعنی تاویلات

(۲) علامہ نقشبندی صاحب نے پہلی عبارت ملا علی قاریؒ سے یہ پیش کی تھی:

(۱) ذَکَرَ الْحَنُفیۃ تصریحا بالتکفیر باعتقاده ان النبی علیہ الصلوۃ والسلام یعلم الغیب لمعارضۃ قولہ تعالی قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الّا اللہ کذا فی المسایرۃ

،(شرح فقہ الاکبر ص:422،دار البشائر الاسلامیہ،بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرمادیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتے ہیں بس۔

موصوف اپنے زعم میں بڑی دور کی کوڑی لائے کہ ملا علی قاری نے اس سے پہلے یہ لکھا:

"ثم اعلم ان الانبیا علیہم الصلوۃ والسلام لم یعلموا المغیبات من الاشیا الاما اعلمھم اللہ تعالی احیانا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول،ص 186)

اب اس میں ہمارے خلاف کیا ہے؟ بلکہ تائید ہے، کیونکہ اس میں تو ملا علی قاریؒ وضاحت سے کہہ رہے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام "علم غیب" نہیں جانتے الا یہ کہ کبھی کبھی اللہ انہیں بعض غیوب پر مطلع فرما دیتا ہے۔

اس میں تو اطلاع علی الغیب کا ذکر ہے اس کا منکر کون ہے؟ بلکہ اس عبارت میں بھی صریح وضاحت ہے کہ انبیاء علم غیب نہیں جانتے ؟ نیز اس میں ہمیں کائنات غیر کائنات یا ابتدائے آفرینش سے الی یوم القیامۃ ذرے ذرے کا کلی جزئی علم غیب کا لفظ تلاش کر کے دکھائیں کیونکہ آپ کا عقیدہ یہ ہے نہ کہ اطلاع بر غیوب۔ علامہ صاحب کہتے ہیں:

(۲) ہم اخبار الغیب، اظہار الغیب، اطلاع علی الغیب کے منکر نہیں اس طریق پر بیسیوں ماضی وحال کی غیب کی خبریں آپ کو بتائی گئی ہیں ۔لہذا اس کا اثبات موضوع سے خارج ہوگا۔(دروس مناظرہ،ص 249)

مزے کی بات ملا علی قاریؒ کی اس عبارت میں ''اعلام برغیوب'' کا ذکر ہے اور ''اعلام'' یعنی بتلانے کے بعد وہ علم غیب رہتا ہی نہیں چنانچہ علامہ نقشبندی صاحب اس کی بھی وضاحت فقیہ احناف ہی سے کر چکے ہیں:

''صاحب بزازیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَمَا اَعْلَمَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِخِیَارِ عِبَادِہٖ بِالْوَحْیِ اَوِ الْاِلْہَامِ الْحَقِّ لَمْ یَبْقَ بَعْدَ الْاِعْلَامِ غَیْباً

(فتاوی بزازیہ، ج1،ص80)(بحوالہ دروس مناظرہ)

اور غیوب کی وہ باتیں جو اللہ اپنے بندوں کو وحی یا الہام کے ذریعہ بتلاتا ہے تو بتلانے کے بعد وہ علم غیب رہا ہی نہیں۔

اب بتائیں اس عبارت کے نقل نہ کرنے سے ہم پر کونسا آسمان گر گیا ہے جو رضاخانی نے کئی صفحات گالیوں میں سیاہ کر دئے؟ رضاخانی کا یہ کہنا:

''ایک اور بات پہلے سے ہی بتادوں کلی اور جزئی ذاتی اور عطائی یا کسی بھی طرح کی تاویل اس کو کام نہیں آئے گی کیونکہ اس کے گھر ہی سے بحمداللہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ تحفظ دین کیلئے تکفیر کی جائے گی''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 187)

ہم اس میں کوئی ذاتی عطائی، کلی وجزئی کی تاویل نہیں کر رہے ہیں حضرت ملا علی قاریؒ کی اس عبارت کو کھلے دل سے تسلیم اور اپنا عقیدہ مانتے ہیں ۔باقی موصوف نے جو علامہ ابو ایوب قادری صاحب مدظلہ لعالی کی عبارت کی طرف اشارہ کیا وہ الزامی گفتگو تھی اور ہمارے خلاف بھی نہیں کیونکہ جو رضاخانی علم غیب اصطلاحی کے قائل ہیں ہم واقعی تحفظ دین کی خاطر

ان کے کافر ہونے کے قائل ہیں اور ملا علی قاریؒ سرے سے علم غیب کا قائل ہی نہیں بلکہ وہ تو قائل کو کافر کہہ رہے ہیں۔اگلی عبارات علامہ صاحب نے پیش کی:

(۲) لو تزوج بشهادة الله و رسوله لا ينعقده و يكفر لا عتقاده ان النبی ﷺ يعلم الغيب۔(البحر الرائق، ج 3ص 155، دار الکتب العلميه، بيروت)

اگر نکاح کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر تو نکاح منعقد ہی نہ ہوا اور یہ شخص کافر بھی ہو جائے گا بسبب اس اعتقاد کے کہ نبی کریم ﷺ علم غیب جانتے ہیں۔

(۳) رجل تزوج امراة و لم يحضر الشهود قال (خدائے را و رسول را گواه كردم)او قال (خدائی را و فرشتگان راگواه كردم)كفر،(فتاوی عالمگیری ج2ص 279، دار الفكر، بيروت)

ایک شخص نے کسی عورت سے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور اس نے یہ کہا کہ میں خدا تعالیٰ اور جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتا ہوں یا اس نے یہ کہا کہ خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

(۵) لو تزوج امراة بشهادة الله و رسوله لا يجوز النكاح و عن قاسم الصغار و هو كفر محض لانّه اعتقد انّ رسول الله ﷺ يعلم الغيب و هذا كفر،(مجمع الانهر شرح ملتقى الابحر ج1ص 472، دار الكتب العلميه، بيروت)

(۶) اگر کسے بدون شہود نکاح کرد وگفت کہ خدا و رسول خدا را گواہ کردم یا فرشتہ را گواہ کردم کافر شود،(مالابدّ منہ ص 146، میر محمد کتب خانہ۔کراچی)

اگر کسی نے بغیر گواہوں کے نکاح کیا اور کہا کہ اللہ و رسول یا فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں تو کافر ہو جائے گا‘‘۔

موصوف اول تاویل کی پٹاری میں سے یہ نکال کر لائے کہ:

’’یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے اور علماء احناف ہی اس میں مختلف فیہ ہیں‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص 188)

جواب: جب یہ اختلافی مسئلہ ہے تو اس کا مطلب ہے کہ علمائے احناف کا ایک گروہ اس علم غیب کے مسئلہ پر تکفیر کا قائل ہے تو 188 صفحات تک جو علامہ نقشبندی صاحب پر تو نے بکواس کی اور صفحات کے صفحات کالے کر دئے کہ ہائے ہماری تکفیر کر دی تو وہ ساری بکواس تو احناف پر لوٹ گئی وہ تکفیری تو احناف ہوئے۔

ایک طرف کہتے ہو: ''یہ جاہل سادات احناف کا نام لیتا ہے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول ،ص179)اور اب مانتے ہو کہ ہاں سادات احناف بھی تکفیر کی طرف گئے تو علامہ نقشبندی صاحب ان کا نام لینے پر مجرم کیوں؟

موصوف کہتے ہیں کہ:

''علم غیب کا عقیدہ سنیوں کا اور حق پرستوں کا عقیدہ ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول ،ص174)

اور مان لیا کہ ایسے عقیدہ پر سادات احناف کے ایک گروہ کفر کا فتوی لگاتا ہے تو یہ عقیدہ حق کیسے ہوگیا؟

اس کے بعد موصوف نے صفحہ 189 تا196 پر مفتی احمد یار گجراتی اور دیگر رضاخانیوں کا تھوکا چاٹا کہ جی علامہ شامی اور دیگر فقہاء کہتے ہیں کہ ان فقہاء کا فتوی درست نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ وہ عرض اعمال کی وجہ سے ایسا کہہ رہا ہو اس لئے تکفیر درست نہیں۔

جواب: امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بھونڈی تاویل کا جواب یوں دیا:

''عرض اعمال کی حدیث اپنی جگہ جید اور صحیح ہے جیسا کہ بقدر ضرورت اس کی بحث پہلے گذر چکی ہے لیکن جن لوگوں نے عرض اعمال کی حدیث کو آڑ بنا کر حضرات فقہاء کرام کی ان عبارات کی بے جا تاویل کی ہے۔ انہوں نے حضرات فقہاء کرام کی عبارت کی بے جا تاویل کی ہے اور تاویل بھی ایسی جس کا نہ ان عبارات سے تعلق اور نہ جوڑ بلکہ انہوں نے حضرات فقہاء کرامؒ کی عبارات پر مطلقا غور ہی نہیں کیا کیونکہ حضرات فقہاء کرامؒ تو یہ فرماتے

ہیں کہ وہ شخص اس لئے کافر ہے کہ:

لانہ یعتقد بان النبی ﷺ یعلم الغیب اذ لا شہادۃ لمن لا علم لہ اس شخص نے یہ عقیدہ قائم کرلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ غیب جانتے ہیں کیونکہ جس کو علم نہ ہو وہ گواہ بھی نہیں بن سکتا۔

ملا جیون فرماتے ہیں انہ شرط للشہادۃ العلم (تفسیرات احمد یہ ص ۴۲۶) کہ شہادت کیلئے علم شرط ہے اور قائل خود بیچارہ چلا چلا کر یہ کہتا ہے:

تزوجت بشہادۃ اللہ و رسولہ کہ میں تیرے ساتھ خدا تعالی اور اس کے رسول کو حاضر سمجھ کر نکاح کرتا ہوں۔

اور حضرات فقہا کرامؒ اس عقیدہ اور نظریے کو یوں تعبیر کرتے ہیں کہ:

لو تزوج بشہادۃ اللہ و رسولہ اگر اس نے خدا تعالی اور اس کے رسول ﷺ کو گواہ بنا کر نکاح کیا۔

اور نیز وہ ببانگ دہل یہ کہتا ہے کہ خدائے را و رسول خدا را گواہ کردم کہ میں اس مجلسِ نکاح میں جناب رسول اللہ ﷺ کو حاضر تسلیم کرتا ہوں اور گواہ بناتا ہوں بالفاظ دیگر میں جناب رسول اللہ ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہوں کیونکہ جو حاضر نہ ہوا اس کو علم کہاں سے ہوگا؟ انعقاد نکاح کیلئے گواہوں کا مجلس میں حاضر ہونا شرعاً ضروری ہوتا ہے (شہادت علی التسامع کا یہ مسئلہ نہیں ہے اس کی ضروری بحث تبرید النواظر میں ملاحظہ کیجئے) اور تاویل کرنے والے حضرات یہ کہتے ہیں کہ شاید قائل کی یہ بات جناب رسول اللہ ﷺ پر پیش کی گئی ہو اور آپ کو اس کا علم ہوگیا ہو؟ کیونکہ اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں تو اس توجیہ القول بما لایرضی بہ قائلہ کو کون سنتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ذمہ دار حضرات فقہا احنافؒ اس لایعنی اور بے کار توجیہ کو خاطر میں نہیں لاتے اور پوری ذمہ داری سے ایسے شخص کی تکفیر کرتے ہیں''۔

(ازالۃ الریب، ص 452،451)

بعض فقہاء کی یہ تاویل رضا خانیوں کو مفید نہیں کیونکہ بعض فقہاء کہہ رہے ہیں کہ عرض اعمال کے طور پر اگر ایسا کہا ہو تو تکفیر نہیں کی جائے گی۔ جبکہ رضا خانی تو حضور ﷺ کو عالم الغیب مانتے ہیں لہذا وہ ایسا علم غیب کی بنیاد پر ہی کہہ رہے ہیں تو ان پر یہ فتوی جوں کا توں رہے گا۔

ثالثاً رضا خانی نے پاک پیغمبر ﷺ کیلئے کلی جزئی کائنات وغیر کائنات کا علم محیط مان رہے ہیں جبکہ علامہ شامیؒ کی عبارت میں "یعرفون بعض الغیب" بعض غیوب کی معرفت انبیاء کو بطور اطلاع، انبا ہوتی ہے رضا خانی نے ترجمہ میں دجل وفریب کرتے ہوئے اسے "رسولوں کو بعض علم غیب ہے" کر دیا حالانکہ علم غیب اصطلاحی شے دیگر است اور بعض غیوب کی معرفت الگ چیز ہے۔ خود علامہ شامی کا علم غیب کے متعلق کیا عقیدہ ہے ملاحظہ ہو:

اِنَّ عِلْمَ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ هُوَ بِاِعْلَامٍ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰى لَهُمْ وَ عِلْمُنَا بِذَالِكَ هُوَ بِاِعْلَامِهِمْ لَنَا وَ هَذَا غَيْرُ عِلْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى الَّذِىْ تَفَرَّدَ بِهٖ وَهُوَ صِفَةٌ مِّنْ صِفَاتِهِ الْقَدِيْمَةِ الْاَزَلِيَّةِ الدَّائِمَةِ الْاَبَدِيَّةِ الْمُنَزَّهَةِ عَنِ التَّغَيُّرِ وَسِمَاتِ الْحُدُوْثِ وَالنَّقْصِ وَالْمُشَارَكَةِ وَالْاِنْقِسَامِ بَلْ هُوَ عِلْمٌ وَاحِدٌ عَلِمَ بِهَا جَمِيْعَ الْمَعْلُوْمَاتِ كُلِيَّاتِهَا وَ جُزْئِيَّتِهَا مَا كَانَ مِنْهَا وَمَا يَكُوْنُ لَيْسَ بِضَرُوْرِيٍّ وَّلَا كَسْبِيٍّ وَلَا حَادِثٍ بِخِلَافِ عِلْمِ سَائِرِ الْمَخْلُوْقِ اِذَا تَقَرَّرَ ذَالِكَ فَعِلْمُ اللّٰهِ الْمَذْكُورُ هُوَ الَّذِىْ يُمْدَحُ بِهٖ وَ اُخْبِرَ فِى الآيتين بِاَنَّهٗ لَا يُشَارِكُهٗ فِيْهِ اَحَدٌ فَلَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ اَحَدٌ اِلَّا هُوَ وَمَا سِوَاهُ اِنْ عَلِمُوْا جُزْئِيَّاتٍ مِنْهُ فَهُوَ بِاِعْلَامِهٖ وَاِطِّلَاعِهٖ لَهُمْ وَ حِيْنَئِذٍ لَا يُطْلَقُ اَنَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ اِذْ لَا صِفَةَ لَهُمْ يَقْتَدِرُوْنَ بِهَا عَلَى الْاِسْتِقْلَالِ بِعِلْمِهٖ وَ اَيْضًا هُمْ عَلِمُوْا وَاِنَّمَا عُلِّمُوْا

(مجموعۃ رسائل ابن عابدین ،سل الحسام الہندی لنصرۃ مولانا خالد النقشبندی ،ج2،

ص313)

بے شک انبیاء اور اولیاء کا علم انہیں خدا تعالی کے بتلانے سے ہوتا ہے اور ہمیں جو علم ہوتا ہے وہ انبیاء و اولیاء کے بتلانے سے ہوتا ہے اور یہ علم اس علم خداوندی سے مختلف ہے جس کے ساتھ صرف ذات باری تعالی متصف ہے خدا تعالی کا علم اس کی ان صفات قدیمہ ازلیہ دائمہ وابدیہ میں سے ایک صفت ہے جو تغیر اور علامات حدوث سے منزہ ہے اور کسی کی شرکت اور نقص انقسام سے بھی پاک ہے وہ علم واحد ہے جس سے خدا تعالی تمام معلومات کلیہ وجزئیہ ماضیہ ومستقبلہ کو جانتا ہے نہ وہ بدیہی ہے نہ نظری اور نہ حادث بخلاف تمام مخلوق کے علم کے کہ وہ بدیہی ونظری اور حادث ہے جب یہ بات ثابت ہوگئی تو خدا تعالی کا علم مذکور جس کے ساتھ وہ لائق ستائش ہے اور جس کی مذکورہ دو آیتوں میں خبر دی گئی ہے ایسا ہے کہ اس میں کوئی دوسرا شریک نہیں سو غیب صرف اللہ تعالی ہی جانتا ہے خدا تعالی کے علاوہ اگر بعض حضرات نے غیبی باتیں جانیں تو وہ خدا تعالی کے بتلانے اور اطلاع دینے سے جانیں۔

معلوم ہوا کہ علم غیب وہ ہے جو ذاتی ہو وہ مخلوق کو معلوم ہی نہیں ہوسکتا اور اللہ نے جو بعض غیوب انبیا اولیا کو دئے وہ علم غیب ہے ہی نہیں۔جب نہیں تو شامی خود مخلوق کیلئے علم غیب کے قائل کیسے ہوسکتے ہیں؟

آگے موصوف نے مولانا عارف سنبھلی کی عبارت اپنی آبادئی دجل و فریب کے تحت ادھوری نقل کی مکمل عبارت اس طرح ہے:

’’یہاں اس بات کا ذکر کردینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن عابدین شامی نے ’’ردالمحتار،، میں فقہ کی بعض دوسری کتابوں کے حوالے سے نکاح والے اس مسئلہ میں دوسرا قول بھی نقل کیا ہے کہ ایسے شخص کو کافر نہ کہا جائے لیکن ساتھ ہی اس کی بنیاد یہ ذکر کی ہے کہ امت نے معاملات واعمال کا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کی روح مبارک پر پیش کیا جانا بعض حدیثوں سے معلوم ہوا ہے اور یہ بھی ایک مسلمہ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کو بعض غیوب کو اطلاع دی جاتی ہے۔تو یہ امکان اور

احتمال ہے کہ اس شخص نے اسی بناء پر حضور ﷺ کو نکاح کا گواہ قرار دیا ہو تو اگر چہ یہ نکاح تو صحیح نہ ہوگا لیکن اس تاویل واحتمال کی گنجائش کی وجہ سے اس کو کافر نہ کہا جائے گا۔(یہ ان فقہاء کے کلام کا خلاصہ ہے جو تکفیر کے بارے میں اختلاف علامہ شامی سے نقل کیا ہے) لیکن اسی سے ظاہر ہے کہ ان فقہاء کو بھی اس بنیادی بات سے اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کے علم غیب کا عقیدہ موجب کفر ہے جیسا کہ ان کے کلام سے بالکل ظاہر ہے۔ ۱۲"

(بریلوی فتنہ کا نیا روپ،77)

سنبھلی صاحب واضح اقرار کررہے ہیں کہ جنہوں نے عرض اعمال کی تاویل کی ہے وہ محض ایک تاویل ہے علم غیب کے کفر ہونے کا ان کو بھی انکار نہیں۔

غرض بعض فقہاء کی تاویل توجیہ القول بمالایرضی بہ قائلہ کیونکہ خود فقہاء چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ تکفیر اس لئے کر رہے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب وحاضر وناظر کی وجہ سے نکاح کی مجلس کی موجودگی کی بنا پر گواہوں میں شامل کر رہا ہے۔

ثانیا بعض فقہا علم غیب پر تکفیر سے منکر نہیں صرف ایک تاویل کر رہے ہیں لیکن چونکہ رضاخانی خود اقراری ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو ہر جگہ حاضر ناظر اور عالم الغیب اور کائنات وغیر کائنات کے ذرے ذرے کا علم غیب مانتے ہیں لہذا بعض فقہاء کی یہ تاویل انہیں کوئی فائدہ نہ دی گی اور عقیدہ کفریہ ہی رہے گا۔

آخری بات: چلیں بالفرض مان لیتے ہیں کہ اس فتوے سے کافر نہیں ہوگا کیونکہ احتمال ہے کہ حضور ﷺ پر عرض اعمال ہوتا ہو لیکن ملا علی قاری ؒ کے اس فتوے میں تو ایسی کوئی بات نہیں:

ذَكَرَ الْحَنْفية تصريحا بالتكفير باعتقاده ان النبى عليه الصلوة والسلام يعلم الغيب لمعارضة قوله تعالى قل لا يعلم من فى السموت والارض الغيب الّا الله كذا فى المسايرة،

(شرح فقہ الاکبر ص:422،دار البشائر الاسلامیہ،بیروت)

حضرات فقہاء احناف نے صراحت کے ساتھ ایسا اعتقاد رکھنے والی کی تکفیر کی ہے جو نبی کریم ﷺ کیلئے علم غیب ثابت کرتا ہے اور اس کا عقیدہ رکھتا ہو کیونکہ یہ عقیدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے سراسر منافی ہے کہ آپ فرمادیجئے کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے ان میں کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا ہاں صرف اللہ تعالیٰ ہی غیب کا علم رکھتے ہیں بس۔

یہاں تو کوئی ''تزویج وعرض اعمال'' نہیں، بلکہ تکفیر محض و محض اس بنا پر ہے کہ عقیدہ علم غیب چونکہ مخلوق کیلئے نصوص قطعیہ کے مخالف ہے اس لئے کافر۔تو فقہاء احناف کے کفر کا فتوی اب بھی اپنی جگہ برقرار ہے۔

آگے پھر ''مناظرے ومباحثے'' جیسی کتاب کا حوالہ دیا جو ہمارے لئے حجت نہیں۔

موصوف بکواس کرتے ہیں:

''وہابیت کو ادھر بھی رخ کرنا چاہئے اور علامہ عالم ابن ءعلا الحنفی کو بھی حنفیت سے خارج کرکے بدعت، بدعتی، کفر، کافر، شرک، مشرک، جیسے الفاظ کے تمغے دینے چاہئے یا صرف اہلسنت ہی ان خبثاء زمانہ کو ملے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلد اول،ص192)

آپ نے بالکل درست کہا کہ ہمیں ان فتوں کیلئے ''خبثاء زمانہ رضاخانی'' ہی ملے ہیں۔ باقی جب تو خود اقرار کرچکا ہے کہ یہ مسئلہ احناف میں مختلف فیہ ہے یعنی احناف کا ایک گروہ اس مسئلہ پر ''بدعت، بدعتی، کافر، شرک، مشرک'' کے فتوے لگاتا ہے تو اپنا یہ مطالبہ ان احناف سے کر نہ کہ ہم سے۔ یاد رہے کہ علامہ ابن علاؒ علم غیب کو عین اسلام اور ضروریات دین نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر کوئی علم غیب نہیں بلکہ عرض اعمال کا قائل ہو تو کافر نہیں اور رضاخانی چونکہ علم غیب کلی محیط کے قائل ہیں لہذا ابن علا حنفیؒ کے ہاں بھی مشرک کافر ہوئے۔

علامہ صاحب نے قاضی خانؒ کی عبارت پیش کی تھی:

(۴) رجل تزوج امراۃ بغیر شھود فقال الرجل والمراۃ (خدائے را و پیغامبر راہ گواہ کردیم) قالوا یکون کفرا لانّہ اعتقد انّ رسول اللہ ﷺ یعلم الغیب و ھو ما کان یعلم الغیب حین کان فی الاحیآء فکیف بعد الموت؟ (فتاویٰ قاضی خان ج3ص428، دار الفکر، بیروت)

ایک شخص نے بغیر گواہوں کے ایک عورت سے نکاح کیا اور بوقتِ نکاح عورت کو یوں کہا کہ ہم خدا تعالیٰ اور اس کے پیغمبر جناب رسول اللہ ﷺ کو گواہ بناتے ہیں حضرات (سادات) فقہاء کرام نے فرمایا کہ اس شخص کا یہ کہنا کفر ہے، کیونکہ اس نے یہ اعتقاد کرلیا ہے کہ آنحضرت ﷺ علم غیب جانتے ہیں حالانکہ آپ زندگی میں علم غیب نہیں جانتے تھے تو وفات کے بعد بھلا غیب کیسے جانتے ہیں؟

اس کے موصوف نے دو جواب دئے:

(۱) اس سے مراد علم غیب ذاتی ہے۔(۲) قالوا ضعف کیلئے آتا ہے اور اس مسئلہ کو قالوا سے قاضی خان نے تعبیر کیا ہے۔ باقی 196 تا 200 گالیاں و بکواسات۔

یہ بھی موصوف نے تھوکا چاٹا ہے امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے علم غیب ذاتی کی تاویل کا جواب ''ازالۃ الریب، ص452 تا 454'' پر دے دیا ہے وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

قالوا ضعف کیلئے آتا ہے اس کا جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''ازالۃ الریب، ص447 و 448'' پر ملاحظہ فرمالیں۔

آگے صفحہ 200 و 201 پر نقل کرتے ہیں کہ علامہ انور شاہ کاشمیریؒ و تقویۃ الایمان کے مقدمہ کے بقول فقہائے نے علم غیب ذاتی والے کی تکفیر کی ہے۔ بالکل! ہمیں اس سے قطعاً کوئی انکار نہیں اور رضاخانی بھی حضور ﷺ کیلئے علم غیب ذاتی مانتے ہیں ما قبل میں تفصیل گزر چکی ہے لہٰذا یہ حوالے ہمارے خلاف نہیں۔

صفحہ 201و202 پر ایسے صاحب کی عبارت نقل کی جو ہمارے لئے حجت نہیں۔
علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب نے امام اعظم کا فتوی نقل کیا تھا کہ:
علامہ نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

رای المنصور فی منامه صورة ملک المو ت و سأله عن مدة عمره فاشار باصابعه الخمس فعبّرها المعبرون بخمس سنوات و بخمس اشهر و بخمسة ايّا م فقال ابو حنيفة هو اشارة الى هذه الآية فان العلوم الخمس لا يعلمها الا الله،
(تفسیر مدارک ج3ص723، قدیمی کتب خانہ، کراچی)

خلیفہ منصور نے خواب میں ملک الموت کو دیکھا تو ان سے اپنی عمر کے متعلق دریافت کیا کہ میں مزید کتنا عرصہ زندہ رہوں گا؟ تو ملک الموت نے اپنی پانچ انگلیوں سے اشارہ کیا تو تعبیر بتانے والوں میں سے کسی نے بتایا کہ آپ مزید پانچ سال حیات رہیں گے، کسی نے پانچ ماہ، کسی نے پانچ دن کی تعبیر بتائی۔ خلیفہ نے یہی خواب امام اعظمؒ کے سامنے رکھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے؟ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ پانچ انگلیوں سے اشارہ سورہ لقمان کی ان آخری پانچ آیات (ان اللہ عندہ علم الساعۃ....الآیہ) کی طرف ہے بلا شبہ ان پانچ چیزوں کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں۔

موصوف اس کی تاویل کرتے ہیں کہ اس مراد یہ ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم ذاتی طور پر نہیں، عطائی کی نفی نہیں۔ (ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی، جلد اول، ص203)

علامہ نقشبندی صاحب اس پرانی پھکی کا جواب یوں دیتے ہیں:

بدعتی تاویل: اس میں نفی علم غیب ذاتی کی ہے عطائی کی نہیں۔

جواب: یہ تاویل نری دفع الوقتی ہے اول تو اس لئے کہ یہ بطور مفہوم مخالف کے کہا جا رہا ہے اور احناف کے ہاں قرآن کی آیات میں مفہوم مخالف معتبر نہیں۔ ثانیا چلو آپ قرآن کی وہ آیت پیش کرو جس میں ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطائی طور پر بھی قیامت کا علم دے دیا گیا تھا۔ نیز ہم نے ان آیات کی تفسیر میں صحابہ تابعین و مفسرین سے جو اقوال نقل کئے اس میں صاف

طور پر ''لم یطلع''، ''لا اظہر'' کے الفاظ منقول ہیں جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ ان آیات میں جس علم کی نفی کی جارہی ہے وہ نفی ذاتی علم کی نہیں بلکہ عطائی علم غیب کی ہے۔

پھر کفار مکہ کا آپ کے متعلق قطعاً یہ عقیدہ نہ تھا کہ آپ ﷺ ذاتی علم غیب رکھتے ہیں بلکہ ان کا آپ سے اس قسم کے سوالات کرنا اس بنیاد پر تھا کہ اے محمد (ﷺ) آپ کے پاس جو غیب کی خبریں ہیں اور آپ جو کہتے ہیں کہ مجھے میرے رب کی طرف سے غیوب کی بہت سی خبریں دی جاتی ہیں تو ہمیں بتائیں کہ قیامت کب واقع ہوگی؟۔ چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اِعْلَمْ اَنَّ الْقَوْمَ لَمَّا طَالَبُوْهُ بِالْاِخْبَارِ عَنِ الْغُيُوْبِ

(تفسیر کبیر، ج5، ص425)

یہی بات علامہ خازن نے بھی تفسیر خازن، ج2، ص323 پر بھی فرمائی ہے۔

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''عرض کیا گیا جب بندے کی اپنی ہستی بھی ذاتی نہیں تو اس کی کوئی صفت کیسے ذاتی ہوسکتی ہے صفات تو مبنی ہیں ذات پر''۔

(تفسیر نعیمی، ج9، ص384)

لہذا یہ تاویل ہی عبث ہے کہ ذاتی کی نفی ہے جب ذاتی کا کوئی قائل ہی نہیں تو تردید و نفی کیسے؟

یہی بات علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ نے بھی فرمائی ہے:

إنَّ عِلْمَ الغَيْبِ المَنفِيّ عَنْ غَيْرِهِ جَلَّ وعَلا هو ما كانَ لِلشَّخْصِ لِذاتِهِ أيْ بِلا واسِطَةٍ فى ثُبُوتِهِ لَهُ، وهَذا مِمّا لا يُعْقَلُ لِأحَدٍ مِن أهْلِ السَّماواتِ والأرْضِ لِمَكانِ الإمْكانِ فِيهِمْ ذاتًا وصِفَةً وهو يَأْبى ثُبُوتَ شَيْءٍ لَهم بِلا واسِطَةٍ

(روح المعانی، ج10،ص222)

(دروس مناظرہ،ص305،306)

بقول مفتی احمد یار جب بندہ کی اپنی ذات ذاتی نہیں تو کوئی صفت ذاتی کیسے ہوسکتی ہے؟ جب نہیں ہوسکتی تو اس کی نفی کرنے کی کیا ضرورت؟ پھر علامہ آلوسیؒ نے بھی وضاحت کی ہے کہ مخلوق سے علم غیب کی نفی کو ذاتی علم غیب پر محمول کرنا یہ ایسی بچکانہ بات ہے کہ کوئی عقل منداس کا قائل نہیں ہوسکتا جب بندہ ذاتا وصفۃ دونوں اعتبار سے ممکن ہے ذاتی نہیں تو کسی ذاتی بلاواسطہ شے کی نفی کا ان سے کیا مطلب؟

تو یہ احمق انسان! تو معاذاللہ امام صاحبؒ کی طرح عقل سے بعید بات کرنے کی نسبت کررہاہے۔

ہم تجھے چیلنج دیتے ہیں کہ امام صاحب سے ثابت کرکہ وہ ان علوم خمسہ کو عطائی طور پر پاک پیغمبر ﷺ کیلئے مانتے تھے۔

موصوف نے اس کے بعد مفتی احمد یار گجراتی سے سرقہ کرتے ہوئے لکھا کہ عینیؒ وقاریؒ نے کہا کہ اگران میں سے کسی چیز کا دعوی حضور ﷺ کی طرف کئے بغیر کیا تو کاذب ہوگا۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص203)

اس کا جواب امام اہلسنت ''ازالۃ الریب،ص346،347'' پر دے چکے ہیں۔

صفحہ 204 پر ملا جیونؒ کا جوحوالہ دیا اس کا جواب ''ازالۃ الریب،ص227تا229'' ملاحظہ فرمائیں۔مزید عبارات اور جزئی طور پر مافی الارحام وغد کے علم پر جوحوالے دئے اور صفحہ 210 تک جوبکواس کی اس کی تفصیل کیلئے حضرت علامہ ساجد نقشبندی صاحب حفظہ للہ کی ''دروس مناظرہ،ص273تا288'' ملاحظہ فرمائیں۔

اس کے بعد موصوف نے صفحہ 211تا216 تیسری دفعہ علمائے دیوبند کی ان ہی عبارات کو پیش کردیا جو اس سے پہلے بھی دو دفعہ پیش کرچکا ہے اور ہم شروع ہی میں ان عبارات کی وضاحت کرچکے ہیں۔اس کے بعد صفحہ 216تا220 علمائے دیوبند کے یہ

حوالے نقل کئے کہ وہ علم غیب کے عقیدہ کو کفر کہتے ہیں جس سے ہم اتفاق کرتے ہیں لیکن وہ ہمارے ان علمائے پر منطبق نہیں ہوتے جس پر موصوف کرنا چاہتے ہیں وضاحت ہم نے شروع میں کر دی ہے۔

خلاصہ کلام : آپ نے دیکھا کہ الحمدللہ موصوف نے ان 220 صفحات میں ہر گندی سی گندی غلیظ سے غلیظ گالی تو علامہ نقشبندی صاحب کو دی لیکن علامہ صاحب کے اس چیلنج کو توڑ نہ سکا:

''ہم یہاں امام اہل السنۃ محدّث اعظم پاکستان حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۳۰ھ سنہ) کے اس چیلنج و مطالبے کو دہراتے ہیں جو آج سے کئی سال پہلے انہوں نے کیا اور الحمدللہ آج تک اس مطالبے کو کوئی پورا نہیں کر سکا اور ان شاء اللہ تا قیامت کوئی مائی کالال اس کو پورا نہیں کر سکتا دیدہ باید:

''ہم فریق مخالف سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ کم از کم دو حوالے صرف حضرات فقہاء احناف کے اس مسئلہ پر پیش کر دے کہ جو شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے علم غیب کلی نہیں مانتا اور اس کا عقیدہ نہیں رکھتا تو وہ کافر ہے کیا ہے کوئی مردِ میدان......فَهَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟''

(رضا خانیت بمقابلہ حنفیت، ص 21)

ہماری طرف سے ایک اور چیلنج

جناب لکھتے ہیں:

''اس کے آبا نے جو گستاخیاں کی ہیں ان کو سادات احناف سے بعینہ بلفظ ثابت کر دیتا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 21)

اب موصوف نے اپنا عقیدہ کتاب کے شروع میں یوں ذکر کیا:

''زمین وآسمان کا ہر ذرہ ہر نبی کے پیش نظر ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص130۔131)

ہم چیلنج دیتے ہیں کہ فقہ حنفی کی دو معتبر فقہ کی کتب سے بعینہ بلفظہ یہ عقیدہ اپنا علم غیب کا ثابت کردے ہم اس کا مسلک قبول کرنے کو تیار ہیں ۔مگر یہ کسی گٹر میں ڈوب کر احمد رضاخان کے منہ کی طرح ایک نیا گٹر نامہ تو لکھ ڈالے گا مگر چیلنج پورا نہیں کرپائے گا۔دیدہ باید۔

موصوف کے دین میں شیاطین کو بھی علم غیب ہے علامہ صاحب کی ''دروس مناظرہ'' میں تفصیل موجود ہے اس کا ثبوت بھی موصوف نے احناف سے دینا ہے۔

دوسرا مسئلہ

حاضروناظر

اپنے عقیدہ کے اظہار میں دھوکا

رضاخانیوں نے روافض ومماتیوں کی طرح سادہ لوح عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہوئے حاضر و ناظر کے عقیدہ کے بارے میں بھی جھوٹ سے کام لیا اور اپنا عقیدہ یوں لکھوایا:

''حاضر و ناظر کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ مبارک میں تشریف فرما ہیں اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے جسے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں اگر آن واحدہ میں امکنہ متعددہ پر تشریف لے جانا چاہیں تو ممکن ہے۔ساتھ ہی ساتھ یہ بات ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ہمارا یہ دعوی ہر گز نہیں ہے کہ حضور اکرم، نبی مکرم ﷺ کا ظاہری جسم اقدس ہر ہر جگہ موجود ہے البتہ حضور اکرم ﷺ بیک وقت ایک سے زاید مقامات پر جلوہ فرما ہوسکتے ہیں۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص222)

موصوف آگے اپنے موروثی بے شرمی کا اظہار کرتے ہوئے یوں اتراتے ہیں:

''وہابیہ اسمعیلیہ احمدیہ ہمارے عقیدے کو بار بار پڑھیں اور اس کو اپنی عقل میں بٹھالیں پھر کوئی دعوی کرکے اسی کے مطابق دلائل بھی لائیں وہابی ہمارے عقیدہ کو نہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی سمجھتے ہیں بس فضول قسم کے دعوے کرتے کرکے اس پر لایعنی قسم کے دلائل بیان کرکے اپنی آدھی پاگل وہابی قوم کو مزید پاگل بنانے کی کوشش کرتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص223)

الحمدللہ! اکابر دیوبند نے تمہارے عقیدہ کو پڑھا بھی ہے اور سمجھا بھی ہے علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی کے ''دروس مناظرہ'' صفحہ 439 سے لیکر 462 تک تمہارے 22 متضاد عقیدہ حاضر و ناظر کے متعلق نقل کئے اور اس پر بحث کی اور تم نے جس عقیدہ کو نقل کیا اور پھر اس پر بڑے اتراتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی اس پر دروس مناظرہ میں ''ص 463'' سے ''عرض اعمال سے حاضر و ناظر پر استدلال'' کے عنوان سے بحث

شروع کی اور صفحہ 477" تک رضاخانیت کا جنازہ نکالا ہے لیکن جن بے شرموں کے ہاں بچپن میں بغیر شلوار گھومنے والا رنڈیوں کے سامنے "اعلیٰ حضرت" دکھانے والے بے حیائی کو "تقوے کی معراج" سمجھا جائے انہیں شرم وحیاء کا واسطہ دینا خود حیاء کا منہ چڑانا ہے۔

سردست رضاخانی نے جو عقیدہ لکھوایا ہے اس پر چند تنقیحات مطلوب ہیں۔

تنقیح نمبر ۱:

موصوف نے جو کہا:

ہمارا یہ دعویٰ ہرگز نہیں ہے کہ حضور اکرم، نبی مکرم ﷺ کا ظاہری جسم اقدس ہر ہر جگہ موجود ہے البتہ حضور اکرم ﷺ بیک وقت ایک سے زاید مقامات پر جلوہ فرما ہو سکتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ آپ کے پاس اس کی کیا دلیل ہے اور کونسی دلیل قطعی ہے کہ ظاہری جسم اقدس ہر جگہ نہیں؟

تنقیح نمبر ۲: اگلے ہی صفحہ پر اپنے عقیدہ پر چار حرف

موصوف نے جو عقیدہ لکھوایا اس سے صاف واضح ہے کہ حاضر وناظر کا تعلق حضور ﷺ کے جسم سے ہے کیونکہ قبر اقدس میں جسم مطہر موجود ہے جب چاہیں جہاں تشریف لے جائیں اس کا تعلق بھی جسم اطہر ﷺ ہی کے ساتھ ہے مگر اگلے ہی صفحہ پر اپنے اس عقیدہ پر اپنے ہی مولوی عبدالحکیم شرف قادری کے ہاتھوں یوں لعنت بھجواتے ہیں:

"بے شک حاضر وناظر کے نظریہ کا تعلق سرکار دوعالم ﷺ کے جسم کے ساتھ نہیں اور نہ ہی آپ کی بشریت کے ساتھ ہے بلکہ اس نظریہ کا تعلق آپ ﷺ کی نورانیت اور روحانیت کے ساتھ ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول، ص224)

معلوم ہوا کہ قبر اطہر میں موجود حضور ﷺ کے ساتھ نہ تو عقیدہ حاضر وناظر کا کوئی تعلق ہے اور نہ قبر اطہر میں موجود جسم اقدس کئی امکنہ میں جا سکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق عقیدہ حاضر وناظر

کے ساتھ ہے ہی نہیں ’’ہاں آپ کی کوئی روحانیت ونورانیت‘‘ ہے جس کے ساتھ اس عقیدہ حاضر وناظر کا تعلق ہے۔

رضا خانیوں کو کھلا چیلنج

اب ہم رضا خانیوں کو کھلا چیلنج دیتے ہیں کہ سادات احناف سے کوئی ایک حوالہ پیش کرو جس میں ہو کہ قبر انور میں موجود آپ ﷺ کے جسم اطہر ﷺ اور آپ ﷺ کی بشریت یعنی انسانیت کے ساتھ عقیدہ حاضر وناظر کا کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق آپ ﷺ کی روحانیت سے ہے۔ دیدہ باید۔

تنقیح نمبر ۳:

مولانا عبد الحکیم شرف قادری جو کہہ رہا ہے کہ حاضر وناظر کا تعلق آپ ﷺ کی روحانیت ونورانیت سے ہے سادات احناف کے اقوال کی روشنی میں واضح کیا جائے کہ یہاں ’’نورانیت وروحانیت‘‘ سے کیا مراد ہے؟

تنقیح نمبر ۴:

پوری پاپائے رضا خانیت کو کھلا چیلنج ہے کہ سادات احناف کا کوئی ایک حوالہ پیش کرے جس میں ہو کہ عقیدہ حاضر وناظر کا تعلق آپ ﷺ کی بشریت یا جسم اطہر سے نہیں بلکہ روحانیت ونورانیت سے ہے۔ جیسا کہ شرف قادری کا عقیدہ ہے۔

تنقیح نمبر ۵:

یاد رہے کہ بشریت نام ہے ذات کا اور نورانیت وروحانیت نام ہے صفات کا گویا عقیدہ حاضر وناظر کا تعلق حضور ﷺ کی ذات سے نہیں صفات سے ہے تو اب جو عقیدہ حاضر وناظر کو حضور ﷺ کی ذات سے متعلق مانتے ہیں جیسے مظفر حسین شاہ اور اسمعیلی رضا خانی ابو فاجر رضوی

ان کا حکم شرعی واضح کیا جائے۔ کیونکہ ذات کا حمل صفت پر جائز نہیں۔

تنقیح نمبر ٦:

موصوف نے جو یہ کہا کہ جہاں آپ چاہیں جا سکتے ہیں آن واحد میں امکنہ متعددہ پر حاضر ہو سکتے ہیں سوال یہ ہے کہ آپ کا یہ حضور بشریت و ذات کا ہے یا روحانیت و نورانیت کا ہے بہر دو صورت اس پر دلیل کیا ہے؟

یاد رہے کہ ہم ''امکان'' کی بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ ''وقوع'' کی کیونکہ امکان تو یہ بھی ہے کہ اعلیٰ حضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی ''خنزیر'' ہوں لیکن ظاہر ہے وقوع میں ایسا نہیں۔

رضا خانی جسم کے ساتھ ہر جگہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں

رضا خانی نے موروثی دجل و فریب کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

''ہمارا یہ دعوی ہر گز نہیں ہے کہ حضور اکرم نبی مکرم ﷺ کا ظاہری جسم اقدس ہر ہر جگہ موجود ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 222)

علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب اس دھوکے کا رد یوں فرماتے ہیں:

''بدعتی نبی اکرم ﷺ کو جسم کے ساتھ حاضر و ناظر مانتے ہیں

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''حضور اولیاء ایک وقت میں چند جگہ حاضر ہونے کی قوت رکھتے ہیں۔

ارشاد: اگر وہ چاہیں تو ایک وقت میں دس ہزار شہروں میں دس ہزار جگہ کی دعوت قبول کر سکتے ہیں ......امثال اگر ہوں گے تو جسم کے انکی روح پاک ان تمام اجسام سے متعلق ہو کر تصرف فرمائے گی تو از روئے روح و حقیقت وہی ایک ذات ہر جگہ موجود ہے۔ یہ بھی فہم ظاہر میں ورنہ سبع سنابل شریف میں حضرت سیدی فتح محمد قدس سرہ الشریف کا وقت واحد میں دس مجلسوں میں تشریف لے جانا تحریر فرمایا اور یہ

کہ اس پر کسی نے عرض کی کہ حضرت نے وقت واحد میں دس جگہ تشریف لے جانے کا وعدہ فرمالیا یہ کیونکر ہوسکے گا شیخ نے فرمایا کہ کرشن کنہا کافر تھا اور ایک وقت میں کئی سو جگہ موجود ہوگیا فتح محمد اگر چند جگہ ایک وقت میں ہو کیا تعجب ہے یہ ذکر فرمایا کیا یہ گمان کرتے ہو کہ **شیخ ایک جگہ موجود تھے باقی جگہ مثالیں حاشا بلکہ شیخ بذات خود ہر جگہ موجود تھے**''۔

(ملفوظات، حصہ اول، ص 114,113)

خط کشیدہ الفاظ اس بات کی صراحت ہے کہ فاضل بریلوی جسم مثالی یا روح کو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ اسی دنیاوی حقیقی جسم کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں ۔اب یہاں رضاخانیوں کا اصول فٹ کریں جو کہتے ہیں کہ دیکھو شیطان کو جب علم غیب ہوسکتا ہے شیطان جب حاضر و ناظر ہوسکتا ہے تو حضور ﷺ کیوں نہیں؟ معاذ اللہ تو جب ایک ولی کا حاضر و ناظر ہونا اسی جسم کے ساتھ ہے تو نبی اکرم ﷺ کا بدرجہ اولی جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا لازم آیا۔ماقبل میں فیض احمد اویسی کی کشکول اویسی کے حوالے سے اس کی صراحت بھی ہو چکی ہے ۔نیز رضاخانی اللہ تعالی کو حاضر و ناظر ماننا بے دینی کہتے ہیں اس کی وجہ وہ لکھتے ہیں:

''وجہ یہ ہے کہ حاضر وہ ہے جو مکان میں ہو اور ناظر وہ ہے کہ جو آنکھ کی پتلی سے دیکھے اس معنی پر اللہ تعالی کیلئے ماننا یہ کفر صریح ہے کیونکہ اللہ تعالی مکانیت اور جسمانیت سے پاک ہے''۔

(ندائے یارسول اللہ، ص 36,35، مکتبہ اویسیہ بہاولپور)

نبیرہ اعلیٰ حضرت مولوی مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے سے متعلق لکھتے ہیں:

''جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے اسی طرح مخلوق کی صفت میں اللہ کی شرکت ماننا کفر ہے بحمدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ

حاضر و ناظر کے معانی حقیقۃ اللہ کے شان نہیں ۔اس لیے کہ وہ تمام معانی لوازم اجسام ہیں"۔

(انواررضا،ص113)

معلوم ہوا کہ جسمانیت حاضر و ناظر کیلئے ضروری ہے اور حاضر و ناظر کے تمام معانی جسم کے لوازم میں سے ہیں لہذا یہ محض فریب ہے کہ ہم حضور ﷺ کو جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں مانتے بلکہ رضاخانیوں کا یہی عقیدہ ہے مگر چونکہ یہ تقیہ میں رافضیوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں لہذا موقع و مقام کی مناسبت سے اپنا عقیدہ تبدیل کرنے، چھپانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہیں کرتے"۔

(دروس مناظرہ،ص 461و462)

رضاخانیوں میں غیرت ہوتی تو اس کارد کرتے اور پھر بکواس میں صفحات کے صفحات سیاہ کرتے۔

تنقیح نمبر ۷: حاضر و ناظر اور علم غیب ایک ہی ہے

موصوف نے صفحہ 224 و 225 پر امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے پیش کئے کہ علم غیب و حاضر و ناظر ایک ہی چیز ہے۔مگر نہ جانے کیوں اس پر ناراض ہوئے اور فرید ہزاروی کے حوالے سے دو سطر بکواس کو ضروری سمجھا حالانکہ امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو بات کہی ہے وہی بات رضاخانیوں نے بھی کہی ہے۔ملاحظہ ہو:

"اگرچہ اس پر ماقبل میں تفصیل سے کلام ہو چکا ہے لیکن ایک صریح حوالہ بھی ملاحظہ ہو:

"حاضر و ناظر کا عقیدہ و نظریہ بھی اسی علم غیب کا ہی شعبہ اور حصہ ہے"

(گلشن توحید و رسالت، جلد دوم،ص 366)

(بحوالہ دروس مناظرہ،ص 485)

مظہر ابلیس حشمت رضوی لکھتا ہے:

''خلیفہ اعظم ﷺ کو حاضر و ناظر بنایا اس کے معنی یہ بھی ہیں کہ حضور اقدس ﷺ کو جو علم عظیم و وسیع ان کے رب علیم جل جلالہ نے عطا فرمایا وہ جملہ کائنات و حادثات و مخلوقات کو محیط ہے''۔(فتاوی حشمتیہ ،ص 84)

فیض احمد اویسی نے بھی شرح حدائق بخشش جلد دوم ص 428 میں علم غیب کلی اور حاضر و ناظر کو ایک ہی بنایا ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کے ہاں علم غیب و حاضر و ناظر ایک ہی چیز ہے مزید تفصیل کیلئے علامہ نقشبندی صاحب کی ''دروس مناظرہ'' ملاحظہ ہو اب آپ ہی کی زبانی:

''ہم نے مسئلہ علم غیب پر بحث کر کے ثابت کر دیا ہے کہ سادات احناف علم غیب کے قائل تھے اور یہ عقیدہ کفریہ نہیں ہے ۔۔۔اب حاضر و ناظر بھی وہی ہے تو یہ عقیدہ بھی سادات احناف کا ہوا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول ،ص 225)

تو جب علم غیب و حاضر و ناظر آپ کے ہاں ایک ہی ہیں اور علامہ صاحب نے اپنی کتاب اور ہم نے اس کتاب کی جلد اول میں ثابت کر دیا کہ سادات احناف علم غیب کے کفر کے قائل ہیں تو لامحالہ وہ لوگ حاضر و ناظر نبی کریم ﷺ کیلئے بطور عقیدہ کے بھی کفر کے قائل ہوں گے اور اس کفریہ عقیدہ سے بھی بیزار ہوں گے ۔لہذا اب اس پر مزید بحث کی حاجت نہیں۔

تنقیح نمبر ۸:

رضاخانی نے اپنی کتاب کے صفحہ 223 و 224 پر مفتی احمد یار گجراتی رضاخانی و احمد سعید کاظمی رضاخانی سے عقیدہ حاضر و ناظر پیش کرنے کی کوشش کی حالانکہ یہ دونوں تو اس باب میں ایک دوسرے پر لعنت بھیج رہے ہیں چنانچہ علامہ نقشبندی صاحب لکھتے ہیں:

''مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''عالم میں حاضر ناظر کے شرعی معنی یہ ہیں کہ قوت قدسیہ والا ایک ہی جگہ رہ کر تمام عالم کو اپنے کف دست کی طرح دیکھے اور دور و قریب کی آوازیں سننے یا ایک آن میں

تمام عالم کی سیر کرنے اور صدہا کوس پر حاجتمند کی حاجت روائی کرے"۔

(جاءالحق،ص 145)

اس میں حاضر و ناظر، کلی علم غیب اور حاجت روائی تمام کو حاضر ناظر کے مفہوم میں داخل کر دیا گیا ہے۔البتہ اس عقیدے میں ذات کو صرف ایک جگہ مانا گیا ہے ہر جگہ ہر وقت اس کی موجودگی کا انکار کیا گیا ہے۔مفتی صاحب کی اس عبارت کا سر دست رد ہم خود انہی کے مذہب کے غزالی احمد سعید کاظمی صاحب سے کر دیتے ہیں:

"بعض حضرات نے فرط عقیدت کی بنا پر تصرفات استمداد اور علم غیب تینوں مسئلوں کو حاضر و ناظر کے مفہوم میں شامل کر دیا ہے اور اس طرح حاضر و ناظر کا مسئلہ مختلف فیہ مسائل کا ایک معجون مرکب بن کر رہ گیا ہے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ بحث ومناظرہ کے وقت مدعی و مجیب کے لئے بیان دعوی میں مشکلات پیش آئیں۔۔۔۔لیکن یہ تینوں مسئلے الگ الگ مستقل حیثیت رکھتے ہیں حاضر و ناظر کے مفہوم میں داخل نہیں"۔

(تسکین الخواطر،ص 19)

اس کا مطلب ہے کہ عقیدہ حاضر ناظر کا یہ مطلب نہیں کہ حضور ﷺ عالم الغیب بھی ہیں اور حضور ﷺ حاجت روائی بھی کر سکتے ہیں یہ دونوں عقیدے اس مفہوم میں داخل نہیں بلکہ اس کا کچھ اور مطلب ہے"۔

(دروس مناظرہ،ص 448)

لیجئے احمد سعید کاظمی کے بقول احمد یار گجراتی نے جو عقیدہ پیش کیا وہ معجون مرکب ہے۔مگر رضاخانی ایسے بے شرم کہ اسی معجون مرکب کو اپنا عقیدہ بنا کر الٹا ہمیں کوس رہے ہیں کہ تم ہمارا عقیدہ نہیں پڑھتے۔

تنقیح نمبر ۹:

رضاخانی نے صفحہ نمبر 224 پر احمد سعید کاظمی کا نام تو لیا مگر اس باب میں اس کا عقیدہ پیش

نہیں کیا کیونکہ احمد سعید کاظمی کا عقیدہ اس کے بالکل متضاد ہے جو اس رضاخانی نے لکھوایا کیونکہ رضاخانی تو حاضر و ناظر میں اپنا عقیدہ یہ لکھوا رہا ہے کہ حضور اقدس ﷺ قبر سے تمام کائنات کو ملاحظہ فرمارہے ہیں یا مختلف مقامات پر جاسکتے ہیں لیکن احمد سعید کاظمی کہتا ہے کہ:

''مولانا احمد سعید کاظمی صاحب لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ کیلئے جو لفظ حاضر و ناظر بولا جاتا ہے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بشریت مطہرہ ہر جگہ پر ہر ایک کے سامنے موجود ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح روح اپنے بدن کے ہر جز میں موجود ہوتی ہے اسی طرح روح دو عالم ﷺ کی حقیقت منورہ ذرات ِعالم کے ہر ذرے میں جاری و ساری ہے جس کی بناء پر حضور ﷺ اپنی روحانیت اور نورانیت کے ساتھ بیک وقت متعدد مقامات پر تشریف فرما ہوتے ہیں''۔

(تسکین الخواطر،ص 20)

گویا کاظمی صاحب کے نزدیک نہ تو نبی کریم ﷺ جسم مبارک کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔

(۲) نہ تو آپ ﷺ کی روح ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔

(۳) نہ تو اپنی قبر مبارک سے تمام جہاں کو دست اقدس سے ملاحظہ فرمارہے ہیں اس معنی میں حاضر و ناظر ہیں۔

بلکہ ان کے نزدیک روح محمدی ﷺ کی حقیقت عالم کے تمام ذرات میں جاری و ساری ہے اور آپ ﷺ اپنی روحانیت و نورانیت کے اعتبار سے حاضر ناظر ہیں یعنی نبی کریم ﷺ کی ذات ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں بلکہ ان کی صفت نورانیت حاضر ناظر ہے۔

پھر عقیدے کا تضاد ملاحظہ فرمائیں کہ پہلے کہا کہ روح عالم ﷺ کی حقیقت ہر ذرے میں موجود ہے مگر آگے کہتے ہیں کہ روحانیت و نورانیت متعدد مقامات پر موجود ہے گویا تمام عالم میں موجود ہونے کی نفی کر دی بلکہ صرف متعدد جگہ پر نورانیت کو حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

دراصل کاظمی صاحب ”حقیقت محمدیہ“ کو حاضر ناظر کہہ رہے ہیں اس مسئلہ کی تفسیر اپنے مقام پر آرہی ہے“۔

(دروس مناظرہ،ص449)

اب رضاخانی جواب دیں کہ مظفر حسین شاہ کے لے پاک ابوفاجر رضوی کو ہم سچا مان کر احمد سعید کاظمی کو لعنتی کذاب مانیں یا سعید کاظمی کو سچا مان کر پیر مظفر حسین شاہ کو لعنتی لعین لعان ملعون اشد ملعون مانیں؟

تنقیح نمبر ۱۰:

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

”شیطان اور اس کی ذریت سارے جہاں کے لوگوں کو دیکھتے ہیں لوگ انہیں نہیں دیکھتے جہاں کسی نے کسی جگہ اچھے کام کا ارادہ کیا اسے اس کی نیت کی خبر ہوگئی فوراً بہکایا جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر تو نبی کریم ﷺ جو سارے عالم کے ہادی ہیں انہیں بھی حاضر و ناظر بنایا“۔

(نورالعرفان،ص 184)

تو آپ کے نزدیک تو شیطان بھی حاضر و ناظر ہے بلکہ ”دروس مناظرہ“ میں ثابت کیا گیا کہ آپ لوگ حضور ﷺ سے زیادہ معاذ اللہ مقامات پر شیطان کو حاضر و ناظر مانتے ہیں لہذا موصوف نے اپنے عقیدہ کو بیان کرنے میں سخت دجل و فریب کا مظاہرہ کیا یاد رہے کہ بقول علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی رضاخانیوں کے اس عقیدہ حاضر و ناظر پر ہمارے پاس (100 سو) تنقیحات“ ہیں جو ہم نے میدان مناظرہ کیلئے رکھی ہیں بندہ نے یہاں کوشش کر کے کچھ نقل کر دی ہیں۔

تلك عشرة كاملة

رضاخانی نے جوعقیدہ لکھا وہ کفریہ ہے

موصوف نے عقیدہ لکھوایا:

"حاضر و ناظر کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ مبارک میں تشریف فرماہیں اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے جسے آپ ملاحظہ فرمارہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں اگرآن واحدہ میں امکنہ متعددہ پرتشریف لے جانا چاہیں تو ممکن ہے۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی،ص222)

اس پر اگرچہ کئی طریقے سے رد کیا جاسکتا ہے جیسے بقول علامہ نقشبندی صاحب سو سے اوپر تنقیحات ہیں لیکن ہم یہاں ایک اور طرز اختیار کرتے ہیں موصوف کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ متعدد مقامات پر بیک وقت حاضر و ناظر ہوسکتے ہیں اسی طرح آگے موصوف نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارتوں سے اپنا حاضر و ناظر ہونا کشید کیا کہ کائنات کے ہر ذرے ہر جوہر وعرض میں حضور ﷺ ہیں معاذاللہ حالانکہ ان کے امام المناطقہ عطاء بندیالوی حاضر وناظر میں اپنا عقیدہ لکھتا ہے:

"معلوم ہوا کہ تمام کائنات قیامت تک آنحضرت ﷺ کے سامنے اس طرح ہے جیسے کہ کسی کے سامنے ہتھیلی ہو جس ذات کے سامنے ساری دنیا ہتھیلی کی طرح ہو اس کو نہ تو کسی طرف آنے جانے کی ضرورت ہے اور نہ متعدد ہونے کی ضرورت"۔

(مسئلہ حاضر وناظر،ص25)

معلوم ہوا کہ بندیالوی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر منور میں ہیں اور کہیں آنے جانے کی ضرورت نہیں لیکن رضاخانی کہتے ہیں نہیں جاسکتے ہیں اب جب جاسکتے ہیں متعدد امکنہ پر تو قباحت کیا آئے گی؟ خود بندیالوی کی زبانی ملاحظہ ہو:

"ایک تو مستند کتب میں تصریح ہے کہ تعدد مغائرت کو مستلزم ہے اور اتحاد اور تعدد دونوں اکھٹے متصور نہیں ہوسکتے تو اب خرابی یہ لازم آئے گی کہ خاتم النبیین متعدد اور مغائر ہو گئے حالانکہ

خاتم النبیین صرف ایک جزئی حقیقی ہے جس کا نام محمد ﷺ ہے"۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص 26)

آپ رضاخانی کہتا ہے کہ متعدد جگہ میں حضور ﷺ حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں اور بندیالوی کہتا ہے تعدد مغائر ہے اتحاد ہے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ رضاخانی کے ہاں کئی محمد ﷺ متعدد امکنہ میں حاضر و ناظر ہو سکتے ہیں اس صورت میں یہ بدبخت حضور ﷺ کی ختم نبوت ہی کا منکر ہو گیا اور آگے جتنی عبارات اپنے زعم میں اس نے اپنے اس خبیث کفریہ عقیدہ پر علمائے کی پیش کی ہیں بندیالوی کے بقول وہ سب بھی معاذ اللہ حضور ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہوئے۔

جسم کے ساتھ حاضر ناظر ہونے کا انکار

موصوف اپنے عقیدہ میں یہ بھی لکھتا ہے:

ہمارا یہ دعوی ہرگز نہیں ہے کہ حضور اکرم، نبی مکرم ﷺ کا ظاہری جسم اقدس ہر ہر جگہ موجود ہے۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول ص 222)

گویا موصوف جسم کے ساتھ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے حالانکہ شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

"حاضر کے معنی جسم کے ساتھ موجود ہونے والا"۔

(فتاوی شارح بخاری جلداول ص 117)

جب جسم کے ساتھ حاضر مان ہی نہیں رہے تو حضور ﷺ حاضر ہوئے ہی نہیں۔ کیونکہ حاضر کے تو معنی ہی جسم کے ساتھ حاضر ہونے کے ہیں۔

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

"بے شک نبی کریم ﷺ کے جسم شریف سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ مکان نہ کوئی جگہ اور نہ عرش نہ کرسی اور نہ قلم اور نہ جنگل اور نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر یعنی کائنات کے ذرہ ذرہ میں حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں"۔

(شرح حدائق بخشش، جلداول ص520)

بد بخت انسان! تیرے بزرگوں تو کائنات کے ذرہ ذرہ میں جسم کے ساتھ حضور ﷺ کو حاضر وناظر مان رہے ہیں تو تو کیسے انکار کرسکتا ہے؟ یاد رہے کہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ فلاں بزرگ سے نقل کررہا ہے کیونکہ جس سے بھی نقل کررہا ہے تیرے دعوے کا تو رد ہوگیا ثانیا محض کسی کی بکواس کو ہم اس لئے قبول نہیں کرسکتے کہ وہ بکواس کسی بزرگ کی ہے کتاب کے شروع میں اصول نقل کردئے گئے ہیں اس کو دیکھ لے۔

ہم عرض اعمال کے منکر نہیں رضاخانی کی عجیب جہالت

موصوف نے اس سارے بحث میں جتنے بھی صفحات سیاہ کئے ہیں ان کا تعلق یا تو عرض اعمال سے ہے یا حقیقت محمدیہ سے ہے جس کے نہ ہم منکر ہیں نہ رضاخانیوں کے کفریہ عقیدہ حاضر وناظر سے اس کا کوئی تعلق ہے۔ موصوف ہی کی زبانی:

"(رضاخانی) تو بالکل اجہل ہے اس کو اپنے گھر کا عقیدہ بھی معلوم ہوتا نہیں خواہ مخواہ یہ دوسروں پر چڑھ دوڑتا ہے اور دوسروں کا بھی عقیدہ ایسے خلط پن میں اور خلط ملط کر کے بیان کرتا ہے کہ الامان والحفیظ اس جاہل کو چاہئے تھا کہ سادات احناف کا عقیدہ بیان کرتا اور پھر ہمارا عقیدہ بھی ہمارے اکابرین کی کتب سے بحوالہ نقل کرتا اور ثابت کرتا کہ ہمارا یہ عقیدہ سادات احناف کے عقیدہ کے خلاف ہے اس وہابی ملا سے اس طرح کا کچھ بھی نہ بن سکا لیکن اس نے جو خلط مبحث کی ہے ہم اس پر کچھ روشنی ڈالتے ہیں اور اس کے دعوے کی قلعی کھولتے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول ص254)

موصوف نے جو 225 تا 253 قریبا 25 سے زائد صفحات اس پر سیاہ کردئے کہ حضور ﷺ پر امتیوں کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں حضور ﷺ امتیوں کے احوال سے باخبر ہیں یا اللہ کی اذن سے جنت وغیرہ میں سیر کرسکتے ہیں یا موت کے فرشتے کے سامنے ذی روح کی روحیں ہیں یا اولیاء اللہ بطور کرامت متعدد امکنہ میں حاضر ہوسکتے ہیں تو احمق انسان:

"میں اس سے پوچھتا ہوں کہ بتائے اس کا انکار کس نے کیا ہے؟"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 254)

اب بتاؤ تیرے 25 صفحات کی بکواس کا جواب صرف یہ ادھی سطر ہے۔لیکن ہم پھر بھی تجھے انجیکشن لگائے بغیر نہیں جانے دیں گے سو مختصر تبصرہ ملاحظہ ہو۔

رضاخانی سعید اسعد نے بھی اپنا عقیدہ حاضر و ناظر یہی لکھا کہ آپ ﷺ پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں اور پھر لکھا:

”اگر کوئی صاحب اس براہ راست مشاہدہ کو تسلیم نہ کریں اور نہ ہی قرآن کریم کے ذریعہ اس مشاہدہ کو مانیں بلکہ عرض اعمال کے ذریعہ ہمارے اعمال نبی اکرم ﷺ کا آگاہ ہونا تسلیم کریں تب بھی چشم ماروشن دل ماشاد“۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص 40)

اور علامہ نقشبندی صاحب دروس مناظرہ میں عرض اعمال تسلیم کر چکے ہیں سعید اسعد نے بھی اس کتابچہ میں اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ دیوبندی عرض اعمال کے قائل ہیں لہذا رضاخانی نے اب اس باب میں حاضر و ناظر کے نام پر جتنی عبارات پیش کی ہیں جن کا تعلق عرض اعمال سے ہے نہ نقشبندی صاحب اس کے منکر ہیں نہ دیوبندی رضاخانی نے محض جہالت کی بنا پر ایک خود ساختہ نظریہ ہماری طرف منسوب کر کے پھر اس کا رد شروع کیا اپنا وقت بھی ضائع کیا اور اب ہمارا قیمتی وقت بھی جواب میں ضائع کر رہا ہے۔

رضاخانی اللہ کی طرح حاضر ناظر مانتے ہیں

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

”پس چاہئے کہ بندہ جیسا کہ اللہ تعالی کو برابر اپنے تمام حالات پر ظاہر و باطن میں واقف اور خبردار جانتا ہے رسول اللہ ﷺ کو بھی ظاہر و باطن میں خبردار اور حاضر و ناظر جانے“۔

(ندائے یارسول اللہ ص 42)

مزید یہ مشرک پلید لکھتا ہے:

”آنحضرت ﷺ اللہ تعالی کی حضوری سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے پس جب اللہ تعالی ہر جگہ

حاضر وناظر ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے حاضر وناظر ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے"۔

(ندائے یارسول اللہ، ص93)

مزید مشرک زمانہ ملعون احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی جس طرح اللہ کو حاضر ناظر جانے اسی طرح محبوب ﷺ کو"۔

(تفسیر نعیمی، جلداول، ص58)

یعنی معاذ اللہ جس طرح اللہ ہر جگہ حاضر وناظر ہر آن ہر ایک کی خبر ہر ایک سے باخبر ہر ایک پر نظر اسی طرح حضور ﷺ کو بھی ہر جگہ ہر آن ہر ایک سے باخبر ہر جا حاضر وناظر جانو!!! اس کھلے شرک کے بعد بھی رضاخانی کمال ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بکواس کرتا ہے:

"اس ذات کے علاوہ کسی مخلوق خواہ وہ نبی کریم ﷺ ہی کیوں نہ ہو ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاضر وناظر ماننا کفر ہے میں وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے بعینہ انہی الفاظ کو ہمارا عقیدہ اور ہمارے معتبر اکابرین سے ثابت کرے ایک لفظ بھی کم نہیں ہونا چاہئے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول، ص255)

اب ہم اس مرزائی سے پوچھتے ہیں کہ جب تم اللہ کی طرح حضور ﷺ کو حاضر وناظر مان رہے ہو تو کیا معاذ اللہ:

(۱) تمہارے مولوی نے خود مانا کہ اللہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔

(۲) کیا اللہ ہر آن ہر گھڑی حاضر وناظر نہیں؟

جب بقول تیرے اویسی ہے تو حضور ﷺ کو بھی معاذ اللہ ایسا ہی حاضر وناظر جان تو ہم نے تیرے معتبر بزرگ سے تیرا یہ کفریہ عقیدہ ثابت کر دیا اب اگر غیرت شرم وحیاء ہو بانس بریلی کے کسی گندے جوہڑ میں ڈوب مرجاکے۔

ایک اور اصولی جواب

چیلنج

رضاخانی کہتا ہے:

"میں اس سے پوچھتا ہوں کہ مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ نے کہاں لکھا ہے کہ یہ فقہائے احناف کا مذہب ہے تجھے اپنے لعنتی ۔۔قاسم نانوتوی کی طرح صریح جھوٹ بولتے ہوئے شرم نہیں آتی"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص263)

تو ہم بھی تجھے چیلنج کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کے ذیل میں تو نے جتنی عبارات پیش کی ہیں اس میں کہاں لکھا ہوا ہے کہ یہ "سادات احناف کا مذہب" ہے؟ یا تجھے بھی اپنے لعنتی حرام زادے سور باپ احمد رضا خان فاضل بریلوی لعنتی کی طرح جھوٹ بولنے کی عادت ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ اور مسئلہ عرض اعمال

موصوف نے صفحہ 225 تا229 شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے وہ عبارات پیش کی ہیں جن کا تعلق عرض اعمال سے ہے اور جیسے چوہے کو پھٹکری ملی تو وہ میڈیکل سٹور کھولنے کا سوچنے لگا ایسے ہی جیسے ان کو عبارت میں فقط "حاضر و ناظر" کے الفاظ ملے تو کئی صفحات اس پر سیاہ کر دئے کہ دیکھو ہمارا عقیدہ حاضر و ناظر ثابت ہو گیا۔

بہر حال موصوف نے خود ان عبارات کا خلاصہ ان الفاظ میں نقل کیا:

"بر اعمال حاضر و ناظر است"۔۔حاضر و ناظر است ۔۔پس آں حضرت در ذات مصلیان موجود و حاضر است"۔

(ملخصاحنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول،ص229)

علامہ نقشبندی صاحب مسئلہ عرض اعمال جس کو موصوف نے اپنی دانست میں "عقیدہ حاضر و

ناظر" کے شرکیہ کفریہ رضاخانی عقیدہ سے تعبیر کیااور پھر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات پر یوں محققانہ گفتگو کرتے ہیں:

"عرضِ اعمال سے حاضر و ناظر پر استدلال اور اہل بدعت کا نبی کریم ﷺ کو جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ماننے پر براہین

مولانا سعید اسد رضاخانی فیصل آبادی نے ذرا پینترا بدلا ہے اور یہ نیا نظریہ گھڑا کہ ہمارے نزدیک حاضر و ناظر کا معنی یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر میں تشریف فرما ہیں اور امت کے اعمال آپ پر پیش کئے جاتے ہیں آپ امت کے تمام احوال سے باخبر ہیں ہر جگہ جسم کے ساتھ یا روح کے ساتھ موجود ہونا یہ ہمارا عقیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

"ہم اہل سنت و جماعت نبی مکرم ﷺ کے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعوی نہیں کرتے۔ ہم یہ دعوی کرتے ہیں کہ جس طرح آسمان کا سورج اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر ہے لیکن اپنی روشنی اور نورانیت کے ساتھ روئے زمین پر موجود ہے اسی طرح نبوت کے آفتاب حضرت جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے جسم اطہر جسم بشری کے ساتھ گنبد خضرا میں جلوہ گر ہیں لیکن اپنی نورانیت روحانیت اور علمیت کے ساتھ ہر جگہ جلوہ گر ہیں۔۔۔ ہم اہل سنت و جماعت نبی اکرم ﷺ کو امت کے جملہ اعمال پر حاضر و ناظر نزول قرآن کی تکمیل کے بعد سے مانتے ہیں نزول قرآن کی تکمیل سے پہلے امتیوں کے ہر ہر عمل پر حاضر و ناظر ہونے کا دعوی ہم قطعا نہیں کرتے"۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص 7,6)

اس سلسلے میں جوابا عرض ہے کہ ہم نے ماقبل میں آپ کے اکابر کا اس کے متعلق عقیدہ واضح کر دیا کہ جو عقیدہ آپ بتارہے ہیں وہ آپ کے اکابر کا اس باب میں نہیں۔ بلکہ خود آپ

کے اباجی مفتی امین کا حوالہ گزر چکا کہ وہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں کرتے جو آپ کر رہے ہیں۔

آپ کے اکابر ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اسی بنیاد پر ان کو پکارنے کو جائز اور حاجت روائی کو درست سمجھتے ہیں۔مزید حوالہ جات اس حوالے سے ملاحظہ ہو۔آپ کے غزالی و رازی جناب مولانا عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

''لہذا آپ محسنین کے قریب ہوئے معلوم ہوا جو نبی ﷺ کو اپنا قریب اور حاضر و ناظر نہیں سمجھتے وہ محسنین میں سے نہیں ہیں اور نہ ان کی کوئی نیکی منظور ہے۔قابل غور امر یہ ہے۔۔۔تمام روئے زمین میں کروڑوں مرتے ہیں ہر ملک میں اور ہر ایک مردہ زندہ کر کے منکر نکیر ایک ہی وقت میں کروڑ ہا مقامات پر اٹھا کر بٹھاتے ہیں اور نبی اکرم ﷺ بھی کروڑ ہا جگہ ایک ہی وقت میں تمام قبور میں پیش کئے جاتے ہیں اور اسی وقت ہی صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین میں بھی آپ تشریف فرما ہوتے تھے **ایک ہی وجود اطہر اللہ کے حکم سے بلا تجزی نفس و بلا تعدد ذات ایک ہی وقت میں کروڑ ہا جگہ حاضر و ناظر ہونا ثابت ہو گیا**۔ایک ہی وقت میں روئے زمین پر بھی حاضر و ناظر ہیں جو اپنے زائرین کو مختلف مقامات پر زیارت سے مشرف فرما رہے ہیں۔اور تحت الارض بھی کروڑ ہا ملکوں بلا امتیاز زیارت کروا رہے ہیں اور خوص کو بلا نوم اور بلا مراقبہ بالمشافہ زیارت سے سرفراز فرما رہے ہیں۔جیسے قبور میں اہل قبور کے واسطے نبی ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا اور آپ کی پہچان پر فلاح کا دارومدار ہے اسی طرح فوق الارض بھی ہر اہل ایمان کے واسطے آپ کو حاضر و ناظر سمجھنا کسوٹی ایمان ہے۔بلکہ اگر آدمی کو سمندر میں مچھلیاں نگل جائیں اور غذا بنالیں تو وہاں بھی نکیرین آپ ہی کی ذات بابرکات کو جو نفس کے واپس آنے سے اولی تر ہیں انہی کے متعلق سوال کیا جاتا ہے اب عالم برزخ میں بھی آپ کا حاضر و ناظر ہونا عالم دنیا میں بھی اور عالم ملکوت میں بھی اور لامکان میں بھی اور روضہ اطہر پر جانے والوں کو بھی سوال کا

جواب وہیں فرماتے ہیں اور جنت پر تخت نشین بھی ہیں اور ہر مقام پر سونے والے اولیائے کرام کو بھی اپنی زیارت سے مشرف فرماتے ہیں"۔

(مقیاس حنفیت، ص 277)

یہ عبارت چیخ چیخ کر کہہ رہی ہے کہ بدعتی ہر جگہ نبی کریم ﷺ کو جسم کے ساتھ بنا تجزی و تعدد حاضر ناظر مانتے ہیں۔گویا ایک ہی جسم تمام کائنات کو گھیرا ہوا ہے۔یہ عقیدہ اس قدر بدیہی البطلان اور عقل سے ماوراہے کہ خود مولانا عمر اچھروی کو بھی ایک جگہ کہنا پڑا:

"ناظر ہونا بغیر حاضر ہونے کے محال ہے لیکن اس حاضری کی ہئیت کذائیہ ہمارے فہم و بیان سے باہر ہے"۔

(مقیاس حنفیت، ص 274)

اس عبارت سے ان لوگوں کا بھی رد ہوگیا جو کہتے ہیں کہ موجود تو روضہ رسول ﷺ میں ہے لیکن نظر ہر ایک جگہ ہے۔اچھروی کہتا ہے کہ نظر بغیر حاضری کے ممکن نہیں۔اس کو ایک مثال سے یوں سمجھو کہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوں اور باہر صحن کو دیکھ رہا ہوں اب میں صحن تک ناظر تو ہوں لیکن حاضر نہیں۔پس اہل بدعت کا ہر جگہ "حاضر" کہنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ صرف قبر میں موجود نہیں مانتے۔

اس تفصیل کے بعد اب مولانا سعید اسد کی اس عبارت کو دوبارہ پڑھیں:

"ہم اہل سنت و جماعت نبی مکرم ﷺ کے جسم بشری کے ساتھ ہر جگہ موجود ہونے کا دعوی نہیں کرتے"۔

(مسئلہ حاضر و ناظر، ص 6)

اس آدمی کو اپنے مذہب کا پتہ نہیں اور بنتا پھرتا ہے مسلک کا مناظر اعظم۔اب جواب دیں کہ کیا مولوی عمر اچھروی اہل سنت میں آپ کے ہاں داخل نہیں؟ اگر اچھروی صاحب جسم کے ساتھ ہر جگہ نہ مانتے تو تجزی و تعدد والے قول کی طرف کبھی نہیں جاتے۔لیکن لیجئے جسم کے ساتھ اس سے بھی صریح حوالہ ملاحظہ ہو اچھروی صاحب بارہویں صدی ہجری کے

ایک مولوی کی کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں:

''بلاشک آپ کے جسم اطہر سے نہ کوئی زمانہ خالی ہے نہ کوئی جگہ نہ محل اور نہ مکان نہ عرش نہ کرسی نہ قلم نہ جنگل نہ دریا نہ نرم زمین نہ سخت زمین اور نہ برزخ اور نہ قبر''۔

(مقیاس حنفیت، ص 286)

کیا اب بھی کوئی شک وشبہ ہے کہ اہل بدعت نبی کریم ﷺ کو تمام کائنات میں بجسدہ حاضر وناظر مانتے ہیں۔اسی قول کی تائید میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو کہ عمر اچھروی صاحب پر ایک اعتراض ہوا کہ کیا نبی اکرم ﷺ کو معاذ اللہ تم لوگ بری اور گندی جگہوں پر بھی حاضر وناظر مانتے ہو؟ اب اصولا اس کا جواب دینا چاہئے تھا کہ نہیں کیونکہ حضور ﷺ تو قبر مبارک میں تشریف فرما ہیں مگر اچھروی صاحب کہتے ہیں:

''کیا اللہ تعالی کو ان برے مقامات پر موجود اور سمیع وبصیر سمجھتے ہو یا نہیں جیسا کہ اللہ تعالی پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرنا گستاخی وکفر ہے کیونکہ ان کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی ﷺ بھی حاضر وناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات پر ضرور ہوگی لیکن بوجہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متنفرہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے''۔

(مقیاس حنفیت، ص 279)

یعنی نقل کفر کفر نہ باشد بقول اچھروی صاحب حضور ﷺ ان تمام گندی غلیظ جگہوں میں موجود تو ہیں سب کچھ دیکھ بھی رہے ہیں لیکن اس کی نسبت کرنا گستاخی ہے۔یہ ہے وہ غلیظ گستاخانہ کفریہ عقیدہ جو ہم سے عشق کی آڑ میں منوانا چاہ رہے ہیں۔

باقی یہ بھی اچھروی صاحب کا دھوکا ہے کہ ہم ان مقامات میں معاذ اللہ اللہ کو موجود مانتے ہیں یہ تو تجسیم ہے۔ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ موجود بلا مکان ہے تمام جگہوں سے اللہ کا علم متعلق ہے جو معیت ذاتیہ کے منافی نہیں اسی پر اجماع ہے اور یہی اہلسنت کا نظریہ ہے۔نیز حضور

ﷺ کی ذات کو اللہ کی ذات وافعال پر قیاس کرنا بھی مستقل گمراہی ہے اللہ کی ذات تو فعال لما یرید ہے لا یسئل عما یفعل و ھم یسئلون ہے۔

بدعتی نباض قوم مفتی ابوداود صادق لکھتا ہے:

''شیخ اکبر محی الدین ابن عربی سے امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہما نے نقل فرمایا کہ حدیث معراج سے جسم واحد کا بیک وقت متعدد مقامات پر موجود ہونا ثابت ہوا علامہ یوسف نبہانی نے شیخ علی حلبی رحمۃ اللہ علیہما سے نقل فرمایا کہ جب دیگر انبیا کی یہ شان ہے تو امام الانبیا محمد رسول اللہ ﷺ کا ہر مکان میں موجود و حاضر ہونا بدرجہ اولی ثابت ہوا ''۔

(براہین صادق، ص 75)

یہ حوالہ بھی اس باب میں صراحت ہے کہ رضاخانی جسم اقدس ﷺ ہی کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانتے ہیں۔

یہ کہنا کہ قبر مبارک سے آپ ﷺ پر اعمال پیش کئے جاتے ہیں یہ معنی ہے حاضر و ناظر کا یہ بالکل اپنے مسلک کو مسخ کرنا ہے اس پر ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو یہی ابوداود صادق لکھتا ہے :

''معلوم ہوا کہ جیسے روح جسم کے ہر حصہ سے قریب و متعلق ہے اسی طرح سرکار بھی اپنے ہر مومن غلام کیلئے قریب و حاضر ہیں اور اس کی ہر تکلیف سے باخبر ہیں''۔

(براہین صادق، ص 72)

یہ حوالہ بین دلیل ہے کہ جیسے روح ہر جسم کے ساتھ ہے اور اس میں ایک تعلق تدبیر کا ہے اسی طرح تمام مومنین کے ساتھ حضور ﷺ حاضر ہیں اور ان کے امور سے باخبر ہوتے ہوئے تصرف فرما رہے ہیں۔

جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر ایک اور طرز ملاحظہ ہو مفتی فیض احمد اویسی صاحب لکھتے ہیں:

''حاضر وہ ہے جو مکان میں ہے''۔

(ندائے یارسول اللہ،ص 35)

پھر آگے لکھتے ہیں:

''حاضر کہتے ہیں جو پہلے غائب ہو پھر کسی جگہ آئے''۔

(ندائے یارسول اللہ ﷺ،ص 38)

حاضر کہتے ہی اسے ہیں جو کسی جگہ میں ہو تو ہر جگہ حاضر و ناظر کا معنی یہی ہوا کہ حضور ﷺ ہر جگہ ہر مکان میں موجود ہیں اور مکان میں ہونا جسم کا خاصہ ہے لہٰذا معلوم یہی ہوا کہ حضور ﷺ ہر جگہ جسم کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں۔ مولانا سعید اسد صاحب کا صرف قبر مبارک میں نبی کریم ﷺ کو ماننا اپنا ہی مذہب مسخ کرنا ہے۔ یاد رہے کہ مکان میں جسم ہوتا ہے خواہ جسم تعلیمی ہو یا جسم طبعی۔

اگر اب بھی سعید اسد صاحب نہیں مانتے تو ہم ان کے ابا جان کا حوالہ ان کے سامنے پیش کر دیتے ہیں موصوف کے اباجی مفتی امین صاحب لکھتے ہیں:

''بعض حضرات کا خیال ہے کہ حضور ﷺ صرف روح کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں یہ خیال صحیح نہیں بلکہ سید دو عالم ﷺ اپنے حقیقی جسم مبارک کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں''

(حاضر و ناظر رسول ﷺ،ص 93)

یاد رہے کہ مولانا سعید اسد کا یہ عرض اعمال کو حاضر ناظر کہنے سے خود ان کے اباجی بھی متفق نہیں انہوں نے اپنی کتاب ''حاضر و ناظر رسول ﷺ'' میں حاضر و ناظر کا معنی جسد حقیقی یعنی حقیقت محمدیہ کا ایک خود ساختہ معنی کر کے اس معنی میں حاضر و ناظر مراد لیا ہے۔

نوٹ: یہ تین حوالے مقیاس حنفیت بار ہشتم دسمبر 1966 والے ایڈیشن سے دئے گئے ہیں۔

اس تفصیل کے بعد اب یہاں ایک اور مسئلہ بھی ذہن نشین کرلیں کہ اہل السنت والجماعت احناف دیوبند نبی اکرم ﷺ پر امت کے اعمال پیش کئے جانے کے منکر نہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحبؒ لکھتے ہیں:

''حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں آپ اعمال خیر دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہوکر نالائقوں کیلئے استغفار فرماتے ہیں''۔

(تفسیر عثمانی ص 366، سورہ نحل، آیت 89)

مگر یہ ''عرض اعمال'' تفصیلی ابتداء کائنات سے لیکر فناء کائنات تک کے ہر گز نہیں ہوتے جیسا کہ بدعتی مولوی یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔

یہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے نہ کہ تفصیلی چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ سورہ حج آیت ۷۸ لکھتے ہیں:

وكَوْنُ أعْمالِ أُمَّتِهِ تُعْرَضُ عَلَيْهِ عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ وهو في البَرْزَخِ كُلَّ أُسْبُوعٍ أوْ أكْثَرَ أوْ أقَلَّ إذا صَحَّ لا يُفِيدُ العِلْمَ بِأعْيانِ ذَوِي الأعْمالِ المَشْهُودِ عَلَيْهِمْ وإلّا أشْكَلَ ما رَواهُ أحْمَدُ في مُسْنَدِهِ والشَّيْخانِ عَنْ أنَسٍ وحُذَيْفَةَ قالا: »«قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ ناسٌ مِن أصْحابِي الحَوْضَ حَتّى إذا رَأيْتُهم وعَرَفْتُهُمُ اخْتَلَجُوا دُونِي فَأقُولُ: يا رَبِّ أُصَيْحابِي أُصَيْحابِي فَيُقالُ لِي: إنَّكَ لا تَدْرِي ما أحْدَثُوا بَعْدَكَ

چند سطر بعد لکھتے ہیں:

ومَن زَعَمَ أنَّهُ ﷺ يَعْلَمُ أعْمالَ أُمَّتِهِ ويَعْرِفُهم واحِدًا حَيًا ومَيِّتًا ولِذا ساغَتْ شَهادَتُهُ عَلَيْهِمْ بِالطّاعَةِ والمَعْصِيَةِ يَوْمَ القِيامَةِ لَمْ يَاتِ بِدَلِيلٍ والآيَةُ لا تَصْلُحُ دَلِيلًا لَهُ

(تفسیر روح المعانی، ج9، ص 200)

اگر کوئی یہ گمان کرے کہ نبی کریم ﷺ امت کے تفصیلی اعمال جانتے ہیں اور فردا

فرداً فرداً ہر ایک کا حیاو میتا علم رکھتے ہیں اسے جانتے ہیں اسی لئے روز قیامت ان پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گواہی معتبر ہوگی ایسا شخص اپنے مدعا پر کسی قسم کی دلیل نہیں رکھتا اور نہ یہ آیت اس کیلئے دلیل بن سکتی ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ جو قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بعض لوگوں کو پہچان نہیں سکیں گے یہ کیسے ممکن ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تو امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ جن کو آپ نے سحقا سحقا کہا وہ کافر، مرتدین و بدعتی لوگ تھے جبکہ قبر مبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موحدین مومنین کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں نہ کہ منافقین و مرتدین کے۔ اصل عبارت ملاحظہ ہو:

وَفِي الحَدِيث الثَّامِن وَالْعِشْرين: " انا فَرَطكُمْ على الْحَوْض وليردن عَليّ اقوام أعرفهم ويعرفونني ثمَّ يُحَال بيني وَبينهمْ ". الفرط: الْمُتَقَدّم لأصلاح امر. وَهَؤُلَاء الَّذين احْدَثُوا بعده يحْتَمل ان يُرَاد بهم الْمُنَافِقُونَ والمرتدون والمبتدعون فِي أصل الدّين. وَسُحْقًا مصدر أسحقه الله سحقا: اي أبعده بعدا. فَإِن قيل: كَيفَ خَفِي حَالهم عَلَيْهِ وَقد قَالَ: "تعرض عَليّ اعمال أمتِي" فَالْجَوَاب انه إِنَّمَا تعرض عَلَيْهِ اعمال الْمُوَحّدين لَا الْمُنَافِقين وَلَا الْكَافرين.
(كشف المشكل من حديث الصحيحين، ج2، ص280، الناشر: دار الوطن - الرياض)

علامہ عینی حنفی نے بھی ابن جوزی رحمہ اللہ کی اس عبارت کو نقل کیا ہے:

وَقَالَ ابْن الْجَوْزِيّ فَإِن قيل كَيفَ خَفِي حَالهم على سيدنَا رَسُول الله - صلى الله عَلَيْهِ وَسلم - وَقد قَالَ تعرض عَليّ اعمال أمتِي فَالْجَوَاب انه إِنَّمَا تعرض اعمال الْمُوَحّدين لَا الْمُنَافِقين والكافرين
(عمدة القاری ج12ص211 بَابُ مَنْ رَأى أنَّ صاحِبَ الحَوْضِ أوْ الْقَرْبَةِ أحَقُّ بِمائِهِ)

علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ یہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے:

رَبِّ إِنَّهُمْ مِنْ أُمَّتِي فَيَقُولُ: مَا تَدْرِي مَا احْدَثُوا بَعْدَكَ وَاسْتَشْكَلَ مَعَ قَوْلِهِ: حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ وَمَمَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ اعْمَالُكُمْ فَمَا كَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَيْهِ وَمَا كَانَ مِنْ شَيْءٍ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰهَ لَكُمْ رَوَاهُ الْبَزَّارُ بِإِسْنَادٍ جَيِّدٍ.

وَأُجِيبَ بِانَّهَا تُعْرَضُ عَلَيْهِ عَرْضًا مُجْمَلًا فَيُقَالُ: عَمِلَتْ أُمَّتُكَ شَرًا عَمِلَتْ خَيْرًا

(ارشاد الساری، ج 1 ص 151، باب جامع الوضو)

شیخ عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المعروف داماد آفندي (1078ھ) لکھتے ہیں:

لان بَعْضَ الْاَشْيَاءِ يُعْرَضُ عَلَى رُوحِهِ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ

(مجمع الانھر، ج 1 ص 320)

(فتاویٰ تاتارخانیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ) بعض چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح پر پیش کی جاتی ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ عرض اعمال اجمالی ہوتا ہے نہ کہ تفصیلی۔

سید یوسف ہاشم رفاعی جن کے بارے میں مورخ آل بدعت جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب لکھتے ہیں:

''عالم مبلغ اسلام سید یوسف سید ہاشم رفاعی مدظلہ العالی''۔

(عقائد ونظریات، ص 35)

وہ لکھتے ہیں:

فَاَعْمَالُ الْمُؤْمِنِيْنَ تُعْرَضُ عَليه صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَالْحِكْمَةُ فِي ذَالك كَمَا بَيَّنَ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم هِيَ اَنَّ مَا كَانَ مِنْ اَعْمَالِهِم خَيْر '' حَمِدَ الله تعالى وَ فَرِحَ بِهَا وَ بَاهٰى بها ذالك العالَمَ وَ مَا كَانَ غَيْرُ ذالك مِنْ هنات و سَيِّئَاتِ اِسْتَغْفَرَ اللهَ لهم وَلا تعارُضَ بين هذ الحديث و بين ماجا في

حدیث الحوضِ حَیْثُ قال ﷺ وَلَیُرْفَعَنَّ الیَّ رجل منکم حتی اذا اَهْوَیتُ الیهم لِاُنَاوِلَهُم اُخْتُلِجُوْا دُوْنِیْ فَاَقُوْلُ اَیْ رَبِّ اَصْحَابِیْ فَیُقَالُ اِنَّکَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَکَ فَاَقُوْلُ سُحْقاً سُحْقاً مَنْ بَدَّلَ بَعْدِیْ کما فی صحیحین فَاِنَّ هَذا مَحْمُوْل'' عَلی المرتدینَ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوا بَعْدَهُ ﷺ عَنْ دِیْنِهِمْ بدلیلِ قولِہٖ سحقا لمن بدل من بعدی و ذالک اَنَّهُم کَفَرُوْا بعدَہ ﷺ و اَعْمَالُ الکُفَّارِ مِنْ اُمَّتِہٖ لا تُعْرَضُ علیہِ اِذْلَافَائِدَةَ لِعَرْضِهَا لِاَنَّ الْحِکْمَۃَ فی هذا العرض فَرْحُہٗ وَمُبَاهَتُہٗ بِاَعْمَالهم الصَّالِحَۃِ وَاِسْتِغْفَارُہٗ لاعمالهم السیئۃ
(الرد المحکم المنیع ص 111، الطبعۃ الاولی، الکویت)

اس عبارت کا ترجمہ جناب مولانا عبدالحکیم شرف قادری یوں کرتے ہیں:

''ثابت ہوا کہ مومنین کے اعمال نبی اکرم ﷺ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں آپ کے بیان کے مطابق اس میں حکمت یہ ہے کہ آپ اچھے اعمال کو دیکھ کر اللہ تعالی کا شکر ادا کریں گے اور برے اعمال دیکھ کر ان کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں گے۔ یہ حدیث اس حدیث حوض کے مخالف نہیں ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میرے سامنے تم میں سے کچھ لوگ پیش کئے جائیں گے جب میں انہیں پانی دینے لگوں گا تو انہیں مجھ سے دور کر دیا جائے گا میں عرض کروں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے ساتھی ہیں، کہا جائے گا آپ (ازخود۔ یہ ازخود کا لفظ عربی عبارت میں نہیں کھلی تحریف ہے۔ساجد) نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا حرکتیں کی تھیں، تو میں کہوں گا کہ میرے بعد دین کو تبدیل کرنے والے دور ہو جائیں، دفع ہو جائیں، جیسے کہ صحیحین میں ہے۔کیونکہ یہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو نبی اکرم ﷺ کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور دین سے برگشتہ ہو گئے تھے اس کی دلیل نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان ہے سحقا لمن بدل بعدی میرے بعد مرتد ہونے والے

دور ہوجائیں ان لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کے بعد کفر اختیار کرلیا تھا اور آپ کی امت میں سے کفر اختیار کرنے والوں کے اعمال آپ پر پیش نہیں کئے جاتے کیونکہ ان کے پیش کرنے کا فائدہ نہیں پیش کرنے میں حکمت یہ ہے کہ آپ ان کے اچھے اعمال ملاحظہ فرما کرخوش ہوں اور برے اعمال کیلئے دعائے مغفرت فرمائیں"۔

(اسلامی عقائد،ص 219،220،مکتبہ قادریہ، جنوری 1990)

قائد رضاخانیت جناب مولانا شاہ احمد نورانی صاحب اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں:

"حضرت صاحب الفضیلۃ والارشاد السید یوسف ہاشم الرفاعی حفظہ اللہ نے ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ اور الرد المحکم المنیع لکھ کر اہل سنت و جماعت کے دفاع کا حق ادا کردیا ۔۔دلائل قاہرہ کا ایک تسلسل ہے اور مذہب مہذب اہل سنت و جماعت کی حقانیت کو براہین قاطعہ سے ثابت کیا ہے"۔

(اسلامی عقائد،ص 11)

اس کے علاوہ مفتی محمود احمد رضوی، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، مولانا عبدالستار خان نیازی کی تائید کتاب پر ثبت ہے۔

پس ثابت ہوا کہ عرض اعمال والی حدیث سے تفصیلی اعمال یعنی تمام انسانوں کے اعمال پیش نہیں کئے جاتے تو اس سے علم کلی پر استدلال کا کیا معنی؟

ایک اور نکتہ بھی ملاحظہ ہو کہ بالفرض علی سبیل المحال مسلمان، کافر سب کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں تو رضاخانی تو اس سے کلی علم غیب ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں دنیا میں انسان کے علاوہ چرند پرند، جانور، جمادات ان کے احوال تو پیش نہیں کئے جاتے تو ان کا علم کلی تو حضور ﷺ کو نہیں لہذا اس حدیث سے علم کلی پر استدلال نری جہالت کے سوا کچھ نہیں۔

عقیدہ حاضر و ناظر پر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کی ایک عبارت

آل بدعت اس سلسلے میں شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی ایک عبارت بھی پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے لکھا ہے کہ امت کے احوال آپ پر پیش ہوتے ہیں اور آپ ان احوال پر حاضر و ناظر ہیں۔تو جواباً عرض ہے کہ یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں ہم کہہ چکے ہیں کہ ہم عرض اعمال اجمالی کے منکر نہیں۔بلکہ یہ عبارت تو آل بدعت کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو ہر جگہ ہر مقام ہر گھڑی حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں جبکہ اس عبارت میں تو صرف اپنی امت وہ بھی امت اجابت (یعنی صرف آپ ﷺ پر ایمان لانے والوں) کے اعمال پر حاضر و ناظر ہونے کا کہہ رہے ہیں۔نیز ہم اصول میں واضح کر چکے ہیں کہ عقائد کے باب میں قرآن و حدیث چاہئے نہ فلاں وفلاں۔

رہی یہ بات کہ ہر جگہ ہر مقام ہر گھڑی آپ حاضر و ناظر ہوں یہ کفریہ عقیدہ شیخ صاحب رحمہ اللہ علیہ کا نہیں چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں:

''اس وقت آپ (ﷺ) مدینہ شریف میں موجود نہ تھے''۔

(مدارج النبوۃ، ج1 ،ص82)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالی عنہا کے فوت ہونے کے وقت حاضر نہیں تھے''۔

(تاریخ مدینہ ترجمہ جذب القلوب،ص 175 ،مترجم مولوی محمد صادق نقشبندی،نوری کتب خانہ لاہور)

امام ابن کثیر نے امام قرطبی رحمہ اللہ کے حوالے سے بعض ایسی روایات نقل کی ہیں جن میں عزیز و اقارب پر بھی عرض اعمال ہوتا ہے تو کیا رضاخانی انہیں بھی حاضر ناظر و مشکل کشا سمجھیں گے؟

وَقَدْ قَبِلَهُ الْقُرْطُبِيُّ فَقَالَ بَعْدَ إِيرَادِهِ: [قَدْ تَقَدَّمَ] انَّ الْاَعْمَالَ تُعْرَضُ عَلَى اللّٰهِ كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ وَخَمِيسٍ وَعَلَى الْاَنْبِيَاءِ وَالْآبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ يَوْمَ الجُمُعَةِ. قَالَ: وَلَا تَعَارُضَ فَإِنَّهُ يُحْتَمَلُ انْ يُخَصَّ نَبِيُّنَا بِمَا يُعْرَضُ عَلَيْهِ كُلَّ يَوْمٍ وَيَوْمَ الْجُمُعَةِ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ.

(تفسیر ابن کثیر، ج2،ص 307)

یہ روایت سعید اسد صاحب نے بھی تسلیم کی ہے۔ملاحظہ ہو: مسئلہ حاضر وناظر،ص 45

پھر عرض اعمال کی احادیث خبر احاد میں سے ہیں اور اہل بدعت کے ہاں یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے لہذا عرض اعمال والی احادیث سے اس عقیدے پر استدلال ہی نہیں کیا جاسکتا۔

پھر سعید اسد کا یہ سارا عقیدہ اسی باطل وموہوم نظریہ پر ہے کہ ''تکمیل قرآن کے وقت'' جس پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں ما قبل میں اس پر گفتگو ہو چکی ہے''۔

(دروس مناظرہ،ص 463 تا 475)

خلاصہ کلام:

(۱) عرض اعمال کا تعلق عقیدہ حاضر وناظر سے نہیں کیونکہ عرض اعمال کا مطلب ہے کہ حضور ﷺ کی قبر اطہر میں مومنین کے اعمال اجمالا پیش کئے جاتے ہیں جبکہ رضاخانی اول تو حضور ﷺ کو جسم کے ساتھ ہر جگہ حاضر وناظر مانتے ہیں ثانیا عرض اعمال میں بھی ان کا یہ کفریہ عقیدہ ہے کہ:

''تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے''

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 222)

ہمارا کھلا چیلنج ہے کہ عرض اعمال میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی عبارت پیش کرو جس میں قبر سے تمام کائنات کو سامنے حاضر کرنے کا ذکر ہو۔

(۲) ثانیاً شیخ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات جو موصوف نے رضاخانی کتب سے سرقہ کی ہیں ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اول تو ان میں عرض اعمال کی بات ہو رہی ہے اور ہم عرض اعمال کے منکر نہیں۔ثانیاً موصوف نے جو عبارات پیش کی ہیں وہ خود موصوف کا عقیدہ بھی نہیں مثلاً موصوف ایک عبارت پیش کر کے اچھلتے ہیں کہ شیخ صاحب نے فرمایا:

''ترجمہ: بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ یہ خطاب یعنی التحیات میں حضور ﷺ کو السلام علیک ایھا النبی کہہ کر سلام عرض کرنا اس وجہ سے ہے کہ حقیقت محمدیہ موجودات کے ذرہ ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں سرایت کئے ہوئے ہیں اس لئے کہ حضور ﷺ نمازیوں کی ذات میں موجود اور حاضر ہیں نمازی کو چاہئے کہ اس بات سے آگاہ رہے اور اس شہود سے غافل نہ ہوتا کہ قرب کے انوار اور معرفت کے بھیدوں سے روشن اور کامیاب ہو جائے''۔

(اشعۃ للمعات ،جلد اول،ص 401 بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی ، ج1، ص228)

شیخ دہلوی تو اس میں کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ نہیں بلکہ حضور ﷺ کی ''حقیقت محمدیہ'' کائنات کے ہر ہر ذرہ اور ممکنات کے ہر ہر فرد میں ہے اس کا اس رضاخانی کے عقیدہ حاضر ناظر سے کیا تعلق؟ کیونکہ رضاخانی تو اپنا عقیدہ حاضر ناظر کے باب میں یہ لکھوا رہا ہے کہ:

''حاضر و ناظر کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے جسم اقدس کے ساتھ روضہ مبارکہ میں تشریف فرما ہیں اور تمام کائنات آپ کے سامنے حاضر ہے جسے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں آپ جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں اگر آن واحد میں امکنہ متعددہ پر تشریف لے جانا چاہیں تو ممکن ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 222)

اب رضاخانی تو حضور ﷺ کو صرف اور صرف قبر میں مان رہا ہے ہاں تمام کائنات کو آپ کے پیش نظر مان رہا ہے اور اسی کو حاضر و ناظر سے تعبیر کر رہا ہے احیاناً تمام کائنات یا ان کے ذروں میں نہیں بلکہ چند جگہوں پر اگر حضور ﷺ چلے جائیں تو اسے حاضر و ناظر سے تعبیر کر رہا ہے

مگر شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اس عبارت میں تو اس عقیدہ کا دور دور تک کوئی وجود نہیں؟ بلکہ خود رضاخانیوں کے خلاف ہے کہ شیخ صاحب تو معاذ اللہ کائنات کے ہر ہر ذرہ یعنی نقل کفر کفر نہ باشد گندی نالیوں کیونکہ یہ بھی کائنات کے ذروں میں شامل ہے اور ممکنات کے ہر ہر فرد یعنی کیڑے مکوڑوں کیونکہ ممکنات کے افراد تو یہ بھی ہیں میں مان رہے ہیں معاذ اللہ جو خود رضاخانیوں کے ہاں بھی گستاخی ہے۔ چنانچہ بندیالوی لکھتا ہے:

"چوتھی خرابی یہ ہوگی کہ منکرین حاضر و ناظر یہ گستاخی کرتے ہیں کہ جب آپ ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو جس جگہ ہم کھڑے ہیں یہ بھی تو ایک جگہ ہے اور یہاں بھی آپ حاضر ہوں گے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اس جگہ پر تو ہمارے قدم ہیں نیز بیت الخلا بھی تو ایک جگہ ہے یہاں بھی آپ حاضر و ناظر ہوں گے نعوذ باللہ من ھذا الخرافات"۔

(مسئلہ حاضر و ناظر ص26)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی عبارت میں اگر کوئی تاویل نہ کی جائے اور اسے ایسے ہی بیان کیا جائے جیسا رضاخانی کہہ رہا ہے تو یہ گستاخی بوجہ اتم اس میں پائے جائے گی۔ تو جو عقیدہ تیرا ہے وہ شیخ کی عبارت میں نہیں اور جو شیخ کی عبارت میں ہے وہ تیرا عقیدہ نہیں۔ لیکن چونکہ احمق رضاخان فاضل بریلوی اسمعیلی رضاخانی اس کے بعد احمد یار گجراتی اس کے بعد غلام مہر علی نے حاضر و ناظر کے مسئلہ پر اس عبارت کو اپنی کتب میں نقل کیا تو تو نے بھی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے بنا سوچے سمجھے اسے نقل کر دیا ان احمقوں کے نزدیک بس کچھ بھی لکھ دینا کا نام جواب ہوتا ہے۔

غیر متعلقہ عبارات تم نقل کرو اور جب کوئی کہے کہ اس عبارت کا ہمارے مدعی سے کوئی تعلق نہیں تو کیا جواب دیں تو فیس بک پر ماتم شروع کر دیتے ہیں کہ ہائے جواب نہیں دیا۔

موصوف ان عبارات کے متعلق کہتے ہیں:

"وہابیت دیوبندیت کے عقیدے پر چار حرف کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول، ص 227)

حالانکہ ایمان سے پوچھئے تو (الزاما) شیخ صاحب تو رضاخانیوں کے عقیدہ پر اول چار حرف بھیجتے ہیں پھر ساتھ میں پھٹکار برساتے ہوئے گویا یوں گویا ہوتے ہیں کہ:

''کم بختو!!! میں تو کائنات کے ہر ہر ذرہ میں ذرہ اچھا ہو یا برا، گندہ ہو یا صاف، اعلیٰ ہو یا ادنی، زمین پر ہو یا آسمان پر، ہر ہر فرد، پھر وہ فرد جمادات ہو یا حیوانات، انسان ہو یا کوئی جانور، پرندہ ہو یا حشرات الارض، سب میں معاذ اللہ حضور ﷺ کو حاضر ناظر بلکہ ان کے اندر مانتا ہوں اور تم صرف روضہ رسول ﷺ کے اندر ان کو مان رہے ہو؟۔ میں کہتا ہوں وہ کائنات کے ہر ہر ذرہ میں گھسے ہوئے ہیں تم کہتے ہو نہیں روضہ رسول ﷺ میں تشریف فرماہیں۔ تو میرے اور تمہارے عقیدہ میں کیا مناسبت؟''

اگر شیخ کی عبارت میں اس حقیقت محمدیہ سے حاضر و ناظر اور وہ بھی حضور ﷺ کی ذات کو لیا جائے تو شیخ صاحب ایک جگہ فرماتے ہیں:

''وجہ رابع یہ کہ حضور ﷺ کی حقیقت شریف جامع حقائق تمامہ امت بلکہ کائنات ہے اور منشا موجودات اصلیہ وفرعیہ ہے اور تمام حقائق جواہر واعراض واجسام میں جاری ہیں لہذا گویا آپ کی روح شریف کی جسد لطیف سے جدائی ہر روح کی ہر جسد ذی حیات سے جدائی ہے''۔

(مدارج النبوۃ جلد دوم ص 740 مترجم رضاخانی)

اگر اسی کا نام حاضر و ناظر ہے تو پھر تو معاذ اللہ حضور ابو جہل کے اندر بھی حاضر و ناظر بلکہ میرے اندر بھی ہیں اور میرا وجود بعینہ حضور ﷺ کا وجود ہوا۔ رضاخانی تو حضور ﷺ کو صرف روضہ میں حاضر و ناظر مان رہے ہیں اور شیخ تو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے نہیں جوہر ہو عرض ہو خواہ جسم طبعی ہو تعلیمی ہو ہر ایک میں آپ معاذ اللہ گھسے ہوئے ہیں ہر ایک میں حاضر و ناظر ہیں۔

کہاں کی مٹی کہاں کا روڑا

بھان متی نے یوں کنبہ جوڑا

بہرحال قصہ مختصر یہ کہ دراصل شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت کا تعلق صوفیاء کی ایک اصطلاح ''حقیقت محمدیہ'' سے ہے اور جو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے لیکر ادنی

حضرت تک کسی احمق الناس بلکہ اشد احمق کو سمجھ نہیں آئی۔علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی اس مسئلہ پر یوں محققانہ بحث کرتے ہیں۔ملاحظہ ہو:

”حقیقتِ محمّدیہ

مغالطہ دہی میں بدعتیوں کا کوئی ثانی نہیں اب دیکھیں کہ یہ لوگ حاضر و ناظر کے مسئلہ کو ثابت کرنے کیلئے صوفیاء کی ایک اصطلاح ”حقیقت محمدیہ“ سے سادہ لوح عوام کو مغالطہ دیتے ہیں۔

حالانکہ حقیقت محمدیہ کو اس عقیدہ حاضر و ناظر سے کوئی تعلق نہیں۔حقیقت محمدیہ کا مطلب یہ ہے کہ صوفیاء کہتے ہیں کہ دیکھو عقل سوال کرتی ہے کہ جب یہ کائنات نہ تھی تو اللہ کہاں تھا؟ تو اس کا جواب دیا گیا کہ رب تعالی نے اپنے متعلق فرمایا کہ کُنْتُ کَنْزاً مَخْفِیّاً فَأَحْبَبْتُ أَنْ أُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِأُعْرَفَ میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں۔اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی کی ذات کائنات و خلق کی تخلیق سے پہلے بھی اپنی تمام صفات و کمالات کے ساتھ موجود تھی مگر اس ذات کو پہچاننے والا کوئی نہ تھی اکیلی ذات تھی اب جب مخلوق کی اللہ نے تخلیق کا ارادہ کیا تو اس تخلیق سے پہلے جو ظہور امر کا پہلا مرتبہ آیا ہے یعنی اللہ تعالی کے امر و ارادے کا جو پہلا ظہور رہوا وہ اللہ تعالی کی ”حب“ کا ظہور ہوا اب اس مخلوق کی تخلیق سے بیشتر اللہ تبارک وتعالی نے نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ کو پیدا فرمایا جیسا کہ روایت پیش کی جاتی ہے کہ اول ما خلق الله نوری ایک اور روایت میں آتا ہے کہ لولاك لما خلقت الافلاك اب جب نبی اکرم ﷺ خلق کے اعتبار سے اول ہوئے اور ادھر اللہ نے فرمایا کہ میں نے محبت کی کہ میں پہچانا جاؤں تو اللہ کی جو یہ کمال حب کا ظہور رہوا تو یہ نبی اکرم ﷺ کی تخلیق کے وقت ہوا چنانچہ آپ ﷺ اللہ تعالی کے محب بھی تھے محبوب بھی تھے محبّیت ذاتی اور محبوبیت ذاتی علی وجہ الاتم وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات مقدسہ میں موجود ہے اب جو نبی کریم ﷺ کی تخلیق کا ظہور ہوا انہیں پیدا کیا گیا تو اس خلق کو صوفیاء کے ہاں ”تعین اول“ کہا جاتا ہے مطلب اللہ تعالی نے حضور

ﷺ کو سب سے پہلے تخلیق کیا اس کے بعد تمام مخلوقات کو تخلیق کیا۔ چنانچہ مجدد الف ثانی نوراللہ مرقدہ لکھتے ہیں:

''اور حقیقت محمدیہ علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام جو کہ حقیقت الحقائق ہے مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر آخر کار جو کچھ منکشف ہوا وہ تعین وظہور حبی ہے جو کہ تمام ظہورات کا مبداء اور تمام مخلوقات کی پیدائش کا منشا ہے۔ مشہور حدیث قدسی میں آیا ہے کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الاخلق لاعرف (میں ایک مخفی خزانہ تھا میں نے محبوب رکھا کہ میں پہچانا جاؤں پھر میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ میں پہچانا جاؤں) سب سے پہلی چیز جو اس مخفی خزانہ سے ظہور کے تحت پر جلوہ گر ہوئی وہ محبت تھی جو کہ مخلوقات کی پیدائش کا سبب ہوئی اگر یہ محبت نہ ہوتی تو ایجاد کا دروازہ نہ کھلتا اور عالم عدم میں مستقل طور پر اپنا ٹھکانہ رکھتا حدیث قدسی لولاك لما خلقت الافلاك (اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا) جو کہ خاتم الرسل کی شان میں واقع کا راز اس جگہ سے معلوم کرنا چاہئے اور لولاك لما اظهرت الربوبيت (اگر تو نہ ہوتا تو میں ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا) کی حقیقت کو اس مقام میں تلاش کرنا چاہئے۔

(مکتوبات اردو، ج3،ص 1609، مترجم سعید احمد نقشبندی بریلوی)

اسی بات کو عاشق رسول ﷺ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان کیا:

سب سے پہلے مشیت کے انوار سے نقش روح محمد بنایا گیا
پھر اسی نور سے لیکر روشنی بزم کون و مکان کو سجایا گیا

وضاحت: حجۃ الاسلام حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کی طرف یہ اشعار منسوب ہیں اس لئے ہم نے بھی بوجہ شہرت نسبت کر دی البتہ اس کا ماخذ ہمیں دستیاب نہ ہوسکا۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حقیقت محمدیہ خالصۃ تصوف کی اصطلاح ہے اور ظاہر ہے کہ اس

پر عقیدے کی بنیاد وہ بھی اس طرح کہ جو نہ مانے وہ کافر ہے کسی طور پر بھی نہیں رکھی جاسکتی۔

پھر اس اصطلاح کی کامل وضاحت قرآن و حدیث میں موجود نہیں جو احادیث پیش کی گئی وہ محدثین کے ہاں سخت مجروح ہیں بلکہ اس اصطلاح کی واحد مضبوط بنیاد ''کشف'' ہے چنانچہ حضرت مجدد و منور رحمۃ اللہ علیہ نے خود یہ کہہ کر:

''مراتب ظلال کے طے کرنے کے بعد اس فقیر پر آخر کار جو کچھ منکشف ہوا''

اس کی وضاحت فرمادی کہ اس کا تعلق خالصتا کشف سے ہے۔ پس کسی امتی کا کشف تو ویسے ہی کسی دوسرے پر حجت نہیں چہ جائیکہ اس سے عقیدہ بنالیا جائے۔

ثالثا: حقیقت محمدیہ کی جو وضاحت ما قبل میں گزری اس سے بریلویوں کے عقیدہ حاضر و ناظر کا دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ہم نے جتنے بھی ما قبل میں آل بدعت کے عقیدے نقل کئے بتائے اس میں سے کونسا عقیدہ اس اصطلاح پر منطبق ہوتا ہے؟ اس اصطلاح سے تو صرف ظہور اول کا تعین مقصود ہے۔ اس کو ایک عام فہم آسان سی مثال سے سمجھ لیں مثلا آپ کو کوئی سفید چٹا کاغذ دے دیا جائے جس پر کسی قسم کی تحریر کوئی لکیر کوئی نکتہ نہ ہو صاف شفاف سفید کاغذ ہو اور کہا جائے کہ اس پر کچھ لکھو تو اب جو آپ پہلا لفظ لکھیں گے سمجھ لو کہ وہی ''تعین اول'' اور اس کے بعد جن جن الفاظ کا ظہور ہوگا وہ اس تعین اول کے ظلال ہوں گے۔ اب کوئی بے وقوف اس سے یہ مفہوم اخذ کرے گا کہ وہ پہلا لفظ اب ہر جگہ حاضر و ناظر ہے دیگر تمام الفاظ کے ذرہ ذرہ کائنات میں موجود تمام کاغذوں کے ذرہ ذرہ میں وہ پہلا لفظ موجود ہے؟۔ ہر گز نہیں مگر خدا ان بدعتیوں کو سمجھ دے جو اس کا یہی مطلب بیان کر رہے ہیں۔

خامسا: حقیقت محمدیہ کی جو تعریف راقم نے نقل کی ہے وہ میری ذاتی تحقیق ہے جو بزرگوں کے اقوال سے مجھے سمجھ آئی اگر کسی کا ذوق و تحقیقی مزاج یا ''کشف'' اس کے خلاف ہو تو اس کو اختلاف کا مکمل حق دلیل کے ساتھ حاصل ہے، بشرطیکہ قرآن و حدیث کی نصوص سے تعارض نہ آتا ہو کیونکہ **ولا مشاحۃ فی الاصطلاح**۔ لیکن یاد رہے کہ عقیدہ اس سے پھر بھی

ثابت نہ ہوگا۔

حقیقت محمدیہ اور پیر نصیر الدین گولڑوی

پیر نصیر صاحب لکھتے ہیں:

"بعض کم علم (جیسا کہ بدعتی۔از ناقل) حقیقت محمدیہ سے مراد رسالت مآب ﷺ کی معروف ذات لیتے ہیں جو غلط محض ہے صوفیاء کے نزدیک جب ذات بحت نے تنزل فرمایا تو اس کا سب سے پہلا تعین حقیقت محمدیہ تھا اور جب آنحضرت ﷺ نے عروج کیا تو آپ کو اس ذات عروج کی انتہاء تنزل کی ابتداء تھی معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے عروج اور ذات باری تعالی کے نزول کا نقطہ حقیقت محمدیہ ہے"۔

(راہ ورسم منزلہا، ص 64,63)

(دروس مناظرہ، ص 491 تا 495)

موصوف نے شیخ صاحب کا ایک حوالہ اپنے ہی بدنام زمانہ رسالہ "کلمہ حق" سے پیش کیا اب اپنے گھر کا حوالہ پیش کرنے پر خود رضاخانی کیسے درگت بناتے ہیں وہ بارہا ہم ذکر کر چکے ہیں مگر چونکہ نسل اعلی حضرت کو اعلی حضرت سے بے شرمی ڈھٹائی کی "اعلی حضرت شلوار" خلافت میں ملی ہے لہذا بار بار نقل کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں۔

رضاخانی لکھتا ہے:

"اس کے بعد اگر کہیں رب تعالی حضور ﷺ کے جسم پاک کو ایسی حالت و قدرت بخشی ہے کہ جس جگہ چاہیں تشریف لے جائیں خواہ بعینہ اس جسم سے خواہ جسم مثالی سے خواہ آسمان پر خواہ زمین پر خواہ قبر میں یا اور کہیں تو درست ہے قبر سے ہر حال میں خاص نسبت رہتی ہے"۔

(مدارج النبوۃ، جلد دوم، ص 450، حنفیت کے باغی دیوبندی، ص 227)

اب اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ اس میں مسئلہ حاضر و ناظر کہاں ہے؟ کیونکہ تمہارا مسئلہ حاضر و ناظر کا عقیدہ تو یہ ہے کہ کائنات کے ذرے ذرے کا علم حضور ﷺ رکھتے ہیں جو پکارے حضور مدد

کیلئے پہنچ جاتے ہیں کائنات کے ہر ذرے میں حضور موجود ہیں حضور اپنے جسم کے ساتھ ہر جگہ موجود ہیں ہر ایک ہی پکار سنتے ہیں صرف حضور ہی نہیں بلکہ معاذ اللہ شیطان بھی ان تمام خصوصیات کا حامل ہے۔

شیخ صاحب نے جو لکھا ہے ہم اس کے مخالف نہیں یہ جاہل دوسروں کو عقیدہ نہ پڑھنے کا طعنہ دیتا ہے جبکہ احمق خود پرلے درجے کا جاہل ہے۔محدث کبیر حضرت شیخ خلیل احمد سہارنپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"یہ عقیدہ سب کا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور عالم غیب میں اور جنت میں جہاں چاہیں باذنہ تعالی چلتے پھرتے ہیں اور اس عالم میں بھی حکم ہو تو آسکتے ہیں اور صلوۃ و سلام ملائکہ پہنچاتے ہیں اور اعمال امت آپ ﷺ پر پیش ہوتے ہیں اور جس وقت حق تعالی چاہے دنیا کے احوال کشف ہو جاتے ہیں اس میں کوئی مخالف نہیں"۔

(البراہین القاطعہ،ص 203،204 وتفریح الخواطر،ص 73)

تو جاہل انسان! جس چیز کے ہم منکر ہی نہیں جسے ہم بطور نظریہ تیری نطفہ حرام کے قرار پکڑنے سے پہلے ہم کتابوں میں لکھ چکے ہیں آج اس کا منکر کہہ کر پھر اس عبارتیں پیش کرتے ہوئے ذرا حیاء نہیں آتی؟۔

او ہم تجھے بتاتے ہیں کہ تیرے حاضر و ناظر کا عقیدہ کیا ہے اس گندے عقیدے کی رو سے تیرا اچھروی لکھتا ہے:

"حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں"

(مقیاس حنفیت،ص 282)

علامہ نقشبندی صاحب نے اپنی کتاب میں اس گستاخانہ کفریہ عبارت پر طویل تبصرہ کیا تھا جسے یہ تیجے کا حلوہ سمجھ کر ہضم کر گیا غیرت ہے تو شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے یا سادات احناف سے یہ پیش کر کہ معاذ اللہ جب الیاس عطار زوجہ محترمہ پر چڑھا ہوا ہوتا ہے تو اس وقت بھی حضور ﷺ حاضر و ناظر ہوتے ہیں یہ اصل تمہارا غلیظ عقیدہ ہے جسے کبھی حیاۃ الانبیاء اور کبھی عرض

اعمال کی آڑ میں چھپانے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔

رضاخانیوں کو کھلا چیلنج

علامہ نقشبندی صاحب ”دروس مناظرہ“ میں فرماتے ہیں:

”بدعتیوں سے صرف نبی کریم ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے پر مناظرہ نہ ہوگا بلکہ شیطان کے حاضر و ناظر ہونے پر بھی مناظرہ ہوگا۔

مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

”شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے“۔

(نورالعرفان ص 184 از مفتی احمد یار خان نعیمی)

یہی مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”ابلیس کی نظر تمام جہاں پر ہے کہ وہ بیک وقت سب کو دیکھتا ہے اور تمام مسلمانوں کے ارادوں بلکہ دل کے خطرات سے بھی خبردار ہے کہ نیک ارادے سے بازرکھتا ہے اور برے ارادے کی حمایت کرتا ہے“۔

(تفسیر نعیمی ج3 ص114 آیت نمبر 268)

یہی عقیدہ ان بدبختوں کا نبی کریم ﷺ کیلئے ہے۔

نواب احمد رضا خان کی مصدقہ کتاب ”انوار ساطعہ“ میں ہے:

”تماشا یہ ہے کہ اصحاب محفل میلاد تو زمین کی تمام جگہ پاک و ناپاک، مجالس مذہبی وغیرہ میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوی نہیں کرتے ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اس سے بھی زیادہ تر مقامات پاک ناپاک، کفر غیر کفر میں پایا جاتا ہے“۔

(انوار ساطعہ ص 359)

یعنی یہ شیطان کو نبی کریم ﷺ سے زائد مقامات پر حاضر وناظر مانتے ہیں اب جہاں اپنے عقیدے میں حضور ﷺ کے حاضر وناظر کو لکھیں گے وہاں اپنے پیر شیطان کا بھی ذکر کریں گے۔اوراس کے حاضر وناظر ہونے پر بھی دلائل دیں گے"۔

لہذا غیرت کروسادات احناف سے یہ ثابت کروکہ صرف حضور ﷺ ہی نہیں بلکہ معاذاللہ شیطان بھی ہر جگہ بلکہ حضور ﷺ سے زائد مقامات پر حاضر ناظر ہے استغفراللہ۔

دیوبندی علماء کی عبارات اور لایعنی بھرتی

صفحہ نمبر 226 پھر صفحہ 231 تا236 مولانا غازی ابو بکر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا انصر باجوہ صاحب کے حوالے سے فضول بکواسات اور صفحات کے صفحات سیاہ کئے اس کا اصولی جواب کتاب کے شروع میں "چوتھا اصول" پڑھ لیں بلکہ تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لیں جہاں ہم نے کسی عالم دین کی کسی بھی عبارت کا جواب نہ دیا ہوا ہو تو اس کا جواب یہی اصول نمبر 4 ملاحظہ فرمالیں۔

مختصر جواب یہ ہے کہ علامہ ابو بکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب غیر مقلدین کی بدنام زمانہ کتاب "الدیوبندیہ" کے جواب میں الزاما لکھی گئی ہے لہذا وہ ساری جروحات الزاما ہیں ۔کیونکہ الدیوبندیہ میں بھی اس قسم کی صوفیاء کی عبارات کشف وغیرہ کی بنا پر سعودی علماء کو یہ تاثر دیا گیا تھا کہ یہ بریلوی ہیں معاذاللہ تو علامہ غازی پوری صاحب نے وہی کچھ عربی میں الزاماان کے گھر سے نقل کر دیا۔

فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

"اہل علم کے ہاں مسلم ہے کہ جب کوئی مضمون محقق ومسلم مضمون کے خلاف ہو تو اس کی تاویل ضروری ہے"۔

(تحقیق الاکابر،ص199)

پس شیخ کی تعظیم علمائے دیوبند کے ہاں مسلم ہے لہذا یہ عبارات موول ہیں۔

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی عبارات

اس کے بعد ملا علی قاری کی عبارت لان روحه علیه حاضرة فی بیوت اهل الاسلام پیش کی۔

اس کا منہ توڑ جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ دے چکے ہیں۔موصوف کو بھی اس کا علم ہے لہذا کہتا ہے:

"تحریفات کے وہ پہاڑ توڑے کہ الامان والحفیظ لیکن مزے کی بات یہ کہ ان پہاڑوں کو دارالعلوم کراچی ہی کے مفتیوں نے زمین بوس کر دیا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص237)

کہاں زمین بوس کیا ہے؟ جب موصوف پیش کریں گے تو ہم حاضر ہیں مگر پھر موصوف فیس بک پر یہ رنڈی رونا نہ رونا کہ اصول اصول کیوں کھیل رہے ہو؟ یہ بھی مت بھولے کہ خود موصوف بھی علم غیب میں ملا علی قاریؒ کی ایک عبارت کو "کاتب" کے کھاتے میں ڈال چکے ہیں۔لہذا اب تو اس عبارت میں "لا" کو لانا اور کاتب کے کھاتے میں لا کا نہ ڈالنا ہمارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہوگیا ہے۔

ثانیا ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت خود رضاخانیوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ رضاخانی کہہ چکے ہیں کہ حاضر و ناظر کا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ اپنی قبر انور میں موجود ہیں اور ساری کائنات کو ملاحظہ فرمارہے ہیں جبکہ اس میں تو ہے کہ حضور ﷺ کی روح ہر مسلمان کے گھر میں ہوتی ہے جو رضاخانیوں کا اس باب میں عقیدہ ہی نہیں۔

مزے کی بات یہ کہ خان صاحب بریلوی مسلمانوں کی روحوں کو بھی گھروں میں مانتے ہیں اس پر کتاب بھی لکھ چکے ہیں "اتیان الارواح" جو فتاوی رضویہ کی جلد نہم میں ہے تو کیا اب ہر مسلمان بھی رضاخانیوں کے ہاں حاضر ناظر ہے؟

اس کے بعد ص 237 پر جتنی عبارات پیش کی ہیں ان سب کا تعلق "عرض اعمال" سے ہے جس کے ہم منکر نہیں البتہ ایک عبارت پر موصوف کو بڑا ناز ہے ملاحظہ ہو:

"فیه تنبیه انه صلی الله علیه وسلم حاضر ناظر فی ذالك العرض

الا کبر

اوراس میں ایک بہت بڑی تنبیہ ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ اس بڑی پیشی میں حاضر و ناظر ہوں گے۔(مرقاۃالمفاتیح شرح مشکاۃالمصابیح، جلد10ص210 مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

ہوسکتا ہے کہ کوئی اسمعیلی وہابی یہ کہے کہ اس عبارت سے کیسے عقیدہ ثابت ہوسکتا ہے تو اس کے جواب میں میں کہتا ہوں اسی طرح جس طرح وہابی اسمعیلی ابوایوب نے ثابت کیا۔

وہابی اسمعیلی حاضر و ناظر کی نفی کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مشہور یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ رقیہ کے فوت ہونے کے وقت حاضر نہ تھے۔

(راہ سنت شمارہ1،ص39)

مزید لکھتے ہیں: اس وقت آپ مدینہ شریف میں موجود نہ تھے۔

(راہ سنت شمارہ3،ص39)

اگر وہابی اسمعیلی ابوایوب کی ان عبارات سے حاضر و ناظر کی نفی ہوسکتی ہے تو اسی وہابیہ اسمعیلیہ کے اصول سے اثبات بھی ہوسکتا ہے۔۔۔بالخصوص آخری عبارت تو وہابیہ دیوبندیہ کے منہ پر وہ طمانچہ ہے جس کو یہ ساری زندگی نہیں بھول سکتے کہ ملا علی قاری نے بیک وقت حاضر ناظر کے الفاظ سرکار دوعالم ﷺ کیلئے لکھے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص238)

واقعی! رضاخانی بولتے تو ہیں سمجھتے نہیں اعلیٰ حضرت فاضل ازفضلہ جاہلوں کے پیشوا تھے۔ابھی میں مختصر جواب دینے لگا ہوں اس جواب سے اندازہ لگاؤ کہ جس دن تم میدان مناظرہ میں ہمارے ہاتھ لگے ہم تمہارا کیا حشر کریں گے؟۔

(ا)**اولا** یہ عبارت رضاخانیوں کے عقیدہ کے خلاف ہے کیونکہ ملا علی قاریؒ جس موقع پر حضور ﷺ کو حاضر و ناظر کہہ رہے ہیں وہ تو شفاعت کبری یوم القیامۃ کا دن ہے جبکہ تم نے جو عقیدہ لکھوایا ہے اس میں روضہ رسول ﷺ سے تمام کائنات کو دیکھنا حاضر و ناظر ہے گویا اس مقام پر تم بھی حضور ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے۔

(۲) **ثانیاً** ہم صرف حضور ﷺ ہی نہیں بلکہ کسی بھی زندہ انسان کے حاضر و ناظر ہونے کے منکر نہیں علامہ نقشبندی صاحب یوں عرض کرتے ہیں:

"ہم حاضر و ناظر کے بھی منکر نہیں

یاد رہے کہ ہم حضور ﷺ کیلئے صرف لفظ "حاضر و ناظر" کے منکر نہیں اس لئے کہ جس وقت جہاں آپ ﷺ موجود تھے ادھر حاضر تھے اور جس چیز کو ملاحظہ فرمارہے تھے اس پر ناظر بھی ہیں۔ مثلاً میں اس وقت آپ کے درمیان موجود ہوں تو اس کو آپ حاضر سے بھی تعبیر کرسکتے ہیں جیسا کہ آپ کی ابھی حاضری لی گئی تو ہر ایک جو یہاں موجود تھا وہ حاضر ہوں، حاضر ہے سے اپنی حاضری کا ثبوت دے رہا تھا تو کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ اب وہ ہر جگہ بھی حاضر و ہر ایک پر ناظر ہے؟ ایک محاورہ مشہور ہے کہ چوہے کو بھٹکری کیا ملی میڈیکل سٹور کھولنے کا سوچنے لگا یہی حال اہل بدعت کا ہے انہیں اگر کہیں صرف "حاضر" یا "ناظر" کا لفظ مل جائے تو فوراً چیخنے لگ جاتے ہیں دیکھو تم نبی ﷺ کو حاضر و ناظر نہیں مانتے۔

او بھائی! اس معنی میں اس کا کون منکر ہے؟ اختلاف تو اس میں ہے کہ جو تو نے حاضر و ناظر کا عقیدہ بتایا ہے جرات ہے تو اس کے مطابق اپنا عقیدہ قرآن و حدیث سے ثابت کر کے دکھا"۔

(دروس مناظرہ، ص 501)

کاش کہ یہ رضاخانی اس بکواسی کتاب پر وقت برباد کرنے کے بجائے ایک دفعہ "دروس مناظرہ" دیکھ لیتا تو یہ ذلیل نہ ہوتا۔

باقی علامہ ابو ایوب قادری صاحب زید مجدہ کی عبارات سے معارضہ کرنا جہالت و توجیہ القول بما لا یرضی بہ قائلہ ہے کیونکہ قادری صاحب کی پیش کردہ عبارات واقعی تمہارے عقیدہ حاضر و ناظر پر رد ہیں وہ محض حاضر و ناظر کے الفاظ سے تمہارے عقیدہ پر رد نہیں کررہے ہیں ان کا مقصد یہ ہے کہ رضاخانی ہر جگہ حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانتے ہیں گویا

عقیدہ ''موجبہ کلیہ'' ہے جس کی نقیض ''سالبہ جزئیہ'' ہے لہذا اگر کسی ایک مقام میں بھی آپ ﷺ کا حاضر نہ ہونا ثابت ہوگیا تو رضاخانیوں کا عقیدہ باطل یعنی رضاخانیوں کو اپنے عقیدہ کیلئے تو ہر جگہ حضور ﷺ کا حاضر و ناظر ہونا ثابت کرنا ہوگا جبکہ ہم اگر ایک جگہ بھی حضور ﷺ کا حاضر نہ ہونا ثابت کر دیں تو ہمارا مدعا ثابت ہو جائے گا۔ بس یہی قادری صاحب نے کیا لیکن حرام کے حلوے کھا کھا کر جس کے دماغ پر تیل چڑھ گیا ہو اس کی سیدھے طریقے سے بات کہاں سمجھ آنے والی ہے؟

علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ

اس کے بعد صفحہ 238 تا 239 علامہ محمد طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ کی دو عبارات جو ایک ہی مضمون کی ہیں اس کو پیش کیا حالانکہ اس عبارت کا تعلق ''عرض اعمال'' سے ہے جس پر ما قبل میں بحث ہو چکی ہے۔ رضاخانیوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس میں تو صرف امت محمدیہ ﷺ کے شہیدوں کی گواہی کا ذکر ہے یا فقط امتیوں پر اجمالی ناظر ہونے کا ذکر ہے جبکہ رضاخانی تو کہتے ہیں کہ تمام کائنات کے ذرے ذرے پر نظر ہے جس کا دور دور تک حضرت پٹنی کی عبارت میں کوئی ذکر نہیں۔

اگر غیرت ہے تو عرض اعمال کی عبارات پیش کرنے کے بجائے اپنا کفریہ عقیدہ کسی حنفی سے پیش کرو کہ معاذ اللہ حضور ﷺ ہر جگہ جسم کے ساتھ حاضر و ناظر ہیں یا ہر ایک کی دور و قریب سے سنتے ہیں عالم الغیب ہونے کی وجہ سے اور ہر ایک کی مشکل کشائی کرتے ہیں۔ محض ناظر یا حاضر کے لفظ پر اچھلنے سے مقصد حاصل نہیں ہوگا۔

اگر محض ناظر یا حاضر کے الفاظ سے موصوف کے ہاں عقیدہ حاضر و ناظر ثابت ہو جاتا ہے تو یہی علامہ طاہر پٹنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجمع بحار الانوار کی ج 3 ص 267 میں شہید کو ''لانہ حی لم یمت کانہ شاھد ای حاضر ''۔ پھر تو ہر شہید کو آج سے حاضر و ناظر کہو۔

مزے کی بات کہ اگلے صفحہ پر لکھا ہے: زوجھا حاضر''

(مجمع بحار الانوار، ج 3، ص 268)

اب موصوف کو چاہئے کہ ہر بیوی کے شوہر کو بھی ''حاضر ناظر'' مان ۔ خاص کر اپنی بیگم کے پاس تو مجھے ''حاضر'' ہی مان ۔ کیونکہ ملا علی قاری کی عبارت میں فقط حاضر و ناظر اور پٹنی کی عبارت میں محض ناظر کے لفظ سے موصوف جب ہر جگہ حاضر و ناظر کا عقیدہ بنا سکتے ہیں تو شوہر کے ساتھ بھی ''حاضر'' کے لفظ کے ساتھ بندہ عاجز پیر مظفر حسین شاہ کے گھر میں ''حاضر و ناظر'' کیوں نہیں ہوسکتا ؟

نیز علامہ طاہر پٹنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

''یرید ان شہادتہم بالہام اللہ ''۔(مجمع بحار الانوار، ج3،ص269)

یعنی صحابہ گواہی دیں گے ان کی یہی گواہی اللہ کے الہام کی بنا پر ہوگی۔

تو حضور ﷺ بھی جو مجاہدین کی گواہی دیں گے وہ عرض اعمال کی وجہ سے یا اللہ کی طرف سے وحی کی وجہ سے نہ یہ کہ معاذ اللہ حضور ﷺ علم غیب او رہر جگہ حاضر و ناظر ہیں ۔

علامہ اسمعیل حقی و شاہ صاحب

صفحہ 240 تا245 علامہ اسمعیل حقی کے حوالے دئے اگر چہ اس کا منہ توڑ جواب بھی ہمارے پاس ہے لیکن ہم اصولی جواب دیتے ہیں کہ ہمارے لئے معتبر نہیں علامہ کوثری کے جو مقالات کا حوالہ پیش کیا اس کا جواب جلد اول میں گزر چکا۔

شاہ صاحب کی عبارت کا تعلق عرض اعمال سے ہے نیز شاہ صاحب کے علم غیب کے کفر ہونے پر عبارات جلد اول میں گزر چکی ہیں اور رضا خانی تسلیم کر چکے ہیں کہ دونوں ایک ہیں یا کم از کم علم غیب کی فرع ہے پس جب علم غیب شاہ صاحب کے ہاں کفر تو لامحالہ حاضر و ناظر بھی کفر۔

ص246 تا253 پر کئی صفحات سیاہ کر دئے اور مسئلہ عرض اعمال مختلف کتب سے پیش کیا جس کے ہم منکر نہیں اسی طرح مختلف تفاسیر سے شاھدا کا معنی پیش کیا کہ قیامت کے دن آپ ﷺ امتوں کی گواہی دیں گے جس کے ہم منکر نہیں تفصیل امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ''تبرید النواظر'' میں دیکھیں یا علامہ نقشبندی صاحب کی ''دروس

مناظرہ'' دیکھیں ۔آپ موصوف کی جہالت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ کتاب میں کبھی عقیدہ حاضر ناظر میں کہتا ہے کہ حضور ﷺ قبر میں تشریف فرماہیں اور کائنات کے ذرہ ذرہ کو ملاحظہ فرمارہے ہیں کبھی عبدالحکیم شرف قادری کی عبارت ناقص پیش کرتا ہے جس میں ہے کہ حضور ﷺ کی روحانیت ونورانیت ہر جگہ حاضر وناظر ہے اور دلائل میں بعض تفاسیر سے نقل کررہا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے اللہ نے عرش تا فرش منکشف کردیا اب عقیدہ کیا ہے اور بک کیا رہا ہے؟ لیکن صفحات بھی تو سیاہ کرنے ہیں۔

آپ اس آدمی کی حواس باختگی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ علامہ آلوسی حنفیؒ کی حوالے سے ہمیں کہہ رہا ہے کہ:

''النبی اولی بالمومنین ای احق و اقرب الیھم من انفسھم نبی علیہ السلام مومنوں کی جانوں کی نسبت زیادہ حق رکھتے ہیں اوران کے زیادہ قریب ہے ۔۔۔اب وہابی اسمٰعیلی کو چاہئے کہ علامہ آلوسی جن کو وہ بہت ہی معتبر مانتا ہے ان کے قول پر عمل کرتے ہوئے سرکاردوعالم ﷺ کو (اگر وہ بزعم خود اپنے کو مومن کہتا ہے) تو اپنی جان سے بھی زیادہ قریب مانے ورنہ۔۔۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول، ص 248)

حالانکہ جان سے قریب تیرے منحوس وجود کے دنیا میں آنے سے پہلے امام حجۃ الاسلام قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ''تحذیر الناس'' میں مان چکے ہیں جسے تو نے بھی کتاب میں پیش کیا اور علامہ نقشبندی صاحب اس پر ''دروس تحذیر الناس'' میں ایسی محققانہ عاشقانہ بحث کرچکے ہیں کہ تیرے بڑے قیامت تک پیدا ہوجائے ایسی گفتگو نہیں کرسکتے۔

لیکن علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے تو بے ایمان ضرور ہے اس لئے کہ علامہ آلوسی تو بقول تیرے ہر مومن کی جان سے زیادہ قریب حضور ﷺ کو مانتے ہیں اور تو کہتا ہے کہ نہیں وہ تو قبر میں تشریف فرماہیں۔

انوارشریعت کی عبارت پر تکلیف

موصوف نے پورا صفحہ اس پر سیاہ کیا ہے کہ علامہ نقشبندی صاحب نے تو دعوی سادات

حنفیہ کا کیا تھا اور حوالہ انوار شریعت کا دیا کیا انوار شریعت والا سادات احناف میں سے ہے؟

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول ص 253)

عرض ہے کہ علامہ نقشبندی صاحب نے انوار شریعت کا حوالہ اس لئے نقل کیا تھا کہ اس نے احناف کا فتوی نقل کیا تھا انوار شریعت کی عبارت میں صاف بزازیہ کا حوالہ موجود تھا۔کیا بزازیہ والا حنفی نہیں؟۔عجیب تم علمائے دیوبند سے اپنا موقف ثابت کرو تو دلیل اور ہم پیش کریں تو واویلا؟

صفحہ 254 و 255 پر شاہ اسمعیل شہید پر بکواس کی ہے کہ وہ اللہ کو مکان سے پاک ماننے کو بدعت حقیقیہ کہتے ہیں معاذاللہ جس کا منہ توڑ جواب دفاع اہل السنۃ جلداول میں دے دیا گیا ہے۔

مخلوق کیلئے حاضر ناظر کا اقرار اور رضاخانی کا دماغ خراب

موصوف نے کلمہ حق سے سرقہ کرتے ہوئے براۃ الابرار پر اعتراض کیا کہ اس میں شیطان کو ہر جگہ حاضر و ناظر مانا اور صفحہ 256 و 257 اسی پر سیاہ کئے۔پھر صفحہ 279 پر دوبارہ یہ حوالہ نقل کر کے پھر پورا صفحہ سیاہ کیا ہے۔حالانکہ اس کا منہ توڑ جواب علامہ معاویہ قادری صاحب اس وقت دے چکے ہیں جب موصوف خان صاحب کی طرح ''شلوار'' کے بغیر گھومتے۔نورسنت کے شمارہ نمبر 13 میں حشمت علی رضوی کی اس بکواس کا جواب ''حشمتی ڈیڑھ ورقی کا رد بلیغ'' سے صفحہ 28 سے شروع ہوتا ہے۔ہم اس سے مختصر انداز میں پیش کرتے ہیں:

''حشمت علی نے براۃ الابرار پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا ہے۔

''اس کتاب کے صفحہ 57 پر۔۔۔صاحب لکھتے ہیں ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور محفل میلاد میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا نص قطعی سے ثابت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔اور طرہ یہ کہ اسی کفری مضمون کو براہین قاطعہ کی اس صفحہ 51 والی کفری عبارت کا مطلب بتایا ہے۔

(ص 3،4 کلمہ حق نمبر 9)

ان سب حضرات کا عقیدہ اس عبارت سے یہ ثابت ہوگیا کہ وہ حضرت ملک الموت علیہ الصلاۃ والسلام اور شیطان لعین کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت مانتے ہیں لیکن جو شخص رسول اللہ ﷺ کو یہ مانے کہ جہاں محفل میلاد شریف ہوتی ہے وہاں ۔۔۔تشریف فرما ہوتے ہیں اس بے چارے کو یہ حضرات وہابیہ دیوبندیہ مشرک و بے ایمان جانتے ہیں ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔

جواب:

افسوس مولوی حشمت علی نے اسی دھوکے اور دجل کا مظاہرہ کیا جس کا مظاہرہ مولوی احمد رضاخان نے حسام الحرمین میں کیا تھا۔

پس منظر:

قارئین کرام! اہل السنت والجماعت میں سے مولانا عبدالجبار عمر پوری نے ایک استفتاء کے جواب میں لکھا تھا کہ:

''آنحضرت ﷺ کا محفل میلاد میں تشریف لانے کا اعتقاد کرنا شرک ہے اس لیے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت خداوند تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، خداوند تعالیٰ نے اپنی خاص صفت کسی دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی۔''

یہ فتویٰ جب مولوی عبدالسمیع رامپوری کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کے جواب میں کتاب لکھی جس کا نام ''انوار ساطعہ'' رکھا جس کے اوپر مولوی احمد رضا خان کی تقریظ موجود ہے۔ اس انوار ساطعہ کے جواب میں ''براہین قاطعہ'' لکھی گئی جو مولانا خلیل احمد سہارنپوری ؒ نے لکھی ۔مولوی عبدالسمیع رام پوری نے مولانا عبدالجبار عمر پوری کی اس عبارت کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کسی کو عطا نہیں کی، کا رد کرتے ہوئے لکھا کہ:

''اللہ تعالیٰ کی صفت اسی طرح اور اسی حقیقت سے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے دوسرے میں نہیں ہوتی اور خصوصیت کے یہ معنی ہیں کہ یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ

اور روئے زمین پر کل جگہ موجود ہو جانا تو کچھ خاص مخصوص خدا کے ساتھ نہیں ۔۔۔ان احادیث سے معلوم ہوا کہ ملک الموت ہر جگہ حاضر ہے بھلا ملک الموت تو ایک فرشتہ مقرب ہے دیکھو شیطان ہر جگہ موجود ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ۔۔۔دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے ۔(انوار ساطعہ ص 359۔)

مولوی عبد السمیع رامپوری کی اس عبارت سے تین باتیں پتہ چلیں ۔

۱۔ بریلویوں کے نزدیک ہر جگہ حاضر ناظر ہونا اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ نہیں ۔

۲۔ ملک الموت اور شیطان ملعون ہر جگہ حاضر ہیں ۔

۳۔ زمین میں یہ قدرت شیطان اور ملک الموت کو اللہ تعالیٰ نے دی ہے ۔

اب ملاحظہ فرمائیں ''براۃ الابرار'' کی عبارت جو کے مولوی حشمت علی نے نامکمل نقل کی:

''اسی قصہ (حضرت ابراہیم علیہ والسلام والا) کے مطابق جب اہل بدعت سے مولوی عبد الجبار صاحب عمر پوری نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کا محفل میلاد میں تشریف لانے کا اعتقاد کرنا شرک ہے اس لیے کہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت خداوند تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے خداوند تعالیٰ نے اپنی خاص صفت کسی دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی مولوی عبد السمیع صاحب رامپوری نے کہا کہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت خداوند تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ،نہیں بلکہ دوسروں میں بھی پائی جاتی ہے چنانچہ ملک اور شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت اور محفل میلاد میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا نص قطعی سے ثابت نہیں ہے اس بات کو سن کر تمام اہل بدعت مثل نمرود مردود کے حیران رہ گئے'' ۔(ص 59 براۃ الابرار)

وضاحت عبارت:

قارئین کرام ! مؤلف کتاب ''براۃ الابرار'' مولانا عبد الرؤف خان ؒ نے اس عبارت سے پہلے براہین قاطعہ کا پس منظر بیان کیا ہے اور بے شمار جگہ اس بات کو بریلوی اہل بدعت کی

انتہائی گستاخی کہا ہے کہ:

۱۔ بریلویوں نے شیطان اور ملک الموت کو حاضر ناظر مان کر اللہ جل شانہ کی صفت خاصہ کا انکار کر کے گستاخی کی۔

۲۔ بریلویوں نے شیطان کے حاضر و ناظر ہونے پر (نعوذ باللہ) پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظیم المرتب ہستی کو قیاس کر انتہائی گستاخی کی ۔

ان دونوں امور کے اوپر براۃ الابرار سے ہی عبارات پیش خدمت ہیں جن سے واضح پتا چلتا ہے کہ مؤلف مولانا عبدالرؤف خان شیطان کو حاظر ماننے پر اور مقیس علیہ بنانے کو انتہائی گستاخی سمجھتے ہیں اور بریلویوں کے اصولوں کے مطابق یہی ان کا عقیدہ سمجھا جائے گا۔ملاحظہ ہو۔

۱۔ ''برادران اسلام! واضح ہو کہ مولوی عبدالجبار صاحب عمر پوری کا قول کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت کسی دوسرے کو عنایت نہیں فرمائی بالکل صحیح ہے اس میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں اور مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری اس کے رد میں لکھتے ہیں کہ ملک الموت اور شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اگر ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی صفت اللہ تعالی شانہ کیلئے مخصوص ہوتی تو ملک الموت اور شیطان ہر جگہ حاضر و ناظر نہ ہونا دیکھئے ۔حضرات! ذرا غور سے کہ یہ شخص (عبدالسمیع رامپوری) خداوند تعالیٰ کی مخصوص صفت کا انکار کر رہا ہے اور ملک الموت اور شیطان کو اللہ تعالی شانہ کے مقابلہ میں لا کر اللہ تعالیٰ شانہ کی توہین کر رہا ہے جائے تعجب ہے۔ اس پر کوئی لعن طعن نہیں کرتا حالانکہ اللہ تعالیٰ شانہ کی وہ عالیی شان ہے ھو الاول والاخر و الظاھر والباطن یعنی وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن وہ اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے لیس کمثلہ شئی یعنی اس کی مثال کوئی شے دنیا میں نہیں ہے ۔وہ خالق و مالک ہے ملک الموت اور شیطان لعین وغیرہ کو اللہ تعالیٰ شانہ نے پیدا کیا ہے، نعوذ باللہ ملک الموت اور شیطان علیہ اللعن اللہ تعالیٰ شانہ کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت اس میں کیسے ہو سکتی ہے''۔(ص 50 براۃ الابرار)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:

۲۔ ''برادران اسلام! واضح ہو کہ مولوی عبدالسمع رامپوری نے پہلے اللہ تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت کاانکار کیااور وہی صفت ملک الموت اور شیطان لعین ثابت کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کی توہین کی اور اللہ تعالیٰ شانہ اور ملک الموت اور شیطان لعین کے اندر کوئی فرق باقی نہیں رکھا برابر کر دیا، پھر یہاں تک بڑھے کہ ملک الموت اور شیطان کے ہر جگہ حاضر ہونے پر حضور اکرم ﷺ کے محفل میلاد میں تشریف لانے کا قیاس کر کے حضور اکرم ﷺ کی کھلی ہوئی توہین کی''۔(ص r51 براۃ الابرار)

۳۔ ''خلاصہ یہ کہ اس نے اللہ و رسول ﷺ کی سخت توہین کی اور اپنے اس عیب کو چھپانے کیلئے عوام میں اپنے آپ کو عاشق رسول ﷺ ظاہر کر کے محفل میلاد مع قیام کرنے لگا''۔(ص 51 ایضاً)

۴۔''آپ علیہ السلام کے مقابلہ میں کون ہوسکتا ہے شیطان سے آپ کو افضل کہنا کھلی ہوئی توہین نہیں تو کیا ہے؟ یقیناً توہین ہے''۔(ص 53)

۵۔ ''مولوی عبدالسمیع صاحب رامپوری نے اللہ تعالیٰ شانہ کی مخصوص صفت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کاانکار کیااور وہی صفت ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کی ملک الموت اور شیطان مردود کیلئے ثابت کر کے اللہ تعالیٰ شانہ کے برابر کر دیا یہ کھلی ہوئی بے ادبی اور گستاخی اور توہین اللہ تعالیٰ شانہ ہے، ملک الموت اور شیطان کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے پر جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے محفل میلاد میں تشریف لانے کا قیاس کر کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کھلی ہوئی توہین اور گستاخی اور بے ادبی کی ہے''۔(ص 59 ایضا)

قارئین کرام! یہ بات ملحوظ خاطر رہے کہ بریلویوں کے نزدیک شیطان اور ملک الموت جو ہر جگہ حاضر ناظر ہے وہ ان کے نزدیک اللہ کی عطا سے ہے چنانچہ مولوی عبدالسمیع رامپوری لکھتا ہے

''اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دیدی ہے جس طرح ملک الموت کو سب

جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ہے"۔(انوار ساطعہ،ص 357)

چنانچہ ان تمام حوالاجات سے یہ ثابت ہوا کہ شیطان کو ہر جگہ اللہ کی عطا سے حاضر ناظر سمجھنا بریلویوں کا عقیدہ ہے۔(ان کے اصولوں کے تحت)

موجودہ دور کے بھی بریلوی حضرات شیطان کے اس خود ساختہ مرتب کا اظہار بڑی خوشی سے کرتے ہیں مثلاً مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں کہ:

"جب رب نے گمراہ کو اتنا علم دیا ہے کہ وہ (شیطان) ہر جگہ حاضر ناظر ہے"۔

(نورالعرفان ص 243)

مولانا ابوکلیم صدیق فانی صاحب مولوی عبدالسمیع رامپوری وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اللہ نے شیطان کو اس بات کی قدرت دی ہے جس طرح ملک الموت کو سب جگہ موجود ہونے پر قادر کر دیا ان احادیث نبویہ اور بزرگان دین کے ارشاد کی روشنی میں اگر مولانا عبد السمیع رامپوری نے درج ذیل عبارت لکھ دی ہے تو کون سا جرم کیا ہے جس کی وجہ سے تم نے آسمان سر پر اٹھالیا ہے"۔(آئینہ اہل سنت ص 412)

ان سب حوالاجات سے معلوم ہوا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہر جگہ حاضر ناظر سمجھنا بریلویوں کا عقیدہ ہے۔جس پر ان کے نزدیک آیات و احادیث موجود ہیں۔

اب آتے ہیں "براۃ الابرار" کی اصل عبارت کی طرف مولانا عبد الرؤف خان صاحبؒ نے اصل تنازعے کو ملخصا بیان کیا۔اور اس میں مولوی عبد السمیع رامپور، جو اہل بدعت میں سے ہیں کا عقیدہ ملخصا لکھا اس کے بعد لکھا کہ:

"مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ملک الموت اور شیطان مردود کا ہر جگہ حاضر و ناظر ہونا نص قطعی سے ثابت ہے اور محفل میلاد میں جناب خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا تشریف لانا نص قطعی سے ثابت نہیں ہے"۔

مولانا خلیل احمد صاحبؒ کی طرف جو اس جملے کی نسبت کی گئی ہے اس کی حقیقت یہ

ہے کہ مولانا عبد الروف خان نے خلاصہ اور مفہوما یہ بیان کیا ہے کہ مولوی عبد السمیع رامپوری کا عقیدہ شیطان کو حاضر ناظر سمجھنے کا ہے"مولانا خلیل احمدؒ'' نے الزامی طور پر حجت قائم کرتے ہوئے بریلویوں کو کہا کہ جب تمہارے نزدیک شیطان اور ملک الموت کا حاضر ناظر ہونا نص قطعی سے ہے (جیسا کہ اوپر با حوالہ گزر چکا ہے) تو تمہیں چاہئے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ناظر ہونے پر بھی کوئی نص پیش کرو۔ مولانا عبدالرؤف خان جو کہ خلاصہ کے طور پر بات پیش کررہے ہے اس لیے انہوں نے بریلویوں کے دلائل کا جواب الزامی طور پر قائم کیا۔ کہ جب تمہارے نزدیک ایسا ہے کہ شیطان حاضر و ناظر ہے تو تمہیں چاہے کہ اپنے زعم کے مطابق کوئی نص یا دلیل آقا علیہ السلام نے محفل میلاد پر حاضر ہونے پر پیش کرو۔ چونکہ تمہارے پاس کوئی دلیل اس امر کی نہیں ہے لہٰذا پتا چلا کہ پہلا مقدمہ یعنی شیطان کا حاضر ناظر بھی باطل ہے۔

حاصل کلام، یہ کہ شیطان کے حاضر ناظر سمجھنے کی بات الزامی حوالے کے طور پر کی گئی تھی نہ کہ یہ ہمارا قول و مسلک کے طور پر۔

دلائل:

ہمارے اس جواب پر درج ذیل دلائل ہیں

۱۔ تمام رضا خانیوں کو چیلنج ہے کہ وہ کہیں سے کوئی عبارت دکھا دیں جس میں مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے شیطان کے حاضر ناظر ہونے کا قول کیا ہے۔

۲۔ ما قبل میں حوالے پیش کیے جا چکے ہیں جس میں اللہ کی عطا کردہ قدرت کے طور پر شیطان کو حاضر ناظر ماننا بریلویوں کا عقیدہ ثابت کیا گیا ہے۔ جب ان کا عقیدہ ہے تو ان ہی پر الزامی طور پر پیش کیا جائے گا۔

۳۔ مولانا عبدالرؤف خان کے پانچ حوالے پیش کیے جا چکے ہیں جس میں انہوں نے شیطان کے عطائی طور پر حاضر ناظر ماننے کے عقیدے کو بریلویوں کی انتہائی کھلی گستاخی قرار دیا ہے اور یہ عبارت جس پر اعتراض کیا گیا ہے وہ بھی مولانا عبدالرؤف خان صاحبؒ کی

ہے جو یقینا انہوں نے بریلویوں کا رد کرتے ہوئے الزامی طور پر لکھی ہے ۔اپنے موقف کی تائید میں بریلوی حوالہ پیش خدمت ہیں۔

بریلوی حوالہ جات:

ا۔ بانی بریلوی مذہب مولانا احمد رضا خان لکھتے ہیں

''عقیدہ وہ ہوتا ہے جو متون یا تراجم ابواب وفصول یا فہرست وفہذا لک عقائد میں لکھتے ہیں وہی اہل سنت کا معتقد ہوتا ہے وہی خود ان علماء دین کا معتمد ہونا ہے ہنگامہ ذکر وابحاث مناظرہ جو کچھ لکھ جاتے ہیں اس پر نہ اعتماد ہے نہ خود ان کا اعتقاد ہے''۔

(ص136 جلداول کلیات مکاتیب رضا)

بریلوی مسلک کے مناظر اشرف سیالوی لکھتے ہیں۔

''اس صورت میں اس جواب کا مدار الزام اور خصم پر ہے اور یہ جدلی انداز ہے لہٰذا اس کو گستاخی اور کفر قرار نہیں دیا جاسکتا''۔(مناظرہ جھنگ ص155)

آخر میں اتمام حجت کیلئے خود مولوی حشمت علی کی عبارت ہی پیش خدمت ہے۔

مولوی حشمت علی لکھتا ہے:

''حضرت ملک الموت علیہ الصلوٰۃ السلام (صلاۃ انبیاء کے ساتھ خاص صرف تبعیت کے طور پر غیر نبی کیلئے استعمال ہوسکتا ہے) اور شیطان ملعون کے لیے تو ہر جگہ حاضر وناظر ہونا نص قطعی سے ثابت بتادیا (یہ باحوالہ ثابت کیا جاچکا ہے کہ یہ بریلویوں کا عقیدہ ہے) لیکن حضور اقدس محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صرف محفل میلاد اقدس ہی میں تشریف لانے کا نص قطعی سے ثبوت ہونے کا قطعاً انکار کردیا اور طرہ یہ کہ اسی کفری مضمون کو براہین قاطعہ کی اس صفحہ ۵۱ والی کفری عبارت کا مطلب بتایا ہے''۔(یہ بہتان ہے)۔(ص4،3 کلمہ حق نمبر9)

قارئین!! حشمت علی نے شیطان اور ملک الموت کے حاضر ناظر ہونے کو کفری مضمون کہا ہے اور ما قبل میں ثابت کیا جاچکا ہے کہ یہ بریلویوں کا اپنا عقیدہ ہے جس کو حشمت علی نے کفریہ مضمون کہا۔ یوں خود حشمت علی نے عبدالسمیع رامپوری اور دیگر بریلوی علماء کے حق میں کفر کا

فتوی لگادیا۔

بالفاظ دیگر، خود اپنے الفاظ کی روشنی میں یوں پھنس گئے کہ جاہ کن جاہ در پیش ولا یحقق المکر السی الا باھلہ۔ برا مکر کرنے والے کا مکر خود اسی پر پلٹ پڑتا ہے۔

(نور سنت شمارہ 13، ص 37 تا 43)

ایک اور مختصر جواب یہ ہوسکتا ہے کہ فیض احمد اویسی لکھتے ہیں:

''اہل علم کے ہاں مسلم ہے کہ جب کوئی مضمون محقق و مسلم مضمون کے خلاف ہو تو اس کی تاویل ضروری ہے''۔

(تحقیق الاکابر، ص 199)

پس دیوبندی خصوصا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحبؒ شیطان کو حاضر و ناظر نہیں مانتے یہ مسلمہ مضمون کے خلاف ہے لہذا عبارت موول ہوگی۔

علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت

صفحہ 257 و 258 پر علامہ خالد محمود صاحب کا حوالہ پیش کیا اسی کو صفحہ 280 پر پیش کر کے پورا صفحہ سیاہ کیا پوری کتاب میں اس خبیث کی یہی عادت ہے کہ ایک ہی حوالے کو کئی مقامات پر صرف ایک ہی مقصد کیلئے نقل کرتا ہے اور نت نئی گالیاں شامل کر کے کتاب کی ضخامت کو بڑھاتا رہتا ہے۔ عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کرشن کو سبع سنابل کے حوالے سے متعدد مقام پر مانا اور پھر کہا کہ:

''ادھر اس کو کوئی موت نہیں آئے گی اور نہ ہی سادات احناف کے فتوے سنائے گا جب بھی اس کا بغض نکلے گا اہلسنت پر ہی نکلے گا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص 258)

حالانکہ جاہل انسان اول تو یہ گفتگو الزامی ہے ثانیا سادات کا فتوی اس لئے نہیں لگے کہ علامہ نقشبندی صاحب نے جس حاضر و ناظر کے عقیدہ پر کفر کا فتوی لگایا ہے وہ ان الفاظ میں تو نے خود لکھا ہے:

''اس ذات کے علاوہ کسی مخلوق خواہ وہ نبی کریم ﷺ ہی کیوں نہ ہوں ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاضر و ناظر ماننا کفر ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول ص255)

تو خبیث انسان! اب تیری ہی زبانی میں کہ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے:

''انہی الفاظ کو ہمارا عقیدہ اور ہمارے معتبر اکابرین سے ثابت کرے ایک لفظ بھی کم نہیں ہونا چاہئے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول ص255)

اللہ کو ہر جگہ حاضر و ناظر ماننا

صفحہ 258 تا 261 کچھ دیوبندی علما کے حوالے پیش کئے کہ اللہ کو حاضر و ناظر نہیں کہنا چاہئے کتاب کے شروع میں ''اصول نمبر 4'' کے تحت ہم ان کے جواب دہ نہیں۔

البتہ اب اسی طرز پر ذرا رضا خانیوں کی تضاد بیانی ملاحظہ اور پھر اس تضاد بیانی پر جتنی بکواس علامہ نقشبندی صاحب کے حق میں کی ہے اپنے ان خنزیروں کے حق میں قبول کرلے جو اللہ کو حاضر و ناظر مان رہے ہیں اور دوسرے خنزیر کہہ رہے ہیں کہ نہیں یہ غلط ہے۔

اللہ کے حاضر و ناظر ہونے میں رضا خانی دست و گریبان

''بدعتی مذہب میں اللہ تعالی کو حاضر ناظر ماننا بے ایمانی ہے

{۱} امیر دعوت اسلامی الیاس عطار رضوی صاحب اللہ تعالیٰ کو مطلق حاضر ناظر ماننے سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سوال: اللہ عزوجل کو حاضر ناظر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟؟

جواب: نہیں کہہ سکتے''۔

(کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص 571 مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی)

{۲} نواب احمد رضا خان بانی بریلویت لکھتے ہیں:

''اللہ عزوجل شہید و بصیر ہے۔اسے حاضر و ناظر نہ کہنا چاہیے''۔

(فتاوی رضویہ جلدنمبر 14 ص688-689)

ایک جگہ یوں اللہ کو حاضر ناظر کہنے سے منع کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سوال: خدا کو ہر جگہ حاضر کہنا کیسا ہے؟

جواب: اللہ عزوجل ہر جگہ سے پاک ہے یہ لفظ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس سے احتراز لازم ہے''۔

(فتاوی رضویہ جلد 14 ص 640-641،کفریہ کلمات کے بارے میں سوال و جواب ص572)

{۳} بریلوی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''ہر جگہ میں حاضر ناظر ہونا خدا کی صفت ہر گز نہیں''

(جاء الحق ص168)

آگے اسی طرح حاضر ناظر کے متعلق ہرزہ سرائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''خدا کو ہر جگہ میں ماننا بے دینی ہے''۔

(ایضاً ص169)

{۴} بریلوی ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری رضوی صاحب اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے سے انکار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''وہابیہ کا یوں کہنا کہ'' ہر جگہ حاضر و ناظر رہنا یہ اللہ ہی کی شان ہے او ملخصاً۔ یہ محض جہالت و گمراہی و گمراہ گری ہے حاضر ناظر سرے سے صفات الہیہ سے نہیں اور نہ ان کا اطلاق اللہ پر جائز''۔

(فتاوی ملک العلماء ص 297)

{۵} نبیرہ اعلیٰ حضرت مولوی مفتی اختر رضا خان ازہری صاحب اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے سے متعلق لکھتے ہیں:

''جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفت میں کسی کو شریک ماننا شرک ہے اسی طرح مخلوق کی

صفت میں اللہ کی شرکت ماننا کفر ہے بحمدہ تعالیٰ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ حاضر و ناظر کے معانی حقیقۃ اللہ کے شان نہیں ۔اس لیے کہ وہ تمام معانی لوازم اجسام ہیں تو وہ اس کیلئے ہو سکتے ہیں جو جسم ہو تو اسے ہر جگہ حاضر ناظر ماننا اسے جسم کہنا ہے

تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً

یہاں سے ظاہر کہ اھلسنت پر اللہ کی صفت ثابت کی ہے اور یہ آپ کی کوئی نئی نہیں بلکہ آپ کے امام الطائفہ نے بھی خدا کو ہر جگہ حاضر ناظر کہہ کر اس کی توہین کی ہے پھر اس منہ سے توحید پرست بنتے ہو اور دوسروں کو مشرک بتاتے ہو۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی''۔

(انوار رضا ص 115 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

مفتی ازہری صاحب مزید لکھتے ہیں:

''اور میاں جی ہر جگہ حاضر ناظر خدا کیلئے خاص بتا چکے اور اس طرح اپنی توحید مذعوم میں روافض سے مل چکے جو حضرت علیؓ کی نسبتاً حلول کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ مشرکین کے بھی مشابہہ ہو گئے جو رام کو ہر شئے میں رما ہوا جانتے ہیں''۔

(انوار رضا ص 117)

مندرجہ بالاتحریرات اپنے مطالب میں بالکل واضح اور صاف ہیں ان میں کوئی پیچیدگی نہیں پائی جاتی۔ بریلویوں کا نظریہ اللہ پاک کے حاضر ناظر ہونے کے متعلق ناظرین ہم نے آپ کے سامنے کھول کر رکھ دیا ہے۔اس پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ:

(۱) اللہ تعالی کو حاضر ناظر نہیں کہہ سکتے۔

(۲) اللہ تعالی کو حاضر ناظر نہ کہنا چاہئے۔

(۳) یہ لفظ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

(۴) یہ خدا کی صفت نہیں

(۵) خدا کیلئے اس صفت کو معنی بے دینی ہے۔

(۶) یہ سرے سے اللہ کی صفت ہی نہیں اس لئے سرے سے اس کا اطلاق ہی جائز

نہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا جہالت وگمراہی ہے۔

(۸) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنا شرک ہے۔

(۹) اللہ تعالیٰ کو حاضر ناظر کہنے والے رافضی ہیں۔

(۱۰) یہ لوگ مشرک بھی ہیں۔

تلك عشرة كاملة

بدعتی اشکال

اللہ پاک جگہ مکان سے پاک ہے اس لیے اللہ کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننا جائز نہیں۔ہم نے جو بے دینی یا کفر کا کہا وہ تو اس عقیدے پر کہ اللہ کو "ہر جگہ میں" حاضر ناظر مانا جائے اگر مطلق مکان وجگہ سے پاک مانا جائے تو بے دینی یا کفر نہیں۔

الجواب

(i) یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ اللہ پاک جگہ مکان سے پاک ہے۔اللہ پاک کو کسی مکان وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے مگر "اللہ پاک ہر جگہ حاضر ناظر ہے" سے:

۱۔ اللہ پاک کا جسم مراد لینا۔

۲۔ اللہ پاک کے لئے جگہ ضروری مراد لینا۔

یہ بدعتی جہالتوں میں سے ایک بڑی جہالت ہے۔اس کا ثبوت گھر سے ہی ملاحظہ کریں۔ بریلوی رئیس المناظرین مولوی نظام الدین ملتانی صاحب اللہ پاک کو ہر جگہ حاضر ناظر مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر آپ کی ذات کو علم غیب استقلالی سمجھتا ہے اور بذاتہ ہر جگہ و ہر مقام میں خداوند

کریم کی مانند سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔''

(انوار شریعت جلد دوم ص 243)

غور کریں کہ

اس آدمی نے اللہ پاک کو ہر جگہ و ہر مقام میں حاضر ناظر مانا اور پھر کہا کہ اگر اس طرح بذاتہ کسی اور کو حاضر ناظر مانا جائے تو وہ کافر ہے۔

بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''اسی طرح ہر جگہ ہر ایک کے ساتھ ہونا خدا تعالیٰ کی صفت ہے''

(معلم تقریر ص 147 مطبوعہ الفاروق بک فاؤنڈیشن لاہور)

شاید بدعتی اس تحریر کو دیکھ کر اپنی جہالت کا ثبوت دینے کی کوشش کریں کہ اس میں تو ''حاضر ناظر'' کا لفظ نہیں تو ہم اتمام حجت کرتے ہوئے بدعتی حکیم الامت صاحب کی ایک اور عبارت پیش کر دیتے ہیں:

''وہ تو ہر جگہ ہمارے ساتھ حاضر ہے''

(معلم تقریر ص 146)

اب مزید بدعتی تضاد دیکھو کہ:

بدعتی رئیس المناظرین مفتی نظام الدین ملتانی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''ہر آن اور ہر وقت حاضر و ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے'' آگے لکھتے ہیں کہ:

''اللہ کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیاء و اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا ہی سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے''۔

(انوار شریعت جلد دوم ص 239)

مگر دوسری طرف بدعتی حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی گجراتی کی بھی سن لیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق یہ عقیدہ لکھتے ہیں کہ:

''حضور علیہ السلام ہر جگہ ہیں''۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

''ایسے ہی وہ محبوب ﷺ ہر آن ہمارے ساتھ ہیں''۔

(معلم تقریر ص 148)

آخری الفاظ یہ لکھے کہ:

''نبی علیہ السلام ہر وقت ساتھ ہیں''۔

(ایضاً ص 148)

اب مفتی صاحب کے نزدیک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر آن ہر جگہ ہمارے ساتھ حاضر ناظر ہے جو مفتی نظام الدین ملتانی کے فتوے میں صریح کفر ہے تو بدعتی حکیم الامت نظام الدین کی روسے کافر ہو گئے۔ یہ تو حال ہے بدعتی علماء کا۔ بہرحال بدعتی حکیم الامت اور بدعتی رئیس المناظرین نے ''ہر جگہ'' کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے جو بدعتی حضرات کے نزدیک:

☆ مشرک کے مشابہہ ہو جاتا ہے۔

☆ روافض سے جاملتا ہے۔

☆ اللہ پاک کے لئے جسم ماننے والا ہے۔

☆ گمراہ کرنے والا ہے۔

☆ جاہل ہے۔

☆ گمراہ ہے۔

☆ اللہ کی توہین کرنے والا ہے۔

☆ بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے۔

اب یہ سارے فتوے مفتی احمد یار گجراتی پر اور نظام الدین ملتانی پر فٹ ہو گئے۔

(ii) پھر آپ کے فاضل بریلوی نے یہ کہا کہ:

''اللہ پاک ہر جگہ حاضر ہے''

بہت برے معنی کا احتمال رکھتا ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

برے معنی کے احتمال کی وجہ سے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اجمعین کو ''راعنا'' کہنے سے روکا جاسکتا ہے اور اس پہ وعید سنائی جاسکتی ہے تو پھر کیا یہ وعید تمہارے مفتی صاحبان کے لئے نہیں ہوسکتی؟

بدعتی حضرات کے ہاں حاضر ناظر اللہ کے لئے منع ہے

کیونکہ اہل بدعت کے ہاں حاضر ناظر کا معنی جسم کے ساتھ اور آنکھ کے ساتھ موجود ہونا ہے۔(تفصیل ان شاءاللہ آگے آرہی ہے)

فاضل بریلوی کا اصول ہے کہ:

''جب لفظ دو خبیث معنوں اور ایک اچھے معنی میں مشترک ٹھہرا اور شرع میں وارد نہیں تو ذات باری تعالیٰ پر اس کا اطلاق ممنوع ہوگا''۔

(ملفوظات اعلیٰ حضرت ص 139)

تو پھر اس اصول سے اللہ کے لئے بھلا حاضر ناظر کا استعمال کا جواز کہاں سے نکلے گا؟ لہٰذا اگر بالفرض آپ کی تاویل مان بھی لیجائے تب بھی برے معنی کے احتمال کی وجہ سے اس کا اطلاق آپ کے فتووں کی روشنی میں اللہ تعالی کی ذات پر جائز نہ ہوگا جب اللہ پاک حاضر ناظر ہوا تو ہر جگہ حاضر ناظر بھی ہوا۔

بدعتی اکابر کا اللہ تعالی کو حاضر ناظر تسلیم کرنا

(۱) مولانا نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

''اگر آپ کی ذات کو علم غیب استقلالی سمجھتا ہے اور بذاتہ ہر جگہ و ہر مقام میں خداوند کریم کی مانند سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے۔''

(انوار شریعت جلد دوم ص 243)

(۲) بدعتی مناظر اعظم نظام الدین ملتانی لکھتا ہے:

''اگر کسے اعتقاد دارکہ ارواح مشائخ حاضر اند و ہر چیز میداند او چہ حکم است؟

جواب: او کافر است فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر''۔

(انوار شریعت ج ا ص 239 سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواح مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

(۳) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''ہر آن ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے اور وہ ذات لایزال لیس کمثلہ شیء ہے اور اس کی صفات بھی لیس کمثلہ شیء ہیں اور اسی طرح کی صفات ذاتیہ میں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے چنانچہ فتاوی بزازیہ سے مولانا عبدالحئی مرحوم ومغفور اپنے فتاوی جلد اول ص 328 و جلد 3 ص 5 میں بایں طور پر تحریر فرماتے ہیں:

''و تزوج بلا شهود و قال خدائے و رسول و فرشتگان را گواه کردم یکفر لانه اعتقد ان الرسول و الملک یعلمان الغیب و نیز بزازیه است وعن هذا قال علمائنا من قال ان الارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر''

(انوار شریعت، ج 2 ص 239)

(۴) بدعتی مناظر مفتی عبدالرحیم سکندری لکھتا ہے:

حاضر ناظر ہونا خدا کی خاص صفت ہے اس میں دوسرا کوئی بھی شریک نہیں اس عقیدے سے کسی بھی سنی عالم کو اختلاف نہیں بے شک حاضر و ناظر ہونا خدا تعالی کی خاص صفت ہے''۔

(سیف سکندری، ص 78 ضیاء القرآن پبلی کیشنز)

اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(۱) حاضر و ناظر ہونا خدا کی خاص صفت ہے۔

(۲) ظاہر ہے کہ جو خدا کی خاص صفت میں کسی کو شریک کرے گا وہ مشرک ہوگا اور بریلویوں نے نہ صرف تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ شیطان تک کو معاذ اللہ حاضر و ناظر مانا تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے۔ان شاء اللہ۔

(۳) ما قبل میں جن بدعتی علماء و اکابر نے اللہ تعالی کے حاضر و ناظر ہونے کا انکار کیا وہ سب اللہ تعالی کی صفت خاصہ کے منکر ہو کر بے ایمان ہوئے۔

(۴) سکندری کہتا ہے کہ خدا کے حاضر ناضر ہونے میں کسی سنی کو اختلاف نہیں لہذا ما قبل میں جن بدعتیوں نے اختلاف کیا ان میں سے کوئی بھی سنی نہیں۔

(۵) مولانا عبد السمیع رامپوری صاحب بریلوی لکھتے ہیں:

''کوئی ایسا نہیں جو عرش سے لے کر تا تحت الثری ہر مکان ہر زمان ہر آن میں اللہ تعالی کی طرح حاضر و ناظر ہو''۔

(انوار ساطعہ،ص 432،ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

رامپوری صاحب کی عبارت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالی عرش سے لیکر تحت الثری ہر مکان میں حاضر و ناظر ہے اس کتاب پر مولوی احمد رضا خان بریلوی کی بھی تقریظ ہے لہذا ما قبل میں ذکر کردہ فتووں کی زد میں یہ دونوں حضرات آتے ہیں۔

(۶) خلیفہ اعلی حضرت ابو البرکات لکھتا ہے:

''بے شک عالم الغیب بالذات حاضر و ناظر خدا تعالی ہی ہے''۔

(رسائل ومناظرے ابو البرکات،ص 100)

(بحوالہ دروس مناظرہ،ص 239،447)

انوار شریعت کی عبارت سے گلو خلاصی

بدعتیوں کے مناظر اعظم مولانا نظام الدّین ملتانی فقہاء احناف کا مسلک نقل کرتے ہیں:

(۱) اگر کسے اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند و ہر چیز میداند او چہ حکم است؟

جواب: اوکافر است فی البزازیہ من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر، (انوار شریعت ج ا ص239سنی دار الاشاعت فیصل آباد)

اگر کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ارواحِ مشائخ ہر جگہ حاضر ناظر ہوتی ہیں اور ہر چیز جانتی ہیں اس کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟

جواب: ایسا شخص کافر ہے فتاوی بزازیہ میں ہے: جو شخص یہ کہے کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ہوتی ہیں اور ہمارے حالات جانتی ہیں وہ کافر ہے۔

(۲) ہر آن ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لم یلد ولم یولد کا خاصہ ہے اور وہ ذات لا یزال لیس کمثلہ شیء ہے اور اس کی صفات بھی لیس کمثلہ شیء ہیں اور اسی طرح کی صفاتِ ذاتیہ میں کسی انبیاء اولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے چنانچہ فتاوی بزازیہ سے مولانا عبدالحئی مرحوم ومغفور اپنے فتاویٰ جلد اول ص328 وجلد 3 ص 5 میں بایں طور پر تحریر فرماتے ہیں:

"و تزوج بلا شهود و قال خدائے و رسول و فرشتگان را گواه کردم یکفر لانّه اعتقد انّ الرسول و الملک یعلمان الغیب و نیز بزازیہ است و عن هذا قال علمائنا من قال انّ ارواح المشائخ حاضرة تعلم یکفر"، (انوار شریعت، ج2ص239)

ان حوالہ جات سے حنفی موقف نکھر کر سامنے آ گیا کہ سادات علماء احناف ہر آن ہر گھڑی حاضر ناظر صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کو مانتے ہیں کسی مخلوق (خواہ وہ نبی کریم ﷺ ہی کیوں نہ ہوں) کو ہر جگہ ہر آن ہر وقت حاضر ناظر ماننا ان کے نزدیک کفر ہے، اب ذرا بریلوی مذہب بھی ملاحظہ فرمالیں:

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص23،22)

پہلی بکواس احناف کا مذہب نہیں:

نظام الدین ملتانی نے کہاں لکھا ہے کہ یہ احناف کا مذہب ہے۔

جواب: انوار شریعت رضاخانیوں کے ہاں احناف کے فتاوی کی کتاب شمار کی جاتی ہے

احناف کے فتاوی کی کتب میں اگر حنفیوں کا مذہب نقل نہیں کیا جاتا تو کیا پیر مظفر حسین شاہ کی ماں کا جہیز بیان کیا جاتا ہے؟

یاد رہے کہ ملتانی ''فتاوی بزازیہ'' کا حوالہ پیش کر رہا ہے کیا بزازیہ میں احناف کے فتوے کی جگہ معاذ اللہ خان صاحب بریلوی کی تین سال کی عمر میں غایب شدہ شلوار کا ناپ نقل کیا جاتا ہے؟

دوسری بکواس ملفوظات معتبر نہیں

انوار شریعت ملفوظات ہیں ملفوظات ہمارے نزدیک معتبر نہیں۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی، جلد اول، ص 262)

ملفوظات تیرے نزدیک معتبر نہیں مگر احمد رضا خان تو ملفوظات سے استدلال کرتے ہوئے یوں لکھتا ہے:

''یہ مرزا صاحب اپنے ملفوظات میں تحریر فرماتے ہیں''۔

(فتاوی رضویہ، ج 9، ص 688)

تو اب اگر ملفوظات معتبر نہیں تو یہ بریلی کا لعنتی اس سے استدلال کیوں کر رہا ہے کیا یہ لعنتی غیر معتبر چیزوں سے استدلال کرتا؟ ارے رکئے یہ فیض احمد اویسی کیا کہہ رہا ہے:

''یاد رہے کہ مذکورہ بالا مضمون فتوی کے طور پر نہیں بلکہ بحیثیت ملفوظات کے ہے لیکن بزرگوں کے ملفوظات بھی فتاوی سے کم نہیں ہوتے اسی لئے قابل اعتماد ہوتے ہیں''۔

(امام حرم اور ہم، ص 17)

رضاخانیو! تم نے علمائے دیوبند کو معاذ اللہ کافر ثابت کرنے کیلئے وہ وہ گند اپنی کتابوں میں جمع کر دیا ہے کہ جس بل میں گھسے گے اسی میں لٹا کر تم پر چڑھیں گے۔ اب پیر مظفر حسین شاہ لعنتی کی اولاد ابو حامد رضوی مرزائی کہتا ہے کہ ملفوظات معتبر نہیں اور بہاولپور کا یہ ولد الحرام کہتا ہے کہ بزرگوں کے ملفوظات بھی فتاوی سے کم نہیں اور قابل اعتماد ہیں تو اب یہ خبیث کا بچہ (یعنی احمد رضا خان کا بچہ) لعنتی ہمیں کہہ رہا ہے معاذ اللہ اور اپنے ان لعنتیوں کی طرف نظر نہیں کر رہا ہے۔

باقی دفاع سے جو علامہ کا حوالہ پیش کیا وہ الزامی جواب تھا۔عجیب خباثت ہے کہ ایک طرف خود لکھتے ہو کہ ملفوظات ہمارے نزدیک معتبر نہیں پھر علمائے دیوبند کے ملفوظات دکھاتے ہوئے شرم وحیاء نہیں آتی؟

تیسری بکواس اللہ کی طرح حاضر وناظر پر کفر کا فتوی ہے

موصوف نے صفحہ 263،264 پر یہ تاویل کی کہ نظام الدین ملتانی کا فتوی اس صورت میں ہے جب اللہ کی طرح حاضر وناظر مانا جائے تو جناب! ہم نے شروع میں واضح کردیا کہ رضاخانی اللہ کی طرح حضور ﷺ کو حاضر وناظر مانتے ہیں لہذا ملتانی کے فتوے سے پیر مظفر حسین شاہ رضاخانی مرتد ہوا ساتھ اس لعنتی مصنف کے۔اس لعنتی کی بے شرمی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ ایک طرف اس موقع پر علامہ نقشبندی صاحب پر عبارت میں خیانت کا الزام لگاتا ہے اور پھر خود ہی ملتانی کا موقف واضح کرنے کیلئے نقشبندی صاحب ہی کی عبارت نقل کردہ عبارت نقل کرتا ہے۔موصوف کہتے ہیں کہ:

”وہابی اصول کے مطابق اللہ کی صفت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ہم مکان کے اعتبار سے اور روحانیت کے اعتبار سے حاضر وناظر مانتے ہیں“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 264)

حالانکہ رضاخانی اللہ کو بھی مکان و جگہ کے ساتھ حاضر وناظر مانتے ہیں حوالہ جات ماقبل میں گزر چکے ہیں پس معلوم ہوا کہ رضاخانی ایسے ہی مکان و جگہ میں حضور ﷺ کو حاضر وناظر مانتے ہیں جیسے معاذ اللہ اللہ کو اور رضاخانی کہتا ہے کہ ملتانی کا فتوی اسی صورت پر ہے تو علامہ صاحب نے بالکل درست موقف پر فتوی تھا لہذا جتنی بکواس اس نے کی وہ سب خان صاحب بریلوی کی قبر میں اس کی منہ پر پھٹکار مار رہی ہے۔

باقی اگر نظام الدین ملتانی نے کہیں دوسرے مقام پر حضور ﷺ کو حاضر وناظر مانا ہے تو اول تو وہ عرض اعمال کے اعتبار سے ثانیا علمائے دیوبند علم غیب کے عقیدہ کو کفر کہتے ہیں

حاضر و ناظر کے عقیدہ کو کفر کہتے ہیں اس کے باوجود اس رضا خانی نے تعارض پیش کیا کہ علمائے دیوبند علم غیب و حاضر ناظر مان کر کافر ہوئے تو اسی طرح ملتانی بھی اپنے ہی فتوے سے کافر ہوا۔

یاد رہے کہ ملتانی کی عبارت میں بزازیہ کی عبارت بھی تھی جسے یہ ہضم کر گیا۔

عمر اچھروی کی عبارت سے گلو خلاصی کی ناکام کوشش

علامہ نقشبندی صاحب نے زنیم زمانہ عمر اچھروی کی ایک گستاخانہ عبارت پیش کی تھی:

''بدعتی عقیدہ

بدعتیوں کے غزالی و رازی دوراں و فلاں فلاں مولوی عمر اچھروی صاحب (المتوفی ۱۳۹۲ھ) اپنی بدنام زمانہ کتاب ''مقیاسِ حنفیت'' میں لکھتے ہیں:

''حضور ﷺ زوجین کے جفت ہونے کے وقت بھی حاضر ناظر ہوتے ہیں''

(مقیاسِ حنفیت، ص282)

استغفر اللہ، العیاذ باللہ! وہ حیاء دار نبی! شرم و عفت کا وہ پیکر! جس کی امّت کو یہ تعلیم ہو کہ جب چلو تو نگاہیں نیچی کر کے چلو، جس حیاء دار نبی کے بارے میں سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے کہ نئی نویلی دلہن سے زیادہ شرم و حیاء والے، وہ جن کی بیبیوں کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ جب تم نبی کی بیبیوں سے کچھ پوچھو تو پردے کے پیچھے سے پوچھو، جس نبی کی عفّت مآب بی بی ہماری ماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عفت شرم و حیاء کا یہ عالم ہو کہ فرماتی ہیں:

''جب میرے گھر میں عمر فاروق کی تدفین ہوئی تو اس کے بعد میں پردہ کر کے قبور مطہرہ کی زیارت کو آتی''

جو صدیقہ عفیفہ نبی کی حیاء کو ان الفاظ میں بیان کرے کہ:

''ساری زندگی نہ سرکار نے میرا ستر دیکھا نہ میں نے ان کا ستر دیکھا''

ارے وہ مقام جہاں شرم و حیاء کے مارے فرشتے بھی الگ ہو جائیں، یہ بدبخت بے

حیاء کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ وہاں بھی حاضر ہوتے ہیں، موجود ہوتے ہیں سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں، ملاحظہ فرما رہے ہوتے ہیں، العیاذ باللہ۔

یااللہ! آسمان پھٹ کیوں نہیں پڑتا...... زمین شق کیوں نہیں ہوجاتی...... قلم ٹوٹ کیوں نہیں جاتے...... ان بدبختوں کے ہاتھوں پر یہ سب بکواس لکھتے ہوئے رعشہ طاری کیوں نہیں ہوتا......!!

کیا کوئی بے غیرت بیٹا یہ پسند کرے گا کہ جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ مخصوص حالت میں ہو تو اس کا باپ وہاں ''حاضر و ناظر'' ہو؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں، تو نبی کریم ﷺ کے بارے میں اس قسم کی بکواس کرتے ہوئے تمہیں موت نہیں آتی؟

ہائے! جس نبی کے دین میں میاں بیوی کو یہ حکم ہو کہ اگر آس پاس کوئی جانور ہو تو اس مخصوص حالت میں نہ آؤ آج اسی دین کے نام لینے والے بدبخت ''مقیاسِ حنفیت'' کا نام لے کر نبی کو وہاں حاضر ناظر کر رہے ہیں......نہیں......نہیں......خدا کی قسم ہم پیشاب کی بوتل پر لگے ہوئے اس زمزم کے لیبل کو ہرگز فروخت ہونے نہیں دیں گے، یہ بکواس ''مقیاس الکفر'' تو ہو سکتی ہے ''مقیاس حنفیت'' نہیں!!

پھر اس بدبخت مولوی نے جس حدیث کو آڑ بنا کر یہ بکواس کی ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تو اتنا ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے بیمار تھے اس رات وہ فوت ہو گئے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب سفر سے رات کو گھر آئے تو بیوی نے اس خبر کو ان سے چھپائے رکھا کانوں کان خبر نہ ہونے دی کہ رات کا وقت ہے پوری رات غمگین وحزین رہیں گے ان کی بیوی نے بالکل عام حالات کی طرح ان سے برتاؤ کیا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے رات کو جماع فرمایا جب صبح ہوئی تو ام سلیم نے یہ خبر جا گزیں سنائی: ''رات آپ کے بیٹے فوت ہو گئے تھے میں نے آپ کو خبر نہ کی کہ آپ پریشان ہوں گے اب ان کی تجہیز و تکفین کا بندو بست کر دیں''، صبح حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے خود سارے واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو دی جس پر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ کے صبر و استقلال پر بطور تعجب سوالیہ انداز میں نبی کریم ﷺ نے

فرمایا:

اعرستم اللیلة

کیااس اندوہناک واقعہ کے بعدتم نے جماع بھی کیااوروہ پھربھی کچھ نہ بولی؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا"جی ہاں"۔

اس میں یہ کہاں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود وہاں موجود تھے؟ زیداگرالیاس عطار سے پوچھے کے حضوررات گھروالی سے جماع کیا؟اورعطارصاحب بولے جی،تواس کامطلب ہے کہ زیدوہاں بیٹھافلم بنارہاتھا؟ کچھ توعقل کوہاتھ لگاؤ۔

چنانچہ علّامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے "اعرستم اللیلة" کایہی معنی بیان کیاجومیں نے ذکرکیا:

السوال للتعجب من صنیعها وصبرها وسروراً بحسن رضاها بقضاء اللہ ثم دعا صلی اللہ علیہ وسلم لهما بالبرکة فی لیلتهما فاستجاب اللہ، (شرح مسلم ج2ص209)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کایہ فرمان اعرستم اللیلة یہ ام سلیم کے اس فعل اوران کے اس عظیم صبرپربطورتعجب کے تھااوراللہ تعالیٰ کی قضاپراس طرح خوش اسلوبی سے راضی رہنے پربطورِخوشی کے تھا،پھرنبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کیلئے اس رات میں برکت کی دعاکی جواللہ نے قبول کی یعنی اللہ نے انہیں ایک بیٹے سے نوازا۔

بریلوی شیخ الحدیث غلام رسول سعیدی (المتوفی ۱۴۳۷ھ) "اعرستم اللیلة" کا مطلب بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوحضرت ابوطلحہ سے عمل زوجیت کے متعلق سوال کیااس کی ان کے اس صبراورراضی برضائے الٰہی رہنے کے حیرت انگیز جذبے پرتعجب کااظہارتھا" (شرح مسلم،ج6ص505،فریدبک سٹال لاہور،دسمبر2002)

عمراچھروی صاحب نے یہ روایت مسلم ہی کے حوالے سے نقل کی،مگرمسلم کے

شارح امام نووی شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۷۶ھ) کو یہ شیطانی استدلال نہ سوجھا جو عمر اچھروی کو سوجھا۔ خود مسلم میں اس پر یہ عنوان باندھا گیا:

استحباب تحنیک المولود عند ولادته و حمله الی صالح یحنکه و جواز تسمیته یوم ولادته و استحباب التسمیة بعبد اللّٰہ و ابراہیم و سائر اسماء الانبیاء علیہم، (الصحیح للمسلم ج2ص208)

بچہ کی پیدائش کے وقت اس کو گھٹی دینے اور اس کی پیدائش کے دن اس کا نام رکھنے کا استحباب اور عبداللہ، ابراہیم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے اسماء پر نام رکھنے کا استحسان۔

ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۰۶ھ) بھی اس روایت پر یہی باب باندھتے ہیں:

(جامع الاصول فی احادیث الرسول، ج1ص366)

ریاض الصالحین میں حضرت نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر "باب الصبر" قائم کیا۔

(ریاض الصالحین، ص54)

ابن قیم جوزی رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) نے اس روایت پر باب قائم کیا:

"فی استحباب تحنیکہ"۔

(تحفة المولود، ص32)

غرض جس جس محدّث نے اس روایت کو ذکر کیا انہوں نے اس روایت پر کم و بیش اسی عنوان کے باب قائم کئے جو ہم نے ذکر کئے۔

چیلنج

پوری دنیا کے زندہ مردہ بدعتیوں کو چیلنج ہے کہ چودہ سو سال کے مسلّم بین الفریقین کسی بھی شارح حدیث سے اس جملے کا وہ شیطانی مطلب بیان کرنا ثابت کر دیں جو مولوی عمر اچھروی کے فتنہ پرور و حیاء سوز دماغ میں آیا، اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو جان لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر جھوٹ بول کر تم نے اپنا ٹھکانہ جہنم بنالیا ہے!!

ایک باطل تاویل کا جواب

پنڈی مناظرے میں مفتی حنیف قریشی رضاخانی، طالب الرحمن زیدی صاحب کو کہتا ہے کہ تم نے آگے کی عبارت نہیں پڑھی اس میں لکھا ہے: ''یہ الگ بات ہے مثل کراما کاتبین.... الخ

جواب: یہ تاویل بالکل باطل اور خود مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کو ''حاضر ناظر'' ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ آنکھیں بند کرلیں تو پھر ''ناظر'' تو نہ رہے تو عمر اچھروی کی عبارت میں ''حاضر ناظر'' بیک وقت دونوں لفظوں کا مقصد کیا ہوا؟ نیز یہ تاویل کرنا کہ آنکھیں بند کرلیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تم بھی وہاں نبی کریم ﷺ کو ''ناظر'' ماننا گستاخی سمجھتے ہو تو اگر ''ناظر'' ہونا گستاخ اور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے تو ''حاضر'' ہونا کیوں نہیں؟

ثانیاً: اگر تمہاری اس تاویل باطل کو تسلیم کرلیا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے نزدیک اگر نبی کریم ﷺ آنکھ بند کرلیں تو ان کو آنکھ کے پیچھے نظر نہیں آتا تو ایک طرف تو تم مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ ہیں۔ دیوار تو اتنی موٹی یہاں تم آنکھوں کے پتلے پتلے پپوٹوں کے پیچھے کے علم کی نفی کررہے ہو کہ کیا ہو رہا ہے حضور ﷺ کو کچھ علم نہیں، کیا یہ گستاخی نہیں؟؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

ثالثاً: آپ کے مذہب کا اصول ہے کہ ایسا ذو معنیٰ لفظ جس میں نبی کریم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ بھی کفر و گستاخی ہے تو اس میں پہلو نہیں صراحتاً نبی کریم ﷺ کی گستاخی ثابت ہو رہی ہے، اس لئے اگر کوئی پہلو اچھا نکال بھی لو تب بھی یہ گستاخی ہی تسلیم کیا جائے گا، اگر جواب یہ دو کہ ہم آپ کے پہلو کے ذمہ دار نہیں تو اس پر ہمارا جواب ہے کہ پھر ہماری عبارتوں میں آپ کے خود ساختہ احتمالات کے ہم ذمہ دار نہیں!!

رابعاً: مولانا نصیر الدین سیالوی بن مولانا اشرف سیالوی سرگودھوی لکھتے ہیں:

''اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنیٰ کے موہوم ہوں''۔

(عباراتِ اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، ج1ص128)

اس کتاب پر بریلوی استاذ المناظرین مولانا اشرف سیالوی صاحب (المتوفی ۱۴۳۴ھ) کی تقریظ ثبت ہے۔

مولانا منشاء تابش قصوری رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا''۔ (دعوت فکر،ص16،مکتبہ شرفیہ۔مرید کے1983)

ایک اور بدعتی نے لکھا:

''کچھ دیوبندی حضرات ان کفریہ عبارات کی تاویلات کرتے ہیں،مگر سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ عبارات کفریہ نہیں تو تاویلات کیوں؟ تاویلات دینے سے تو یہ بات ثابت ہورہی ہے کہ عبارات کفریہ ہیں تو تاویلات کی جارہی ہے''۔ (معرفت،ص102)

اس کتاب پر36 ''رضاخانی مفتیان'' کی تقریظات موجود ہیں۔

تو جناب آپ کا اس عبارت کو سمجھانا اس کی تاویل کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں پوری دال ہی کالی ہے۔

الحمدللہ! رضاخانیوں کے بنائے ہوئے اپنے ہی اس اصول سے مولانا احمد رضاخان (المتوفی ۱۳۴۰ھ)،مفتی احمد یار گجراتی (المتوفی ۱۳۹۱ھ)،مولانا حشمت علی رضوی (المتوفی ۱۳۸۰ھ)،مولانا نعیم الدین صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ)،مولانا عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۲ھ) وغیرہم کی جن عبارات کی تاویل رضاخانی حضرات کرتے ہیں یا ان کی عبارات کے دفاع میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب کالعدم ہوگیا بلکہ ان کے دفاع میں لکھی جانے والی یہ کتب ان بدعتیوں کے گستاخانِ رسول ﷺ ہونے پر رجسٹری ہے!!!!

خامساً: خود مولوی عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۲ھ) لکھتے ہیں:

''جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرنا گستاخی وکفر ہے، کیونکہ اس کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی ﷺ بھی حاضر ناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات کی ضرور ہوگی لیکن بوجہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متنفرہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے''۔(مقیاسِ حنفیت، ص279، دارالمقیاس۔اچھرہ۔دسمبر1966)

تو عمر اچھروی کا نبی کریم ﷺ کی طرف ان مقامات کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عمر اچھروی گستاخِ رسول ﷺ اور یہ عبارت ایمان سے بعید ہے۔

الحمدللہ! انتہائی مختصر انداز میں اس عبارت کے متعلق رضاخانی تاویل کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں اگر بریلوی پٹاری میں مزید کوئی جواب ہو تو اسے بھی سامنے لے آئے کیونکہ،

یارزندہ صحبت باقی!

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص23 تا28)

اس بدبخت نے اس تمام تحقیقی باتوں کو ہاتھ تک نہیں لگایا اور صفحات کے صفحات گندی سے گندی گالیوں میں احمد رضاخان بریلوی کے دل کی طرح گندے کردئے۔

عمر اچھروی کو اپنے اکابر میں سے ماننے سے انکار

رضاخانی اس مضبوط گرفت پر ایسا سٹپٹایا کہ کچھ سمجھ نہ آیا مولانا ابوبکر غازی پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی کہ کسی بھی مذہب کا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے۔اور پھر کہا:

''اس اصول کی روشنی میں جوکہ اکابرین وہابیہ کا مصدقہ ہے وہابی مولوی ساجد خان کو چاہئے کہ ہمارے اکابرین کی عبارات پیش کرے اب یہ اعتراض مت لے کر بیٹھ جانا کہ مولانا عمر اچھروی علیہ الرحمۃ کو اکابرین سے نکال دیا ہے وغیرہ وغیرہ سیدھا سیدھا جس کا مطالبہ کیا ہے وہ بیان کرنا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص266)

عجیب بے شرمی ہے!!! یعنی جو بھی تیرے منہ سے بکواس نکلے گی چاہے اس کا سر پیر ہو

یا نہ ہو ہم اس کا جواب دیں گے؟ ۔عمر اچھروی اگر تیرے اکابرین میں سے نہیں تو کیا پیر مظفر حسین شاہ کی ماں کے خصم میں سے ہے؟

یہ اعتراض تو لیکر بیٹھوں گا کہ اس کو اکابرین سے نکال دیا!! جب تجھ جیسے مجہول النسل والحسب مجاوروں کی اولاد ''مجاہد اہلسنت'' ہو سکتے ہیں تو عمر اچھروی اکابرین بریلویہ میں سے کیوں نہیں ہوسکتا؟ جس میں جھوٹ، مکر، دجل و فریب، عیاری، تحریف، مکاری، عقیدہ کی پلیدگی، شرک سمیت رضاخانیت کے منصب اکابر پر بیٹھنے کی تمام صفات رذیلہ علی وجہ الاتم موجود ہیں؟

یہ بتاؤ کہ آخر تمہارے ہاں یہ اکابر بنانے کا ''معیار'' کیا ہے؟ خبیث انسان خود اپنی کتاب میں کبھی فتاوی رضویہ کبھی کلمہ حق سے ہمارے خلاف پیش کرتا ہے کبھی کسی فاضل وفاق المدارس کا حوالہ پیش کر دیتا ہے اور ہم سے اکابرین کا مطالبہ کرتا ہے۔ یا للعجب !!!

عبدالحکیم شرف قادری جسے تو نے اپنی کتاب میں اپنے عقیدہ کے ترجمان کے طور پر پیش کیا نے اسے ''تذکرہ اکابر اہلسنت'' میں اپنے اکابر میں سے مانا ہے اور لکھتا ہے:

''وسعت علم اور حاضر جوابی میں ان کی نظیر پیش نہیں کی جاسکتی تقوی اور پرہیزگاری میں اپنی مثال آپ تھے۔ انہوں نے مسلک اہل سنت و جماعت کے تحفظ کیلئے تحریری اور تقریری کوششوں میں تمام عمر صرف کر دی وہ ایک ایسی شخصیت تھے جنہیں بلا تخصیص تمام مذاہب باطلہ کے مقابلہ میں پیش کیا جاسکتا تھا''۔

(تذکرہ اکابر اہلسنت، ص498)

دعوت شیطانی کے ماہنامہ ''فیضانِ پرانی سبزی منڈی (جسے یہ لوگ فیضان مدینہ معاذ اللہ کہتے ہیں کے) جون 2021'' میں شاھد عطاری کا مضمون بنام ''اپنے بزرگوں کو یاد رکھئے'' ہے جس میں اسے اپنا بزرگ مان کر اس کی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے:

''مناظرِ اہلِ سنّت حضرت علّامہ محمد عمر اچھروی رحمۃُ اللہِ علیہ کی ولادت کاہنہ نو لاہور میں 1319ھ کو ہوئی اور 9 ذوالقعدہ 1391ھ کو وصال فرمایا، تدفین اچھرہ لاہور میں ہوئی۔ آپ

مایہ ناز عالم اہلِ سنّت، مناظر و عوامی خطیب، مصنّفِ کُتب کثیرہ ہیں، 16 سال جامع مسجد داتا گنج بخش میں خطابت فرمائی، عوامی انداز میں ایسی علمی گفتگو فرماتے کہ عوام و عُلما یکساں مستفیض ہوتے''۔(فیضان مدینہ، ص 39، جون 2021)

تو بیٹا! ہم تو شریف لوگ ہیں تیری ہر بکواس کا جواب کسی نہ کس طرح دے ہی دیتے ہیں لیکن خیال کرنا ہر جگہ ہم جیسے شریف لوگ نہیں ملیں گے کل کو اپنی اماں جان سے یہ مت کہہ دینا کہ چار پائی پر لیٹا ہوا یہ بڈھا میرا ابو نہیں اسے میرا ابو ثابت کرو اور اب یہ اعتراض لیکر نہ بیٹھ جانا کہ ابو ہونے سے انکار کر دیا۔۔۔سیدھے جوتے پڑیں گے

اب اس کے بعد موصوف کی مزید بکواسات پر ایک نظر کرتے ہیں۔

تفسیر مظہری و روح المعانی کی عبارت

اس خبیث نے اپنے اس گندے غلیظ عقیدے کے دفاع کیلئے جو تفسیر مظہری اور روح المعانی کا حوالہ ص 267 تا 269 پیش کیا تفسیر مظہری میں ''فاحشۃ'' کا لفظ ہے اور روح المعانی میں ''معصیۃ'' کا لفظ ہے گویا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو ملکوت السموت والارض کا کشف ہوا اس میں کسی کو گناہ کرتے دیکھا بس فقط اتنی بات ہے اس میں عمرا چھروی کے غلیظ عقیدہ کا ثبوت کہاں ہے کہ معاذ اللہ جہاں میاں بیوی جماع کرتے ہیں وہاں حضور ﷺ حاضر و ناظر ہوتے ہیں اور سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں؟ کسی وہابی نے اگر فاحشہ کا ترجمہ ''مرد ایک فاحشہ عورت پر سوار ہے'' کیا ہے تو یہ اس کی بکواس ہے جس کے ہم ذمہ دار نہیں۔

ثانیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ دکھنا اضطرارا تھا جبکہ عمرا چھروی تو اسے اختیارا مان رہا ہے کیا رضا خانیوں کے ہاں افعال اضطراری و اختیاری ایک ہوتے ہیں؟

غیرت ہے تو قاضی صاحب اور علامہ آلوسی صاحب سے یہ ثبوت دو کہ میاں بیوی کے جماع کے وقت حضور ﷺ حاضر و ناظر ہوتے ہیں ایک طرف لونڈے بازی کے وقت حضور ﷺ کو حاضر و ناظر مانو جماع کے وقت حاضر و ناظر ماننے پھر یہ بھی دعوی کرو کہ:

''لیکن ہم اس کی طرح بے غیرت نہیں ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص268)

اگراس سب کے بعد بھی تم عمرا چھروی کی طرح بے غیرت و دیوث نہیں ہو تو لعنت ہے تمہاری اس بے غیرتی پر جسے تم غیرت سمجھتے ہو۔

شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب عبارتیں

ص269 پر الکبریت الاحمر و لطائف المنن کے حوالے سے نقل کرتا ہے کہ اس وقت تک کوئی مرد کامل نہیں ہوسکتا جب تک مرید کی ہر ہر حرکت حتی کہ استقرار نطفہ تک نہ دیکھ لے۔

پھر کہتا ہے:

''وہابی ساجد خان کو دعوت دیتے ہیں کہ اپنی غیرت کو للکارو اور یہاں بھی غیرت دکھاؤ''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص269)

ہاں ہاں ہم تمہاری طرح اور تمہارے اکابر کی طرح بے غیرت نہیں ہیں ہم غیرت مند ہیں ہم ایسی عبارتوں پر لعنت بھیجتے ہیں ہم اس خبیث پیر پر لعنت بھیجتے ہیں کہ جو کہتا ہے کہ میری نظر مریدنی کی جماع پر نطفہ کے استقرار پر ہوتی ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ایسا پیر مظفر حسین جیسے بے غیرت دیوث کمینے کو مبارک ہو جو فخر سے کہتا ہے کہ اختر رضا خان مرد کامل ہے کیونکہ اس کے مرد کامل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ میں اس کا مرید ہوں لہذا میرے بیوی پر چڑھنے سے لیکر نطفہ ٹھرنے اور پھر میری بیوی کی فرج سے بچہ نکلنے تک ہر ہر ادا پر اس کمینے کی نظر ہوتی ہے او بے غیر تو! تمہای غیرت کہاں مرگئی ہے؟

کیا کتاب میں لکھی ہوئی ہر بکواس درست ہوتی ہے؟ اپنے دیوث باپ کے اصول کتاب کے شروع میں تم نے نہیں پڑھے؟ یہ کتے کا بچہ اس بے غیرتی کو نہ ماننے پر الٹا ہمیں یہ غلیظ گالیاں دیتا ہے کہ:

''تھانوی کی ماں کی طرح کسی مجذوب کی تلاش کریں گے۔۔ارے زنیم''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی،ص275)

او کتے!!ارے زنیم! حضرت تھانویؒ کی مقدس ماں، شریف زادی ماں کسی احمد رضاخان بریلوی جیسے حرام زادے کسی اختر رضاخان جیسے زنیم کسی پیر مظفر حسین شاہ جیسے حرام زادے کسی ابوحامد رضوی و میثم عباس رضوی و تیمور رضاخان جیسے حرام زادوں چکلوں کی پیداوار کی بے پردہ فاحشہ ماں کی طرح بنت فاعلہ ذریۃ البغایا نہیں یہ تم جیسے کمینے ہوتے ہیں جو صبح شام اپنی بدکار ماؤں کی دلالی کرتے ہو پیروں کے سامنے ان پر چڑھتے ہو اسے "مرد کامل" کی علامت مانتے ہو اور جب کوئی غیرت منداس پر آواز احتجاج بلند کرے تو بکواس کرتے ہو؟

کوئی ساتھی ناراض نہ ہو رضاخانی کی زبان میں:

"ہم نے یہ سب کچھ بامر مجبوری اس کتے کے بھونکنے کی وجہ سے لکھا ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول, ص 275)

خبیث کے بچو! اگر ولی کامل مرد کامل وہ ہے جو مرید کی تمام حرکات دیکھے جس میں بقول تمہارے مرید کا بیوی پر چڑھنے سے رحم میں استقر نطفہ و فرج سے خروج بچہ بھی شامل ہے تو یہ پردے کے احکام یہ نظر جھکانے کے احکام کیا کافروں کیلئے نازل ہوئے ہیں؟

شعرانیؒ کی کتب میں تحریف ہو چکی ہے

فیض احمد اویسی برزنجی کے حوالے شعرانی کی کتب کے متعلق لکھتا ہے:

"دراصل صورت یوں ہوئی کہ شیعوں نے آپ کی تصنیفات میں غلط مسائل درج کر دئے"۔(تحقیق الاکابر، ص 104)

تو ہم بھی کہتے ہیں کہ اس قسم کی خرافات شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں کسی مظفر حسین شاہ زنیم نے درج کی ہیں تا کہ کل کو کوئی اعتراض کرے کہ حضرت آپ اختر رضاخان کی موجودگی میں اپنی بیوی پر کیسے چڑھ لیتے ہیں؟ تو آگے سے جواب دے کہ شعرانی کہتا ہے کہ مرد کامل اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک عورتوں پر چڑھتے ہوئے کسی کو نہ دیکھ لو۔

مزید لکھتا ہے:

"شیخ اکبر اور امام شعرانی کے خلاف منظم سازش کی گئی ہے اور یہ نئی بات نہیں بلکہ

الیواقیت جلد ا صفحہ ۷ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مخالفوں نے ان بزرگوں کی کتابوں میں بہت ہی تبدیل وتحریف کاارتکاب کیا ہے“۔

(تحقیق الاکابر،ص102)

صفحہ 270 تا273 پر جو کچھ نقل کیااصول نمبر 4 کے تحت ہم پر حجت نہیں لہذا جواب ہم پرلازم نہیں۔

کہاں لکھا ہے کہ دیکھتے ہیں؟

پھر کہتا ہے:

”ارے زنیم! انہوں نے کہاں کہا ہے کہ سب کچھ دیکھ رہے ہوتے ہیں بلکہ تو نے خود جو عبارت نقل کی ہے اسی میں لکھا ہے کہ وہ آنکھیں بند کرلیتے ہیں“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص275)

تو پیر مظفر حسین شاہ زنیم کی زنیم اولاد اس تاویل کا منہ توڑ جواب علامہ نقشبندی صاحب یوں دے چکے ہیں:

”پنڈی مناظرے میں مفتی حنیف قریشی رضاخانی ،طالب الرحمن زیدی صاحب کو کہتا ہے کہ تم نے آگے کی عبارت نہیں پڑھی اس میں لکھا ہے :” یہ الگ بات ہے مثل کراما کاتبین....الخ

جواب: یہ تاویل بالکل باطل اورخود مصنف کے موقف کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ تو نبی کریم ﷺ کو”حاضر ناظر“ثابت کرنا چاہ رہا ہے اگر نبی کریم ﷺ آنکھیں بند کرلیں تو پھر”ناظر“ تو نہ رہے تو عمر اچھروی کی عبارت میں ”حاضر ناظر“ بیک وقت دونوں لفظوں کا مقصد کیا ہوا؟ نیز یہ تاویل کرنا کہ آنکھیں بند کرلیتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ تم بھی وہاں نبی کریم ﷺ کو”ناظر“ ماننا گستاخی سمجھتے ہوتو اگر”ناظر“ہونا گستاخ اور نبی کریم ﷺ کی شان کے خلاف ہے تو”حاضر“ہونا کیوں نہیں؟

ثانیاً: اگر تمہاری اس تاویل باطل کوتسلیم کرلیا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ تمہارے

نزدیک اگر نبی کریم ﷺ آنکھ بند کرلیں تو ان کو آنکھ کے پیچھے نظر نہیں آتا تو ایک طرف تو تم مسلمانوں پر اعتراض کرتے ہو کہ ان کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں یہ گستاخ ہیں۔ دیوار تو اتنی موٹی یہاں تم آنکھوں کے پتلے پتلے پپوٹوں کے پیچھے کے علم کی نفی کررہے ہو کہ کیا ہو رہا ہے حضور ﷺ کو کچھ علم نہیں، کیا یہ گستاخی نہیں؟؟

الجھا ہے پاؤں یار کا زلفِ دراز میں

ثالثاً: آپ کے مذہب کا اصول ہے کہ ایسا ذو معنیٰ لفظ جس میں نبی کریم ﷺ کی توہین کا پہلو نکلتا ہے وہ بھی کفر و گستاخی ہے تو اس میں پہلو نہیں صراحتاً نبی کریم ﷺ کی گستاخی ثابت ہو رہی ہے، اس لئے اگر کوئی پہلو اچھا نکال بھی لو تب بھی یہ گستاخی ہی تسلیم کیا جائے گا، اگر جواب یہ دو کہ ہم آپ کے پہلو کے ذمہ دار نہیں تو اس پر ہمارا جواب ہے کہ پھر ہماری عبارتوں میں آپ کے خود ساختہ احتمالات کے ہم ذمہ دار نہیں!!

رابعاً: مولانا نصیر الدین سیالوی بن مولانا اشرف سیالوی سرگودھوی لکھتے ہیں:

''اس سے پتہ چلا کہ عبارت گستاخی کی موہم ہے کیونکہ سمجھنے سمجھانے کی ضرورت وہیں پیش آتی ہے جہاں الفاظ کسی غلط معنیٰ کے موہوم ہوں''۔

(عباراتِ اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، ج1 ص128)

اس کتاب پر بریلوی استاذ المناظرین مولانا اشرف سیالوی صاحب (المتوفی ۱۴۳۴ھ) کی تقریظ ثبت ہے۔

مولانا منشاء تابش قصوری رضاخانی صاحب لکھتے ہیں:

''صاف اور سیدھی بات ہے کہ توہین آمیز الفاظ یا عبارات کے قائل کو شرعاً اخلاقاً اپنی صفائی کا قطعاً حق نہیں پہنچتا''۔ (دعوت فکر ص16، مکتبہ شرفیہ۔ مریدکے 1983)

ایک اور بدعتی نے لکھا:

''کچھ دیوبندی حضرات ان کفریہ عبارات کی تاویلات کرتے ہیں، مگر سچی بات یہ ہے کہ اگر یہ عبارات کفریہ نہیں تو تاویلات کیوں؟ تاویلات دینے سے تو یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ

عبارات کفریہ ہیں تو تاویلات کی جارہی ہے"۔(معرفت،ص102)

اس کتاب پر 36 "رضاخانی مفتیان" کی تقریظات موجود ہیں۔

تو جناب آپ کا اس عبارت کو سمجھنا اس کی تاویل کرنا ہی اس کی دلیل ہے کہ دال میں کچھ کالا نہیں پوری دال ہی کالی ہے۔

الحمدللہ! رضاخانیوں کے بنائے ہوئے اپنے ہی اس اصول سے مولانا احمد رضاخان (المتوفی ۱۳۴۰ھ)، مفتی احمد یار گجراتی (المتوفی ۱۳۹۱ھ)، مولانا حشمت علی رضوی (المتوفی ۱۳۸۰ھ)، مولانا نعیم الدین صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ)، مولانا عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۲ھ) وغیرہم کی جن عبارات کی تاویل رضاخانی حضرات کرتے ہیں یا ان کی عبارات کے دفاع میں اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ سب کالعدم ہوگیا بلکہ ان کے دفاع میں لکھی جانے والی یہ کتب ان بدعتیوں کے گستاخانِ رسول ﷺ ہونے پر رجسٹری ہے!!!!

خامساً: خود مولوی عمر اچھروی (المتوفی ۱۳۹۲ھ) لکھتے ہیں:

"جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجودیت کے نسبت کرنا گستاخی وکفر ہے، کیونکہ اس کو ان مقامات سے نفرت ہے اسی طرح نبی ﷺ بھی حاضر ناظر تو ہیں اور اس کو جاننے والے بھی ہیں اور آپ کی شہادت بھی ان مقامات کی ضرور ہوگی، لیکن بوجہ آپ کی ذات پاک ہونے کے ان مقامات متنفّرہ کی طرف منسوب کرنا عین گستاخی ہے اور ایمان سے بعید ہے"۔(مقیاسِ حنفیت،ص279،دارالمقیاس۔اچھرہ۔دسمبر1966)

تو عمر اچھروی کا نبی کریم ﷺ کی طرف ان مقامات کی نسبت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عمر اچھروی گستاخِ رسول ﷺ اور یہ عبارت ایمان سے بعید ہے۔

الحمدللہ! انتہائی مختصر انداز میں اس عبارت کے متعلق رضاخانی تاویل کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں اگر بریلوی پٹاری میں مزید کوئی جواب ہو تو اسے بھی سامنے لے آئے کیونکہ،

یار زندہ صحبت باقی!

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص26 تا28)

اللہ کے دیکھنے پر اپنی بکواس کا قیاس

صفحہ نمبر 273 تا 276 علمائے دیوبند کے فتاوی پیش کئے کہ اللہ کو بری چیزوں کی بھی خبر ہے اللہ ان کا بھی بصیر ہے۔اول رضا خانی بتائے کیا اللہ ان چیزوں کا علم نہیں رکھتا کیا اللہ ان کا بصیر نہیں؟ خود عمرا چھروی لکھتا ہے:

''جیسا کہ اللہ تعالیٰ پاک کی نسبت ان برے مقامات پر باوجود موجود یت کے''۔

(مقیاس حنفیت،ص 279)

لیکن اللہ کے ہر جا حاضر و ناظر یا ہر شے کا علم رکھنے کو حضور ﷺ پر قیاس کرنا نری جہالت ہے۔ایک طرف کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کو اللہ کی طرح نہیں مانتے اور خبیث کی اولاد مثالیں پھر اللہ کی دیتے ہیں؟

اللہ فعال لما یرید ہے لا یسال عما یفعل ہے وہ مکلف نہیں جبکہ حضور ﷺ مخلوق ہیں انسان ہیں افضل البشر ہیں اللہ کے نبی ہیں وہ احکام شرعیہ کے مکلف ہیں لہذا ان کا ایسے جگہوں پر ہونا یقینا پاک پیغمبر ﷺ کی توہین بھی ہے اور خلاف شرع بھی۔عجیب جہالت کل کو کوئی پیر مظفر حسین شاہ کو کتے کی موت مار کر جہنم واصل کر دے اور جب پوچھے کہ یہ کیا کیا؟ تو آگے سے جواب دے کہ اللہ کے حکم و مشیت سے روز پوری دنیا میں سینکڑوں کتے مرتے ہیں اگر اسی کی مشیت سے ایک کتا میرے ہاتھ سے مر گیا تو کیا ہوا؟ تو کیا رضا خانی اس جواب کو تسلیم کریں گے؟

علمائے دیوبند سے حاضر و ناظر کا ثبوت

موصوف نے آخر میں علمائے دیوبند کی چند مجمل عبارات پیش کی جو ان سے پہلے ان کے اکابر بھی پیش کرتے رہے ہیں۔ہم موصوف ہی کی زبانی:

''اس مقام پر۔۔۔ایک مجمل سی عبارت پیش کر کے بندروں والے کرتب دکھائے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی،جلد اول،ص 266)

تو موصوف نے بھی مجمل عبارات دکھا کر خان صاحب فاضل بریلوی والے کرتب

دکھایے۔امام قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی اس کا جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صاحب صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تبرید النواظر میں دے چکے ہیں امام نانوتوی خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حاضر و ناظر کے عقیدہ کو کفر کہتے ہیں۔حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش کی اس کا تفصیلی جواب بھی تفریح الخواطر میں مل جائے گا مختصر وہاں روحانیت کا ذکر ہے اور واقعی نیک لوگ کی روحانیت انسان کے ساتھ ہو سکتی ہے جبکہ علامہ نقشبندی صاحب نے فتاوی بزازیہ کا جو حوالہ پیش کیا اس میں اولیاء اللہ کی روحوں کا ہر جگہ حاضر و ناظر اور ہر شے کو جاننے پر کفر کا فتوی ہے اپنے ہی اصول پر غیرت ہے تو مولانا گنگوہی رحمہ اللہ علیہ کی کوئی عبارت پیش کر جس میں اولیاء اللہ کی روحوں کو ہر جگہ حاضر و ناظر اور سب کچھ جاننے والا کہا ہو۔دیدہ باید۔صفحہ 281 تا 283 بعض اولیاء اللہ کا متعدد مقامات پر ہونا وہ کرامتا ہے غیرت ہے تو علامہ نقشبندی صاحب کا حوالہ پیش کرو کہ وہ اس کو حاضر و ناظر مانتے ہیں اسی طرح شیطان کا مسافت بعیدہ طے کرنے کا بھی حاضر ناظر کے عقیدہ کفریہ سے کوئی تعلق نہیں تم نے خود علامہ صاحب سے حاضر و ناظر کا معنی یہ نقل کیا:

''اس ذات کے علاوہ کسی مخلوق خواہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کیوں نہ ہوں ہر جگہ ہر مقام ہر آن ہر گھڑی حاضر ناظر ماننا کفر ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 255)

تو اب اگر تجھ میں غیرت ہے تو امام قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ سے لیکر مفتی رضاء الحق صاحب تک کا کوئی ایک حوالہ پیش کر کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا کسی ولی کو یا شیطان کو معاذ اللہ ہر آن ہر گھڑی ہر جگہ ہر مقام میں حاضر و ناظر مانتے ہیں اپنا اصول یاد رکھنا:

''بعینہ انہی الفاظ کو ہمارا عقیدہ اور ہمارے معتبر اکابرین سے ثابت کرے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی،جلد اول،ص 255)

اس کے علاوہ نہ ہمارے پاس اتنا وقت نہ پیسہ کہ تمہاری ہر نقل کردی لایعنی بکواس کا جواب دینے بیٹھ جائیں جس کا ہمارے عقیدہ یا فتوے سے دور دور تک کا کوئی تعلق نہیں ہم

فتوی ایک چیز پر لگاتے ہیں عبارت کوئی اور لاتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ احمد رضا خان بریلوی کے ماننے والوں کو ''احمق الناس'' بھی نہ کہو۔

عقیدہ حاضر وناظر اور رضاخانی کفر کے فتوے

فیض احمد اویسی لکھتا ہے:

''پس چاہئے کہ بندہ جیسا کہ اللہ تعالی کو برابر اپنے تمام حالات پر ظاہر و باطن میں واقف اور خبر دار جانتا ہے رسول اللہ ﷺ کو بھی ظاہر و باطن میں خبر دار اور حاضر و ناظر جانے''۔

(ندائے یارسول اللہ، ص42)

مزید یہ مشرک پلید لکھتا ہے:

''آنحضرت ﷺ اللہ تعالی کی حضوری سے کبھی علیحدہ نہیں ہوتے پس جب اللہ تعالی ہر جگہ حاضر و ناظر ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے حاضر و ناظر ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے''۔

(ندائے یارسول اللہ، ص93)

مزید مشرک زمانہ ملعون احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازی جس طرح اللہ کو حاضر ناظر جانے اسی طرح محبوب ﷺ کو''۔

(تفسیر نعیمی، جلد اول، ص58)

یعنی معاذ اللہ جس طرح اللہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہر آن ہر ایک کی خبر ہر ایک سے باخبر ہر ایک پر نظر اسی طرح حضور ﷺ کو بھی ہر جگہ ہر آن ہر ایک سے باخبر ہر جا حاضر و ناظر جانو!!!

اب ذرا ایک اور رضاخانی کا فتوی ملاحظہ ہو:

''پھر تمہیں پوچھے تھے کہ کسی نے بولے اللہ اور رسول حاضر و ناظر ہے ایسا بولنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اس کا یہ ہے کہ ایسا بولنا جائز نہیں اور بولنے ولا مشرک ہے۔ اس لئے کہ ہر جا حاضر و ناظر رہنا مخصوص خدا ہی کا کام ہے''۔

(فتاوی لطیفیہ، ص248)

رضاخانی فقہیہ الہند شاہ مسعود دہلوی لکھتا ہے:

"واضح ہو کہ یارسول اللہ کہنا وقت سونے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بہ نیت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک ہے"۔

(فتاوی مسعودی، ص529)

یہ کہتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنا حاضر و ناظر سمجھ کر کہنا شرک ہے کیونکہ یہ دونوں صفات بالذات اللہ کی ہیں جس میں اس کا کوئی شریک نہیں جبکہ دوسری طرف شریف الحق امجدی مشرک پلید لکھتا ہے:

"اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ کہنا بلاشبہ جائز و مستحسن و باعث برکت ہے اور بلاشبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاضر و ناظر ہیں"۔

(فتاوی شارح بخاری، جلد اول، ص440)

مفتی احمد یار لکھتا ہے:

"(اعتراض)۔۔۔اٹھتے بیٹھتے یارسول اللہ یا غوث کہنا جپنا شرک ہے۔جواب: اللہ والوں کی تعریف اور ان کا ذکر حقیقت میں خدا ہی کی تعریف ہے اور اسی کا ذکر ہے بلکہ کامل حمد اللہ کی وہی ہے جو اس کے خاص بندوں کے ذکر کے ساتھ ہو جیسا ہم اوپر بیان کر چکے۔اگر اٹھتے بیٹھتے غیر اللہ کی تعریف کرنا شرک ہے تو تم بھی اٹھتے بیٹھتے اپنے مولویوں کی تعریف کرتے ہو"۔

(تفسیر نعیمی جلد اول، ص46)

اب ایک کہتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ جیسا ہر جگہ حاضر و ناظر مانے دوسرا کہتا ہے یہ تو شرک ہے ایک کہتا ہے کہ اٹھتے بیٹھتے ہر وقت یارسول اللہ کہنا خاص کر بنیت حاضر و ناظر یہ شرک ہے کیونکہ یہ اللہ کا خاصہ ہے دوسرا کہتا ہے نہیں یہ تو مستحب ہے بلکہ یہ تو معاذ اللہ اللہ ہی کا ذکر ہے اب ہم ان تمام رضاخانی مرتدین مشرکین پر اپنی طرف سے کوئی تبصرہ کرنے کے بجائے مرزائی لعنتی زنیم مفعول مالم یسم فاعلہ ابو حامد رضوی جو حقیقت میں ابو دجال خنزیروی ہے اسی کا تبصرہ نقل کر دیتے ہیں:

"لو جی یہ سارے (رضاخانی) مولوی جن کے ہم نے حوالے دئے (احمد یار گجراتی، شریف الحق امجدی، فیض احمد اویسی) وہ سب کے سب مرتد تھے اور ان کا نکاح باطل تھا ساری زندگی کیا کرتے رہے یہ تو (مظفر حسین شاہ لعنتی) ہی بتا سکتا ہے اور جن کے نکاح ان لوگوں نے پڑھائے ان کے نکاح بھی نہیں ہوئے اور وہ بھی ساری زندگانی حرامکاری کرتے رہے واہ (رضاخانیو!) واہ کیسا بہترین تحفہ ملا تم لوگوں کو علمائے اہلسنت پر بھونکنے کا۔۔۔ یہ تو خود بھی مرتد ہوئے اور ان کا نکاح بھی باطل ہوا اور جن کا نکاح انہوں نے پڑھایا وہ بھی گئے۔۔اور جن کا نام ہم نے لیا (جیسے ابو حامد خنزیوری، میثم کھسرا، پیر مظفر حسین لعنتی، تیمور پلمبر عرف امی کی واٹس ایپ تصویر والا) وہ بھی (رضاخانی) اصولوں سے حاضر و ناظر کے قائل ہو کر مرتد ہوئے اور ان کا نکاح بھی باطل ہوا اور جن کا نکاح انہوں نے پڑھایا وہ بھی باطل، اب اور بھونکو اہلسنت پر جتنا بھی بھونکو گے وہ سب کا سب (رضاخانی) ہی پر آئے گا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول ص 283)

ابو حامد رضوی مرزائی کے چیلنج کا منہ توڑ جواب

فرقہ حسام الحرامی کا ابو حامد رضوی نامی بے غیرت بھنگ کے نشے میں کہتا ہے:

"وہابی مولوی ساجد خان لکھتا ہے کہ جسے عام طور پر اس طرح تعبیر کیا جاتا ہے کہ ہر جگہ ہر مقام پر حاضر ناظر خدالم یزل کی ذات بابرکات ہے" میں اس وہابی مولوی ساجد خان کو کھلا چیلنج کرتا ہوں کہ جن سادات احناف کے حوالے اس نے اپنی کتاب میں دئے ہیں ان میں سے کسی چار سے اس تعبیر کو بیان کردے آپ یقین جانئے وہابی مولوی مرجائے گا اپنے گڑھے ہوئے مردے اکھیڑنے کیلئے تیار ہو جائے گا حتی کہ اپنے اکابرین کی قبروں سے بھیک بھی مانگنے کیلئے تیار ہو جائے گا لیکن ہمارے اس چیلنج کو پورا نہیں کرے گا"۔

ہم اس مرزائی زنیم کو کہتے ہیں ہم تجھے چیلنج دیتے ہیں خبیث کی اولاد سادات احناف کا نام تو بھی لیتا ہے کسی چار سادات احناف کے حوالے دے کہ کسی عقیدہ کی اردو تعبیر کیلئے الفاظ بھی ہم سادات کی کتابوں سے دینا ضروری ہے تو مرتے مرتے مر تو جائے گا احمد رضا خان کی قبر پر جا کر

اس کی ہدیوں کو چاٹ چاٹ کر زبان تو گھسا دے گا جماع کے وقت اپنے ہر پیر کو حاضر و ناظر کر کے ان سے مدد کی بھیک تو مانگ لے گا لیکن اس کا ثبوت نہیں دے پائے گا۔

شرق وغرب کے فرقہ حسام الحرامیوں کو ایک اور چیلنج ہے کہ تمہارا جو یہ عقیدہ کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالی کی طرح ہر جگہ حاضر و ناظر مانو اور ہر جگہ حاضر و ناظر مان کر ہر وقت ان کو پکارو یہ تعبیر چار نہیں دو بھی نہیں فقط ایک صرف ایک سادات ماتریدیہ کی عقیدہ کی کتاب یا سادات احناف کی فتوے کی کتاب سے مفتی بہ قول کی صورت میں پیش کر دو جو چور کی سزا وہ ہماری سزا

لیکن یہ خان صاحب بریلوی کی طرح تین سال کی عمر میں بانس بریلی کی خان صاحب کے گھر میں آنے جانے والی رنڈیوں کے سامنے کرتہ اٹھا کر ننگے تو ہو سکتے ہیں لیکن اس چیلنج کو پورا نہیں کر سکتے۔

اب لیجئے ہم موصوف کے چیلنج کو اسی کے ابو جی کی کتاب سے پورا کرنے والے ہیں اگر رتی برابر غیرت ہوگی تو اسے پڑھنے کے بعد چلو بھر غلاظت میں ناک و منہ پانچ منٹ تک رکھ کر اپنے خبیث بدن کو اپنی خبیث روح سے آزاد کر لینا۔ رضاخانی لکھتا ہے:

’’’’پھر تمہیں پوچھے تھے کہ کسی نے بولے اللہ اور رسول حاضر و ناظر ہے ایسا بولنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب اس کا یہ ہے کہ ایسا بولنا جائز نہیں اور بولنے ولا مشرک ہے۔ اس لئے کہ ہر جا حاضر و ناظر رہنا مخصوص خدا ہی کا کام ہے۔ اس کام میں کوئی مخلوق شریک نہیں۔ ’’بحرا الرائق، اور عالمگیری اور فصول عمادی اور مختار الفتاوی اور خلاصہ اور خانیہ میں ہے کہ کسی شخص نے شہادت سے خدا اور رسول کے نکاح کیا تو صحیح نہیں پھر کافر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہر جا حاضر ناظر رہنے پر غیب دانی پر حضرت کے اقرار کرنا عالم الغیب کے فرمودہ سے یعنی لا یعلم الغیب الا اللہ سے منکر ہونا ہے‘‘۔

(فتاوی لطیفیہ، ص248)

لیجئے ہم نے چار نہیں چھ فقہ کی کتب سے اس عقیدہ کا اللہ کیلئے خاص ہونا اور کسی اور کیلئے ماننے کا کفر ہونا بتلا دیا۔ مگر شرم تم بے غیرتوں کو پھر بھی نہ آوے۔

تیسرا مسئلہ
نوروبشر

پہلے اس حوالے سے علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی نے جوگفتگو کی تھی وہ ہم آپ کے سامنے نقل کر دیتے ہیں۔

حنفیت اور عقیدہ نور و بشر

سادات حنفیہ کا عقیدہ ونظریہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام افضل البشر ہیں بشریت ان کا کمال ہے ان کے متعلق بشریت کا عقیدہ رکھنا ہرگز توہین نہیں۔

(۱) وقَدْ سُئِلَ الشَّيْخُ ولِيُّ الدِّينِ العِراقِيُّ: هَلِ العِلْمُ بِكَوْنِهِ صَلّى اللّٰه تَعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ بَشَرًا ومِنَ العَرَبِ شَرْطٌ في صِحَّةِ الإيمانِ أوْ مِن فُرُوضِ الكِفايَةِ؟ فَأجابَ بِأنَّهُ شَرْطٌ في صِحَّةِ الإيمانِ ثُمَّ قالَ: فَلَوْ قالَ شَخْصٌ: أُومِنُ بِرِسالَةِ مُحَمَّدٍ صَلّى اللّٰهُ تَعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ إلى جَمِيعِ الخَلْقِ لَكِنْ لا أدْرِي هَلْ هو مِنَ البَشَرِ أوْ مِنَ المَلائِكَةِ أوْ مِنَ الجِنِّ أوْ لا أدْرِي هَلْ هو مِنَ العَرَبِ أوِ العَجَمِ؟ فَلا شَكَّ في كُفْرِهِ لِتَكْذِيبِهِ القُرْآنَ وجَحْدِهِ ما تَلَقَّتْهُ قُرُونُ الإسْلامِ خَلَفًا عَنْ سَلَفٍ وصارَ مَعْلُومًا بِالضَّرُورَةِ عِنْدَ الخاصِّ والعامِّ، ولا أعْلَمُ في ذَلِكَ خِلافًا، فَلَوْ كانَ غَبِيًّا لا يَعْرِفُ ذَلِكَ وجَبَ تَعْلِيمُهُ إيّاهُ، فَإنْ جَحَدَهُ بَعْدَ ذَلِكَ حَكَمْنا بِكُفْرِهِ انْتَهى۔ (تفسیر روح المعانی، ج2، ص325، سورہ آل عمران، 164، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

شیخ ولی الدین عراقی سے پوچھا گیا کہ کیا یہ علم رکھنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں اور عرب میں سے ہیں یہ صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے یا فرض کفایہ ہے (کہ بعض لوگوں کو علم ہو تو بھی کافی ہے تمام لوگوں کو معلوم ہونا ضروری نہیں) تو فقیہ ولی الدین عراقی نے فرمایا کہ یہ علم رکھنا صحتِ ایمان کیلئے شرط ہے پھر فرمایا اگر کسی نے کہا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر تو ایمان رکھتا ہوں لیکن یہ نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر میں سے ہیں یا جن میں سے ہیں یا فرشتوں میں سے ہیں اور یہ بھی نہیں جانتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عربی ہیں یا عجمیوں میں سے ہیں تو ایسے شخص کے کفر میں کوئی شک نہیں کیونکہ اس نے قرآن کریم کی تکذیب کی ہے اور اس عقیدے کا انکار کیا ہے جس کو اہلِ اسلام خلفا

عن سلف یعنی پے در پے نقل کرتے آئے ہیں اور ہر خاص وعام کے ہاں بدیہی طور پر ثابت ہے، میرے علم میں نہیں کہ اس مسئلے میں کسی نے اختلاف کیا ہو، پس اگر غبی ہے اور نہیں سمجھتا ہے تو اس کو اس نظریہ کی تعلیم دینا واجب ہے اگر پھر بھی انکار کرے تو ہم اس پر کفر کا فتویٰ دیں گے۔

نوٹ: یہی فتوی علّامہ محمّد عبد الباقی (متوفی ۱۱۲۲ھ) نے بھی "شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ، ج۸، ص۳۵۶، دار الکتب العلمیہ بیروت" پر نقل کیا ہے۔ اور یہی قول اختصار کے ساتھ "شرح خرپوتی، ص۱۵۶، مکتبۃ المدینہ" پر بھی موجود ہے۔

(۲) و یشترط لصحۃ الایمان بہ ﷺ معرفۃ اسمہ اذ لا تتم المعرفۃ الا بہ و کونہ بشرا من العرب و کونہ خاتم النبیین اتفاقا لورود ذالک الواقع المتواترۃ، (حاشیۃ الطحاوی، ص۱۰، دار الکتب العلمیہ، بیروت)

آپ ﷺ پر ایمان کی صحت کیلئے آپ ﷺ کے نام اور عرب میں سے بشر ہونے کی اور آخری نبی ہونے کی معلومات شرط ہیں کہ یہ چیزیں تواتر سے ثابت ہیں۔

یعنی جو یہ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ بشر ہیں یا نہیں یا آپ ﷺ آخری نبی ہیں یا نہیں تو وہ کافر ہے اس کا آپ ﷺ پر ایمان ہی نہیں چاہے لاکھ دعوے کرے ایمان ومحبت کے اور لاکھ نعرے لگائے لبیک یارسول اللہ کے۔

(۳) وَرَسُولُنَا - سَيِّدُ الْبَشَرِ - صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - غُسِّلَ.... (البدائع الصنائع، ج1، ص322، فصل احکام الشہید)

ہمارے رسول مکرّم ﷺ سید البشر کو بھی غسل دیا گیا۔

(۴) مَطْلَبٌ فِي تَفْضِيلِ الْبَشَرِ عَلَى الْمَلَائِكَةِ وَحَاصِلُهُ أَنَّهُ قَسَّمَ الْبَشَرَ إلَى ثَلَاثَةِ أَقْسَامٍ: خَوَاصُّ كَالْأَنْبِيَاءِ وَأَوْسَاطٌ كَالصَّالِحِينَ مِنْ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ. وَعَوَامٌّ كَبَاقِي النَّاسِ. (فتاویٰ شامی، ج1، ص527)

تقسیم کیا بشر کو تین اقسام کی طرف خواص بشر جیسے انبیاء، اوساط بشر (درمیانے) جیسے

صالحین یعنی صحابہ و دیگر اور عوام جیسے باقی انسان۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) نے انبیاء کو خواص بشر کہا۔

(۵) عَنْ الْمُحِيطِ أَنَّ الْأَوَّلَ قَسَّمَ الْبَشَرَ إِلَى قِسْمَيْنِ: خَوَاصُّ وَهُمْ الْأَنْبِيَاءُ، وَعَوَامٌّ وَهُمْ مَنْ سِوَاهُمْ مِنْ الْمُؤْمِنِينَ. (البحرالرائق ،ج1،ص353،آداب الصلوۃ)

بشر کو دو قسموں کی طرف تقسیم کیا خواص بشر جیسے انبیاء، اور عوام بشر جیسے دیگر مومنین۔

(۶) قَالَ تَاجُ الشَّرِيعَةِ وَعِنْدَ أَكْثَرِ الْمَشَايِخِ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ أَنَّ خَوَاصَّ الْبَشَرِ وَهُمْ الْمُرْسَلُونَ أَفْضَلُ مِنْ جَمِيعِ الْمَلَائِكَةِ وَخَوَاصَّ الْمَلَائِكَةِ أَفْضَلُ مِنْ أَوْسَاطِ الْبَشَرِ وَأَوْسَاطَ الْبَشَرِ أَفْضَلُ مِنْ أَوْسَاطِ الْمَلَائِكَةِ. (تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق،ج2،ص102)

اکثر مشائخ اہلِ سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ خواص بشر جیسے انبیاء تمام نوری مخلوق یعنی فرشتوں سے افضل ہیں۔

(۷) ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر، (فتاوی بزازیہ،ج3،ص178،دارالفکر بیروت)

بلاشبہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں۔

(۸) قَدْ اَرْسَلَ اللّٰهُ تعالی رُسُلاً مِّنَ الْبَشَرِ اِلیَ الْبَشَرِ، (شرح العقائد، ص164،مکتبہ رحمانیہ)

تحقیق اللہ نے بھیجے بشر میں سے رسول بشر کی طرف۔

(۹) مَنْ قَالَ لَااَدْرِیْ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاَ نَ اِنْسِیّاً اَوْ جِنِّیّاً یُکَفَّرُ کذا فی الفصول العمادیہ، (فتاوی عالمگیری،ج2،ص226، کتاب السیر)

جو شخص یہ نہیں جانتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسان بشر تھے یا جن، تو اس پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جائے گا۔

(۱۰) وَخَوَاصُّ الْبَشَرِ أَفْضَلُ الْمَلَائِكَةِ. (فتح القدیر،ج8،ص489،

باب الایلا)

خواص بشر (یعنی انبیاء) فرشتوں سے افضل ہیں۔

ان تمام حوالہ جات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ احناف نبی کریم ﷺ کو بشر سمجھنا ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں اور اس کے منکر کو کافر کہتے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو سب سے افضل بشر حتی کہ نوری مخلوق یعنی فرشتوں سے بھی افضل و اشرف سمجھتے ہیں، اب بدعتی حضرات کا عقیدہ ملاحظہ ہو:

بدعتی عقیدہ

(۱) بدعتیوں کے حکیم الامت مفتی منظور احمد اوجھیانوی ثم گجراتی جو مفتی احمد یار نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) کے نام سے معروف ہیں وہ لکھتے ہیں:

"ان کو (یعنی نبی کریم ﷺ کو) بشر ماننا ایمان نہیں"۔ (تفسیر نعیمی، ج 1، ص 100، مکتبہ اسلامیہ لاہور)

(۲) اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے خلیفہ مجاز و بدعتی صدر الافاضل جناب مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ) لکھتے ہیں:

"**مسئلہ**: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا"، (خزائن العرفان: ص 2 مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

(۳) بدعتی جنید زماں ابو عبد الوہاب مولانا عمر اچھروی صاحب (المتوفی ۱۳۹۲ھ) لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ بشر کلام نہیں کرسکتا سوائے ان تین مذکورہ طریقوں کے اور نبی ﷺ سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ ہمکلام ہوئے"۔ (مقیاسِ حنفیت، ص 249)

یعنی نبی اللہ تعالیٰ سے تین طریقوں سے ہمکلام ہوسکتا ہے ایک وحی کے ذریعہ دوسرا پردے کے پیچھے تیسرا ارسال ملک کے ذریعہ اور معراج کے دن حضور ﷺ ان تینوں

طریقوں کے علاوہ بالمشافہ (ڈائریکٹ) اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہوئے لہٰذا حضور ﷺ معاذ اللہ بشر نہیں۔ حالانکہ یہ استدلال مبنی بر جہالت ہے تفصیل ہماری کتاب "دروس مناظرہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۴) موصوف مزید لکھتے ہیں:

"نبی اللہ کو بشر کہنا اور نبی اللہ کی حقیقت انسانی کو بیان کرنا سنت ملائکہ نہیں ہے بلکہ سنت ابلیسی ہے"۔ (مقیاس النور، ص 195، مکتبہ سلطانیہ لاہور)

اس کا مطلب ہے کہ یہ سارے فقہاء جو نبی کریم ﷺ کو بشر بلکہ افضل البشر کہہ رہے ہیں ان کی بشریت یعنی انسانیت کو بیان کر رہے ہیں یہ سب معاذ اللہ سنتِ ابلیسی پر کاربند ہیں؟

(۵) موصوف مزید برستے ہوئے لکھتے ہیں:

"ہاں ابلیس کا عقیدہ بشر کہنے کا ہے ابوجہل اور باقی کفّار کا کہنا بھی یہی تھا....جب ملائکہ نے نہیں کہا ابلیس نے کہا تو ثابت ہوا کہ نبی اللہ کو بشر کہنا یہ سنت ملائکہ ہے اور بشر کہنا سنتِ ابلیس ہے"۔ (مقیاس النور، ص 201)

(۶) بدعتی مناظر مولانا عبد المجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

"اندازہ لگائیں جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر ابو البشر سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے"، (مخلصانہ کاوش بجواب مخلصانہ کوشش، ص 191، مکتبہ مجیدیہ رحیم یار خان)

یہ عبارت سعیدی صاحب نے اپنے قمر الاسلام جناب پیر قمر الدین سیالوی صاحب (المتوفی ۱۴۰۱ھ) کے ملفوظات "انوار قمریہ، ج 1، ص 94" سے لی ہے۔ مقصود دونوں کا یہ ہے کہ حضور ﷺ جب پہلے بشر یعنی آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تھے تو ان کو بشر ماننا یا کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بشر نہ تھے، معاذ اللہ!!

فائدہ

آج اہل بدعت یہ کہتے ہیں نبی کریم ﷺ کو بشر کہنا یا ماننا کفر ہے کیونکہ بشریت میں

توہین کا پہلو ہے جیسا کہ مولانا نعیم الدین مراد آبادی صاحب (المتوفی ۱۳۶۷ھ) و دیگرا کابر بریلویہ کے حوالے سے گزرا.

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ علاّمہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۲۳ھ) نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چارسو کے قریب مبارک ناموں کو اپنی کتاب ''مواہب اللدنیہ'' میں ''حروف تہجی'' کی ترتیب پر جمع کیا ان میں ''ب'' کے ذیل میں چھٹے (۶) نمبر پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام ''بشر'' لکھا۔علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۲۲ھ) اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ''بشر'' اس لئے ہے کہ آپ ''افضل البشر اور اعظم البشر ہیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشر ہونے پر ''انما انا بشر مثلکم '' سے استدلال کیا''۔(مواہب اللدنیہ مع شرح الزرقانی :ج4:س178: دارالکتب العلمیہ بیروت)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان ناموں کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) نے بھی اسی مواہب کے حوالے سے اپنی مایہ ناز کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں جمع کیا اور وہاں بھی اسی ترتیب پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ''بشر'' لکھا۔(مدارج النبوۃ: ج1:ص473)

قارئین کرام! اب ہم فیصلہ آپ پر چھوڑتے ہیں کیا ایسے لوگ کسی بھی طرح مسلمان ہو سکتے ہیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارک میں بھی توہین کے پہلو نظر آئیں؟ اور کیا صاحب مواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ، اور جن کی حدیثِ نور عوام کی جیبیں بٹورنے کیلئے میلاد کے جلسوں میں پڑھی جاتی ہے، شارح علاّمہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ وہ کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام بشر ذکر کرکے گستاخ ہوئے یا نہیں؟ کیا انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشر مان کر معاذ اللہ آپ کے کمالات وفضائل کا انکار نہیں کیا؟

رضاخانی دجل کہ ہم تو بشر مانتے ہیں

موصوف نے پہلے صفحہ 284و285 پر احمد رضا خان، نعیم الدین و احمد یار کے حوالے پیش کئے کہ وہ حضور ﷺ کو بشر مانتے ہیں۔

تو عرض ہے کہ اگر ایسا ہے تو اپنے ہی فتووں سے کافر ہو گئے کیونکہ آپ کے مذہب کا حوالہ گزر چکا کہ انبیاء کو بشر ماننا ایمان نہیں لہذا یہ سب بے ایمان ہوئے۔

ہم پہلے بارہا واضح کر چکے ہیں کہ رضاخانی تقیہ میں شیعوں سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں ان کی کتب میں ایک ہی عقیدہ کے متعلق متضاد عبارتیں مل جائیں گی تاکہ مرزائیوں وشیعوں کی طرح جہاں پھنسیں تو جان چھڑانے کیلئے وہ عبارات لے آئیں جس میں کفر سے بچنے کی راہ نکلتی ہو۔

مثلاً آپ نے دیکھا کہ یہ لوگ حقیقت میں انبیاء کیلئے علم غیب کلی ذاتی مانتے ہیں لیکن ہماری پکڑ سے بچنے کیلئے وہ عقیدہ ذکر کر دیا جس میں انباء الغیب کی تاویل ہو سکتی تھی۔

یہ لوگ حضور ﷺ و شیطان کو معاذ اللہ اللہ کی طرح حاضر و ناظر مانتے ہیں لیکن ہماری پکڑ سے بچنے کیلئے "عرض اعمال" کو حاضر و ناظر سے تعبیر کر دیا۔

اسی طرح یہ لوگ درحقیقت حضور ﷺ و تمام انبیاء علیہم السلام کی بشریت کے منکر ہیں لیکن چونکہ یہ عقیدہ صریح کفر کا عقیدہ ہے لہذا علمائے حق کے کفر کے فتوے سے خود کو بچانے کیلئے دبے لفظوں میں بشریت کا بھی اقرار کیا ہے۔ اس قسم کے دجل وفریب سے یہ ان علماء حق کو تو بآسانی مغالطہ میں ڈال دیتے ہیں جو ان کے عقائد سے کماحقہ واقف نہیں جیسا کہ علم غیب کے باب میں گذرا لیکن ان کے مذہب پر گہری نظر رکھنے والے ان کے ہر دجل وفریب سے آگاہ ہیں۔ لہذا جان اتنی آسانی سے چھوٹنے والی نہیں۔

حافظ رضاخانیت عبدالعزیز رضاخانی بانی دارالعلوم اشرفیہ کی املا کرائی گئی کتاب میں ہے:

"اسی تقیہ بازی کا نتیجہ ہے بانیان دیوبند کے ایک فتوے میں دس دس تعارض موجود

ہیں ۔۔۔بیسیوں برس یہی تقیہ کیا جب دیکھا کہ اثر ہوگیا اور ایک جتھا بن گیا دیو بند کی شاخیں بھی قائم ہوگئیں تو رفتہ رفتہ وہابی عقیدوں کی اشاعت شروع کر دی"۔

(العذاب الشدید،ص 11،مکتبہ فریدیہ ساہیوال)

تو جناب! آپ کے بھی ایک ایک عقیدہ میں دس دس تعارض ہیں اپنی کتابوں میں اہلسنت کے عقائد بھی لکھے ہوئے ہیں انہی عقائد میں سے ایک مسئلہ بشریت بھی ہے مگر جہاں دیکھا کہ رضاخانیت مضبوط ہوگئی تو وہاں اپنے انکار بشریت کا گندہ عقیدہ بھی خوب پھیلایا۔

ثانیا: مرزائی مفتی اعظم ہند لکھتا ہے:

"صاحب خفض الایمان نے دس برس کامل ضربیں کھا کر اپنے بیان مطلب میں سوا دو ورق کی مبسوط کتاب لکھی جس کا یہ چھوٹا سا نام بسط البنان لکف عن کاتب حفظ الایمان اس میں اپنا مطلب خود بیان کیا صفحہ 7 پر بلا تاویل اپنا کفر مان لیا صفحہ 3 پر بلا شبہ اپنے آپ کو خارج از اسلام کہہ لیا امام اہلسنت وعلمائے حرمین طیبین نے تو جو ایسا مانے اسے کافر کہا تھا آپ نے اپنے کفر پر اور بڑھ کر رجسٹری کی"۔

(الموت الاحمر،ص 61)

پس ہم بھی کہتے ہیں کہ اگر موصوف کے بقول اس کے شیطانی اکابر مثل رئیس المحرفین احمد رضا خان فاضل از فضلہ، نعیم الدین واحمد یار نے نبی کریم ﷺ کی بشریت کا اقرار کیا ہے تو اپنے کفر و جہنمی ہونے پر مزید رجسٹری کی ہے۔

رضاخانی یہ مت بھولیں کہ علمائے دیوبند کو معاذ اللہ کافر کہنے کیلئے انہوں نے وہ وہ بکواسات اپنی کتب میں جمع کر لی ہیں کہ علمائے دیوبند پر تو کوئی فرق نہیں پڑا لیکن آج ان کا اپنا تن من انہی اصولوں سے چھیدا پڑا ہے اور یہ اسے جتنی بھی کوشش کرلیں ڈھانپنے کی رضاخانیت مزید ننگی ہوتی جاتی ہے۔

ثالثا: ما قبل میں خود آپ نے ایک طرف یہ دعوی کیا کہ علمائے دیوبند حاضر و ناظر وعلم

غیب کو کفر وشرک کہتے ہیں دوسری طرف پھر آپ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ علم غیب و حاضر و ناظر کے بھی قائل ہیں لہذا اپنے ہی فتوے سے کافر ہوئے معاذ اللہ۔اسی طرح ان حوالوں کو نقل کر کے جس میں آپ نے حضور ﷺ کی بشریت کا اقرار کیا ہے اپنے انہی علماء کے فتوے سے کافر و مرتد ہوئے جو اسے کفریہ و گستاخانہ عقیدہ سمجھتے ہیں۔

رابعا: کیا علمائے دیوبند حضور ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار نہیں کرتے؟حضور ﷺ کی توہین کرنے والے کو کافر نہیں جانتے؟اس سب کے باوجود آپ یہ تسلیم نہیں کرتے تو آپ کی یہ نری بکواس بھی ہمیں مسلم نہیں کہ ہم تو بشر مانتے ہیں۔ایسے کو تیسا۔

ہمارے ساتھی بھی ذرا یہاں خیال کریں کہ فوراان کی وضاحتوں پر نہ پھسل جایا کریں۔ ہم سو سال سے اپنی عبارتوں کی وضاحتیں دے رہے ہیں کیا انہوں نے مان لیا؟ وہی مرغی کی ایک ٹانگ۔اس لئے یہ سو تاویلیں کریں سو دہائیاں دیں کہ ہماری کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے آپ نے بالکل بھی نہیں ماننا اور یہی کہنا کہ بس ہم نے جب تمہیں کافر کہہ دیا تو ''کتاب لاریب فیہ'' اب تم کافر ہی ہو جب تک اپنے کفر کا اقرار کر کے دوبارہ مسلمان نہ بن جاؤ۔

رضاخانیوں کا ایک پرانا دھوکا

سرقہ باز مولف ابو حامد رضوی مرزائی رضاخانی لکھتے ہیں:

''ہاں بلاوجہ انبیاء کرام کے بارے میں بشر بشر کی رٹ لگانا درست نہیں سمجھتے اسی طرح ان کو اپنی مثل بشر ماننا یا ایسے انداز میں بشر کہنا جس میں توہین ہو توہین جانتے ہیں''۔

(دیوبندیت کے بطلان کا انکشاف جلد اول،ص 284)

سوال یہ ہے کہ یہ بلاوجہ بشر بشر کی رٹ کون لگا رہا ہے؟ جس کا آپ رد کر رہے ہیں؟ اور جو اپنے مثل بشر کہہ کر رہا ہے وہ کون ہے اور کس معنی میں کہہ رہا ہے اور حضور ﷺ کی بشریت کو اس انداز میں بیان کرنا جس سے توہین کا پہلو نکلتا ہے اسے توہین کون نہیں جانتا؟

کیونکہ دیوبندیوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ آپ ﷺ افضل البشر ہیں،نور بھی ہیں اور بشر بھی

اس طرح کہ آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ اپنی ذات اقدس یعنی حقیقت اور جنس کے لحاظ سے بشر ہیں اور خاکی مخلوق ہیں البتہ ہادی ہونے کے اعتبار سے نور ہدایت ہیں ۔ جیسے کہ امام اہل سنت حضرت شیخ سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں :

''ہمارا ایمان اور تحقیق یہ ہے کہ امام الرسل خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بشر بھی ہیں اور نور بھی ۔جنس اور ذات کے لحاظ سے تو آپ بشر ہیں اور صفت و ہدایت کے اعتبار سے آپ نور ہیں''۔

(تنقید متین بر تفسیر نعیم الدین، ص :84)

ایک چیز کا وجود ہی جب نہیں تو بقول رضاخانی :

''ہر بار کی طرح صفحات ہی سیاہ کئے ہیں اور اپنے نامہ اعمال کو مزید خراب کیا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول ص 284)

رضاخانیوں کا حضور ﷺ کو کافروں جیسا بشر کہنا معاذ اللہ

ایک طرف یہ رذیل قوم اپنی سادہ لوح عوام کو یہ دھوکا دیتی ہے کہ دیکھو ہم تو حضور ﷺ کو اپنے جیسا اپنے مثل بشر نہیں مانتے یہ دیوبندیوں کا کفریہ عقیدہ ہے کہ وہ حضور ﷺ کو اپنے جیسا بشر اپنی مثل بشر مانتے ہیں ۔مگر دوسری طرف یہ خبیث قوم یہ لکھتے ہوئے بھی نہیں شرماتے کہ حضور ﷺ کافروں جیسے ہیں معاذ اللہ ۔اگر قرآن کی اصطلاح قرآن کی آیت انما انا بشر مثلکم کے تحت حضور کو اپنے مثل بشر کہنا کفر ہے تو کافروں جیسا بشر کہنا کتنا بڑا کفر ہوگا؟ آخر رضاخانی اپنے اصول پر اپنے اس گندے غلیظ عقیدہ کو عوام کے سامنے کیوں بیان نہیں کرتے؟ ملاحظہ ہو :

(۱) رضاخانی امام بخش فریدی لکھتا ہے :

''جناب رسالت مآب ﷺ صورت بشری میں ظاہرا کافروں کے ہمشکل تھے''۔

(فیصلہ بشریت، ص 11)

کشف القناع کا اصول مت بھولنا کہ تردید نہ کرنا تائید ہوتی ہے ۔

(۲) رضاخانی مرزائی حکیم الامت احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''تم مجھ سے بھاگو مت دیکھو میں تم جیسا بشر ہی تو ہوں''۔

(مواعظ نعیمیہ، ص 121)

رضاخانی بتائیں کہ ''تم جیسا'' اور ''تمہارے مثل''، ''ہم جیسا'' اور ''ہمارے مثل'' میں کیا فرق ہے؟

(۳) یہ مرزائی قادیانی اسمٰعیلی الوخانی رضاخانی مزید لکھتا ہے:

''اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں''۔

(جاالحق، ص 176)

دیوبندی کہے کہ ہماری مثل یعنی ہماری جنس سے ہیں تو آسمان پھٹ جائے اور رضاخانی کہے کہ ابوجہل ابولہب کی جنس سے ہیں تو عین عشق ہو جائے!!!۔

(۴) منکر نبوت مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اشرف سیالوی رضاخانی لکھتا ہے:

''اے کفار تمہارا مطالبہ بے جا ہے کہ اللہ تعالی کو ہماری ہدایت اور اصلاح مقصود ہوتی تو کسی فرشتے کو ہمارے پاس نبی اور رسول بنا کر بھیجتا۔ ضروری تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر اور انسان کو ہمارے لئے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے''۔ (تحقیقات، ص 91)

اب جو اپنے مثل پر بکواسی تقریر رضاخانی کرتے تو ہم بھی کہتے ہیں کہ رضاخانی جواب دو کیا معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوجہل، ابولہب، عتبہ، شیبہ جیسے تھے؟ ان کی صورت ان کافروں جیسی تھی؟ معاذ اللہ۔ عجیب بے شرمی ہے! مسلمان جنس کے اعتبار سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے جیسا اپنے مثل بشر کہہ دیں تو توہین اور یہ لعنتی فرقہ کفار مکہ و مشرکین مکہ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہہ دیں تو قرآن کی تفسیر۔ اب یہ جو تو نے کہا کہ:

''اس میں بالکل واضح لکھا ہے کہ سادات احناف انبیاء کرام علیہم السلام کو افضل البشر مانتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 293)

اب ہم تم سے سوال کرتے ہیں کہ کیا تو سادات احناف کی ان عبارات سے متفق ہے؟ کیا تو رسول اللہ ﷺ کو افضل البشر مانتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو تجھ پر لعنت اور اگر ہاں تو اپنے ان اکابر پر لعنت بھیج جو افضل البشر ماننے کو تیار نہیں بلکہ معاذ اللہ کافروں جیسے بشر مان رہے ہیں اب تیری ہی زبانی:

''لیجئے (رضاخانیت) اسمعیلیت کا عقیدہ کھل کر سامنے آگیا ہے کہ انبیاء کرام کو اپنی طرح 'یعنی کافروں مشرکوں کی طرح) کا بشر مانتے ہیں اوپر سادات احناف کا عقیدہ خود۔۔۔لکھا ہے کہ سادات احناف افضل البشر مانتے ہیں جبکہ (رضاخانیہ) اس کا انکار کرتے ہوئے اپنی طرح (یعنی کافرمشرکوں کی طرح) کا بشر کہتے ہیں اور اسی عقیدہ کو قرآن سے ثابت کرتے اور پھر اگر کوئی (کافروں کی طرح بشر نہ مانے) تو اس کو قرآن کے اعلان سے ناراضگی اور مخالفت کا طعنہ دیتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 293،294)

اس کے بعد موصوف نے جو ص 293 پر مولانا عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کر کے آدھا صفحہ بکواس کی ہے تو یہ رضاخانی اپنے ان مشرک آباء کے دفاع میں جو کہے گا اسی جواب کو ہماری طرف سے علامہ عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا جواب سمجھ لیا جائے۔

اور رضاخانی ہی کی زبانی چیلنج کرتے ہیں کہ اگر جرات ہے تو سادات احناف سے ثبوت دے کہ وہ کہتے ہوں کہ حضور ﷺ معاذ اللہ کافروں جیسے بشر تھے۔ یہ مرتے مرتے مرجائے گا اپنے اکابر کی طرح قبر میں مٹی ہوجائے گا نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر نواب احمد رضاخان کی طرح لیٹنے کو تیار تو ہوجائے گا خان صاحب بریلوی کی طرح تین سال کی عمر والی سنت یعنی شلوار کے بغیر چوک چوراہوں میں دامن اٹھا کر دیوبندیوں کے خلاف تقریریں تو کرلے گا لیکن بعینہ بلفظہ اس کا ثبوت سادات احناف سے نہیں دے سکتا۔

اپنا مثل کہنا کفر

رضاخانی علمائے دیوبند پر الزام لگاتے ہیں کہ یہ اپنے مثل نبی کریم ﷺ کو بشر کہتے ہیں یہ تو معاذ اللہ کفر ہے ۔تو آئے ہم آپ کے سامنے اسلاف کی چند عبارات پیش کرتے ہیں اور رضاخانی جواب دیں کہ کیا یہ بھی دیوبندی ہیں؟ یہ بھی معاذ اللہ گستاخ ہیں؟

(۱) علامہ ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یقول اللہ تعالیٰ ذکرہ:قل یا محمد لھؤلاء المعرضین عن آیات اللہ من قومک ایھا القوم ماانا الا بشر من بنی آدم مثلکم فی الجنس و الصورۃ و الھیئۃ۔

عبارت کا مفہوم: اللہ پاک فرماتے ہیں اے محمد ﷺ ان اللہ پاک کی آیات سے اعراض کرنے والوں سے کہیے کہ میں اولاد آدم میں سے بشر ہی ہوں جنس اور صورت اور ہیئت میں تمہاری مثل ہوں۔

(جامع البیان، ج21 ص:430)

(۲) مفسر زمانہ محمد بن یوسف الاندلسیؒ لکھتے ہیں:

وفی قولہ بشر مثلکم اعلام بالبشریۃ و المماثلۃ فی ذالک لاادعی انی ملک۔

عبارت کا مفہوم: اللہ پاک کے فرمان بشر مثلکم میں آپ علیہ الصلاۃ والسلام سے بشریت میں مماثلت کا اعلان کروایا جارہا ہے اس طرح کہ آپ کہیے کہ میں کوئی فرشتہ ہونے کی دعویٰ نہیں کرتا (بلکہ میں بشریت کی دعویٰ کرتا ہوں۔)

(تفسیر بحرالمحیط، ج7 ص:234)

(۳) مفسر اسمعیل حقیؒ جسے رضاخانی اپنا سب سے مستند عالم ماننے پر زمین و آسمان کے قلابے ملانے کی سرتوڑ کوشش کررہے ہیں وہ تو رضاخانی کے عقیدہ پر یوں چار حرف بھیجتا ہے:

ای لست من جنس مغایر لکم-------- بل انما انا بشر و آدمی مثلکم۔

عبارت کا مفہوم: میں تم سے علیحدہ جنس میں سے نہیں ہوں بلکہ میں بشر اور تمہاری طرح آدمی ہوں۔

(تفسیر روح البیان ج8ص:228)

اور آگے سورہ شوریٰ آیت نمبر 10 -11 کے تحت علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فانه ثبت مماثلته بالاشتراک و المساواة فی وصف البشرية لا فی جميع الاوصاف۔

عبارت کا مفہوم: آیت کریمہ {قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ} اس آیت سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی صرف وصف بشریت میں شرکت ومماثلت اور مساوات ثابت ہوتی ہے نہ کہ دیگر صفات میں۔

(تفسیر روح البیان لاسماعیل حقی ج8ص:293)

لیجئے اسمعیل حقی مساوات کا بھی اقرار کر رہا ہے مثلیت کا بھی اقرار کر رہا ہے اور تو کہتا ہے:

''ہم انبیاء کو بے مثل بشر مانتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلد اول، ص284)

اور پھر اسی صفحہ پر اس کو ''اجماعی مسئلہ'' کہتا ہے تو بتا اسمعیل حقی اس اجماعی مسئلہ کا مخالف ہو کر کیا ہوا؟ یہ جو احمد یار گجراتی وسیالوی حضور ﷺ کو کافروں کے مثل بشر مان رہے ہیں یہ اجماع کے منکر ہو کر شیطان وابلیس یہودی وعیسائی ہوئے یا نہیں؟

فضول بک بک کی ضرورت نہیں اپنے اصول کے مطابق دو اور دو چار کی طرح جواب دے۔ اگر علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی نے تمہاری گرفت کی تو کیا غلط کیا؟ اس لئے کہ تو کہتا ہے کہ بے مثل بشر مانتے ہیں لیکن تیرے بزرگ کہتے ہیں کہ نہیں کافروں جیسے بشر مانتے ہیں معاذ اللہ تو تو اجماع کا منکر ہو کر لعنتی ہوا یا تیرے اکابر؟ اور صفحات علامہ نقشبندی صاحب نے سیاہ کئے یا تو نے جھوٹ بول کر اپنا نامہ اعمال احمد رضا خان کے باطن کی طرح مزید سیاہ کیا؟

اب جو تو نے کہا کہ:

''وہابی اسمعیلی نے جس دجل وفریب سے یہاں کام لیا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ص286)

تو وہ ''وہابی اسمعیلی دجال وفریبی'' تو تو خود نکلا۔ تیرا یہ کہنا کہ:

''چند مبہم قسم کی عبارات (جن کا عقیدے کے ساتھ دور کا تعلق بھی نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول ص286)

تو یہ مبہم کیا ہوتا ہے؟ مبہم، اجمال، تفصیل کا معیار کیا ہے؟ عقیدہ سے تعلق وغیر متعلق ہونے کا معیار کیا ہے؟ ہماری باری میں تو ہر بکواس کو ہماری طرف عقیدہ بنا کر منسوب کر دیتے ہو اور اپنے پادریوں کی صریح کفریات کو بھی مبہم کہہ کر جان چھڑا دیتے ہو؟

علمائے دیوبند کے حوالے

صفحہ 286 تا 292 چند علمائے دیوبند کی عبارات پیش کی ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ بریلوی بشر مانتے ہیں اور پھر سات صفحات گالیوں پر سیاہ کئے۔

جواب اولا: اصول نمبر 4 کوئی بھی ایسا نہیں جو بریلوی اصولوں پر ہمارے ان اکابر میں سے شمار ہو جس کی بات ہمارے لئے حجت ہو۔ بالفرض معتبر بھی ہوں تو فیس بک پر اپنی سرخی پاوڈر والی بے پردہ اماں جان کی تصویریں شئیر کرنے والا دیوث تیمور رضا خانی لکھتا ہے:

''کسی معتبر شخصیت کے نظریات سے کلی اتفاق بھی ضروری نہیں''۔

(کنز الایمان اور مخالفین ص344)

ثانیا: ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ رضا خانیوں کے عقائد شیطانی آنت سے زیادہ پیچیدہ ہیں انہوں نے ایک ایک عقیدہ میں دس دس تضاد ذکر کئے ہیں لہذا جنہوں نے رضا خانیوں کو بشریت کا قائل کہا ہے انہیں ان عبارات سے غلط فہمی ہوئی ہے جس میں رضا خانیوں نے موروثی دجل و فریب کا اظہار کرتے ہوئے بشریت کا اقرار کیا ہے۔

ثالثا: عبد المجید مرزائی رضا خانی لکھتا ہے:

’’جیسی خبریں پہنچی انہوں نے اسی کے مطابق لکھ دیا بعد میں انہیں گہری تحقیق کا موقع نہیں مل سکا‘‘۔

(مفتاح سنت، جلداول،ص256)

توان کالکھنا بھی ان کی معلومات کی حدتک تھا۔

رابعا: مظفرحسین شاہ رافضی مرزائی رضاخانی کاعلمائے دیوبند کے خلاف پالا ہواایک ٹٹو تیمورا رانا رضاخانی پلمبر لکھتاہے:

’’اگرکسی نے اس کوغیر معتبر کہا توان کی اپنی معلومات ہیں اوراگرکسی نے معتبر کہا توانہوں نے اپنی معلومات کے مطابق کہا‘‘۔

(دست وگریبان کاتحقیقی وتنقیدی جائزہ،ص506)

توجس نے رضاخانیوں کو بشریت کامنکر کہااس نے اپنی معلومات کے مطابق جس نے بشریت کا مقر کہا اس نے اپنی معلومات کے مطابق رضاخانی اصول کے مطابق اس میں تعارض کیاہے؟

خامسا: تحقیقی جواب یہ ہے کہ علمائے دیوبند نے جہاں رضاخانیوں کو بشریت کا قائل کہا ہے وہ الزاما ہے۔اوربقول رضاخانی مبہم اقوال ہے اس لئے کہ اگر یہ لوگ رضاخانیوں کو حضور ﷺ کی بشریت کامنکر نہ سمجھتے توکتابیں کیوں لکھتے ہیں؟ مثلارضاخانی نے علامہ ڈاکٹر خالدمحمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاحوالہ پیش کیاحالانکہ انہوں نے’’مطالعہ بریلویت‘‘میں رضاخانیوں کو بشریت کامنکر کہہ کر باقاعدہ اس پر دلائل دیئے ہیں۔

امام اہلسنت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کاحوالہ پیش کیاحالانکہ انہوں نے ’’تنقید متین‘‘میں باقاعدہ مسئلہ بشریت میں رضاخانیوں پر رد کیا’’نورو بشر‘‘کے نام سے ان کے مختلف اس حوالے سے مضامین کوجمع کرکے شائع کیا گیاخود رضاخانی نے جوحوالہ دیااس میں صاف تصریح ہے کہ:

’’بلاشک اکثر بریلوی صاحبان جملہ انبیائے کرام علیہم السلام کوآنحضرت ﷺ کی ذات گرامی

کو جنس اور نوع کے لحاظ سے بشر، آدمی، اور انسان ہی تسلیم کرتے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص291)

اس میں یہ کہیں نہیں کہ یہ تمام رضاخانیوں کا متفقہ عقیدہ ہے یعنی بہت سے رضاخانی بشریت کے منکر بھی ہیں اب علامہ نقشبندی صاحب اور امام اہلسنت ؒ کے موقف میں کیا فرق ہے؟

کاش رضاخانی دجل وفریب نہ کرتا اور آگے کی عبارت بھی نقل کر دیتا جس میں امام اہلسنت فرماتے ہیں:

"لیکن ان میں سے بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو آنحضرت ﷺ کو خدا تعالیٰ کے ذاتی نور سے مخلوق مانتے ہیں"۔

(اتمام البرہان، حصہ سوم ص2)

علامہ نقشبندی صاحب کی مراد بھی بعض سے احمد یار گجراتی وعمر اچھروی نعیم الدین مراد آبادی جیسے کذاب زمانہ تھے اس لئے نقشبندی صاحب نے حوالے بھی انہی کے دئے۔ اگر رضاخانی ان بعض میں نہیں اور اکثر میں ہے تو اپنے ان مولویوں پر لعنت بھیجے جو حضور ﷺ کی بشریت کے منکر ہیں اور ہمارا رضاخانی کے ساتھ اس باب میں کوئی اختلاف نہ ہوگا۔

جہاں تک علامہ ابوایوب قادری صاحب زید مجدہ کی کتاب کا حوالہ دیا تو وہ الزامی طرز پر لکھی گئی ہے۔

مفتی احمد یار گجراتی کی عبارت کی لایعنی تاویل

رضاخانی نے علامہ نقشبندی صاحب پر یہ الزام لگایا کہ مفتی احمد یار گجراتی کی مکمل عبارت نقل نہیں کی۔ حالانکہ کذاب زمانہ رئیس المحرفین ارشد القادری لکھتا ہے:

"جو لوگ تصنیف وتالیف کا تجربہ رکھتے ہیں وہ مصنفین کے اس دستور سے اچھی طرح واقف ہوں گے کہ کسی دعوے کے ثبوت میں جب کسی کتاب کی عبارت بہ طور حوالہ نقل کی جاتی ہے تو کتاب کا اتنا ہی حصہ نقل کیا جاتا ہے جتنے کی ضرورت ہوتی ہے پوری کتاب کوئی بھی نقل نہیں کرتا"۔ (زیروزبر، ص399)

تو علامہ صاحب کو اپنے دعوے میں جتنی عبارت کی ضرورت تھی یعنی:

''ان کو بشر ماننا ایمان نہیں''(تفسیر نعیمی جلد اول ص100)

اسے نقل کر دیا۔ چلیں اتمام حجت کیلئے ہم خود رضا خانی کی نقل کردہ عبارت نقل کر دیتے ہیں اور پھر قارئین پر فیصلہ رکھتے ہیں کہ قریبا 9 سطر کی جو بکواس گجراتی سے نقل کی ہے اس سے ہمارے استدلال پر کیا فرق پڑتا ہے؟ سو ملاحظہ ہو:

''اسی طرح حضور ﷺ کی ظاہری صفات کو مان لینا ایمان نہیں کہ وہ بشر تھے مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے، مدینہ منورہ میں قیام فرمایا کھاتے پیتے تھے سیدنا عبداللہ کے فرزند تھے آمنہ خاتون کے لخت جگر نور نظر تھے۔ کیونکہ یہ تو ان کے ظاہری اوصاف ہیں اس کے کفار بھی قائل تھے بلکہ حضور پاک علیہ السلام کے چھپے ہوئے اوصاف کو ماننے کا نام ایمان ہے یعنی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اس کے پیارے ہیں تخت و تاج والے ہیں شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین ہیں ﷺ اور یہ اوصاف ظاہر میں محسوس نہیں اس لئے ان کو ماننا ہی ایمان بالغیب ہوگا وہابیہ اور دیوبندیہ کا حضور ﷺ کی بشریت کے پیچھے پڑ جانا محض بے دینی ہے ان کو بشر ماننا ایمان نہیں بلکہ ان کو مصطفی جاننا رحمۃ للعالمین ماننا ایمان ہے اسی لئے کلمہ پڑھا جاتا ہے محمد رسول اللہ نہ کہ محمد بشر بلکہ حق تو یہ ہے کہ اللہ کو صرف خالق ماننے کا نام بھی ایمان نہیں کیونکہ اس کا خالق اور رازق وغیرہ ہونا مثل ظاہر کہ ہے بلکہ اس کو رب محمد رسول اللہ ماننا ایمان ہے''۔۔۔

(تفسیر نعیمی جلد 1 ص 127 نعیمی کتب خانہ گجرات)

بدعتی و لعنتی اکابرین کے پیرو وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی قطع و برید اور ہاتھ کی صفائی آپ نے دیکھ لی اس جاہل نے اپنے شیطانی آبا کی پیروی میں شیطان کو خوش کرتے ہوئے مفتی صاحب کی عبارت کے ساتھ کیسا کھیل کھیلا توہین انبیاء ثابت کرنے والے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی تو کوئی اوقات نہیں نہ علمی اور نہ ہی کوئی اور میں اس کے اندھے پیروکاروں سے کہتا ہوں کہ بتاؤ مفتی صاحب کی اس عبارت میں کیا توہین ہے اور کس بات کا انکار ہے یہ سب کچھ بتانے سے پہلے گنگوہی سے چشمہ ضرور لے لینا تاکہ کچھ نظر آئے ورنہ یہ وہابی تو اس سے بھی زیادہ اندھا ہے کہ اس

کو گندم کا دانہ تو نظر آیا پر اس وہابی اسمعیلی کو ''بلکہ ان کو مصطفی ماننا رحمۃ للعالمین ماننا ایمان ہے'' نظر نہیں آیا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص296)

ہم اسی لئے اس رضاخانی کی عبارتیں نقل نہیں کرتے کہ اس کی تمام کتاب اس طرح کی گالیوں سے بھری پڑی ہے اس عبارت کے ضمن میں بھی اس نے ڈھائی صفحات پر گالیاں پھیلائی ہیں۔

اولاتو لعنتی حرامی احمد رضاخان کا پیرو ابوحامد رضوی مرزائی کا کہنا کہ: ''کس بات کا انکار ہے'' تو جاہل اگر تجھے نظر نہیں آتا تو احمد رضاخان سے چشمہ لے لے جسے بڑھاپے، میں اور کچھ نہیں تو کم از کم نو جوڑوں والا آلہ تناسل تحقیق کیلئے ضرور نظر آجاتا کہ جو عبارت تو نے نقل کی ہے اس میں بھی بشریت کا انکار ہے اس میں صاف لکھا ہے کہ:

''ان کو بشر ماننا ایمان نہیں''

کیا یہ حضور ﷺ کی بشریت کا انکار نہیں؟ تیرا یہ کہنا کہ آگے رحمۃ للعالمین ماناتو ہمیں اس سے کب انکار ہے؟ ہم نے کب کہا ہے کہ احمد یار گجراتی حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین نہیں مانتا ہم تو کہہ رہے ہیں کہ وہ حضور ﷺ کو بشر نہیں مان رہا حضور ﷺ کو بشر ماننے کو ایمان نہیں مان رہا تو لامحالہ بشر ماننا بے ایمانی ہوئی۔اب بتاؤ تم نے جو عبارت نقل کی ہے اس سے ہمیں کیا فرق پڑا؟

عجیب جہالت ہے ہمارا دعوی اس عبارت میں بشر نہ ماننے کا ہے اور تو ثبوت رحمۃ للعالمین کے ماننے کا دے رہا ہے یعین مار گھٹنا پھوٹے آنکھ!!! ہمارے پشتو میں محاورہ ہے مارتا کدھر ہوں اور آواز کہاں سے آتی ہے؟ (وہم دے کم زے او ڈب کم زے) کچھ حیا و شرم ہے؟ کیا گالیوں سے کوئی چیز ثابت ہوسکتی ہے؟

مفتی احمد یار گجراتی کا دیوبندیوں پر الزام

ہمارا ارادہ تو نہیں تھا کہ احمد یار گجراتی کو اس موقع پر قبر سے نکال کر گھسیٹیں لیکن اس خبیث

نے چونکہ اسی لعنتی کی عبارت کے ضمن میں ہمارے اکابر کو بدترین گالیاں دی ہیں لہذا اب ہم جواب آں غزل میں اس کے شیطانی لعنتی ابواحمد یار گجراتی کو گھسیٹیں گے۔

تو ملاحظہ ہو احمد یارِ شیطان خبیث کا یہ کہنا کہ:

''دیوبندیہ کا حضور ﷺ کی بشریت کے پیچھے پڑ جانا محض بے دینی ہے ان کو بشر ماننا ایمان نہیں بلکہ ان کو مصطفی جاننا رحمۃ للعالمین ماننا ایمان ہے''۔

تو ہم اس خبیث کی آل شیطان سے سوال کرتے ہیں کہ کونسا دیوبندی مستند بزرگ حضور ﷺ کے رحمۃ للعالمین مصطفی جاننے کا منکر ہو کر محض ان کو فقط ان کو بشر مانتا ہے معاذ اللہ؟ اب ہم رضاخانی ہی کی زبانی کہیں کہ:

''بدعتی و لعنتی اکابرین کے پیروا سمعیلی مرزائی رضاخانی احمد یار گجراتی نے جاہل شیطانی آباء کی پیروی میں شیطان کو خوش کرتے ہوئے دیوبندیوں کے عقیدہ کے ساتھ کیسا کھیل کھیلا''۔

''رضاخانی اسمعیلی احمد یار گجراتی نے اس مقام پر اپنے امام المحرفین احمد رضا خان بریلوی کو تو مات دی ہی ہے لیکن اس کے حقیقی آبا یہودیوں کو بھی مات دے دی بلکہ ان کے باپ شیطان کو ہی چاروں شانے چت کر دیا۔۔۔رضاخانی احمد رضا خان مرزائی سے چشمہ لے آئے اور ہمیں یہ دکھائے کہ دیوبندی حضور ﷺ کو مصطفی رحمۃ للعالمین نہیں مانتے جب۔۔۔اس کے دعوے پر دلیل ہی نہیں تو اس عقیدے کا ذکر اس نے اپنے اندھے پاگل اکابرین کے پاگل پن کو بیان کرنے کیلئے کیا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص295، بتغییر یسیر)

پھر اس جاہل کی مزید جہالت کا اندازہ لگائیں کہ ان کو ''بشر ماننا ایمان نہیں ہاں رحمۃ للعالمین ماننا ایمان''۔ تو وہابیوں کے حضرت قاضی سلیمان منصور پوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تو سیرت رسول ﷺ پر پوری کتاب ''رحمۃ للعالمین'' کے نام سے لکھی ہے اسے تو ایمان کے صف اول میں ہونا چاہئے۔

اس کی مزید جہالت ملاحظہ ہو بشریت کا تعلق حضو ﷺ کی ذات سے ہے لہذا توضیح میں

مثال یا توجیہ بھی اس چیز کو لانا چاہئے تھا جو ذات ہو مگر یہ اللہ کی خالقیت کو لے آتا ہے جس کا تعلق صفت کے ساتھ ہے۔ پھر اس سے بڑی حماقت یہ کرنا کہ اللہ کو خالق و رازق ماننا ایمان نہیں بلکہ ''رب محمد'' ماننا ایمان ہے۔ تو احمق الناس !! مرزائی تو اللہ کو رب محمد ﷺ مانتے ہیں ہم چیلنج کرتے ہیں کہ کسی ایک مرزائی قادیانی، رافضی کا حوالہ پیش کرو جو اللہ کو رب محمد ﷺ نہ مانتا ہو تو اس احمق کے اس ''ایمان کی تعریف'' کی رو سے مرزائیوں قادیانیوں رافضیوں کو مسلمان ہونا چاہئے۔

یہ ہے وہ احمق جسے ان لوگوں نے ''حکیم الامت'' بنایا ہوا ہے اور جسے آج تک ایمان کا پتہ نہیں چلا کہ ایمان کسے کہتے ہیں؟ اس جاہل کے بچے نے ان چند سطروں میں جو جہالتیں پھلائی ہیں اس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے مگر ہم اسی پر اکتفا کرتے ہیں۔

علامہ نقشبندی صاحب کی تو شرافت تھی کہ صرف ایک بات پر اعتراض کیا تم نے تو ۹ سطریں نقل کر کے اسے مزید کفر در کفر میں پھنسا دیا ایک عبارت کا کفر نہیں اٹھایا جا رہا تھا کہ ایک اور کفر میں اسے پھنسا دیا تم جیسے جاہل احمق جب تک زندہ ہوں تو احمد یار گجراتی کو جہنم میں ڈالنے کیلئے کسی کی ضرورت نہیں۔ ایک کفر پہلے تھا تم نے جو احمد یار کی عبارت نقل کی اس میں اس نے دو کفر مزید کئے:

(۱) وہابیوں کو مسلمان مان لیا ایمان کی خود ساختہ تعریف کی رو سے جو کہ تمہارے مذہب میں کفر ہے۔

(۲) مرزائیوں کو در پردہ مومن مان لیا جو ایک مستقل کفر ہے۔

عجب پھنسا ہے سینے والا چاک داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

مراد آبادی کی عبارت میں شیطانی پمپ

ابو حامد رضوی مرزائی لعنتی نے کئی صفحات گالیوں سے سیاہ کر دئے کہ علامہ نقشبندی صاحب نے کوئی ایسا ثبوت نہیں دیا جس میں انبیاء کو بشر ماننے کو توہین کہا ہو لیکن جیسے ہی علامہ صاحب

کی پیش کردہ عبارت:

"""**مسئلہ**: اس سے معلوم ہوا کہ کسی کو بشر کہنے میں اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کے بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا"، (خزائن العرفان: ص 2 مطبوعہ دار العلوم امجدیہ کراچی)

اس سور کے بچے کے سامنے آئی تو اس پر ایسا سٹپٹایا کہ پہلے پورا ایک صفحہ تو گالیاں لکھتا رہا اور پھر جب گالیاں لکھتے لکھتے تھک گیا تو اگلی عبارت میں اپنے ہی اس دجال کی عبارت میں یوں تحریف کر دی:

"**مسئلہ**: اس سے معلوم ہوا کہ کسی (خاص بشر از ناقل) کو (اپنی مثل از ناقل) کہنے میں اس کے فضائل وکمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے اسی لئے قرآن پاک میں جا بجا انبیاء کرام کو (اپنی مثل از ناقل) بشر کہنے والوں کو کافر فرمایا گیا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 298)

یہ عبارت میں کھلی تحریف ہے اور عبارت کا حلیہ بگاڑ دینا ہے۔ یہ ایسا ذلیل انسان ہے کہ تحریف کا الزام علامہ نقشبندی صاحب پر لگاتا ہے اور یہاں سر عام اپنے مولوی کی عبارت میں ناقل کے نام سے تحریف کرتے ہوئے اس بے حیاء کو ذرا شرم نہیں آتی؟ اسی کی زبانی کہ ابو حامد رضوی مرزائی نے اس مقام پر اپنے رئیس المحرفین احمد رضا کو بھی مات دے دی اپنے حقیقی آبا یہود کو بھی مات دے دی بلکہ اپنے مرشد شیطان کو بھی چاروں شانے چت کر دیا۔ وہ بھی اس لعنتی پر فخر کر رہا ہوگا۔ تیری ہی زبانی:

"اس عبارت میں اس کے دعوے پر دلیل ہی نہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 295)

رضا خانی کا یہ کہنا کہ "قہر آسمانی" میں یہ لکھا ہے کہ قرائن کی موجودگی میں بہت سے الفاظ کو حذف کیا جاتا ہے (ملخصا) ہم اس سے بالکل اتفاق رکھتے ہیں لیکن یہاں رضا خانی کی تحریف پر کوئی قرینہ موجود نہیں۔ رضا خانی کا یہ کہنا کہ قرآن کریم میں انبیاء کو اپنے مثل بشر کہنے والوں

کو کافر کہا گیا ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہے اول اسی کا اصول ہے:

''اس کے آباء نے جو جو گستاخیاں کی ہیں ان کو سادات احناف سے بعینہ و بلفظہ ثابت کردیتا تاکہ واقعی اختلاف ختم ہوتا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص21)

''۔مولوی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ پہلے بعینہ انہی الفاظ کو ہمارا عقیدہ اور ہمارے معتبر اکابرین سے ثابت کرے ایک بھی لفظ کم نہیں ہونا چاہیئے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص255)

تو اگر تجھ میں غیرت وحمیت ہے تو پورے قرآن سے کوئی ایک آیت پیش کر جس میں لکھا ہو کہ:

''انبیاء کو اپنی مثل بشر کہنے والے کافر ہیں''۔

یاد رہے بعینہ بلفظہ ایسی ہو،تاکہ اختلاف ختم ہو۔ایک رضاخانی نے کیا خوب لکھا:

''ان چالبازیوں سے کفر اسلام نہیں بنتا''۔

(العذاب الشدید،ص14)

حسن علی رضوی لکھتا ہے:

''اس کو شیطان نے پمپ مارا کہ اس عبارت میں گورنمنٹ کے لفظ سے پہلے بریکٹ میں (انگریزی) کا لفظ بند کرکے''۔

(محاسبہ دیوبندیت جلد دوم،ص119)

تو ابو حامد رضوی مرزائی کی ''دبر'' میں بھی شیطان یعنی ''احمد رضاخان'' نے ''اپنے محققہ 9 جوڑ والا پمپ مارا'' اور اس نے عبارت میں بریکٹ میں ''خواص بشر'' اور ''اپنی مثل'' بشر بند کردیا۔

رضاخانی نے جو سورہ مومنون،سورہ انبیاء،سورہ شعراء،سورہ یاسین کی جو آیات پیش کی ہیں اس میں کہیں بھی انبیاء کو معاذ اللہ اپنے مثل بشر کہنے والوں کو کافر نہیں کہا گیا کیونکہ یہ تو خود

رسول اللہ ﷺ سے قرآن میں کہلوایا گیا کہ **قل انما انا بشر مثلکم** تو کیا معاذ اللہ قرآن اپنے کہے ہوئے پر کفر کا فتوی لگائے گا؟ بلکہ وہاں مشرکین و کافروں کا مقولہ نقل کیا گیا کہ زمانہ قدیم سے مشرکین وکفار انبیاء پر اس لئے ایمان نہیں لاتے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جیسے انسان کیسے نبی ہو سکتے ہیں؟ جیسے آج کے بریلوی مشرکین۔

اگر اس کا نام استدلال ہے تو کل کو کوئی کہہ سکتا ہے کہ معاذ اللہ انبیاء کو نور ماننا کفر ہے کیونکہ قرآن میں زلیخا کی باندیوں کو مقولہ موجود ہے جنہوں نے یوسف علیہ السلام کو فرشتہ یعنی نور مخلوق مانا۔

صفحہ 299 پر جو علامہ عبد القدوس قارن صاحب کا حوالہ پیش کیا اول تو اصول نمبر 4 ہم پر حجت نہیں۔ **ثانیا** انہوں نے بالکل درست کہا کہ کسی کی عبارت کا مفہوم اس کی دوسری عبارتوں سے واضح کیا جائے گا لیکن یہ اصول آپ کو تسلیم نہیں کیونکہ آپ کے ہاں اس صورت میں اپنے کفر پر رجسٹری ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ ''الموت الاحمر'' کا حوالہ گزر چکا مزید بھی حوالے ہیں۔ تو اگر نعیم الدین مراد آبادی نے دوسری جگہ انبیاء کے بشر ہونے کا اگر اقرار کیا ہے تو اپنے ہی کفر پر رجسٹری کی ہے۔

صفحہ 300 پر جو علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت پیش کی کہ نعیم الدین مراد ابادی نے ''کتاب العقائد'' میں انبیاء کو بشر مانا ہے تو اس سے ہمارے مدعی پر کیا فرق پڑتا ہے؟ ہم بھی کہتے ہیں کہ بالکل نعیم الدین نے کتاب العقائد میں انبیاء کو بشر مانا اور نعیم الدین مراد آبادی ہی کا فتوی ہے کہ کسی کو بشر ماننا چونکہ اس کی توہین ہے لہذا قرآن میں جا بجا انبیاء کو بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے تو خود اپنے فتوے سے کافر و مرتد ہوا۔ اس لئے رضاخانی کا یہ کہنا کہ:

''ساجد خان کو کوئی گٹر تلاش کرنا چاہئے۔'' (حنفیت کے باغی، ص300)

تو ''گٹر'' یعنی احمد رضا خان کا ''منہ'' ابو حامد رضوی مرزائی کو تلاش کرنا چاہئے جو اپنی ''دبر'' میں ''شیطانی پمپ'' لیکر اپنے ہی اکابر کی عبارتوں میں تحریف کر کے من مانے بریکٹ بنا دیتا

ہے۔ اور پھر اس ''شیطانی پمپ'' سے نکلی ہوئی غلاظت کو قلم کے ذریعہ صفحات پر نقل کرکے پوری فضا کو بدبودار بناتا ہے۔

آگے یہ خبیث کا بچہ لکھتا ہے:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان کا استاذ اور اپنی ہی بیٹیوں پر بری نظر رکھنے والے بدکار الیاس گھمن ایک اصول بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اگر کسی عالم دین کی بات میں کسی جگہ اختصار ہے اور کسی دوسری جگہ تفصیل تو تفصیلی بات کا اعتبار ہوگا۔ (جی ہاں فقہ حنفی قرآن حدیث کا نچوڑ ہے، ص22)

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص300)

اب دیکھیں اس بکواس کے جواب میں اب جب ہم ''اس کتے کے بچے زانی حرامی یعنی احمد رضاخان فاضل بریلوی'' کو کچھ کہیں گے کہ تو کراچی کا وہ حرام زادہ اپنی بیٹیوں سے زنا کرنے والا پیر مظفر حسین شاہ اور اس کی ساری حرام زادی اولاد Facebook کو گندہ کردے گی کہ دیکھو ہمارے زانی بدکار آباء واجداد کو گالیاں دے رہے ہیں!!!۔

متکلم اسلام مجدد زماں حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کا یہ اصول بالکل درست ہے ہمیں تسلیم ہے کہ اگر کہیں کسی کی عبارت میں اجمال ہو تو دوسری جگہ اگر اس نے اس اجمال کی تفصیل کی ہو تو تفصیل کو لیا جائے گا لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر بکواس کو اور ایک نئے مضمون کو تفصیل سمجھ لیا جائے۔ جیسا کہ اس موقع پر رضاخانی نے کیا۔ قرآن میں دم کی تفصیل دم مسفوح ہے نہ کہ ما اھل ۔۔۔اب رضاخانی نے جو 301 تا 304 نعیم الدین مرادآبادی کی عبارتیں نقل کی ہیں اس میں اس زانی بدکار نے کہیں بھی یہ نہیں کہا کہ میری یہ عبارتیں اس فلاں اجمال کی تفصیل ہے بلکہ یہ تمام عبارتیں تو ایک نئے مضمون کی ہیں۔ ان عبارتوں میں نعیم الدین نے کہاں کہا ہے کہ فلاں بشر سے عام بشر مراد تھا اور فلاں سے خاص؟

پہلی عبارت میں یہ ہے:

''اس امت میں بھی بہت بدنصیب سیدالانبیاءﷺ کو بشر کہتے ہیں اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں''۔(خزائن العرفان،ص403 بحوالہ حنفیت جلداول،ص301)

جاہل انسان! اس عبارت میں تو اس نے اپنے سابقہ کفر پر مزید رجسٹری کردی کیونکہ اس عبارت میں صاف دعوی ہے کہ انبیاءکو **''بشر کہنا ہمسری کا خیال فاسد''** رکھنا ہے اور تو نے خود اقرار کیا کہ نعیم الدین نے ''کتاب العقائد'' میں انبیاءکو بشر کہا تو گویا اس بدبخت نے انبیاء سے ہمسری کا دعوی کر کے کفر کا ارتکاب کیا۔

یاد رہے کہ اس عبارت میں بھی کہیں بھی خواص وعام اپنے مثل کی قید نہیں فقط''بشر'' کو ہی ''ہمسری'' کی علت قرار دیا جارہا ہے۔تو یہ عبارت تو سابقہ کفری عبارت کی مزید تاکید کررہی ہے کہ چونکہ بقول نعیم الدین بشر کہنا ہی دعوی ہمسری ہے لہذا قرآن میں جابجا انبیاءکو بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا۔

کیا خوب یہ ہے ان جاہلوں کی حالت کہ بجائے نعیم الدین مرادآبادی کو کفر سے نکالنے کے مزید کفر میں دھنسا دیا اور اب کوئی تاویل بھی نہیں کرسکتے کیونکہ خود ہی تسلیم کیا کہ یہ عبارت سابقہ عبارت کی تفصیل ہے۔

آپ اس رضاخانی کے دجل وفریب اور کرتب تحریف دیکھیں کہ نعیم الدین نے اس عبارت میں کہیں بھی یہ نہیں کہ قرآن نے ان لوگوں کو اس لئے گمراہ کہا کہ انبیاءکو اپنے جیسا بشر کہتے اس میں تو صاف تصریح ہے کہ انبیاءکو بشر کہنا ہی ان کی ہمسری کا دعوی ہے مگر یہ اس عبارت میں کیسے تحریف کرتا ہے:

''یہ کسی اور کی نہیں بلکہ خود صدرالافاضل۔۔۔کی عبارت ہے جس میں آپ نے واضح الفاظ میں ان لوگوں کے اسلام سے محروم ہونے اور گمراہ ہونے کا ارشاد فرمایا جو انبیاء کرام علیہم السلام کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص301)

ہم تجھے چیلنج کرتے ہیں کہ تو نے جو اپنے دجال کی عبارت نقل کی اس میں کہاں یہ الفاظ

ہیں جوتو نے اس کی طرف منسوب کئے؟ کچھ شرم وحیاء ہے یا نہیں ؟ یا سب کو احمد رضاخان کی طرح بصارت وبصیرت حیاءوغیرت بلکہ ایمان سے محروم سمجھتے ہو؟

دوسری عبارت:

جونقل کی اس میں خود اقرار کیا کہ:

''کفار یہ مقولہ کہتے''۔۔۔تو اس میں کفار کا یہ مقولہ نقل کیا کہ حضور ہماری طرح بشر ہیں۔اس میں یہ کہاں ہے کہ قرآن میں جا بجا انبیاء کو بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے۔؟ یا خواص بشر کو عام بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے کیونکہ تفصیل و وضاحت تو اس کی دینی تھی۔

مزے کی بات یہ کہ اس عبارت سے سابقہ رضاخانیوں کے کفر پر رجسٹری کردی کیونکہ نعیم الدین کہتا ہے:

''یہ کفر کا اصول تھا کہ جب یہ بات لوگوں کے ذہن نشین کردی جائے گی کہ وہ تم جیسے بشر ہیں''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 301)

گویا ''تم جیسے'' یعنی کافروں جیسے بشر کہنا یہ کفر کا اصول تھا اب ملاحظہ فرمائیں وہ کافرکون تھے جولوگوں کو یہ ذہن نشین کروانا چاہتے تھے کہ انبیاء تم جیسے بشر تھے؟:

(۱) مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''تم مجھ سے بھاگو مت دیکھو میں تم جیسا بشر ہی تو ہوں''۔

(مواعظ نعیمیہ،ص 121)

نعیم الدین مراد آبادی کفر کا اصول ''تم جیسے بشر'' لکھتا ہے اور احمد یار کہتا ہے ہاں ہاں ہمارا عقیدہ ہے کہ انبیاء بلکہ حضور ﷺ اے کافرو! ''تم جیسا بشر ہی تو'' تھا معاذ اللہ۔تو نعیم الدین مراد آبادی کو تو نہ بچا سکا الٹا احمد یار گجراتی کے کفر پر رجسٹری کردی۔

(۲) منکر نبوت مصطفی ﷺ اشرف سیالوی لکھتا ہے:

''اے کفار تمہارا مطالبہ بے جا ہے کہ اللہ تعالی کو ہماری ہدایت اور اصلاح مقصود ہوتی تو کسی فرشتے کو ہمارے پاس نبی اور رسول بنا کر بھیجتا۔ضروری تھا کہ ایک ہمارے جیسے بشر

اور انسان کو ہمارے لئے نبی اور رسول بنایا جاتا کیونکہ نبی اور امت میں مناسبت ضروری ہوتی ہے"۔ (تحقیقات، ص 91)

مزے کی بات سیالوی کی عبارت میں "ہم جیسا" ہے اور نعیم الدین مراد آبادی کفر کا اصول نقل کرتا ہے:

"حضور ہماری طرح بشر"۔ (حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 302)

"ہم جیسا"، "ہماری طرح" میں بتاؤ مآل ومفہوم کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟ جب کوئی نہیں !! تو سیالوی وہ کافر ہے جسے قرآن میں جا بجا کافر کہا گیا ہے۔ رضاخانی عقل وخرد سے خالی ہو کر بڑے ترنگ میں آ کر کہتا ہے:

"اللہ کریم کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں صدر الافاضل بدر المماثل کی تربت پر ایک طرف تو واضح یہ عقیدہ بیان کیا انبیاء کرام بشر ہوتے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 302)

حالانکہ ما قبل میں خود نعیم الدین کی عبارت گزر چکی کہ بشر کہنے میں انبیاء کے فضائل و کمالات کے انکار کا پہلو نکلتا ہے بشر کہنا ہمسری کا دعوی ہے اور رضاخانی نے مان لیا کہ نعیم الدین نے بشر کہا تو انبیاء کے فضائل وکمالات کا انکار بھی کیا اور ان سے ہمسری کا دعوی بھی۔ ایسے صدر الشیطان بدر ابلیس کی تربت سیاہ پر اللہ کی رحمتیں نہیں بلکہ انس وجان کی کروڑوں لعنتیں برستی ہیں۔ اب جناب ہی کی زبانی (ساجد خان نے):

"ان (رضاخانی جیسے) مکاروں اور حیلہ بازوں کا منہ خاک میں ملا دیا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 302)

آگے جو تیسری عبارت پیش کی:

"نبوت کا انکار کرنے والے انبیاء کی نسبت بالعموم یہی کہا کرتے تھے جیسا کہ آج کل بعض فاسد العقیدہ کہتے ہیں"۔ (حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص 302)

اب کوئی اس جاہل سے پوچھے کہ اس عبارت کو زیر بحث مسئلہ سے کیا تعلق؟ بس کسی بھی

بکواس کو نقل کر دینا وضاحت تفصیل اور جواب ہوتا ہے کیا؟ اس میں تو انبیاء کی نبوت کے انکار کا ذکر چل رہا ہے نہ کہ خواص و عام بشر کی توضیح و توجیہ کا۔

چوتھی عبارت:

جو نقل کی اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنے مثل کہے قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل کہتے۔ (ملخصا)

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول، ص303)

اس میں تو کہیں بھی ''بشریت'' کے مسئلہ کا ذکر نہیں۔ اس میں تو یہ ہے کہ قرآن میں جا بجا ہے کہ کفار انبیاء کو اپنے مثل کہتے۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ قرآن میں جا بجا انبیاء کو اپنے مثل بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے؟ اس میں یہ کہاں ہے کہ جہاں میں نے یہ کہا ہے کہ انبیاء کو قرآن میں جا بجا بشر کہنے والوں کو جو کافر کہا گیا ہے اس سے میری مراد یہ تھی کہ خاص بشر کو عام بشر کہا جائے تو یہ فتوی ہے؟

نعیم الدین مرادآبادی کا اسمعیل حقیؒ پر کفر کا فتوی

موصوف نے جو نعیم الدین مرادآبادی کی عبارت نقل کی اس میں ہے:

''کسی کو جائز نہیں کہ حضور کو اپنی مثل کہے۔۔۔قرآن کریم میں جا بجا کفار کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ وہ انبیاء کو اپنی مثل کہتے تھے اور اسی گمراہی میں مبتلا ہوئے''۔

(خزائن القرآن، ص548، پاک کمپنی)

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص303)

اسی طرح یہ مرزائی بھی لکھتا ہے:

''قرآن کریم میں کئی مقامات پر انبیاء کرام کو اپنی مثل بشر کہنے والوں کو کافر کہا گیا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص298، 299)

اب صرف ایک حوالہ ملاحظہ ہو مفسر اسمعیل حقیؒ جسے موصوف اپنا بہت بڑا بزرگ مانتے ہیں وہ ببانگ دہل لکھتے ہیں:

ای لست من جنس مغایر لکم۔۔۔۔۔۔۔۔بل انما انا بشر و آدمی مثلکم۔

عبارت کا مفہوم: میں تم سے علیحدہ جنس میں سے نہیں ہوں بلکہ میں بشر اور تمہاری مثل (طرح) آدمی ہوں۔

(تفسیر روح البیان ج8ص:228)

اور آگے سورہ شوریٰ آیت نمبر 10 -11 کے تحت علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

فانه ثبت مماثلته بالاشتراک و المساواة فی وصف البشریة لا فی جمیع الاوصاف۔

عبارت کا مفہوم: آیت کریمہ {قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُم} اس آیت سے آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی صرف وصف بشریت میں شرکت مماثلت ومساوات ثابت ہوتی ہے نہ کہ دیگر صفات میں۔

(تفسیر روح البیان لاسماعیل حقی ج۸ ص:۲۹۳)

شیخ اسمعیل حقی کی عبارات میں صاف ''مماثلت، مساوات، مثل'' کے الفاظ ہیں اب اسمعیل حقی معاذ اللہ ان کے فتوے کی رو سے قرآن کی روشنی میں کافر ہوا اور ایسے کافر کو معاذ اللہ ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھ کر اپنا بزرگ مان کر یہ ابو حامد رضوی اپنے اصول سے خود مرتد ہوا اور اپنے فتوے سے نکاح سے بھی گیا میم کے ساتھ خالص زنا اور اولاد خالص حرامی۔ یہ بے غیرت متکلم اسلام پر بھونک رہا تھا لیکن ہم نے اس کی اپنی عبارت سے اسے مرتد زانی ثابت کیا ایسا مرتد وزانی کہ اس کے کفر و بدکاری میں شک کرنے والا مظفر حسین شاہ بھی اسی جیسا مرتد کافر و بدکار ہوگا۔

اس جیسے جاہل آج کل مسلک کا دفاع کرنے کا دعوی کرتے ہیں۔ تو نعیم الدین مراد آبادی کا دفاع کیا کرے گا؟ اس کے کفر کے پھندے سے نکلنے کا معمولی سے سراخ

بھی اپنے ہاتھوں سے بند کر رہا ہے۔

صفحہ 304 پر متکلم اسلام مجدد العصر صاحب کا صول پیش کیا کہ آخری عبارت کا اعتبار ہوگا تو یہ اصول اگر چہ رضاخانیوں نے بھی لکھا ہے لیکن ہم بات کو طویل نہیں کرنا چاہتے ہم اس اصول کو تسلیم کرتے ہیں مگر نعیم الدین کی آخری عبارت بھی اس کا ایمان ثابت نہ کر سکی بلکہ الٹا اس کے کفر سمیت ابو حامد مرزائی کے کفر پر رجسٹری کر دی۔

رئیس المحرفین کذاب زمانہ اچھروی کی عبارت میں تاویل

عقل سے فارغ رضاخانی نے اول تو اپنی ''عادت اعلیٰ حضرت'' کے مطابق آدھے صفحے پر گالیاں دی کہ علامہ صاحب نے اچھروی کی مراد کے خلاف بیان کیا اور پھر خود ہی لکھتا ہے کہ اچھروی کی مراد یہ ہے کہ:

''جس طرح شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کو اپنی تخلیق کے ساتھ ملا کر بیان کیا اور بشر کو حقیر ثابت کیا اس طرح انبیاء کرام کی بشریت کو بیان کرنا سنت ابلیس ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 305)

یہی تو ہمارا مدعی ہے کہ تم بشر کو سمجھتے ہی حقیر ہو نعیم الدین مراد آبادی کہہ چکا ہے کہ کسی کو بشر کہنا اس کے فضائل و کمالات کا انکار اور ہمسری کا دعوی کرنا ہے تو اب بتا علامہ نقشبندی صاحب نے کہاں مراد کے خلاف بیان کیا؟

رضاخانی کہتا ہے کہ چونکہ ابلیس نے یہ کہا کہ میں اس لیئے سجدہ نہیں کرتا کہ تو نے بشر کو:

''بھنے ہوئے کیچڑ سے بنایا''۔

یہ خود علامہ اچھروی کی مراد میں تحریف ہے۔ اس لئے کہ علامہ اچھروی کا مقصد تو دیوبندیوں اور وہابیوں پر رد ہے۔ اب اگر رضاخانی میں غیرت ہے کہ تو ثبوت دے کہ کس دیوبندی نے آج تک انبیاء کی بشریت کے مسئلہ میں اس عقیدہ کو اس طرح بیان کیا کہ ہمارا انبیاء کو بشر ماننے کے عقیدہ مطلب یہ ہے کہ اللہ نے انہیں ایک بھنے ہوئے کیچڑ سے بنایا ہے؟ عمر اچھروی خود چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ:

''نبی اللہ کو بشر کہنا اور نبی اللہ کی حقیقت انسانی کو بیان کرنا سنت ملائکہ نہیں سنت ابلیسی ہے''۔(مقیاس،ص195)

یعنی نبی کو بشر کہنا اور نبی کی حقیقت کو''انسان'' کہنا سمجھنا یہ معاذ اللہ سنت ابلیسی ہے کیونکہ رضاخانی نبی کی حقیقت کو نور سمجھتے ہیں۔کیا عبارت میں تجھے''نبی کو بشر کہنا''نظر نہیں آرہا؟

جب نبی کو بشر کہنا سنت ابلیسی ہے تو تونے خود لکھا کہ:

''علامہ صاحب خود انبیاء علیہم السلام کو بشر مانتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص305)

تو تو خود اپنے فتوے سے ابلیس کی اولاد اور سنت ابلیسی کا پیروکار ہوگیا۔عجیب بات تم کبھی نعیم الدین مرادآبادی کو کافر بناؤ کبھی اچھروی کو ابلیس بناؤ تو کوئی بات نہیں اور یہی کام جب علامہ نقشبندی صاحب کریں تو تیری گز بھر زبان نکل آتی ہے؟۔

اگلی عبارت میں اپنی طرف سے''حقارت'' کالفظ ڈال دیا جس کا عبارت میں دور دور تک وجود نہیں اور بقول میلسی شیطانی پمپ دبر میں مارلیا۔اور پھر یہ کہنا کہ علامہ کا مقصد یہ ہے کہ انبیاء کرام کی تخلیق بشری کو بیان کرنا اور آگے کے اوصاف چھوڑ دینا یہ سنت ابلیس ہے۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص306)

نیز ان جاہلوں سے کوئی پوچھے کہ تیرے ان مولویوں کا مقصد اہلسنت دیوبند کے عقیدہ بشریت کارد کرنا ہے تو غیرت کرو اور ثبوت دو کہ کس دیوبندی نے نبی کو معاذ اللہ حقارت سے بشر کہا ہے؟اور بشر کہنے کا مقصد آگے کے اوصاف کو چھوڑنا ہے؟ فضول بکواس نہیں اپنا اصول یاد رکھنا بعینہ بلفظہ دکھانا ہوگا۔جب نہیں دکھاسکتے تو یا تو یہ سب بکواس کررہے ہیں جھوٹ بول رہے ہیں مکاری وعیاری کررہے ہیں اگر یہ نہیں مانتے تو بشریت کا انکار کررہے ہیں۔

آگے مفتی رشید احمد صاحبؒ کا حوالہ دیا اس کا جواب اصول نمبر 4 دوسرا جواب خود احمد رضاخان کہتا ہے:

''خود آپ کے لفظوں کا دوسرا کیوں شارح بنے تصنیف را مصنف نیکو کنند بیان''۔
(کلیات مکاتیب رضا،ص 181 ،مکتبہ بحر العلوم)

مولانا احمد رضا خان صاحب لکھتے ہیں:

''تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام بھی تو ہے کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو''۔

(تمہید ایمان،ص 43)

تو کیا ان حوالوں کی روشنی میں تم نے ہمارے اکابر کی عبارات کا مفہوم خود ان کا بیان کردہ قبول کر لیا؟ اگر نہیں تو ہم بھی نہیں کرتے۔ بات ختم۔

وہابی تو حلالی ہے مگر رضا خانی حرامی ہیں

ابو حامد رضوی مرزائی لوسی رضا خانی کو اخانی الو خانی عنوان ڈالتا ہے:

''وہابی اسمعیلی حلالی ہے تو ادھر بھی فتوی لگائے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 308)

الحمدللہ! وہابی آپ کی اماں جان کی طرح کسی مزار پر دھمال نہیں ڈالتے جو ان کے حلالی ہونے میں کسی کو شک ہو البتہ تیرا حرامی و مرتد ہونا اور خصوصا تیرے اکابر نعیم الدین مراد آبادی احمد یار گجراتی کا مرتد و حرامی ہونا اسی مسئلہ میں ہم ما قبل میں واضح کر چکے ہیں۔ اب حرامی سے ہم کیا غیرت کی امید رکھ کر یہ کہیں کہ تو اگر ''حلالی'' ہے تو ان کا کو کافر مان کیونکہ تو نے تو یہی کہنا کہ مطالبہ جب حلالیوں سے ہے تو ہم کیوں پورا کریں؟

پھر آگے موصوف نے بڑا اچھل اچھل کر مولانا روم کا شعر پیش کیا کہ:

تا تو می بینی عزیزاں رابشر داں کہ میراث ابلیس ست آں نظر

جب تک تو معززین (بارگاہ الہی) کو بشر سمجھتا ہے۔۔سمجھ لے یہ نگاہ شیطان کی میراث ہے۔

اور پھر آدھا صفحہ گالیوں میں سیاہ کیا کہ دیکھو مولانا روم بھی تو بشر سمجھنے کو شیطان کی میراث کہہ رہے ہیں۔

اول تو یہاں کہیں بھی انبیاء کا ذکر نہیں ''بعینہ بلفظہ'' والا اصول کیوں بھول جاتا ہے؟ مولانا رومؒ نے یہ کہاں کہا ہے کہ انبیاء کو بشر ماننا ایمان نہیں یا بشر ماننا سنت ابلیس ہے؟ پھر جب تو نے خود اس شعر کا مطلب یوں واضح کر دیا کہ:

''ہمارے نزدیک نہیں اور یقینا نہیں کیونکہ اس عبارت کا مطلب وہ ہے ہی نہیں جو ظاہر عبارت سے مفہوم ہو رہا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول ص309)

تو جب ظاہر عبارت سے جو مفہوم ہو رہا ہے وہ اس کا مطلب ہے ہی نہیں تو بے شرم انسان پھر فتوؤں کو مطالبہ کیوں کر رہا ہے؟ فتوے تو تب لگائیں جب وہی مفہوم ہو جو ظاہر عبارت سے کشید ہو رہا ہے لیکن رضاخانی اور عقل ان دونوں میں نسبت تضاد کی ہے۔

البتہ اسے اپنے مولویوں کی عبارت پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ ان کی عبارت کے ظاہر و باطن اجمال و تفصیل دونوں سے انکار بشریت و بشر میں کمالات کے انکار و بشر میں ہمسری کا مفہوم و عقیدہ کشید ہو رہا ہے۔

بطور تبرع ایک فرق ہماری طرف سے بھی لے لو کہ مولانا رومؒ یہاں ان منافقین کو یاد کر رہے ہیں جو معاذ اللہ یہ سمجھتے ہیں کہ فتح مکہ رسول اللہ ﷺ نے دنیا کمانے کیلئے کیا جیسا کہ عنوان قائم کیا:

''بیانِ آنکہ فتح طلبیدن پیغمبر ﷺ مکہ وغیر مکہ را جہت دوستی ملک دنیا نبود چونکہ فرمود الدنیا جیفة و طالبها کلاب بلکہ بامر بود''۔

پھر اس میں شعر لاتے ہیں:

''آں گمان وظن منافق را بود کو قیاس از جہل وحرص خود کنند

یہ گمان وخیال تو منافق کا ہوسکتا ہے کیونکہ وہ اپنے جہل اور حرص پر قیاس کرتا ہے۔

(مثنوی روم مترجم جلداول،ص400،مطبوعہ کتاب گھر دہلی)

تو اس اعتبار سے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا شعر بالکل درست ہے کہ منافق بے ایمان چونکہ انبیاء کو محض اپنی طرح انسان سمجھتے ہیں ان کی نبوت وکمالات کا عقیدہ نہیں رکھتے اور یہ بعینہ ''سنت ابلیس'' ہے لہذا یہ شعر بالکل درست ہے۔لیکن دوسری طرف عمر اچھروی علمائے دیوبند پر رد کر رہا ہے علمائے دیوبند میں سے کوئی بھی انبیاء خصوصاً حضور ﷺ کی بشریت کو اس طرح نہیں مانتا جیسا معاذ اللہ ابلیس اور نہ علمائے دیوبند ایسا بیان کرتے ہیں۔علمائے دیوبند کے ساتھ اچھروی کا اختلاف ہی ''نفس عقیدہ بشریت'' میں ہے لہذا اچھروی کا یہ رد انبیاء کو بشر ماننے کے بیان میں ہے کہ معاذ اللہ ان کو بشر ماننا ہی ابلیس کی سنت ہے۔کیونکہ وہ خود واضح کر چکا ہے کہ اللہ سے بالمشافہ بشر بات نہیں کرسکتا اور رسول اللہ ﷺ نے کیا جیسا کہ نقشبندی صاحب نے عبارت پیش کی تو جواب دے اس عبارت کا پھر کیا مطلب ہوا؟ جسے تو نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔

سیالوی کی طرف منسوب عبارت کی لایعنی تاویل

رضاخانی کہتا ہے کہ:

''وہابی نے کچھ پی کر کتاب کا نام اور صفحہ تحریر کیا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص310)

اب آیئے بتاتے ہیں کہ بھنگ پی کر کتاب رضاخانی لکھتے ہیں یا وہابی؟ علامہ نقشبندی صاحب تاجر الشریعہ اختر رضاخان کی طرح ہندوستان میں سود جیسے حرام قطعی کو حلال نہیں سمجھتا جو اس ایک حرام کو حلال کرنے کے بعد پھر تاجر الشریعہ کی طرح شراب نوشی کرے۔علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی کی عبارت یوں ہے:

''بدعتی مناظر مولانا عبدالمجید سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''اندازہ لگائیں جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر ابو البشر سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس ومطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے''،(مخلصانہ کاوش بجواب مخلصانہ

کوشش،ص191،مکتبہ مجیدیہ رحیم یار خان)

یہ عبارت سعیدی صاحب نے اپنے قمر الاسلام جناب پیر قمر الدین سیالوی صاحب (المتوفی ۱۴۰۱ھ) کے ملفوظات ''انوار قمریہ، ج1،ص94'' سے لی ہے۔مقصود دونوں کا یہ ہے کہ حضور ﷺ جب پہلے بشر یعنی آدم علیہ السلام سے بھی پہلے تھے تو ان کو بشر ماننا یا کہنا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ بشر نہ تھے، معاذ اللہ!!

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص33)

اب اس پر پہلے تو اس نے آدھا صفحہ گالیاں دی کہ تم نے اس عبارت سے انکار بشریت کیسے مراد لے لیا؟ اور پھر خود اس کی وضاحت ان الفاظ میں کرتا ہے:

''۔سرکار دو عالم ﷺ کی حقیقت کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں کہ اندازہ لگائیں جو ذات اقدس سب سے پہلے بشر ابو البشر سے بھی پہلے موجود ہو اس مقدس و مطہر ہستی کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے''۔یعنی محبوب کریم ﷺ کی حقیقت جو پہلے بشر ابو البشر علیہ السلام سے بھی پہلے موجود ہے اس کو بشر کہنا یا ماننا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص310)

اب اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ یہی تو علامہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ سیالوی وسعیدی کہہ رہے ہیں کہ جو حضور ﷺ آدم علیہ السلام سے پہلے ہو اسے بشر کہنا یا ماننا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ وہی بات تو کہہ رہا ہے تو تو کہے تو عین ایمان نقشبندی صاحب کہے تو دجل وفریب کیسے؟

جب اسے بشر کہنا و ماننا صحیح نہیں تو تم کیسے کہہ رہے ہو کہ حضور ﷺ کو بشر ماننا تو ہمارا ایمان ہے اس پر تو اجماع ہے؟۔

اب ایک اور دلچسپ بات دیکھیں کہتا ہے کہ سیاق وسباق کے ساتھ عبارت نقل نہیں کی کیونکہ سعیدی کی عبارت میں یہ الفاظ تھے:

''اس میں شک نہیں کہ آپ ﷺ لباس بشریت میں تشریف لائے تا کہ انسان و بشر کو ذات باری تعالی کی معرفت وتعلیم سے نوازیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص 311)

پھر بڑے مزے سے کہتا ہے:

''پیر قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ کی اس عبارت میں واضح طور پر موجود ہے کہ آپ ﷺ لباس بشریت میں تشریف لائے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول،ص 311)

گویا اس جاہل کے نزدیک ''لباس بشریت'' میں ماننا نبی کے بشر ہونے کا اقرار کرنا ہے۔ یہ اجہل الجاہلین دوسروں کو تو جاہل اور اپنی کتب نہ پڑھنے کا طعنہ دیتا ہے لیکن خود حرام ہو جو اپنی ایک کتاب بھی صحیح طریقے سے مطالعہ کی ہے۔جس طرح شیعوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کی خوشی کو امام جعفر صادق ؒ کے ''کونڈوں'' کا نام دیا ہوا ہے اسی طرح اس منافق فرقے نے بھی انکار بشریت کو ''لباس بشریت'' کا نام دیا ہوا ہے۔ اس جاہل کو اتنا بھی علم نہیں کہ اس کے مذہب میں ''لباس بشریت'' بشر ہونے کا اقرار نہیں بلکہ ''بشر ہونے کا انکار'' ہے چنانچہ رضاخانیوں کی مستند ترین شخصیت مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''بعض لوگ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو انسان اور بشر نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ آپ کی حقیقت نور اور بشریت آپ کی صفت یا آپ کا لباس ہے''۔

(تبیان القرآن ج2،ص 453)

لیجئے بیانگ دہل اعلان کر دیا سعیدی نے کہ عبد المجید سعیدی اور سیالوی نے جو حضور ﷺ کی حقیقت نور بیان کر کے اسے ابو البشر سے پہلے مانا اور پھر حضور ﷺ کو لباس بشریت میں مانا وہ دراصل آپ کے انسان و بشر ہونے کا انکار ہے۔اب حضور ﷺ کی بشریت کا انکار کرنے والے کا حکم خود اس مرزائی لعنتی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''جو مطلقا حضور ﷺ سے بشریت کی نفی کرے وہ کافر ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 284)

تو اب اپنے ہی اصول پر اگر تو واقعی حلالی ہے تو اپنے ان دونوں ابوؤں پر کفر کا فتوی لگا اور ان کو ''رحمۃ اللہ علیہ'' کہہ کر اپنے کفر کا بھی اقرار کر۔لیکن تجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا جو پہلے ہی سے مرتد ولد الحرام پیدا ہوا سے 2025 میں کافر بننے سے کیا فرق پڑے گا؟ آج کے بعد تجھے اپنے نام کے ساتھ ''ابو حامد'' نہیں ''ابو ولد الحرام'' لکھنا چاہئے کیونکہ بقول خان صاحب بریلوی مرتد کا نکاح خالص زنا اولاد ولد الحرام۔

اس کے بعد موصوف نے کسی ''سوط الحق'' کا حوالہ دیا ہے تو اسے بتی بنا کر اپنی دوشقی میں رکھ لے۔

صفحہ 313 پر بکواس کی کہ عبارت پر کفر کا فتوی لگا تو لو ہم کہتے ہیں کہ عبارت کفریہ ہے عبد المجید سعیدی کافر مرتد ہے اس عبارت کو درست سمجھنے والا ابو حامد رضوی مرزائی کافر مرتد ولد الحرام ہے۔ پیر مظفر حسین شاہ کافر مرتد ولد الحرام ہے۔رہی قمر الدین سیالوی تو چونکہ خود تم نے اقرار کیا کہ یہ ان کے ملفوظات ہیں اور ملفوظات معتبر نہیں تو احتیاطا ہم کف لسان کرتے ہیں۔

لیکن اگر تو سمجھتا ہے کہ سیالوی بھی اسی عقیدہ کے تھا تو لے ہم اس کے بھی مرتد ہونے کا فتوی دیتے ہیں۔اس کے جواب میں اگر تو کسی دیوبندی کی توثیق ثابت کرے گا تو اپنے گھر کے اصول مت بھولنا اور پھر علمائے دیوبند کی توثیقات جو ہم تیرے گھر سے پیش کریں گے اسے ''بتی'' بنا کر چھپا مت لینا۔

اب اس کے بعد اسی طرح غیرت کر جیسا ہم نے کیا اور لباس بشریت کا عقیدہ رکھنے کی وجہ سے اپنا کافر و مرتد ہونا تسلیم کر۔رضاخانی بکواس کرتا ہے:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان کی نانوتوی والی غیرت ہمارے چیلنج کو دیکھ کر مرجائے گی اگر اس کی گنگوہی والی غیرت باقی رہی''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 313)

تو ہم بھی جوابا کہتے ہیں کہ تجھے اس غیرتی شلوار کا واسطہ جو تین سال کی عمر میں احمد رضاخان بریلوی نکال کر رنڈیوں کے سامنے اپنا ''اعلی حضرت'' لہرا کر بریلی کے بالاخانے

سے آنے والی تیری بہنوں کو پردے پر لیکچر دیتا۔۔ تجھے اس ''ذکرِ محققہ'' کا واسطہ جس پر تحقیق کے دریا بہا کر خان صاحب بریلوی ''فقیہ اعظم'' بنے! غیرت کر۔لیکن جن کا اعلیٰ حضرت جوانی میں نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر اپنی غیرت لٹوا چکا ہو اس کی معنوی گندی نسل سے کیا غیرت کی امید؟

ہائے کاش صفحات اور وقت کی تنگی نہ ہوتی تو تیری ایک ایک بکواس ایک ایک گالی اور ایک ایک دجل و تاویل کا ایسا جواب دیتا کہ قیامت تک آنے والے ''سگانِ اعلیٰ حضرت'' یاد رکھتے لیکن اب بھی تو ان شاء اللہ یاد رکھے گا کہ کس سے واسطہ پڑا ہے۔

صفحہ نمبر 314 پر شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ و علامہ زرقانیؒ کی عبارت جس میں حضور ﷺ کے مقدس ناموں میں سے ایک نام ''بشر'' بھی تھا کا کوئی جواب نہ دے سکا سوائے گالیوں کے اور اس جھوٹے دعوے کہ جی ہم تو بشر مانتے ہیں۔تیرے بشر ماننے کی حقیقت ہم نے ماقبل میں کھول کر رکھ دی ہے۔اس کے بعد صفحہ 314 و 315 پر گالیاں دینے کے بعد کہا کہ علامہ خالد محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ پیغمبر کو بشر کہہ کر یا آدمی کہہ کر بلانا بے ادبی ہے۔تو جب یہ حضور ﷺ کا ایک صفاتی نام ہے تو وہابی بتائیں کہ اس سے پکارنا بے ادبی کیوں ہے؟

(ملخصا) یہ سوال تو تم سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ اور قسطلانیؒ آپ کے بھی معتمد ہیں دونوں حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام بشر مانتے ہیں اور آپ کے نزدیک بشر کہنا ماننا بے ادبی ہے جو جواب اس کا وہی جواب ہمارا۔

ثانیا آپ نے ہمارا اپنا اصول نقل کر دیا کہ ایک عبارت کی توضیح دوسری عبارت سے کی جا سکتی ہے تو ہماری عبارتیں آپ نے خود نقل کر دی ہیں کہ توہین کی نیت سے بشر پکاریں گے تو کفر ہے ورنہ نہیں۔

ہم نفس بشر کو توہین نہیں سمجھتے جبکہ آپ کے اکابر کا معاملہ جدا ہے وہ نفس بشر ہی میں کمالات کے انکار کا پہلو اور نبوت کے ساتھ ہمسری سمجھتے ہیں لہذا آپ کے ذمہ یہ جواب اب

بھی باقی ہے کہ جب بشر میں ہے ہی توہین اور کمالات کا انکار تو یہ حضور ﷺ کے مقدس ناموں میں سے ایک نام کیسے ہوگیا؟

آگے صفحہ 317 تا 319 پر بکواس کرتا ہے دیوبندیت کو معاذ اللہ لوسی و لینڈی کتا کہتا ہے لہذا جواب آں غزال کے طور پر ہم کہتے ہیں کہ پیر مظفر حسین شاہ کا یہ لینڈی ولوسی کتا بھونکتے ہوئے کہتا ہے کہ قسطلانیؒ نے حضور ﷺ کے ناموں میں سے ایک نام ''احد'' بتایا جبکہ متکلم اسلام حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب مفتی مجاہد صاحب نے اس پر کفر کا فتوی لگایا۔

تو عرض ہے کہ دونوں میں فرق ہے علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے احد اس معنی میں کہ آپ صفات کمال میں سب سے یکتا و منفرد ہیں مانا جیسا کہ خود تو نے اس کا مطلب نقل کیا۔ اور احمد رضا خان لوسی و لینڈی کتا حضور ﷺ کو ''احد'' معاذ اللہ ''اللہ'' کے معنی میں لیتا ہے لہذا اس کا احد کہنا کفر و بکواس ہوگا۔ لوسی و لینڈی کتے پیر مظفر حسین شاہ کا ایک لوسی کتاب تیمور لوسی لکھتا ہے:

''ہم پہلے واضح کر آئے ہیں کہ ترجمہ میں حقیقی اور مجازی معنیٰ کی وضاحت عقیدہ کرتا ہے ...... جب کسی اہلِ سنّت عالم نے انبیاء کی طرف ذنب کی نسبت کی ہے تو اس سے مراد مجازی معنیٰ ہوگا یعنی صورۃِ ذنب، خلافِ اولیٰ وغیرہ، لیکن اگر یہ کام دیوبندی کریں تو حقیقی معنیٰ مراد لیا جائے گا، کیونکہ حضرات انبیاء سے گناہ کا صدور مانتے ہیں''۔

(کنزالایمان اور مخالفین: ص 177)

لاہور کا بدکار لوسی کھسرا مفعول مالم یسم فاعلہ میثم قادری لکھتا ہے:

''آج کل دیابنہ ہم اہل سنت پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہم اہل سنت نے قرآن کریم کی بعض آیات کا لفظی ترجمہ کرنے کی بنا پر دیابنہ وہابیہ کو گستاخ کہا ہے۔

جواب: حقیقت یہ ہے کہ بعض آیات کے لفظی تراجم کی وجہ سے کسی صحیح العقیدہ سنی پر فتوی نہیں لگایا گیا، بعض آیات کے لفظی ترجمہ کی بنا پر جو فتوی لگایا گیا ہے اس سے مراد وہابی دیوبندی مترجمین ہیں ان کو گستاخ قرار دینے کی اصل وجہ ان کا کریمینل (مجرمانہ) ریکارڈ

ہے(جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان پرفتوی لگایا گیاہے)''۔

(کنزالایمان اورمخالفین مقدمہ غیرمحرف شدہ نسخہ،ص27انڈین ایڈیشن)

یہی ہم کہتے ہیں کہ ترجمہ میں حقیقی مجازی معنی کو دیکھا جائے گاسابقہ مجرمانہ یعنی رضاخانی ریکارڈکو دیکھا جائے گاچونکہ قسطلانی ؒ صحیح العقیدہ(دیوبندی)ہےلہذااس کا احل کہنا درست ہوگااور رضاخانی چونکہ مشرک پلید ہیں لہذاان کا احل کہنا شرک ہوگا۔

لہذارضاخانی حضرات سے گذارش ہے کہ اپنے اس لوسی ٹیڈی کتے ابو حامد مرزائی کی طرح بھونکنے کے بجائے اول علمائے دیوبند کے رد میں جتنی کتب لکھی گئی ہیں اس کا اچھی طرح سے مطالعہ کریں، دیکھیں کہ ہماری کتب کا کون کونسا اصول وعبارت ہڈی بنا کر بھونکنے پر میرے منہ میں ڈالی جاسکتی ہے اس کیلئے کوئی جواب سوچیں پھر کتاب لکھیں ورنہ غلام ابلیس کی طرح فیس بک پر روئے گا کہ اصول اصول کھیل رہے ہو۔

آگے صفحہ 230 تا324 پر فضول بکواس اور گالیاں لکھنے کے بعد''رضاخانی مذہب'' کتاب سے نقل کیا کہ انبیاء شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وعظ سننے آتے ہیں اور رضاخانی مذہب والے نے اسے گستاخی کہا حالانکہ یہ تو شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے''اخبارالاخیار'' میں لکھا۔

تو اول تو مولف کتاب سمیت اس پر تقاریظ لکھنے والا کوئی بھی اصول نمبر چار کے تحت ہمارے لئے حجت نہیں ثانیااس جیسی عبارتوں کا جواب مناظر اسلام حضرت مولانا احتشام صاحب تمہارے پلمبر تیمور کو بھی دے چکے ہیں کہ''رضاخانی مذہب'' کتاب الزامی طرز پر لکھی گئی ہے۔اس پر میں اپنی لاجواب کتاب''بھجۃ الاسرار اور موید ین،ص59'' پر تبصرہ کر چکا ہوں وہاں دیکھ لو۔

پھر رضاخانیوں کی کتاب میں یہ اصول بھی ہے کہ:

''۔۔ناقل کا کسی روایت کو نقل کرنا اس کا مذہب نہیں کہلاتا''۔

(فجر منیر،ص164)

تیرا پلمبر لکھتا ہے:

''کیونکہ یہ ان کا عقیدہ نہیں لہذا ان پر کوئی فتوی نہیں لگے گا''۔

(کنز الایمان اور مخالفین،ص336)

تو رضا خانیوں کا تو عقیدہ ہے اس لئے فتوی لگے گا لیکن شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر نقل کر دیا تو ضروری نہیں کہ وہ ان کا عقیدہ بھی ہو لہذا فتوی نہیں لگے۔ لوسی کتے کی طرح چار چار صفحات پر بھونکنے کے بجائے چار منٹ ایک جگہ بیٹھ کر پہلے سوچا کر کہ میں کیا بک رہا ہوں کئی دفعہ تم لوگوں کو کہہ چکا ہوں کہ صرف واٹس ایپ گروپ میں حوالہ آنے پر اسے کتاب میں لکھ کر پھر لمبی بکواس کرنے سے پہلے اس پر اچھی طرح سوچ بچار کیا کرو کہ اس کا مطلب کیا ہے؟

آخر میں ہمارا چیلنج

آپ نے دیکھا کہ علامہ نقشبندی صاحب مدظلہ العالی نے جو مضبوط گرفت کی موصوف اس کے جواب میں گندی سے گندی گالی تو بک سکا مگر ابو حامد رضوی نامی یہ لوسی کتا جواب نہ دے سکا۔ اب اس کو ایک دفعہ پھر چیلنج کرتے ہیں کہ اگر تجھ میں واقعی غیرت ہے تو واقعی فاضل بریلوی کی حلالی اولاد ہے تو اپنا عقیدہ کہ:

''کسی کو بشر ماننے میں اس کے کمالات کا انکار ہے کسی کو بشر کہنے میں اس سے ہمسری کا دعوی ہے انبیاء کو بشر ماننا ایمان نہیں انہیں بشر ماننا کہنا ابلیسی سنت ہے انبیاء کو اپنے مثل بشر کہنے والوں پر قرآن نے جا بجا کفر کا فتوی لگایا ہے''

اپنے اصول ''**بعینہ بلفظہ**'' پر چار نہیں، تین بھی نہیں دو بھی نہیں صرف ایک اور ایک مستند حنفی فقیہ سے ثابت کر دے۔ مگر تو احمد رضا خان کی طرح جہنم کا ایندھن تو بن جائے گا مگر اس کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ تو معلوم ہوا کہ حنفیت کا دعوی کرنا محض ڈھونگ ہے۔ تم انبیاء کی بشریت کا انکار کر کے مرتد و بے ایمان ہو حنفیت تو دور تمہارا دین محمدی ﷺ

سے بھی دور تک واسطہ نہیں۔ بلکہ تمہارا اصل دین ایک یہودی رافضی احمد رضا خان کا ایجاد کردہ دین ومذہب یعنی ''رضاخانیت'' ہے۔

☆☆☆

چوتھا مسئلہ

مسئلہ مختار کل

اس عنوان کے تحت علامہ صاحب نے کیا لکھا تھا پہلے اسے ملاحظہ فرمائیں اور پھر رضاخانی کا دجل وفریب اور بے بسی پر ہمارا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر......4

حنفیت اور کسی کو غائبانہ پکارنا، شیأ لله کهنا، حاجت را مشکل کشا سمجهنا

سادات حنفیہ ومشایخ ہندوستان کا عقیدہ ہے کہ مافوق الاسباب یعنی وہ امور جو مخلوق کی قدرت سے باہر ہوں اور کسی سبب کے نتیجے میں ان کا ظہور نہ ہوتا ہو ان امور میں مخلوق خواہ وہ نبی ہو یا کوئی ولی اللہ ان کی زندگی میں یا بعد از وفات ان سے مدد طلب کرنا ان امور میں اپنی حاجت برآوری کیلئے ان کو پکارنا اس نیت سے ان کی قبور کی زیارت کو جانا حرام، شرک اور کفر ہے۔ان مشایخ کی پیروی میں یہی عقیدہ اہل سنت دیوبند کا بھی ہے۔

(۱) قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

مساله: آن چه جهال می گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ لله یا خواجه شمس الدین پانی پتی شیالله جائز نیست شرک وکفر است و اگر الهی به حرمت خواجه شمس الدین پانی پتی حاجات من رواکن گوید مضائقه ندارد

حق تعالی می فرماید:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ

(اعراف، ۱۹۴)

یعنی ازکسائی که شما دعا می خواهید سوای خدا نها بندگان مانند شما آنها را چه قدر است که حاجت کسی بر آرند؟

و اگر کسی گوید که این در حق کفار است که بتان را یاد می کردند گفت شود که لفظ دون عام است و لفظ معتبر است نه خصوص محل۔

(ارشاد الطالبین، ص 47، 48بع ایران، ص 29طبع لاہور)

یعنی یہ جو جاہل کہتے ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاللہ جائز نہیں یہ شرک کو کفر ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خواجہ شمس الدین پانی پتی کے وسیلے سے میری حاجات کو یاالہی پورا کردے تو اس میں مضائقہ نہیں۔

اللہ تعالی فرماتا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح ہی بندگان خدا ہیں ان کو بھلا کیا قدرت ہے کہ وہ کسی کی حاجت روائی کرسکیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ کافر انہیں پکارتے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں من دون اللہ کا لفظ عام ہے (اس میں ہر ایک داخل ہے اور قرآن میں اعتبار) عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص محل کا (یعنی آیت تو کسی خاص موقع یا خاص لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی ہے لیکن اس کے حکم میں تاقیامت تک کہ لوگ شامل ہوتے ہیں الایہ کہ اس کی تخصیص پر کوئی قرینہ ہو)

نوٹ: سیفی حضرات نے جو ارشاد الطالبین کا ترجمہ ''بستان العارفین'' کے نام سے شائع کیا ہے اس میں سے اس عبارت کا نکال دیا ہے۔

(۲) حضرت قاضی صاحب اولیا اللہ کے بارے میں گمراہ کن خیالات رکھنے والوں کا تعارف کرواتے ہوئے ان کے عقائد لکھتے ہیں:

و بعضی در اولیا عصمت و علم غیب خیال می کنند و می دانند که اولیا هر چه خواهند همان شود و هر چه نخواهند معدوم گرده و ازقبور اولیاء باین خیال مرادات خود طلب می کنند و چون در اولیاء اللّٰه و مقربان درگاه که زنده این صفت نمی یابند از ولایت آنها منکری شوند و از فیوض آنها محروم می مانند

بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے

اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں اور جو وہ زندہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت نہ پاتے تو ان کی ولایت کا انکار کرکے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں"۔

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین، ص 1 ,2، و ص 12 طبع ایران)

(۳) قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں:

"مسئلہ: اگر کسے گوید کہ خدا و رسول برین عمل گواہ اند کافر شود اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آن بسوئے شان کفر است قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء اللہ یعنی بگو اے محمد ﷺ مالک نیستم من برائے خویشتن نفع را و نہ ضرر را مگر آنچہ خدا خواہد و اگر نسبت بطریق بسببیت بود مضائقہ ندارد

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے اولیاء کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لئے پیدا کرنے رزق دینے بلا دور کرنے اور مرض سے شفاء دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے فرمان خداوندی ہے قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللہ یعنی اے محمد ﷺ کہہ دیجئے میں اپنے آپ کیلئے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین، ص 47,48)

(۴) علامہ محمد طاہر پٹنی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۸۶ھ) لکھتے ہیں:

"مِنْهُمْ مَنْ قَصَدَ بِزِيَارَةِ قُبُورِ الْاَنْبِيَا وَالصُّلَحَآ اَنْ يَصِلَ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ وَ يَدْعُوْا عِنْدَهَا وَ يَسْأَلُهُمُ الْحَوَآئِجَ وَ هٰذَا لَا يَجُوْزُ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَا الْمُسْلِمِيْنَ فَاِنَّ الْعِبَادَةَ وَطَلَبَ الْحَوَائِجِ وَالْاِسْتِعَانَةَ حَقُّ اللّٰهِ وَحْدَه

(مجمع بحار الانوار، ج2، ص 444، طبع حیدر آباد دکن)

بعضے لوگ انبیاء واولیاء کی قبور کی زیارت کا قصد اس نیت سے کرتے ہیں کہ وہاں پہنچ کر ان کے پاس دعا کریں اور ان سے اپنے حوائج کو طلب کریں یہ طریقہ علما مسلمین میں سے کسی کے ہاں بھی جائز نہیں کہ دعا کرنا (یعنی پکارنا) اور حوائج کا طلب کرنا اور مدد چاہنا صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔

(۵) ابو الثناء شہاب الدین سید محمود بن عبداللہ بن محمود الحسینی آلوسی بغدادی المعروف علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

''وأمّا إذا كانَ المَطْلُوبُ مِنهُ مَيِّتًا أوْ غائِبًا فَلا يَسْتَرِيبُ عالِمٌ أنَّهُ غَيْرُ جائِزٍ، وأنَّهُ مِنَ البِدَعِ الَّتِي لَمْ يَفْعَلْها أحَدٌ مِنَ السَّلَفِ....ولَمْ يَرِدْ عَنْ أحَدٍ مِنَ الصَّحابَةِ - رَضِيَ اللَّهُ تَعالى عَنْهُمْ، وهم أحْرَصُ الخَلْقِ عَلى كُلِّ خَيْرٍ - أنَّهُ طَلَبَ مِن مَيِّتٍ شَيْئًا....وقَدْ نَهى النَّبِيُّ - صَلّى اللَّهُ تَعالى عَلَيْهِ وسَلَّمَ - عَنِ اتِّخاذِ القُبُورِ مَساجِدَ، ولَعَنَ عَلى ذَلِكَ، فَكَيْفَ يُتَصَوَّرُ مِنهُ - عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ - الأمْرُ بِالِاسْتِعانَةِ والطَّلَبِ مِن أصْحابِها؟! سُبْحانَكَ هَذا بُهْتانٌ عَظِيمٌ.

وعَنْ أبِي يَزِيدَ البِسْطامِيِّ - قُدِّسَ سِرُّهُ - أنَّهُ قالَ: اسْتِغاثَةُ المَخْلُوقِ بِالمَخْلُوقِ كاسْتِغاثَةِ المَسْجُونِ بِالمَسْجُونِ.

ومِن كَلامِ السَّجّادِ - رَضِيَ اللَّهُ تَعالى عَنْهُ -: إنَّ طَلَبَ المُحْتاجِ مِنَ المُحْتاجِ سَفَهٌ في رَأْيِهِ وضِلَّةٌ في عَقْلِهِ.

(تفسیر روح المعانی، ج 7، ص 125)

جس سے مشکل کشائی طلب کی جارہی ہے وہ اگر فوت ہوگیا ہو یا غائب ہو تو کسی ایک عالم دین کو بھی اس کے ناجائز ہونے میں شک نہیں اور یہ کہ یہ عمل بدعت ہے سلف میں سے کسی نے بھی اس کو نہیں کیا۔۔۔اسی طرح صحابہ میں سے بھی کسی سے منقول نہیں باوجود یہ کہ وہ ہر عمل خیر پر سب سے زیادہ عمل کے حریص تھے کہ انہوں نے اہل قبور سے اپنی کوئی حاجت

طلب کی ہو۔۔اور تحقیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبور کو سجدہ گاہ بنانے سے منع کیا ہے اور ایسا کرنے والوں پر لعنت کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سب کے بعد کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل قبور سے استعانت اور طلب حاجات کا حکم فرمایا ہو اللہ کی ذات پاک ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بہت بڑا بہتان ہے۔بایزید بسطامی فرماتے ہیں کہ مخلوق کا مخلوق سے استغاثہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے قیدی کسی قیدی سے مدد طلب کرے۔

(٦) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وَأَنتَ خَبِيرٌ بِأَنَّ النَّاسَ اليَومَ إِذَا اعتَرَاهُم أَمرٌ خَطِيرٌ وَخَطبٌ جَسِيمٌ فِي بَرٍّ أَو بَحرٍ دَعَوا مَن لَّا يَضُرُّ وَلَا يَنفَعُ وَلَا يَرَى وَلَا يَسمَعُ فَمِنهُم مَن يَّدعُو الخَضِرَ وَإِليَاسَ وَمِنهُم مَن يُّنَادِي أَبَا الخَمِيسِ وَالعَبَّاسَ وَ مِنهُم مَن يَّستَغِيثُ بِأَحَدِ الأَئِمَّةِ وَمِنهُم مَن يَضرَع إِلَى شَيخٍ مِّن مَشَايِخِ الأُمَّةِ وَلَا تَرَى فِيهِم أَحَدًا يَخُصُّ مَولَاهُ بِتَضَرُّعِهِ وَدُعَاهُ وَلَا يَكَادُ يَمُرُّ لَهُ بِبَالٍ أَنَّهُ لَو دَعَا اللهَ تَعَالَى وَحدَهُ يَنجُوا مِن هَاتِيكَ الأَهوَالِ فَبِاللهِ تَعَالَى عَلَيكَ قُل لِي أَيُّ الفَرِيقَينِ مِن هَذِهِ الحَيثِيَةِ أَهدَى سَبِيلاً وَأَيُّ الدَّاعِيَينِ أَقوَمُ قِيلاً؟ وَإِلَى اللهِ تَعَالَى المُشتَكَى مِن زَمَانٍ عَصَفَت فِيهِ رِيحُ الجَهَالَةِ وَ تَلَاطَمَت أَموَاجُ الضَّلَالَةِ وَخَرَقَت سَفِينَةُ الشَّرِيعَةِ وَاتُّخِذَتِ الإِستِغَاثَةُ بِغَيرِ اللهِ تَعَالَى لِلنَّجَاةِ ذَرِيعَةً وَتَعَذَّرَ عَلَى العَارِفِينَ أَلأَمرُ بِالمَعرُوفِ وَحَالَت دُونَ النَّهيِ عَنِ المُنكَرِ صُنُوفُ الحُتُوفِ:()

(روح المعانی، ج6، ص93، سورہ یونس آیت 22، 23)

تو جانتا ہے کہ آج جب لوگوں کو برو بحر میں کوئی عظیم مشکل ومصیبت پیش آتی ہے تو ایسوں کو پکارتے ہیں جو نہ ان کو کوئی نفع دے سکتا ہے نہ نقصان جو نہ (ان کی مشکل) کو دیکھ سکتے ہیں نہ (ان کی پکار) کو سن سکتے ہیں ان میں سے بعضے تو وہ ہیں جو خضر و الیاس علیہما السلام کو پکارتے ہیں بعضے ابو الخمیس وعباس بعضے آئمہ میں سے کسی سے مدد چاہتے ہیں بعضے مشایخ امت کے

آگے گریہ وزاری کرتے ہیں کسی کو تو ان میں سے نہیں دیکھے گا جو خالص ایک اللہ کو پکاریں اسی سے دعا مانگے اسی سے گریہ وزاری کریں اور کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آتا کہ اگر خدا متعال کو تنہا پکارے تو وہ اس سخت مصیبت سے نجات دے دے گا پس تجھے اللہ کا واسطہ کہ بتا مجھے کہ ان دو فریقوں میں سے کون سیدھے رستے پر ہے؟ پس ہم اللہ ہی سے اس زمانے کی شکایت کرتے ہیں جس میں جہالت کی ہوائیں چل پڑی ہیں اور گمراہی کی موجوں کا تلاطم ہے شریعت کی کشتی ٹوٹ چکی ہے اور اللہ کے غیر سے مدد طلب کرنے کو ذریعہ نجات سمجھا جارہا ہے اللہ والوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا مشکل ہو چکا ہے۔

(۷) علامہ آلوسی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ مزید لکھتے ہیں:

وَقَدْ قُلْتُ یوماً لِّرَجُلٍ یَّسْتَغِیثُ فِی شِدَّۃٍ بِبَعْضِ الأَمْوَاتِ وَیُنَادِی یَا فُلَانُ أَغِثْنِی فَقُلْتُ لَہُ: قُلْ یَا أَللہ فَقَدْ قَالَ سُبْحَانَہُ: [وَإِذا سَأَلَكَ عِبادِی عَنِّی فَإِنِّی قَرِیبٌ أُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذا دَعانِ] [البقرة:6] فَغَضِبَ وَبَلَغَنِی أَنَّہُ قَالَ: فُلَانٌ مُّنكَرٌ عَلَى الأَوْلِیَاءِ، وَسَمِعْتُ عَنْ بَعْضِہِمْ أَنَّہُ قَالَ: أَلْوَلِیُّ أَسْرَعُ إِجَابَةً مِّنَ اللہِ عَزَّوَجَلَّ وَھٰذَا مِنَ الْكُفْرِ بِمَكَانٍ نَّسأَلُ اللہُ تَعَالَى أَن یَّعْصِمَنَا مِنَ الزَّیْغِ وَالطُّغْیَانِ

(تفسیر روح المعانی، ج12، ص 244)

میں نے ایک ایک شخص کو کہا جو مشکل وقت میں بعض اہل قبور کو پکارتا اور کہتا کہ اے فلاں میری مدد کر میں نے اس سے کہا کہ یا اللہ کہو کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب میرے بارے میں میرے بندے تجھ سے سوال کریں تو میں ان کے قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے، تو وہ ایک دم غضبناک ہو گیا اور مجھ تک اس کی یہ بات پہنچی کہ وہ یہ کہتا پھر رہا ہے کہ فلاں (یعنی علامہ آلوسی) اولیاء اللہ کا منکر ہے اور انہیں برا بھلا کہتا ہے اور انہی جیسے بعض لوگوں سے میں نے سنا کہ ''ولی'' اللہ سے جلدی دعا کو قبول کرتا ہے معاذ اللہ یہ صریح کفر ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے شرکیہ عقائد و گمراہی سے محفوظ

رکھے۔

(۸) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں:

"کل من ذھب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود لاجل حاجۃ
یطلبھا فانہ اثم اثما اکبر من القتل والزنا الیس مثلہ الا مثل من
کان یدعوا المصنوعات او مثل من کان یدعوا اللات والعزی

(تفھیمات الٰھیہ، ج2، ص45، طبع حیدر آباد دکن)

ہر وہ شخص جو اجمیر شہر یا مسعود سالار کے مزار پر جائے کہ ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو وہ گناہ گار ہے اور اس کا یہ گناہ قتل وزنا سے بڑھ کر ہے (کہ اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا) اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو بتوں لات وعزی کو پوجتا ہے۔

(۹) مزید لکھتے ہیں:

وَاعلَم أَنَّ طَلَبَ الحَوائجِ مِنَ المَوتی عَالِماً بِأَنَّهُ سَبَبٌ لِإِنجَاحِهَا کُفرٌ
یَجِبُ الإِحتِرَازُ عَنهُ تَحرَمُه هٰذِهِ الکَلِمَةُ وَالنَّاسُ الیَومَ فِیهِ مُنهَمِکُونَ

(الخیر الکثیر، ص105)

جان لے کہ اہل قبور سے حاجات کو طلب کرنا اس نیت سے کہ یہی لوگ حاجات کو پورا کرنے کے واسطے اور سبب ہیں (یعنی ان کے بغیر ہماری حاجات پوری نہیں ہوسکتی ہیں) کفر ہے اس سے بچنا فرض ہے کلمہ شہادت نے اس طریقہ کو حرام کر دیا ہے مگر (جاہل) لوگ آج اس میں منہمک ہیں۔

(۱۰) ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

قوله: وَإِذَا سَأَلتَ فَاسأَلِ اللهَ أَيْ: فَاسأَلِ اللهَ وَحدَهُ، فَإِنَّ خَزَائِنَ الْعَطَايَا عِندَهُ وَمَفَاتِيحَ الْمَوَاهِبِ وَالْمَزَايَا بِيَدِهِ، وَكُلُّ نِعْمَةٍ أَوْ نِقْمَةٍ دُنيَوِيَّةٍ أَوْ أُخْرَوِيَّةٍ، فَإِنَّهَا تَصِلُ إِلَى الْعَبْدِ أَوْ تَنْدَفِعُ عَنْهُ بِرَحْمَتِهِ مِنْ غَيْرِ شَائِبَةِ عَرَضٍ وَلَا ضَمِيمَةِ عِلَّةٍ; لِأَنَّهُ الْجَوَّادُ الْمُطْلَقُ وَالْغَنِيُّ الَّذِي لَا

يفْتَقِرُ، فَيـنْبَغِي أَنْ لَا يرْجى إِلَّا رَحْمَتُهُ، وَلَا يخْشَى إِلَّا نِقْمَتُهُ، وَيلْتَجَأَ فِي عَظَائِمِ الْمَهَامِّ إِلَيهِ، وَيعْتَمَدَ فِي جُمْهُورِ الْأُمُورِ عَلَيهِ، وَلَا يسْأَلَ غَيرُهُ؛ لِأَنَّ غَيرَهُ غَيرُ قَادِرٍ عَلَى الْعَطَاءِ وَالْمَنْعِ وَدَفْعِ الضُّرِّ وَجَلْبِ النَّفْعِ، فَإِنَّهُمْ لَا يمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا، وَلَا يمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَياةً وَلَا نُشُورًا

(مرقاة المفاتيح ،ج8،،ص، كتاب الآداب باب التوكل والصبر رقم الحديث 5302)

اللہ کے رسول ﷺ کا قول ہے کہ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کرے کا مطلب یہ ہے کہ ایک اللہ ہی سے اپنی مشکلوں میں سوال ومدد طلب کر کہ بخشش کے خزانے اسی کے پاس ہیں ۔۔ ہر قسم کی نعمت یا عذاب دنیاوی واخروی جو بندے کو پہنچتی ہے یا اسے دور ہوتی ہے اسی کی رحمت سے ہے ۔بغیر کسی شائبہ لالچ وضمیمہ علت کے، بلاشبہ وہ ذات مطلق سخی اور بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں ۔پس لازم ہے کہ اس کی رحمت کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھی جائے اور اس کی پکڑ کے علاوہ کسی کا خوف نہ کیا جائے اور عظیم المرتبت کاموں میں اسی کی طرف رجوع کیا جائے اپنے تمام کاموں میں اسی پر بھروسہ رکھا جائے اور اس کے علاوہ کسی سے سوال نہ کیا جائے اس لئے کہ غیر اللہ کسی نعمت کے دینے یا کسی سختی کے روکنے پر قادر نہیں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان کو دور کر سکتے ہیں بلاشبہ وہ تو اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں اپنی موت و حیات اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر قادر نہیں (تو دوسروں کو کیا نفع ونقصان دیں گے؟

(۱۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وليس القادر والفاعل والمتصرف إلا هو، وأولياء اللهِ هم الفانون الهالكون في فعله تعالى وقدرته وسطوته، لا فعل لهم ولا قدرة ولا تصرف لا الآن ولا حين كانوا أحياء في دار الدنيا.

(لمعات التنقیح، ج 7، ص 39، کتاب الجهاد، باب حکم الاسرا)

قادر مطلق فاعل متصرف فی الامور سوائے خدا تعالی کے اور کوئی نہیں اولیاء اللہ فعل قدرت اور اس کی رب کی حاکمیت کے سامنے فانی اور نیست ہیں یہ اولیاء اللہ کسی قسم کی قدرت وتصرف نہ اب رکھتے ہیں نہ جس وقت یہ زندہ تھے رکھتے تھے۔

(۱۲) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

”اول مدد خواستن چیز دیگر است و پرستش چیز دیگر است عوام مسلمین بر خلاف حکم شرع از اهل قبور مدد میخواهند و پرستش نمی کنند و بت پرستان مدد هم میخواهند و پرستش هم میکنند پرستش آنست که سجده کند یا طواف نماید یا نام او بطریق تقرب ورد ساز د یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بنده فلانی بگوید و هر که از مسلمانان جاهل باهل قبور این چیزها بعمل آرد فی الفور کافر می گردد و از ز مسلمانی می بر آید ---دوم آنکه بالاستقلال چیزیکه خصوصیت بجناب الٰهی درد مثل دادن فرزند یا بارش باران یا دفع امراض یا طول عمر و مانند این چیزها بآنکے دعا و سوال از جناب الٰهی در نیت منظور باشد از مخلوقےدرخواست نمایند این نوع حرام مطلق بلکه کفر هست و از مسلمانان کسے از اولیائے مذهب خود خواه زنده باشند یا مرده این نوع مدد خواهد از دائره اسلام خارج میشود۔

(فتاوی عزیزی فارسی، ص 33، 33، سعیدیه کتب خانه پشاور)

اول یہ کہ مدد چاہنا دوسری چیز ہے اور پرستش دوسری چیز ہے عوام مسلمانوں میں یہ نقصان ہے کہ وہ لوگ خلاف شرع طور سے اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں مگر وہ بھی پرستش نہیں کرتے اور بت پرست لوگ بت سے بھی مدد چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں پرستش سے مراد یہ ہے کہ کسی کو سجدہ کرے یا کسی چیز کی عبادت کی نیت سے اس چیز کا طواف کرے یا

بطریق تقرب کے کسی کے نام کا وظیفہ کرے یا اس کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے یا اپنے کو کسی کا بندہ کہے اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ ایسا کوئی امر کرے یعنی مثلاً اہل قبور کو سجدہ کرے تو وہ فی الفور کافر ہو جائے گا اور اسلام سے خارج ہو جایئے گا۔۔۔ دوم مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز خاص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے مثلاً لڑ کا دینا یا پانی برسانا یا بیماریوں کو دفع کرنا یا عمر زیادہ کرنا یا ایسی اور چیزیں جو خالص اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہیں ایسی چیزوں کیلئے کسی مخلوق سے کوئی شخص التجا کرے اور اس شخص کی نیت یہ نہ ہو کہ وہ مخلوق اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارا مطلب حاصل ہو تو یہ صورت مدد چاہنے کی حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔اور اگر کوئی مسلمان اولیاء اللہ سے اس ناجائز طور سے مدد چاہے یعنی ان کو قادر مطلق سمجھے خواہ وہ اولیاء اللہ زندہ ہوں یا وفات پائے تو وہ مسلمان اسلام سے خارج ہو جائے گا''۔

(۱۳) شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۴۳ھ) لکھتے ہیں:

لِاَنَّ الْخَلْقَ كلهم عُبَيدٌ لايَمْلِكونَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعاً وَّلا ضراً فهم لغيرهم اولى ان لايملكوالهم ضرا ولانفعا

(شرح الطریق المحمدیہ، ص 523، طبع استنبول)

ساری مخلوق اس اللہ کی غلامی کا دم بھرتی ہے وہ اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں تو دوسرے کے نفع ونقصان کے تو بدرجہ اولیٰ مالک نہ ہوں گے۔

(۱۴) علامہ ابن نجیم مصری وعلامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں

(قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّهُ إنْ ظنّ أَنَّ الْمَيتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ ذَلِكَ كُفْرٌ

(البحر الرائق، ج2، ص 321، 322، شامی ج2، ص 660 کتاب الصوم مطلب فی النذر الذی یقع للاموات)

ماتن کا قول باطل وحرام ہے چند وجوہ سے ان میں سے ایک یہ کہ نذر ہے مخلوق کیلئے اور نذر لغیر اللہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں دوسری وجہ یہ کہ اگر اس کا گمان ہو کہ میت امور دنیوی میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

بدعتی عقیدہ

اس کے مقابلے میں اہل بدعت کا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء اولیاء اللہ ہر چیز پر قادر ہیں اللہ تعالی نے انہیں ہر چیز کا اختیار دے دیا دور وقریب سے ہر ایک کی پکار سنتے ہیں اللہ ان کے وسیلے کے بغیر دعا قبول نہیں کرتا لہذا اپنی تمامی حاجات میں ان کو پکارنا ان سے مدد چاہنا ان سے دعا مانگنا نہ صرف جائز بلکہ شعار اہلسنت ہے اس کا منکر معاذ اللہ وہابی گمراہ ہے۔

آج اہل بدعت بانگ دہل نبی کریم ﷺ و اولیاء اللہ کو دونوں جہاں کا مالک کہتے و لکھتے ہیں لیکن حضرت مجدد الف ثانی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۳۴ھ) لکھتے ہیں:

''اے سعادت آثار آپ کے مکتوب گرامی میرے متعلق ایک فقرہ یہ تھا خدیونشا تین یعنی مالک دو جہاں آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ صفت ذات واجب الوجود کے ساتھ خاص ہے جل سلطانہ۔ بندہ مملوک جو کسی شے پر قادر نہیں اس کیلئے کہاں گنجائش ہے کہ کسی بھی وجہ سے اپنے خداوند جل سلطانہ کے ساتھ مشارکت ڈھونڈے اور اپنے خدا ہونے کے راستے پر دوڑ پڑے۔خاص کر آخرت کے جہاں مالکیت اور ملکیت کیا حقیقی اور کیا مجازی ذات مالک یوم الدین کے ساتھ خاص ہوگی۔۔اس روز جبکہ قول وفعل سے باز پرس ہوگی اور اولوالعزم انبیا کرام کا دل بھی خوف سے لرز رہا ہوگا۔وہ جگہ جہاں انبیاء پر بھی دہشت طاری ہوگی تو بتا اپنے گناہوں کا کیا عذر پیش کرے گا؟''۔

(مکتوبات مترجم علامہ احمد سعید نقشبندی بریلوی، ج 1 ص 232،233، اعتقاد پبلیکیشنز دہلی)

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 34 تا 43)

مخلوق کیلئے کلی علم غیب وکلی قدرت ماننا شرک ہے

علامہ نقشبندی صاحب نے اپنی کتاب ''دعوت اسلامی کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں اس پر بڑی شاندار گفتگو کی ہے کہ دراصل کسی کیلئے کلی علم وکلی اختیار ماننا ہی اسے ''الہ'' ماننا ہے جوکھلا ہوا ہے شرک ہے اور رضاخانی اسی شرک میں مبتلا ہیں۔ تفصیل کیلیے تو اسی کتاب کی طرف مراجعت کریں البتہ ہم اس کتاب سے چند حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

''کمال علم اور کامل قدرت پر ہی الوہیت کا مدار ہے''۔

(تبیان القرآن، ج2،ص59)

سعیدی صاحب سورہ ھود کی آیت:

وَ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَ مَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۲۳)

ترجمہ: اور آسمانوں اور زمین کے غیب اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے تو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور تمہارا رب تمہارے کاموں سے غافل نہیں۔

کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''آسمانوں اور زمینوں کے سب غیب اللہ ہی کے ساتھ مختص ہیں آیت کے اس حصہ میں اللہ تعالی نے اپنے علم کا اظہار فرمایا ہے اور اس کے بعد فرمایا اور اسی کی طرف ہر کام لوٹایا جاتا ہے اس حصہ میں اللہ تعالی نے اپنی قدرت کا اظہار فرمایا ہے اللہ تعالی کی متعدد صفات ہیں، یہاں خصوصیت کے ساتھ علم و قدرت کا ذکر فرمایا کیونکہ علم اور قدرت ہی دو ایسی صفات ہیں جن پر مدار الوہیت ہے، کیونکہ اگر اس کو علم نہ ہو تو اس کو کیسے پتہ چلے گا کہ اس کی مخلوق اس کے احکام پر عمل کر رہی ہے یا نہیں اور اگر قدرت نہ ہو تو وہ اپنے اطاعت گزاروں کو جزا کیسے دے گا اور نافرمانوں کو سزا کیسے دے گا''۔

(تبیان القرآن، ج5،ص 656)

معلوم ہوا کہ تمام مخلوق کا علم اور انہیں سزا و جزا دینے پر قدرت کا نام ہی ''الوہیت'' ہے اور یہی دو صفات کامل طور پر رضاخانی حضور ﷺ اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیلئے ثابت کرتے ہیں۔

کتاب کے حصہ اول میں ہم نقل کر آئے ہیں کہ رضاخانی علم غیب کلی نبی پاک ﷺ کیلئے مانتے ہیں اب اختیار پر بھی ایک دو حوالے ملاحظہ ہو:

الیاس عطار رضاخانی دونوں جہانوں پر حضور ﷺ کی کمال قدرت جو رب تعالیٰ کی الوہیت کا خاصہ تھا کو یوں بیان کرتے ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک کل بنا دیا

دونوں جہاں دے دئے قبضہ و اختیار میں

(فیضان سنت، ص 1048 طبع اول، مکتبۃ المدینہ)

خان صاحب کے خلیفہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی گھوسوی بھی اس قسم کے شرکیہ عقائد کو یوں بیان کرتے ہیں:

''تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لے لیں، تمام جہاں میں ان کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہاں ان کا محکوم ہے،۔۔۔ تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السموت والارض حضور کے زیر فرمان، جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں، رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور کے قبضہ میں کر دئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں''۔

(بہار شریعت، حصہ اول، ص 45،45، مکتبۃ المدینہ)

احمد رضا خان بریلوی کہتا ہے:

''میرے ایک وعظ میں ایک نفیس نکتہ مجھ پر القا ہوا تھا اسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل

اقدس ﷺ کیلئے معیار کامل ہے اور وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں یا دے سکتا ہے مگر بخل مانع ہے یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد کوئی اور محبوب ہے اس کیلئے بچا رکھی الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں''۔

(ملفوظات حصہ دوم، ص162)

یعنی واجب الوجود ہونا چونکہ معاذ اللہ اللہ کے قدرت نہیں ورنہ وہ بھی دے دیتا۔ اس ملفوظ سے مسئلہ بالکل واضح ہوگیا کہ اللہ پاک کے پاس جتنی قدرتیں تھی وہ سب حضور ﷺ کو دے دی گئی ہیں کیونکہ نہ دینے کی صورت میں اللہ پر بخل یا عجز کا الزام لازم ائے گا۔

اسی گندے شرکیہ عقیدہ کے سبب سے رضاخانی حضور ﷺ وغیر اللہ کو پکارتے ہیں ۔ایک رضاخانی اس گندے عقیدہ کو یوں بیان کرتا ہے۔

''اور زید کا یہ قول کہ خدا تعالی نے انہیں سب کچھ عطا کر دیا اور مختار کل بنادیا یقیناً حق ہے''۔

(فتاوی فیض ملت، جلد اول، ص80)

عطار جاہل جھاڑ وفروش پادری ابوجہل کی نیابت یوں کرتا ہے:

''میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! ہم غوث پاک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی شان وعظمت کے بارے میں سن رہے تھے کہ آپ کو مشکل وقت میں یا غوث، یا غوث المدد ، یا شیخ عبدالقادر وغیرہ الفاظ سے مدد کیلئے پکارا جائے تو آپ مدد فرماتے ہیں اور اس طرح اولیائے کرام کو دُور سے پکارنا بالکل جائز ہے کیونکہ یہ اللہ پاک کے مُقرَّب بندے اس کے عطا کردہ اختیار (Authority) سے لوگوں کی نہ صرف فریاد سنتے ہیں بلکہ ان کی مدد کیلئے تشریف بھی لاتے ہیں جیسا کہ میرے آقا اعلیٰ حضرت رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ سے عرض کی گئی کہ حضرت سَیِّدنا اَحمد زَرّوق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا ہے کہ جب کسی

کو کوئی تکلیف پہنچے تو یا زَرّوق کہہ کر ندا کرے میں فوراً اس کی مدد کروں گا۔ تو آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا: میں نے جب بھی اِستِعانَت (یعنی مدد طلب کی) یاغوث رَضِیَ اللہُ تعَالٰی عَنہُ ہی کہا۔ یکَ دَرگیرُ مُحکَم گیر (ایک ہی دَر پکڑ ومگر مضبوط پکڑو)۔

(ملفوظات اِعلیٰ حضرت، حصہ سوم، ص 400)''۔

یعنی ہر مشکل چاہے وہ مافوق الاسباب ہو یا ماتحت الاسباب نمرود وقارون زمانہ احمد رضا خان بریلوی نے غوث ہی کو پکارا فیض احمد اویسی کے بقول سب کچھ عطا کر دیا جو کچھ اللہ کے پاس تھا جو طاقت اللہ کے پاس تھی جو اختیار اللہ کے پاس تھا وہ سب نبی کریم ﷺ کو عطا کر دیا گیا۔ معاذ اللہ

یار محمد فریدی رضا خانی بزرگ تو کھلم کھلا پاک نبی ﷺ کو معاذ اللہ ''اللہ'' کہتا ہے:

محمد مصطفی محشر میں طہٰ بن کے نکلیں گے
اٹھا کر میم کا پردہ ہویدا بن کے نکلیں گے
حقیقت جن کی مشکل تھی تماشہ بن کر نکلیں گے
جسے کہتے تھے بندہ قل ہو اللہ بن کے نکلیں گے
بجاتے تھے جوانی عبدہ کی بنسری ہر دم
خدا کے عرش پر انی انا اللہ بن کے نکلیں گے

{دیوان محمدی ص 215}

ایک رضا خانی لکھتا ہے:

''رسول اللہ کو پوری خدائی طاقت دی گئی ہے۔ جب ہی تو خدا کی طرح مختار کل ہیں اور نائب کل''۔ (شرح استمداد ص 6)

مفتی احمد یار لکھتے ہیں:

''خدا جسکو پکڑے چھڑائے محمد　　محمد جس کو پکرے نہیں چھوٹ سکتا''

(رسائل نعیمیہ ص 164)

ملت رضاخانیہ کے شرف ملت استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں کہ:

''اللہ تعالی کے ساتھ جو تعلق ہونا چاہئے اور اس کے بارے میں جو اہتمام ہونا چاہئے وہ ہمارے ہاں عام طور پر نہیں پایا جاتا۔۔۔ایک صاحب نے نماز کے بعد درود شریف بصیغہ ندا پڑھا پھر یا رسول اللہ انظر حالنا پڑھا پھر درود شریف پڑھ کرمنہ پہ ہاتھ پھیرلیا اللہ تعالی سے دعا ہی نہیں مانگی ،اسی طرح ایک صاحب نے لکھا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: ''میں نے سب کام فرشتوں کے ذمہ لگادئے اور خود فارغ ہوکر اک ہی کام کرتا ہوں اور وہ ہے اپنے محبوب کی تعریف''۔۔۔کیا یہی اسلام کی تعلیم ہے؟''

(خدا کو یاد کر پیارے ۔از عبدالحکیم شریف قادری ۔ص:13)

لیجئے یہ وہ غلیظ عقیدہ ہے جس کے تحت تم اللہ کو معاذ اللہ فارغ مان کر غیر اللہ سے دعائیں مانگتے ہیں جس کو سامنے رکھ کر علامہ نقشبندی صاحب تمہارا رد کررہے ہیں ۔

رضاخانی بزرگ پیر نصیر اپنے مسلک بریلویہ کے شرکیہ عقائد کو یوں بیان کرتا ہے:

''لمحہ فکریہ! کیا سیالوی صاحب اس وقت پاکستان بھر میں موجود سنی بریلوی کہلانے والے تمام لوگوں اور بالخصوص عوام کی گارنٹی دے سکتے ہیں کہ ان کے عقائد میں جراثیم شرک نہیں؟''.

(لطمۃ الغیب علی ازالۃ الریب :ص:53)

جب تمہارا اپنا پیر گواہی دے رہا ہے کہ ہمارے خواص وعوام کے عقائد شرکیہ جراثیم سے پاک نہیں تو ابو حامد مرزائی کولوسی کتا بن کر علامہ نقشبندی صاحب پر بھونکنے کا کیا مطلب؟

بریلوی بزرگ حضرت مولانا کرم الدین دبیر صاحب شیعوں پر رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بادل اور رعد برق نور وظلمت ہوا اور پہاڑ اور دریا سورج و چاند سب کچھ میرے تابع

حکم ہیں اب بتائے خدا کی کونسی صفت باقی رہ جاتی ہے“

(آفتاب ہدایت، ص295)

معلوم ہوا کہ ان سب کو اپنے تابع ماننا اللہ کی صفت کا اقرار کرنا ہے معاذ اللہ اور ان سب چیزوں پر رضاخانی غیر اللہ کو قادر مانتے ہیں۔

اس سب تفصیل کے بعد صفحہ 324 تا 329 جو تو نے صفحات کالے کئے اور اپنے لعنتی اکابر کی تقیہ پر مشتمل عبارات پیش کی ہیں اس سے ہمیں کیا؟ تیرے لعنتیوں نے اپنی کتابوں میں شیعوں کی طرح تقیہ کر کے دس دس عقیدے لکھے ہیں تو اس کے ہم تو ذمہ دار نہیں؟ ہم اس حوالے کے ذمہ دار ہیں اس دعوے کے ذمہ دار ہیں جو ہم پیش کر رہے ہیں اس کا جواب دے۔

رضاخانی غیر اللہ کیلئے ذاتی قدرت مانتے ہیں

ابو جہل زمانہ فضل رسول بدایونی لکھتا ہے:

”ان آیات محکمات سے صفات ذاتیہ ثبوتیہ میں کہ جنہیں حیات، علم، سمع، بصر، مشیت، قدرت اور ارادہ کہتے ہیں شرکت واضح ہے اور ان صفات کے اعتبار سے شرکِ شرعی کوئی صورت قبول نہیں کرتا۔ یوں ہی صفات ذاتیہ سے ناشی و متعلق صفات اضافیہ اور افعال میں بھی شرکت ثابت ہے اور جیسے تصرف بہ قدرت اور علم کی غیب دانی وغیر ذالک۔۔۔ یہ صفات و افعال اس اعتبار سے کہ ذات الٰہی جل مجدہ کیلئے خاص صفات اور خاص افعال ہیں یعنی جس طرح اللہ کیلئے ہیں یعنی وہ صفت حیات جو اللہ تعالی کیلئے ہے ویسی حیات اور جیسی قدرت اس کیلئے ہے ویسی قدت، علم، سمع اور بصر جو خدا تعالی کیلئے ہیں اور تصرف جیسا کہ خدا تعالی کیلئے ہے دوسرے کیلئے ثابت کرنا بھی مدار شرک نہیں رکھتا۔۔۔ کیونکہ مخلوق کیلئے صفات ذاتیہ میں شرکت ثابت کئے بغیر (صرف) الوہیت کا عقیدہ رکھنے سے بھی شرک ہو جاتا ہے اور اگر الوہیت کا عقیدہ نہ ہو تو تمام صفات کو ثابت کرنے سے بھی شرکِ شرعی نہیں ہوتا“۔

(البوارق المحمدیہ، ص 308،307)

استغفر اللہ! یہ ازلی نجس مشرک کہتا ہے کہ جیسا اللہ کا علم وعلم غیب ہے، سمع، بصر، قدرت، تصرف ہے اسی طرح یہ تمام صفات ذاتیہ مخلوق کیلئے ثابت کرنا شرک نہیں بلکہ مخلوق تو ان صفات ذاتیہ میں پہلے ہی سے اللہ کے شریک ہے۔ العیاذ باللہ۔ یہ رضا خانیوں کا وہ کفریہ شرکیہ عقیدہ ہے جو یہ منافق لوگوں سے چھپاتے ہیں اور غیر متعلقہ عبارات نقل کر کے لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اسی کفریہ عقیدہ سے غیر اللہ کو پکارتے ہیں۔

لہذا رضا خانی نے علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کی پیش کردہ عبارات میں جو یہ تاویل کی ہے کہ یہ "ذاتی اختیارات" کی نفی پر محمول ہیں تو اس تاویل کے بعد بھی رد تمہارا ہی ہوتا ہے کہ تم غیر اللہ کیلئے ذاتی اختیارات کے قائل ہو کر مشرک پلید ہوا اگر ایسا نہیں تو پھر فتوی لگا کہ فضل رسول بدایونی مشرک پلید ہے ہمارا اس مشرک سے کوئی تعلق نہیں۔

رضا خانی نے اسلاف کی عبارات سعیدی سے سرقہ کی ہیں

رضا خانی نے اس باب میں جتنی اسلاف کی عبارات پیش کی ہیں وہ اکثر سے بھی زائد غلام رسول سعیدی کی "توضیح البیان" سے سرقہ کی ہیں جن کا منہ توڑ جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ "اتمام البرہان" حصہ اول میں دے چکے ہیں اسی کو ملاحظہ کرلیں ہمارے پاس نہ حرام کا پیسہ ہے نہ وقت کے بار بار ایک موضوع پر بحث کریں۔ البتہ چند باتوں کا جواب محض اتمام حجت کیلئے یہاں دے رہے ہیں۔

ہم توسل کے منکر نہیں رضا خانی دجل وفریب

ہمارا رضا خانیوں سے اصل اختلاف مسئلہ "الہ" میں ہے۔ کیونکہ الوہیت وشرک کا مدار دو چیزوں پر ہے کسی کیلئے "کمال قدرت وکمال علم" جیسا کہ غلام رسول سعیدی کے حوالے سے گذرا اور یہی دو چیزیں رضا خانی غیر اللہ کیلئے مانتے ہیں اور اسی عقیدہ کی بنا پر انہیں قریب و دور سے پکارتے ہیں اور مشکلات میں ان سے دعائیں مانگتے ہیں۔

اب رضاخانی کا دجل وفریب ملاحظہ ہوکہ اس نے صفحہ 329 تا371 کئی صفحات توسل کے مسئلہ پرسیاہ کردئے۔ یاایسے امورکوذکرکیاجن کاتعلق کرامات سے ہے۔

اولاتو ایسی کتب کے حوالے دئے جو ہمارے لئے کلی معتبرنہیں رضاخانی اصولوں پر۔ اورخودرضاخانیوں کے ہاں بھی معتبرنہیں مثلاشاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کاحوالہ پیش کیاحالانکہ وہ ان کے ہاں معاذاللہ گستاخ وہابی ہے،ملاعلی قاریؒ کےحوالے پیش کئے حالانکہ وہ انکے ہاں معاذاللہ رسول اللہ ﷺ کا گستاخ ہے۔اور آگے آجائے گا کہ رضاخانی نے مانا ہےکہ جب کسی کوگستاخ گمراہ کہہ دیاجائےتواس سے استدلال درست نہیں رہتا۔

حضرت مجددالف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اورانکے مکتوبات کاحوالہ پیش کیاحالانکہ جلال الدین رضاخانی بدعتی لکھتاہے:

’’اورمکتوب حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی اسناد میں ضعف ہے انہوں نےمختلف دیاروامصارمیں اپنے مریدین اورمعتقدین کوخطوط روانہ کئے جوان کے وصال کےب بعد کسی نےتلاش کرکےجمع کیااس میں اس کا بھی امکان ہےکہ الحاق ہواہوجومکتوب حقیقت میں ان کانہ ہوکسی خداناترس نےشامل کردیاہو۔۔۔بہت سی باتیں سکرآمیزہیں‘‘

(فتاوی فقیہ ملت،ص50،جلداول)

تواس’’مشرکِ ملت‘‘ کے ہاں’’مکتوبات‘‘ کی سند ہی’’ضعیف‘‘ ہے ۔اور دوسرا معاذاللہ امام مجددالف ثانی نے یہ مکتوبات پاگل پن کی حالت نشےیعنی سکرکی حالت میں لکھے ہیں ۔مگراس سب کے بعداس ذلیل نے خارج ازموضوع عنوان یعنی توسل وکرامات پر ص359 تا362 تین صفحات سیاہ کردئے۔

ثانیا معتبر بھی ہوں توجوواقعہ پیش کیاوہ ہمارے لئے معتبرنہیں بلکہ کسی بے دین کی دسیسہ کاری ہے۔ چنانچہ خودرضاخانی کسی فاضل دیوبندی کایہ حوالہ نقل کرتاہے:

’’مترجم کہتاہے کہ یہ بات شاہ صاحب کی نہیں لوگوں نے درج کردی ہے‘‘

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص346)

بہت سی کتب و واقعات کے غیر معتبر ہونے پر ہم اپنی کتاب ’’بھجۃ الاسراراور مویدین‘‘ میں تبصرہ کر چکے ہیں رضاخانی نے اسی کا چربہ یہاں نقل کر دیا۔

ثالثا: بزرگوں کے بہت سے ایسے اقوال خصوصا غوث پاکؒ کی طرف منسوب پیش کئے جن کا تعلق سکرو مستی سے ہے جو ویسے ہی معتبر نہیں۔

رابعا: ان حوالہ جات کو درست تسلیم بھی کرلیں تو ان سب کا تعلق توسل سے یا کرامات سے ہے۔اور دونوں صورتوں میں غیر اللہ کا کوئی اختیار نہیں ہوتا جیسا کہ رضاخانی سمجھتے ہیں بلکہ وہ محض واسطہ ہوتے ہیں قدرت وفعل سب اللہ کا۔

اور ہم توسل کے منکر نہیں چنانچہ خود یہ رضاخانی مشرک حضرت علامہ شاہ انورشاہ کشمیری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتا ہے:

’’علما نے لکھا اگر طلب شفاعت،استغاثہ یا توسل نبوی شرک وکفر ہوتا جیسا کہ یہ کم تعداد والا فرقہ۔۔۔دعوی کرتا ہے تو ایسا کرنا کسی وقت اور کسی حال میں جائز نہ ہوتا نہ دنیا کی زندگی کی زندگی نہ آخرت کی زندگی میں نہ قیامت کے دن جائز ہوتا نہ اس سے پہلے اس لئے کہ شرک تو خدا کے نزدیک ہر حال میں مبغوض ہے‘‘۔

(انوارالباری جلد 13،ص 490)

(بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 307،308)

ایک اور مقام پر لکھتا ہے:

’’وہابی اسمعیلی رئیس المحرفین سرفراز صفدر لکھتا ہے:

ویجوز التوسل الی اللہ ولاستغاثۃ بالانبیاء والصالحین بعد موتھم

حضرات انبیاء کرام اور صالحین علیہم السلام کی وفات کے بعد بھی اللہ تعالی کے ہاں ان کا توسل (اور استغاثہ از ناقل) جائز ہے۔

(تسکین الصدور،ص 435)

(بحوالہ بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول،ص،410)

رضاخانی کو ہم اسی کی زبان میں جواب دیتے ہیں کہ:

''اپنی عادت کے مطابق خیالی پلاؤ بنا کر اس کو ہمارے کھاتے میں ڈال کر اس کا رد کرنے کے بجائے جو ہمارا عقیدہ ہے اس کا رد کریں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول،ص325)

دلچسپ بات یہ ہے کہ خود موصوف نے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے علامہ نقشبندی صاحب کی کتاب سے یہ عبارت نقل کی:

''ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خواجہ شمس الدین پانی پتی کے وسیلے سے میری حاجات کو یا الٰہی پورا کردے تو اس میں مضائقہ نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص382)

اب یہ توسل جسے استغاثہ بھی کہتے ہیں کیا ہے؟ علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس معنی توسل ،استعانت ، تشفع تجوہ کے الفاظ سے تعبیر کرنے میں کوئی فرق نہیں ۔جس میں توسل کا معنی پایا جائے ۔کیونکہ دعا کی قبولیت کیلئے آپ ﷺ کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں وسیلہ بنایا جاتا ہے ۔اور آپ مستغیث بہ ہوتے ہیں اور جب کوئی استغاثہ کرتا ہے تو وہ اس طرح کہتا ہے میں نے اپنی فلاں غرض کیلئے اللہ تعالی کی بارگاہ میں آپ ﷺ سے استغاثہ کیا۔۔۔اور وہ یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ذریعہ اور واسطہ سے اللہ سے دعا کی جائے''

(شفاء السقام مترجم،ص217 مترجم رضاخانی نوریہ رضویہ لاہور)

''اس صورت میں سائل نہ غیر اللہ سے سوال کرتا ہے نہ غیر اللہ کو پکارتا ہے''۔

(شفاء السقام،ص204،مترجم رضاخانی)

معلوم ہوا کہ توسل میں اللہ ہی کو پکارا جاتا ہے اسی سے مانگا جاتا ہے ولی یا نبی کو محض واسطہ بنایا جاتا ہے ۔جبکہ رضاخانی تو اولیاء اللہ وانبیاءؑ کو مختار کل الٰہ مان کر پکارتے ہیں

یہ توسل نہیں صریح شرک ہے۔ رضاخانیوں میں غیرت ہے تو سادات احناف سے یہ ثبوت دو کہ غیر اللہ کو اللہ نے دونوں جہانوں کا مختار کل بنادیا ہے لہذا ان سے اس لئے مانگو کہ انہیں ہر چیز دینے پر سوائے الوہیت کے قدرت ہے۔ دیدہ باید۔

شیخ جیلانی ؒ کا قول کے مصیبت کے وقت مجھے پکارو

موصوف نے صفحہ 331 پر خلاصۃ المفاخر کا حوالہ دیا کہ غوث نے فرمایا کہ:

''مصیبت کے وقت جو مجھے پکارتا ہے میں اس کی مصیبت دور کروں گا''۔

پھر اپنے ہی گھر کا مترجم تحفۃ القادریہ کا حوالہ دیا پھر اپنے ہی گھر کی مترجم قلائد الجواہر کا حوالہ دیا پھر بدنام زمانہ بھجۃ الاسرار کا حوالہ دیا۔ شیخ جیلانی ؒ کا یہی قول اس نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کتاب کے صفحہ 337,338 پر بھی نقل کیا۔

تو یہ کون ہیں؟ فقہائے احناف وسادات احناف میں ان کی کیا حیثیت ہے؟ ہمارے لئے یہ کتب حجت نہیں۔ ''بھجۃ الاسرار'' کے رد میں بندہ نے پوری کتاب ''بھجۃ الاسرار اور مویدین'' لکھی جواب تک لاجواب ہے مگر یہ خبیث اسے پھر بار بار ہمارے خلاف پیش کرتا ہے۔ آگے اسی خبیث کا حوالہ آجائے گا کہ جس چیز پر ہم فتوے لگارہے ہیں جو چیز ہمارے نزدیک معتبر ہی نہیں اسے استدلال میں کیسے پیش کیا جاسکتا ہے؟

''قلائد الجواہر'' کی توثیق جو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیش کرنے کی کوشش کی اور یہ جھوٹ بولا کہ:

''یہ کتاب وہابی اسمعیلی اشرفعلی تھانوی کے نزدیک بہت ہی معتبر ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 331)

تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ان لعنتیوں کے مذہب میں جھوٹ بولنا ثواب ہے اس لئے انہیں اس جھوٹ پر شرم بھی دلائے تو کیسے دلائیں؟ اگر غیرت ہے تو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عبارت ثابت کرکہ:

''قلائد الجواہر بہت ہی معتبر ہے''۔

اپنے اصول بلفظہ کو یاد رکھنا۔اس دجل وفریب کا منہ توڑ جواب بندہ نے اسی دجال کے رد میں اپنی کتاب میں یوں دیا:

''موصوف لکھتے ہیں:

''اسمعیلی دیوبندی اشرفعلی تھانوی مختلف کتابوں کے نام لکھتے ہوئے ۲۲ نمبر پر لکھتا ہے قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبدالقادر مولفہ محمد یحیی تاذفی حنبلی متوفی ۹۶۳ھ آگے جا کر لکھتا ہے غرض یہ چالیس سے زاید کتابیں ہیں جن کی نقل بھروسے کی نقل اور پھر ان کے مولفین بھی ایسے ایسے اکابر اور بڑے بڑے علما ہیں کہ آفاق عالم میں ان کے مقبول ہونے پر اتفاق ہو چکا ہے''۔(جمال الاولیاء،ص9,10،ادارہ اسلامیات)

(بحوالہ بھجۃ،ص143،144)

حالانکہ محض یہ جملے بھی علی الاطلاق توثیق کیلئے کافی نہیں کیونکہ یہی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی کتاب میں لکھتے ہیں:

''کسی حکایت میں فائدہ کا ظاہر نہ ہونا یا نظاہر کسی امر خلاف سنت کا موہم ہونا''۔

(جمال الاولیاء،ص2،مکتبہ اسلامیہ بلال گنج لاہور)

یعنی اس سب کے باوجود حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بعض حکایات کو ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ عوام کیلئے فائدہ مند نہ تھی یا اس میں خلاف سنت کوئی امر تھا۔ہم بھی تو یہی کہہ رہے ہیں کہ اس قسم کی کتب کلی اعتبار سے معتبر نہیں رطب و یابس ہر کتاب میں ہوتی ہیں۔غرض حکیم الامت کی توثیق اس وقت آپ کیلئے کارگر ہوتی جب وہ ان کتب کی تمام خرافات کی توثیق کرتے ہم آپ کو چیلنج کرتے ہیں علامہ ساجد صاحب پر اعتراض کیلئے اسی قلائد الجواہر کی جن دو حکایات کو آپ نے پیش کیا وہ حکیم الامت کی جمال الاولیاء سے پیش کریں۔پھر قلائد الجواہر کی ایک بے سروپا حکایت ہم ما قبل میں نقل کر چکے ہیں اور تعدیل مبہم کے مقابل جرح مفسر معتبر ہے۔''

(بھجۃ الاسرار اور موید ین،ص132،133)

بالفرض یہ کتب معتبر بھی ہوں تو اس کی ہر بکواس معتبر نہیں تحریف دسیسہ کاری کا احتمال موجود ہے جیسا کہ مقدمہ کے ذکر کردہ اصول میں گذرا اور طارق مصباحی کا حوالہ آگے آرہا ہے۔

قطع نظر ان سب سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اس قول کو مان بھی لیا جائے تو رضاخانی پیر طریقت، رہبر شریعت، شمس الفقہاء، علامہ مولانا ابوالحامد محمد احمد چشتی فریدی نظامی شیخ الحدیث والتفسیر بانی و مہتمم دارالعلوم جامعہ فریدیہ نظامیہ بصیر پور اوکاڑا ''عوارف المعارف'' میں شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہ:

''کیونکہ روحانی حالت کے غلبہ کے ظہور کے ابتدائی دور میں شاذ و نادر ہی کوئی مرید عجب خود پسندی سے خالی ہوتا ہے یہاں تک کہ اکابر صوفیہ سے خود پسندی کے بہت سے اقوال نقل کئے گئے ہیں''۔

پھر مزے کی بات کے آگے ان خود پسند و عجب سے صادر شدہ اقوال میں سے بطور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول:

''میرا قدم تمام اولیاء کی گردن پر ہے''

کو پیش کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:

(حکایت قدم غوث کا تحقیقی جایزہ، ص 64)

رضاخانی محقق پھر صراحت کرتا ہے کہ:

''قول حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی کلمات عجب میں شامل ہے''۔

(حکایت قدم غوث کا تحقیقی جایزہ، ص 65)

تو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قسم کے اقوال عجب و خود پسندی کے وقت کے ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ رضاخانی مولف آگے لکھتا ہے:

''بعض حضرات حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر ورو سکر کا انکار کرتے ہیں جبکہ اکابر مشایخ و اولیاء عظام اس کو ثابت فرما رہے ہیں''۔

(حکایت قدم غوث کا تحقیقی جائزہ،ص 71)

ماقبل میں جلال الدین امجدی کے حوالے سے گزرگیا کہ معاذاللہ امام مجدد الف ثانی کے مکتوبات ''سکر'' کی حالت میں ہیں اس لئے معتبر نہیں۔پس اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب اس قسم کے بے سروپا اقوال بھی ''سکر'' پر محمول ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں۔

رضاخانی محقق عنوان قائم کرتا ہے:

''سیدنا عبدالقادر پر شطحات وادلال کا غلبہ تھا''

پھر ابن عربیؒ کے حوالے سے نقل کرتا ہے:

''اولیاء میں سے وہ ہیں جن پر شطحیات کا غلبہ ہوا اس کے تحقق بالحق ہونے کی بنا پر جیسے عبدالقادر''۔

(حکایت قدم غوث کا تحقیقی جائزہ،ص 78)

پس شیخ عبدالقادر جیلانی ''شطیحات'' سے مغلوب ہوکر اس قسم کے دعوے کرتے رہتے۔اور شطیحات پر عقیدہ کی بنیاد رکھنا خود گمراہی ہے جیسا کہ شمشیر اعلی حضرت مفتی حنیف قریشی رضاخانی نے ''روئداد مناظرہ گستاخ'' میں اس پر تفصیل لکھی ہے۔

اس کتاب پر رضاخانی اشرف العلماء اور مناظر اعظم حجۃ الاسلام علامہ اشرف سیالوی کی تقریظ وتائید موجود ہے جس میں کتاب کے مولف کو ''محقق العصر'' (ص 38) کہا۔اور کتاب اور مولف کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملائے۔بریلوی احباب نے اس کتاب کو کس قدر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا اس کا اندازہ صرف اس سے لگالیں لیں کہ بریلوی بزرگ:

''مولوی محمد احمد صاحب کے سرپرستوں میں ایک نام میاں جمیل احمد شرقپوری کا ہے ان کے بارے شنید ہے کہ تین صد کتب موصوف مذکور سے لیکر تقسیم کرنے کا اعزاز حاصل کر چکے ہیں''۔

(افضلیت غوث اعظم،ص 263،دارالفیض گنج بخش لاہور)

اندازہ لگائیں جب صرف ایک خانقاہ نے تین سو کتب مفت تقسیم کی ہیں تو دیگر بریلوی بزرگوں وعوام نے اس کتاب کو کیسے ہاتھوں ہاتھ لیا ہوگا؟۔اس سے اس کتاب کی مقبولیت کااندازہ لگالیں۔

چونکہ اس خبیث ابو حامد رضاخانی کی عادت ہے کہ ایک ہی حوالے کو بار بار اپنی کتاب میں نقل کرکے اوراق سیاہ کرتا ہے تو اس قسم کی چیزیں جہاں بھی اس نے کتاب میں نقل کی ہیں ان سب کااصولی جواب یہی ہے جسے رضاخانی گلے کا تعویذ بنا کر لٹکا کر رکھے۔

نزہۃ الخواطر کا حوالہ ڈاکوؤں سے بچنے کیلیے غوث کی دستگیری

اس کے بعد نزہۃ الخاطر کا حوالہ پیش کیا کہ بعض ڈاکوؤں نے ہمیں لوٹا تو ہم نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو پکارا تو شیخ نے ہماری دستگیری کی۔پھر اس پر قریبا صفحہ 333 تک بکواس کرتا چلا گیا۔

جواب: تو اول تو رضاخانی نے جو عبارت پیش کی وہ یوں ہے:

"روی عن بعض المشایخ العارفین ۔۔۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ص332)

اولا: یہ روایت مجہول راویوں سے ہے لہذا حجت نہیں ۔

ثانیا: رضاخانی بدر منیر جیسا محقق لکھتا ہے:

"حالانکہ ناقل کاکسی روایت کو نقل کرنا اس کا مذہب نہیں کہلاتا"۔

(فجر منیر ص164)

تو اگر ملا علی قاریؒ نے اس مجہول روایت کو نقل بھی کیا تو یہ ان کا مذہب وعقیدہ نہیں۔

ثالثا: اس کا تعلق کرامت اور توسل سے ہے کرامت میں ولی کو سرے سے اختیار ہی نہیں ہوتا اور توسل کا مطلب ماقبل میں گذر چکا کہ اگر ولی کو بھی مخاطب کرکے مانگا جائے تو ولی سے نہیں مانگا جاتا نہ وہ ان امور پر قادر ہوتا ہے مانگا تو اللہ سے ہی جاتا ہے بس ولی سے یہ گذارش کی جاتی ہے کہ اللہ کے حضور دعا فرما کر یہ کام کردیں۔

رابعا: رضاخانی کادجل وفریب ملاحظہ ہوعبارت اس طرح ہے:

''۔۔ذکرناغوث الثقلین السید الشیخ عبد القادر الجیلانی فی هذا الوقت فنذرنا له شئیامن اموالنا ان سلمنا فماهو الآن ذکرنا فسمعنا صرختین عظیمتین ملانا الوادی

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص332)

جس کاسیدھااورسادھامطلب یہ ہے کہ:

''ہم نے اس وقت میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو یاد کیا کہ اگر ہم بچ گئے تو اتنا نذرانہ آپ کی خدمت میں اپنے اموال میں سے پیش کریں گے''۔

مگر یہ خبیث ترجمہ کرتا ہے:

''ہم نے وہاں ہی پکار کر کہا کہ اگر شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہماری دستگیری کریں''(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص333)

جواب دے کہ''ہم نے پکارا''۔۔۔''ہماری دستگیری کریں''کس عربی لفظ کا ترجمہ ہے؟ جبکہ خود یہ رضاخانی کہتا ہے:

''جاہل شخص۔۔۔مشکل کشااور مختارکل جیسے الفاظ اپنی طرف سے گھڑکر''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص421)

اور لکھتا ہے:

''اس وہابی اسمعیلی سے کوئی پوچھے کہ المطلوب منہ کامعنی یہ ہے کہ جس سے مشکل کشائی کی جارہی ہے ایسے ایسے جاہل اہلسنت پر اعتراض کرتے اور اس کے رد میں کتابیں لکھ کر مصنف بننے کی کوشش کرتے ہیں جن کوایک سیدھی عبارت بھی پلے نہیں پڑتی''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص406)

یہ ایسا خبیث کابچہ ہے کہ دوسروں پر خود سے الفاظ گھڑنے کاالزام لگاتا ہے اور جب دل کرتا ہے کہ نعیم الدین (جو اصل میں زنیم الدین ہے الدین پر الف لام رضاخانی کے

عوض ہے) کی عبارت میں الفاظ گھسیڑ دیتا ہے اور کبھی ملا علی قاریؒ کی عبارت کے ترجمہ میں من مانے الفاظ گھسیڑ دیتا ہے۔

خامسا: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت میں تمہارا یہ خبیث عقیدہ کہاں ہے:

''تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لے لیں، تمام جہاں میں ان کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہاں ان کا محکوم ہے،۔۔۔تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السموت والارض حضور کے زیر فرمان، جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں، رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور کے قبضہ میں کر دئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرما دیں۔۔۔۔الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں۔۔۔۔اور زید کا یہ قول کہ خدا تعالی نے انہیں سب کچھ عطا کر دیا اور مختار کل بنا دیا یقینا حق ہے''۔

جاہل انسان یہ تمہارا اصل عقیدہ ہے اس کا ثبوت دے لہذا تیرا یہ کہنا کہ:

''علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ نے۔۔۔اہلسنت کا بول بالا اور وہابیت کا منہ کالا کر دیا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول ،ص 333)

تو اہلسنت کا بول تو واقعی بالا کیا لیکن منہ کالا رضا خانیت کا کیا کیونکہ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ:

''اللہ کے رسول ﷺ کا قول ہے کہ جب تو سوال کرے تو اللہ سے سوال کرے کا مطلب یہ ہے کہ ایک اللہ ہی سے اپنی مشکلوں میں سوال و مدد طلب کر کہ بخشش کے خزانے اسی کے پاس ہیں۔۔ **ہر قسم کی نعمت یا عذاب دنیاوی واخروی جو بندے کو پہنچتی ہے یا اسے دور ہوتی ہے اسی کی رحمت سے ہے**۔ بغیر کسی شائبہ لالچ و ضمیمہ علت کے، بلا شبہ وہ ذات مطلق سخی اور بے نیاز ہے کسی کا محتاج نہیں۔ پس لازم ہے کہ اس کی رحمت کے علاوہ کسی سے امید نہ رکھی جائے اور اس کی پکڑ کے علاوہ کسی کا خوف نہ کیا جائے اور عظیم المرتبت کاموں میں اسی کی

طرف رجوع کیا جائے اپنے تمام کاموں میں اسی پر بھروسہ رکھا جائے اور اس کے علاوہ کسی سے سوال نہ کیا جائے اس لئے کہ **غیر اللہ کسی نعمت کے دینے یا کسی سختی کے روکنے پر قادر نہیں نہ نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان کو دور کر سکتے ہیں بلاشبہ وہ تو اپنے نفع نقصان کے مالک نہیں اپنی موت وحیات اور موت کے بعد اٹھائے جانے پر قادر نہیں**

(مرقاۃ المفاتیح، ج8، ص، کتاب الآداب باب التوکل والصبر رقم الحدیث 5302)

غوث اعظم کہنا

رضا خانی لکھتا ہے کہ علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ نے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو:

"القطب الربانی والغوث الاعظم الصمدانی سلطان الاولیا والعارفین" کہا کیا یہ شرک نہیں؟۔

(حنفیت کے باغی یوبندی وہابی جلد اول، ص 334)

جواب: بالکل شرک نہیں۔ کیونکہ کاش یہ جاہل کا بچہ علامہ خالد محمود صاحبؒ ہی سے اس کا معنی نقل کر دیتا جو اس طرح ہے:

"سوال: غوث الثقلین کے کیا معنی ہیں؟

کیا خدا کے سوا کسی اور کو بھی غوث الثقلین کہہ سکتے ہیں؟

دعوت کے شمارہ ۶ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو غوث الثقلین کیوں لکھا ہے؟

کیا یہ شرک میں داخل نہیں؟

محمد منیر اقبال دیوبندی متعلم ایف ایس سی گورنمنٹ کالج چکوال

جواب: غوث الثقلین کے معنی دونوں جہاں کے فریاد رس ہیں۔ دونوں جہانوں کی تعیین میں پھر تفصیل ہے کہ یہاں ثقلین سے مراد کیا ہے۔ پیش نظر رہے کہ ثقلین سے مراد کبھی کتاب وسنت ہوتے ہیں اور کبھی قرآن اور عترت رسول ﷺ پر یہ لفظ اطلاق ہوتا ہے۔ عالم تکلیفات میں اس سے مراد انسانوں اور جنوں کی دنیا ہے۔ اور کبھی اس سے مراد یہ عالم دنیا اور

عالم آخرت کے لئے بولے جاتے ہیں ۔غوث الثقلین میں عموما انسانوں اور جنوں کا جہاں مراد ہے اور اس کے معنی ہیں **انسانوں اور جنوں کے فریاد رس یہ فریاد رسی کبھی اسباب کے ماتحت ہوتی ہے ۔جیسا کہ اس دنیا میں خدا تعالی کی دی ہوئی قوتوں کے سہارے ہم ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے کام آتے ہیں ۔اور کبھی یہ فریاد رسی اسباب سے بالا مافوق الاسباب فریق سے عمل میں آتی ہے ۔اس دوسرے معنی کے اعتبار سے تمام نفع ونقصان کا مالک، حاجت روا، مشکل کشا، اور فریاد رس صرف خدائے رب العزت ہی ہے اور اس کے سوا کسی اور کیلئے غوث الثقلین کا اطلاق جائز نہیں ۔اور پہلے معنی کے لحاظ سے یعنی اسباب کے ماتحت کسی کے کام آنا** سو یہ تو ظاہر ہے کہ جو بزرگان کرام اور اشخاص کریمہ اس دنیا سے انتقال فرما گئے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس دنیا کے مادی اسباب کے ذریعہ سے کسی کی فریاد رسی کریں ۔وہ روحانی اسباب کے ذریعہ اپنے کسی مخلص کی فریاد رسی کر سکتے ہیں یا نہ ؟ سو اس کا سمجھنا اس پر موقوف ہے کہ عالم برزخ میں ان کی ارواح مقدس محض ملائکہ کی طرح ہیں کہ ان کے اپنے ارادے کا اس میں کوئی خلل نہ ہو یا ان کے روحانی تصرفات باقی ہیں ۔ **ان روحانی تصرفات سے مراد اگر یہ ہے کہ وہ خود مستقل بالارادہ ہیں اگرچہ اس کیلئے جو قوتیں ہیں وہ واسطہ فی الثبوت کے انداز میں خدا ہی کی دی ہوئی ہیں لیکن اب ان سے تصرف کرنے میں وہ پوری طرح مختار اور مستقل ہیں اور ہر ضرورت کے ہر جز میں وہ خدا کے محتاج نہیں تو ان ارواح قدسیہ کا ایسا روحانی تصرف بھی ہر گز ممکن نہیں ۔اور اس کے شرک ہونے میں کوئی شک نہیں ۔ہاں اگر اس روحانی تصرف سے مراد افاضہ رحمانی اور ان ارواح طیبہ کا روحانی سلسلہ دعا استغفار اور رب العزت کے حضور میں تقرب کے طور پر ہو تو ایسا فیضان روحانی بے شک قائم ہے ۔اہل حق کے ہاں غوث الثقلین کے معنی یہی ہیں کہ انسانوں اور جنوں دونوں کیلئے آپ اللہ رب العزت کے تقرب کا موجب ہیں ۔اور بذریعہ دعا اور استغفار ان کی روحانی کامیابی کا سبب بننے والے ہیں** اور اسے بطریق تاویل فریاد رسی بھی کہہ سکتے ہیں یہ تاویل صرف شرک سے بچانے کیلئے ہے ۔ورنہ ایسے الفاظ موہمہ سے احتراز

لازم ہے ۔عوام اس قدر تفصیل وتاویل میں تو جا نہیں سکتے البتہ ان کے غلط عقیدہ پر چل جانے کا مظنہ قوی ہوجاتا ہے ۔دعوت کے کسی سابقہ شمارہ میں اگرکہیں غوث الثقلین کے الفاظ آئے ہیں تو وہ صرف عرف مشہور کی بنا پر ہیں ۔جس میں اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ۔اگر وہ معنی مراد لئے جائیں جو ہم نے عرض کئے تو پھر اس میں کچھ حرج نہیں“۔

(عبقات، جلداول،ص97،96)

خط کشیدہ عبارات کو بار بار پڑھ اور ڈوب مر!!۔علامہ صاحب پر تو اس نے پورا صفحہ سیاہ کر یا کہ ہائے مفتی احمد یار گجراتی کی عبارت میں خیانت کی!! سیاق وسباق کے ساتھ نقل نہیں کیا!!اور خو ایسا خبیث ہے کہ پورے پورے صفحات ہضم کر جاتا ہے۔

یہ وہ مکمل سیاق وسباق جس کے تحت علامہ صاحب ؒ”غوث الثقلین“ کہہ رہے ہیں ۔کیا رضاخانی بھی اسی معنی میں شیخ عبد القادر جیلانی ؒ کو غوث الثقلین مانتے ہیں؟ ہرگز نہیں ۔ رضاخانی ایسی خبیث قوم ہے کہ عبارت ہماری پیش کرتے ہیں اور معنی اپنا من مانا کرتے ہیں ۔بھائی ہم سے جو اصطلاح پیش کر رہے ہوتو معنی بھی تو ہم ہی سے پیش کرو۔آگے جا کر علامہ نقشبندی صاحب کے ہر حوالے پر بار بار یہ بکواس کرے گا کہ ہمارے کس مستند عالم نے یہ کہا؟ تو اپنا کوئی کفر معاذ اللہ تم نے علمائے دیوبند کی عبارت سے پیش کرنا ہوتو صرف عبارت پیش مت کیا کرو بلکہ تشریح کے نام پر جو بکواس کشید کرکے پھر پورا پورا صفحہ گالیاں بکتے ہو وہ بکواس بھی انہی کی عبارت سے اپنے اصول بلفظہ بعینہ پیش کیا کرو۔

چونکہ رضاخانی اس معنی میں غوث الثقلین نہیں مانتے بلکہ آپ کو مستقل مختار کل مافوق الاسباب پر قادر مان کر پھر عالم الغیب وحاضر وناظر کے عقیدہ سے پکارتے ہیں اس لئے ان کا غوث الثقلین کہنا یقیناً شرک وکفر ہے ۔رضاخانی فقیہ ملت لکھتا ہے:

”۔لیکن نیتوں کے بدلنے سے حکم بدل جائے گا“۔

(فتاوی فقیہ ملت، جلد دوم،ص 283)

تو تم جب شرکیہ عقیدہ سے ”غوث الثقلین“ کہو گے تو حکم کچھ اور ہوگا اور جب ہم صحیح معنی و

نیت سے کہیں گے تو شرک کا حکم یک دم بدل جائے گا۔ مگر اس جاہل کو ان باتوں کی کیا خبر؟

پیر نصیر الدین گولڑی اس ''غوث اعظم'' پر اپنے رضا خانیوں کا منہ یوں کالا کرتے ہیں:

''غوث اعظم کے حقیقی معنی اور مفہوم

حضرت پیران پیرؒ کے مشہور زمانہ القاب میں سے ایک لقب غوث اعظم بھی ہے۔ جس کے معنی ہیں بہت بڑا امداد کرنے والا۔ یہ لقب آپؒ کیلئے بطور علم بھی استعمال ہوتا ہے ہم بھی اپنی تحریروں اور اشعار میں اسے استعمال کرتے ہیں ہمارے معترض فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے سوا کسی سے استعانت کرنا شرک ہے اور اعانت کرنا اللہ ہی کا کام ہے تو پھر پیران پیر کو غوث اعظم کیوں کہتے ہو؟

جواباً گزارش ہے کہ اگر غوث اعظم کا جو مفہوم لغوی ہے اُس کا خیال رکھا جائے تو متعدد خرابیاں لازم آتی ہیں۔

1- رسالہ غوث اعظم میں جب اللہ تعالیٰ نے شیخ عبد القادر جیلانی کو یا غوث الاعظم فرمایا ہے تو کیا آپ اللہ کے لئے بھی غوث اعظم ہیں؟ آپ اللہ کی بھی بہت مدد فرمانے والے ہیں؟ کیا اللہ بھی آپ کی مدد کا محتاج ہے؟ اور کیا اللہ بھی بوقتِ مشکل آپ کو یا غوث الاعظم کہہ کر پکارتا ہے اور آپ سے دستگیری کا طلب گار ہوتا ہے؟ یہ سب باتیں صریح کفر و شرک ہیں۔ بلکہ اللہ کی طرف سے یا غوث الاعظم کہنے کی تاویل یہ کرنا پڑے گی کہ اللہ فرماتا ہے اے میرے وہ بندے! جو انبیاء و مرسلین اور صحابہ کرام کے بعد **اپنی کوشش و کاوش، جد و جہد، تبلیغ اور تعلیم کے ذریعے میرے دین متین کی بہت مدد کرنے والا ہے یا اپنی تبلیغ و تعلیم اور مواعظ و خطبات کے ذریعے میرے بندوں کو مشرکانہ عقائد سے بچا کر صراط مستقیم اور عقائد صحیحہ پر قائم رکھنے میں تُو نے بہت اہم کردار ادا کیا ہے اور ہر قسمی شرک کی نفی کر کے میرے بندوں کے قلوب و اذہان سے شرکیہ جراثیم کے نکلنے کا ذریعہ بنا ہے تو یوں اس معاملے میں بعد از انبیاء و مرسلین اور صحابہ کرام تو میرے بندوں کے**

لئے بہت مدد کرنے والا یعنی غوث اعظم ہے۔ یہ تاویل کرنا ضروری ہے ورنہ معاملہ مزید الجھ جائے گا۔

2- حقیقی معنی کے لحاظ سے غوث اعظم اللہ کی ذات ہے کسی اور کو یہ لقب دینا شرک ہے بلکہ حقیقی غوث بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔۔۔۔۔

غوث اعظم میں غوثیت عظمیٰ حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے جیسا کہ مناطقہ کے نزدیک حصر حقیقی اور حصر اضافی یا جزئی حقیقی اور جزئی اضافی ہوتی ہے۔ اگر غوثیت حقیقی والے معنی لیں گے تو یہ شرک ہوگا البتہ اضافی لیں گے تو شرک نہ ہوگا کیونکہ حقیقی **مافوق الاسباب امور** عادیہ وغیر عادیہ میں غیر متناہی اور لامحدود غوثیت فرمانے والا صرف اللہ ہے''

(اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت، ص 17 تا 20)

تو معلوم ہوا کہ غوث کا معنی کیا ہے؟ رضاخانی یہ سوال بھی بہت کرتے ہیں کہ یہ مافوق الاسباب ماتحت الاسباب کی تقسیم کہاں ہے؟ تو یہ اپنے اس ابو سے پوچھو جو اس تقسیم کو تسلیم کر کے مافوق الاسباب میں کسی کو غوث کہنے کو شرک کہہ رہا ہے تو چونکہ رضاخانی اسی شرکیہ معنی میں غوث اعظم کہتے ہیں لہذا پکے مشرک بے ایمان مرتد ہوئے اور ملاعلی قاری ؒ اور علامہ خالد محمود صاحب ؒ نے چونکہ اس معنی میں نہیں کہا لہذا پکے موحد اہلسنت ہوئے۔

اب رضاخانی خود ہی فیصلہ کرے کہ منہ سوائے تیرے اور پیر مظفر حسین شاہ کے اور تو کسی کا کالا نہ ہوا۔

رضاخانی مذہب کتاب کا حوالہ اور ملاعلی قاری ؒ زد میں

پھر اس نے ''رضاخانی مذہب'' نامی کتاب کا حوالہ دیا اور صفحہ 336، 337 دو صفحے اس پر سیاہ کئے کہ یہ کتاب دس سے زائد دیوبندیوں کی تصدیق شدہ کتاب ہے اور اس میں ملاعلی قاری ؒ کے ذکر کردہ واقعہ کو کفر وشرک کہا گیا ہے۔ (ملخصا)

جواب: اولا: رضاخانی مذہب نامی کتاب ''الزامی'' طرز پر لکھی گئی ہے جس کی وضاحت کتاب میں موجود ہے۔ ان الفاظ کے ساتھ:

''حضرت علامہ صاحب کی یہ کتاب اس سلسلے میں پہلی کتاب نہیں بلکہ بقول ان کے رد عمل ہے تحصیل چشتیاں ضلع بہاولنگر کے ایک رضاخانی مولوی غلام مہر علی بریلوی صاحب کی انتہائی بد دیانتی پر مبنی کتاب دیوبندی مذہب کا''۔

(رضاخانی مذہب، حصہ اول، ص 13، طبع اول)

اور یہ رضاخانی قاعدہ اور اصول ہے کہ:

''دیوبندی مولویوں کی لیاقت کا عالم یہ ہے کہ علمائے اہل سنت کی دیوبندیوں کے رد میں کتب میں دیوبندیوں پر نقد کی عبارات میں الزامی اور تحقیقی نقد کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہیں تو پھر ان کی علمی لیاقت کا اندازہ لگانا کسی بھی سلیم العقل کے لیے مشکل نہیں ہے''۔

(کنزالایمان اور مخالفین ص 12)

تو جاہل انسان! ''رضاخانی مذہب'' نامی کتاب کا یہ نقد الزامی طرز ہے لیکن تیری قابلیت ولیاقت یہ ہے کہ تجھے الزامی و تحقیقی طرز میں فرق معلوم نہیں کم از کم بقول جلالی اس بھینگے کاشف اقبال رضاخانی ہی سے معلوم کرلے۔

ثانیا: دس کیا بیس مولویوں نے اس کی تصدیق کی ہو اگر مقدمہ میں ذکر کردہ اصول کے مطابق ہمارے اکابر ہیں تو فبہا ورنہ تو اپنے رضاخانی کے بقول ایسا خبیث ہے کہ اپنے مسلمہ اصول کی خلاف ورزی کرنے پر بھی تجھے حیا نہیں آتی۔

ثالثا: رضاخانی مذہب والے نے محض اس واقعہ پر یہ فتوے نہیں لگائے بلکہ اس واقعہ کی آڑ میں رضاخانیوں کے اس عقیدہ پر فتوی لگایا ہے جسے خود ابو حامد مرزائی نے یوں نقل کیا:

''رضاخانی اہل بدعت اس قسم کی من گھڑت باتیں بیان کرکے عوام کو یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے غلاموں کی ہر جگہ اور ہر وقت دستگیری مشکل کشائی حاجت روائی فرماتے ہیں جب ہی حضرت پیران پیر کو پکارا جائے تو وہ فورا مدد کو پہنچتے ہیں یہ عقیدہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے خلاف ہے اور جو بات شریعت اسلامیہ

کے خلاف ہو وہ مردود ہے‘‘۔

(رضاخانی مذہب ،ص248 بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول ،ص 336، 337)

ہم کہتے ہیں کہ صاحب رضاخانی مذہب نے بالکل درست کہا اس نے تو مردود کہا ہم کہتے ہیں کہ کفروشرک ہے۔اب اگر تجھ میں غیرت ہے کہ تو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت کرے کہ انہوں نے بھی اس جھوٹے واقعہ کو اس ضمن میں نقل کیا کہ وہ:

’’حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو ہر جگہ اور ہر وقت دستگیری مشکل کشائی حاجت روائی فرمانے والا سمجھتے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ جب بھی حضرت پیران پیر کو پکارا جائے تو وہ فورا مدد کو پہنچتے ہیں؟‘‘۔

اگر نہیں اور یقینا نہیں تو جب ملا علی قاریؒ اس عقیدہ کے ساتھ اس کو نقل ہی نہیں کر رہے ہیں اور واقعہ میں ایسی کوئی بات بھی نہیں جس پر فتوے لگ رہے ہیں تو رضاخانی مذہب والے کے فتوے ملا علی قاریؒ پر کیسے لگیں گے؟ ہاں تجھ جیسے مشرک و پلید پر ضرور لگیں گے کیونکہ اس واقعہ کی آڑ میں تو یہی کفریہ شرکیہ عقیدہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔

یہ آدمی یا تو نرا جاہل ہے کہ اسے سیدھی سادھی اردو کی عبارات سمجھ نہیں آتی یا دجل و فریب ہے میں ’’مظہر اعلی حضرت‘‘ ہے جو جان بوجھ کر عبارت کچھ ہوتی ہے۔۔فتوی کچھ ہوتا ہے۔۔۔استدلال کچھ ہوتا ہے۔۔۔اور اس کی بکواس کچھ ہوتی ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی عبارات سے استدلال

موصوف نے اپنے گندے شرکیہ عقیدہ کے اثبات کیلئے اپنی جہالت کی وجہ سے مکھی پر مکھی مارتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حوالہ جات پر بھی کافی اوراق سیاہ کئے ہیں۔اولا تو شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ تمہارے نزیک فقیہ ہی نہیں اور حضرت نقشبندی صاحب کا موقف ان مسائل کا ثبوت فقہا احناف سے پیش کرنا تھا۔رضاخانی مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام ترعلمی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے نبی اور رسول نہ تھے ان کی رائے میں خطا ہوسکتی ہے نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو فقیہ نہیں مانا گیا۔نہ ان کی کسی کتاب کو کتب فتاوی میں شمار کیا گیا ہے''۔

(شرح مسلم،ج6،ص446)

آلوسی علیہ الرحمۃ کی عبارات کا ایک جواب یہ بھی رضاخانی نے دینے کی کوشش کی کہ دیوبندی ان کی آرا سے اختلاف کرتے ہیں تو اس کو دلیل میں کیسے پیش کرسکتے ہیں تو یہاں بھی ہم رضاخانی کو یہی جواب دیں گے۔

ثانیا شیخ ؒ کی ان عبارتوں کا مطلب شیخ ؒ ہی کی زبانی نمرود زمانہ ابوجہل ثانی احمد رضاخان فاضل ازفضلہ بریلوی یوں لکھتا ہے:

''نہ معلوم وہ ستمداد وامداد سے کیا چاہتے ہیں کہ یہ فرقہ اس کا منکر ہے ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ یہ ہے کہ **دعا کرنے والا خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہ مقرب کی روحانیت کو وسیلہ بناتا ہے یا اس بندہ مقرب سے عرض کرتا ہے کہ اے خدا کے بندے اور اس کے دوست میری شفاعت کیجئے اور خدا سے دعا کیجئے کہ میرا مطلوب مجھے عطا فرماوے** ۔اگر یہ معنی شرک کا باعث ہو جیسا کہ منکر کا خیال باطل ہے تو چاہئے کہ اولیاء اللہ کو ان کی حیات دنیا میں بھی وسیلہ بنانا اور ان سے دعا کرانا ممنوع ہو حالانکہ یہ بالاتفاق مستحب ومستحسن اور دین میں معروف مشہور ہے۔''

(فتاوی رضویہ جلدنہم ص794،795)

تومرزائی جی ! جہاں انبیاء علیہم السلام سے استمداد یا اولیاء اللہ کی ارواح سے استمداد، استعانت، توسل،تشفع کے واقعات واقوال ہیں جس پر صفحات کے صفحات آپ نے سیاہ کردئے اس کا مطلب یہ نہیں کہ رضاخانیوں کی طرح ان کیلئے معاذ اللہ لامحدود قدرت وعلم و اختیار کرکے بالذات ان سے پکارا اور مانگا جائے حضرت شیخ ؒ کے بقول اس کی مثال

محض دعا عرض کرنے کی ہے یعنی یا تو اللہ سے دعا مانگی جا رہی ہے اور بزرگ کو محض وسیلہ بنایا جا رہا ہے اگر سماع موتی کا قائل نہیں اور اگر سماع موتی کا قائل ہے اور بزرگ کو پکار رہا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ بزرگ تو دے تجھے مختار کل ہے نہیں دینا اللہ نے ہے مختار کل اللہ ہے آپ صرف اللہ کی بارگاہ میں عرض کر دیجئے جیسا کہ دنیا میں ہم ایک دوسرے کو دعاوں کی درخواست کرتے ہیں تو کیا اس سے ہم مختار کل ہو جاتے ہیں؟

اس تفصیل کے بعد اب اس کے حوالوں پر ایک نظر کرتے جائیں۔ صفحہ 337 338, پر اس نے شیخ جیلانی ؒ کا قول نقل کیا کہ مشکل میں مجھے پکارو اس بے سند قول کا جواب ما قبل میں تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے۔

پھر ''رضا خانی مذہب'' کتاب کا حوالہ دیا گیا کہ اس میں اس قول کو جھوٹ کہا گیا ہے۔ تو رضا خانی مذہب نامی کتاب میں جو اس قول کو جھوٹ کہا گیا بالکل سچ کہا کیونکہ شیخ کا یہ قول خود ان کی تصنیفات کے خلاف ہے کہ شیخ وفات کے وقت اپنے بیٹے کو نصیحت کر چکے تھے کہ رب کے سوا مصیبت میں کسی کو نہ پکارنا۔ تفصیل کیلئے ''رضا خانی مذہب، ص 231، حصہ سوم'' یا علامہ نقشبندی صاحب کا رسالہ ''شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے عقائد و نظریات'' ملاحظہ ہو۔

باقی ملا علی قاری ؒ یا شیخ عبد الحق محدث دہلوی ؒ کی کتاب میں اگر شیخ کی طرف منسوب یہ جھوٹا قول نقل ہو گیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ان بزرگ کا عقیدہ ہو یا یہ قول درست ہو۔ رضا خانی محقق لکھتا ہے:

''ایک روایت کا متعدد بار نقل ہونا اس کے معتبر ہونے کی دلیل نہیں''۔

(فجر منیر، ص 164)

اس کے بعد شیخ ؒ کی ''اخبار الاخیار'' سے ایک اور جھوٹ شیخ کی طرف سے نقل کیا کہ شیخ جیلانی ؒ کہتا ہے کہ میری مرید کی مشرق میں پردہ دری ہو رہی ہو میں مشرق سے اس کی پردہ پوشی کروں گا۔ قیامت تک ہر مرید کی دستگیری کروں گا۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 339 تا 341)

اس پر ہماراوہی تبصرہ ہے جوموصوف نے دوصفحات پر''رضاخانی مذہب'' سے نقل کیا ہے کہ یہ قول بکواس ہے، جھوٹ ہے،کذب بانی ہے،کسی بے حیاء نے گھڑاہے۔

درایۃ بھی اس لئے غلط ہے کہ روز پاکستان میں مزارات پر بیسیوں قادریہ عورتوں کی عصمت دریاں ہوتی ہے شیخ توایک دن ان کی پردہ پوشی کیلئے نہیں آئے، فیس بک پر ایسی کئی ویڈیوز وائرل ہے جس میں علمائے دیوبند پر بکواس کرتے ہوئے رضاخانی مولوی کی شلوار سٹیج پر ہی اتر جاتی ہے مگر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس کاناڑا کسنے تو نہ آئے۔

آج رضاخانی ضال ومضل ہے یہ شیخ کے مرید ہونے کادعوی کرتے ہیں اگر شیخ جیلانیؒ واقعی دستگیری کرتے تو سب سے پہلے ان کو ہدایت دلواتے۔پچھلے دنوں شیخ جیلانیؒ کے مرید تیمور رضاخانی کی اپنی بے پردہ ماں کے ساتھ تصویر سوشل میڈیا پر وائرل ہوئی لیکن شیخؒ اس کی پردہ پوشی کیلئے تو نہ آیا۔

اگر یہ قول سچا ہے تو علامہ نقشبندی صاحب فیس بک پر شائع کر چکے ہیں کہ میں الیاس عطار کے توسط سے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مرید ہو چکا ہوں شیخؒ نے میری دستگیری کردی ہے اب کسی رضاخانی کو مجھ پر بھونکنے کی اجازت نہیں۔

اس کے بعد شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت نقل کی اس کا ترجمہ اس کے قلم سے یوں ہے:

''نبی علیہ السلام و دیگر انبیاء کرام کے علاوہ اور اہل قبور سے مدد مانگنے کا بہت سے فقہا نے نے انکار کیا۔۔۔اور مشائخ صوفیا اور بعض فقہا نے اس کو ثابت کیا ہے اور یہ امر اہل کشف وکمال کے درمیان ثابت شدہ ہے اور ان کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں یہاں تک کہ ان میں سے کثیر کو ارواح سے فیوض حاصل ہوتے ہیں اور اس گروہ کا نام ان کی اصطلاح میں اویسیہ ہے۔امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت موسی کاظم کی قبر قبولیت دعا کیلئے آزمودہ تریاق ہے اور امام محمد غزالی نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاسکتی ہے اس سے بعد وفات بھی مدد مانگی جاسکتی ہے اور مشائخ میں سے کسی نے فرمایا کہ میں نے مشائخ میں سے

چار کو دیکھا کہ وہ اپنی قبور میں بھی ایسے ہی تصرف کرتے ہیں جیسے اپنی حیات میں کرتے تھے ایک حضرت معروف کرخی ہیں اور دوسرے شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں اور دو ان کے علاوہ کوئی اور ہیں"۔ (لمعات التنقیح، ج4،ص215)

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص342)

پھر اسی قسم کی عبارت مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالے سے ص344 پر نقل کی۔

موصوف یہ عبارت نقل کرکے سمجھ رہا ہے کہ ہم نے بہت بڑا تیر مارلیا حالانکہ ابو حامد رضوی کا نطفہ پیدا ہونے سے پہلے شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت "فتاوی رشیدیہ" میں نقل کر دی گئی تھی۔ بہرحال اس عبارت سے بھی استدلال درست نہیں۔

اولاً تو اس عبارت میں رضاخانیوں کا وہ شرکیہ کفریہ عقیدہ کہاں ہے جو کچھ اس طرح ہے:

"تمام جہان حضور کے تحت تصرف کر دیا گیا، جو چاہیں کریں، جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں واپس لے لیں، تمام جہاں میں ان کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں، تمام جہاں ان کا محکوم ہے،۔۔۔تمام جنت ان کی جاگیر ہے، ملکوت السموت والارض حضور کے زیر فرمان، جنت و نار کی کنجیاں دست اقدس میں دے دی گئیں، رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور کے قبضہ میں کر دیئے گئے کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔۔۔۔الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات تحت قدرت الٰہی ہیں۔۔۔۔اور زید کا یہ قول کہ خدا تعالی نے انہیں سب کچھ عطا کر دیا اور مختار کل بنادیا یقیناً حق ہے"۔

ثانیاً: جب شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود وضاحت کر دی کہ اولیاء اللہ سے مدد کے کثیر فقہا منکر ہیں تو ہمارا مدعیٰ ثابت کیونکہ ہم نے مسائل فقہا سے ثابت کرنے کا دعویٰ کیا تھا نہ کہ صوفیا سے۔

ثالثاً: حضرت کی اس عبارت کا تعلق "توسل" سے ہے جیسا کہ فتاوی رضویہ کی عبارت

میں سے ہم نے شیخؒ کا موقف واضح کر دیا۔ چونکہ انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو انکار نہیں لہذا ان سے توسل میں بھی کسی کو کلام نہیں۔ لیکن چونکہ عام مردوں کے سماع میں اختلاف ہے بقول شیخ محدث دہلوی کثیر فقہا عدم سماع کے قائل ہیں لہذا انہیں پکار کر توسل کے بھی منکر ہیں کیونکہ ان کی پکار تو ان اولیا تک جائے گی نہیں جو یہ سن کر پھر اللہ کی بارگاہ میں دعا کریں۔

مگر رضا خانی کا دجل وفریب ملاحظہ ہو:

''اس عبارت سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ یا دیگر انبیائے کرام سے مافوق الاسباب مانگنے میں کسی کا اختلاف نہیں''۔

(حنفیت کے باغی یو بندی وہابی جلد اول، ص342)

استغفر اللہ! مشرک کے بچے اس کا کفر و شرک ہونا تو پیر نصیر الدین گولڑوی کے حوالے سے گذر چکا۔ یہ اس قدر جاہل ہے کہ مافوق الاسباب مدد پر اجماع نقل کر رہا ہے۔ حالانکہ مافوق الاسباب مدد کا مطلب تو یہ ہوگیا کہ کوئی مخلوق کسی کی ایسی مدد کرے جس میں کوئی سبب کارفرما نہیں جب کوئی سبب کارفرما نہیں تو وہ مدد تو ''ذاتی'' ہوگئی اور ذاتی کو یہ خود بھی شرک مانتے ہیں مگر شرک کی نحوست کو دیکھیں کہ اسے یہ بھی نہیں معلوم ہو رہا کہ میں کیا بک رہا ہوں؟

شیخ محدث دہلویؒ کی عبارت میں کہیں بھی ''مافوق الاسباب'' کا ذکر نہیں مگر اس رضا خانی کے دجل وفریب کو دیکھیں۔ پھر مزید دجل وفریب پھیلاتے ہوئے کہتا ہے کہ شیخ کی اس عبارت میں معاذ اللہ مافوق الاسباب مدد مراد ہے کیونکہ شیخ اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کے منکر ہو رہے ہیں فقہا کے حوالے سے اگر ماتحت الاسباب مدد ہوتی تو اس کا منکر تو کوئی نہیں کیا اولیاء اللہ ماتحت الاسباب مدد نہیں کرتے؟ اولیاء اللہ سے اس کا انکار ہی بتا رہا ہے کہ مراد مافوق الاسباب ہے۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص343)

واقعی پروفیسر مسعود نے صحیح کہا تھا کہ احمد رضا خان جاہلوں کے پیشوا تھے۔ جاہل انسان یہاں اولیاء اللہ سے استمداد و توسل کا انکار ماتحت الاسباب یا مافوق الاسباب کی وجہ سے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ سماع و عدم سماع کے اعتبار سے کیا جا رہا ہے چونکہ انبیاء کے سماع عند القبور میں کسی کو اختلاف نہیں لہذا ان کی قبور مطہرہ پر جا کر ان سے باضابطہ توسل میں کوئی حرج نہیں نہ اس کا کوئی منکر ہے۔ لیکن عام مردوں کے سماع میں شدید اختلاف ہے لہذا اس بنا پر ان کی قبور پر جا کر باضابطہ ان سے توسل میں بھی اختلاف ہو گیا اب جو فقہا جن کی تعداد بقول شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کثیر ہے وہ چونکہ سماع کے قائل نہیں لہذا ان بزرگوں کی قبور پر جا کر ان سے باضابطہ توسل کے بھی منکر ہیں۔ مگر یہ علمی باتیں اس جاہل رضاخانی کو کون سمجھائے؟

باقی شیخ ؒ نے جو مشایخ کے حوالے سے کہا کہ چار بزرگ قبر میں ایسا تصرف کرتے ہیں جیسے زندگی میں۔ قطع نظر کے مشائخ کی اس بات کا تعلق "کشف" سے ہے اور رضاخانی مذہب میں کشف معتبر نہیں۔ پھر بھی یہ بات ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہ چار مشایخ زندگانی میں ماتحت الاسباب تصرف کرتے لہذا قبور میں بھی ماتحت الاسباب ہی تصرف کرتے ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں نیک مومنوں کیلئے دعائیں کرتے ہیں اور یہ سب ماتحت الاسباب ہے۔

آگے کہتا ہے:

"اس جناب کے ذلت مآب کے گنگوہی صاحب شیخ صاحب کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس لئے یہ استثنا درست نہیں (یعنی شیخ صاحب رحمہ اللہ کا استثنا کرنا درست نہیں ہے از ناقل) اور سچ تو یہ ہے کہ فقہا کا انکار عام ہے اس بات سے کہ انبیاء کی قبروں سے مدد طلب کریں یا ان کے غیر کی قبروں سے کسی سے بھی جائز نہیں جیسا کہ فقہا کی کتابوں سے ظاہر ہے"۔

(فتاوی رشیدیہ، ص 181)

وہابیت اسمعیلیت کے گرو گھنٹال جناب گنگوہی صاحب نے شیخ صاحب کی عبارت کا

رد کر کے اس بات کو ثابت کر دیا کہ یہاں استمداد مافوق الاسباب ہی مراد ہے۔۔''۔
(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 343)

ذلت مآب نمرود زمانہ،سور ِپلید احمد رضاخائن علیه لعنة الله والملائکة الناس اجمعین کی اولاد ہو اور یہ ابلیس کے انڈے مکر و فریب نہ کریں یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کوئی اس خبیث کو بتائے کہ یہ عبارت فقیہ العصر، ولی کامل،محدث زمانہ ،حامی سنت ماحی بدعت حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں بلکہ شیخ قطب الدین خان صاحب مرحوم کی ہے جیسا کہ آخر میں لکھا ہوا بھی ہے۔''فتاوی رشیدیہ'' چونکہ ایک اہلحدیث عالم دین کا جمع کیا ہوا ہے لہذا اس فتاوی میں دیگر علماء کے فتاوی جات کو بھی اس نے اس میں شامل کر دیا ہے۔تفصیل کیلئے''باقیات فتاوی رشیدیہ'' ملاحظہ ہو۔

یہ اس جاہل کی عادت ہے۔جاہل کے بچے جب تجھے واٹس ایپ، فیس بک، یا گروگھنٹالوں کی کتب سے کوئی حوالہ مل ہی جائے تو اسے کتاب میں شامل کر کے پھر کئی صفحات پر بکواس کرنے سے پہلے دیکھ تو لیا کر کہ وہ عبارت ہے کس کی؟

بہرحال نواب قطب الدین صاحب کی عبارت کے ہم جواب دہ نہیں اگرچہ رضاخانی نے اب بھی ان کی عبارت کا غلط ہی مفہوم نکالا ہے۔

رضاخانی کی ایک اور خباثت دیکھئے لکھتا ہے:

''وہابیہ کے نزدیک غائب کو ندا کرنا ہی مافوق الاسباب ہے جو کہ شرک ہی شرک ہے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 345)

اب کوئی اس خبیث سے پوچھے کہ اپنے اصول کے مطابق کم ازکم پانچ مستند معتبر (رضاخانی اصولوں کے مطابق) علماء سے یہ عبارت بعینہ بلفظہ پیش کر کہ:

''غائب کو ندا کرنا ہی مافوق الاسباب ہے جو کہ شرک ہی شرک ہے''

یہ ایسی خبیث قوم ہے کہ اپنی صحیح بات کا بھی انکار کر دے گی لیکن مخالف کی طرف ہر بکواس ہر جھوٹ کو منسوب کرنے کو دین اسلام کی سب سے بڑی خدمت سمجھتے ہیں۔یہ اس

دور کا ''فرقہ خطابیہ'' ہے جس کے ہاں اپنے مسلک کی ترویج کیلئے جھوٹ بولنا عبادت ہے۔

اس خبیث نے اس دعوے پر جو عبارت نقل کی وہ یوں ہے:

''وہابی مولوی عبد القدوس قارن لکھتا ہے:

غائبانہ زندہ کو پکارا جائے یا مردہ کو پکارا جائے یہ مافوق الاسباب ہے''۔

مزید لکھتا ہے:

''دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ مافوق الاسباب طریق پر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے عام اس سے وہ مردہ ہو یا زندہ ہو مگر دور ہو''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ص354)

یہ ایسا خبیث ہے کہ اس نے قسم کھائی ہوئی ہے کہ کسی دیوبندی کی کوئی عبارت پوری نقل نہیں کروں گا یہ وہ کمینہ ہے کہ جو دو صفحات پر علامہ نقشبندی پر کتے کی طرح بھونکتا رہا کہ عبارت سیاق وسباق کے ساتھ نقل نہیں کی مگر یہاں اس مکار، عیار، دھوکہ بازی کی مکاری و عیاری دھوکی بازی ملاحظہ ہو جو اسے ذلت مآب احمد رضا خان سے وراثت میں ملی ہے مکمل عبارت اس طرح ہے:

''غائبانہ زندہ کو پکارا جائے یا مردہ کو پکارا جائے یہ مافوق الاسباب ہے۔

اور زندہ ہو یا مردہ عبادت کے انداز میں پکارا جائے تو یہ شرک ہے۔ زندہ یا مردہ سے ایسے انداز سے مدد چاہے جن کا مختار صرف اللہ تعالیٰ ہے تو یہ مافوق الاسباب ہے اور اگر زندہ کے پاس حاضر ہو کر یا مردہ کی قبر پر جا کر دعا کی درخواست کی جائے تو مولانا صفدر صاحب نے اس کو کسی بھی جگہ مافوق الاسباب نہیں کہا۔ مولف موصوف کا اپنے پاس سے الفاظ کا اضافہ کر کے مفہوم نکالنا اور حضرت دام مجدہم کی جانب اس کو منسوب کرنا خاص دھوکا ہے۔ اور حضرت دام مجدہم صراحت سے مفتی احمد یار خان صاحب گجراتی کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مفتی صاحب دیوبندی یہ کہتے ہیں کہ مافوق الاسباب طریق پر غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے

عام اس سے کہ وہ مردہ ہو یا زندہ ہو مگر دور ہو (باب جنت،ص 221)''۔

(اظہار الغرور،ص226)

تو علی الاطلاق زندہ مردہ کو غائبانہ پکارنا مافوق الاسباب وشرک نہیں یہ تو اجمال تھا علامہ عبدالقدوس قارن صاحب نے پھر آگے اس اجمال کی تفصیل کی کہ اگر عبادت کے طور پر یعنی مختار کل یا مافوق الاسباب کی صورت میں پکارا جائے تو یہ شرک ہے۔مگر اندازہ لگائیں اس ذلیل نے عبارت کا کیا سے کیا بنا دیا۔

آگے جو کسی فاضل کے حوالے سے لکھا:

''مترجم کہتا ہے کہ یہ بات شاہ صاحب کی نہیں لوگوں نے درج کری ہے''۔

(حنفیت کے باغی یوبندی وہابی جلہ اول،ص346)

تو ہمیں اس سے انکار بھی نہیں جب مظہر اعلی حضرت کے بقول شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں تحریف ہو سکتی ہے،فقیہ ملت کے بقول ''مکتوبات امام ربانی'' میں تحریف ہو سکتی ہے تو یہاں تحریف کے امکان پر اتنی بکواس کرنے کی کیا ضرورت ہے؟

نیز یہ واضح کیا جائے کہ یہ :''مولانا محمد فاضل صاحب'' کون ہے ؟ مسلک اہلسنت احناف میں اس کی کیا حیثیت ہے جو بار بار اس کا حوالہ پیش کیا جا رہا ہے؟ خود تو اپنے مستند ترین زندیقوں کو بھی ماننے سے انکار کر دو اور علمائے دیوبند کے کھاتے میں ہر کس ناکس کو ڈال دو کچھ شرم وحیاء بھی ہے یا وہ بھی خان صاحب بریلوی کی شلوار کی طرح اتری ہوئی ہے؟

آگے مولانا اخلاق حسین قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جو حوالہ پیش کیا کہ مشکلات میں حضور ﷺ کی روحانیت سے مدد طلب کی جا سکتی ہے اول تو قاسمی صاحب رضاخانی اصول پر ہمارے وہ عالم نہیں جو حجت ہوں ۔ثانیا مطلوبہ کتاب بھی پیش نظر نہیں ۔ثالثا یہاں مراد توسل ہے بطور توسل واستشفاع ہم طلب مدد کے منکر نہیں کیونکہ اس میں مدد اللہ ہی سے ہوتی ہے نبی یا ولی محض واسطہ ہوتا ہے جیسے کتابت کے وقت لکھتا ہاتھ ہے اس کی قدرت وحرکت کارفرما ہوتی ہے قلم محض واسطہ ہوتا ہے۔

عجیب جہالت

رضا خانی لگتا ہے کتاب لکھتے وقت بھنگ کے نشے میں تھا چنانچہ لکھتا ہے:

''قارئین! آپ یقین کریں وہابی مولوی اسمعیلی ساجد خان کو موت آسکتی ہے بلکہ یہ وہابی اپنے آپ کو پھندا لگا سکتا ہے پر ثابت نہیں کرسکتا کہ فقہائے احناف کے نزدیک مشکلات میں سرکار دوعالم ﷺ کی روحانیت سے مدد وہ بھی وصال ظاہری کے بعد اور وہ بھی ایسی کہ کسی اور سے جائز نہ ہو درست ہے؟''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ص 347)

حالانکہ اس جاہل نے ماقبل میں یہی عقیدہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی۔اگر فقہائے احناف سے ثابت نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ تو نے شیخ محدث دہلوی کی عبارت پر جھوٹ بولا۔

ثانیاً جب سادات احناف سے مشکلات میں بعد از وصال نبی کریم ﷺ سے مدد ثابت نہیں تو تم تو اس مدد کے قائل ہو تو خود تسلیم کرلیا کہ تمہارے عقیدے وشعار اور اعمال سادات احناف کے مطابق نہیں تو علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کا دعویٰ تو مان لیا کہ:

''رضا خانیت بمقابلہ حنفیت''

یہ ایسی جاہل قوم ہے کہ اسے خود بھی معلوم نہیں ہوتا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں؟ اسی لئے محض اردو کی عبارت درست کرنے کیلئے انہوں نے مستقل ایک بندہ رکھا ہوتا ہے لگتا ہے اس کتاب کی تحریر کے دوران اس بندہ کی مدد اس رضا خانی کے شامل حال نہیں رہی۔

فیوض قبور

اس ساری تفصیل کے بعد اب یہ بھی سمجھیں کہ رضا خانی نے شیخ کی جو عبارت پیش کی اس میں ہے:

''و اثبته المشايخ الصوفية و بعض الفقها رحمة الله عليهم و ذالك امر مقرر عند اهل الكشف والكمال منهم لاشك فى ذالك

عندهم حتى كثيرا منهم حصل لهم الفيوض من الارواح و تسمى هذه الطائفة اويسية فى اصطلاحهم ۔۔۔

۔۔اور مشایخ صوفیا اور بعض فقہا نے اس کو ثابت کیا ہے اور یہ امر اہل کشف وکمال کے درمیان ثابت شدہ ہے اور ان کے نزدیک اس میں کوئی شک نہیں یہاں تک کہ ان میں سے کثیر کو ارواح سے فیوض حاصل ہوتے ہیں اور اس گروہ کا نام ان کی اصطلاح میں اویسیہ ہے۔۔۔۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 342،341)

دراصل شیخ کی اس عبارت کا تعلق استمداد سے ہے ہی نہیں ۔بلکہ صوفیاء کی ایک اصطلاح ''فیوض القبور'' سے ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

(۱)...ایک ہے صاحب ِقبور سے مدد اور مرادیں مانگنا۔

(۲)...اور ایک ہے قبور سے روحانی فیض حاصل کرنا۔

حصولِ فیض عن القبور کا عام فہم مطلب یہ ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ

إِنَّمَا الْقَبْرُ رَوْضَةٌ مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ أَوْ حُفْرَةٌ مِنْ حُفَرِ النَّار

(رواہ الترمذی فی سننہ والبیہقی فی شعب الایمان والطبرانی)

یعنی قبر جنت کے باغیچوں میں ایک باغیچہ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔

تو یہ قبر جس میں انبیاء کرام علیھم السلام،صحابہ عظام رضی اللہ عنھم،علماء امت اور صالحین حضراتؒ انعامات، برکات اور تجلّیات کے مقام اور مرتبے والے ہیں،تو صالحین کی قبور پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت اور برکت کا نزول ہوتا ہے،فلھٰذا صرف اس صاحب قبر پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکات نہیں بلکہ زائرین پر بھی یہ رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں اگرچہ وہ زائر اس کو محسوس نہیں کرتا ہو۔

مثال: جیسا کہ عطر فروش کی دوکان کہ صرف وہ ہی اس خوشبوئی کو نہیں سونگھتا ہے بلکہ

اگر کوئی بندہ اس کی دوکان میں جائے تو وہ بھی معطر ہو جائے گا، اور خوشبو محسوس کرے گا۔

نتیجہ: بس یہی فیضِ قبور کی حقیقت ہے۔

☆...صحیح بخاری میں امام بخاری علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک باب قائم کیا ہے:

بَابُ مَا جَاءَ فِي قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَأَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا

حضرت امام بخاریؒ نے اس باب میں وہ حدیث نقل کی ہے کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا کہ میرے لئے ام المؤمنینؓ سے حجرہ نبوی ﷺ میں دفن ہونے کی اجازت طلب کرو۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے تو پہلے تو ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اس جگہ کو میں نے اپنے لئے منتخب کیا تھا لیکن میں یہ جگہ دوں گی، اور اجازت ہے۔ (کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس جگہ میں دفن کر دیا جائے)

حافظ ابن حجرؒ (المتوفی: ۸۵۲ھ) اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ:

وَفِيهِ الْحِرْصُ عَلَى مُجَاوَرَةِ الصَّالِحِينَ فِي الْقُبُورِ طَمَعًا فِي إِصَابَةِ الرَّحْمَةِ إِذَا نَزَلَتْ عَلَيْهِمْ وَفِي دُعَاءِ مَنْ يَزُورُهُمْ مِنْ أَهْلِ الْخَيْرِ

(فتح الباری ج:3 ص:258، (قولہ باب ما ینھیٰ من سب الاموات)

یعنی اس حدیث میں اس بات کا ثبوت ہے کہ صلحاء کے ساتھ قرب کا حرص کرنا چاہئے، اس نیت اور امید کے ساتھ کہ صلحاء پر جو رحمت نازل ہوتی ہے وہ رحمتیں اس بندہ پر بھی ہوں جس نے قرب حاصل کیا ہے۔ اور جو نیک اور صلحاء لوگ جو ان کی زیارت کریں گے اور ان کے لئے خیر کی دعا کریں گے اس دعا میں یہ بندہ بھی شامل ہو جائے، اور اس کو بھی حصہ مل جائے۔

☆...اسی طرح علامہ عینیؒ (المتوفی: ۸۵۵ھ) فرماتے ہیں:

" ذکر مَا يُسْتَفَاد مِنْهُ: فِيهِ: الْحِرْص على مجاورة الصَّالِحين فِي

الْقُبُور طَمَعا فِي إِصَابَة الرَّحْمَة إِذا نزلت عَلَيْهِم، وَفِي دُعَاء من يزورهم من أهل الْخَيْر"

(عمدۃ القاری:8/230، باب ماینھی من سب الاموات)

اس کا مطلب وہی ہے جو ابن حجرؒ کی عبارت کا ہے۔ بلکہ زکریا بن محمد الانصاری الشافعیؒ (المتوفی: ۹۲۶ھ) تو مستحب کہتے ہیں کہ صالحین کے ساتھ دفن ہونا چاہیے:

"أن مجاورة الصالحين مندوبة"

(منح الباری شرح صحیح البخاری 3/476)

پس معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ بھی جناب نبی پاک ﷺ کے قبر مبارک کے قریب جیسے متبرک مقام میں دفن ہونا چاہا، اگر چہ جناب حضرت عمرؓ کے لئے اور جگہ بھی زیادہ تھی کہ اس جگہ میں دفن کر دئے جاتے لیکن حضرت کو جناب نبی کریم ﷺ کے قُرب میں دفن ہونے کی تمنّا تھی۔ جو سراسر نزولِ رحمت کی موضع (جگہ) ہے.

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا جناب نبی کریم ﷺ کی ذات سے محبت تو ایک طرف وہ لوگ جناب نبی کریم ﷺ کی بیٹھنے کی جگہ یعنی ممبر کو ایسا متبرّک سمجھتے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم اس جگہ پر ہاتھ پھیر کر چہرے پر مَل لیتے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیّہ علیہ الصلوۃ والسلام (المتوفّی: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"وقال نافع: كان ابن عمر يسلم على القبر، رأيته مائة مرة أو أكثر يجيء إلى القبر فيقول: السلام على النبي ﷺ، السلام على أبي بكر، السلام على أبي، ثم ينصرف ورؤي واضعاً يده على مقعد النبي ﷺ من المنبر ثم وضعها على وجهه"

(قاعدۃ جلیلۃ فی التوسل والوسیلۃ، ا/134، الفصل الثالث)

امام نافعؒ (ابن عمرؓ کے شاگرد) فرماتے ہیں کہ: میں نے ابن عمرؓ کو سو (۱۰۰) یا اس سے بھی زیادہ مرتبہ دیکھا ہے کہ وہ جناب نبی کریم ﷺ کے قبر اطہر کو حاضر ہوتے اور سلام

پیش فرماتے ،اور حضرت ابوبکرصدیقؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی سلام عرض فرماتے اور پھر رخصت ہوجاتے ۔

اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ وہ ممبر پر بیٹھنے کی جگہ پر ہاتھ رکھ لیتے اور پھر وہ ہاتھ اپنے چہرے پرمَل لیتے۔تویۃ سارا کچھ حصول فیض ہی ہے

اسی طرح دوسرے اکابرین رحمہم اللہ سے حصولِ فیض کے جواز کے حوالہ جات بھی ہیں ،مثلاً:

☆...خطیب بغدادیؒ (المتوفیٰ:۴۶۳ھ) نقل کرتے ہیں کہ: علی بن میمونؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا ہے کہ: میں (امام شافعیؒ) امام ابوحنیفہؒ کے قبر مبارک سے برکت حاصل کرتا ہوں،اور ہر دن ان کی قبر پر حاضر ہوتا ہوں،جب بھی مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعات پڑھ کے حضرت امام ابوحنیفہؒ کی قبر کے پاس جاتا ہوں اور اللہ سے سوال کرتا ہوں،تو بہت کم مدّت میں ہی میری حاجت پوری ہوجاتی ہے۔

اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

أَخْبَرَنَا الْقَاضِي أَبُو عَبْدِ اللَّهِ الْحُسَيْنُ بْن عَلِيّ بْن مُحَمَّد الصيمري قال أنبأنا عمر بن إبراهيم قال نبأنا عَلِيّ بْن ميمون قَالَ: سمعت الشافعي يقول: إني لأتبرك بأبي حنيفة وأجيء إِلَى قبره في كل يوم- يَعْنِي زائرا- فإذا عرضت لي حاجة صليت ركعتين وجئت إِلَى قبره وسألت الله تعالى الحاجة عنده، فما تبعد عني حتى تقضى

(تاریخ بغداد ج:1 ص:135 ،باب ماذکر في مقابر بغداد المخصوصة بالعلماء والزهاد، ناشر: دارالۃتب العلميۃ بيروت،وفي نسخۃٍ اُخری ج:1 ص445، ناشر: دارالغرب الاسلامي بيروت)

۲: اسی طرح ابوعبداللہ الحسین بن علی الصَّیمَرِیؒ (المتوفّی:۴۳۶ھ) بھی فرماتے ہیں:

أخبرنَا عمر بن إِبْرَاهِيمِ قَالَ ثَنَا مكرم قَالَ ثَنَا عمر بن إِسْحَاق بن إِبْرَاهِيمِ قَالَ ثَنَا عَلىّ بن مَيْمُون قَالَ سَمِعت الشَّافِعِي يَقُول إِنِّي لأتبرك بِأَبي حنيفَة وأجيء الى قَبره فِي كل يَوْم يَعْنِي زَائِرًا فَإِذا عرضت لى حَاجَة صليت رَكْعَتَيْنِ وَجئْت إِلَى قَبره وَسَأَلت الله الْحَاجة فَمَا تبعد عنى حَتَّى تقضى رَضِي الله عَنهُ وَعَن جَمِيع ائمة الدّين آمين

(أخبارِ حنيف ※و أصحاب ※جلد اول صفحہ ※95)

نیز دیکھے (الطبقات السنية ※في تراجم الحنفية ※جلد اول صفحہ ※46، مؤلف ※ تقي الدين بن عبد القادر التميمي الداري الغزي (المتوف ※1010ھ)

بہرحال اس کا یہ مطلب نہیں ک ※ خوا ※ محوا ※ اللہ رحال میں ی ※ دعا ※ ان سنتے اور قبول فرماتے ※ یں و باقی جگ ※ وں میں ان ※ یں تی ※ بھی غلط خیال ہ ے وی ※ بھی غلط و سراسر غلط خیال و نظری ※ ہ کہ ※ قبو الے سے ی مانگے العیاذ باللہ ※ یہ بھی صحیح ※ یں بلک ※ اس بابرکت و بافیض مقام میں اللہ سے جلد دعا قبول کرنے کی امید رکھنی چا ※ یے باقی اللہ کی مرضی و ※ دعا قبول کرتا ہے یا ※ یں کیونک ※ مشکل کشا صرف ایک اللہ ی کی ذات ہے

☆.. ابن قدام ※ المقدسی الحنبلیؒ (المتوفیٰ: ۶۲۰ھ) فرماتے ※ یں:

أما أهل السّنة المتبعون للآثار السالكون طَرِيق السّلف الأخيار فَمَا عَلَيْهِم غَضَاضَة وَلَا يلحقهم عَار مِنْهُم الْعلمَاء الْعَامِلُونَ وَمِنْهُم الْأَوْلِيَاء والصالحون وَمِنْهُم الأتقياء الْأَبْرَار والأصفياء والأخيار أهل الولايات والكرامات وَأهل الْعِبَادَات والاجتهادات بذكرهم تزين الْكتب والدفاتر وأخبارهم تحسن المحافل والمحاضر تحيا الْقُلُوب بِذكر أخبارهم وَتحصل السَّعَادَة باقتفاء آثَارهم بهم قَامَ الدّين وَبِه قَامُوا وبهم نطق الْكتاب وَبِه نطقوا وهم مفزع الْخلق عِنْد اشتداد الْأُمُور عَلَيْهِم فالملوك فَمن دونهم

يقصدون زياراتهم ويتبركون بدعائهم ويستشفعون إِلَى الله سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى بهم"

(تحریم النظر فی کتب الکلام صفحہ 40)

اہل سنت میں علماء عاملین اولیاء صالحین پرہیز گار نیکوکار بزرگ سب سے بہترین لوگ ہیں جو اصحاب ولایت وکرامت ہیں عبادت گزار مجاہدے کرنے والے ہیں ان کے تذکرے کرنے سے کتابوں اور دفتروں کی خوبصورتی بڑھتی ہے اور ان کے واقعات کی برکت سے مجلسوں کی رونق آتی ہے اور دلوں کو زندگی ملتی ہے اور ان کی قدموں کی پیروی کرنے سے سعادت ملتی ہے۔ ان ہی کی برکت سے دین قائم ہے اور یہی لوگ دین کے ساتھ کھڑے ہیں اور ان ہی کے ذریعے کتاب اللہ کا بول بالا ہوتا ہے اور یہی اللہ کی کتاب سے ہی بولتے ہیں اور جب بھی لوگوں پر کوئی سخت مصیبت آتا ہے تو ان ہی کی طرف بھاگتے ہیں پس بادشاہوں یا ان سے نیچے والے لوگ سبھی ان کی زیارت کا قصد کرتے ہیں اور ان کی دعاوں سے برکت حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالی کی طرف ان کا وسیلہ پکڑتے ہیں.

حضرت شاہ عبد العزیز محدّث دھلویؒ سے کسی نے پوچھا کہ:" کسے صاحب باطن صاحب کشف بر قبور ایشاں مراتب بچیزے از باطن اخذ می تواں نمود یانہ...؟

جواب: می تواں نمود۔ (فتاویٰ عزیزی،1 / 64)

ترجمہ: کوئی صاحبِ باطن یا صاحبِ کشف کو قبور سے فیض حاصل ہوسکتا ہے یا نہیں ...؟ جواب: جی حاصل ہوسکتا ہے۔

اس طرح کی بات شاہ ولی اللہؒ نے بھی ''القول الجمیل''،ص:85 میں لکھی ہے.

حافظ ابن تیمیہؒ (المتوفّی :۷۲۸ھ) اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

وكذلك ما يذكر من الكرامات، وخوارق العادات، التي توجد عند قبور الأنبياء والصالحين مثل نزول الأنوار والملائكة عندها وتوقي الشيطان والبهائم لها.... وحصول الأنس والسكينة عندها....

هذا حق

(اقتضاء الصراط المستقیم جلد 2 صفحہ 255 دار عالم الکتب بیروت لبنان)

اس کلام کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور صلحاء عظام کی قبروں کے ساتھ خوارقِ عادت امور اور کرامات ذکر کی جاتی ہیں تو ان قبور کے ساتھ رحمتوں کی نزول ہونا ہے اور وہاں فرشتے ہوتے ہیں اور اس قبروں سے شیطان اور جانوروں کو بچا دئے جاتے ہیں اور اس قبروں سے انس حاصل ہوتا ہے اور ان قبروں پر سکینہ نازل ہوتا ہے تو یہ سارا حق اور ثابت ہے۔

تو یہ سب فیض عن القبور ہے جس کے ہم منکر نہیں رضاخانی کے باپ نے بھی اس مسئلہ میں اتنے حوالے نہیں پڑھیں ہوں گے۔ ہاں اگر فیض عن القبور کا اگر یہ مطلب لیا جائے کہ اس کو سجدہ کرلیں یا قبر کی طواف کرلیں یا ان سے مافوق الاسباب مدد مانگے یا کوئی اور بدعی و شرکی عمل کرلیں تو واقعی اس کا منکر ہیں۔

آخری گزارش: یہاں ہم ایک دفعہ پھر وضاحت کردیں کہ ہمارے نزدیک فیض قبور کا صرف یہی مطلب ومفہوم ہے کہ جس طرح ان بزرگانِ دین کا ظاہرہ وجود اللہ کی رحمت کے نزول کا مقام تھا اسی طرح یہ جہاں مدفون ہیں وہاں بھی اللہ کی رحمتوں کا نزول ہوتا ہے لہذا ان کی قبور کے پاس اگر اللہ سے دعا مانگی جائے تو قبول ہونے کا قوی امکان ہے۔جو حضرات سماع موتی کے قائل ہیں وہ قبر میں بزرگ سے دلی ربط قائم کرکے بھی فیض حاصل کرسکتا ہے مگر اس کی اجازت صرف خواص کو ہے۔لیکن اس بنیاد پر ان کو مشکل کشا سمجھنا یا حاجت روا سمجھنا یا ان کرامات کی بنا پر ان کو مختار کل سمجھنا اور مافوق الاسباب میں ان سے مرادیں و دعائیں مانگنا جیسا کہ اہل بدعت کا شیوہ و وطیرہ ہے صریح شرک ہے۔

تو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی ان عبارات کا تعلق بھی فیوض القبور سے ہے۔ لیکن یاد رہے کہ اس کا عقیدہ سے کوئی تعلق نہیں ایک کشفی و روحانی چیز ہے۔ہمارے ساتھ اس موضوع پر مزید دلائل بھی ہے لیکن مضمون بہت لمبی ہونے کی خاطر ہم مزید بحث

چھوڑ دیتے ہ یں قصداً.

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا حوالہ

شاہ صاحبؒ کی جتنی عبارات تم نے پیش کی اس کا اصولی جواب تو یہ ہے کہ شاہ صاحبؒ تو تمہارے نزدیک معاذ اللہ ضال مضل وہابی گستاخ ہے تو اس سے استدلال کیسا ؟ کیونکہ خود رضا خانی لکھتا ہے:

”۔۔کیونکہ وہ تو وہابی کے نزدیک گمراہ ہیں تو ان کی بات سے دلیل کیسی ؟“۔

(حنفیت کے باغی یوبندی وہابی جلد اول، ص405)

ثانیا: شاہ صاحب کی فیوض الحرمین سے جتنی عبارات پیش کی ان سب کا تعلق توسل سے ہے۔اور جاہل کا یہ کہنا کہ:

”مقام مجددیت، وصابت، اور قطبیت ارشادیہ دے سکتے ہیں اور امامت بھی بخش سکتے ہیں اور یہ سب کچھ ماتحت الاسباب ہے“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص348)

تو جاہل انسان یہ سب ماتحت الاسباب نہیں تو کیا مافوق الاسباب ہیں ؟اس جاہل کو اب تک ماتحت الاسباب و مافوق الاسباب کا مطلب ومفہوم ہی معلوم نہیں۔گویا ان کی مساجد میں جتنے آئمہ ”امامت“ پر مقرر ہیں وہ سب مافوق الاسباب ہستیاں ہیں۔ایسے جاہل کتاب لکھ رہے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے حوالہ جات

صفحہ 349 پر شاہ صاحب کے ”فتاوی عزیزی“ سے قبور سے استمداد کے متعلق کم وبیش وہی عبارت نقل کی جو شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کی جس کی وضاحت ماقبل میں تفصیل سے ہو چکی ہے۔

ثانیا: رضا خانیوں کے ہاں ”فتاوی عزیزی“ میں تحریف ہو چکی ہے چنانچہ رضا خانی محقق لکھتا ہے:

''شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتوی عزیزی میں الحاقات اور تحریفات موجود ہیں شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے فتاوی میں الحاقات کی شکایت انہی کے زمانے میں لوگوں نے شاہ عبدالعزیزؒ سے کی تھی جس کا تذکرہ خود شاہ عبدالعزیز نے اپنے ایک خط میں کیا ہے''۔

(الاحادیث الروایۃ لمدح الامیر معاویہ،ص33 از ظفر القادری)

لہذا رضاخانی اصولوں پر تو یہ فتاوی ہی معتبر نہیں اور رضاخانی اصولوں پر اب اس فتاوی کے صرف وہ فتوے معتبر ہوں گے جو قرآن وسنت ومنہج اہلسنت کے موافق ہوں گے۔

ثالثاً: دلیل دو جہاں احمد رضاخان اور ان کے والد نقی علی خان کے پیر ومرشد کا قول شاہ صاحب کی تردید میں یوں ہے:

حضرت سید شاہ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے داد اور مرشد سید شاہ آل رسول احمد علیہ الرحمۃ ماہ محرم الحرام میں شیعہ فرقے کی بدعتوں،تعزیہ داری،اور مرثیہ خوانی کے ارتکاب سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے مرشد حضور اچھے میاں رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے دلی میں اپنے استاد محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کو دیکھا ہے کہ وہ محرم الحرام میں دس دن حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالی عنہما کی شہادت کا بیان فرماتے اور دسویں دن صبح سے زوال کے وقت تک شہادت کے فضائل بیان کرتے،کھانا تقسیم کیا کرتے تھے۔حضور والا (حضور اچھے میاں رضی اللہ عنہ) نے سن کر ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا اور بہتر کرتے،لیکن اگر ان کی مجھ سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے کہتا کہ خاص اس مہینے میں ایسا اہتمام مناسب نہیں ہے بس مختصر سے کھانے پر فاتحہ کرکے کسی دوسرے مہینے میں ایسا اہتمام وعظ کیا کریں اس لئے کہ اب اس طرح کی محفلیں منعقد کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے اور اس ماہ میں زیادہ اہتمام کرنا رفض کا دروازہ کھولنا ہے آنے والی نسل اپنے بزرگوں کے حالات سن کر گمان کرسکتی ہے کہ وہ شیعہ تھے جو تقیہ کئے ہوئے تھے''۔(جہان مفتی اعظم،ص206)

لیجئے جناب آپ کے دادا پیر تو کہہ رہے ہیں کہ شاہ صاحب معاذ اللہ ایسی بدعات میں مبتلا تھے جس سے آنے والی نسل نے شیعہ ہو جانا تھا تو اپنے اصول پر تو کس منہ سے شاہ صاحب کو پیش کر رہا ہے؟

اذا تحیرتم فی الامور فاستعن من اھل القبور

رضاخانی لکھتا ہے:

"کچھ آگے وہابیت کا خانہ خراب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اور اس بارے میں بعض روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ جب تم متحیر ہو جاؤ امور میں یعنی کوئی کام انجام کرنے میں متحیر ہو جاو تو چاہئے کہ مدد چاہو اصحاب قبور سے"۔(فتاوی عزیزی مترجم ص191)

۔۔۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی ان عبارات میں انبیا و اولیا سے مدد وہ بھی وہ جس کو وہابیہ مافوق الاسباب کہتے ہیں بالکل واضح طور پر ثابت ہوتی ہے"

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول، ص349)

حالانکہ اس کا جواب علامہ نقشبندی صاحب ۲۰۲۱ میں ہی دے چکے ہیں مگر ابو حامد رضوی جیسا یہ لوسی کتا پرانی ہڈیاں لیکر بھونکے نا تو اور کیا کرے؟ ملاحظہ ہو:

"((اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور))

ساجد خان نقشبندی

اس جملے کے بارے میں اہل بدعت بریلوی بھائی اور منکرین توسل یعنی پنج پیری حضرات دونوں گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں۔ بریلوی بھائی کہتے ہیں کہ دیکھو اس حدیث میں آیا ہے کہ جب تم کسی معاملے میں حیران و پریشاں ہو تو اہل قبور سے مدد و استعانت مانگو۔ جبکہ دوسرا گروہ اس امر کو کھلا کھلم شرک کہتا ہے۔ اس معاملے میں دونوں گروہ جادہ مستقیم سے ہٹے ہوئے ہیں۔

اول تو اسے حدیث کہنا غلط ہے یہ حدیث نہیں بلکہ کسی کا قول ہے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رح نے فتاوی عزیزیہ میں اس قول کے تین معنی بیان کئے ہیں:

(1) یعنی جب کسی معاملے میں تم پریشان ہوتو جو قبروں میں اہل علم اہل ورع وتقوی اور اصحاب الرائے جو مر چکے ہیں اور قبور میں جاچکے ہیں ان کو دیکھو کہ آخر اس قسم کا معاملہ ان کے سامنے بھی پیش ہوا ہوگا انہوں نے اس معاملے میں کیا رائے اختیار کی تھی۔

(2) اگر دنیا کے کسی معاملے میں پریشان ہوتو اہل قبور کو دیکھو جو دنیا سے چلے گئے وہ بھی اس دنیا کو اسی طرح چھوڑ کر قبروں میں چلے گئے یہ دنیا تم سے پہلوں سے نہ بنی تو تم اس میں کیا سکون وعافیت حاصل کرسکو گے۔

(3) اہل قبور بزرگان دین سے بطریق توسل اس مسئلہ کو اللہ کی بارگاہ میں پیش کروان شاء اللہ اللہ اس مسئلہ کو حل کردے گا۔

اور توسل اہل سنت کا عقیدہ ہے علامہ سبکی رح نے شفاء السقام میں سوائے ابن تیمیہ رح کے اختلاف کے پوری امت کا اس پر اتفاق لکھا ہے۔حضرت حمداللہ جان ڈاگئ بابا رحمہ اللہ نے بھی البصائر میں سدی کے حوالے سے اس قول کے دو معنی لکھے ہیں:

"جب نیک لوگوں کی قبور پر جاؤ گے تو سکون وروحانیت ملے گی دوسرا ان سے توسل کرو"۔

پس اس قول کے یہ معنی عین نظریہ اہل سنت کے مطابق ہیں لہٰذا ظاہری عبارت کو دیکھ کر اس سے علی الاطلاق استعانت ثابت کرنا یا اس پر شرک کے فتوے لگانا دونوں غلط ہیں۔(واللہ اعلم بالصواب)

ملاحظہ کیا اس ابو حامد رضوی رضاخانی مرزائی کا دجل وفریب کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فتاوی عزیزی میں اس کا مطلب واضح کر کے بیان کیا ہے جو عین عقیدہ اہل سنت کے مطابق ہے مگر اس رضاخانی نے احمد رضاخان بریلوی والی خباثت

کرتے ہوئے اسے چھپالیا اور اپنا کفریہ شرکیہ عقیدہ کا جامہ اس کو پہنا دیا شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی مزید عبارات

رضاخانی لکھتا ہے:

''حضرت امیر و ذریعہ طاہرہ در تمام امت بر مثال پیرانو مرشدان پرستند و امور تکوینیہ را بایشان وابستہ می دانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام افراد امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ درود و صدقات اور نذر و نیاز ان کے نام ہمیشہ کرتے ہیں چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔(تحفہ اثنا عشریہ،ص214 سہیل اکیڈمی لاہور)

کیا وہابی مولوی ساجد خان بتائے گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اور اہل بیت اطہار کے ساتھ امور تکوینیہ کو وابستہ جاننا جائز ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص352)

جواب: تحفہ اثنا عشریہ کی یہ عبارت رئیس المحرفین قارون وفرعون زمانہ ابوجہل وقت قارونی یہودی احمد رضاخان فاضل بریلوی نے بھی ''الامن والعلی'' میں پیش کی اور اب وہیں سے رضاخانی مکھی پر مکھی مارتے ہوئے نقل کرتے چلے جارہے ہیں۔

حالانکہ اس عبارت میں کہیں بھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اہل بیت کو ''امور تکوینیہ'' پر ''مختار کل'' نہیں مانا بلکہ امور تکوینیہ کو ان سے وابستہ مانا۔جس کا صاف و واضح مطلب یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالی بعض اوقات امور تکوینیہ فرشتوں کے ذریعہ کرتا ہے اسی طرح بعض اوقات امور تکوینیہ کی انجام دہی میں اہل بیت کو واسطہ بنا دیتا ہے۔جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام سے بعض امور تکوینیہ کی سرانجام دہی کروائی گئی اس کا ذکر قرآن میں موجود

ہے لیکن ساتھ ہی حضرت خضر علیہ السلام نے واشگاف انداز میں کہا کہ جو کچھ میں نے کیا سب اللہ کے حکم سے اس میں میرا کوئی دخل وعمل نہ تھا۔ اسی طرح اہل بیت کا بھی امور تکوینیہ میں باعتبار قدرت کوئی عمل و دخل نہیں ہوتا ہاں اللہ انہیں بعض اوقات واسطہ بنا دیتا ہے قدرت اور فعل اللہ ہی کا ہے جیسا کہ بارش برسانے کیلئے اللہ نے بادل کو واسطہ بنا دیا۔

خود شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''یا رتبہ آئمہ واولیاء برابر رتبہ انبیاء و مرسلین گردانند و انبیاء و مرسلین را لوازم الوہیت از علم غیب وشنیدن فریاد ہر کس و ہر جا و قدرت بر جمیع مقدورات ثابت کنند''۔

(تفسیر عزیزی، ج 1 ص 52)

شرک وکفر کی باتوں میں سے ہے کہ آئمہ و اولیاء کا رتبہ انبیاء علیہم السلام کے برابر جاننا اور انبیاء علیہم السلام کیلئے لوازم الوہیت جیسے علم غیب کا عقیدہ رکھنا یا ہر ایک کی پکار ہر ایک جگہ سے سن لینا یا تمام مقدورات پر ان کی قدرت (مختار کل) ماننا۔

اب کیا یہ رضاخانیو ں کا عقیدہ نہیں؟ تو اگر شاہ صاحب کا وہی عقیدہ ہوتا جو رضاخانیوں کا ہے تو کیا شاہ صاحب معاذ اللہ خود کو مشرک کہہ رہے ہیں؟

''اول مدد خواستن چیز دیگر است و پرستش چیز دیگر است عوام مسلمین بر خلاف حکم شرع از اهل قبور مدد میخواهند و پرستش نمی کنند و بت پرستان مدد هم میخواهند و پرستش هم میکنند پرستش آنست که سجده کند یا طواف نماید یا نام او بطریق تقرب ورد سازد یا ذبح جانور بنام او کند یا خود را بنده فلانی بگوید و هر که از مسلمانان جاهل باهل قبور این چیزها بعمل آرد فی الفور کافر می گردد و از زمسلمانی می بر آید ۔۔۔دوم آنکه بالاستقلال چیزیکه خصوصیت بجناب الٰهی درد مثل دادن فرزند یا بارش باران یا دفع امراض یا طول عمر و مانند این چیزها بآنکے دعا و سوال از جناب الٰهی در نیت منظور باشد از

مخلوقے درخواست نمایند این نوع حرام مطلق بلکه کفر هست و از مسلمانان کسے از اولیائے مذهب خود خواه زنده باشند یا مرده این نوع مدد خواهد از دائره اسلام خارج میشود۔

(فتاوی عزیزی فارسی، ص 33، 34، سعیدیہ کتب خانہ پشاور)

اول یہ کہ مدد چاہنا دوسری چیز ہے اور پرستش دوسری چیز ہے عوام مسلمانوں میں یہ نقصان ہے کہ وہ لوگ خلاف شرع طور سے اہل قبور سے مدد چاہتے ہیں مگر وہ بھی پرستش نہیں کرتے اور بت پرست لوگ بت سے بھی مدد چاہتے ہیں اور پرستش بھی کرتے ہیں پرستش سے مراد یہ ہے کہ کسی کو سجدہ کرے یا کسی چیز کی عبادت کی نیت سے اس چیز کا طواف کرے یا بطریق تقرب کے کسی کے نام کا وظیفہ کرے یا اس کے نام سے کوئی جانور ذبح کرے یا اپنے کو کسی کا بندہ کہے اور جو جاہل مسلمان اہل قبور کے ساتھ ایسا کوئی امر کرے یعنی مثلا اہل قبور کو سجدہ کرے تو وہ فی الفور کافر ہو جائے گا اور اسلام سے خارج ہو جایئے گا۔۔۔دوم مدد چاہنے کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز خاص اللہ تعالی کی قدرت میں ہے مثلا لڑکا دینا یا پانی برسانا یا بیماریوں کو دفع کرنا یا عمر زیادہ کرنا یا ایسی اور چیزیں جو خالص اللہ تعالی کی قدرت میں ہیں ایسی چیزوں کیلئے کسی مخلوق سے کوئی شخص التجا کرے اور اس شخص کی نیت یہ نہ ہو کہ وہ مخلوق اللہ تعالی کی درگاہ میں دعا کرے کہ اللہ تعالی کے حکم سے ہمارا مطلب حاصل ہو تو یہ صورت مدد چاہنے کی حرام مطلق بلکہ کفر ہے۔اور اگر کوئی مسلمان اولیاء اللہ سے اس ناجائز طور سے مدد چاہے یعنی ان کو قادر مطلق سمجھے خواہ وہ اولیاء اللہ زندہ ہوں یا وفات پائے تو وہ مسلمان اسلام سے خارج ہو جائے گا''۔

لیجئے اولاد دینا، بیماروں سے شفا یہ سب امور تکوینیہ ہیں اور رضاخانی اسی عقیدہ سے اولیا اللہ کو پکارتے ہیں تو شاہ صاحب تو کہتے ہیں کہ ان امور پر کسی کو قادر ماننا اور یہ امور مانگنا حرام وکفر ہے تو جس چیز کو شاہ صاحب خود کفر کہہ رہے ہیں اس پر اہل بیت کو کیسے قادر مان سکتے ہیں؟

''مذہب صحیح آنست کہ امر تشریع مفوض بہ پیغمبر نمی باشد زیرا کہ منصب پیغمبر منصب رسالت و ایلچی گری ست نہ نیابت خدا و نہ شرکت در کارخانہ خدائے آنچہ خدا تعالی حلال و حرام فرماید آنرا رسول تبلیغ مے کند و بس از طرف خود اختیاری ندارد''۔

(تحفہ اثنا عشریہ، ص170)

صحیح مذہب یہ ہے کہ تشریعی امور (حلال و حرام وغیرہ) پیغمبر کے حوالے نہیں یاد رہے کہ پیغمبر کا منصب پیغام رسانی اور اللہ اور مخلوق کے درمیان سفیر کا فیصنہ انجام دینا ہے نہ کہ معاذ اللہ اللہ کی قائم مقامی کرنا اور نہ ہی کارخانہ قدرت میں شرکت ان کا منصب ہے۔ اللہ جو حلال و حرام کرتا ہے پیغمبر اس کا صرف پیغام پہنچاتا ہے خود سے حلال و حرام کی کوئی قدرت نہیں۔

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آگے یہ بھی فرمایا کہ اگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حلال و حرام کا اختیار ہوا اور وہ شارع ہوں تو پھر مختلف امور میں انہیں عتاب کیوں کیا گیا؟

مزید فرماتے ہیں:

بدیہی است کہ امام بلکہ نبی نیز شارع نیست شارع حق تعالی است

(تحفہ اثنا عشریہ، ص173)

بدیہی بات ہے کہ امام بلکہ نبی بھی شارع نہیں شارع صرف تعالی کی ذات ہے۔

تو جو شاہ صاحب ''امور تشریعیہ'' انبیا علیہم السلام کے اختیار میں ماننے کو تیار نہیں وہ ''امور تکوینیہ'' اہل بہت کے اختیار میں کیسے مان لیں؟ رضاخانی یہ واضح کر چکا ہے کہ مجمل بات سے استدلال نہیں ہوسکتا تو شاہ صاحب نے تفصیلی عبارات میں اپنا موقف واضح کر دیا رضاخانی کی پیش کردہ عبارات کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ لوگ امور تکوینیہ پر قادر نہیں محض واسطہ ہوتے ہیں جیسے قلم کاتب کے ہاتھ میں محض واسطہ۔

صفحہ 351 پر جو تفسیر عزیزی کی عبارت پیش کی اس میں مطلقا استعانت کا ذکر ہے جو ماتحت الاسباب ہے جیسے دوا طبیب سے یا دوسرے امور میں ہم ایک دوسرے سے

استعانت کرتے ہیں رضاخانی میں غیرت ہے تو جو عقیدہ ہم نے رضاخانیوں کا پیش کیا کہ علم غیب کلی غیر اللہ کو ہر شے پر قدرت اور اللہ کی ذاتی صفات غیر اللہ کو حاصل ہے اس عقیدہ سے غیر اللہ سے مدد و استعانت جائز ہے ایسا کوئی حوالہ شاہ صاحب سے پیش کر باقی اس عبارت سمیت جتنی عبارات اس باب میں تو نے غلام رسول سعیدی سے سرقہ کی ہے اس کا منہ توڑ جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''اتمام البرہان ص 136 تا 148 میں دیا ہے وہاں ملاحظہ کر لے۔

قبور سے استعانت اور دیوبندی عبارات

موصوف نے صفحہ 373 قبر سے روٹیاں مانگنے والا واقعہ اس کے بعد صفحہ 385 تک فضائل حج کا حوالہ پیش کیا کہ قبر سے روٹیاں مانگی، میلاد النبی وغیرہ کے حوالے نقل کئے جن سب کا تعلق یا تو توسل یا کرامات سے ہے۔اور ان کے جوابات کافی عرصہ پہلے دئے جا چکے ہیں جسے ہم یہاں دوبارہ نقل کر دیتے ہیں۔

قبر سے دستگیری امداد المشتاق و فضائل حج کی ایک عبارت پر اہل بدعت کا اعتراض اور اس کا جواب

از افادات مولانا عبد الرحمن نقشبندی حفظہ اللہ

آج کل سوشل میڈیا اور واٹس اپ گروپس پر رضاخانی ایک عبارت پیش کر رہے ہیں جو کچھ یوں ہے:

حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا بعد انتقال حضرت مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائے حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا''۔

(امداد المشتاق، ص 123)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے رضاخانیوں نے لکھا:

’’جناب اشرفعلی تھانوی صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے کہ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ حق ،سچ ،ایمان ہے یا کفر،شرک ،بدعت ہے اور سوال یہ ہے کہ قبر والے سے یہ کہنا کہ بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ ما تحت الاسباب ہے یامافوق الاسباب اگر ماتحت الاسباب ہے تو کوئی اور بھی مانگ سکتا ہے یاصرف دیوبندیوں کواس کی اجازت ہے اور اگر مافوق الاسباب ہے تو شرک ہوایا نہیں؟‘‘
(ملخصاحنفیت کے باغی دیوبندی وہابی)

غیر مقلدین جو اسی تاک میں لگے رہتے ہیں کہ بریلویہ کی طرف سے کوئی حوالہ یا اعتراض ہمیں ملے تاکہ ہم دونوں بھائی اہل حق کے خلاف شانہ بشانہ کام کریں وہ بھی اس حوالے پر معترض ہیں لہذا ہم دونوں کو سامنے رکھ کر جواب دیں گے۔

جواب: اس اعتراض کو سمجھنے کیلئے پہلے مسئلہ استمداد کو سمجھئے۔

((مسئلہ استمداد من غیر اللہ کی وضاحت))

اہل السنت والجماعت علماء دیوبند(نور اللہ وجوہہم یوم القیامۃ) کے نزدیک دلائل کی روشنی میں نداء اور استعانت میں تفصیل اور تقسیم ہے۔نہ نداء واستعانت تمام کی تمام بالکلیہ جائز ہے اور نہ مطلقاً شرک ہے بلکہ اس میں تقسیم ہے جس کی تفصیل حاضر خدمت ہے۔بتوفیق اللہ تعالیٰ وعونہ۔

بحث اول: استعانت من غیر اللہ کے بارے میں کریں گے۔

استمداد من غیر اللہ آٹھ قسم پر ہے:

(۱)...قسمِ اول: اللہ تعالیٰ کے علاوہ (نبی ،ولی ،پیر ،بُت و دیگر غیر اللہ) کو مستقل اور قادر بالذّات سمجھنا اوران سے مدد مانگنا۔

حکم: ایسی مدد مانگنا صریح شرک ہے،ایسا شرک جس کی وضاحت پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔اور عموماً مدّعیانِ اسلام میں اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے صرف

وثنیہ (بت پرست) اس کے قائل ہیں کہ وہ وجود باری تعالیٰ کے ساتھ ساتھ دوسری مخلوقات کو بھی قادر بالذّات سمجھتے ہیں اور ان سے مدد مانگتے ہیں۔ العیاذ باللہ

(۲)...قسم دوم: غیر اللہ (مستعان منہ، جس سے مدد مانگی جاتی ہے) کو تو قادر بالذّات نہیں سمجھتے ہیں۔ لیکن قادر بالعطاء سمجھتے ہیں۔ لیکن ان کا عقیدہ ایسا ہوتا ہے کہ اس بندے (نبی یا ولی و دیگر مخلوق) کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قدرت دی ہے جس کے بعد یہ مستقل اور خود مختار بن گیا ہے کہ اب جو بھی چاہتا ہے اور جب بھی چاہتا ہے اور جس کے حق میں بھی چاہتا ہے وہ کرسکتا ہے۔

حکم: استعانت کی یہ صورت بھی شرک ہے اور منصوص (قرآن کی رُو سے) شرک ہے۔ مشرکین مکہ کا بھی یہی تصور تھا۔ کیوں کہ وہ اپنے معبودوں کو قادر بالذات نہیں کہتے تھے بلکہ ان کو متصرف باِذن اللہ سمجھتے تھے۔ لیکن ان کا خیال یہ ہوتا تھا کہ ان بتوں کو تو اب ویسے بھی اختیارات حاصل ہو گئے ہیں، وہ اب جس کے لئے اور جب بھی چاہیں مدد کرسکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مشرکین زمانہ جاہلیت میں ایسی تلبیہ پڑھتے تھے۔

" لبيك اللهم لبيك لاشريك لك الاشريكا هو لك تملكه وماملك"

"ہم حاضر ہیں اے اللہ ہم حاضر ہیں۔ آپ کا کوئی بھی شریک نہیں ہے لیکن وہ (شریک) ہے کہ جو آپ کا (شریک) ہے۔ آپ ان کے اور ان کے تمام مملوکات کے مالک ہو"۔

اگر قرآن کی طرف رجوع کی جائے وہاں بھی ہمیں تصریح ملتی ہے کہ وہ اپنے معبودوں کو قادر بالذات نہیں سمجھتے تھے: (هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ.مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى)

"وہ کہتے تھے کہ یہ (اصنام) اللہ تعالیٰ کے ہاں ہماری شفاعت کرنے والے ہوں گے۔ ہم ان کی عبادت صرف اس وجہ سے کرتے ہیں تا کہ یہ ہمیں اللہ تعالیٰ تک پہنچائے۔

الغرض: ایسا عقیدہ بھی شرکیہ عقیدہ ہے اور افسوس کی بات ہے کہ آج کل بعض ج※لاء مدّعیانِ اسلام نے بھی یہ عقیدہ اپنایا ہوا ہے۔ اللھم احفظنا منہ۔ آمین۔

میری ابریلوی طبق※ (واخوات※ م ہ) ے.

(۳)... قسم سوم: زندہ آدمی سے امورِ عادیہ میں مدد مانگنا، کہ وہ فعل عادۃً انسان کا فعل شمار ہوتا ہے۔ یہ مستعان منہ محض ذریعہ اور آلہ بن جاتا ہے اور حاجت روا اور مشکل کشا فقط اللہ تعالیٰ کو ہی سمجھا جاتا ہو۔

مثلاً: میں نے زید سے کہا کہ مجھے پانی دیدو، یا مثلا میری فلاں مدد کرو، یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے زندہ دوستوں سے امورِ عادیہ مدد مانگی تھی کہ: (مَنۡ أَنۡصَارِی إِلَی اللّٰہِ قَالَ الۡحَوَارِیُّونَ نَحۡنُ أَنۡصَارُ اللّٰہ (سور※ ال عمران آیت ۵۲)

اسی طرح دوسری جگہ میں ذوالقرنین کے بارے میں آتا ہے کہ اس نے اپنے زندہ ساتھیوں سے امورِ عادیہ میں مدد مانگی تھی کہ: (فَأَعِینُونِی بِقُوَّةٍ) (الک※※ف: ۹۵) میرے ساتھ اپنی قوت میں مدد کرو۔

ایسے بہت زیادہ دلائل اور شواھد موجود ہیں کہ انبیاء کرام علیھم السلام اور صحابہ عظام رضی اللہ عنھم اور سلف صالحین رحمھم اللہ تعالیٰ نے مدد مانگی ہے۔ اس سے یہی قسم مراد ہے۔ اور اس کو ما تحت الاسباب استمداد ک※ تے ہے

حکم: یہ قسم بالاتفاق جائز ہے۔

نوٹ: ہم اہل السن※ والجماعۃ جس طرح تفریط (کمی) کے قائل نہیں ہیں اسی طرح افراط (زیادتی) کے بھی قائل نہیں ہیں۔ بالفاظ دیگر جس طرح بدعت کے قائل نہیں ہیں اسی طرح الحاد کے بھی قائل نہیں ہیں۔

(۴)... قسمِ چہارم: زندہ آدمی سے امورِ غیر عادیہ میں امداد طلب کرنا کہ وہ عادۃً اور شرعاً انسان کی قدرت سے باہر ہو اور انسان کا فعل بھی شمار نہیں ہوتا ہو۔

مثلاً: اے مرشد اے پیر مجھے بچہ دیدو وغیرہ۔

حکم: (استعانت من غیر اللہ) کی یہ قسم بھی ناجائز ہے۔البتہ کرامت اور اعجاز (معجزہ)اس سے مستثنیٰ ہے۔

(۵)...قسم پنجم: نبی یا ولی کی وفات کے بعد امورِ غیر عادیہ یا ان امورِ عادیہ کہ جس میں انسان کی موت کے ساتھ اس کی قدرت اور طاقت ختم ہوجاتی ہے میں مدد مانگنا.

مثلاً: (امورِ غیر عادیہ کی مثال) اے مرشد اے پیر مجھے اولاد عطا کر۔(ان امورِ عادیہ کی مثال جس کی موت کی وجہ سے طاقت وقوت ختم ہوجاتی ہے) اے فلاں میری فلاں مقدمہ ختم کرو۔

حکم: یہ بھی ناجائز ہے۔الا یہ کہ یہ بطریق توسل و دعا ہو۔

(۶)...قسم ششم: کسی نبی یا ولی سے بعد از وفات روحانی فیض حاصل کرنے میں مدد طلب حاصل کرنا۔

حکم: یہ قسم جائز ہے۔

تنبیہ: روحانی فیض سے بریلویوں قبر پرستوں جیسا حصولِ فیض مراد نہیں ہے کہ روح مدد کرتی ہے العیاذ باللہ۔بلکہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر جائز صورت میں مراد ہے۔یعنی اس سے مراد فیضِ قبور ہے۔(تفصیل کیلئے کتاب توضیح عبارات اکابر کا مطالعہ کریں)۔

(۷)..قسم ہفتم: اُمورِ عادیہ اور غیرِ عادیہ میں زندہ یا وفات شدہ کے توسل اور برکت کی مدد سے اللہ تعالیٰ سے دعا اور مدد مانگنا۔

حکم: یہ قسم جائز ہے اس کو مجازاً مدد کہا گیا ہے حقیقت میں توسل ہے اور مدد اللہ سے مانگنی ہے۔

تنبیہ: اس قسم میں استشفاع بھی داخل ہے۔

(۸)...قسم ہشتم: ایک نبی یا ولی ایک خاص وقت میں بطور اعجاز و کرامت کہہ دیں کہ مانگو کیا مانگتے ہو۔اس خاص وقت میں سائل اس سے امور عادیہ اور غیر عادیہ میں کوئی مطالبہ کرے اور مدد مانگے۔

حکم: یہ جائز ہے۔

ایک تو اس میں استمرار نہیں ہے کیونکہ یہ کرامت ہے اور کرامت میں استمرار نہیں ہوتا ہے۔ اور دوسرا یہ کہ یہ بندہ کا فعل نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔ کیونکہ کرامت اور معجزہ بندہ کا فعل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے جو بندہ کے ہاتھ پہ ظاہر ہوتا ہے۔ (کما مرّ تفصیل) اس میں طاقتِ بشریہ کو دخل نہیں ہے۔ اس وجہ سے یہ خلافِ قانون ہے اور خلاف قانون میں استمرار اور دوام نہیں ہوتا ہے۔

خلاصہ: یہ کل آٹھ قسمیں ہوئیں جس میں چار قسم جائز اور چار ناجائز ہیں۔

مذکورتقسیم کوآسان الفاظوں میں یوں بھی تعبیر کرسکتے ہیں کہ جو مدد جومافوق لااسباب ہو تو ناجائز اور جوماتحت الاسباب ہوتو جائز ہوگا تو جو جواز کی قسم ہو وہ ماتحت الاسباب میں داخل ہوگا اور باقی مافوق لاسباب میں ہوگا..

خلاصہ: اس تمام بحث کا یہ خلاصہ نکلا کہ نہ ہم مطلقا استمداد کی اجازت دیتے ہیں۔ اور نہ مطلقاً نداء جائز سمجھتے ہیں۔ بلکہ اس میں بین بین (مبنی بر اعتدال) انصاف کے ساتھ اپنے اپنے وصف کے ساتھ بات کرتے ہیں۔

بالفاظ دیگر نہ افراط سے کام لیتے ہیں اور نہ تفریط سے بلکہ اعتدال سے کام لیتے ہیں۔ یعنی ہم اس نداء اور استعانت سے لوگوں کو منع کرتے ہیں کہ وہ امور غیر عادیہ میں مطلقاً (میتا وحیًا) اور ان امور ِعادیہ میں استعانت (مدد مانگنا) جو اس کی قدرت کے باہر ہو یا کسی مخلوق کو قادر بالذات یا قادر بالعطاء سمجھتے ہوئے پھر اسے مستقل اور خود مختار بنادے۔ ایسی استعانات ہم بدلائلٍ نہیں مانتے ہیں۔

اور وہ نداء واستعانت جو انسان کی قدرت میں ہو اور ماتحت الاسباب ہو ایسی ندا اور استعانت کو ہم مانتے ہیں۔ فللّٰہ الحمد ۔

اور اکابرین دیوبند رحمھم اللہ تعالیٰ کے بھی یہی نظریات ہیں کہ استعانتِ محرّمہ کے قائل ہیں اور نہ بالکلیہ استعانت کے منکرین ہیں۔

بالفاظ دیگر نہ غیر مقلدین خوش ہوں کہ ہم نے علماء دیوبند کی کتب میں استعانت کے الفاظ پائے ہیں فلھٰذا ہم اپنی تکفیری مشن میں کامیاب ہوئے، نہیں بلکہ یہ ان (غیر مقلدین) کی غلط فہمی ہے۔ہم (علماء دیوبند) ہرگز ہرگز استعانتِ محرّمہ کے قائل نہیں ہیں۔بلکہ ہم تو اس کو صریح شرک اور ناجائز کہتے ہیں۔

اور نہ بریلوی حضرات خوش ہوں کہ گویا ہماری شرکیہ عقائد علماء دیوبند کی کتب سے بھی ثابت ہیں،نہیں ہرگزنہیں بلکہ ہمارے نزدیک اس میں تفصیل ہے جو پہلے گزر چکی ہے۔تو بریلویوں اور علماءِ حقہ کے عقائد میں آسمان اور زمین کا فرق ہے۔لیکن ناسمجھ اور قلتِ عقل والے غیر مقلدین اور بریلوی اس فرق سے یا تو جاہل ہیں یا متجاہل ہیں۔

خود اکابرین دیوبند رحمھم اللہ تعالیٰ سے بھی ملاحظہ فرمائیں کہ علماء دیوبند (رحمھم اللہ) نہ تو استعانتِ فاسدہ کے قائل ہیں اور نہ مطلقاً استعانت کو شرک و ناجائز کہتے ہیں۔

مثلاً: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی ؒ استعانت کی ایسی اقسام بیان کرتے ہیں کہ:

(۱)...استعانت واستمداد بالمخلوق جو باعتقادعلم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو وہ شرک ہے

(۲)...اور جو باعتقادعلم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو معصیت ہے۔

(۳)...اور جو باعتقادعلم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ زندہ ہو یا میت۔

(۴)...اور جو استمداد بلا اعتقادعلم وقدرت ہو نہ مستقل نہ غیر مستقل پس اگر طریق استمداد مفید ہو تب بھی جائز ہے جیسے استمداد بالنار والماء والواقعات التاریخیہ۔

(۵) وگرنہ لغو ہے۔

(امداد الفتاویٰ:5 / 335)

تو معلوم ہوا کہ حضرت تھانوی ؒ نہ تو مطلقاً استمداد کے شرک کے قائل ہیں اور نہ مطلقاً

جواز کے قائل ہیں۔

اور مفتی رشید احمد گنگوہیؒ بھی اس کے بارے میں تقسیم کے قائل ہیں، غیر مقلدین اور انکے بھائی بریلوی حضرات مفتی رشید احمد گنگوہیؒ کا عقیدہ بھی ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں کہ:

استعانت کی تین معنیٰ ہیں:

(۱)...حق تعالیٰ سے دعا کرے کہ بحرمتِ فلاں میرا کام کردے یہ بالاتفاق جائز ہے خواہ عندالقبر ہو خواہ دوسری جگہ اس میں کسی کا کلام نہیں۔

(۲)...صاحب قبر کو کہے کہ تم میرا کام کردو یہ شرک ہے...

(۳)...قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کردے اس میں علماء کا اختلاف ہے، مجوّزین سماع موتی اس کے جواز کے قائل ہیں ...الخ۔(فتاویٰ رشیدیہ)

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

"نداء غیر اللہ کو کرنا دور سے شرکِ حقیقی تب ہوتا ہے کہ ان کو عالم سِماع مستقل عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ جانے کہ حق تعالیٰ اس کو مطلع فرمادے گا یا باذنہ تعالیٰ ملائکہ پہنچادیویں گے جیسا درود کی نسبت وارد ہے یا محض شوقیہ کہتا ہو محبت میں یا عرض حال محل تحسر وحرمان میں کہ ایسے مواقع میں اگرچہ کلمات خطابیہ بولتے ہیں لیکن ہرگز نہ مقصود اَسماع ہوتا ہے نہ عقیدۃً، پس ان ہی اقسام سے کلمات مناجات واشعار بزرگان کی ہوتی ہے کہ فی حد ذاتہ نہ شرک نہ معصیت مگر ہاں بوجہ موہم ہونے کے ان کلمات کا مجامع میں کہنا مکروہ ہے کہ عوام کو ضرر ہے اور فی حد ذاتہ ایہام بھی ہے"۔

(فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ:182)

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں کہ:

"جب انبیاء علیھم السلام کو علمِ غیب نہیں تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسببِ علمِ غیب کی تو خود کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر

نہیں مگر مشابہ کفر ہے...."

(ایضاً ص:203و204،مکاتیب رشیدیہ ص:72)

اسی طرح ایک جگہ پر حضرت مولانا مفتی رشید احمد گنگوہیؒ ایک قول ذکر کرتے ہیں کہ:

"سو اشعار و مدح میں جو نداء خطاب پڑھا جاتا ہے اگر ذات فخرِ عالم کو حاضر و ناظر بالذات کوئی عقیدہ کرے تو وہ مشرک ہوتا ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں بلکہ محض محبت میں کہتا ہے یا بوجہ اس کی کہ اگر ضمن صلوۃ وسلام میں ہے تو ملائک آپ ﷺ تک پہنچا دیں گے اور جو بدون اس کی ہے وقت عرض اِعمال کی پیش ہو جاوے گا تو جائز ہے مگر چوں کہ اس مجمع میں جہّال، سفہاء اور اہلِ بدعت کہ تمام اولیاء تک کی نسبت ان کا عقیدہ عالم بالذات ہونے اور متصرف بالذات ہونے کا ہے موجود ہوتے ہیں تو بصورت نداء خطاب کے ان کے عقائد کا افساد اور ان کی بدعت وشرک کی تائید ہوتی ہے تو درصورتیکہ یہ امر مظنون بلکہ بحکم یقین ہے تو درصورۃِ ثانیہ خطاب شرک نہیں مگر توہم شرک اور سبب فتنہ وفساد کا ہے....الخ۔

(البراہین القاطعہ، ص:27)

(۳)...اسی طرح تقسیمات شیخ الاسلام محدّث دوران مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے بھی" الارشاد فی مسئلۃ الاستمداد" میں مفصلا ومحققاً بحث کی ہے۔

(۴)...اسی طرح ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند مناظرِ وقت فقیہ العصر مولانا حسن چاند پوری رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً نے بھی اس کے متعلق مفصّل ومدلل اور منقح بحث کیا ہے، دیکھئے:

(سبیل السداد فی مسئلۃ الاستمداد" مشمولہ رسائل چاند پوری جلد دوم)

اس تفصیل کو سمجھنے کے بعد اب سمجھیں کہ امداد المشتاق فضائل حج کے واقعات استعانت کی قسم نمبر 7 میں آتا ہے اور فتاوی رشیدیہ کی قسم نمبر 3 میں۔

یہ ممکن ہے کہ اس مرید کو کشف قبور ہوا ہو اور کشف قبور ثابت ہے۔جیسا کہ مفسر ابن کثیرؒ نے ابن عساکرؒ کے حوالہ سے سورۃ الاعراف آیت نمبر 201 کی تفسیر میں حضرت عمر کا واقعہ ذکر کیا ہے کہ: حضرت عمر کے زمانہ میں ایک نوجوان مسجد میں کثرت سے عبادت کرتے تھے،

ایک عورت نے اس نوجوان کو دیکھا اور اس پر عاشق ہوگئی، اس جوان کو اپنی نفس کی خواہش پورا کرنے کے لئے بلایا، اور ہمیشہ اس کو دھوکہ کرنے کی ترکیب کرتے یہاں تک کہ اس جوان کو اپنے گھر لانے کے قریب کر دیا

لیکن اس کے ذھن میں قرآن کریم کی یہ آیت آئی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ:

(ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطان تذکروا فاذا ھم مبصرون) اور بے ہوش ہوگئے، اور جب پھر اس آیت کی تلاوت کی تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے اس جوان کی روح پرواز کرگئی، تو حضرت عمر اس جوان کی تعزیت کے لئے اس کے والد کے پاس تشریف لے گئے، چونکہ اس جوان کو رات کے وقت ہی دفن کر دیا تھا ، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اس جوان کے جنازے میں شرکت نہیں کی تھی ، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس جوان کی قبر پر حاضر ہوئے اور آواز لگائی کہ: ثُمَّ نَادَاهُ عُمَرُ فَقَالَ: يَا فَتَى وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ فأجابه الْفَتَى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ: يَا عُمَرُ قَدْ أَعْطَانِيهِمَا رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ۔"

ترجمہ: عمر رضی اللہ تعالی عنہ اس جوان کے قبر کے پاس آیا اور صاحب قبر (میت) سے مخاطب ہوا کہ: اے جوان ...! جو اللہ تعالیٰ کے مقام سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے لئے دو جنت ہیں، تو (قبر سے اس میت) جوان نے جواب دیا کہ: اے عمرؓ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جنت دیئے۔اس واقعہ کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیں:

"وَقَدْ ذَكَرَ الْحَافِظُ ابْنُ عَسَاكِرَ فِي تَرْجَمَةِ عَمْرِو بْنِ جَامِعٍ مِنْ تَارِيخِهِ أَنَّ شَابًّا كَانَ يَتَعَبَّدُ فِي الْمَسْجِدِ، فَهَوِيَتْهُ امْرَأَةٌ فدعته إلى نفسها، فما زَالَتْ بِهِ حَتَّى كَادَ يَدْخُلُ مَعَهَا الْمَنْزِلَ، فَذَكَرَ هَذِهِ الْآيَةَ إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذا مَسَّهُمْ طائِفٌ مِنَ الشَّيْطانِ تَذَكَّرُوا فَإِذا هُمْ مُبْصِرُونَ فَخَرَّ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ، ثُمَّ أَفَاقَ فَأَعَادَهَا، فَمَاتَ، فَجَاءَ عُمَرُ فَعَزَّى فِيهِ أَبَاهُ، وَكَانَ قَدْ دُفِنَ لَيْلًا فَذَهَبَ فَصَلَّى عَلَى قَبْرِهِ بِمَنْ مَعَهُ، ثُمَّ نَادَاهُ عُمَرُ فَقَالَ: يَا فَتَى وَلِمَنْ

خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّتَانِ فأجابه الْفَتَى مِنْ دَاخِلِ الْقَبْرِ: يَا عُمَرُ قَدْ أَعْطَانِيهِمَا رَبِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِ.

[تفسیر ابن کثیر: 3 / 534]

نوٹ: یہ واقعہ مندرجہ ذیل کتب میں بھی موجود ہے: تاریخ ابن عساکر ۳ / ۴۱۱، مختصر تاریخ دمشق لابن منظور: 19 / 190، روضۃ المحبین لابن القیم: صفحہ: 317۔)

دیکھئے... عمر کا قبر والے سے بات کرنا کشف قبور نہیں ہے...؟ معلوم ہوا کہ اس طرح کی واقعات ثابت ہیں، لیکن ہر وقت ہر کسی کے لئے اور اس کے ساتھ ساتھ ان سے ناجائز مدد طلب کرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ اور کشف قبور: حافظ ابن تیمیہؒ الحنبلی (المتوفیٰ: ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ:

"وَقَدْ انْكَشَفَ لِكَثِيرٍ مِنَ النَّاسِ ذَلِكَ حَتَّى سَمِعُوا صَوْتَ الْمُعَذَّبِينَ فِي قُبُورِهِمْ وَرَأَوْهُمْ بِعُيُونِهِمْ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُورِهِمْ فِي آثَارٍ كَثِيرَةٍ مَعْرُوفَةٍ

(فتاویٰ ابن تیمیہ: 4 / 296)

زیادہ لوگوں پر قبر کے حالات منکشف ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ ان لوگوں کی آوازیں سنتے ہیں جن کو قبر میں عذاب دیا جاتا ہے، اور اس سلسلہ میں بہت سے واقعات موجود اور مشہور ہیں۔

حافظ ابن القیم الحنبلیؒ اور احوالِ قبور:

غیر مقلدین کا ممدوح شیخ الاسلام حافظ ابن القیمؒ (المتوفیٰ: ۷۵۱ھ) حضرت مطرف تابعیؒ کا ایک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے علاقے کے قبرستان تشریف لے گئے:

"فَرَأَى أَهْلَ الْقُبُورِ كُلَّ صَاحِبِ قَبْرٍ جَالِسًا عَلَى قَبْرِهِ، فَقَالُوا: هَذَا

مُطَرِّفٌ يَأْتِي الْجُمُعَةِ قُلْتُ وَتَعْلَمُونَ عِنْدَكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ قَالُوا: نَعَمْ، وَنَعْلَمُ مَا يَقُولُ فِيهِ الطَّيْرُ. قُلْتُ: وَمَا يَقُولُونَ؟ قَالُوا يَقُولُونَ سَلَامٌ سَلَامٌ "(کتاب الروح:ص:22و23،المکتب ※ الحقا ※ پشاور پاکستان)

ترجمہ: آپ نے قبر والے کو دیکھا ک ※ ہر قبر والا اپنی قبر پر بیٹھا ہے سب نے انھیں دیکھ کر ک ※ ا: لوی ※ مطرف ※ یں جو ہر جمعہ کو (ہمارے پاس) آتا ہے تو میں نے ان کو کہا کہ کیا تم ※ یں بھی جمع ※ کے دن خبر ر ※ تی ہے، تو انہوں نے کہا کہ جی ہاں، بلکہ ہم یہ بھی سمجھتے ہیں کہ چڑیاں اس دن کیا کہتے ہیں، تو میں نے کہا کہ وہ کیا کہتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ وہ اس طرح کہتے ہیں کہ: سلام سلام۔

ملاحظہ: غیر مقلدین ابن القیمؒ کو تارک التقلید اور سرخیل اہل حدیث کہتے ہیں۔
(دیکھے مقالات الحدیث، ص:431۔فتاویٰ ثنائیہ مدنیہ:1/ 263)

اور اس کتاب کے متعلق زبیر علیزئی غیر مقلد لکھتے ہیں کہ: "ابن القیم کی ثابت شدہ کتاب الروح...." (توضیح الاحکام:1/ 119)

نیز .ی ※ وال ※ مش ※ ور مفسر ابن کثیرؒ (المتوفی: ۷۷۴ھ) نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کی ہے (دیکھے: سور ※ الروم آیت نمبر ۵۳، ناشر: دار طیبہ ※ للنشر والتوزیع، المحقق: سامي بن محمد سلام ※)

بہر حال امداد المشتاق کا مذکورہ بالا واقعہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس جولاہے کو اس وقت کشف قبور ہوگیا ہو اور ہم چونکہ قبر میں حیات بھی مانتے ہیں اور اکثر سماع کے بھی قائل ہیں تو اس شخص نے بطور توسل اور دعا اپنے پیر سے کہہ دیا ہوگا کہ یہ مشکل ہے۔ پیر صاحب نے اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگی ہوگی اور اللہ نے کرامۃ اس مزار سے اس کرامت کا ظہور کر دیا مگر

عقیدے اور کرامت میں چند فروق:

(۱)... عقیدہ دائمی ہوتی ہے اور کرامت عارضی اور غیر دائمی ہوتی ہے۔

(۲)... عقیدہ اختیاری چیز ہے اور کرامت وکشف ولی کے اختیار میں نہیں ہوتا ہے،

(۳)... کرامت سے شرعی احکام ثابت ن※ ین ہوتے جبک※ عقید※ تو احکام کا منبع ہے

(۴)... کرامت کسی اور پر حجت ن※ ین ہوتی جبک※ عقید※ سب کیل※ یکساں ہے۔

(۵)... کرامت ایک ظنی چیز سے بھی ثابت ہوجاتی ہے جبک※ عقید※ کیل※ مضبوط دلیل درکار ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

اب بریلوی حضرات کو ہم مشرک اس لئے کہتے ہیں کہ وہ قبر والے کو مستقل بطعا قادر مانتا ہے اور مافوق الاسباب اس مردے ہی سے مانگتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ مجھے ملا اس مردے کے اختیار سے ملا اور یہ اس پر قادر تھا اس کو بطور عقیدہ اپناتا ہے یہ شرک ہے۔

جبکہ علمائے احناف دیوبند اہل قبور سے بطور توسل استعانت کے قائل ہیں وہ اہل قبور کو مافوق الاسباب میں قادر بھی نہیں مانتے اور اگر توسل کی صورت میں ایسا کچھ ظاہر ہوا تو اسے کرامت مانتے ہیں اور کرامت و معجزہ درحقیقت اللہ ہی کا فعل ہے گویا اس صورت میں اہل قبر نے کوئی مدد نہیں کی بلکہ مدد اللہ ہی نے کی یہ گویا واسطہ بن گیا۔

تو علماء احناف جس نظری※ کی تردید کرتے ہے وہ عقیدۃً اور دائماً تسلیم کرنے والے نظری※ کی تردید※ ے، اور اس عقیدہ کی تردید کرامت (عارضی اور خرق عادت) کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

معتراض کے سوالات کے جوابات:

سوال نمبر ۱: جناب اشرفعلی تھانوی صاحب نے یہ جو کچھ لکھا ہے کہ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ حق، سچ، ایمان ہے یا کفر، شرک، بدعت ہے

جواب: حق سچ ہے۔ الحمد للہ۔

سوال نمبر ۲: اور سوال یہ ہے کہ قبر والے سے یہ کہنا کہ بہت پریشان ہوں اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمائیے یہ ماتحت الاسباب ہے یا مافوق الاسباب اگر ماتحت

الاسباب ہے تو کوئی اور بھی مانگ سکتا ہے یا صرف دیوبندیوں کو اس کی اجازت ہے اور اگر مافوق الاسباب ہے تو شرک ہوا یا نہیں؟

جواب: یہ سب ماتحت الاسباب ہیں اس لئے کہ روٹی تو باپ، بھائی، سیٹھ، بھی دے دیتا ہے۔ رزق اسباب سے مربوط ہے۔ کوئی اور سے مراد اگر عوام کالانعام خصوصا بریلوی ہوں تو بالکل بھی نہیں مانگ سکتے کیونکہ وہ جب مانگے گیں تو اس عقیدے سے مانگے گے کہ یہ ولی مافوق الاسباب ہر طرح کا قادر مختار ہے اس لئے اس سے مانگو جو کہ صریح شرک ہے۔

تمام عبارات کا جواب ہوگیا

اب رضاخانی نے جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ملا علی قاری، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی جتنی عبارات پیش کی اور کئی صفحات سیاہ کئے ان سب کا جواب بھی ہوگیا کہ ان عبارات میں جائز استعانت کا ذکر ہے جس کے ہم منکر نہیں۔

کرامات سے استدلال

صفحہ 374 پر جو "جمال الاولیاء" کا جو واقعہ پیش کیا اس کا تعلق بھی اس جائز استعانت سے ہے اور یا پھر "یاساریۃ الجبل" والی کرامت کے قبیل سے ہے۔ صفحہ 375 پر جو آنگوٹ کا حوالہ پیش کیا اس کا تعلق کرامت سے ہے صفحہ 377 پر جو حوالہ پیش کیا تو جاہل انسان اس کتاب کا نام ہی "کرامات امدادیہ" ہے تو ہمارے نزدیک یہ تمام امور "کرامات" کی قبیل سے ہیں جس میں سرے سے ولی کو کوئی اختیار و قدرت ہوتا ہی نہیں۔ فعل قدرت سب اللہ کی ہوتی ہے ولی جیسے بارش برسنے میں بادل واسطہ ایسے واسطہ بنتا ہے تفصیل علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کی کتاب "کیا معجزہ و کرامت انبیاء و اولیاء کے اختیار میں ہے؟" ملاحظہ فرمائیں۔

باقی "تقاریر فاروقی"، کتاب کا جو حوالہ پیش کیا تو اول تو ہمارے نزدیک وہ معتبر نہیں ثانیا معتبر بھی ہوں تو اس میں رضاخانیوں کا رد ہے کیونکہ رضاخانی ان امور پر معاذ اللہ اولیاء اللہ

کو قادر مانتے ہیں لہٰذا واقعی مشرک بے ایمان پلید ہیں۔اور دیوبندی ان امور کو اللہ کی قدرت کا ظہور و فعل مانتے ہیں لہٰذا ''رضاخانی مذہب'' والے نے جو فتوے رضاخانیوں پر لگائے ہم اس سے سو فیصد متفق ہیں۔فتاوی فیض ملت کا حوالہ آجائے گا کہ نیت بدلنے سے حکم بدل جاتا ہے ما قبل میں کہیں میثم رضاخانی کا حوالہ گزر چکا کہ کریمنل ریکارڈ کی وجہ سے حکم بدل جائے گا چونکہ رضاخانیوں کا کریمنل ریکارڈ شرک و بدعت موجود ہے لہٰذا ان پر شرک کے فتوے ہی لگیں گے لیکن علمائے دیوبند پر نہیں۔

یاشیخ عبد القادر شیئاً للہ کی بے جا تاویلات

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

مساله: آن چه جهال می گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ لله یا خواجه شمس الدین پانی پتی شیالله جائز نیست شرک وکفر است و اگر الهی به حرمت خواجه شمس الدین پانی پتی حاجات من رواکن گوید مضائقه ندارد

حق تعالی می فرماید:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ

(اعراف، ۱۹۴)

یعنی ازکسائی که شما دعا می خواهید سوای خدا نها بندگان مانند شما آنها را چه قدر است که حاجت کسی بر آرند؟

و اگر کسی گوید که این در حق کفار است که بتان را یاد می کردند گفت شود که لفظ دون عام است و لفظ معتبر است نه خصوص محل۔

(ارشاد الطالبین، ص 46، 48 طبع ایران، ص 29 طبع لاہور)

یعنی یہ جو جاہل کہتے ہیں کہ یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ للہ (یعنی مشکل وقت میں غوث کو پکارتے ہیں کہ میری مدد کیجئے۔ساجد) یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیاللہ جائز نہیں یہ شرک و کفر

ہے ۔ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خواجہ شمس الدین پانی پتی کے وسیلے سے میری حاجات کو یاالٰہی پورا کردے تو اس میں مضائقہ نہیں ۔

اللہ تعالی فرماتا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح ہی بندگان خدا ہیں ان کو بھلا کیا قدرت ہے کہ وہ کسی کی حاجت روائی کرسکیں ۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ کافر انہیں پکارتے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں من دون اللہ کا لفظ عام ہے (اس میں ہر ایک داخل ہے اور قرآن میں اعتبار)عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص محل کا (یعنی آیت تو کسی خاص موقع یا خاص لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی ہے لیکن اس کے حکم میں تاقیامت تک کہ لوگ شامل ہوتے ہیں الا یہ کہ اس کی تخصیص پر کوئی قرینہ ہو)۔

رضا خانی فقیہ الہند شاہ مسعود محدث دہلوی فتوی دیتے ہیں:

''واضح ہو کہ یارسول اللہ کہنا وقت سونے اور نشست اور ہر کار وغیرہ کے وقت ممنوع ہے اور بہ نیت حاضر و ناظر کہنا موجب شرک کا ہے کہ یہ ہر دو صفت بالذات خاص واسطے خدا کے ہیں''۔(فتاوی مسعودی، ص 529)

جب حاضر و ناظر کی نیت سے یارسول اللہ پکارنا شرک ہے تو یا غوث تو شرک اکبر ہوگا۔

مولانا احمد حسن صاحب کانپوری لکھتے ہیں:

''میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ جو شخص حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کو حاضر و ناظر یا عالم الغیب یا حاجت روائے مطلق سمجھ کر اس کو پڑھے تو یہ پڑھنا شرک وکفر ہے''۔

(فتوی جواز یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئا للہ، ص 7، انجمن نعمانیہ لاہور)

جواب: موصوف کہتے ہیں کہ یہ ہمارے خلاف نہیں (ملخصا) جب تمہارے خلاف نہیں تو سیفیوں نے اس میں تحریف کیوں کی؟ تحریف کرنا ہی تمہارے اصول پر شکست کی علامت ہے۔

موصوف نے اس کا رد میں پہلے باقیات فتاوی رشیدیہ ص 61 کا فتوی یوں پیش کیا:

''اس کا (یا شیخ عبد القادر جیلانی شیا اللہ کاازناقل) کا پڑھنا شرک اس وقت ہے کہ شیخ کو عالم غیب ومتصرف مستقل جانے اور جواس لفظ میں برکت اوراثر جان کر پڑھے تو بعض مشایخ قادریہ کا معمول ہے ایسے پڑھنے پر نہ تکفیر ہوسکے گی نہ تفسیق ، اگر چہ ایسے وظیفہ کا پڑھنااولی بھی نہیں ہے اورکسی مسلمان پرگمان کفراورشرک وفسق کا کرنا جب تک تاویل اس کےقول کی حسن ہوسکے درست نہیں ،اورجب تک وہ اقرار کچھ نہ کرے تاویل کرکے مسلمان بنادے اورجوتاویل اچھی بیان کرے تو پھراس پر گمان بد کرنا خود معصیت ان بعض الظن اثم ترجمہ مقرر بعضی تہمت گناہ ہے ۔لہذاایسے شخص کی امامت بھی درست ہے اور پہلی صلوۃ بھی درست ہےاور باہم اتفاق واجب ہے''۔(باقیات فتاوی رشیدیہ،ص 61)

وہابی گنگوہی نے ہی احمدی مولوی ساجد خان کا منہ کالا کر دیااور یہ فتوی صادرکیا کہ اگر کوئی پیرصاحب کوعالم غیب ومتصرف ذاتی سمجھ کر یہ وظیفہ کرے تو شرک ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 385)

منہ علامہ صاحب کا نہیں ان کا منہ توالحمدللہ ہمیشہ ہی روشن ہے ۔البتہ کالے حضرت کی عادت سئیہ یعنی دجل وفریب کرکے تونے احمدرضاخان کا منہ ضرور کالابلکہ اشدسیاہ کر دیا۔ جو عبارت تونے پیش کی اس میں بھی تیرے مطلب کا کچھ نہیں کیونکہ اس میں صاف لکھا ہے کہ عالم غیب اور مستقل مانے گا تو مشرک ہوگااوررضاخانی غیراللہ کو عالم غیب اور مستقل مان کر ہی پکارتے ہیں بلکہ الہ بلکہ صریح طور پراللہ مان کر پکارتے ہیں ۔گزرچکا کہ رضاخانی کے نزدیک ''مافوق الاسباب'' پکارنا جائز ہے معاذاللہ اور ہمارے نزیک مستقل متصرف اور عالم غیب مافوق الاسباب ہی ہیں لہذاباقیات فتاوی رشیدیہ کی رو سے رضاخانی کا منہ ہی کالاہوا۔

پیرنصیر کے بقول عوام وخواص کے عقائد بریلویہ شرکیہ ہیں تو شرکیہ تب ہی ہوں گے جب عالم غیب اور مستقل مان کر پکارے ۔ رضاخانی کا دجل وفریب ملاحظہ ہوفتوے میں ''مستقل'' کالفظ تھا جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ نے کلی امورکااختیاران کو دے دیا جیسے میں اس وقت لکھنے میں ہاتھ ہلانے میں مستقل ہوں مگر یہ حرکت باوجود مستقل ہونے کی

میری ذاتی نہیں یعنی مستقل و ذاتی کا ایک دوسرے کے مترادف ہونا ضروری نہیں مگر رضاخانی مستقل کا معنی ذاتی کر کے دجل وفریب اختیار کر رہا ہے۔

پھر اس سے اگلا فتوی فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس سے واضح ہے جسے اس مکار نے نقل نہ کیا جو کچھ یوں ہے:

''یا شیخ عبد القادر جیلانی شیاللہ کو اسم اعظم کہنا بالکل غلط ہے اس اعظم حق تعالی کا نام ہوتا ہے اس کے وظیفے کرنے اور پڑھنے کو خود علما نے منع فرمایا ہے چنانچہ درمختار میں ہے:

كذا قول شيا لله قيل بكفره اسی طرح شیا للہ پڑھنا بعض علما نے اس پڑھنے والے کے کفر کا خیال ظاہر کیا ہے۔

کیونکہ اس کے بعض معنی موجب کفر ہیں اور بعض وجہ سے جو معنی درست ہوتے ہیں اس معنی کو بھی اگر حضرت شیخ کو حاضر و ناظر عالم الغیب متصرف نافع وضار جان کر کہے گا تو موجب کفر ہوگا چنانچہ البحر الرائق میں مذکور ہے

منها لوظن ان الميت يتصرف فی الامور دون الله تعالی و اعتقاده ذالك كفر

ترجمہ: بعض وجوہ باطلہ میں سے یہ ہے کہ جو شخص (غیر خدا کی نذرومنت مانتا ہے) یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ میت امور میں متصرف ہے سوائے حق تعالی کے یہ عقیدہ اس کا کفر ہے۔

اور جو بدون کسی عقیدہ کے کہے گا تو بھی مشابہت اہل بدعت سے ہوگی اور کلام لغو ہوگا۔ پس ایسے کلمات کا وظیفہ کرنا ممنوع ہے اور ہر تقدیر پر یہ وظیفہ ناجائز ہے''۔

(باقیات فتاوی رشیدیہ، ص 62،61)

ملاحظہ ہو ہر حال میں یہ وظیفہ ناجائز ہے اگر نافع، ضار، متصرف، حاضر و ناظر سمجھ کر کرتا ہے تو کافر ہے۔ اور رضاخانی یہی کچھ عقیدہ رکھ کر کرتے ہیں ورنہ ہم چیلنج کرتے ہیں کہ نمرود وقت احمد رضا خان کے فتاوی رضویہ سے ثبوت دے کہ شیخ نافع ضار متصرف فی الامور نہیں۔

ہاں ایک صورت ہے کہ بدون اس عقیدہ کے پڑھے اسے علامہ نقشبندی صاحب نے

بھی شرک نہیں کہا اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے حوالے سے بھی اسے درست کہا لیکن اس صورت میں رضاخانی قطعاً نہیں پڑھتے۔

پھر اگلا فتوی مزید تفصیلی ہے

جواب: از مولانا صاحب مدظلہ: اس کلام کا پڑھنا اور اسم اعظم سمجھا بالکل غلط ہے، اسم اعظم حق تعالی کے نام کو کہتے ہیں اور شیئاً للہ کو علما نے خود منع کیا ہے فی الدر المختار: کذا قول شیئا اللہ قیل بکفرہ انتھی.

اقول: اس کلام کا پڑھنا کسی وجہ سے جائز نہیں، اگر شیخ قدس سرہ کو عالم غیب متصرف مستقل جان کر کہتا ہے، تو خود شرک محض ہے۔ لقولہ تعالی:

وَعِندَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هو اور اس کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی، کہ ان کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا۔ (ترجمہ شیخ الہند) (سورۃ انعام آیت ۵۹)

دیگر نصوص فقہیات قال فی البزازیة وغیرها من الفتاوی: من قال إن أرواح المشائخ حاضرة تعلم کفر! ومن ظن ان المیت یتصرف دون اللہ واعتقادہ ذلك کفر کذا فی البحر الرائق انتھی

بزازیہ وغیرہ کتب فتاوی میں لکھا ہے: جس نے کہا کہ مشائخ کی روحیں (ہر جگہ) حاضر ہیں، یہ جہالت اور کفر ہے، اور جس نے یہ خیال کیا کہ مردے بدون اذن الہی بالاستقلال (دنیا کے معاملات میں) تصرف کرتے ہیں (اور دخل رکھتے ہیں) اور اس کا اعتقاد رکھا۔ یہ بھی کفر ہے۔

اور جو یہ عقیدہ نہیں تو بھی ناجائز ہے، کیونکہ اس صورت میں گو یائے ندا شرک نہ ہو مگر مشابہ بہ شرک ہے، اور جو لفظ موہم معنی شرکیہ کا ہو، اس کا بولنا بھی ناروا ہے۔ لقولہ تعالیٰ:

لَا تَقُولُوا رَاعِنَا، وَقُولُوا انظُرْنَا (البقرہ-104) ترجمہ: تم نہ کہو راعنا، اور کہو انظرنا (ترجمہ شیخ الہند) ولقولہ علیہ السلام:

لا تقولوا ما شاء اللہ وشاء فلان ولکن قولوا ما شاء اللہ ثم شاء

فلان: ترجمہ ※: یہ نہ ہو کہ جو کچھ اللہ تعالی چاہیں اور فلاں چاہے، بلکہ کہو اللہ تعالی چاہیں، پھر فلاں چاہے۔

اور حالانکہ صحابہ کی ہی میں کوئی معنی قبیح نہ تھے مگر یہ سب مشابہت اور توہم معنی قبیح کے یہ الفاظ ممنوع ہو گئے پھر عوام اس درجہ شرک اور گناہ میں مبتلا ہوتے ہیں، کہ جب خواص اصلاح معنی کے ساتھ اس کاورد کریں گے عوام بھی اس کو جائز جان کر بلاتمیز درمیان صحیح وقبیح پڑھیں گے، اور خراب ہوں گے، اور جس سے عوام کو غوایت گم راہی ہو وہ عمل خواص کو بھی درست نہیں فی عالمگیری ※:

لأن الجهال يعتقدونها سنة أو واجبة ، و كل مباح يؤدي اليه فمكروه انتهى کیوں کہ جاہل لوگ اس کو سنت اور واجب سمجھ لیں گے اور ہر وہ مباح چیز جس کو سنت یا واجب سمجھا جائے وہ مکروہ ہے۔ مع ہذا، خود تفسیر عزیزی میں درمیان وجوہ شرک کے مذکور ہے:

ازآن جمل ※ کسانیک ※ ذکر دیگرآن را بلفظ اتعالی مسری کنندوا زان جمل ※ اندکسانیک ※ در دفع بلادیگران رامی خوانند، وہم چنین در تحصیل منافع ب ※ دیگران رجوع می نمایند، بالاستقلال زان ک ※ توسل بآن دیگران نمایید ترجمہ ※: شرک میں وہ لوگ بھی شامل ہیں، جو انسانوں وغیرہ کے مرتبہ کو حق تعالی کے برابر کرتے ہیں، اور ان ہی میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو بلاؤں مصیبتوں کے دور کرنے کے لئے اللہ تعالی کے علاوہ) کسی اور کو یاد کرتے اور پکارتے ہیں، اور اسی طرح وہ بھی اسی میں شامل ہیں، جو اپنے فائدوں اور ضرورتوں کے لئے (حق تعالی کے علاوہ) اوروں سے براہ راست رجوع کرتے ہیں، بغیر اس کے کہ کسی اور سے ان کے ذریعہ سے وسیلہ حاصل کرلیں۔

اور پھر ظاہر ہے کہ دعوت اس کلام کی داخل ہر دو قسم میں ہے، کیونکہ غرض اس سے دفع بلا وجلب منافع ہے، یا مثل ذکر اللہ کے اس سے تحصیل برکات وتقرب مقصود ہے، یا بوجہ ترک کے اس کو تکرار کرتے ہیں۔ ہاں کسی کے توسل سے دعاء کرنی درست ہے **مگر یہ صورت توسل**

کی ہرگز نہیں، بلکہ دعاء واستعانت ہے۔ مجیب صاحب کو شبہ واقع ہوا کہ دعا کو توسل سمجھے گئے۔ توسل کی صورت یہ ہے کہ کہے:

یا اللہ بجاہ شیخ عبد القادر جیلانی) شیئًا، **نہ یہ کہ خود ان سے طلب کرے بصیغہ دعاء یَاشَیْخُ أَعْطِنِي شَیْئًا یہ توسل کس طرح ہوسکتا ہے!! مع ہذا لفظ** شیئا اللہ **کا موہم معنی شرک کو ہے کیوں کہ اس کے معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں، کہ کچھ حق تعالیٰ کو دو، اس واسطے کہ لفظ لام معطی یہ پر آتا ہے تو یہ معنی تو اشد شرک ہوئے۔** دوسرے یہ معنی ہیں کہ شیخ مجھ کو دو، کچھ بوجہ اللہ تعالیٰ کے، تو اس معنی میں اگر مستقل شیخ کو جانتا ہے تو بھی شرک ہوا اور جو باذن اللہ معطی سمجھتا ہے، تو اس کی توجیہ وہ ہے، جو تفسیر عزیزی سے مجیب نے نقل کی ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اولیاء کو حق تعالیٰ نے آلہ تکمیل وارشاد خلق بنایا ہے، کہ اس کے ذریعہ سے باذن اللہ مطالب خلق برآمد اور حل مشکلات خود خلق بذریعہ ان کے حق تعالی سے چاہتے ہیں، نہ یہ کہ اولیاء خود متصرف مستقل بن جاتے ہیں۔ شاہ صاحب نے خود آلہ جارح کا سے اس وھم شرک کو دفع کر دیا ہے، اور ظاہر ہے کہ جب وہ آلہ ٹھہرے، تو اگر چہ بظاہر حاجت روائی بذریعہ آلہ ہوتی ہے اگر خود آلہ سے دعا و استعانت طلب کرنا شرک ہے۔ پس ایسی صورت میں متصرف حقیقی کو چھوڑ کر، آلہ سے طلب کرنا بھی، خالی از مشابہت شرک نہیں۔ ندا دعا کرنا دوسری شے ہے کہ منادی کے علم وتصرف کو چاہتا ہے اور ذریعہ ہونا اور امر ہے کہ ذریعہ کا واسطہ اور مقبول ہونا بدرگاہ فیاض اس سے مستفاد ہوتا ہے شان بینھما۔

مثلا نور بواسطہ شمس کے آتا ہے، مگر طلب نور کی شمس سے شرک ہے، ندا کسی کو کرنا مبنی بر علم وتصرف منادیٰ کے ہے اور بس۔ پس عبارت (تفسیر) عزیزی سے جواز ندا کا کیوں کر مفہوم ہوا؟ بڑا تعجب ہے۔ اگر گاہے اولیاء کو خبر بطور کشف باذن اللہ تعالیٰ ہو جاوے، اس سے بروقت یا استقلالا علم وتصرف کا ہونا، کہاں سے لازم آتا ہے۔ پس ایسی دعوت بہر حال یا شرک جلی ہے یا خفی یا لغو مشاب ✻ بشرک ہو کر حرام وناجائز ہووے گی کسی وجہ سے جواز کا شائبہ اس میں نہیں ہوسکتا۔

اب استدلالات مجیب کا حال سنو! کہ جو اس کلام کو بطور توسل جائز فرماتے ہیں، حالانکہ اس صورت میں کوئی توسل کی صورت نہیں کمامر۔ اور شاہ ولی اللہ نے طریقہ بعض جیلانیہ کا بیان کیا ہے، اس سے اجازت ومشروعیت کا فہم غلط ہے اور تحکم ہے اور شاہ عبدالعزیز کی عبارت کا مطلب خود واضح ہوگیا، کہ وہ ندا کو ہرگز جائز نہیں فرماتے، بلکہ شرک لکھتے ہیں، اور جو وہ فرماتے ہیں اس سے جواز نداوطلب ہرگز مستفاد نہیں ہوسکتا! علی ہذا تفسیر مظہری کا مطلب ہے نداواستعانت اولیاء سے نہ حیات میں روا ہے نہ بعد موت۔

اور خیریہ اسے جو نقل کیا ہے اول تو اس کی عبارت معلوم نہیں کہ کیا ہے، جب تک سابق ولاحق کا حال معلوم نہ ہو اس پر حکم نہیں ہوسکتا۔ سلمنا! اگر اس کی یہی مراد ہے جو مجیب نقل کرتے ہیں تو وہ فتوی ان کا مردود ہے اور یہ نصوص قطعیہ وروایات فقہا معتبر ہیں، کہ سابق میں لکھی گئی ہیں کہ نداغیر اللہ کو بہر حال ناجائز ہے اور شئیاللہ کے معنی موہم شرک ہیں، اگر چہ نیت داعی کے صحیح معنی کے موافق ہو، تاہم درست نہیں، یہ وجہ حرمت کلام کی ہے، اگر چہ موجب حرمت کا خیریہ کو علم نہ ہوا مگر نصوص وروایات سے ہم ثابت کر چکے ہیں۔ پس جو فتوی خلاف نصوص وروایات صحیحہ کا ہووے گا وہ قطعا مردود ہووے گا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

المجیب رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(باقیات فتاوی رشیدیہ، ص 65 تا 67)

یہ اصل تفصیلی موقف وفتوی ہے فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جس نے رضاخانیت کا بھرکس نکال دیا ہے۔ اب رضاخانی ہی کی زبانی رضاخانی مرزائی نے:

”دجل وفریب سے یہاں کام لیا ہے وہ ہر سمجھ دار شخص جانتا ہے اس جاہل نے علمائے اہلسنت کا عقیدہ بیان کرنے کے بجائے چ چند مبہم قسم کی عبارات۔۔۔۔ اپنے۔۔۔ اکابرین سے عیاری مکاری اور دھوکہ بازی میں سبقت لے جانے کی کوشش کی ہے“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 286)

اور بقول رضاخانی ''خارشی کیڑا کاٹتا ہے''۔(ایضاص 290) تو اس یہودی مرزائی کو بھی خارشی بدعتی کیڑا کاٹتا ہے جس کی وجہ سے علمائے اہلسنت کااصل موقف چھپاتا ہے۔اور بقول رضاخانی کے(رضاخانی کی):

''عیاری ومکاری اس کے قلم سے ثابت ہوگئی''

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 386)

رضاخانی کا یہ کہنا کہ قاضی صاحب کی اس عبارت کا ہمارے عقیدہ سے دور کا بھی تعلق نہیں مکاری ہے کیونکہ قاضی صاحب کی عبارت کا مطلب یہی ہے کہ شیخ کو حاضر و ناظر، عالم غیب، نافع وضار جان کر پکارنا شرک ہے اور رضاخانی یہی کرتے ہیں۔

اس کے بعد موصوف نے علامہ شاہ سید انورشاہ کاشمیری کی املائی کتاب سے عبارت پیش کی کہ:

''واعلم ان الوظيفة المعهودة ياشيخ عبد القادر ياجيلانی شیئاللہ ان حملناها على الجواز فلا ريب انه لا اجر فيها اصلا۔۔۔

(فیض الباری علی صحیح البخاری، ج3،ص 38)

انورشاہ کو بھی اس وظیفے میں جواز نظر آگیا پر بقول وہابی اسمعیلی ساجد خان قاضی صاحب صرف کفر ہی نظر آیا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص 386)

یہ بھی رضاخانی کا موروثی و آبائی دجل وفریب ہے کہ علامہ نقشبندی صاحب کو اس وظیفہ میں صرف کفر نظر آتا ہے اس رضاخانی کو یہ عبارت نظر کیوں نہیں آرہی:

''ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خواجہ شمس الدین پانی پتی کے وسیلے سے میری حاجات کو یاالٰہی پورا کردے تو اس میں مضائقہ نہیں''۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص 35)

لیکن جس مذہب رضاخانیت میں جھوٹ بولنا عبادت ہو اسے جھوٹ بولنے پر ہم کیسے

ملامت کریں؟

شاہ صاحب نے کہیں بھی اس وظیفہ میں جواز کو تلاش نہیں کیا اگر کیا بھی تو ہمارے خلاف نہیں ہم مانتے ہیں کہ اگر حاضر و ناظر علم غیب مختار کل سمجھے بغیر پڑھا جائے تو شرک و کفر نہیں مگر فضول کام ہے ہاں اگر ان شرکیہ عقائد کے ساتھ پڑھا جائے تو ضرور کفر ہے جیسا کہ رضاخانی پڑھتے ہیں۔

شاہ صاحب کی عبارت میں بالفرض والمحال ''ان'' شرطیہ کے ساتھ قول ذکر کیا گیا ہے اور شرط میں حکم متحقق نہیں ہوتا میں کہوں ''اگر ہم احمد رضا خان کو مسلمان ہونے پر محمول کرلیں'' تو کیا ہم نے خان صاحب بریلوی کو مسلمان مان لیا؟ مثلاً میں کہو کہ:

''فرض کرو کہ ہم ابو حامد رضوی مرزائی کو حرام کی ااولاد تصور کرلیں'' تو اب بتاو شاہ صاحب کی عبارت کی طرح ہماری عبارت میں بھی ''اگر!!!ان!!!'' ہے تو کیا ابو حامد رضوی خود کو اب حرام کی اولاد تسلیم کرے گا؟ پتہ نہیں کیوں رضاخانیوں کو یہ سمجھ نہیں آتی کہ محض واٹس ایپ گروپ میں کسی حوالے کا آجانا کسی بکواس کو ثابت نہیں کرتا۔

اس کے بعد رضاخانی نے حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کیا:

''صحیح العقیدہ سلیم الفہم کیلئے جواز کی گنجائش ہوسکتی ہے تاویل مناسب کر کے اور سقیم الفہم کیلئے بوجہ مفاسد اعتقادیہ وعملیہ کے اجازت نہیں دی جاتی۔(امداد الفتاوی، ج5،ص 367 دارالعلوم کراچی)

بحمد للہ اہل سنت کا صحیح العقیدہ سنی ہونا وہابیہ اسمعیلیہ کے گھر سے ثابت ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول،ص 387)

حکیم الامتؒ کی یہ عبارت ہمیں مطلوبہ صفحہ پر نہیں ملی خدا جانے رضاخانی نے کس رسالہ سے سرقہ کر کے نقل کردی۔ بہرحال حضرت تھانویؒ کی یہ بات بالکل درست ہے کہ بالفرض ایسی چیزیں کوئی صحیح العقیدہ دیوبندی کرے تو جواز کی صورت تاویل کے قاعدہ سے نکل سکتی ہے لیکن چونکہ رضاخانی مشرک ہیں لہذا ان کیلئے کسی صورت جواز نہیں۔ باقی رضاخانی کا یہ کہنا

کہ رضاخانیوں کا سنی العقیدہ ہونا دیوبندی کی کتب سے ثابت ہو چکا ہے یہ میرے بالکل اس دعوے جیسا ہے:

”مرزا غلام احمد قادیانی کا حافظ قرآن، اعلی حضرت فاضل بریلوی، عالم باعمل، مجدد مائۃ حاضرہ، صدرالافاضل، مظہر اعلی حضرت، مومن، مسلمان عطاری قادری ہونا ابو حامد رضوی مرزائی کی کتاب حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی سے ثابت ہو چکا ہے“۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی!!!

من دون اللہ پر رضا خانی کی عجیب بے شرمی

رضاخانی لکھتا ہے:

”وہابی اسمٰعیلی ساجد خان اوراق سیاہ کرنے کیلئے حوالے نقل کر دیتا ہے لیکن اسکو اپنے ہی گھر کی کتابوں یا اس مسئلہ کا موقف کا علم نہیں ہوتا اس جاہل نے قاضی صاحب کی عبارت تو نقل کر دی پر اپنے وہابی اسمٰعیلی علماء کی کتب دیکھنے یا پڑھنے کی زحمت گوارہ نہ کی اس نے قاضی صاحب کے حوالے سے لکھا کہ قاضی صاحب من دون اللہ سے تعمیم مراد لیتے ہیں قطع نظر اس سے کہ قاضی صاحب کیا مراد لیتے ہیں“

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ،ص 387)

عجیب بے غیرتی ہے علامہ صاحب کی عبارت یوں ہے:

مساله: آن چهه جهال می گویند یا شیخ عبد القادر جیلانی شیأ لله یا خواجه شمس الدین پانی پتی شیالله جائز نیست شرک و کفر است و اگر الهی به حرمت خواجه شمس الدین پانی پتی حاجات من رواکن گوید مضائقه ندارد

حق تعالی می فرماید:

إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ

(اعراف، 194)

یعنی ازکسائی که شمادعا می خواهید سوای خدانها بندگان مانند شما آنهارا چه قدر است که حاجت کسی بر آرند؟

و اگر کسی گوید که این در حق کفار است که بتان را یاد می کردند گفت شود که لفظ دون عام است و لفظ معتبر است نه خصوص محل۔

(ارشاد الطالبین، ص 47، 48 بع ایران، ص 29 طبع لاهور)

یعنی یہ جو جاہل کہتے ہیں کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیأ للہ یا خواجہ شمس الدین پانی پتی شیأاللہ جائز نہیں یہ شرک و کفر ہے۔ ہاں اگر یہ کہا جائے کہ خواجہ شمس الدین پانی پتی کے وسیلے سے میری حاجات کو یاالٰہی پورا کردے تو اس میں مضائقہ نہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح ہی بندگان خدا ہیں ان کو بھلا کیا قدرت ہے کہ وہ کسی کی حاجت روائی کرسکیں۔

اگر کوئی یہ کہے کہ یہ آیت تو بتوں کے بارے میں نازل ہوئی کہ کافر انہیں پکارتے تو جواب یہ ہے کہ آیت میں من دون اللہ کا لفظ عام ہے (اس میں ہر ایک داخل ہے اور قرآن میں اعتبار) عموم الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خصوص محل کا (یعنی آیت تو کسی خاص موقع یا خاص لوگوں کے بارے میں نازل ہوتی ہے لیکن اس کے حکم میں تاقیامت تک کہ لوگ شامل ہوتے ہیں الا یہ کہ اس کی تخصیص پر کوئی قرینہ ہو)

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 34،35)

یہاں علامہ صاحب نے ایک لفظ اپنی طرف سے نہیں لکھا جو کچھ ہے قاضی صاحب کا قول ہے من دون اللہ سے عموم قاضی صاحب لے رہے ہیں تو اگر تجھے بکواس کرنی ہی ہے تو قاضی صاحب پر کر۔ آگے صفحہ 388 تا 391 مولانا محمود عالم صفدر، مولانا عبدالجبار سلفی صاحب مولانا طارق جمیل صاحب کی عبارات پیش کی جو ہمارے لئے حجت نہیں نہ یہ ہمارے اکابر ہیں صفحہ 390 پر حضرت علامہ مولانا امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جو عبارت پیش

کی رضاخانی اصول پر وہ بھی ہمارے لئے حجت نہیں لیکن اگر انہوں نے کسی آیت کے متعلق یہ کہ دیا کہ یہ آیت بتوں کے متعلق ہے تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوگیا کہ ''من دون اللہ'' میں عموم نہیں تجھ میں غیرت ہے تو ایسا حوالہ پیش کر جس میں ہو کہ کہیں بھی قرآن وسنت میں ''من دون اللہ'' سے انبیاء و اولیاء مراد نہیں لئے جاسکتے محض اپنے کسی مولوی کی کتاب سے حوالے سرقہ کر دینا کافی نہیں الو کے پٹھے غور کیا کر کہ بک کیا رہا ہے اور پیش کیا رہا ہے۔

لے اب اپنے ہی گھر کے چند حوالے لے کہ من دون اللہ میں عموم ہے کہ نہیں۔

من دون اللہ اور رضاخانی پنڈت

(1) پیر نصیر الدین گولڑوی قرآن کی آیت انکم و ما تعبدون من دون اللہ نقل کر کے من دون اللہ کا معنی لکھتے ہیں:

''اس تفصیلی جائزے سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ اللہ کے سوا کسی بھی مخلوق کی عبادت قطعی حرام ہے، گویا انسان اور اصنام کے درمیان عبادت کی حرمت قدر مشترک ٹھری پس یہ کہنا کہ اصنام کے بارے میں نازل شدہ آیات کو انسانوں پر منطبق کرنا درست نہیں غلط ٹھرا''۔(اعانت و استعانت کی شرعی حیثیت، ص 6)

لیجئے ان جیسی آیات اور من دون اللہ کو صرف بتوں تک محدود کرنا جیسا کہ ابو حامد رضاخانی مرزائی قارونی یہودی نے کیا اس پر خود اس کے پیر خانے نے اس کا منہ کالا کر دیا۔ یہ بے شرم طعنہ دوسروں کو دیتا ہے کہ اپنے مسلک کی کتب نہیں پڑھتے لیکن حرام ہو کہ اس خبیث نے اپنے گھر کا گند کبھی دیکھا ہو۔

(2) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا (بنی اسرائیل، آیت 56)

میں من دونہ ای من دون اللہ کی تفسیر میں نعیم الدین مراد آبادی لکھتا ہے:

''جیسے کہ حضرت عیسیٰ اور عزیر۔(خزائن العرفان، ص 344)

(3) رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر مولانا غلام رسول سعیدی اس آیت میں من

دونہ میں عموم مانتے ہوئے لکھتا ہے:

’’’اس آیت سے مقصود مشرکین کارد ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم خود اس لائق نہیں کہ اللہ کی عبادت کریں بلکہ عبادت کے لائق تو مقربین ہیں یعنی اللہ کے فرشتے پھرانہوں نے فرشتوں کے فرضی مجسمے بنارکھے تھے اوراس تاویل سے بتوں کی عبادت کرتے تھے،بعض مفسرین نے کہاوہ حضرت عیسیٰ اورحضرت عزیرکی عبادت کرتے تھے اوران کی عبادت کے درمیں یہ آیت نازل ہوئی کہ جن کی تم عبادت کرتے ہووہ تم سے کسی ضررکو دورکرسکتے ہیں اورنہ تم کوکوئی نفع پہنچاسکتے ہیں‘‘(تبیان القرآن ج6،ص745)

(4) پیرنصیر مزید لکھتا ہے:

’’یہاں ایک حدیث شریف بھی بطور مثال پیش کی جاتی ہے،غور فرمائیں حضورعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:ان آدم ومن دونہ تحت لواءی یوم القیامۃ ......الخ) ترجمہ: بے شک آدمؑ اورآپ کےعلاوہ)(تمام عالم انسانیت) قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے یہاں ومن دونہ کےلفظ سے دومفہوم سامنے آتے ہیں :نمبر ا۔دون بمعنی علاوہ یعنی حضرت آدمؑ اورآپ کےعلاوہ اوربھی جتنے انسان ہیں وہ سب میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے......واضح ہوگیا کہ دون کااطلاق کیاجاسکتا ہے اوراس میں گستاخی کاپہلونہیں نکلتا۔ ہاں البتہ اس قدرفرق مراتب ضرورملحوظ رہے کہ مقبولانِ خدا کیونکہ کبھی شرک پرراضی نہ ہوئے، نہ انہوں نےکسی کوایسا کرنے کاحکم دیا،لہٰذا عنداللہ ان کامرتبہ مسلم ہے‘‘۔

(اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت،ص:100 تا102)

(5) پیر کرم شاہ من دون اللہ میں عموم مانتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ بت تو اس لئے جواب نہیں دیں گے کہ وہ بے جان نہ سن سکتے ہیں نہ بول سکتے ہیں لیکن جوکم بخت فرشتوں کو یااللہ کے مقربین کوپکارتے ہیں وہ اس لئے جواب نہیں دیں گے کہ ان گمراہوں نے انہیں خداسمجھ رکھا تھا حالانکہ وہ خدا بننے سے بالکل

الگ تھے پس وہ ایسے لوگوں کی فریاد کا جواب کیوں دیں گے جو اتنی بڑی تہمت لگا رہے تھے۔"

(ضیاء القرآن، ج4،ص149)

غرض اس باب میں حوالے تو بیسیوں ہیں لیکن چونکہ مرزائی نے تین دیوبندی پیش کئے تو ہم نے جواب میں پانچ رضاخانی پیش کر دئے اب رضاخانی جاہل مرزائی کی زبانی:

"مرزائی قارونی یہودی ابوحامد رضوی اوراق سیاہ کرنے کیلئے حوالے تو نقل کر دیتا ہے لیکن اس کو اپنے ہی گھر کی کتابوں یا اس مسئلہ میں موقف کا علم نہیں ہوتا"۔

رضاخانی نے آگے لکھا ہے:

"قاضی صاحب کا فتویٰ مرجوح ہے وہابی اقرار

وہابی اسمعیلی ساجد خان کے استاذ جی الیاس گھمن کی مصدقہ کتاب میں لکھا ہے:

بعض لوگ بطور وظیفہ یوں کہا کرتے ہیں یا عبدالقادر شیئاً للہ اس میں راجح عدم تکفیر ہے (یعنی کفر تو نہیں (۔(تحقیق میلاد حبیب،ص 273،مکتبۃ الھادی)۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 387)

باوجود تلاش و بسیار کے "تحقیق میلاد حبیب"، ہمیں نہیں ملی کس کی ہے؟ کیا ہے؟ ہم نے مرکز سرگودھا بھی رابطہ کیا نہ ان کو اس کتاب کا علم نہ تقریظ!!! کا جس سے معاملہ مشکوک لگ رہا ہے۔رضاخانی کو بھونکنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خود لکھ چکا ہے:

"نوٹ: ہمارے پاس فی الحال ارشاد الطالبین نہیں ہے کہ اس کا سیاق وسباق دیکھا جائے وہابی نے جو لکھا ہے اسی کے الفاظ کا جواب حاضر ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 383)

تو رضاخانی نے جتنی "ناقص عبارت"، نقل کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں عدم تکفیر محض "وظیفہ کے طور" پر ہے اور بطور وظیفہ ہم بھی اس پر کفر کا حکم نہیں لگاتے تفصیل ما قبل میں گزر چکی ہاں علم غیب، مختار کل، حاضر و ناظر کے گندے عقیدہ کے ساتھ پڑھا جائے گا تو ضرور

کفر ہے اور رضاخانی اسی عقیدہ سے پڑھتے ہیں لہذا ان کیلئے راجح کفر ہی رہے گا۔

رہی متکلم اسلام، مجدد العصر حضرت مولانا الیاس گھمن صاحب زید مجدہ کی کوئی تقریظ یا تصدیق تو رضاخانی ماسٹر نورانی لکھتا ہے:

”مصنفین اپنی تحریروں پر جن ہستیوں سے تقریظ و تقدیم لکھواتے ہیں انہیں جس قدر مسودہ دکھاتے ہیں اسی قدر ان حضرات کے علم میں ہوتا ہے۔تقاریظ لکھوانے کے بعد مصنفین اپنے مسودوں میں جو اضافہ و تبدیلی کرتے ہیں وہ ان بزرگوں کو نہیں دکھاتے۔ مگر ان کی تقریظ اسی طرح شامل رکھتے ہیں یوں مصنف کی طرف سے تبدیلی و اضافہ کی کسی غلطی قارئین و ناقدین اس تقریظ لکھنے والے پر بھی اعتراض کر دیتے ہیں اور یوں وہ ہستیاں خوامخواہ معترضہ بن جاتی ہیں“۔

(والدین رسالت ماب ﷺ ص 15)

تو ثابت کر کہ جس وقت متکلم اسلام کو مسودہ کھایا گیا تھا اس وقت یہ عبارت موجود تھی بعد میں اضافہ نہیں کی گئی پس جب تک ایسا نہیں اس عبارت کا متکلم اسلام کی تصدیق سے کوئی تعلق نہیں نہ متکلم اسلام اس کے ذمہ دار۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارتوں سے گلو خلاصی کی ناکام کوشش

علامہ نقشبندی صاحب نے قاضی صاحب کی ایک عبارت پیش کی:

و بعضی در اولیا عصمت و علم غیب خیال می کنند و می دانند که اولیا هر چه خواهند همان شود و هر چه نخواهند معدوم گرده و ازقبور اولیاء باین خیال مرادات خود طلب می کنند و چون در اولیاءاللّٰه و مقربان درگاه که زنده این صفت نمی یابند از ولایت آنها منکری شوند و از فیوض آنها محروم می مانند

بعض اولیاء کے معصوم ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے

اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں اور جو وہ زندہ اولیاء اللہ اور مقربان خداوندی میں یہ صفت نہ پاتے تو ان کی ولایت کا انکار کر کے ان کے فیوض سے محروم رہتے ہیں"۔

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین، ص 1 ,2، و ص 12 طبع ایران)

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 35)

اس زبردست عبارت سے گلوخلاصی کرتے ہوئے رضاخانی کہتا ہے:

"اولا بتائے ہمارے وہ کون سے معتبر و مستند علماء ہیں جو اولیاء کو معصوم کہتے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلد اول، ص 392)

جواب: بالکل تم احمد رضاخان دجال اعظم کو معصوم مانتے ہو کیا رضاخان تمہارے نزدیک ولی اللہ نہیں؟۔ انوار کنزالایمان صفحہ 212 پر ہے:

"مسلک رضا والے معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اعلیٰ حضرت کو نبیوں ولیوں بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر سمجھتے ہیں"۔

کیا مسلک رضا والے مستند علماء نہیں ہوتے؟ یہی بات "مغفرت ذنب" میں صاحبزادہ ابوالخیر نے لکھی ہے۔

تو تم لوگ اعلیٰ حضرت کو امام الانبیاء سے بڑھ کر سمجھتے ہو تو معصومیت کے قائل تو ہو گئے۔ چنانچہ التصدیقات لدفع التلبیسات ساتھ صفحہ 53 پر ہے: مدنی میاں کہتے ہیں:

"مگر ہندوستان میں اپنی کو مجددان اعلیحضرت (قدس سرہ) کہنے والوں میں بعض ایسے لوگ ہیں جن کے نزدیک اعلیحضرت قدس سرہ کی زبان و قلم سے خطا کا صدور ممکن بالذات تو ہے مگر ممتنع بالغیر ہے"۔

اور یہی نبی کی عصمت ہے اسی بات پر" مغفرت ذنب" والا اعتراض کر رہا ہے۔ حقیقت ہی یہ ہے۔

ثانیا: اس جاہل کو کوئی بتائے کہ اس عبارت کا مقصد علامہ نقشبندی صاحب کا یہ ثابت کرنا نہیں تھا کہ رضاخانی اولیاء اللہ کو معصوم مانتے ہیں لیکن دجل و فریب اس آدمی کو احمد

رضاخان قارونی سے وراثت میں ملی ہے علامہ نقشبندی صاحب کااصل مدعی قاضی صاحب کی عبارت کا یہ حصہ تھا:

''اور جانتے ہیں کہ اولیاء جو کچھ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے اور جونہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا اور اسی خیال سے اولیاء اللہ کی قبروں سے اپنی مرادیں طلب کرتے ہیں''۔

ملفوظات محدث کشمیری ص 27 اور تذکرۃ شیخ الہند (تذکرۃ شیخ الہند کا نسخہ ہمارے پاس قدیم ہے جس میں ہمیں مطلوبہ حوالہ نہیں ملا کہ سیاق وسباق کو دیکھا جائے لیکن ایسا ہی ہو جیسا کہ رضاخانی کہہ رہا ہے تو) کا جو حوالہ دیا تو اجہل اعظم وہاں ''معصوم'' سے مراد لغوی معصوم ہے اصطلاحی واعتقادی نہیں جیسے ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں ''یہ بچہ بڑا معصوم ہے''۔

احمد رضاخان قارونی لکھتا ہے:

''ہاں سے خلیفہ وسلطان کے فرق ظاہر ہو گئے، نیز کھُل گیا کہ سلطان خلیفہ سے بہت نیچا درجہ ہے، ولہٰذا کبھی خلیفہ کے نام کے ساتھ لفظ سلطان نہیں کہا جاتا کہ اس کی کسرِ شان ہے آج تک کسی نے سلطان ابوبکر صدیق، سلطان عمر فاروق، سلطان عثمان غنی، سلطان علی المرتضی بلکہ سلطان عمر بن عبدالعزیز بلکہ سلطان ہارون رشید نہ سنا ہوگا، کسی خلیفہ اموی یا عباسی کے نام کے ساتھ اسے نہ پائیے گا، تو کھل گیا کہ جس کے نام کے ساتھ سلطان لگاتے ہیں اسے خلیفہ نہیں مانتے کہ خلیفہ اس سے بلند وبالا ہے، یہی وہ خلافت مصطلحہ شرعیہ ہے جس کی بحث ہے ۔۔۔عرفِ حادث میں اگر کسی سلطان کو بھی خلیفہ کہیں یا مدح میں ذکر کر جائیں وہ نہ حکمِ شرع کا نافی ہے نہ اصطلاحِ شرع کا مُنافی۔ جس طرح اجماعِ اہلسنت ہے کہ بشر میں انبیاء علیہم الصَّلٰوۃ وَالسَّلام کے سوا کوئی معصوم نہیں، جو دوسرے کو معصوم مانے اہلسنت سے خارج ہے، **پھر عرفِ حادِث میں بچوں کو بھی معصوم کہتے ہیں یہ خارج از بحث ہے جیسے لڑکوں کے معلم تک کو خلیفہ کہتے ہیں۔**''

(فتاویٰ رضویہ، ج14،ص 187)

اب رضاخانی ہی کی زبانی کہ جاہل انسان تو تو کہتا ہے کہ ہمارے کسی مستند عالم نے

اولیاء اللہ کو معصوم نہیں مانا تو کیا یہ احمد رضا خان تیرا مستند عالم نہیں یہ تو ''بچوں کو بھی معصوم'' مان رہا ہے تو اولیا اللہ کی معصومیت کا تو بدرجہ اولی قائل ہوگا۔

ذلیل انسان! کیوں دجل وفریب کرتا ہے؟ جس مقصد کیلئے عبارت نقل ہوتی ہے اس مقصد پر بحث کیا کر۔

الطاف حسین رضا خانی لکھتا ہے:

''آپ کو رسول اللہ ﷺ، حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور **آئمہ معصومین** کے ساتھ کمال کمال نسبت ظاہری و باطنی کی بنا پر تیرہواں امام کہا گیا۔ اور بجا طور پر آپ تیرہویں امام ہیں اور اس قابل ہیں کہ آپ کا ذکر **خیر ائمہ معصومین** کے زمزہ میں آئے''۔

(افضلیت غوث اعظم، ص76)

مزید لکھتا ہے:

''حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام نے سیدنا جیلانی کے والد ماجد کو رویا میں بشارت و مبارک کے بعد فرمایا **بجز ائمۃ المعصومین** تمام اولیاء تیرے اس مولود کے مطیع ہوں گے''۔

(افضیلت غوث اعظم، ص154)

فیض احمد اویسی اسی سعیدی سے سرقہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جمیع الاولیاء سوی ائمۃ المعصومین''۔

(تحقیق الاکابر، ص17)

جاہل انسان، متعہ کی پیداوار! اب تمہیں جواب مل گیا کہ کس نے ''معصوم'' لکھا؟ اور قاضی صاحب کن رضا خانیوں کا منہ کالا کر رہے ہیں؟ اب اسی طرح لوسی کتے کی طرح بھونک جس طرح تو علمائے دیوبند کے خلاف بھونک رہا تھا۔ مگر قارئین تسلی رکھیں اس ذلیل کے گلے میں رسی ڈال کر اسے بانس بریلی کے گٹر میں پھینک کر آجاؤ مگر یہ اپنے علماء کے خلاف نہیں بھونکے گا بس تاویل کرے گا کہ یہ مطلب تھا وہ مطلب تھا۔ لیکن جو بھی بکواس کرے اور تاویل لائے یاد رکھے ہم جوتے تجھے تیرے ہی گرو گھنٹالوں سے مروائیں گے۔ اور انہی

سے تیری ''مروائیں'' گے۔

آگے علامہ صاحب نے عبارت نقل کی تھی کہ:

قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں:

''مسئلہ: اگرکسے گویدکہ خداو رسول برین عمل گواہ اندکافر شود اولیاء قادر نیستند بر ایجاد معدوم یا اعدام موجود پس نسبت کردن ایجاد و اعدام و اعطاء رزق یا اولاد و دفع بلا و مرض وغیر آن بسوئے شان کفر است قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا الا ما شاء اللّٰہ یعنی بگو اے محمد ﷺ مالک نیستم من برائے خویشتن نفع را و نہ ضرر را مگر آنچہ خدا خواھد و اگر نسبت بطریق بسببیت بود مضائقہ ندارد

مسئلہ: اگر کوئی کہے کہ خدا اور رسول اس عمل پر گواہ ہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے اولیاء کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لئے پیدا کرنے رزق دینے بلا دور کرنے اور مرض سے شفاء دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے فرمان خداوندی ہے قل لا املك لنفسی نفعا ولا ضرا الا ما شاء اللّٰہ یعنی اے محمد ﷺ کہہ دیجئے میں اپنے آپ کیلئے نفع اور نقصان کا مالک نہیں ہوں مگر وہ جو کچھ اللہ چاہے اور اگر سبب کے لحاظ سے نسبت ہو تو کوئی حرج نہیں۔

(بستان السالکین ترجمہ ارشاد الطالبین، ص47,48)

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص35)

اس کے جواب میں موصوف نے دو باتیں کی:

(1) شورش کاشمیری۔

(2) اس میں ذاتی کی نفی ہے۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص392)

اولاتو شورش کاشمیری کا نام کسی کاغذ پر لکھ کر بتی بنا کر احمد رضاخان میں دے دو کہ

ہمارے لئے حجت نہیں۔ **ثانیا** اللہ و رسول کو گواہ کرنے پر محض فتوی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب مان کر گواہ کرنے پر فتوی ہے اور رضاخانی علم غیب مان کر گواہ بناتے ہیں لہٰذا کافر اور شورش کاشمیری کا چونکہ یہ عقیدہ نہیں لہٰذا فتوی بھی نہیں۔

ثالثا یہ کہنا کہ اس سے مراد ذاتی کی نفی ہے تو اگرچہ اس باطل تاویل کا بیسیوں دفعہ جواب دیا جاچکا ہے لیکن ہم یہاں رضاخانی عبارت کی روشنی میں ہی جواب دیتے ہیں رضاخانی لکھتا ہے:

''ہمارے وہ کون کون سے علماء ہیں۔۔۔''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص393)

تو جواب دیں کہ وہ ''کون کون لوگ تھے جو نبی کریم ﷺ کو ذاتی طور پر گواہ مانتے جس کی قاضی ثناء اللہ پانی پتی رد کر رہے ہیں؟''۔

رابعا اگر مراد ذاتی بھی ہو تو بھی ہمارے خلاف نہیں کیونکہ ماقبل میں دلائل گزر چکے ہیں کہ رضاخانی یہ تمام اختیارات بشمول علم غیب ذاتی غیر اللہ کیلئے مانتے ہیں لہٰذا فتوی پھر بھی گلے میں پھنسا۔ موصوف کہتے ہیں:

''قاضی صاحب خود اولیاء اللہ سے اللہ کی عطا سے مدد کے قائل ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص394)

کونسی مدد؟ وہ جائز مدد جو ہم نے ذکر کی تو ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں۔ تیری پیش کردہ عبارات اسی پر محمول ہے۔ لیکن قاضی صاحب تیرے والے عقیدہ یعنی مختار کل کے ساتھ مدد کو کفر و شرک کہتا ہے لہٰذا جواب اب بھی تجھ پر قرض ہے۔

اللہ کی عطا سے تو مشرک سے بھی مدد کا قائل ہوا جاسکتا ہے۔ عجیب پیوند ہے۔ قاضی صاحب کی جو عبارات رضاخانی نے نقل کی تھیں ان سب کا تعلق ''توسل و جائز استمداد'' سے تھا۔

تفسیر مظہری جلداول،ص155 کا جو حوالہ دیا اول تو اس میں اولیاء اللہ کی ''روحوں'' کا ذکر ہے جبکہ تم تو زندہ اولیاء اللہ کو بھی مددگار مانتے ہو۔

ثانیا ان روحوں کے گھومنے پھرنے کا ذکر برزخ میں ہے نہ کہ دنیا میں۔**ثالثا** ان کی مدد اللہ کی طرف سے کرامتہ ہے ہم چیلنج کرتے ہیں کہ تفسیر مظہری جلداول،ص 155 پر اپنا یہ عقیدہ بتاؤ کہ:

''ارواح اولیاء اللہ مختار کل ہیں اللہ کی ذاتی قدرت انہیں دے دی گئی ہیں امور تکوینیہ پر قادر ہیں جس کو جو چاہیں دیں جس سے چاہیں روکیں تمام اختیار ان کے پاس ہے''۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رضاخانیوں کی طرح اولیاء اللہ کے علم غیب، حاضر و ناظر، مختار کل اور تمام امور پر کلی قادر ہونے کے معنی میں ہر گز مددگار نہیں مانتے کیونکہ اس کو تو وہ خود کفر کہتے ہیں۔جیسا کہ علامہ نقشبندی صاحب نے عبارات پیش کی اور تیرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔

اکفار الملحدین کی عبارت سے بے تکا استدلال

موصوف رضاخانی لکھتا ہے:

'فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ترجمہ: پس قسم ہے تیرے رب کی وہ اس وقت تک مومن نہ ہوں گے جب تک تجھے اپنے باہمی جھگڑوں میں حاکم باختیار نہ مان لیں اور پھر تیرے فیصلوں سے اپنے دلوں میں ناگواری بھی محسوس نہ کریں اور کلی طور پر (تجھ کو حاکم) تسلیم کر لیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالی نے امت کے تمام احکام و معاملات میں کلی طور پر مختار بنادیا ہے اور اسی اختیار کے تحت حضور ﷺ نے کسی مسلمان کے کافر کہنے کو کفر قرار دیا ہے) اور اللہ تعالی تو تمام امور کے مالک و مختار ہیں ہی (اسی لئے اس نے اپنے نبی کو امت کے احکام و معاملات میں مختار بنادیا۔(اکفار الملحدین،ص 255)

یہ عبارت کسی سنی حنفی بریلوی کی نہیں ہے بلکہ یہ عبارت فرقہ وہابیہ اسمعیلیہ کے ایک سرغنہ کی ہے جس میں وہ سرکار دوعالم ﷺ کے مختار کل ہونے کو بیان کر رہا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی، جلداول،ص395)

کہاوت مشہور ہے کہ کسی رضاخانی فاضل بریلوی چوہے کو''پھٹکری'' کیا مل گئی اس نے ''میڈیکل سٹور'' کھولنے کاارادہ کرلیا۔ان مذہبی چوہوں کوبھی جہاں''مختار،حاضر وناظر،نور'' کا لفظ نظر آتا ہے اچھلنے لگ جاتے ہیں کہ دیکھو ہمارا عقیدہ ثابت ہوگیا۔

اول دجل وفریب دیکھیں عبارت میں کہیں بھی''مختار کل'' کا لفظ نہیں اس نے اپنے پیٹ سے یہ لفظ تشریح کے نام پر داخل کیا۔عبارت کا سیدھا سادھا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ دینی معاملات اور امت کے شرعی فیصلوں میں اختیار رکھتے ہیں۔صاف صراحت ہے:

''اپنے نبی کو امت کے احکام ومعاملات میں مختار بنادیا''۔

(اکفارالملحدین،ص255،وفی نسخۃ ص161،162)

یعنی امت مسلمہ کے شرعی احکام وفیصلوں میں مختار بنایانہ یہ کہ رضاخانیوں والامعاذاللہ شرکیہ کفریہ مختار کل بنایا۔اس کے ہم قطعا منکرنہیں قرآن کہتا ہے کہ کوئی مومن اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے شرعی معاملات میں حضور ﷺ کومختاراور فیصلہ کنندہ نہ مان لے جیسا کہ حضرت علامہ انورشاہ صاحب کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے سورہ احزاب کی آیت پیش کی۔خود رضاخانی نے بھی اس کا یہی مطلب بیان کیا کہ:

''وہابیوں نے کتنا بڑا سچ بولا کہ'' آپ ﷺ اللہ تعالی کی عطا سے امت کے تمام احکام و معاملات میں کلی طور پر مختار ہیں''۔

اس سب کے بعد بھی فضول تقریر اور اوراق سیاہ کرنے پر ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ

ولکن الرضاخانیۃ قوم لایعقلون

رضاخانیوں کے مختار کل کا مطلب یہ ہے کہ فلاں ہستی علم غیب رکھتی ہے ہر جگہ حاضر وناظر ہے ہر ایک کی پکارسن رہی ہے اللہ کی طرح انہیں معاذ اللہ ذاتی قدرت ہے آسمان وزمین فرش وعرش جنت وجہنم ہر شے کے مالک ومختار ہیں ہر شے دینے پر قادر ہیں اگر غیرت ہے تو یہ عقیدہ ہماری کسی کتاب سے نکال کر دکھا۔

مناظر اسلام حضرت مولانا محمد افضال صاحب زید مجدہ نے بہت عرصہ پہلے سوشل میڈیا پر رضاخانی کے اس سرقہ شدہ استدلال کا جواب کچھ یوں دیا تھا:

"اکفار الملحدین کا سکین دیکھیں

سورہ نساء کی آیت 65 کے ترجمے میں لکھا ہے" جب تک تجھ کو باہمی جھگڑوں میں حاکم با اختیار نہ مان لیں"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے باہمی جھگڑوں میں اللہ نے نبی ﷺ کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔آگے لکھا ہے کہ:" اللہ نے نبی ﷺ کو امت کے احکام ومعاملات میں مختار بنادیا"۔

اس کا مطلب ہے کہ اللہ کے احکام کی تنفیذ کس طرح کرنی ہے اور امت کے جھگڑوں کو کس طرح نمٹانا ہے؟ اس میں اللہ نے نبی ﷺ کو کلی اختیار دے دیا۔

ہمارے ہاں ایک بدفہم قوم پائی جاتی ہے جو اپنے خود ساختہ عقائد کے بارے شدید احساس کمتری کا شکار ہے۔بیچاروں نے عقائد تو گھر میں بیٹھ کے بنا لئے لیکن دلائل ان کو نہیں ملتے۔ان ہی خود ساختہ عقائد میں سے ایک مختار کل کا عقیدہ ہے جسے ثابت کرنے میں یہ سو فیصد ناکام رہے ہیں۔اپنی خفت مٹانے کیلئے بس انہیں کہیں مختار کا لفظ نظر آجائے تو ان کا رقص شروع ہوجاتا ہے۔

مذکورہ بالا عبارت سے بھی انہوں نے یہی نتیجہ نکالا حالانکہ امت کے احکام ومعاملات میں مختار ہونے کا یہ مطلب کہیں سے نہیں نکلتا کہ نبی علیہ السلام کو کلی تکوینی اختیارات مل گئے۔اب آپ مردے زندہ کر سکتے ہیں۔سورج کو مغرب سے نکال سکتے ہیں۔بے اولادوں کو اولاد دے سکتے ہیں۔وغیرہ

جس طرح ایک جج کو قانون کے دائرے میں جھگڑے نمٹانے اور فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے اسی طرح نبی ﷺ کو بھی اختیار دیا گیا۔غلام رسول سعیدی نے بھی اس آیت کے ذیل میں ججوں کی ہی مثال دی اور یہ فرق واضح کیا کہ جج کے فیصلے کو چیلنج کیا جا سکتا ہے مگر

نبی علیہ السلام کے فیصلے کو نہیں ۔جج کے فیصلے پہ دل میں تنگی ہو سکتی ہے نبی کے فیصلے پہ تنگی کفر ہے۔

ایک انتہائی بدفہم رضاخانی کہتا ہے کہ سعیدی نے جج کی مثال ہی نہیں دی بلکہ یہ بتایا ہے کہ جج کا فیصلہ چیلنج ہوسکتا ہے اور نبی کا نہیں ۔بدفہم صاحب کو مثال کا ہی علم نہیں کہ مثال من کل وجوہ نہیں ہوتی صرف ایک وصف میں بھی مماثلت ہوتو مثال دی جاسکتی ہے جیسا کہ عبد الحکیم شرف قادری نے لکھا''۔

غلام رسول سعیدی کی عبارت یوں ہے:

''بعض اوقات ایک عدالت سے فیصلہ کے بعد اس سے اوپر کی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ کرنے کا اختیار ہوتا ہے جیسے ہائی کورٹ کے فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں رٹ کی جاسکتی ہے ۔لیکن نبی ﷺ کے فیصلہ کرنے کے بعد پھر کسی عدالت میں اس فیصلہ کے خلاف رٹ نہیں کی جاسکتی ہے ۔اس لئے بعد میں فرمایا اس فیصلہ کو خوشی سے مان لو،اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی ﷺ جو فیصلہ کریں وہ خطا سے مامون اور محفوظ بلکہ معصوم ہوتا ہے''۔

(تبیان القرآن،جلد دوم،ص718)

تو حضرت شاہ صاحب کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ کے امت کے شرعی معاملات میں ایسا اختیار ہے کہ اس اختیار کے اوپر کسی کا اختیار نہیں لہذا آپ ﷺ کے فیصلے کو ماننا ہر حال میں ضروری ہے اور اسی اختیار کی بنا پر آپ کو لوگوں کے کفر واسلام کا فیصلہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

اگر پھر بھی مرزائی کو تسلی نہیں تو اپنے سرغنہ کا ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو:

''حضور کو اس بات اختیار نہیں کہ جو چاہیں کر ڈالیں حالانکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں''۔(توضیح البیان،ص32)

ایک اور حوالہ لے لو پیر نصیر الدین لکھتا ہے:

''۔۔۔آپ نے غور کیا کہ جس چیز کو حضور ﷺ نے اپنی ذات کیلئے حرام کر دیا وہ چیز چونکہ منشائے ایزدی میں حرام نہ تھی، اس لئے آپ کو ایسا کرنے سے فوراروک دیا گیا۔۔۔ حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی بعض امور میں حلت وحرمت کے حکم لگانے کا اختیار نہیں''۔

(راہ ورسم منزلہا،ص244)

جی جناب! آپ تو کہتے ہیں کہ حضور مختار کل ہیں مختار کل کا معنی ہی یہی بنتا ہے کہ جو چاہیں کرڈالیں اور آپ کا سعیدی اور گولڑوی کہتا ہے کہ نہیں ایسا نہیں اور اس میں کسی کا اختلاف بھی نہیں یعنی دیوبندی بھی مختار کل نہیں مانتے کہ جو چاہیں کرڈالیں تو یہ آپ کے گھر سے گواہی آگئی ہے۔بلکہ خود موصوف لکھتے ہیں:

''سرکار دو عالم ﷺ کے مختار ہونے پر کفر وشرک کے فتوے دینے والے جھوٹے وہابیوں نے کتنا بڑا سوچ بولا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ،ص397)

گویا مختار کل ہونے پر حضرت سید انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے کفر کا فتوی موجود ہے لہا اب اس صورت میں کسی طور وہ اس عقیدہ کو بیان نہیں کرسکتے کیونکہ رضاخانی یہ اصول ما قبل میں ذکر کر چکا ہے کہ:

''یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں کیونکہ یہاں ذاتی قدرت کی نفی ہو رہی ہے اور اسی کو کفر کہا جارہا ہے باقی ہمارے عقیدہ کا رد اس میں نہیں کیونکہ قاضی صاحب خود اولیاء اللہ سے اللہ کی عطا سے مدد کے قائل ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ،ص395)

تو رضاخانی نے جو عبارت شاہ صاحب کی پیش کی وہ ہمارے خلاف نہیں کیونکہ اس میں احکام شریعت میں مختار ہونے کا ذکر ہے جس کے ہم قائل ہیں نہ کہ رضاخانیوں والے مختار کل کا ذکر جسے شاہ صاحب خود کفر قرار دے رہے ہیں۔

علامہ محمد طاہر پٹنیؒ کی عبارت سے گلو خلاصی کی ناکام کوشش

اس کے جواب سے بھی موصوف سراسر لاچار ہے وہی پرانی مکھی پر مکھی ماری ہے کہ یہاں ذاتی استعانت کی نفی ہے عطائی کی نہیں۔

حالانکہ علامہ محمد بن طاہر فتنیؒ کی عبارت میں کہیں بھی ذاتی وعطائی کی تقسیم نہیں۔

ثانیا اگر اس تقسیم کو مان لیا جائے تو علامہ صاحب فرماتے ہیں:

"فان العبادۃ وطلب الحوائج والاستعانۃ حق اللہ وحدہ

بے شک عبادت، طلب حاجت اور استعانت یہ صرف اللہ کا حق ہے۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 397)

جب اس میں ذاتی کی نفی ہے عطائی کی نہیں تو پھر "عطائی طور پر کسی کی عبادت" بھی تو درست ہونی چاہئے حالانکہ ساتھ یہ بھی کہہ رہے ہو کہ:

"عبادت تو کسی طرح بھی کسی کی بھی جائز نہیں"۔

(حنفیت کے باغی یوبندی وہابی جلداول،ص 397)

تو کیوں جائز نہیں؟ حالانکہ عبارت میں تو ایسی کوئی تقسیم نہیں اور تو خود ہم سے سوال کرتا ہے کہ عبارت میں نہ ماتحت الاسباب ہے نہ مافوق الاسباب تو یہ تقسیم پھر وہابیہ نے کیوں کی؟ (ملخصا) تو یہی سوال ہمارا تم سے ہے کہ عبارت میں نہ ذاتی کی تقسیم ہے نہ عطائی کی تو تو یہ تقسیم کہاں سے کر رہا ہے؟

باقی یہ کہنا کہ عبارت میں تو کہیں بھی مافوق الاسباب وماتحت الاسباب استعانت کی تقسیم نہیں۔تو اس کا جواب خود آپ کے اصولوں پر یہی ہے کہ آپ علم غیب کی تحقیق میں کہتے ہیں کہ نصوص میں تطبیق کی جائے گی جہاں علم غیب کی نفی ہے وہ ذاتی جہاں اثبات وہ عطائی۔

اسی طرح جب علامہ محمد طاہر فتنی خود قبور کی زیارت کے قائل ہیں جیسا کہ اسی صفحے پر صراحت ہے۔اور ماتحت الاستعانت کا دنیا میں کوئی بھی منکر نہیں تو یہاں دعا واستعانت اور حوائج سے وہی شرکیہ بدعی استعانت مراد ہے جس کے رضاخانی قائل ہیں جس کی وضاحت ہم نے شروع میں کر دی ہے۔عبارت میں الحوائج پر الف لام استغراقی ہے مراد ہر قسم کی حوائج

ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ صرف رضاخانیوں کا ہے اور اسی کا اس میں رد ہے۔

تو نے اس عبارت میں عبادت کو قرینہ بنایا ذاتی پر تو یہی قرینہ ہمارا بھی ہے جیسے عبادت اللہ کے ساتھ خاص ہے اسی طرح ”مافوق الاستعانت“ بھی اللہ کے ساتھ خاص ہے اور اس میں اسی کی نفی ہے ”وحدہ“ اس پر مزید قرینہ ہے اور رضاخانی مافوق الاسباب قدرت کے غیر اللہ کیلئے قائل ہیں جو صریح شرک ہے۔

بالفرض تیری تاویل مان بھی لیں کہ اس سے مراد ذاتی قدرت ہے اور عبارت میں اس کی نفی ہے تو فضل رسول بدایونی سے ہم نے ثابت کر دیا کہ رضاخانی غیر اللہ کیلئے ذاتی قدرت مانتے ہیں اور غیر اللہ کو اللہ کی ذاتی قدرت میں شریک مانتے ہیں لہذا جب گھوم پھر کر فتوی تجھ ہی پر لگتا ہے تو بکواس کرنے کی کیا ضرورت؟

غیر اللہ سے استعانت پر رضاخانی حوالہ جات

اس کے بعد پہلے نمبر پر پھر امداد المشتاق کا حوالہ یا جس کا جواب ما قبل میں گزر چکا ہے۔اس کے بعد امداد الفتاوی کا حوالہ دیا:

”جو استعانت و استمداد بالمخلوق ۔۔ باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم و قدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت۔

(امداد الفتاوی، ج5، ص369)

پھر مناظر احسن گیلانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا کہ پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں۔(سوانح قاسمی، جلد اول، ص399)

حضرت مولانا حسین علی واں بچھراں فرماتے ہیں:

”قاری عبدالحلیم ہروی (کا قول) کہ استمداد اللہ تعالی کے دوستوں سے کرنی روا ہے۔

(تحفہ ابراہیمیہ، ص122)

حمد اللہ ڈاگئی لکھتا ہے:

”فان الاستعانۃ بالمخلوق فی دفع الضرر جائزۃ۔۔۔

(البصائر،ص20)

علامہ ابوالسعود لکھتے ہیں:

والاستعانۃ بالعباد و ان کانت مرخصۃ لکن اللائق بمناصب الانبیا علیھم السلام الاخذ بالعزائم ۔(تفسیرابی سعود، جلدسوم،ص398)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں :ان الاستعانۃ بالعباد فی کشف الشدا ئد مما لا باس بہ (تفسیرروح المعانی،ج12،ص597)

پھرحقی وتفسیرخازن پھرامام رازیؒ کی عبارت پیش کی۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص398تا403)

جواب: یہ اس کے دلائل کی کل کائنات تھی جو ہماری کتاب کے آدھے صفحہ پر سماں گئی اوراس نے گالیاں بک بک کر پانچ صفحات پر اسے پھیلا دیا۔

یہ تمام عبارات ہمارے خلاف نہیں کیونکہ رضاخانی باربار دوسروں کو جہالت کا طعنہ دیتا ہے لیکن خود اس قدر جاہل ہے کہ اسے نہ اپنے مذہب کا معلوم نہ دوسروں کے عقیدوں کا۔جب خود رضاخانی کو بھی یہ تسلیم ہے کہ ہم ماتحت الاسباب اوراسباب کے اندرجو استعانت ہے اس کے قائل ہیں منکر نہیں ۔ماقبل میں قبروں سے استعانت پر ہمارا موقف تفصیل سے گزرچکا کہ ہم مطلقا استعانت کو کفر شرک نہیں کہتے ۔تو پھر ان عبارات میں کونسی چیز ہمارے مخالف ہے؟ جس میں مطلق بندوں سے اسباب کے تحت استعانت کا ذکر ہے جولوگ روز کسی نہ کسی سے لے رہے ہوتے ہیں اس وقت بھی بندہ اپنے قلم سے یہ سب لکھنے کیلئے استعانت لے رہا ہے۔

خود اس جاہل نے امام رازیؒ کی جوعبارت نقل کی وہ اس طرح ہے:

”واعلم ان الاستعانۃبالناس فی دفع الظلم جائزۃ فی الشریعۃ الاان حسنات الابرار سیئات المقربین فھذا و ان کان جائزا لعامۃ الخلق الاان الاولی بالصدیقین ان یقطعوا نظرھم عن

الاسباب بالکلیۃ وان لایشتغلوا الا بمسبب الاسباب

(تفسیر کبیر جلد18،ص461 بحوالہ حنفیت کے باغی جلداول،ص402)

رضاخانی کا دجل وفریب دیکھیں کہ یہ عبارت چونکہ اس کے سارے دجل وفریب پر پانی پھیر دیتی ہے لہذا اس کا ترجمہ نہیں کیا۔عبارت کا صاف مطلب ہے کہ شریعت میں دفع ظلم کیلئے مخلوق سے استعانت جائز ہے لیکن صدیقین کیلئے اولی ہے کہ ہر قسم کے اسباب سے قطع نظر کر کے ان کی نظر صرف اور صرف مسب الاسباب یعنی اللہ پر ہو۔

جب عبارت میں خود اسباب کا ذکر ہے تو اسے ہمارے خلاف پیش کرنا کھلی بے شرمی نہیں؟ ہم اسباب کے تحت استعانت کے کب منکر ہوئے؟ باقی عبارتوں کا مطلب بھی یہی ہے۔

تفسیر ابوسعود کی جو عبارت پیش کی وہ بھی یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے جیل کے ساتھی کو کہا کہ بادشاہ سے میرا ذکر کرنا مکمل عبارت یوں ہے:

البِضْعُ ما بين الثَّلاثِ إلى التسع من البَضْع وهو القطعُ وأكثرُ الأقاويل أنه لبث فيه سبعَ سنين وروى عنِ النبيِّ صلَّى الله عليه وسلم رحم الله أخي يوسفَ لو لم يقُل اذكُرْني عند ربِّك لما لبث في السجن سبعاً بعد الخمس والاستعانةُ بالعباد وإن كانت مرخصةً لكن اللائقَ بمناصب الأنبياءِ عليهم السلام الأخذُ بالعزائم

(تفسیر ابی السعود ج4،ص280)

معلوم ہوا کہ اس میں بھی استعانت سے مراد وہ مدد و استعانت ہے جو عام طور پر انسان دوسرے انسان سے لیتا ہے جس میں کسی بھی اختلاف نہیں۔غیرت ہے تو ان مفسرین سے اس استعانت کا ثبوت دو جو تمہارا عقیدہ ہے اور جس کے ہم منکر ہیں۔

خازن کی عبارت بھی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہیں یعنی وہاں بھی استعانت سے مرا عام استعانت و مدد ہے جو صبح شام ہم ایک دوسرے سے لیتے ہیں جس میں

کسی کااختلاف نہیں مکمل عبارت اس طرح ہے:

وهو قول أكثر المفسرين أن هاء الكناية ترجع إلى يوسف , والمعنى أن الشيطان أنسى يوسف ذكر ربه عز وجل حتى ابتغى الفرج من غيره واستعان بمخلوق مثله في دفع الضرر وتلك غفلة عرضت ليوسف عليه السلام فإن الاستعانة بالمخلوق في دفع الضرر جائزة إلا أنه لما كان مقام يوسف أعلى المقامات ورتبته أشرف المراتب وهي منصب النبوة والرسالة لا جرم صار يوسف مؤاخذاً بهذا القدر فإن حسنات الأبرار سيئات المقربين.

(تفسیر خازن ج3،ص285)

پھر دلچسپ بات یہ کہ اس میں مطلقا بندوں سے استعانت کا ذکر ہے یعنی کل کو کوئی وڈیرہ مجھ پر ظلم کرے اور میں پولیس آفسر سے مدد چاہوں اب اگر ان عبارتوں میں اسی استعانت کا ذکر ہے تو اب رضاخانی اصولوں پر پولیس آفسر، چوہدری، سرکاری افسران جو ہر روز کسی نہ کسی مظلوم کی داد رسی کرتے ہیں چاہئے کہ سب حاجت روا مشکل کشا ہوں ان سے مرنے کے بعد مانگنے عائیں کرنے کا فتوی دیں مگر رضاخانی ایسا نہیں کہتے۔

تو آپ ہی کے اصول پر جب ان عبارات میں ہر قسم کے آدمی سے مشکل کشائی حاجت روائی جائز قرار دی گئی ہے تو آپ نے یہ اولیاء اللہ وغیر اولیاء اللہ کی تقسیم کہاں سے نکالی؟

پھر مزے کی بات کہ ان مفسرین نے اس میں بھی یہ وضاحت کی ہے کہ اولی یہ ہے کہ یہ ماتحت الاسباب مدد بھی انبیاء وصدیقین نہ لیں یہ ان کے شان توکل سے عالی ہے۔

تفسیر ابوالسعود کی عبارت یوں پیش کی:

والاستعانة بالعباد و ان كانت مرخصة لكن اللائق بمناصب الانبيا عليهم السلام الاخذ بالعزائم ۔

(تفسیر ابی سعود، جلد سوم،ص398 بحوالہ حنفیت کے باغی جلد اول،ص401)

اب ہمارا چیلنج ہے کہ قرآن وحدیث سے ثابت کروکہ کونسے نبی نے اپنی زندگانی میں کسی صاحب قبر سے استعانت مانگی ہے اور چاہی ہے؟ یہ کونسا مشکل کشا ہے جو معاذ اللہ نبی سے بھی بڑھ گیا اور نبی اس سے مانگ رہا ہے۔

ہرگز نہیں! معلوم ہوا کہ اس سے عام بندوں سے وہ عادی استعانت مراد ہے جو ہر روز ہم ایک دوسرے سے لیتے ہیں جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول صراحۃ قرآن مجید میں

من انصاری الی اللہ

پھر ایک سوال یہ بھی ہے کہ رضاخانیوں کے ہاں اس خودساختہ مختارکل استعانت ومشکل کشائی کا تعلق عقیدہ سے ہے حالانکہ تفسیر ابوالسعود اور امام رازی کہتے ہیں کہ یہ استعانت انبیاء وصدیقین کی شان کے لائق نہیں تو اب سوال یہ ہے کہ عقیدہ تو سب کیلئے برابر ہوتا ہے اس میں کسی نبی ، ولی عام آدمی کی تفریق نہیں یہ تقسیم کہاں ہے کہ ایک عقیدہ وہابیوں کیلئے ماننا ایمان کی علامت نہ ماننے پر گالیاں دو اور وہی عقیدہ صدیقین وانبیاء کی شان کے لائق نہیں۔ گویا رضاخانی ایسا عقیدہ رکھتے ہیں جو انبیاء وصدیقین کی شان ہی کے لائق نہیں اور بھونک بھونک کر اسے منوانا وہابیوں سے چاہتے ہیں۔

اب رضاخانی ہی کی زبانی: (رضاخانی نے)

''۔۔۔قسم کھائی ہے کہ اندھادھند عبارات ہی نقل کرنی ہے ۔۔۔نہ سوچتا ہے اور نہ ہی سمجھتا ہے بس ایسے ہی اپنے جاہل اکابرین کی طرح بونگیاں مار کر اپنی پاگل بے وقوف عوام کو مزید بے وقوف بناتا ہے''۔

(حنفیت کے باغی یوبندی وہابی جلد اول، ص 397)

رضاخانی نے بھی بس شاملہ میں ''الاستعانۃ '' کا لفظ ڈال کر سرچ کیا اور جو جو ملا اسے کتاب میں نقل کر دیا۔ لہذا ہم نے بھی ''الاستعانۃ '' کا لفظ شاملہ میں ڈالا تو یہ نکلا:

الاستعانة بخواصِّ الأدوية والأحجارِ

(تفسیر ابی سعو، ج1، ص137)

لو جی اس میں تو دوائیوں اور پتھروں سے بھی استعانت کا ذکر ہے لہذا اب ان کو بھی مشکل کشا حاجت روا کہوں ہندوں کی طرح پتھروں سے بھی مانگو۔خواہ مخواہ میں کیوں تقیہ کرتے ہو؟ جبکہ رضاخانیوں اور ہندوؤں میں اس باب میں کوئی فرق نہیں۔

اب یہی لفظ ہم نے تفسیر خازن کیلئے ڈالا تو اس میں یہ عبارت نکلی:

أن الاستعانة نوع تعبد

(خازن جلد اول،ص22)

لو جی علامہ خازنؒ کے ہاں تو استعانت ہے ہی عبادت کی انواع میں سے ایک نوع اور خود موصوف لکھ چکا ہے کہ:

"عبادت تو کسی بھی طرح کسی کی بھی جائز نہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 397)

تو جب عبادت کسی بھی کسی طرح بھی جائز نہیں نہ ذاتی وعطائی تو بقول آپ کے خازنؒ نے استعانت کو بندوں سے جائز قرار دیا اور خازنؒ ہی استعانت کو عبادت کہتا ہے تو خازن علیہ الرحمۃ تو آپ کے فتوے سے معاذ اللہ مشرک ہوا۔اب آپ ہی کی زبانی:

"(رضاخانی نے ناقل) نے ابتدائے کتاب سے جو قسم کھائی ہے کہ اندھا دھند عبارات ہی نقل کرنی ہیں اس کی زد میں کون کون آتا ہے اس سے اس کو کوئی غرض نہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 397)

آخری بات

اگر اس سب تفصیل کے بعد بھی اس مرزائی رضاخانی کو اپنے جاہل اکابرین کی طرح ہماری بات سمجھ نہیں آتی تو ہم اسی کی زبانی کہتے ہیں:

"اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ طلب حاجت واستعانت ہر طرح سے اللہ ہی کا حق ہے اس میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 397)

معلوم ہوا کہ ''استعانت، طلب حاجت'' کے الفاظ موول ہیں اس میں تفصیل ہے اور وہ تفصیل یہی ہے کہ اگر استعانت وطلب حاجت عادی امور اور اسباب کے تحت ہو جیسا کہ روز بندے بندوں سے بیسیوں کاموں میں استعانت لیتے ہیں بلکہ جمادات تک سے لیتے ہیں تو یہ جائز ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ان حوالوں میں اسی استعانت کا ذکر ہے (بشرطیکہ وہ حوالے معتبر ہوں) اور جس استعانت کو ہم یا علامہ نقشبندی صاحب شرک وکفر کہہ رہے ہیں وہ وہ استعانت وحاجت ہے جو ذاتی ہو، جو مافوق الاسباب ہو جو انسانوں کی قدرت سے باہر ہو جس کے قائل یہ رضاخانی مشرک بے ایمان ابوحامد رضوی، پیر مظفر حسین شاہ،، الیاس عطار، اشرف جلالی، احمد رضا خان جیسے مرتدین ولدالحرام ہیں۔

تاویل کے طعنے

موصوف جب بھی ہماری کوئی عبارت نقل کرتا ہے تو چونکہ اس کے دل میں بھی چور ہوتا ہے کہ اس کا یہ مطلب نہیں جو یہ جاہل اجہل رضاخانی اپنے اعلی جاہل احمد رضا خان سے لیکر ادنی جاہل سعیدی وگجراتی سے سرقہ کرکے نقل کر رہا ہے اس لئے فوراً رونا شروع ہو جاتا ہے کہ دیکھو کوئی تاویل نہ کرنا بار بار ہمیں طعنہ دیتا ہے:

''اب وہابی کے پاس وہی لایعنی تاویلات ہی ہوں گی جن سے آج تک اس کے وہابی اسمعیلی اکابرین نے کام چلایا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ص399)

مزید لکھتا ہے:

''فتوی لگانا اس کو کہاں سے یاد رہے گا ہاں لایعنی تاویلات جیسا کہ وہابیہ اسمعیلیہ کے وہابی اکابرین کا کام تھا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ص400)

مگر جب کوئی عبارت اس کے گلے کی ہی بنتی ہے تو فوراً معصوم بن کر کہتا ہے:

''اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ طلب حاجت واستعانت ہر طرح سے اللہ ہی کا حق

ہے اس میں کسی قسم کی کوئی تاویل نہیں‘‘۔
(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص397)

عجیب منافقت ہے ہم نے جتنی عبارات پیش کی ان سب میں احمد رضا سے لیکر گجراتی تک ورثہ میں ملی ہوئی دجل وفریب کی صفات کو استعمال کر کے تاویل کرو اور ہم سے تاویل کا گلہ کرو کچھ تو شرم کرو۔

علامہ آلوسیؒ کی عبارت سے گلو خلاصی میں مزید رسوائی

موصوف لکھتے ہیں:

’’علامہ آلوسی کی ان تمام عبارات کا جواب وہابی اصولوں سے تو محض چند سطروں میں کافی ہے‘‘۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص402)

پھر علامہ عبدالحلیم چشتیؒ کے حوالے سے لکھا کہ والد کی تفسیر طباعت میں دیانت داری سے کام نہیں لیا۔احمد رضا بجنوریؒ کے حوالے سے لکھا کہ اس میں حذف والحاق کی کاروائی ہے۔انوارالباری کے حوالے سے یہی بات علامہ انورشاہ کشمیری رحمہ اللہ علیہ کی طرف منسوب کی۔ڈاگی سے نقل کیا ھذا الکلام یشیر الی ضلالۃ الآلوسی یہ کلام آلوسی کی گمراہی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔شیخ الحدیث مفتی فرید صاحبؒ کے حوالے سے لکھا کہ صاحب روح المعانی سے ومسائل میں ہمارے مشایخ موافقت نہیں کرتے۔
(ملخصاً حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص403تا405)

علامہ انورشاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ’’فیض الباری‘‘اور’’انوارالباری‘‘ کی حیثیت ’’امالی‘‘ کی ہے جو کلی معتبر نہیں ہمارے لئے۔تفصیل علامہ نقشبندی صاحب کی کتاب ’’فاع اہل السنۃ والجماعۃ کی جلد سوم‘‘ میں ملاحظہ ہو۔مولانا حمداللہ صاحب مائل الی البدعات والخرافات تھے اور یہ کتاب اسی زمانے کی ہے لہذا ہمارے لئے مولانا حمداللہ صاحب معتبر نہیں چہ جائکہ ان کی یہ کتاب اگرچہ سننے میں آیا کہ مولانا صاحبؒ نے آخری عمر میں ان تمام

خرافات سے رجوع کرلیا تھا۔تفصیل کیلئے علامہ نقشبندی صاحب کی دفاع جلدسوم ملاحظہ ہو۔

مولانا حمداللہ صاحبؒ کا یہ قول خود ضلالت ہے۔چیخنے کی ضرورت نہیں جب آلوسیؒ اپنے قول میں معاذ اللہ گمراہ ہوسکتا ہے تو ڈاگئی صاحب کیوں نہیں؟

جہاں تک علامہ عبدالحلیم چشتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ ہے تو وہ ان کا اپنا نظریہ یا موقف نہیں انہوں نے علامہ زاہدکوثری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک طویل اقتباس علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے رد میں نقل کیا ہے۔فجر منیر کتاب کا حوالہ گزرگیا کہ نقل روایت مذہب نہیں کھلاتا۔رضاخانی نے لکھا:

''علامہ آلوسی کی ان تمام عبارات کا جواب وہابی اصولوں سے تو محض چندسطروں میں کافی ہے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص402)

پس ہم بھی اب ان تمام حوالوں کا جواب رضاخانی اصول پر دیتے ہیں۔دیوث زمانہ پلمبر تیمور رضاخانی لکھتا ہے:

''پھر تحقیقات کے تمام مندرجات معتبر نہیں''۔

(کنزالایمان اورمخالفین،ص343)

معلوم ہوا کہ ایک کتاب معتبر ہوگی لیکن اس کے تمام مندرجات معتبر نہیں ہوں گی اسی طرح ''عجالہ نافعہ'' معتبر ہے۔شیخ زاہدکوثری رحمۃ اللہ علیہ بھی معتبر ان کی کتب بھی معتبر لیکن کئی باتوں کی طرح یہ بات معتبر نہیں۔انوارالباری،فیض الباری وغیرہما کا بھی یہی جواب ہے۔

مزید دیوث لکھتا ہے:

''اوراقتدارصاحب کی تنقید ان کا ذاتی موقف ہے''۔

(کنزالایمان اورمخالفین،ص333)

تو یہ سب ان کا ذاتی موقف ہے۔پھر خور رضاخانی نے علامہ نقشبندی صاحب کی عبارت نقل کی کہ:

''یہ قرآن پیش نہیں کر سکتے دوسری بات آگے چلئے یہ حدیث پاک بخاری سے پیش کر رہے ہیں وہ بھی پیش نہیں کر سکتے یہ انوار شریعت میں مولوی نظام الدین ملتانی نے بخاری کو گستاخ رسول کہا ہے تو اس بات اس وقت پیش کی جائے گی جب اس کو ماننا ہو ایک شخص کہے فلاں گستاخ ہے تو پھر اس کی بات سے دلیل کیسی؟

(روئداد مناظرہ کوہاٹ، ص50)

۔۔۔۔یہ کسی اور کا اصول نہیں بلکہ خو وہابی اسمعیلی ساجد خان کا مصدقہ اصول ہے اب اس پر عمل کرے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص405)

تو لیجئے! ہم اپنے اصول پر عمل کرتے ہیں اور کہتے ہیں بطور الزام کے ٹھیک علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی بات ہمارے خلاف حجت نہیں ہوگی کیونکہ وہ ہمارے نزدیک گمراہ ہے لیکن رضا خانیوں کے ہاں حجت ہوں گی کیونکہ رضا خانی بزرگ غلام مہر علی لکھتا ہے:

(1) ''دیکھئے یہ میرے پاس مایہ ناز تفسیر روح المعانی ہے''۔

(تحقیقات غلام مہر علی، ص175)

تو جناب آپ کے ہاں تو یہ مایہ ناز تفسیر ہے۔

(2) مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''علامہ آلوسی بڑے پائے کے محقق ہیں ہمارے دل میں ان کا بڑا احترام ہے''۔

(تبیان القرآن جلد اول، ص1040)

(3) بدکار زمانہ پیر مظفر حسین شاہ ٹپی رضا خانی کا تنخواہ دار مناظر عبد المجید سعیدی لکھتا ہے:

''علامہ فہامہ سید محمود آلوسی بغدادی حنفی''۔ (تنبیہات، ص88)

پھر تفسیر آلوسی سے استدلال کیا۔

(4) سیالوی کی کتاب میں جگہ جگہ آلوسی کی تفسیر سے استناد ہے ایک مقام

پر ہے:

''علامہ آلوسی کا نظریہ اس جلیل القدر مفسر و محقق کا عندیہ او رنظریہ''۔

(تحقیقات،ص322)

(5) رضاخانی مرکز سے جاری شدہ فتوے میں ہے:

''علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں''۔

(فتاوی بریلی شریف،ص295)

فی الوقت علامہ آلوسی حنفیؒ اور اس کی تفسیر کے مستند ہونے پر یہ چند حوالے مزید پھر کسی موقع پر تو اگر یہ سمجھتا ہے کہ واٹس ایپ گروپ میں چند حوالے ملنے پر احمد رضاخان بریلوی بن گیا ہے تو یہ مت بھول کے ہمارے سروں پر بھی احمد رضاخان کو ذلت کی خاک چٹوانے والے وقت کے حضرت سید مرتضی حسن چاند پوری رحمۃ اللہ علیہ کا دست شفقت ہے جس سوراخ سے بھاگنے کی کوشش کرے گا تیرا اصول تیرے ہی دو شقی میں رکھ کر اس سوراخ کو بند کروں گا۔ان شاءاللہ۔

پھر رضاخانی کا دجل و فریب ملاحظہ ہو اس نے کتاب کے صفحہ 402و405 پر لکھا کہ علامہ انور شاہ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں یہ معتبر تفسیر نہیں آلوسیؒ معاذ اللہ گمراہ ہے حالانکہ غلام مہر علی لکھتا ہے کہ:

''دیکھئے یہ میرے پاس مایہ ناز تفسیر روح المعانی ہے جسے آپ کے پیشوا محمد انور شاہ کشمیری کی مشکلات القرآن کے مقدمہ یتیمۃ البیان میں تفاسیر میں سے حرف آخر تفسیر لکھا گیا''۔

(تحقیقات غلام مہر علی،ص175)

اب یہ آج کا للو شاہ کہتا ہے کہ شاہ صاحبؒ کے ہاں یہ تفسیر معتبر نہیں اور اس کا لاٹ پادری کہتا ہے کہ نہیں یہ تو شاہ صاحب کے ہاں ''حرف آخر'' ہے اب ان دونوں میں سے کس کو سچا مانیں؟ پلمبر تیمور لکھتا ہے:

''یہ متضاد باتیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ صرف الزام تراشی ہے اور کچھ نہیں ''۔

(کنز الایمان اور مخالفین،ص 201)

رضا خانیوں کے یہ متضاد دعوے اور باتیں اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ محض الزام تراشی ہے کہ ہم معاذ اللہ آلوسیؒ کو گمراہ ضال مضل کہتے ہیں۔

پھر موصوف نے مزید اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی طرح ''گوبر فشانی'' کرتے ہوئے کہا کہ علامہ آلوسیؒ کی عبارت میں دراصل ''وسیلے'' کا انکار کیا جارہا ہے۔ مفتی فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا حمد اللہ جان صاحب ڈاگئی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عبارت کو وسیلے کی نفی پر محمول کیا ہے۔ حالانکہ خود علمائے دیوبند وسیلے کے قائل ہیں اور اس کے ثبوت میں امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال پیش کئے اور نتیجہ نکالا کہ یہ عبارت تو آلوسی علیہ الرحمۃ کی تمہارے بھی خلاف ہے۔

ساتھ یہ بھی کہا کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں ''**المطلوب منه**'' تھا ساجد خان نقشبندی نے اس کا ترجمہ: ''مشکل کشائی'' کیا اور پھر بکواس کرتا چلا گیا''۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص406 تا411)

اتنی سی بات کو اس نے گالیوں کے ساتھ پانچ صفحات پر پھیلا کر اوراق کو مثل قلب احمد رضا سیاہ کیا۔

جواب: رضا خانی نے یہاں پھر گجراتی و خان صاحب بریلوی سے ملنے والی دجل و فریب، مکاری وعیاری، بے شرمی و بے حیائی کی صفات کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ یہاں ''وسیلے'' کارد کررہے ہیں لیکن کونسا وسیلہ؟ جاہل انسان یہ بھی تو۔ بتا چنانچہ علامہ آلوسیؒ وسیلے کے مختلف تفاسیر ذکر کرتے ہیں جائز وسیلے استغاثہ و استشفاع بمعنی توسل کے وہ قائل ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

كذلك فلقول عمر رضى الله تعالى عنه فيه : كنا نتوسل بنبيك

صلى الله عليه و سلم وأما الثانى فلقوله : إنا نتوسل بعم نبيك لما قيل : إن هذا التوسل ليس من باب الاقسام بل هو من جنس الاستشفاع وهو أن يطلب من الشخص الدعاء والشفاعة ويطلب من الله تعالى أن يقبل دعاءه وشفاعته ويؤيد ذلك أن العباس كان يدعو وهم يؤمنون لدعائه حتى سقوا

(روح المعانی جلد ششم ص 127)

خلاصہ کلام عمر فاروقؓ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پکڑتے تو (یہ وسیلہ غیر مشروع وسیلے میں سے نہیں بلکہ) باب استشفاع میں سے ہے جس میں اصل میں کسی بندے سے دعا اور شفاعت طلب کی جاتی ہے اور قبولیت کی امید اللہ سے لگائی جاتی ہے کہ اس دعا کو قبول کرے۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

وقد ذكر المجد أن لفظ التوسل بالشخص والتوجه اليه وبه إجمال واشتراك بحسب الاصطلاح فمعناه فى لغة الصحابة أن يطلب منه الدعاء والشفاعة فيكون التوسل والتوجه فى الحقيقة بدعائه وشفاعته وذلك مما لامحذور فيه وأما فى لغة كثير من الناس فمعناه أن يسأل الله تعالى بذلك ويقسم به عليه وهذا هو محل النزاع

(ایضاً)

خلاصہ کلام یہ کہ مجد الدین لکھتے ہیں کہ لفظ توسل میں اجمال ہے اور بحسب اصطلاح معنی مشترک ہے ایک تو توسل کا معنی دعا ہے جس میں حقیقت میں دعا اللہ سے بندہ محض واسطہ اس کے جواز میں کسی کو شک نہیں دوسرا توسیل عوام (رضاخانیوں) کا ہے جس میں وہ اللہ کو قسم دیتے ہیں اور پابند کرتے ہیں کہ فلاں کے وسیلے سے یہ کام کر۔

آگے اصل بات کرتے ہیں کہ:

''والناس قد أفرطوا اليوم فی الإقسام علی الله تعالی فأقسموا عليه عز شأنه بمن ليس فی العير ولا النفير وليس عنده من الجاه قدر قطمير وأعظم من ذلك أنهم يطلبون من أصحاب القبور نحو إشفاء المريض وإغناء الفقير ورد الضالة وتيسير كل عسير وتوحی اليهم شياطينهم خبر إذا أعيتكم الأمور الخ وهو حديث مفتری''۔
(تفسیر روح المعانی جلد ششم، ص 127)

خلاصہ یہ کہ آج لوگوں نے اس وسیلے اور اللہ کو قسم دینے کی آڑ میں بہت زیادہ افراط کا مظاہرہ کیا بلا جھجھک قبروں سے مریض کو شفا یابی فقیر کو غنی کرنا ہر گم کردہ چیز کے واپس مل جانے کو طلب کرتے ہیں اور ہر مشکل کشائی کا حل قبر والے سے طلب کرتے ہیں اور ان کے شیاطین نے ان کو یہ وحی کی کہ حدیث میں آیا ہے کہ جب تمہیں کوئی بھی مشکل پیش آئے تو اہل قبور سے استعانت طلب کرو یہ حدیث جعلی ہے۔۔۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے وسیلے کے جواز کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کرتے ہیں:

وبعد هذا كله أنا لا أری بأسا فی التوسل إلی الله تعالی بجاه النبی صلی الله عليه وسلم عند الله تعالی حيا وميتا
(روح المعانی جلد ششم، ص 128)

گویا وہ ''وسیلہ'' کی ایک خاص قسم کے منکر ہیں جس میں اللہ کو قسم دی جاتی ہے کہ فلاں بزرگ کے نام پر یہ کام کر یہ تجھ پر لازم ہے اور فلاں بزرگ ہر قسم کی حاجت روائی کرسکتے ہیں۔ اس عبارت میں جس کو علامہ نقشبندی صاحب نے پیش کیا اور اس خاص قسم والے وسیلے کی وضاحت وہ جلد ششم (شاملہ) میں کر چکے ہیں۔ اب علامہ نقشبندی صاحب نے جو عبارت پیش کی وہ آگے کی جلد کی ہے جس میں اسی غیر شرعی قسم والے وسیلے کا رد ہو رہا ہے چنانچہ خور رضاخانی نے علامہ آلوسیؒ کی عبارت نقل کی:

واستدل بعض الناس بهذه المشروعية الاستغاثة بالصالحين

وجعلهم وسیلة بین الله تعالی وبین العباد والقسم علی الله تعالی بهم... وکل ذالك بعید عن الحق ''۔

(تفسیر روح المعانی ج6،ص402؛بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول ، ص408)

یعنی بعض جہلانے اس آیت سے صالحین سے قسم والے وسیلہ اور استغاثہ سے استدلال کیا ہے ۔ اور قسم والے استغاثہ کی وضاحت خود ما قبل والی جلدوں میں وہ کر چکے ہیں کہ جس میں عوام یہ سمجھتی ہے کہ بزرگوں کا واسطہ اور قسم جب اللہ کو دیا جائے تو اللہ کا اسے پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے اور اسی عقیدہ پر وہ اہل قبور سے ہر قسم کی مشکل کشائی طلب کرتے ہیں ۔

تو کیا رضا خانی رزق ، شفا ، اور ہر قسم کی حاجات اہل قبور سے طلب نہیں کرتے ؟ علامہ آلوسیؒ اسی کو اس عبارت میں ناجائز کہہ رہے ہیں اس میں علامہ نقشبندی صاحب نے کیا دجل و فریب کیا؟

جبکہ دیوبندی جس توسل کو مانتے ہیں اس میں ولی کو شفائے مریض ، رزق اور تمام مشکلات پر قادر سمجھ کر اس سے طلب نہیں کیا جاتا بلکہ قادر اللہ ہی کو مانا جاتا ہے بزرگ کو محض وسیلہ بنا کر یہ اگر سائل سماع موتی کا قائل ہے تو اس نظریہ سے کہ صاحب قبر اللہ سے دعا مانگے اور میرا وہ کام ہو جائے ۔

غرض یہ عبارت رضاخانیوں کے رد میں تو ہے ہمارے رد میں نہیں ۔ رہا ''**المطلوب منه**'' کا ترجمہ ''مشکل کشائی'' کرنے پر علامہ صاحب کو گالیاں دی ہیں تو اول علامہ صاحب نے کہاں دعوی کیا ہے کہ وہ عبارت کا لفظی ترجمہ کر رہے ہیں ؟ یا وہ اس مقام پر **المطلوب منه** کا ترجمہ ''مشکل کشائی'' کر رہے ہیں ۔ رضاخانی کا اصول ہے :

''(رضاخانی ۔۔ناقل) اپنے جاہل اکابرین کی طرح یہ کہیں کہ جی یہ وضاحت کیوں ؟ اور یہ کیسے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کی عقل بد میں گھسیڑنے کیلئے اور یہ آپ ہی کے گھر کا اصول ہے کہ قرائن کے موجود ہوتے ہوئے اہل زبان بہت سی عبارات حذف کر دیتے ہیں '' ۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ،ص298)

تو اس عبارت سے دو مسئلے حل ہو گئے:

(1) آلوسیؒ کی عبارت کی وضاحت ہم نے ایک اور عبارت سے کی اسی سابقہ عبارت کے پیش نظر علامہ صاحب نے اس عبارت میں "مشکل کشائی" کے لفظ کو ذکر کیا۔ جو اجمال کی تفصیل تھی آپ جیسے جاہل کی عقل بد میں گھسیڑنے کیلئے۔ یاد رہے کہ مسئلہ بشریت میں رضا خانی تسلیم کر چکا ہے کہ اجمال پر تفصیل کو ترجیح ہو گی۔

(2) چونکہ علامہ نقشبندی صاحب کے سامنے یہ تمام عبارات تھیں کہ علامہ آلوسی کس استغاثہ اور وسیلے کے منکر ہیں؟ جس میں اصحاب قبور کو تمام امور میں مشکل کشا مان کر ان سے رزق، شفا، مشکلات کا حل گم شدہ چیزوں کو طلب کیا جاتا ہے اس لئے انہوں نے آپ جیسوں کی عقل بد میں گھسیڑنے کیلئے کہ دیکھو اس عبارت میں مطلق وسیلے کا انکار نہیں بلکہ بدفہم و بدعقل مشکل کشائی والے غیر شرعی رضا خانی وسیلے کا انکار ہے کے پیش نظر اس لفظ کو ذکر کیا۔

مگر یہ رضا خانی اس قدر غبی، عقل سے فارغ بلکہ دماغ میں گوبر بھرا ہوا ہے کہ پھر بھی سمجھ نہیں آئی اور ہمیں ایک دفعہ پھر لمبی چوڑی تقریر کرنی پڑی۔

جہاں تک حضرت علامہ مفتی فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقالات ہیں تو وہ ہمارے لئے حجت نہیں نہ اس وقت پیش نظر کے اس میں کیا لکھا ہے؟ اسی اصول پر جس اصول پر مکتوبات امام ربانی و انوار شریعت حجت نہیں۔

رہی بات مولانا حمد اللہ صاحب کی تو ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ وہ خود اس بات میں ضلالت پر ہیں اور اپنے اس قسم کے عقائد سے وہ توبہ و رجوع بھی کر چکے ہیں۔

اگر پھر بھی بدفہم رضا خانی کے بھوسے بھرے دماغ میں بات نہیں آتی تو اپنے گھر کے ایک دیوث پلمبر تیمور رضا خانی مرزائی کا حوالہ پڑھ لے کہ:

"اگر کسی نے اس کو غیر معتبر کہا تو ان کی اپنی معلومات ہیں اور اگر کسی نے معتبر کہا ہے تو انہوں نے اپنی معلومات کے مطابق کہا ہے اس لئے یہ اختلاف ہر گز مذموم نہیں"۔

(دست وگریبان کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ،ص506)

توان دوحضرات کی اپنی تحقیق ہے اور ہماری اپنی تحقیق یہ اختلاف مذموم نہیں۔

علامہ آلوسیؒ کی دوسری عبارت جو علامہ صاحب نے نقل کی اس سے گلو خلاصی یوں کی کہ:

''کیاوہابی یہ بات ثابت کرسکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی خالص اللہ تعالیٰ کو نہیں پکارتا صرف اسی سے مدد نہیں مانگتا صرف اسی کے سامنے گریہ وزاری نہیں کرتا۔۔اگر وہابی حلالی ہے تو وہ یہ سب باتیں ہمارے معتبر ومستند علماء سے ثابت کرے ورنہ دار دیو کی اسی گندگی میں ڈوب مرے جس پر وہ بنا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص412)

اس پر ہم بیسیوں حوالے پیش کر چکے ہیں مگر رات کے چار بج رہے ہیں تہجد بھی ادا کرنی ہے اس لئے صرف چند حوالوں پر اکتفا کرتا ہوں۔

ذلت مآب آل قارون احمد رضا خائن لکھتا ہے:

''میں نے جب بھی اِستِعانَت (یعنی مدد طلب کی) یاغوث رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہُ ہی کہا''۔(ملفوظات اِعلیٰ حضرت،حصہ سوم،ص400)''۔

تیر الاٹ پادری کہتا ہے کہ جب بھی استعانت کی یاغوث ہی پکارا اللہ کو کبھی نہیں پکارا۔ اس کے سامنے کبھی آہ وزاری نہیں کی۔عبدالحکیم شرف قادری لکھتا ہے:

''**اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو تعلق ہونا چاہئے اور اس کے بارے میں جو اہتمام ہونا چاہئے وہ ہمارے ہاں عام طور پر نہیں پایا جاتا**۔۔۔ایک صاحب نے نماز کے بعد درود شریف بصیغہ ندا پڑھا پھر یارسول اللہ انظر حالنا پڑھا پھر درود شریف پڑھ کر منہ پہ ہاتھ پھیر لیا اللہ تعالیٰ سے دعا ہی نہیں مانگی ،اسی طرح ایک صاحب نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:''میں نے سب کام فرشتوں کے ذمہ لگادئے اور خود فارغ ہو کر اک ہی کام کرتا ہوں اور وہ ہے اپنے محبوب کی تعریف''۔۔۔۔

کیا یہی اسلام کی تعلیم ہے؟

(خدا کو یاد کر پیارے، ص:13)

لیجئے یہ تیرا اپنا مستند و معتبر مولوی چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اللہ تعالی کے ساتھ جو تعلق اور اہتمام ہونا چاہئے وہ ہمارے ہاں عام طور پر نہیں اب اللہ کے ساتھ تعلق خالص ہونا چاہئے خالص اللہ کو پکارنا چاہئے یہ تعلق ہے مگر یہ کہہ رہا ہے کہ نہیں یہ تعلق ہمارا نہیں اور اکادکا بریلوی کا نہیں بلکہ "عام طور" پر ہمارے ہاں یہ ماحول ہے۔

اب ہم نے تو الحمدللہ اپنا حلالی ہونا ثابت کر دیا اب اگر اس رضاخانی حرامی میں جرات ہے تو اس ذلت کے بعد جا کر نواب کلب علی خان کے پلنگ پر الٹا لیٹ کر اسے اسی طرح گندہ کرے جیسے کسی زمانے میں نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی گندہ کرتا۔

الحمدللہ معلوم ہوا کہ علامہ نقشبندی صاحب نے جو عبارت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کی تھی وہ بالکل درست تھی۔ اس کے بعد جب موصوف سے کچھ نہ بن پڑا تو تو ہمارے اکابر کے وہ حوالے پیش کرنے شروع کر دیئے جس میں انہوں نے کسی بزرگ کو "یا" کہہ کر یا پاک پیغمبر ﷺ کیلئے "یارسول اللہ" کا لفظ استعمال کیا ہو۔ اور صفحہ 413 تا 418 تک چھ صفحات تک بھونکتا رہا۔ اس کے جواب ہم بارہا دے چکے ہیں لیکن سر دست ہم انہی کی کتاب سے اس لوسی کتے کے منہ میں ہڈی ڈال دیتے ہیں۔ پیر نصیر الدین گولڑوی لکھتا ہے:

"صوفیاء کی شعر و شاعری کو اگر شرعی فتوی کو درجہ دیا جائے تو پھر صوفیاء کو چاہئے تھا کہ وہ مخالفین کے سوالات و اشکالات کے جواب میں اپنے اشعار پیش کرتے مگر ان میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا شعر و شاعری کا ذوق الگ چیز ہے اور سیف چشتائی، تحقیق الحق، اور اعلاء کلمۃ اللہ ایسی فاضلانہ محققانہ تحریرات کا مقام ایک الگ چیز ہے۔ کیونکہ صوفیاء کے عالم وجد میں صادر ہونے والے کلام موزوں یعنی شعر کا تعلق ان کے اپنے وجدانیات تک محدود ہے جس کے اہل ایمان مکلف نہیں"۔

(اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت، ص 46)

تو اول تو ہم ان اشعار کے مکلف نہیں ثانیا یہ ان کے حالت وجد و مستی اور سکر میں کہئے گئے

اشعار ہیں جس کا کوئی اعتبار نہیں ۔مولانا عبدالسمیع رامپوری نے ان کو غلبہ عشق کے اشعار کہے جیسا کہ فراق میں ماں کی زبان سے ہائے بیٹا نکل جاتا ہے (ملخصا انوار ساطعہ ،ص 454)

تو کیا ہائے بیٹا سے وہ مشکل کشا حاجت روا ہو جاتا ہے؟ یہ اشعار اول تو حالت سکر جس پر کوئی فتوی نہیں **ثانیا** مشکل کشائی حاجت روائی ،علم غیب ،حاضر و ناظر کے ساتھ نہیں بلکہ محض عشقیہ ہیں جبکہ رضاخانی ان تمام گندے عقائد کے ساتھ غیر اللہ کو پکارتے ہیں اور مدد طلب کرتے ہیں لہذا علامہ آلوسی کا فتوی اب بھی رضاخانیوں کے گلے میں موجود ہے۔

صفحہ 418 پر جو حاجی امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول پیش کیا کہ تم تین سو ساٹھ اولیاء اللہ کس مرض کی دوا ہو؟ (امداد المشتاق) اگر چہ اس کے کئی جوابات ہو سکتے ہیں سر دست الزامی یہی ہے کہ یہ حاجی صاحب کی ''شطحیات'' ہیں جس پر کوئی فتوی نہیں ۔اس الزامی جواب پر کسی بھی قسم کی بکواس کرنے سے پہلے اپنے گھر کا گند اچھی طرح دیکھ لینا۔

باقی صفحہ 416 و 417 پر اس بے حیا نے طاہر علی ہاشمی ناصبی کا حوالہ دیا جس کے خلاف خود علامہ نقشبندی صاحب کتاب لکھ چکے ہیں ۔ یہ ایسی بے غیرت قوم ہے کہ ان کے مستند علماء پیش کرو تو کہتے ہیں معتبر نہیں ،ذاتی رائے ہے ،تفرد ہے ،اور ہمارے خلاف ہر گدھے گھوڑے کو پیش کر دیتا ہے ۔طاہر ہاشمی کی ہماری نظر میں وہی حیثیت ہے جو احمد رضاخان جیسے دجالوں کی تھی ۔رہی یہ بات کہ طاہر القادری کو شیخ الاسلام بنا کر دیوبندی ہمارے کھاتے میں ڈالتے ہیں ۔تو تم نے جب مماتیوں اور مودودیوں کو دیوبندی بنا کر ہمارے کھاتے میں ڈالا تو یہ اس کے جواب میں ہے ۔**ثانیا** علامہ نقشبندی صاحب نے دلائل قاہرہ سے طاہر القادری کا رضاخانی شیخ الاسلام ہونا ثابت کیا ہے جو ''سوط الحق'' اور ''راہ ہدایت مجلہ'' میں شائع ہو چکا ہے جس کا جواب دینے کی آج تک کسی رضاخانی کو جرات نہ ہوئی ۔اب اگر غیرت ہے تو اپنے اصولوں کو سامنے رکھتے ہوئے اس طاہر ہاشمی جو اصل میں پلید ہے کو ہمارا معتبر ثابت کرے۔

مظفرحسین رضاخانی کا یہ پالتو اس قدر عقل سے فارغ ہے کہ اس جاہل کو اپنا لکھا ہوا بھی یاد نہیں رہتا ابھی کچھ سطر پہلے لکھ کر آیا کہ:

''یہ کسی اور کا اصول نہیں بلکہ خود وہابی اسمعیلی ساجد خان کا مصدقہ اصول ہے اب اس پر عمل کرے اور علامہ آلوسی کے حوالے اپنے گھر سنبھال کر رکھے کیونکہ وہ تو وہابی کے نزدیک گمراہ ہیں تو ان کی بات سے دلیل کیسی؟''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 405)

تو اے ملعون رضوی! طاہر ہاشمی بھی علامہ صاحب کے نزدیک گمراہ ہے تو ان کی بات سے دلیل کیسی؟

علامہ صاحب نے علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت پیش کی تھی:

وَقَد قُلتُ یوماً لِرَجُلٍ یَّستَغِیثُ فِی شِدَّۃٍ بِبَعضِ الأَموَاتِ وَیُنَادِی یَا فُلَان أَغِثنِی فَقُلتُ لَہُ: قُل یَا أَللہ فَقَد قَالَ سُبحَانَہُ: [وَإِذا سَأَلَكَ عِبادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذا دَعانِ] [البقرة:6] فَغَضِبَ وَبَلَغَنِي أَنَّہُ قَالَ: فُلَانٌ مُّنکَرٌ عَلَی الأَولِیَاءِ، وَسَمِعتُ عَن بَعضِھِم أَنَّہُ قَالَ: أَلوَلِیُّ أَسرَعُ إِجَابَۃً مِّنَ اللہِ عَزَّوَجَلَّ وَھذَا مِنَ الکُفرِ بِمَکَانٍ نَّسأَلَ اللہُ تَعَالَی أَن یَّعصِمَنَا مِنَ الزَّیغِ وَالطُّغیَانِ

(تفسیر روح المعانی، ج12، ص 244)

میں نے ایک ایک شخص کو کہا جو مشکل وقت میں بعض اہل قبور کو پکارتا اور کہتا کہ اے فلاں میری مدد کر میں نے اس سے کہا کہ یا اللہ کہو کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ جب میرے بارے میں میرے بندے تجھ سے سوال کریں تو میں ان کے قریب ہوں پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارے،تو وہ ایک دم غضبناک ہوگیا اور مجھ تک اس کی یہ بات پہنچی کہ وہ یہ کہتا پھر رہا ہے کہ فلاں (یعنی علامہ آلوسی) اولیاء اللہ کا منکر ہے اور انہیں برا بھلا کہتا ہے اور انہی جیسے بعض لوگوں سے میں نے سنا کہ ''ولی'' اللہ سے جلدی دعا کو قبول کرتا ہے

معاذ اللہ یہ صریح کفر ہے ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں ایسے شرکیہ عقائد وگمراہی سے محفوظ رکھے۔

موصوف اس کے جواب سے بالکل عاجز ساکت گالیاں دینے کے بعد مرے ہوئے قلم سے لکھتے ہیں کہ یہ تو جہلا کی باتیں ہیں ہم اس کے قائل نہیں۔

(ملخصاحنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 419)

تو یہی تو تمہارا اور ہمارا جھگڑا ہے ہم تمہیں اولیاء اللہ کی قبور سے غیر شرعی استعانت سے منع کرتے ہیں اور تم ہم سے لڑتے ہو اور ہمیں اولیاء اللہ کے کمالات کا منکر کہتے ہو۔ اگر ایسا نہیں تو بتاو تمہارا ہمارا اس باب میں پھر جھگڑا کیا ہے؟ اور آج تم نے مان لیا کہ ایسا جاہل لوگ کرتے ہیں تو اعلی حضرت سے لیکر ادنی حضرت تک سب اسی باب میں تو ہم سے جھگڑ رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کی قبروں سے مانگنے سے کیوں منع کرتے ہو؟ اور الحمدللہ تم نے مان لیا کہ واقعتہ یہ سب کر کے ہم نے جہالت کی اور وہ جہلا ہم ہی ہیں۔ اب رضاخانی ہی کی زبانی:

''قارئین! آپ نے سنا ہوگا کہ جھوٹا بھی کبھی کبھی سچ بول دیتا ہے لیکن آج دیکھ بھی لیا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 396)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی عبارت سے گلو خلاصی کی کوشش

حضرت شاہ صاحبؒ کی عبارت کے متعلق تو پہلے یہ کہا کہ خود شاہ صاحب نے بزرگوں سے مانگا اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مانگنا توسل کے طور پر ہے نہ کہ مافوق الاسباب اور مختار کل کے شرکیہ عقیدہ کے ساتھ پھر کہا کہ ملفوظات محدث کشمیری میں ہے کہ شاہ صاحب قدم عالم کے قائل تھے انوار الباری میں ہے کہ شاہ صاحب کی کتب میں بعض ایسی آراء ملتی ہیں جن سے موافقت مشکل ہے۔

(ملخصاحنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 420،421)

یہ ایسا منحوس چارسوبیس ہے کہ رضاخانی کے بقول اپنے اصولوں کا خون کرتے ہوئے بھی اس کو حیاء نہیں آتی ابھی پیچھے خود یہ نقل کر آیا ہے کہ:

''انوار شریعت **ملفوظات** ہیں اور **ملفوظات** ہمارے نزدیک معتبر نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ،ص 262)

تو جب **ملفوظات** تیرے نزدیک معتبر ہی نہیں تو ملفوظات محدث کشمیری کا حوالہ دیتے ہوئے تجھے شرم نہیں آتی ؟ ۔ جہاں تک بات ''انوار الباری'' کی ہے تو اول تو وہ حضرت شاہ صاحب کی کتاب نہیں **ثانیا** رضا خانی اصول پر ہم اس کے تمام مندرجات سے متفق نہیں ۔

ثالثا یہ عبارت ہمارے خلاف نہیں کیونکہ آراء کا اختلاف تو کسی شخص سے بھی ہو سکتی ہے کسی سے بھی کلی اتفاق بظاہر مشکل ہے تو کیا محض اختلاف کی وجہ سے اب اس کی ہر بات کو رد کر دیا جائے گا؟ اگر ایسا ہی تو رضا خانیوں تو پھر معاذ اللہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے بھی اعلان برات کرنا چاہئے کیونکہ :

''''مجدد برحق امام احمد رضا قادری حنفی ...... نے اکابر صحابہ کرام اور آئمہ مجتہدین (امام اعظم امام ابو حنیفہ ،امام مالک ،اور امام احمد بن حنبل) رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین کے موقف سے اختلاف فرمایا ہے''۔

(حقائق شرح مسلم و دقائق تبیان القرآن ،ص 172,173 فرید بک سٹال لاہور)

لہذا اب رضا خانی اپنے اصول کے مطابق چاروں آئمہ کی کتب اور فقہ کو دریا برد کرے کھلم کھلا غیر مقلد ہونے کا اعلان کرے کیونکہ رضا خانی اصول ہے کہ کسی کی آرا سے اختلاف کے بعد اس کی کوئی رائے قابل عمل نہیں رہتی اس کے بعد شیعہ ہونے کا بھی اعلان کرے تقیہ کر کے شیعہ تو پہلے ہی ہے کیونکہ امام الروافض احمد رضا خان نے تو صحابہ کرامؓ سے بھی اختلاف کیا۔ رضا خانی نے ماقبل میں لکھا کہ ولی وہ ہے جو عورت کی رحم پر بھی نظر رکھے تو بندہ وہی ولی ہے ابو حامد رضوی جب تو اپنی ماں کے رحم میں تھا اس وقت سے تیری اماں پر میری نظر ہے تجھے جو حوالے اب واٹس ایپ پر مل رہے ہیں اور جس کی بنا پر تو پورے پورے صفحے ہمارے علما پر بھونکنے میں سیاہ کر دیتا ہے بندہ کے پاس اس کے توڑ کا جواب اس وقت سے

ہے جب تیرا نطفہ حرام نے تیری ماں کے رحم میں قرار پکڑا تھا۔اپنی بکواس پر کنٹرول کر علمی اختلاف کو علمی اختلاف تک رکھ۔

علامہ نقشبندی صاحب کی عبارت میں تعارض کی کوشش

موصوف جہالت، غبی پن میں احمد رضا خان کا بھی باپ ہے اس جاہل کو علامہ نقشبندی صاحب کی اردو عبارت تک سمجھنے کی صلاحیت نہیں چنانچہ علامہ صاحب کی عبارت نقل کرتا ہے کہ:

''ہر وہ شخص جو اجمیر شہر یا مسعود سالار کے مزار پر جائے کہ ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو وہ گناہ گار ہے اور اس کا یہ گناہ قتل وزنا سے بڑھ کر ہے (کہ اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا) اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو بتوں لات وعزی کو پوجتا ہے''۔

(بریلویت بمقابلہ حنفیت، ص 29)

پھر کہتا ہے کہ دفاع میں اس عبارت کو یوں نقل کیا:

''ہر وہ شخص جو اجمیر شہر یا مسعود سالار کے مزارات پر اپنی حاجت روائی کیلئے جاتا ہے ان سے اپنی حاجتیں طلب کرتا ہے ت اس کا یہ عمل قتل وزنا سے بھی بڑا گناہ ہے۔صاحب مزار کو مشکل کشا مختار کل سمجھتے ہوئے مشکلات میں پکارنے والے کی مثال لات وعزی کو پکارنے والوں کی طرح ہے''۔

(دفاع اہل السنۃ والجماعۃ، جلد اول ص 135)

پھر کہتا ہے:

''وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اسی طرح ہر جگہ پینترے بدلے ہیں کہیں جوش میں کفر و شرک بنا دیا اور کہیں اس کی نفی کر دی جاہل شخص اس کتاب میں تو کہہ رہا ہے قبر والے سے حاجت مانگنا کفر وشرک نہیں جبکہ دفاع اہل جھنم میں مشکل کشا اور مختار کل جیسے الفاظ اپنی طرف سے گھڑ کر عبارت کو اپنی کفریہ وشرکیہ گن مشین سے اپنے آباء کی ذہنیت کے مطابق کچھ اور ہی بنا دیا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 422،421)

اب اس جاہل ذلیل انسان سے کوئی پوچھے کہ علامہ صاحب نے کہاں ''رضاخانیت بمقابلہ حنفیت'' میں کفر و شرک ہونے سے انکار کیا ہے اور کہاں ''دفاع اہل السنۃ والجماعۃ'' میں اقرار کیا ہے؟ دراصل اس جاہل کے بچے کو مابین قوسین عبارت سے غلط فہمی ہوئی جو کچھ یوں ہے:

''ہروہ شخص جو اجمیر شہر یا مسعود سالار کے مزار پر جائے کہ ان سے اپنی حاجات طلب کرے تو وہ گناہ گار ہے اور اس کا یہ گناہ قتل وزنا سے بڑھ کر ہے **(کہ اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا)** اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو بتوں لات وعزیٰ کو پوجتا ہے''۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص 29)

تو جاہل کی نسل! مابین قوسین عبارت کہ:''اس سے کوئی مشرک کافر نہیں ہوتا'' اس کا تعلق مطلق عبارت سے نہیں بلکہ ماقبل کی عبارت:''اس کا یہ گناہ قتل وزنا سے بڑھ کر ہے'' سے یعنی زنا کرنے سے کوئی مشرک و کافر نہیں ہوتا اور قبروں سے شرکیہ حاجت روائی سے چونکہ بندہ مشرک و کافر ہو جاتا ہے اس لئے بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یہ گناہ معاذ اللہ زنا سے بڑھ کر ہے۔ جب علامہ صاحب کی عبارت میں صاف موجود ہے کہ ایسا کرنے والے لات وعزیٰ کو پوجنے والے کی طرح ہے تو کیا لات وعزیٰ کو پوجنے والے مشرک نہیں؟ تو کس طرح علامہ صاحب شرک کا انکار کر رہے ہیں۔مگر یہ ایسا جاہل خبیث ہے کہ ایک عبارت سمجھ نہیں آتی الٹا غلط مفہوم سمجھ کر پھر پورے کے پورے صفحات سیاہ کرتا چلا جاتا ہے۔

بار بار مستند علماء سے نقل پیش کرنے کا مطالبہ

رضاخانی نے ص 422 پر مطالبہ کیا ہے کہ ہمارے کس مستند عالم نے کہا ہے؟۔۔اسی طرح علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کی پیش کردہ بہت سی عبارات کے جواب میں یوں گلو خلاصی کی ہے کہ ہمارے کس عالم نے ایسا کہا ہے؟

حالانکہ علامہ نقشبندی صاحب نے کہیں بھی یہ دعوی نہیں کیا کہ وہ جو کچھ نقل کر رہے ہیں اس سے مراد صرف اور صرف رضاخانی علماء ہیں ان کی کتاب کا نام ہی:

''رضاخانیت بمقابلہ حنفیت''

ہے جس میں رضاخانی علماء وعوام دونوں شامل ہیں۔ پھر شریف الحق امجدی لکھتا ہے:

''لیکن ہر بات کا منقول ہونا کیا ضروری ہے؟''۔

(فتاوی شارح بخاری جلد سوم،ص466)

تو جاہل کے بچے! یہ سب تمہارے شرکیہ کفریہ عقیدہ ہیں جسے پاکستان کا بچہ بچہ جانتا ہے اگر کسی رضاخانی نے تقیہ کر کر بالفرض نقل نہ بھی کیا تو شارح رضاخانیت مفتی ذلیل الباطل کا فتوی یہ ہے کہ ہر چیز منقول ہو یہ ضروری نہیں۔

ماقبل میں پیر نصیر الدین گولڑوی کا حوالہ گزر چکا ہے کہ ہماری عوام وخواص میں شرکیہ جراثیم موجود ہیں۔

عبد الحکیم شرف قادری کا حوالہ گزر چکا کہ رضاخانی اللہ کے ساتھ مخلص نہیں جیسے اللہ کو پکارنا چاہئے ویسے وہ نہیں پکارتے۔اب اس کے بعد قادیانیوں کی طرح من مانے مطالبے تو ہم پورے نہیں کر سکتے۔اگر اسی کا نام جواب ہے تو رضاخانی کہتے ہیں کہ دیوبندی حضور ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہیں معاذ اللہ اب غیرت کرے ہمارے کسی ایک عالم کا حوالہ پیش کرے جس نے کہا ہو کہ ہم:

''حضور ﷺ کی ختم نبوت کے منکر ہیں''

معاذ اللہ۔رضاخانی لکھتا ہے:

''یاد رہے! بعض دفعہ موقف اختیار کرنے والے کا موقف بظاہر درست نظر آتا ہے اور وہ خود بھی اس کو صحیح سمجھ رہا ہوتا ہے مگر اس پر اس کا قول وفعل ظاہر کر دیتا ہے کہ اس کا موقف ٹھیک نہیں''۔(فجر منیر،ص176)

تو تمہارے کسی مستند عالم نے بالفرض نہ بھی لکھا ہو رضاخانیوں کا فعل اس پر دلالت

ہے کہ یہ بے ایمان اللہ سے مانگنے پر ایمان نہیں رکھتے تبھی سارا دن قبروں پر شرکیات وکفریات میں مبتلا پڑے رہتے ہیں ۔تیرا مولوی اسحق سندیلوی یہ خواہش کرتے کرتے مرگیا کہ:

''میں نے بڑا عرصہ بیانات اور پمفلٹس اور اشتہارات کے ذریعہ اصلاح احوال کی کوشش کی لیکن کوئی خاص فائدہ نہ ہوا اب تو یہی دعا ہے کہ کوئی محمد بن عبدالوہاب جیسا اس ملک میں بھی پیدا ہوجائے''۔

(ارمغان شیخ علی احمد سندیلوی ،ص96)

اگر تم میں خرافات و بدعات شرکیات نہیں تو کسی محمد بن عبدالوہاب نجدی جیسے کی پیدائش کا ارمان کیا مظفر حسین شاہ کی ماں سے نکاح کروانے کیلئے کر رہے ہو؟

ملا علی قاریؒ و نابلسیؒ کی عبارت سے گلو خلاصی کی کوشش

اس کا پہلا جواب دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ماقبل میں ملا علی قاریؒ کے حوالے ہم دے چکے ہیں کہ وہ بھی اولیاء اللہ کو پکارتے اب ان دونوں عبارتوں میں خود تطبیق کرلے۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ،ص 423 ملخصا)

جواب: ملا علی قاریؒ کی کسی عبارت میں رضا خانیہ شرکیہ عقیدہ کے مطابق غیر اللہ سے مانگنے کا ذکر نہیں تو تطبیق کس چیز کی دیں؟

ثانیاً عرض یہ ہے کہ تطبیق یوں ممکن ہے کہ تو نے جس کتاب کے حوالے دئے اسکے وہ مندرجات ہمارے لئے حجت و معتبر نہیں تفصیل ''بھجۃ الاسرار اور مویدین''۔

ثالثاً تطبیق یوں ہے کہ جو حوالے تو نے دئے اس میں توسل کا ذکر ہے جبکہ یہاں اولیاء اللہ کو نفع وضر رکا مالک مختار کل مان کر مانگنے کا رد ہے اور تم اسی نظریہ سے مانگتے ہو لہذا یہ عبارت تمہارے خلاف ہی ہے نہ کہ ملا علی قاریؒ کے خلاف۔

پھر کہتا ہے کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جتنی باتیں کی ہیں اس کو کون سنی عالم منکر ہے؟

جواب: عرض ہے کہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری اور پیر نصیر الدین گولڑوی اور سندیلوی

تینوں کے حوالے گزر چکے کہ رضاخانی خواص وعوام دونوں اس کے منکر ہیں ۔لیکن رضاخانی ایساڈھیٹ بے شرم ہے کہ ماننے کو تیار نہیں ۔ پیر نصیر الدین گولڑوی نے اپنے ہی ہم مسلک علماء کے خلاف پوری کتاب ''اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت'' لکھی اور انہیں خدا کا خوف دلایا کہ پیروں کی جگہ اللہ سے مانگو مگر یہ مشرک اب بھی حوض کا مینڈک بن کر سوال پوچھ رہا ہے کہ ہم نے کب اللہ کو چھوڑ کر اولیاء اللہ سے مانگا ہے ۔ لیجئے ایک اور حوالہ لے اور اپنا منہ کالا کر:

''دراصل ہمارے بعض واعظین اور کم علم خطیب ایسے عقائد اور ایسی باتیں عوام میں بیان کر دیتے ہیں جن کی وجہ سے کم فہم زائرین کے ذہن الجھاؤ کا شکار ہو جاتے ہیں ۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ اگر آج کسی ولی کے معتقد کے سامنے یہ کہہ دیا جائے کہ فلاں کام اللہ نے کر دیا تو وہ اتنے خوش نہیں ہوتے مگر جب یہ کہا جائے کہ میرا فلاں کام فلاں ولی نے کر دیا تو ان کے چہروں پر خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے''۔

(اعانت واستعانت کی شرعی حیثیت ،ص27،26)

لیجئے ولیوں کے معتقدین کا یہ حال ہے تو کیا تو کسی ولی کا معتقد نہیں ؟ تو تیرا بھی یہی حال ہے ۔مگر یہاں تقیہ کر رہا ہے ۔سوال یہ ہے کہ جب تو خود بھی مانتا ہے کہ جاہل عوام میں ایسی چیزیں موجود ہیں تو علامہ صاحب نے یہ دعوی تو کہیں نہیں کیا کہ یہ چیزیں صرف خان صاحب بریلوی یا گجراتی کے ساتھ خاص ہے تو تجھے تکلیف کیوں؟ تیری تکلیف بتارہی ہے کہ یہ ساری خرافات تم میں بوجہ اتم موجود ہے ۔

اس پر ہم مزید بھی کئی حوالے دے سکتے ہیں مگر اس خبیث کے بچے نے کونسا ماننا ہے اس لئے اسی پر اکتفا کرتے ہیں ۔

صفحہ 424 پر ان عبارات کی پھر وہی تاویل کی کہ ذاتی کی نفی ہے جس کا جواب کئی بار یا جا چکا ہے ۔

پھر صفحہ 425،424 پر ملا علی قاریؒ کی مرقاۃ المفاتیح جلد دوم ص567 پر ایک

عبارت نقل کرتا ہے کہ تمام خزانوں پر اختیار دیا ہے جسے جو چاہیں عطا کریں اسی لئے ہمارے آئمہ نے آپ علیہ السلام کی خصوصیات میں سے شمار کیا ہے جس کے ساتھ جو خاص کرنا چاہیں خاص کر سکتے ہیں۔۔۔الخ۔۔۔

پہلی بات تو یہ کہ موصوف نے خود اس عبارت کا ترجمہ یوں کیا:

''اور آپ علیہ السلام کے مطلقا سوال کا حکم دینے سے اس مسئلہ پر استدلال کیا جاتا ہے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص425)

یہاں ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجہول کے صیغے سے ایک مسئلہ کو ذکر کیا ہے اور مجہول کا صیغہ ضعف کیلئے آتا ہے یہ استدلال کرنے والے کون ہیں؟ ان کی حیثیت کیا ہے؟ کوئی وضاحت نہیں۔اس میں کہیں یہ وضاحت بھی نہیں کہ یہ بات ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا عقیدہ ہے۔

ثانیا عبارت میں ''خزائن الحق'' جس سے مراد مختار کل نہیں بلکہ شریعت کے خزانے ہیں یہی وجہ ہے کہ مابعد جو مثالیں دی گئی ہیں ان سب کا تعلق شریعت کے مسائل سے ہے۔ اور شریعت کے مسائل میں ہم آپ کے اختیار کی نفی نہیں کرتے اگرچہ کلی اختیار ان میں بھی نہیں وضاحت ما قبل میں گزر چکی ہے۔

ثالثا اس عبارت کو نقشبندی صاحب کی عبارت کے معارض سمجھنا پرلے درجے کی جہالت ہے کیونکہ نقشبندی صاحب نے جو عبارت پیش کی اس میں صاف واضح ہے کہ کسی کو نفع و ضرر کا مالک کل سمجھ کر طلب حوائج کیا جائے تو یہ جائز نہیں جبکہ رضا خانی نے جو عبارت پیش کی اس میں تو کہیں بھی نہیں کہ یہ سب امور آپ نفع وضرر کے مالک ہو کر کر رہے ہیں کیونکہ پھر تو رضا خانی اصول پر خود ملا علی قاری: کی عبارت میں تعارض ہو جائے گا۔بلکہ خود ملا علی قاریؒ نے وضاحت کی کہ یہ آپ ﷺ کی خصوصیات تھی جو اللہ کے حکم سے بذریعہ وحی آپ نے کی اس کا کون منکر ہے؟ رضا خانی لکھتا ہے:

''وہابی اسمٰعیلی ساجد خان سے کوئی پوچھے کہ یہ عبارت کس کی ہے اور اس میں وہ کیا کہنا

چاہتے ہیں تو وہابی کو اپنے اسمعیلی آبا سے کم از کم سو بار ضرور پوچھنا پڑے گا کہ جواب کیاں دوں جب ان سے جواب نہیں ملے گا تو اپنے بڑے ابا سے ہی مشورہ کرے گا وہ جو کچھ بھی اس کو القا کرے گا وہ آپ خود ہی دیکھ لیں گے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ،ص425)

علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کی طرف سے جواب ہم دے دیتے ہیں:

(1) یہ عبارت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

(2) وہ جو کہنا چاہتے ہیں ہم نے لکھ دیا ہے۔

(3) سو بار کیوں سوچیں؟ ہم کیا ابلیس یعنی احمد رضا خان کی طرح دماغ سے فارغ ہیں؟

(4) ہمارے روحانی آباء الحمدللہ اتنے فارغ نہیں کہ ہم رضاخانی جیسے چبلوں کیلئے ان سے رابطہ کریں۔ موصوف بیچارہ چونکہ خُود مطالعہ وتحقیق سے عاری ساتھ میں دماغ سے خالی ہے بس مظفر حسین شاہ کے لوسی کتے اسے جو بھیج دیں اس پر دو سو دفعہ شیطان سے مشورہ کر کے پھر اس کے القائے شیطانی سے کتابیں تیار کرتا ہے تو ہر ایک کو اب اپنے ابو اعلی حضرت ''ابلیس فاضل بریلوی'' پر قیاس کرتا ہے۔

اس کے بعد جاہل نے ایک دفعہ پھر غباوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے مرقاۃ ج10،ص 387 سے نقل کیا کہ موسی علیہ السلام کو موت وحیاۃ کے درمیان ''تخییر'' دیا گیا۔ اور پھر اس سے استدلال کرتا ہے کہ موسی علیہ السلام موت وحیاۃ پر قادر تھے معاذ اللہ بقول ملا علی قاری۔

حالانکہ اس جاہل کو کوئی بتائے کہ وہاں ''اختیار وقدرت'' کا ذکر نہیں ''تخییر'' کا ذکر ہے۔

تخییر کا مطلب دونوں میں سے کسی ایک کو منتخب کرسکتا ہے نہ یہ کہ موت وحیاۃ پر اس کا اختیار ہو گیا اس کو ایک مثال سے سمجھو جیسے حکومت کسی مجرم وقیدی کو کہے کہ یا تو دس لاکھ جرمانہ دے دو اور رہائی پالو یا دس سال کی قید کیلئے تیار رہو۔ تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مجرم کو دونوں چیزوں کا اختیار دے دیا گیا اور جب چاہے اپنے اختیار ومرضی سے جیل سے نکل سکتا

ہے۔نہیں وہ اب بھی قیدی ہے رہائی میں اس کا کوئی اختیار و قدرت نہیں ہاں اسے ایک انتخاب دیا گیا ہے۔اسی طرح موسی علیہ السلام کو موت وحیاۃ پر کوئی قدرت نہیں تھی اس موت وحیاۃ کے انتخاب میں انہیں ایک اختیار دیا گیا اگر وہ موت وحیاۃ پر قادر تھے تو اللہ نے یہ کیوں کہا کہ ایک ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے بال کے عوض ایک سال کی زندگی دے دیں گے لیکن موت پھر بھی آنی ہے۔

یہ اس قدر جاہل انسان ہے کہ ہم ملا علی قاریؒ سے یہ پیش کر رہے ہیں کہ نفع وضرر کا مالک سمجھ کر کسی کو پکارنا جائز نہیں اور یہ الو کا پٹھا اس کے مقابل یہ پیش کر رہا ہے کہ موسی علیہ السلام کو موت وحیاۃ میں کسی ایک کے انتخاب میں اختیار تھا جاہل انسان اس عبارت کا ملا علی قاریؒ کی پہلی عبارت سے کیا تعارض ہے؟

رضاخانی کا ملا علی قاریؒ پر شیعہ ہونے کا فتوی

یہ رضاخانی کہتا ہے کہ معاذ اللہ ملا علی قاریؒ موسیٰ علیہ السلام کیلئے موت وحیاۃ کو ان کے اختیار و قدرت میں ماننے کا عقیدہ رکھتے ہیں حالانکہ رضاخانی بزرگ مولانا کرم الدین دبیر صاحب مرحوم شیعہ کے کفریہ عقائد گنواتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اور سچ پوچھو تو بعض نہیں بلکہ تمام شیعہ جناب امیر علیہ السلام اور ائمہ اہل بیت کو اگر خدا نہیں تو شریک خدا ضرور مانتے ہیں کیونکہ کافی کلینی میں ایسی احادیث موجود ہیں کہ ائمہ ہدی علم ما کان و ما یکون رکھتے ہیں مرنا جینا ان کے اختیار میں ہے چاہے مریں چاہے زندہ رہیں۔۔۔“۔

(آفتاب ہدایت،ص293,294)

لیجئے مرنا جینا کا اختیار کسی کو دینا یہ تو معاذ اللہ اسے خدا بنانا یا خدا کا شریک بنانا ہے اور نہ صرف تم اس کا عقیدہ رکھتے بلکہ ملا علی قاریؒ کی طرف بھی اس کفر کو منسوب کیا ملا علی قاریؒ تو اس سے بری لیکن تم نے اپنے ہی مولوی کے فتوے کی رو سے اپنا مشرک ہونا مان لیا اور یہی علامہ صاحب کا مقصد تھا کہ اس باب میں تم سادات احناف سے ہٹے ہوئے ہو کفریہ شرکیہ

عقائد کے مالک ہو۔

آگے شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی ''اخبار الاخیار'' کا حوالے دئے تو ماقبل میں رضا خانی حوالہ گزر چکا کہ شیخ کی کتب میں بھی غیر محقق باتیں آجاتی تھیں۔ **ثانیاً** رضا خانی طارق انوار مصباحی لکھتا ہے:

''اگر کسی کتاب کی نسبت کسی کی جانب صحیح ہو تو اس کے ہر جملے کی نسبت ان کی جانب صحیح ہونا ضروری نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کسی جملہ کو اس میں شامل کر دیا گیا ہو بلکہ یہ بھی ممکن ہے کہ کتابت میں کچھ غلطی ہوئی ہو یا نسخہ نقل کرنے والوں سے کچھ لغزش ہوئی ہو''۔

(حکیم ترمذی اور مسئلہ ختم نبوت، ص 62،61)

یہ اصول دراصل علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کی طرف سے تحذیر الناس کے فاع میں حکیم ترمذی علیہ الرحمۃ کی ''ختم نبوۃ'' کے جواب میں اس نے گھڑا۔ کیسی خبیث قوم ہے دوسروں کی عبارتوں کا انکار کرنے کیلئے تحریف کا دعوی کاتب کی غلطی لیکن اپنے حق میں کوئی بھی بکواس آجائے تو پورے کے پورے صفحات سیاہ کر دیتے ہیں۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ اخبار الاخیار کی نسبت شیخ صاحب کی طرف صحیح ہے مگر اسکی ہر بات صحیح ہو یہ ضروری نہیں۔

ثالثاً اس سے مراد جائز استعانت وتوسل ہے جس کی وضاحت ماقبل میں ہو چکی ہے۔

ہوسکتا ہے کہ رضا خانی کہے کہ دیوبندی نے ترجمہ کیا ہے تو پہلے رضا خانی اصولوں پر اس دیوبندی کا ہمارے لئے حجت ہونا ثابت کرو۔ **ثانیاً** اس دیوبندی کا حوالہ خود رضا خانی نقل کر چکا ہے کہ:

''مترجم کہتا ہے کہ یہ بات شاہ صاحب کی نہیں لوگوں نے درج کر دی ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص346)

تو دیوبندیوں کے ہاں بھی ایسی باتیں کسی بے ایمان رضا خانی کی درج کردہ ہے۔ یاد رہے کہ جوابی بکواس میں کتے کی طرح بھونکنے سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں تحریف پر رضا خانیوں نے جو کلام کیا ہے اسے پیش نظر رکھنا کیونکہ تمہاری ہی زبانی

جوتے تو پھر تمہیں ہی تمہارے مولویوں سے پڑنے ہیں۔

تصرف پر دجل وفریب

علامہ نقشبندی صاحب زیدمجدہ نے عبارت پیش کی تھی کہ:

(۱۴) علام ⁂ ابن نجیم مصری وعلام ⁂ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں

(قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّهُ إنْ ظَنّ أَنَّ الْمَيتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ ذَلِكَ كُفْرٌ

(البحر الرائق، ج2، ص 321، 322، شامی ج2، ص 660 کتاب الصوم مطلب فی النذر الذی یقع للاموات)

ماتن کا قول باطل وحرام ہے چند وجوہ سے ان میں سے ایک یہ کہ نذر ہے مخلوق کیلئے اور نذر لغیر اللہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں دوسری وجہ یہ کہ اگر اس کا گمان ہو کہ میت امور دنیوی میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

رضاخانی اس کے جواب میں کہتا ہے کہ:

(1) علامہ شامیؒ نے محمد شاذلی کے بارے میں کہا کہ کون میں تصرف کرتے۔(شامی جلداول،ص144)

(2) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے لکھا ہے:

”منجملہ ان بزرگوں کے ہیں جن کو اللہ تعالی نے عالم وجود میں ظاہر فرما کر عالم تکوین میں تصرف عطا فرمایا۔۔۔الخ (جمال الاولیاء،ص168)

(3) علامہ آلوسیؒ لکھتے ہیں بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور تصرف کرتے ہیں۔(روح المعانی ج21،ص239) مزید لکھتے ہیں کہ آصف نے تخت بلقیس میں تصرف کیا۔(روح المعانی، ج19،ص268)

(4) شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ مشائخ میں سے کسی نے فرمایا

کہ چارکو یکھاوہ اپنی قبور میں ایسے ہی تصرف فرماتے ہیں جیسے اپنی حیات میں کرتے تھے۔

(5) شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں اولیاء اللہ دنیا میں تصرف فرماتے ہیں۔

(6) امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ انبیاءکو ایسی قدرت دی جس سے وہ لوگوں کے ظاہر و بواطن میں تصرف فرماتے ہیں۔

(7) مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں تصرف جماعت اولیاء سے بہت ہی منقول ہے۔۔

(8) محمو عالم لکھتے ہیں نبی کریم ﷺ اپنے جسم و روح کے ساتھ زندہ ہیں اور تصرف فرماتے ہیں۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص430 تا436)

جواب: رضاخانی نے جواب سے مکمل عاجز ہوکر موروثی دجل وفریب کا مظاہرہ کرکے فضول بھرتی کی ہے اس لئے کہ جس تصرف کا ذکر حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب اور دیگر اسلاف اپنی کتب میں کررہے ہیں اس کا معنیٰ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ہی سے ملاحظہ ہو۔علامہ نقشبندی صاحب زیدمجدہ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

تصرفات سے غلط فہمی

بعض لوگوں نے تصرفات کو بھی کرامت کے ساتھ خلط ملط کردیا حالانکہ تصرف اور کرامت میں بون بعید ہے۔تصرف کافر،گناہ گار کو بھی حاصل ہوسکتا ہے وہ اسباب خفیہ کے ساتھ مربوط ہوتا ہے اس میں توجہ وغیرہ سے امورعجیبہ کا صدور عمل میں لایا جاتا ہے جبکہ کرامت ومعجزہ کسی بھی قسم کے سبب ظاہری وخفی سے پاک خالص اللہ کا فعل اور قدرت کاظہور ہوتا ہے۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر عربی میں مستقل

ایک رسالہ لکھا ہے جس کا ترجمہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا اس میں آخر میں لکھتے ہیں:

''تصرف اور کرامت کے احکام میں فرق

کرامت چونکہ انسان کا فعل ہی نہیں ہے اس اس کے ساتھ احکام جواز یا عدم جواز اور مذمت یا استحسان کا کوئی تعلق ہی نہیں ہوسکتا یعنی اس میں ذم و کراہت کا احتمال ہی نہیں۔ اگر کسی کرامت کی وجہ سے کسی شخص کو ضرور بھی پہنچ جائے تو اس کی کوئی ذمہ داری صاحب کرامت پر عائد نہیں ہوتی جیسے کہ بہت سے اہل اللہ کے حالات میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ کسی شخص نے ان کی توہین و دل آزاری کی اور وہ فورا بغیر ان کے قصد و اختیار کے منجانب اللہ کسی آفت یا ہلاکت میں مبتلا ہوگیا بخلاف تصرف کے کہ اگر اس کے ذریعہ کسی مسلمان کو بلا وجہ ضرور پہنچایا جائے تو تصرف کرنے والا ایسا ہی گناہ گار ہوگا جیسے ہاتھ پیر وغیرہ جوارح سے کسی پر ظلم کرنے سے گناہ گار ہوتا ہے۔ یہ حقیقت غامضہ احقر کو سیدی وسندی حضرت حکیم الامت دامت برکاتہم کے ایک فتوے سے واضح ہوئی جس کی صورت یہ تھی کہ کہ شاہ جہاں پور کے ایک بزرگ نے حضرت سے استفتاء کیا کہ ایک شخص نے ناحق میری دل آزاری کی دفعۃ اس پر قہر متوجہ ہوا اور وہ ہلاک ہوگیا اس کی وجہ سے مجھے تو کوئی گناہ ہوا۔ حضرت والا نے یہی جواب کہ اگر آپ نے اس کی ہلاکت کا قصد اور اس کیلئے صرف ہمت کیا تو بے شک آپ قتل کے گناہ گار ہوئے اگر چہ آلہ جارحانہ نہ ہونے کے سبب قصاص نہ آئے اور اگر صرف ہمت نہیں کیا خود بخود یا محض بد دعا کرنے سے یہ واقعہ پیش آیا تو آپ پر کوئی گناہ نہیں''۔ (تصرف کی حقیقت، ص ۱۶)

افسوس کہ اس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے خواہ مخواہ پیر صاحب مبارک نے دوران مجلس تصرفات کی بحث چھیڑ دی اور تصرف تکوینی وتشریعی کی طرف چلے گئے۔ اسی طرح اہل بدعت بھی ان تصرفات کے ذریعہ اولیاء اللہ کو مشکل کشا بنانے پر تلے ہوئے ہیں حالانکہ اس تصرف کا تعلق کسب و ریاضت کے ساتھ ہے یہ تو عام آدمی بالکل کافر و فاسق کو بھی ہوسکتا ہے

پھران کوبھی مشکل کشا حاجت روا ہونا چاہئے۔

(کیامعجزہ وکرامات اختیاری ہیں،ص114،115)

لیجئے ’’تصرف‘‘ آدمی کا اپنا فعل ہوتا ہے جسے وہ ریاضت ومجاہدہ سے حاصل کرتا ہے اس میں اسباب کارفرما ہوتے ہیں اوراس کے ذریعہ دوسرے پراپنے خیال وارادوں کا اثر ڈالتا ہے۔ جیسے کسی کوکسی کی نظر لگ جانا۔اسی طرح جادوگرجوشعبدہ بازیاں کرتے ہیں۔مسمریزم میں بھی اسی قسم کا تصرف کارفرما ہوتا ہے۔

تو اسلاف کی ان عبارات میں بھی اس تصرف کاذکرجواسباب کے تحت ہوتا ہے۔اور جوہر انسان کو اپنی طاقت کے مطابق حاصل ہے اور اس میں مزید ریاضت سے وہ کئی باطنی تصرفات بھی کرسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے رضاخانی نے جتنے اسلاف کی عبارات پیش کی انہوں نے واضح طور پراولیاء اللہ کے مختارکل ہونے کاانکارکیااورنفع وضررکامالک سمجھ کران سے مانگنے والوں کومشرک کافرکہا۔اگریہ لوگ تصرف بمعنی مشکل کشائی کے قائل ہوتے توکیا خودپرفتوے لگارہے ہیں؟

یہ اس قدرجاہل ہے کہ امام رازی کی اس عبارت کوبھی اپنامدعی میں پیش کررہاہے کہ:

’’وثالثها الانبیاء و هم الذین اعطاهم الله تعالی من العلوم والمعارف مالاجله یقدرون علی تصرف فی بواطن الخلق و اراحهم ایضا اعطاهم من القدرة والمکنة مالاجله یقدرون علی التصرف فی ظواهر الخلق

تیرے ان میں انبیاہیں یہ وہ حضرات ہیں جن کورب نےعلوم اورمعارف اس قدر دئے ہیں جن سے وہ مخلوق کی اندرونی حالت اوران کی ارواح پرتصرف کرسکتے ہیں اوران کو اس قدرقدرت وقوت دی ہے جس سے مخلوق کے ظاہرپرتصرف کرسکتے ہیں۔

(حنفیت کے باغی یوبندی جلداول،ص434)

حالانکہ ایک عام آدمی بھی اس کو پڑھ کراندازہ لگاسکتا ہے کہ اس سے مراد انبیاء کے

باطنی تصرفات ہیں یعنی اللہ تعالی نے انبیاء کو ھدایت و تبلیغ کے ایسے گروعلوم سے نوازا ہوتا ہے اور ایسی آفاقی تعلیمات سے مزین کیا ہوتا ہے جس کی بدولت وہ گمراہوں کے ظاہر و باطن میں تصرف کر کے یعنی ان تعلیمات سے ان پر اثرات ڈال کر انہیں ہدایت یافتہ اور سیدھے رستے کی طرف لے آتے ہیں۔

نیز اگر امام رازیؒ کی عبارت کو مکمل سیاق وسباق کے ساتھ پڑھا جائے تو رضاخانی کا دجل و فریب مزید واضح ہو جائے گا کیونکہ ان کے نزدیک یہاں ''تصرف'' حکم اور تصرف نیاوی واختیار دنیاوی کے معنی میں ہے مکمل عبارت اسطرح ہے:

وَاعْلَمْ أَنَّ الْحُكَّامَ عَلَى الْخَلْقِ ثَلَاثُ طَوَائِفَ: أَحَدُهَا: الَّذِينَ يَحْكُمُونَ عَلَى بَوَاطِنِ النَّاسِ وَعَلَى أَرْوَاحِهِمْ، وَهُمُ الْعُلَمَاءُ. وَثَانِيهَا: الَّذِينَ يَحْكُمُونَ عَلَى ظَوَاهِرِ الْخَلْقِ، وَهُمُ السَّلَاطِينُ يَحْكُمُونَ عَلَى النَّاسِ بِالْقَهْرِ وَالسَّلْطَنَةِ، وَثَالِثُهَا: الْأَنْبِيَاءُ، وَهُمُ الَّذِينَ أَعْطَاهُمُ اللّٰهُ تَعَالَى مِنَ الْعُلُومِ وَالْمَعَارِفِ مَا لِأَجْلِهِ بِهَا يَقْدِرُونَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي بَوَاطِنِ الْخَلْقِ وَأَرْوَاحِهِمْ، وَأَيْضًا أَعْطَاهُمْ مِنَ القدرة والممكنة مَا لِأَجْلِهِ/ يَقْدِرُونَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي------

جان لیجئے کہ حکام کی تین قسمیں ہیں ایک وہ جو لوگوں کے باطن اور ارواح پر حاکم ہے وہ علماء ہیں دوسرے وہ جو مخلوق کے ظاہر پر حاکم ہیں وہ شاہان دنیا ہیں جو لوگوں پر حاکمیت کرتے ہیں اپنی طاقت اور سلطنت کے بل بوتے پر تیسرے انبیاء انہیں اللہ نے بہت سے ایسے علوم و معارف دئے ہوئے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے وہ مخلوق کے باطن پر تصرف و حاکمیت کرتے ہیں۔۔۔الخ

تو جاہل انسان یہاں تصرف سے مراد حاکمیت ہے کہ انبیاء ایسی ذوات مقدسہ ہیں کہ کا حکم ظاہر باطن دونوں پر نافذ ہے۔وہ ہمارے ظاہر کے بھی حاکم اور باطن کے بھی ہیں۔

شکر ہے کہ موصوف کو فقہ کی کتب میں:

لا يمنع أحد من التصرف فی ملكه الخالص،والملك المقصود هنا هو أعم من ملك الرقبة وملك المنفعة فيدخل فی ذلك العقارات الموقوفة للسكنی أو للاستغلال.

(درر الحکام، ج:3،ص:210)

جیسی عبارات نظر نہ آئیں ورنہ اس نے کافروں بے ایمانوں کو بھی اس ''تصرف'' کے لفظ سے مختار کل اور کون ومکان میں قادر مطلق ثابت کر دینا تھا۔

اب سمجھیں علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ نے جو عبارات پیش کی اس کا اس تصرف سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق اس ''تصرف'' سے ہو جو ''مافوق الاسباب'' اور ''علم غیب وحاضر وناظر'' جیسے کفریہ عقائد سے ملا ہوا ہے۔

کیونکہ ایک آدمی جب نذر مان رہا ہے اور ساتھ کہہ رہا ہے کہ اے فلاں اگر میرا مریض ٹھیک ہو گیا یا میری گم شدہ چیز مل گئی تو لامحالہ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ میت علم غیب رکھتی ہے میری اس دعا و پکار کو سن رہی ہے اور تمام امور میں مختار کل ہے تبھی تو جس مقصد کیلئے اس کی نذر مانوں گا اسے وہ پورا کر دے گا لہذا اس قسم کا تصرف یقینا کفر ہے اور یہ علامہ نقشبندی صاحب نہیں کہہ رہے ہیں بلکہ علامہ شامیؒ وابن نجیمؒ کہہ رہے ہیں تجھے گالیاں دینی ہیں تو انہیں دے۔اب اگر تجھ میں غیرت و جرات ہے تو جتنی عبارات تو نے پیش کی ہیں ثابت کر کے یہ حضرات بھی اسی کفریہ معنی میں تصرف ان عبارات میں مان رہے ہیں۔

غرض جاہل انسان محض شاملہ میں کوئی لفظ ڈال کر محض عبارات نقل کرنا اور بکواس کا نام رد نہیں پہلے یہ دیکھ کہ تیرا مخالف کسی چیز کو کفر یا ناجائز کس معنی میں کہہ رہا ہے؟ اور جو تو پیش کر رہا ہے آیا اس میں بھی یہی معنی ہے؟

اولیاء اللہ کو متصرف فی الامور ماننا جہالت ہے

غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''یہ کہنا جہالت ہے کہ اولیاء اللہ اپنی وفات کے بعد تصرف کرتے ہیں مثلا بیمار کو شفا

دیتے ہیں ڈوبے ہوئے کو نجات دیتے ہیں دشمن کے خلاف مدد کرتے ہیں"۔

(تبیان القرآن، ج12، ص550)

تو جو بات علامہ نقشبندی صاحب نے کی وہی تیرا یہ شیخ الحدیث بھی کر رہا ہے۔ اب تیرے شیخ الحدیث کے تحت علامہ شامی، امام رازی، علامہ آلوسی، شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین یہ سب کے سب معاذ اللہ "جاہل" ٹھرے؟

روحوں سے استمداد کا مسئلہ

رضاخانی نے ارشد القادری جیسے عیاروں مکاروں سے سرقہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

"اولیاء اللہ کی ارواح سے مدد وہابی عقیدہ اور ساجد خان کے دعوے کی دھجیاں

(ا) وہابی مولوی مناظر احسن گیلانی ساجد خان کے دعوے کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے لکھتا ہے:

حقیقت یہ ہے کہ و یافت یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلہ میں علماء دیوبند کا خیال وہی ہے جو عام اہلسنت والجماعت کا ہے۔

کچھ آگے جا کر لکھتے ہیں:

پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔

(سوانح قاسمی جلد اول، ص332)

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص372)

یہی حوالہ اس نے پھر صفحہ 399 پر نقل کیا یہ اس خبیث کی عادت ہے کہ کتاب کی ضخامت بڑھانے کیلئے ایک ہی حوالے کو کئی جگہ نقل کر کے بکواس کرتا رہتا ہے۔

اس عبارت پر اپنے کفریہ شرکیہ عقیدہ کے ثبوت کا رد ہمارے علماء نے اس رضاخانی کے پیدا ہونے سے پہلے ہی دے دیا تھا۔ ملاحظہ ہو:

"ارشد القادری صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کا دوسرا ایک واقعہ سوانح قاسمی کے حوالے سے نقل کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ:

”دارالعلوم دیوبند کے پڑھے ہوئے کوئی سیدھے سادھے اور مسکین صفت مولوی صاحب کسی قصبے کی مسجد میں امام تھے وہاں بریلوی قسم کے کوئی واعظ آگئے۔ انہوں نے ان بیچارے مولوی صاحب کے خلاف طوفان برپا کردیا اور قصبہ کے عوام کو بھڑکا دیا۔ عوام نے مولوی صاحب کو ان واعظ صاحب سے مناظرے کیلئے مجبور کیا۔ بیچاروں کو منظور کرلینا پڑا جب مناظرہ کا وقت آیا تو یہ بیچارے مولوی صاحب بہت خوفزدہ اور پریشان تھے۔ (اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایسے موقع پر اللہ کے اس مسکین بندے نے کیسے الحاح اور عاجزی سے اپنے رب سے دعا کی ہوگی اور مدد مانگی ہوگی) ان مولوی نے بیان کیا کہ میں نے اچانک محسوس کیا کہ ایک صاحب جن کو میں پہچانتا نہیں تھا میرے بازو میں آکر بیٹھ گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ گفتگو شروع کرو اور ہرگز نہ ڈرو، گفتگو شروع ہوتی، تھوڑی ہی دیر کے بعد ان واعظ صاحب کا یہ حال ہوا کہ امام صاحب سے رو رو کر معافی مانگنے لگے اور وہ اجنبی صاحب جو اچانک آکر میرے برابر میں بیٹھ گئے تھے وہ اسی طرح اچانک غائب ہوگئے۔

آگے بیان کیا گیا ہے کہ مدت کے بعد جب یہ مولوی صاحب ایک دفعہ دیوبند آئے اور اپنے اساتذ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحب سے یہ واقعہ بیان کیا اور حضرت کے دریافت کرنے پر اچانک ظاہر ہونے والی شخصیت کا حلیہ بیان کیا تو انہوں نے اپنا یہ خیال ظاہر فرمایا کہ:

یہ تو حضرت الاستاذ (مولانا محمد قاسم صاحب رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ) تھے جو تمہاری امداد کیلئے حق تعالیٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے۔

اس واقعہ کے متعلق تو کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں اگر یہ واقعہ ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ یہ اللہ کے اس مسکین بندے کی اور حضرت مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی کرامت تھی۔ یہ ان میں سے کسی کا بھی اپنا فعل اور تصرف نہیں تھا بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی کا فعل اور تصرف تھا۔ خود حضرت شیخ الہند رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اس کو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل بتلایا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی اس طرح کی امدادوں کی مثالیں کتابوں میں

بکثرت بیان کی گئی ہیں۔

حجر ہیثمی مکی نے ''فتاویٰ حدیثیہ'' میں ایک سوال کے جواب میں کرامات کے موضوع پر کئی صفحے میں بہت تفصیلی کلام کیا ہے۔اس میں سیدی حضرت شیخ جیلانی قدس سرہ کا یہ واقعہ خود ان کی روایت سے ابن الملقن کی ''طبقات الاولیاء'' کے حوالے سے نقل کی ہے کہ:

''بیداری کی حالت میں حضرت پیران پیرؒ کی رسول پاکؐ اور حضرت علیؓ سے ملاقات

ایک دن ظہر کی نماز سے پہلے میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کو (بیداری کی حالت میں) دیکھا، آپ نے مجھ سے ارشاد فرمایا، بیٹا! تم لوگوں کو واعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے۔(یا بنی لم لا تیتکلم) میں نے عرض کیا کہ میں ایک عجمی آدمی ہوں بغداد کے اہل زبان اور اصحاب فصاحت کے سامنے کیسے بات کرسکتا ہوں۔

آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو! میں نے منہ کھول دیا تو آپ نے سات بار میرے منہ میں تھوکا اور فرمایا، جاؤ اب واعظ کہو اور حکمت اور مواعظہ حسنہ کے ساتھ لوگوں کو خدا تعالیٰ کے راستہ پر چلنے کی دعوت دو۔''(حضرت شیخ قدس سرہ فرماتے ہیں۔)

اس کے بعد میں نے ظہر کی نماز ادا کی اور میں واعظ کیلئے بیٹھ گیا اور مخلوق بہت بڑی تعداد میں جمع ہوگئی جس کی وجہ سے مجھے بولنا مشکل ہوگیا تو میں نے دیکھا کہ سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ اس مجلس واعظ میں میرے سامنے کھڑے ہیں۔انہوں نے مجھ سے فرمایا، بیٹا کیا بات ہے کیوں نہیں بولتے؟

میں نے عرض کیا ابا جان! (مجمع کے اثر سے) بولنا مشکل ہو رہا ہے۔آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھول دیا تو آپ نے اس میں چھ دفعہ تھوکا، اس کے بعد سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غائب ہو گئے اور میں نے واعظ کیا''۔

(فتاوی حدیثیہ ص 212)

یہ تو سوانح قاسمی میں بیان کئے ہوئے واقعہ کی ایک مثال تھی لیکن ارشد صاحب نے اس واقعہ کے سلسلے میں ایک نئی بحث چھیڑی ہے دراصل یہاں ہم کو اسی پر گفتگو کرنا ہے۔

سوانح قاسمی کے مرتب حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اس واقعہ کا ذکر کر کے حاشیہ میں لکھا تھا کہ:

''وفات یافتہ بزرگوں کے ذریعہ خداوندی امداد کا مسئلہ

وفات یافتہ روحوں سے امداد کے مسئلے میں علماء دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل السنۃ والجماعت کا ہے۔آخر جب ملائکہ جیسی روحانی ہستیوں سے خود قرآن پاک ہی میں ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کی امداد کراتے ہیں،صحیح حدیثوں میں ہے کہ واقعہ معراج میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و بارک وسلم کو سیدنا حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام سے تخفیف صلوات کے مسئلے میں امداد ملی اور دوسرے انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام سے ملاقاتیں ہوئیں۔ بشارتیں ملیں تو اس قسم کی ارواح طیبہ سے کسی مصیبت زدہ مومن کی امداد کا کام قدرت اگر لے تو قرآن مجید کی کس آیت پاک یا حدیث شریف سے اس کی تردید ہوتی ہے۔۔۔؟ اور سچ تو یہ ہے کہ آدمی کو عام طور پر جو امداد بھی مل رہی ہے حق تعالیٰ اپنی مخلوقات ہی سے تو یہ امداد یں پہنچا رہے ہیں۔روشنی آفتاب سے ملتی ہے، دودھ ہمیں گائے اور بھینس سے ملتا ہے تو یہ ایک واقعہ ہے، بھلا یہ بھی انکار کرنے کی کوئی چیز ہے''۔

(حاشیہ سوانح قاسمی جلد اول ص 332)

ارشد صاحب کا عیارانہ افتراء

ارشد صاحب نے ''زلزلہ'' میں مولانا گیلانی مرحوم کے حاشیہ کا یہ حصہ نقل کیا ہے اور اس کے بارے میں حیرت انگیز دیدہ دلیری سے دعویٰ کیا ہے کہ مولانا گیلانی نے اس حاشیہ میں ''اپنے ہی ہاتھوں اپنے مذہب کا خون'' کیا ہے اور جس تصور اور عقیدہ کو علمائے دیوبند ہمیشہ مشرکانہ کہتے رہے تھے اس کو مولانا گیلانی نے اپنا اور اپنی جماعت دیوبند کا عقیدہ بتلایا ہے، آگے ارشد صاحب نے لکھا ہے۔

''میں یقین کرتا ہوں کہ مذہبی انحراف کی ایسی شرمناک مثال کسی فرقے کی تاریخ میں شاید ہی مل سکے گی''۔(زلزلہ ص 25)

سو فیصد جھوٹا دعویٰ

میں کہتا ہوں اور ارشد صاحب کے پورے گروہ کو چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ ارشد صاحب نے یہاں جیسا شرمناک فریب اپنے ناظرین کو دیا ہے اور جس دیدہ دلیری کے ساتھ سو فیصد جھوٹا دعویٰ کیا ہے اس کی مثال کسی ایسے شخص کی تحریر سے نہیں مل سکتی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خدا تعالیٰ کا خوف ہو یا کم سے کم حیاء وشرم ہی کا مادہ ہو۔

حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اور تمام علمائے دیوبند کے نزدیک کسی وفات یافتہ بزرگ اور کسی بھی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا اور اس بنا پر مدد چاہنا بلاشبہ شرک ہے کہ وہ خود اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ہماری مدد کر سکتے ہیں اور ہم کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔جیسا کہ عام طور پر قبر پرستوں اور تعزیہ پرستوں کا حال ہے کہ وہ شہیدوں اور ولیوں کے بارے میں ایسا ہی عقیدہ رکھتے ہیں اور اسی لئے ان کیلئے منتیں مانتے اور نذریں چڑھاتے ہیں اور حاجتی بن کر ان کی قبروں پر جاتے ہیں۔

لیکن ایسا عقیدہ رکھنا کہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی کسی مخلوق اور اپنے کسی مقرب بندہ یا اس کی روح کے ذریعہ اپنی قدرت کاملہ اور اپنے حکم سے عام عادۃ اللہ کے مطابق یا خارق عادت طریقے پر اپنے بندوں کی امداد فرماتا ہے۔ ہرگز شرک نہیں بلکہ عین اسلامی عقیدہ ہے اور مولانا گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کو جماعت دیوبند اور عام اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ کہا ہے۔مولانا گیلانیؒ کے حاشیہ کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔اس کو پھر پڑھ لیجئے۔اس میں یہی بات کہی گئی ہے۔واقعہ یہ ہے کہ ہم میں اور قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں میں اختلاف یہی ہے کہ وہ ایسی خارق عادت امداد کو بالخصوص جب کہ کسی وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اسی بزرگ کا فعل اور تصرف اور اسی کی قدرت کا کرشمہ سمجھتے ہیں، اس لئے اسی کو اپنا حاجت روا اور مشکل کشا سمجھتے ہیں، پھر اسی بناء پر اس کیلئے نذریں، منتیں مانتے اور ان کی قبروں پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں جیسا کہ تفصیل سے بتلایا جا چکا ہے، یہ بالکل وہی عقیدہ اور تصور ہے جو اکثر مشرک قوموں کا رہا ہے۔

اور ہم السنۃ والجماعۃ جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے صحیح توحید کا عقیدہ نصیب فرمایا ہے ہر ایسی امداد کو جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے کسی زندہ یا وفات یافتہ بزرگ کے ذریعہ ہو اللہ تعالیٰ ہی کا فعل وتصرف اور اسی کی امداد یقین کرتے ہیں، اس لئے اسی دعا اور مدد مانگتے ہیں اور اسی کی عبادت و پرستش کرتے ہیں، خود مولانا گیلانی نے اسی حاشیہ میں منقولہ بالا عبارت کے بعد لکھا ہے اور کس قدر صحیح لکھا ہے۔

خود مولانا گیلانیؒ کی وضاحت

''مشرک قوموں کا طریقہ کار یہ ہے کہ بجائے امداد پہنچانے والی حقیقی قوت (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ) کے امداد کے ان ذرائع اور وسائل ہی کو پوجنے لگتی ہے۔

اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ نفع ہو یا نقصان خواہ بلاواسطہ پہنچے یا بالواسطہ ہر حال میں سب کو اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں جو ان ذرائع اور وسائط سے نفع اور نقصان کی صورتوں کو پیدا کر رہا ہے (یعنی اللہ تبارک وتعالیٰ) پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں بلکہ اس امداد کیلئے بزرگوں کو یا ان کی قبروں کی یا ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔ موحد اور مشرک کے نقطہ نظر میں یہی جوہری فرق ہے۔''

ناظرین کرام! غور کریں کہ سوانح قاسمی کے اسی حاشیہ میں یہ صراحت اور وضاحت ہونے کے باوجود ارشد صاحب کا یہ دعویٰ کہ مولانا گیلانی نے اسی عقیدہ کو اپنا اور اپنی جماعت کا عقیدہ بتلا کر اپنے مذہب سے انحراف کیا ہے جس کو وہ مشرکانہ عقیدہ کہتے رہے ہیں۔ کیسا شرمناک فریب اور دلیرانہ جھوٹ ہے، ہمیں یقین ہے کہ جو شخص اللہ تبارک وتعالیٰ پر اور یوم آخرت کے محاسبہ پر ایمان رکھتا ہو تو وہ ایسے فریب اور ایسی دروغ بیانی کی جرأت نہیں کرسکتا۔

الغرض مولانا گیلانی مرحوم ومغفور نے یہاں جو کچھ لکھا ہے بلاشبہ وہی جماعت دیوبند کا مسلک وعقیدہ ہے اور ارشد صاحب نے اس موقع پر ''تقویت الایمان'' ص 10 کی جو عبارت نقل کی ہے اس میں شرک اس عقیدے کو کہا گیا ہے جو قبر پرستوں، تعزیہ پرستوں اور بھوت

پریت کے پرستاروں کا عقیدہ ہوتا ہے۔ ”تقویۃ الایمان“ کی پوری عبارت اس موقع پر یہ ہے۔

”عالم میں ارادہ سے تصرف کرنا اور اپنا حکم جاری کرنا اور اپنی خواہش سے مارنا اور جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی اور تندرست کو بیمار کر دینا، فتح وشکست دینی، اقبال وادبار دینا، مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی، برے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ کی شان ہے اور کسی انبیاء واولیاء کی، پیر وشہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اور اس سے مرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور اس کو مصیبت کے وقت پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے اور اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا محض شرک ہے، پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے، خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے، ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔“

سوانح قاسمی کے حاشیہ کی مولانا گیلانی مرحوم کی پوری عبارت ابھی اوپر نقل ہو چکی ہے اور تقویۃ الایمان کی عبارت آپ کے سامنے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اگر آپ کو عقل وفہم دی ہے تو آپ فیصلہ کریں کہ وہ شخص دیانتداری اور شرم وحیا سے کس قدر عاری اور کیسا فریبی ہے جو دعوی کرتا ہے کہ مولانا گیلانی مرحوم ومغفور نے اپنا اور جماعت دیوبند کا عقیدہ وہی بتلایا ہے جس کو تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں شرک کہا گیا ہے۔ تقویۃ الایمان کی عبارت کا یہ جملہ مقصد کی پوری وضاحت کر رہا ہے کہ ”یعنی اللہ کا سا تصرف کرنا محض شرک ہے۔“

بے حیا باش و ہر چہ خواہی کند

ہم پوری تفصیل سے بتلا چکے ہیں کہ جاہل قبر پرست اور تعزیہ پرست قسم کے مریضان شرک ہی تقویۃ الایمان کے خاص مخاطب ہیں اور وہ ولیوں، شہیدوں اور اماموں کیلئے اسی طرح کا تصرف ثابت کرتے ہیں جس طرح کے تصرف کا عقیدہ عرب کے مشرکین اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے اور تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں اس

طرح کی دوسری تمام عبارتوں میں اس عقیدہ کو شرک کہا گیا ہے اوہ بلا شبہ شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو بھی اپنے فیض اور تصرفات کا واسطہ بناتا ہے

لیکن یہ عقیدہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے اولیاء، مقربین کے ذریعہ بھی اپنے بندوں کو فیض اور مدد پہنچاتا ہے اور عالم میں بڑے بڑے تصرفات وانقلاب کا ان کو واسطہ بناتا ہے۔ اہلسنت والجماعت علماء دیوبند کا عقیدہ ہے اور خود حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے قائل بلکہ ہیں وہ اپنی بے نظیر کتاب ''منصب امامت'' میں ولایت کے ایک خاص مقام اور اس پر فائز ہونے والے اولیاء اللہ (اصحاب خدمت) کے بارے میں فرماتے ہیں۔

اس مسئلہ پر شاہ شہیدؒ کا ہدایت افروز کلام

حکیم علی الاطلاق ایشانرا واسطہ در تصرفات کونیہ ؟؟؟ اند مثل نزول امطار ونمو اشجار و تقلیب احوال وادوار وتحول اقبال وادبار سلاطین وانقلاب تحالات انیا ومساکین، ورفع بلا، ودفع دباء اومثال ذالک

اللہ تبارک وتعالیٰ جو حکیم مطلق ہے ان اولیاء مقربین کو عالم کون کے تصرفات میں واسطہ بناتا ہے جیسے بارشوں کا نازل ہونا، درختوں کا نشو ونما پانا اور حالات کا پلٹا کھانا، بادشاہوں پر اقبال یا ادبار آنا، دولت مندوں، فقراء ومساکین کے احوال کا بدل جانا، بلاؤں کا ٹل جانا اور دباؤں کا ہٹ جانا اور ان جیسے دوسرے تصرفات۔

پھر اس کی سند میں حضرت شاہ شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے مشکوٰۃ شریف کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں ان ابدال کا ذکر ہے جن کا مستقر شام بتلایا گیا ہے اور ان کے بارے میں فرمایا گیا ہے۔

یسقی بھم الغیث و ینھر بھم علی الاعداء و یصرف عن اھل الشام بھم العذاب

ان کے ذریعہ اوران کی برکت سے بارش نازل ہوتی ہے اور دشمنوں کے مقابلہ میں

مدد کی جاتی ہے اور ان کے ذریعہ اور ان کی برکت سے اہل شام سے عذاب اور آفات کو ہٹادیا جاتا ہے۔

حضرت شاہ شہید رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے حضرت مولانا گیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کی طرح مثال دے کر سمجھایا ہے کہ سورج اور چاند کے ذریعہ دنیا کو جو روشنی ملتی ہے وہ روشنی یہ چاند اور سورج خود پیدا نہیں کرتے نہ خود ہم کو پہنچاتے ہیں بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہی یہ روشنی پیدا کرتا ہے اور وہی اپنی قدرت اور اپنے حکم سے ہم کو پہنچاتا ہے۔ یہ سورج و چاند واسطۂ فیض ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ سورج، چاند ہی روشنی پیدا کرتے اور ہم کو پہنچاتے ہیں تو یہ عقیدہ مشرکانہ ہوگا۔ اسی طرح ''اصحاب خدمت'' کے ذریعہ جو فیض پہنچتا ہے یا جو تصرفات عالم میں ہوتے ہیں وہ خود ان کا فعل اور تصرف نہیں ہوتے بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا فعل اور تصرف ہوتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اس کو ان اولیاء اللہ (اصحاب خدمت) ہی کا فعل اور تصرف اور ان کی قدرت کا کرشمہ سمجھے تو یہ مشرکانہ عقیدہ ہوگا، چنانچہ فرماتے ہیں۔

پس آنچہ از تغیرات وتقلبات مذکورہ چہ در اقطار عالم واطوار بنی آدم حادیث میگردد ہمہ از قدرت کاملہ، ایشاں نیست نہ از نتائج طاقت امکانی نہ اینکہ حق جل وعلا ایشاں را قدرت آثار تصرف عالم عطا فرمودہ کاروبار بنی آدم بالیشاں تفویض نمودہ پس ایشاں باہر الٰہی قدرت خود صرف میمایند دایں تصرفات گوناگوں وتغیرات، بوقلموں در عالم کون برروئے کارے آرندکہ ایں اعتقاد شرک محض است وکفر بحت ہرکہ سجناب ایشاں ایں عقیدہ قبیحہ واشتہ باشد بے شک مشرک مردود است وکافر مطرود بالجملہ نزول تقدیر الٰہی بنابر وجاہت کسے بادعائے کسے از مقبولین امرے دیگر وصدور تصرفات کونی از ہماں مقبول اگرچہ باہر اللہ باشد امرے دیگر کہ اول عین اسلام است وثانی محض کفر۔ (منصب امامت ص 50،49)

''پس تغیرات اور حالات میں جو تبدیلیاں وجن کا اوپر ذکر ہوا، اس عالم میں یا انسانوں کے احوال میں پیدا اور ظاہر ہوتی ہیں وہ سب ان اولیاء مقربین کی قدرت اور طاقت کا نتیجہ نہیں ہوتیں اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو

دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کر دیئے ہوں اور وہ بامر الٰہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں، ایسا عقیدہ رکھنا خالص شرک وکفر ہے جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارے میں یہ قبیح عقیدہ رکھے کہ وہ اپنی قدرت سے یہ تصرفات کرتے ہیں۔ وہ لاشبہ مشرک و کافر ہے۔ الحاصل کسی مقرب بندہ کے خاص مقام قرب و وجاہت کی بنا پر یا کسی مقبول بندہ کی دعا پر تقدیر الٰہی کا نازل ہونا اور کسی تصرف کا اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے فیصلہ ہو جانا ایک الگ چیز ہے اور خود اس مقبول بندہ سے عالم کون میں تصرف کا ہونا اگرچہ بامر عطاء الٰہی ہو دوسری بات ہے۔ پہلی بات عین اسلام ہے اور دوسرا عقیدہ خالص کفر ہے۔''

یہ ہے ہم اہلسنت والجماعت کا عقیدہ، یہی بات حضرت مولانا گیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے انداز میں کہی ہے اور ہمیں یقین ہے کہ اگر مولانا گیلانی مرحوم ومغفور کو بریلوی ذہنیت کا تجربہ ہوتا تو ان کا بیان اور زیادہ واضح ہوتا۔

(بریلوی فتنے کا نیا روپ)

یہ تھی اصل حقیقت جسے اس دجال اعظم نے سیاق و سباق سے کاٹ کر کیا کا کیا سے بنا دیا۔

خلاصہ کلام: آپ نے دیکھا کہ علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کی گرفت اس قدر مضبوط تھی کہ کسی ایک کا بھی معقول جواب بھی نہ دے سکا۔ کہیں ذاتی وعطائی کی بحث لے آیا، کہیں توسل، کہیں کرامات، کہیں غیر متعلقہ عبارات، کہیں یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ اجی یہ تو ہمارا عقیدہ ہی نہیں یہ تو جاہل عوام کرتی ہے۔

علامہ نقشبندی کی تائید بریلوی شیخ الحدیث و پیر سے

علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ نے دعوی یہ کیا کہ رضاخانی مافوق الاسباب میں غیر اللہ کو پکارتے ہیں اس سے حاجتیں مانگتے ہیں اوراس پر اسلاف کی عبارات پیش کی رضاخانی نے اس کے جواب میں قریبا سو سے اوپر صفحات گالیاں بک بک کرسیاہ کئے کہ نہیں کوئی بھی غیر اللہ سے شرکیہ انداز میں نہیں مانگتا دیوبندی وہابی نے ہم پر الزام لگایا۔اب آئے رضاخانی شیخ الحدیث والتفسیر اس باب میں کیا کہتا ہے وہ ملاحظہ کریں ۔مولانا غلام رسول سعیدی رضاخانی بریلوی لکھتا ہے:

’’’’ہمارے زمانے میں بعض جہلاء اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے بجائے اپنی حاجتوں کاسوال پیروں،فقیروں سے کرتے ہیں اور قبروں اور آستانوں پر جا کر اپنی حاجات بیان کرتے ہیں اوراولیاء اللہ کی نذرمانتے ہیں،حالانکہ ہر چیز کی دعا اللہ تعالیٰ سے کرنی چاہیے اور اسی کی نذرمانی چاہیے،کیونکہ دعااورنذر دونوں عبادت ہیں اورغیر اللہ کی عبادت جائز نہیں‘‘۔

(تبیان القرآن،جلداول،ص 629،691 مطبوع فرید بک سٹال،لاہور)

لیجئے جناب! یہی بات علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ نے کی تھی رضاخانی کو کچھ بکواس کرنی ہےتواپنے اس شیخ الحدیث کے خلاف کر۔اس ایک حوالے نے رضاخانی کی ساری محنت کو دریابرد کردیا۔الحمدللہ۔یادرہےکہ یہ جہلا خود رضاخانی بریلوی ہی ہیں جس کا ثبوت کتاب میں دے دیا گیاہے۔

اسی طرح علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کے موقف کوتسلیم کرتے ہوئے اپنے رضاخانی بریلویوں کے شرکیہ عقائد کےخلاف پیر نصیر الدین گولڑوی نے دوکتابیں:

(1) اعانت اوراستعانت کی شرعی حیثیت

(2) لطمۃ الغیب

کے نام سے لکھی ہیں۔

پانچواں مسئلہ

نذرونیاز لغیراللہ

اس عنوان کے تحت علامہ صاحب نے جو کچھ فرمایا پہلے اسے ملاحظہ فرمالیں اور پھر دیکھیں کہ رضاخانی نے کس طرح خان صاحب بریلوی والی عیاری، مکاری، دجل وفریب کرکے علامہ صاحب کے چٹانوں سے بھی زیادہ مضبوط دلائل سے جان چھڑانے کی کوشش کی ہے۔

مسئلہ نمبر......5

نذر و نیاز عبادت هے

سادات حنفیہ ومشائخ ہند کا یہ نظریہ ہے کہ نذر و نیاز عبادت ہے لہذا غیر اللہ کیلئے نذر مانگنا حرام بلکہ شرک ہے۔ ان کی پیروی میں یہی عقیدہ اہل سنت دیوبند احناف کا ہے۔

(۱) امام ربانی مجدد الف ثانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی سنہ ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

و از این عالَم است صیامِ نساء که بنیّت پیران و بیبیان نگاه دارند و اکثر نامهای ایشان را از نزد خود تراشیده روزه‌های خود را به نام آنها نیت کنند و در وقت افطار از برای هر روزه طعام خاصی به وضع مخصوص تعیُّن می‌نمایند و تعیُّن ایام نیز می‌کنند از برای صیام و مطالب و مقاصد خود را به این روزه‌ها مربوط می‌سازند و به توسّل این روزه‌ها از این‌ها حوائج خود می‌خواهند و روای حاجات خود را از آنها می‌دانند، این شرکت در عبادت است؛ و بتوسل عبادتِ غیر حاجات خود را از آن غیر خواستن است. شناعت این فعل را نیک باید دریافت.

(مکتوبات فارسی ج3، ص364)

اور اسی قسم کا عورتوں کا وہ روزہ بھی ہے جو کہ عورتیں بیبیوں اور پیروں کی نیت سے رکھتی ہیں اور ان کے اکثر نام اپنی طرف سے تراش کر اپنے روزوں کو ان کے نام کی نیت کرتی ہیں اور ہر روز کے روزہ افطار کے وقت ایک خاص طعام مخصوص طریقہ سے مقرر کرتی ہیں اور روزوں کیلئے دنوں کی تعین بھی کرتی ہیں اور اپنے مطالب و مقاصد کو ان روزوں سے وابستہ

کرتی ہیں اور ان روزوں کے وسیلہ سے ان پیروں سے اپنی حاجتیں چاہتی ہیں اور اپنی حاجتوں کے پورا ہونے کو ان کی طرف سے جانتی ہیں یہ عبادت شرک ہے اور غیر کی عبادتوں کے ذریعہ اپنی حاجت کو چاہنا ہے اس کام کے برائی کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

(مکتوباب ،ج3ص119مترجم علامہ سعید احمد نقشبندی بریلوی ، ناشر اعتقاد پبلیکیشنز دھلی)

(۲) علامہ ابن نجیم مصری وعلّامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں:

(قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّهُ إنْ ظَنّ أَنَّ الْمَيتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ ذَلِكَ كُفْرٌ

(البحر الرائق ،ج2،ص 321، 322، شامی ج2،ص 660 کتاب الصوم مطلب فی النذر الذی یقع للاموات)

ماتن کا قول باطل وحرام ہے چند وجوہ سے ان میں سے ایک یہ کہ نذر ہے مخلوق کیلئے اور نذر لغیر اللہ جائز نہیں اس لئے کہ یہ عبادت ہے اور غیر اللہ کی عبادت جائز نہیں دوسری وجہ یہ کہ اگر اس کا گمان ہو کہ میت امور دنیوی میں تصرف کرتی ہے تو یہ عقیدہ کفر ہے۔

(۳) قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

عبادت مر غیر را جائز نیست و نه مدد و درخواستن از غیر حق و ایاك نعبد و ایاك نستعین یعنی حق تعالی تعلیم کرد مر بندگان را که بگویند خاص ترا عبادت می کنیم یا الهی و خاص از تو مدد می خواهیم بر عبادت و بر هر چیز ایاک برائی حصر است پس نذر کردن برای اولیا جائز نیست که نذر عبادت است و اگر کسی نذر کرد وفای نذر نکند که احتراز از معصیت به قدر امکان واجب است

(ارشاد الطالبین،ص 46،طبع ایران)

غیر اللہ کی عبادت اور اس سے مدد مانگنا جائز نہیں اللہ فرمایا تا ہے ایاك نعبد و ایاك نستعین یعنی اللہ نے اپنے بندوں کو یہ تعلیم دی کہ وہ کہیں کہ خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور خاص تجھ ہی سے مدد کے خواستگار ہیں عبادت اور ہر چیز پر۔ایاک برائے حصر ہے پس اولیا اللہ کی نذر ماننا جائز نہیں کیونکہ نذر بھی عبادت ہے اور اگر کسی نے نذر مان بھی لے تو اس کا پورا کرنا جائز نہیں کیونکہ ایسی نذر معصت ہے اور معصیت سے بچنا بقدر طاقت واجب ہے۔

(۴) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں::

إِنَّهُمْ يَسْتَعِينُونَ بِغَيْرِ اللهِ فِي حَوَائِجِهِمْ مِنْ شِفَاءِ الْمَرِيضِ وَغِنَاءِ الْفَقِيرِ، وَيَنْذُرُونَ لَهُمْ، يَتَوَقَّعُونَ إِنْجَاحَ مَقَاصِدِهِمْ بِتِلْكَ النُّذُورِ، وَيَتْلُونَ أَسْمَاءَهُمْ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا. فَأَوْجَبَ اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَنْ يَقُولُوا فِي صَلَاتِهِمْ {إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ}(الفاتحة 1 : 5)، وَقَالَ تَعَالَى : {فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا}(الجنّ 72 : 18)، وَلَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الدُّعَاءِ الْعِبَادَةُ، كَمَا قَالَهُ الْمُفَسِّرُونَ، بَلْ هُوَ الِاسْتِعَانَةُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى : {بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ}(الأنعام 6: 41)۔

(حجّة اللّٰہ البالغة، ج1، ص 185)

مشرکین اپنی حاجات، مثلاً مرض میں شفا اور فقیری میں خوشحالی کے لیے غیر اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور ان کے نام کی نذر ونیاز دیتے ہیں۔ان کو یہ امید ہوتی ہے کہ اس نذر ونیاز کی وجہ سے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے۔وہ برکت کی امید پر غیر اللہ کے ناموں کا ورد بھی کرتے ہیں۔حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ہر نماز میں یہ کہنا فرض کیا ہے کہ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد طلب کرتے ہیں)۔نیز فرمایا فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللهِ أَحَدًا (تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو)۔اس آیت کریمہ میں دعا سے مراد عبادت نہیں، جیسا کہ (عام) مفسرین نے کہا ہے، بلکہ یہاں استعانت

مراد ہے ،جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ } (بلکہ تم (سخت مصیبت کے وقت)اسی (اللہ) کو پکارتے ہو، چنانچہ وہ تمہاری مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے)۔

(۵) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي قَوْلِهِ تَعَالَى : {إِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا}(الحجّ 22 : 73)إلخ إِشَارَةٌ إِلٰى ذَمِّ الْغَالِينَ فِي أَوْلِيَاءِ اللهِ تَعَالٰى، حَيْثُ يَسْتَغِيثُونَ بِهِمْ فِي الشِّدَّةِ غَافِلِينَ عَنِ اللهِ تَعَالٰى، وَيَنْذُرُونَ لَهُمُ النُّذُورَ، وَالْعُقَلَاءُ مِنْهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّهُمْ وَسَائِلُنَا إِلَى اللهِ تَعَالٰى، وَإِنَّمَا نَنْذُرُ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَنَجْعَلُ ثَوَابَهُ لِلْوَلِيِّ، وَلَا يَخْفٰى أَنَّهُمْ فِي دَعْوَاهُمُ الْأُولٰى أَشْبَهُ النَّاسِ بِعَبَدَةِ الْأَصْنَامِ، الْقَائِلِينَ: إِنَّمَا نَعْبُدُهُمْ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللهِ زُلْفٰى، وَدَعْوَاهُمُ الثَّانِيَةُ لَا بَأْسَ بِهَا لَوْ لَمْ يَطْلُبُوا مِنْهُمْ بِذٰلِكَ شِفَاءَ مَرِيضِهِمْ أَوْ رَدَّ غَائِبِهِمْ أَوْ نَحْوَ ذٰلِكَ، وَالظَّاهِرُ مِنْ حَالِهِمُ الطَّلَبُ، وَيُرْشِدُ إِلٰى ذٰلِكَ أَنَّهُ لَوْ قِيلَ: انْذُرُوا لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاجْعَلُوا ثَوَابَهُ لِوَالِدَيْكُمْ، فَإِنَّهُمْ أَحْوَجُ مِنْ أُولٰئِكَ الْأَوْلِيَاءِ لَمْ يَفْعَلُوا، وَرَأَيْتُ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يَسْجُدُ عَلٰى أَعْتَابِ حَجَرِ قُبُورِ الْأَوْلِيَاءِ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّثْبِتُ التَّصَرُّفَ لَهُمْ جَمِيعًا فِي قُبُورِهِمْ، لٰكِنَّهُمْ مُّتَفَاوِتُونَ فِيهِ حَسَبَ تَفَاوُتِ مَرَاتِبِهِمْ، وَالْعُلَمَاءُ مِنْهُمْ يَحْصُرُونَ التَّصَرُّفَ فِي الْقُبُورِ فِي أَرْبَعَةٍ أَوْ خَمْسَةٍ، وَإِذَا طُولِبُوا بِالدَّلِيلِ قَالُوا : ثَبَتَ ذٰلِكَ بِالْكَشْفِ، قَاتَلَهُمُ اللهُ تَعَالٰى، مَا أَجْهَلَهُمْ وَأَكْثَرَ افْتِرَاءَهُمْ، وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّزْعَمُ أَنَّهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْقُبُورِ وَيَتَشَكَّلُونَ بِأَشْكَالٍ مُخْتَلِفَةٍ، وَعُلَمَاؤُهُمْ يَقُولُونَ : إِنَّمَا تَظْهَرُ أَرْوَاحُهُمْ مُّتَشَكِّلَةً وَّتَطُوفُ حَيْثُ شَاءَتْ، وَرُبَّمَا تَشَكَّلَتْ بِصُورَةِ أَسَدٍ أَوْ غَزَالٍ أَوْ نَحْوِهٖ، وَكُلُّ ذٰلِكَ بَاطِلٌ لَّا أَصْلَ لَهُ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَكَلَامِ سَلَفِ

الْأُمَّةِ، وَقَدْ أَفْسَدَ هٰؤُلَاءِ عَلَى النَّاسِ دِينَهُمْ، وَصَارُوا ضُحْكَةً لِّأَهْلِ الْأَدْيَانِ الْمَنْسُوخَةِ فِي الْيَهُودِ وَالنَّصَارٰى، وَكَذَا لِأَهْلِ النِّحَلِ وَالدَّهْرِيَّةِ، نَسْأَلُ اللّٰهُ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ۔

(روح المعاني، ج2، ص212,213)

فرمانِ باری تعالیٰ ہے اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ یَّخْلُقُوْا ذُبَابًا (بلاشبہ جن کو [اے مشرکو] تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے)۔اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کی مذمت کی گئی ہے، جو اولیاء اللہ کے بارے میں غلوّ کا شکار ہو گئے ہیں۔وہ اللہ تعالیٰ سے غافل ہوکر مصیبت میں ان اولیاء سے مدد طلب کرتے ہیں اور ان کے نام پر نذرونیاز دیتے ہیں۔ان میں سے دانشور لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اولیاء تو ہمارے لیے اللہ کی طرف وسیلہ ہیں اور یہ نذرونیاز تو ہم اللہ کے لیے دیتے ہیں، البتہ اس کا ثواب اس ولی کو پہنچاتے ہیں۔اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ اپنے پہلے دعوے میں بالکل ان بت پرستوں جیسے ہیں جو کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی عبادت صرف اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کردیں۔رہا دوسرا دعویٰ تو اس میں کوئی حرج نہ ہوتا اگر وہ بزرگوں سے اپنے مریضوں کے لیے شفاء اور غائب ہونے والوں کی واپسی وغیرہ کا مطالبہ نہ کرتے۔ان کی حالت سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بزرگوں سے مانگنے کے لیے ان کے نام کی نذرونیاز دیتے ہیں۔اگر ان سے کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی نذرونیاز دو اور اس کا ثواب (اولیاء) کے بجائے اپنے والدین کو پہنچاؤ، کیونکہ تمہارے والدین ان اولیاء سے بڑھ کر ثواب کے محتاج ہیں، تو یہ مشرکین ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، [اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کا مقصد بزرگوں سے مانگنا ہی ہوتا ہے]۔میں نے بہت سے مشرکین کو دیکھا ہے کہ اولیاء کی قبروں کے پتھروں پر سجدہ کر رہے ہوتے ہیں۔بعض مشرکین تو سب اولیاء کے لیے ان کی قبروں میں تصرف (قدرت) بھی ثابت کرتے ہیں، البتہ مراتب کے اعتبار سے یہ تصرف مختلف قسم کا ہوتا ہے۔ان مشرکین کے اہل علم قبروں میں اولیاء کے لیے چار یا پانچ قسم کا تصرف ثابت کرتے

ہیں،لیکن جب ان سے دلیل کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ چیز کشف سے ثابت ہے ۔اللہ تعالیٰ ان کو تباہ و برباد کرے،یہ کتنے جاہل اور جھوٹے لوگ ہیں!ان میں سے بعض یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اولیاء اپنی قبروں سے نکلتے ہیں اور مختلف شکلیں اختیار کر لیتے ہیں،جبکہ ان کے اہل علم کا کہنا ہے کہ اولیاء کی صرف روحیں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتی ہیں اور جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں ۔ان کے بقول بسا اوقات اولیاء کی روحیں شیر،ہرن وغیرہ کی شکل بھی اختیار کر لیتی ہیں ۔یہ ساری باتیں جھوٹی ہیں،کتاب وسنت اور اسلاف اِمت کے کلام میں ان کا کوئی ثبوت نہیں ۔ان مشرکین نے (سادہ لوح) لوگوں کا دین بھی برباد کر دیا ہے ۔ایسے لوگ یہود و نصاریٰ ،دیگر ادیانِ باطلہ کے پیروکاروں اور بے دین لوگوں کے سامنے مذاق بن گئے ہیں ۔ہم اللہ تعالیٰ سے (دین و دنیا کی) عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں ۔‘‘

نوٹ: علامہ آلوسی نے جو اپنا واقعہ بیان کیا یہ میرے تجربہ ہے بندے کے پاس مسجد میں ایک شخص آیا کچھ ریوڑیاں لیکر کہ یہ غوث پاک کے نام پر تقسیم کرنی ہیں بندہ نے کہا کہ مسجد کے باہر اللہ کے نام پر تقسیم کر دو تو کہا نہیں اللہ کے نام پر نہیں غوث پاک کے نام پر معاذ اللہ ۔اس کا مطلب یہی ہوا کہ آج جہلاء کے ہاں یہ سب ثواب کیلئے نہیں بلکہ تقرب کیلئے کیا جاتا ہے ان مفتیوں کو حیاء بھی نہیں آتی جو عوام کالانعام کے اس قسم کے عقائد کیلئے جواز و تاویلات کا راستہ ڈھونڈتے ہیں ۔

(۶) ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

وَمِنْ أُولٰئِكَ عَبَدَةُ الْقُبُورِ، النَّاذِرُونَ لَهَا، الْمُعْتَقِدُونَ لِلنَّفْعِ وَالضَّرِّ، مِمَّنِ اللهُ تَعَالٰى أَعْلَمُ بِحَالِهِ فِيهَا، وَهُمُ الْيَوْمَ أَكْثَرُ مِنَ الدُّودِ ۔

(روح المعانی، ج 17، ص 67)

’’ان مشرکوں میں سے بعض وہ ہیں جو قبروں کے پجاری ہیں،ان پر نذر و نیاز دیتے ہیں اور ان لوگوں سے نفع و نقصان کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبر میں جن کی حالت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔موجودہ دور میں ایسے مشرکین کیڑے مکوڑوں سے بھی زیادہ ہو گئے ہیں ۔‘‘

(۷) علامہ محمد بن علی حصکفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۸۸ھ) لکھتے ہیں:

وَاعْلَمْ أَنَّ النَّذْرَ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ، وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا إِلَى ضَرَائِحِ الْأَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ، فَهُوَ بِالْإِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ۔

’’آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اکثر عوام جو مُردوں کے نام کی نذرونیاز دیتے ہیں اور جو رقوم، چراغ اور تیل وغیرہ اولیائے کرام کی قبروں پر تقرب کی نیت سے لائے جاتے ہیں، وہ بالاجماع باطل اور حرام ہیں۔

(۸) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) اس قول کی شرح میں لکھتے ہیں:

كَأَنْ يَّقُولَ: يَاسَيِّدِي فُلَانُ! إِنْ رُّدَّ غَائِبِي أَوْ عُوفِيَ مَرِيضِي أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِي، فَلَكَ مِنَ الذَّهَبِ أَوِ الْفِضَّةِ أَوْ مِنَ الطَّعَامِ أَوِ الشَّمْعِ أَوِ الزَّيْتِ كَذَا، (قَوْلُهُ: بَاطِلٌ وَّحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا أَنَّهُ نَذْرٌ لِمَخْلُوقٍ، وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ، لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ، وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ، وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهُ مَيِّتٌ، وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ، وَمِنْهُ أَنَّهُ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللهِ تَعَالَى، وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْرٌ۔

(فتاوى الشامي، ج2، ص 439)

اولیاء کے لیے نذرونیاز کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی کہے: اے میرے فلاں سرکار! اگر میرا غائب رشتہ دار واپس آ گیا یا میرا مریض شفایاب ہوگیا یا میرا کام ہوگیا تو اتنا سونا، اتنی چاندی، اتنا کھانا یا چراغ یا اتنا تیل آپ کی نذر کروں گا۔ یہ نذرونیاز کئی وجوہ سے باطل اور حرام ہے؛ ایک وجہ تو یہ ہے کہ یہ مخلوق کے لیے نذرونیاز ہے، حالانکہ نذرونیاز عبادت ہے اور عبادت کسی مخلوق کے لیے جائز نہیں۔ دوسری وجہ یہ کہ جس کے نام کی نذرونیاز دی جارہی ہوتی ہے، وہ مُردہ ہوتا ہے اور مُردہ کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔ تیسری وجہ یہ کہ نذرونیاز دینے والا اللہ کو چھوڑ کر اس ولی کے امور میں تصرف کرنے کا اعتقاد رکھتا ہے اور یہ اس کا

اعتقاد کفر ہے۔

(۹) فتاوی عالمگیری میں ہے:

وَالنَّذْرُ الَّذِي يَقَعُ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَامِّ بِأَنْ يَأْتِيَ إِلَى قَبْرِ بَعْضِ الصُّلَحَاءِ، وَيَرْفَعَ سِتْرَهُ قَائِلًا : يَا سَيِّدِي فُلَانٌ ! إِنْ قَضَيْتَ حَاجَتِي فَلَكَ مِنِّي مِنَ الذَّهَبِ مَثَلًا كَذَا، بَاطِلٌ إِجْمَاعًا۔

(فتاوی عالمگیری، ج1، ص 216)

اکثر عوام جو اس طرح نذر مانتے ہیں کہ کسی نیک شخص کی قبر پر آ کر یوں فریاد کرتے ہیں: اے میرے فلاں پیر! اگر تُو میری یہ ضرورت پوری کر دے تو میری طرف سے اتنا سونا تیری نذر۔ یہ اجماعی طور پر حرام ہے۔

(۱۰) یہ مسئلہ مندرجہ ذیل کتب فقہ میں بھی مذکور ہے۔

(البحر الرائق لابن نجیم: 298 / 2، حاشیۃ الطحطاوي علی مراقي الفلاح ص:378)

بدعتی عقیدہ

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ کتنی صراحت کے ساتھ ان سادات احناف علماء نے لکھا ہے کہ غیر اللہ کی نذر عبادت ہے اس لئے وہ حرام ہے اور عوام جو نذر مانتی ہے اس میں غیر اللہ سے استعانت کا نظریہ اور ان کا تقرب مقصود ہوتا ہے لہذا یہ بالاجماع باطل ہے۔ مگر دوسری طرف اہل بدعت کے اکابر کے یہ گمراہ کن اقوال بھی ملاحظہ ہوں:

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار خان نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنیٰ ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے۔ اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں، جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ۔ نذر شرعی عبادت ہے، وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔''

(جاء الحق، ص 307)

مفتی صاحب نے کارحرام کیلئے جو تاویل پیش کی اس کا بطلان ہم انہی کے گھر کے ایک فرد سے دکھا دیتے ہیں۔ بریلوی شیخ الحدیث جناب غلام رسول سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

''آج کل جس طرح اَن پڑھ عوام اپنی حاجات میں اولیاء اللہ کی نذریں اور منتیں مانتے ہیں اور حاجات پوری ہونے کے بعد مزارات پر نذریں پیش کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ اس کو لغوی نذر کہہ کر سندِ جواز پیش کرتے ہیں، اس کا قرآنِ مجید، احادیث ِصحیحہ اور آثارِ صحابہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے۔ کتب ِفتاویٰ میں اس نذر کو حرام کہا گیا ہے۔ یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے۔ اس میں کتب فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے، بلکہ عدل وانصاف سے بعید ہے۔''

(شرح صحیح مسلم، ج4، ص 543)

اس سے قبل لکھتے ہیں:

''بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی حاجت کے وقت اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانے: 'اے داتا! اگر تو نے میری یہ حاجت پوری کر دی تو میں تیرے لیے ایک بکرا پیش کروں گا۔' تو یہ نذر جائز ہے، کیونکہ یہ نذر لغوی ہے۔ اور جو نذر غیر اللہ کی حرام ہے، وہ نذرِ فقہی یا نذر شِرعی ہے۔ اور نذرِ لغوی اور نذرِ شرعی میں ان لوگوں کے نزدیک صرف یہ فرق ہے کہ نذرِ شرعی میں اللہ کی نذر مانی جاتی ہے اور نذرِ لغوی میں اولیاء اللہ کی نذر مانی جاتی ہے۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ اس طرح غیر اللہ کے لیے سجدہ، طواف، روزہ اور دیگر عبادات بھی جائز ہو جائیں گی، مثلاً کوئی شخص کسی ولی کو سجدہ کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی سجدہ ہے، کوئی شخص کسی ولی کی قبر کا طواف کرے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی طواف ہے اور کوئی شخص کسی ولی کے لیے روزے رکھے گا اور کہے گا کہ یہ لغوی روزہ ہے اور اسی طرح لغت کے سہارے غیر اللہ کے لیے تمام عبادات کا دروازہ کھل جائے گا، کیونکہ جس طرح نذر بالاتفاق عبادت ہے، لیکن لغوی نذر غیر اللہ کے لیے شرعاً مانی جا سکتی ہے، تو اسی طرح غیر اللہ کے لیے لغوی نماز پڑھی جا سکتی ہے، غیر اللہ

کے لیے لغوی روزے رکھے جاسکتے ہیں اور لغوی حج کیسے جاسکتے ہیں۔علی ہذاالقیاس!''

(شرح صحیح مسلم، ج4، ص 542-541)

آپ نے ماقبل میں ملاحظہ فرمالیا کہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے کہ اموات کی نذر ماننا جائز نہیں اس لئے کہ مردہ کسی چیز کا مالک نہیں لیکن دوسری طرف بانی فرقہ مبتدعہ جناب اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خان صاحب (المتوفی سنہ ۱۳۴۰ھ) کے اس عقیدہ کو بھی ملاحظہ فرمائیں:

''سیدی عبدالوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی۔وہ آپ کو پسند آئی۔جب مزار شریف میں حاضر ہوئے تو صاحب مِزار نے ارشاد فرمایا: عبدالوہاب! وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کیا: ہاں! شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہیے۔ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے وہ کنیز تم کو ہبہ کی۔آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزارِ اقدس کی نذر کی، خادم کو ارشاد ہوا۔انہوں نے آپ کی نذر کر دی۔(صاحب مِزار نے) ارشاد فرمایا: اب دیر کا ہے کی ہے؟ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔''

(ملفوظات احمد رضا،ص:276-275)

اول تو بزرگ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی نظر کسی دوسرے کی باندی پر پڑی اور اس پر عاشق ہو گئے کیا بزرگوں کی کھلی توہین نہیں؟ کیا بریلویوں کے بزرگان دین مزارات پر دوسروں کی باندیاں تاڑتے ہیں؟ آج جو مزارات پر بے پردگی ہوتی ہے اس کی اصل بھی شاید یہی واقعہ ہو کہ ہماری نظر بھی کسی کی ''باندی'' پر پڑ جائے۔پھر اس تاجر کا کنیز کو صاحب قبر پر نذر کر دینا بالکل ناجائز و حرام تھا صاحب قبر کسی چیز کا مالک نہیں لہذا اس بزرگ کا اس باندی سے تمتع حاصل کرنا خالص زنا و حرام تھا۔ہمیں وہابی کہنے والے اور ہم پر بزرگوں کی توہین کا الزام لگانے والے دیکھیں کہ خود ایک بزرگ کی کتنی بڑی توہین کر دی۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص 43 تا 51)

رضا خانی تاویلات کا بھرکس

کیا علامہ صاحب نے موقف غلط پیش کیا؟

اس ذریۃ البغایا نے صفحہ 437 تا 477 تین باتوں پر صفحات کالے کئے:

(۱) علامہ صاحب نے ہمارا موقف درست پیش نہیں کیا۔

(۲) ہم نذر عرفی کے قائل ہیں جو کہ جائز ہے علامہ صاحب نے جن فقہاء کی عبارات پیش کی وہ نذر شرعی ہے جسے ہم بھی حرام کہتے ہیں۔

(۳) سید احمد شہیدؒ اور دیگر دیوبندی علماء بھی نذر و نیاز لیتے کرتے۔

محض ان تین باتوں پر اس خبیث نے علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی سے لیکر امام اہلسنت علامہ سرفراز خان صفدر صاحبؒ و علامہ خالد محمود صاحبؒ تک اور ان سے مجاہد فی سبیل اللہ حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ تک کو غلیظ سے غلیظ گالیاں دے کر صفحات کے صفحات سیاہ کئے حضرت سید احمد شہیدؒ کے بارے میں ابو ذلیل رضوی لکھتا ہے:

''یہ جاہل تو تھا ہی جیسا کہ لکھا ہوا ہے لیکن اتنا جاہل تھا۔۔۔''

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 454)

تو خنزیر یعنی احمد رضا خان کی اولاد! اگر جھاڑو فروش، عطر فروش، چھولے فروش الیاس عطار ''امیر اہلسنت'' ہوسکتا ہے تو تجھے سید احمد شہیدؒ پر کیا اعتراض ہے؟ حضرت شہید جاہل تو یقینا نہیں تھے ہاں البتہ اعلی حضرت احمد رضا خان بریلوی کسی نقی علی حرام زادے جاہل کی حرام زادی اولاد ضرور تھا جس کی حرام زادی ذریت آج بھی کوئی بات گالی دئے بنا کرنے کو تیار نہیں۔

بہر حال! مظفر حسین شاہ لعنتی کے اس لونڈے کی تینوں باتوں کا جواب بالترتیب ملاحظہ ہو۔ رضا خانی اپنا نظریہ لکھتا ہے:

''ہمارے نزدیک نذر کی دو قسمیں ہیں:(۱) نذر شرعی و فقہی (۲) نذر عرفی ولغوی ۔ نذر شرعی و فقہی اللہ کے تعالی کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں اور جو نذر ہمارے عرف میں اولیاء کیلئے مانی جاتی ہے وہ شرعی فقہی نہیں بلکہ عرفی لغوی یعنی ہدیہ و نذرانے کے طور پر ہوتی ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 436)

رضاخانی نے تسلیم کیا ہے کہ شرعی و فقہی نذر اللہ کے سوا کسی کیلئے جائز نہیں ۔اب علامہ ساجد خان صاحب نے کیا کہا تھا؟ خود رضاخانی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''سادات حنفیہ ومشائخ ہند کا یہ نظریہ ہے کہ نذر و نیاز عبادت ہے لہذا غیر اللہ کیلئے نذر ماننا حرام بلکہ شرک ہے ۔ان کی پیروی میں یہی عقیدہ اہل سنت دیوبند احناف کا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 451)

جب تو بھی مانتا ہے کہ جو نذر فقہی ہے وہ غیر اللہ کیلئے جائز نہیں شرک ہے ۔تو یہی بات علامہ صاحب کر رہے ہیں کہ سادات احناف کے ہاں نذر غیر اللہ کی جائز نہیں کیا سادات احناف فقہاء نہیں؟ تو علامہ صاحب نے فقہاء کا مذہب کس طرح غلط نقل کر دیا؟ کس طرح دھوکہ دے دیا؟ کیا محض بکواس کرنے کا نام جواب ہوتا ہے؟

اب آئے رضاخانیوں کا اس باب میں کیا عقیدہ ہے وہ ملاحظہ ہو چنانچہ رضاخانی رئیس المحرفین، ذلیل شہیر، حکیم المشرکین منظور او جھیانوی احمد یار گجراتی کے حوالے سے اپنا نظریہ لکھتا ہے:

''مفسر شہیر حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی ۔۔لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے''۔

(جاء الحق فی تخریج جاء الحق،ص 615)

(بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 437)

اب علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی نے بعینہ یہی عبارت کتاب میں

رضاخانی عقیدہ میں یوں نقل کی:

مگر دوسری طرف اہل بدعت کے اکابر کے یہ گمراہ کن اقوال بھی ملاحظہ ہوں:

بریلوی حکیم الامت جناب احمد یار خان نعیمی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''اولیاء اللہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے، یہ نذر شرعی نہیں، نذر لغوی ہے، جس کے معنیٰ ہیں نذرانہ، جیسے کہ میں اپنے استاذ سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے، یہ بالکل جائز ہے۔ اور فقہاء اس کو حرام کہتے ہیں، جو کہ اولیاء کے نام کی نذر شرعی مانی جائے۔ اس لیے فرماتے ہیں تَقَرُّبًا إِلَيْهِمْ۔ نذر شرعی عبادت ہے، وہ غیر اللہ کے لیے ماننا یقیناً کفر ہے۔''

(جاء الحق، ص 307)

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 49)

ذلیل انسان بلکہ اشد ذلیل! تو نے تو اس محرف شہیر کی ادھوری عبارت نقل کی علامہ صاحب نے مکمل عبارت نقل کی اس کے باوجود یہ کہنا کہ علامہ صاحب نے ہمارا عقیدہ بیان نہیں کیا پرلے درجے کی کمینگی نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے بعد اس بکواس کا کیا مقصد کہ:

''وہابی اسمعیلی کیونکہ پیدائشی ہی عقل کا اندھا ہوتا ہے لہذا اس کی خوراک ہی میں عیاری مکاری اور دھوکہ بازی داخل ہوتی ہے اور وہابی اسمعیلی نے بڑے ہو کر یہی کرنا ہوتا ہے جو آج ہم دیکھ رہے ہیں وہابی ساجد خان نے بھی یہی خوارک حاصل کرنے کے بعد کتاب لکھی ہے لہذا ہر جگہ وہ اسی سے کام لیتا ہے اور بیچارہ اس سے مجبور کیونکر نہ ہو جبکہ اس کے وہابی اسمعیلی اکابر کا دھندا بھی یہی تھا وہابی اسمعیلی ساجد خان کیونکہ ہمارا رد کر رہا تھا تو اس کو چاہئے تھا کہ پہلے یہ بیان کرتا کہ جس معنی میں ہم نذر اولیاء کے قائل ہیں۔۔''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص 451)

علامہ صاحب نے بریلی کے اعلی حضرت احمق رضاخان بریلوی کی طرح ابو حامد رضوی کی ماں کا چکلہ نہیں کھولا ہوا ''جو دھندا'' اور ''بھوکا'' ہونے کا طعنہ انہیں دے رہا ہے۔ عقل سے عاری علامہ کے اکابر نہیں بلکہ عقل کو ''دبر'' میں رکھ کر گھومنے والے مظفر حسین شاہ اس

کے لونڈے اور اکابر ہیں ۔خبیث انسان ! جاءالحق سے تو اپنا عقیدہ نقل کرے تو درست علامہ صاحب نقل کرے تو عیاری مکاری دھوکہ دہی کہاں سے؟ اس کا مطلب ہے کہ احمد یار گجراتی خود عیار مکار دھوکہ باز تھا۔

غلام رسول سعیدی کی عبارت سے گلو خلاصی

علامہ صاحب نے پوری دیانت کے ساتھ اول فقہاء سے ''مروجہ رضاخانی نذر'' کو حرام ثابت کیا جسے رضاخانی نے بھی تسلیم کیا کہ: نذر شرعی وفقہی اولیاء کیلئے مانتا ہے تو ہمارے علماء کے فتاوی موجود ہیں کہ یہ حرام و ناجائز ہے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول ، ص 436)

اس کے بعد مکمل دیانت کے ساتھ مکمل سیاق وسباق کے ساتھ مفتی احمد یار گجراتی کا حوالہ پیش کیا کہ رضاخانی اسی حرام نذر کو''نذر عرفی''کی تاویل کر کے جائز قرار دے رہے ہیں۔جس کے بعد جان چھڑانے کیلئے رضاخانی نے پچاس صفحات گالیوں ،لایعنی حوالہ جات میں برباد کرنے کے بعد گلو خلاصی کرتے ہوئے کہا کہ غلام رسول سعیدی:

(۱) اصاغر میں سے ہے جبکہ ہم نے اکابر سے پیش کیا کہ نذر عرفی جائز ہے۔

(۲) غلام رسول سعیدی کا تفرد ہے۔

(ملخصا حنفیت کے باغی یوبندی جلداول،ص 475 تا 477)

اب ان دونوں باتوں کا ترتیب وار جواب ملاحظہ ہو رضاخانی کا یہ کہنا کہ:

''ہم ما قبل میں اکابرین اہلسنت اور سادات احناف ومشائخ ہند کی عبارات بیان کر چکے ہیں جن میں ان حضرات نے نذر لغوی وعرفی کو جائز قرار دیا ہے اگر ہم مان لیں کہ علامہ غلام رسول سعیدی نذر لغوی کو جائز نہیں سمجھتے تو بھی ان کا کلام ان اکابرین کے خلاف پیش کرنا خود وہابیہ اسمعیلیہ کے خلاف ہے کیونکہ ان کا وہابی مولوی ابو بکر غازی پوری لکھتا ہے اور چونکہ کسی بھی مذہب کا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 475)

تو اول تو یہ رضا خانی کا دجل و فریب ہے اس لئے کہ غلام رسول سعیدی نے نذر عرفی کو ناجائز نہیں کہا لہذا اس باب میں اس کا پچھلے رضا خانیوں سے کوئی اختلاف نہیں بلکہ اولیاء اللہ کی جو نذر رضا خانی مانتے ہیں اس کے متعلق وہ کہہ رہا ہے کہ آیا یہ عرفی ہے یا شرعی؟ غلام رسول سعیدی اس کا رد کر رہا ہے کہ یہ عرفی نہیں بلکہ شرعی ہے۔

ثانیا مولانا ابو بکر غازی صاحب نے بالکل درست کہا کہ اکابر کا کلام حجت ہوتا ہے چھوٹوں کا نہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ سعیدی اکابر میں سے یا چھوٹوں میں سے؟ چنانچہ مفتی اعظم رضا خانیت مفتی منیب الرحمن لکھتا ہے:

''''مصنفاتِ علامہ سعیدی، شرح صحیح مسلم اور تبیان القرآن کو ہمارے عہد کے دو ممتاز اکابر علماء اہلسنت علامہ عبد الحکیم شرف قادری اور علامہ محمد اشرف سیالوی مد اللہ ظلہما نے مسلک اہلسنت و جماعت کیلئے مستند و متفق علیہما قرار دیا ہے، یہ امر ملحوظ رہے کہ یہ دونوں اکابر ہمارے مسلک کیلئے حجت و استناد کی حیثیت رکھتے ہیں''۔

(تفہیم المسائل۔ج 3۔ص 17۔ضیاء القرآن پبلی کیشنز طبع دوم 2009)

تو جناب! آپ کے مسلک کے حجت و استناد رکھنے والے اکابر نے شرح مسلم و تبیان کو ''مستند و متفق علیہما'' قرار دیا ہے اب اس کے بعد اسے چھوٹوں کا کلام کہہ کر رد کرنے والا کوئی ''ابو بے غیرت رضوی'' تو ہو سکتا ہے ''ابو حامد رضوی'' نہیں۔

اسی حوالے سے رضا خانی کی دوسری تاویل کا جواب بھی ہو گیا کہ یہ سعیدی کا ''تفرد'' ہے کیونکہ رضا خانی اکابر شرح مسلم کو تفرد نہیں اپنی جماعت کا موقف قرار دے رہے ہیں۔

اسلاف و علمائے دیوبند کی عبارات

رضا خانی علامہ عبد الغنی نابلسی، ملا علی قاری، اسمٰعیل حقی، مجدد الف ثانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی وغیرہم کی عبارات پیش کی تو اس کا اول جواب تو غلام رسول سعیدی کی زبانی یہ ہے کہ:

''یہ ایک خالص فقہی مسئلہ ہے۔ اس میں کتب فقہیہ کو چھوڑ کر بعض غیر معصوم اور غیر معروف

صوفیوں کے اقوال اور احوال سے استدلال کرنا کوئی فقاہت نہیں ہے، بلکہ عدل و انصاف سے بعید ہے۔"

(شرح صحیح مسلم، ج4، ص 543)

تو جناب! اس میں کوئی بھی خالص فقہی کتاب نہیں اور بعض صوفی اور کئی غیر معتبر بزرگوں کے اقوال ہیں جس سے استناد خود سعیدی کے ہاں عدل وانصاف کا خون ہے۔

ثانیا یہ رضاخانی لکھتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں خود ہی اس رضاخانی نے لکھا ہے کہ "نذر" کا ایک معنی: "ہدیہ" بھی ہے (ملخصا، ص 436) اور کذاب شہیر احمد یار گجراتی کے حوالے سے لکھتا ہے:

"جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص 437)

تو یہاں بھی "نذر، ہدیہ" کے معنی میں ہے۔ جب مجدد الف ثانی ؒ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی خود نذر کو حرام کہہ رہے ہیں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی غیر اللہ کے نام پر ذبح شدہ جانور کو حرام و مرتکب کو مرتد ہو جانے کا تاریخی فتوی صادر کریں تو خود اس کفری، شرکی، ارتدادی نذر کا عقیدہ کیسے اپنا سکتے ہیں؟ مگر اس بے غیرت کے ہاں کچھ لکھ دینے کا نام جواب ہوتا ہے۔ اب اس کے بعد جو اس نے عبارات پیش کیں اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتا ہے:

(۱) آپ کی دعوت کی اور ایک مکان عظیم الشان معہ اسباب ضروری آپ کی نذر کیا"۔

(سیرت سید احمد شہید، ص)، (حنفیت کے باغی جلداول، ص 454)

غلام رسول مہر مرحوم کے حوالے سے لکھتا ہے:

(۲) "کچھ نذر بھی بطور نذر پیش کی"۔ (سید احمد شہید) (ص 455)

(۳) کئی کئی خوان نذر پیش کئے"۔ (سید احمد شہید) (ص 465)

(۳) کچھ روپے اپنی طرف سے خدمت میں نذر کئے۔ (سیرت سید احمد شہید(

(ص 457)

(۴) کچھ کچھ اشرفیاں نذر دیں۔(سیرت احمد شہید)(ص 457)

(۵) ایک بھینسا سید صاحب کی نذر کیا۔

(٦) بہت سے تحائف خوانوں میں لگا کر نذر کیلئے لائے گئے ۔(سید احمد شہید) (ص 459)

(۷) شیخ صاحب نے اس طریق پر جو نذریں پیش کیں وہ بہ حیثیت مجموعی بیس ہزار سے کم نہ ہوں گی۔(سید احمد شہید)(ص 461)

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 453 تا 461)

یہ کل سرمایہ تھا جو آدھے صفحے پر سما گیا باقی قریبا آٹھ صفحات اس نے گالیوں میں سیاہ کئے۔اول تو غلام رسول مہر مرحوم ہمارے اکابر میں سے نہیں۔رضاخانی کا یہ کہنا کہ علمائے دیوبند نے اس سے استناد کیا ہے تو رضاخانیوں کے ہاں کیا محض استناد یا کسی تاریخی معاملے میں کسی کا حوالہ دے دینا کسی کے اکابر ہونے کی دلیل ہے؟ ذرا وضاحت کرے تا کہ اس اصول پر پھر ہم مودودیوں، مرزائیوں، انگریزوں عیسائیوں اخبار نویسوں کو بھی رضاخانی اکابر ثابت کر سکیں۔عجیب خباثت ہے اپنے باری میں غلام رسول سعیدی کو بھی چھوٹا مان کر رد کر دیتا ہے اور دیوبند کے بارے میں یہ کتے کا بچہ ہر کس و ناکس کو بزرگ وا کابر بنا کر پیش کر دیتا ہے۔

ثانیا یہ تمام حوالے ہمارے خلاف نہیں مسئلہ یہی ہے کہ عقل کو مظفر حسین شاہ کی دبر میں رکھ کر کتاب لکھنے والا یہ ابو حامد رضوی مرزائی بولتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں اس نے لکھا:

''اعتبار معنی کا ہے نہ کہ لفظ کا''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 438)

تو اعتبار اب ''نذر'' کے لفظ کا نہیں معنی کا ہوگا اور ایک معنی ''ھدیہ'' تم نے خود بھی کیا ہے اور یہاں ایک جاہل سے جاہل بھی اس کو پڑھ کر یہی سمجھے گا کہ یہاں وہ رضاخانیوں والا کفریہ شرکیہ حرام نذر مراد نہیں بلکہ ''ھدیہ'' مراد ہے۔

رضا خانی حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی صاحبؒ کے حوالے سے لکھتا ہے:

''جو اموات اولیاء کی نذر ہے تو اس کے اگر یہ معنی ہیں کہ اس کا ثواب ان کی روح کو پہنچے تو صدقہ ہے درست ہے اور جو نذر بمعنی تقرب ان کے نام پر ہے تو حرام ہے''۔

(فتاوی رشیدیہ حصہ اول، ص 54، میر محمد کتب خانہ)

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 452)

تو اب بزرگوں کی جتنی عبارات پیش کی اگر ان میں کسی مردے کو نذر و نیاز کرنے کا ذکر ہے تو وہ ایصال ثواب پر محمول ہے خصوصاً شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی و مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اور اگر زندہ کیلئے نذر ہے جیسا کہ سید احمد شہیدؒ کو نذر کی جاتی تو بقول مفتی احمد یار گجراتی:

''جس کے معنی ہیں نذرانہ جیسے کہ میں اپنے استاد سے کہوں کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 437)

تو اس الو کے پٹھے حامد رضوی نے بھی ''نذرانے'' کو ''نذر'' بنا دیا۔ اب میں رضا خانی ہی کی زبانی:

''ہماری نہ مانو اپنے باپ کی تو مانو''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص ۴۴۸)

رضا خانی کی زبانی ابو حامد مرزائی مکار عیار دھوکہ باز:

''کو چاہیئے تھا کہ پہلے یہ بیان کرتا کہ جس معنی میں ہم نذر مانتے اولیاء کے قائل ہیں اسی معنی کو فقہائے احناف نے اور پھر بزعم خود ان کی پیروی میں ان وہابیوں نے حرام و شرک کہا ہے۔۔۔عیاری، مکاری اور دھوکہ بازی کو اپنا ہتھیار بناتے ہوئے اور عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکتے ہوئے ہمارے خلاف وہ دعوی کیا جس کو ہم خود ناجائز کہتے ہیں اور اس کو بیان ہی نہیں کیا جس کے ہم قائل ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 451)

اور اسی کی زبانی:

''اس جاہل آدمی نے بس مخالف کے ذمہ عبارات ہی لگانی ہے بھلے وہ اس کا قائل ہو یا نہیں''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 464)

خلاصہ کلام: یہ کہ ایک ہے نذر بمعنی نذرانہ تحفہ ہدیہ اور ایک ہے نذر بمعنی ایصال ثواب اس کو ہم حرام و شرک نہیں کہتے ۔اور ایک ہے کہ اولیاء اللہ کے تقرب کیلئے ان کی نذ ماننا یہ شرک وحرام ہے ۔رضا خانی یہی نذر اولیاء اللہ کیلئے مانتے ہیں جیسا کہ خود غلام رسول سعیدی نے لکھا لہذا اس نے جتنی بکواس کی ہے علامہ ساجد کے خلاف وہ علامہ ساجد کے خلاف نہیں بلکہ ان فقہائے احناف کے خلاف ہے۔

رضا خانی بکواس کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''جاہل اکابرین کو بالعموم کہیں گے کہ اپنی جہالت اپنے پاس رکھو علماء احناف جانتے تھے کہ کون سی نذر جائز ہے اور کونسی ناجائز''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 438)

تو تو اپنی بکواس اور جہالت اپنے پاس رکھ۔تیرے مسلک کا مستند و متفق علیہ بزرگ غلام رسول سعیدی جانتا تھا کہ کونسی نذر جائز ہے اور کونسی ناجائز اور تو جسے جائز کرنے پر زور دے رہا ہے اسی کے متعلق سعیدی کہہ رہا ہے کہ علامہ نقشبندی اسے جو حرام کہہ رہا ہے بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے اور ہمارے بزرگ اسی حرام نذر کے مرتکب ہیں۔رضا خانی لکھتا ہے:

''علامہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے یہ واقعہ لکھ کر وہابیت اسمعیلیت (اصل میں یہودیت) کے اپنے گھڑے ہوئے عقائد کی دھجیاں بکھیریں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 440)

اب یہ جاہل اور یہودی دراصل غلام رسول سعیدی ہے جس کی شرح مسلم پوری جماعت رضا خانیت کی مستند دستاویز ہے گویا کہ پوری رضا خانیت ہی اصل میں یہودیت و جہالت ہے

جو ببانگ ہل یہ اعلان کر رہا ہے کہ رضاخانی جو نذر ونیاز کرتے ہیں یہ عرفی نہیں بلکہ شرعی وفقہی ہے جو کہ حرام وشرک ہے۔ رضاخانی لکھتا ہے کہ:

''اگراس میں بزعم خود کوئی حیا، شرم یا غیرت کا کوئی قطرہ موجود ہے یا اس کو اپنے حلالی ہونے کا گمان بھی ہے تو سادات احناف کے وہ سارے فتوے اپنے ان وہابیوں پر بھی لگائے اور ان کو بھی حرام خور اور مشرک کہے تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ یہ سادات احناف کی جو رٹ لگا رہا ہے اور ان کے جو فتوے ہمیں دکھا رہا ہے ان میں وہ کتنا سچا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 457،458)

تو اگر رضاخانی میں واقعی کوئی شرم، حیا غیرت کا قطرہ بھی ہے اسے اپنے حلالی ہونے کا معمولی سا گمان بھی ہے تو جتنی بکواس وفتوے اس نے علامہ نقشبندی صاحب کے خلاف کی ہے اور لگائے ہیں اپنے اس جاہل بزرگ غلام رسول سعیدی پر بھی لگا مگر رضاخانی بالکل ایسا نہیں کرے گا کیونکہ اسے بھی اپنے اصولوں پر گمان نہیں بلکہ یقین قطعی ہے کہ یہ حرام کی سٹھ ہے۔

غیراللہ کے نام پر جانور ذبح کرنا

رضاخانی ابوجہل رضوی لکھتا ہے:

''جیسے ہی وہابی اسمعیلی غوث اعظم علیہ الرحمۃ ،خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ ،حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے نذر کے بکرے کا نام سنتے ہیں تو ان کے جسم میں وہابیت اسمعیلیت کی آگ لگ جاتی ہے اور فوراً ہی فتوے اگلنا شروع ہو جاتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 459)

آئیے ہم دکھاتے ہیں کہ وہ اسمعیلی وہابی جس کے جسم وقبر میں اس وقت بھی جہنم کی آگ سلگ رہی ہے وہ کوئی اور نہیں بلکہ قارونِ زمانہ ہامانِ وقت احمد رضاخان بریلوی کے ابوجہل یعنی نقی علی خان ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے:

''لاکھ طرح علماء قرآن اور حدیث سے سمجھائیں کہ خدا اور رسول کا حکم کسی کی خوشی کیلئے ٹالنا نہ چاہئے مگر جب گھر کی بی بی نے شیخ سدو کا بکرا یا مدار صاحب کا مرغا مان لیا تو میاں کو کرنا ضرور

ہے ایمان رہے یا نہ رہے''۔

(سرور القلوب، ص 173)

لو جی! آپ کے جاہل اکابر کہتے ہیں کہ بزرگوں کے نام کا بکرا و مرغا ماننا ہی ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ تو بقول نقی علی خان کہ اب لاکھ دفعہ علامہ ساجد خان نقشبندی جیسے علماء و بزرگ سمجھائیں لیکن جب مظفر حسین شاہ کی بیگم نے غوث اعظم، داتا کا بکرا مان لیا تو اب میاں نامراد ابو حامد رضوی کو کرنا ہی کرنا ہے چاہے ایمان ہی چلا جائے۔ کیونکہ دکھ تو پاس موجود قیمتی چیز کے جانے کا ہوتا ہے جو پہلے ہی سے بے ایمان ہو اسے ایمان جانے کا کیا خوف وغم؟

رضا خانی فضل رسول بدایونی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے حوالے سے لکھتا ہے:

''علماء نے اجماع کیا ہے کہ اگر مسلمان نے ذبیحہ ذبح کیا اور اس کو ذبح کرنے سے غیر اللہ کے قریب ہونے کا ارادہ کیا تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ مرتد کا ذبیحہ ہے''۔

(نجدیت و وہابیت، ص 462)

تو رضا خانی جو یہ بکرے ذبح کرتے ہیں باجماع امت مرتد ہیں۔ اور اس کے جواب میں اس رضا خانی کا کئی صفحات پر بکواس کرنا دراصل اجماع امت کے خلاف بکواس ہے جو کسی ابو حامد رضوی اصل میں ''ابو جاہل مرزائی'' جیسے مرتد نطفہ حرام ولد الزنا کا کام ہی ہوسکتا ہے۔ اب رضا خانی مرزائی کی زبانی:

''اگر اس میں بزعم خود کوئی حیا، شرم یا غیرت کا کوئی قطرہ موجود ہے یا اس کو اپنے حلالی ہونے کا گمان بھی ہے تو سادات احناف کے وہ سارے فتوے اپنے ان وہابیوں پر بھی لگائے اور ان کو بھی حرام خور اور مشرک کہے تا کہ ہم بھی دیکھیں کہ یہ سادات احناف کی جو رٹ لگا رہا ہے اور ان کے جو فتوے ہمیں دکھا رہا ہے ان میں وہ کتنا سچا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 457،458)

تو اگر رضا خانی میں واقعی کوئی شرم، حیا غیرت کا قطرہ بھی ہے اسے اپنے حلالی ہونے کا معمولی سا گمان بھی ہے تو جتنی بکواس وفتوے اس نے علامہ نقشبندی صاحب کے خلاف کی

ہے اور لگائے ہیں اپنے اس جاہل بزرگ نقی علی خان اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ پر بھی لگا مگر رضاخانی بالکل ایسا نہیں کرے گا کیونکہ اسے بھی اپنے اصولوں پر گمان نہیں بلکہ یقین قطعی ہے کہ یہ حرام کی سٹھ ہے۔

دل تو کرتا ہے کہ ہم رضاخانی کے ہر ہر غیر متعلقہ حوالے کو نقل کر کے پھر اسی طرح دو دو صفحات پر مردود زمانہ رئیس المحرفین احمد رضا خان بریلوی سے لیکر مفعول جہاں مظفر حسین شاہ تک کو ''حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی'' میں نقل کردہ غلیظ سے غلیظ گالیاں دیں مگر وقت کی قلت اور صفحات کی تنگی اور بے مقصد۔

حوالہ جات کا تکرار

رضاخانی نے کچھ ایسی عبارات بھی اس باب میں پیش کی ہیں جو مسئلہ استعانت میں بھی پیش کی ہیں یہ اس خبیث کی عادت ہے کہ ایک ایک حوالے کو تین تین چار چار جگہ پیش کر کے دو دو صفحات گالیاں دے کر ایک ہی بات کو دس صفحات پر پھیلا دیتا ہے لہذا ان تکراری عبارات کے متعلق ہم یہی جواب دیں گے جو رضاخانی نے دیا کہ:

''ہم استعانت والے مسئلہ پر کلام کر چکے ہیں اور شاہ صاحب و قاضی صاحب علیہما الرحمۃ کی عبارات کا جواب دے چکے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 468)

نذر و نیاز کی آڑ میں احمد رضا خان بریلوی کی حرام کاریاں

علامہ نقشبندی صاحب نے یہ حوالہ پیش کیا تھا کہ:

''سیدی عبد الوہاب اکابر اولیائے کرام میں سے ہیں۔ حضرت سیدی احمد بدوی کبیر کے مزار پر ایک تاجر کی کنیز پر نگاہ پڑی۔ وہ آپ کو پسند آئی۔ جب مزار شریف میں حاضر ہوئے تو صاحب مزار نے ارشاد فرمایا: عبد الوہاب! وہ کنیز تمہیں پسند ہے؟ عرض کیا: ہاں! شیخ سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہیے۔ ارشاد فرمایا: اچھا ہم نے وہ کنیز تم کو ہبہ کی۔ آپ سکوت میں ہیں کہ کنیز تو اس تاجر کی ہے اور حضور ہبہ فرماتے ہیں۔ وہ تاجر حاضر ہوا اور اس نے وہ کنیز مزار اقدس کی

نذر کی، خادم کو ارشاد ہوا۔ انہوں نے آپ کی نذر کر دی ۔(صاحب ِ مزار نے)ارشاد فرمایا: اب دیر کاہے کی ہے؟ فلاں حجرہ میں لے جاؤ اور اپنی حاجت پوری کرو۔"

(ملفوظات احمد رضا،ص:276-275)

اول تو بزرگ کے متعلق یہ کہنا کہ ان کی نظر کسی دوسرے کی باندی پر پڑی اور اس پر عاشق ہو گئے کیا بزرگوں کی کھلی توہین نہیں؟ کیا بریلویوں کے بزرگان دین مزارات پر دوسروں کی باندیاں تاڑتے ہیں؟ آج جو مزارات پر بے پردگی ہوتی ہے اس کی اصل بھی شاید یہی واقعہ ہو کہ ہماری نظر بھی کسی کی "باندی" پر پڑ جائے۔ پھر اس تاجر کا کنیز کو صاحب قبر پر نذر کر دینا بالکل ناجائز وحرام تھا صاحب قبر کسی چیز کا مالک نہیں لہذا اس بزرگ کا اس باندی سے تمتع حاصل کرنا خالص زنا وحرام تھا۔ ہمیں وہابی کہنے والے اور ہم پر بزرگوں کی توہین کا الزام لگانے والے دیکھیں کہ خود ایک بزرگ کی کتنی بڑی توہین کر دی۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص 50،51)

موصوف اس کے جواب سے بالکل عاجز و بے بس ہو کر صرف اتنی بکواس کر سکے:

"وہابی اسمعیلی ساجد خان نے جہاں سے یہ حوالہ نقل کیا ہے اس کے معتبر ہونے کو ثابت کردے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 477)

ہائے رے عاجزی! کمال ہے علامہ نقشبندی صاحب کے دلایل کی مضبوطی!۔ ویسے تعجب نہیں کہ ابو حامد دراصل ابو جاہل رضوی مرزائی جیسے "حرام کے پلے" تو معتبر ہو کر "مجاہد اہلسنت" بنے پھرے اور مفتی اعظم ہند مصطفی رضاخان کے جمع کردہ "ملفوظات اعلی حضرت" معتبر نہیں۔ رضاخانی ہی کی زبانی:

"ان کی عادت ہے کہ کسی ایک حوالے کو غیر معتبر کہہ کر پورا مضمون ہی ہضم کر جاتے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 455)

تو معلوم ہوا کہ وہ مکار، عیار، دھوکہ باز، جاہل، حرام خور، مشرک اسمعیلی وہابی ابو حامد رضوی

مرزائی ہے جوکسی بھی حوالے کو غیر معتبر کہہ کر پورے پورے مضمون وسوالات کو ہضم کرجاتا ہے۔خیر جولوگ نذرو نیاز کی حرام بکرے، مرغے ،دیگیں ہضم کر سکتے ہیں ان کیلئے ملفوظات اعلیٰ حضرت کیا چیز ہے؟

چھٹا مسئلہ

مروجہ بدعی عرس

اس مسئلہ کے تحت علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی مدظلہ العالی نے کیا لکھا پہلے اسے ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر......6

سالانہ عرس منعقد کرنا جائز نہیں

سادات حنفیہ و مشائخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن و حدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز و بدعت ہے۔

(۱) قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

لَا یَجُوْزُ مَا یَفْعَلُهُ الْجُهَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِیَاءِ وَالشُّهَدَآءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَ الطَّوَافِ حولها وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالمساجد عَلیها وَ مِنَ الِاجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ کَالْاَعْیَادِ وَیُسَمُّوْنَهُ عُرْساً عن عائشة و عن ابن عباس قالا لما نزل برسول الله ﷺ مرض طفق یطرح خمیصة له علی وجهه فاذا اغتم کشفها عن وجهه ویقول هو کذالك لعنة الله علی الیهود والنصاری اتخذوا قبور انبیائهم مساجد قالت فحذر عن مثل ما صنعوا متفق علیه و کذا روی احمد والطیالسی عن اسامة بن زید وروی الحاکم و صححه عن ابن عباس لعن الله زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج و روی مسلم من حدیث جندب بن عبد الملك قال سمعت النبی ﷺ قبل ان یموت بخمس وهو یقول الا لا تتخذوا والقبور مساجد انی انها کم عن ذالك

(تفسیر مظهری، ج2، ص68,69، دار الاحیاء التراث العربی)

اولیاء اور شہداء کے مزارات پر سجدے کرنا، طواف کرنا، چراغ روشن کرنا ان پر مسجدیں قائم کرنا عید کی طرح مزارات پر عرس کے نام سے میلے لگانا جس طرح آج کل جاہل کرتے ہیں جائز نہیں۔ حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ مرض وفات میں رسول اللہ

ﷺ نے دھاری دار کمبل سے چہرہ مبارک ڈھانک لیا اور دم گھٹا تو منہ سے ہٹا دیا (اللہ اکبر ساری دنیا کے مشکل کشاء حاجت روا مختار کل کو اپنی سانس مبارک پر بھی اختیار نہیں از ناقل) اور اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا حضرت عائشہ ؓ کا بیان ہے حضور ﷺ نے اس ارشاد میں یہود و نصاری کے فعل سے مسلمانوں کو باز داشت کی ۔ بخاری و مسلم امام احمد و ابو داؤد طیالسی نے بھی حضرت اسامہ بن زید کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ۔ حاکم نے ابن عباس ؓ کی یہ روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے اور اس کو صحیح بھی کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور چراغ جلاتے ہیں اللہ کی لعنت ہو ۔ مسلم نے حضرت جندب بن عبد المالک کا قول نقل کیا ہے جندب ؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا وفات سے پانچ راتیں پہلے حضور ﷺ فرمارہے تھے ہوشیار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تاکید کے ساتھ تم کو اس کی ممانعت کرتا ہوں ۔

(۲) مزید لکھتے ہیں:

مسئلہ قبور اولیا را بلند کردن و گنبد بر آن ساختن و عرس و امثال آن و چراغان کردن همه بدعت است"۔

(ارشاد الطالبین، ص 50 طبع ایران)

اولیاء اللہ کی قبروں کو بلند کرنا ان کے مزارات پر گنبد بنانا عرس کرنا چراغاں کرنا یہ سب بدعت ہے ۔

(۳) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷٦ھ) لکھتے ہیں:

لا تجعلو زیارة قبری عیدا اقول هذا اشارة الی سد مدخل التحریف کما فعل الیهود والنصاری بقبور انبیاءهم و جعلوها عیدا ماسما بمنزلة الحج۔

(حجة الله البالغه، ج2، ص 77، طبع مصر)

میں کہتا ہوں کہ آپ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ میری قبر کی زیارت کو عید نہ بناؤ اس میں اشارہ ہے کہ تحریف کا دروازہ بند کردیا جائے کیونکہ یہود ونصاریٰ نے اپنے انبیاء کی قبروں کو حج کی طرح عید ومیلہ بنادیا تھا۔

آج بھی مزارات پر عرس کے نام پر یہی میلہ ٹھیلہ ہوتا ہے۔

(۴) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۹ھ) لکھتے ہیں:

عرس کیلئے دن کا التزام کرنا (جیسا کہ ہمارے ہاں ہوتا ہے کہ صاحب قبر کی وفات کے دن کو عرس کا نام دے کر ہر سال منایا جاتا ہے) بدعت ہے۔

(ماخوذ فتاوی عزیزی فارسی، ص 89)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ عرس اگر اس طرح منایا جائے کہ اس دن نئے زرق برق لباس پہن کر مزار پر قوالیاں کی جائیں، اس دن طواف قبور کیا جائے رقص وسرور کی محفل منعقد کی جائے تو ایسا عرس اور اس کے یہ سب امور حرام وممنوع ہیں۔

(ماخوذ فتاوی عزیزی فارسی، ص 38)

بدعتی نظریہ

آج کے مروجہ عرسوں میں یہی سب کچھ ہوتا ہے پاک وہند کے جتنے بھی معروف مزارات ہیں عرس کے موقعوں پر ان کا نظارہ کرلیں عورت ومرد کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے زرق وبرق لباس ہوتا ہے قوالیاں ہوتی ہیں قبور کو طواف ہوتا ہے منتیں مانگی جاتی ہیں عرس کو ایک میلے کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص)

رضاخانی کی لایعنی بکواس

رضاخانی لکھتا ہے:

"اہل سنت کے نزیک عرس کی فقط اتنی ہی حقیقت ہے اس کے جواز میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں ہے باقی یہ تماشے اور میلے ٹھیلے کی نہ کسی سنی معتبر ومستند عالم نے اجازت دی ہے اور

نہ اس کی اجازت ہے بلکہ آپ اوپر اعلیٰ حضرت امام اہلسنت اور آپ کے خلفا علیہم الرحمۃ کے حوالہ پڑھ چکے ہیں اس میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

جس عرس میں مرد و عورت کا اختلاط ہو یا طواف ،سجدہ قبر وغیرہ جیسے افعال ہوں اس میں کوئی اور لہو ولعب کا سامان ہو وہ عرس جائز نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص 479)

اب یہی بات علامہ ساجد صاحب نے بھی کی کہ:

''آج کے مروجہ عرسوں میں یہی سب کچھ ہوتا ہے پاک و ہند کے جتنے بھی معروف مزارات ہیں عرس کے موقعوں پر ان کا نظارہ کر لیں عورت و مرد کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے زرق و برق لباس ہوتا ہے قوالیاں ہوتی ہیں قبور کو طواف ہوتا ہے منتیں مانگی جاتی ہیں عرس کو ایک میلے کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص 53)

اب کوئی اس خنزیر کے بچے سے پوچھے کہ جس عرس کو علامہ صاحب ناجائز و بدعت کہہ رہے ہیں اسے تو بھی ناجائز و بدعت کہہ رہا ہے تو پھر یہ کئی صفحات پر بکواس کرنے کی ضرورت کیا پیش آئی ؟اور یہ بکواس علامہ صاحب کے خلاف نہیں تیرے اپنے خلاف ہے۔

رذیل کی نسل ! پیچھے کی طرف ہاتھ مار کر تھوڑا عقل کو پہلے ہلا لیا کر پھر دیکھا کر کہ علامہ صاحب کہہ کیا رہے ہیں؟ کس چیز پر رد کر رہے ہیں؟ اور پھر جب میں اس کے رد میں بکواس شروع کروں تو آیا یہ علامہ صاحب کے دلائل کا جواب ہے یا میری اپنی ذاتی بکواس ہے؟

مشایخ کے حوالہ جات کا اصولی جواب

رضاخانی مرزائی کالیہ الوخانیہ غرابیہ اسمعیلیہ احمدیہ بدعیہ نے ہمیشہ کی طرح اس میں بھی دجل وفریب کا مظاہرہ کیا اور عرس کے جواز پر حضرت مجدد الف ثانی،شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ،شیخ عبد الحق محدث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی کچھ مبہم عبارات پیش کی تو اس کا اصولی جواب ملاحظہ فرمالیں۔

اولاتو ایسی کتب کے حوالہ جات دئے جو خود رضاخانی کے ہاں معتبر نہیں مثلامکتوبات مجد د الف ثانی ،مکتوبات معصومیہ، مکتوبات قد وسیہ ۔مشرک ملت کے فتاوی کا حوالہ پچھلی جلد میں گزر چکا۔ پھر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی طرف منسوب ملفوظات ’’القول الجلی‘‘ جیسی غیر معتبر کتاب اورشاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی طرف منسوب ملفوظات کا حوالہ دیا۔اور پھر تعجب یہ کہ ان غیر معتبر کتب کی بناپر کئی صفحات پر بکواس کی اور کئی صفحات کالے کئے ۔ حالانکہ یہ جاہل رضاخانی ملفوظات اعلی حضرت جیسی معتبر کتاب کے بارے میں کچھ صفحہ پیچھے لکھ چکا کہ:

’’سوال ہے کہ وہابی اسمعیلی ساج خان نے جہاں سے یہ حوالہ نقل کیا ہے اس کے معتبر ہونے کو ثابت کردے وہابی اسمعیلی ساجد خان ہمارے اس چھوٹے سے سوال کا جواب دے ان شااللہ ہم اس کے سارے سوالات کے جواب دیں گے‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 477)

اب اس ’’ابوحرامی رضوی‘‘ کی حرام زدگی دیکھیں کہ نہ ماننے پرآئے تو کالاحضرت کے ملفوظات بھی نہ مانو اور ماننے پرآئے تو مسلم کتابوی جیسے یہودی رضاخانی کے مکتبے سے شائع شدہ ’’القول الجلی‘‘ کو بھی مان لو۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی کتب میں خود رضاخانی تحریف کے قائل ہیں تو اس کو اپنے اصول پر کیسے پیش کرسکتے ہیں؟ چنانچہ اسی رضاخانی کے ہاں معتبر کتاب ’’القول الجلی‘‘ میں ہے:

’’مولانا برکاتی شاہ ولی اللہ اوران کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات کاعنوان دے کر درد انگیز مضمون لکھا ہے ان حضرات کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اوران میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا‘‘۔

(القول الجلی ،ص57،56)

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حوالے جو دئے اوراس سے مان مانا معنیٰ کشید کرنے کی

کوشش کی تو اس کا اصولی جواب ما قبل میں نقل ہو چکا کہ کبھی کبھی غیر مستند قول بھی اس کی کتب میں آجاتا ہے ان چیزوں کو اسی پر محمول کر لیں۔فتاوی عزیزی میں تحریف کا حوالہ بھی گزر چکا ہے۔

ہم چاہیں تو رضاخانی کی ان تمام بکواسات کا فرداً فرداً تحقیقی جواب بھی دے سکتے جیسا کہ ما قبل میں دیا لیکن ہم نے صرف اسی کے گھر کے حوالوں و اصولوں پر اکتفا کیا کہ رضاخانی رئیس التحریف لکھتا ہے:

''اس سلسلے میں باہر سے کوئی دلیل پیش کرنے کے بجائے گھر ہی کا فتوی زیادہ مناسب ہے کہ یہاں چون و چراں کی گنجائش نہیں''۔

(زیروزبر،ص 165)

ثانیا: پھر بعض حوالہ جات ایسے پیش کئے جس کا سرے سے ''مروجہ عرس'' سے کوئی تعلق ہی نہیں مثلاً حضرت مجدد الف ثانیؒ کا حوالہ دیا جس کا ترجمہ یوں کیا:

''حضرت خواجہ جیو علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک کے ایام میں دہلی آیا ارادہ تھا کہ حضرت کی خدمت میں بھی حاضر ہو، آنے کی تیاری میں تھا کہ آپ کے تشریف لے جانے کی خبر مشہور ہوگئی تو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 480)

اس عبارت سے مولوی سعید احمد رضاخانی نے بھی عرس کے جواز پر استدلال کیا ملاحظہ ہو ''مکتوبات امام ربانی جلد دوم،ص 47'' رضاخانی نے بھی اسی مکھی پر مکھی ماری ہے۔اس میں کہاں ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ عرسوں اور خرافات کو جائز کہہ رہے ہیں؟ اس میں تو صرف اتنا ہے کہ دلی میں حضرت خواجہ جیو کا عرس چل رہا تھا اور اس دن انہوں نے حضرت ۔۔۔کی ملاقات کا ارادہ کیا۔مگر اس جاہل کو بس جہاں کہیں حاضر ناظر، نذر، عرس کا لفظ نظر آجائے یہ کہتے ہیں دیکھو ہمارا موقف ثابت ہوگیا۔

میں کہوں کہ بانس بریلی میں کالا حضرت کے عرس کے ایام میں بریلی آنا ہوا اور آپ سے

ملاقات کا ارادہ تھا۔ تو کیا اس سے یہ ابو احمق یہ مطلب اخذ کرے گا کہ میں عرس کا قائل ہوں؟

دس محرم الحرام کے جلوس کے دنوں میں آنا ہوا ارادہ ملاقات کا تھا۔۔۔ اس احمق کے نزدیک اس جملے سے میں نے دس محرم الحرام کے جلوس کے جواز کا فتوی دے دیا۔ واقعی ابو حامد رضوی عقل دبر میں رکھ کر گھومتا ہے۔ جو مجدد خرافات سے پاک میلاد، ذکر بالجہر تک کو بدعت کہے وہ عرس کو کیسے جائز کہہ سکتا ہے۔

ارواح ثلاثہ ص 39 سے جو حکایت نقل کی اس میں صرف اتنا ہے کہ شاہ صاحب سال میں ایک دفعہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ کی قبر مبارک پر جاتے اس میں عرس کا ذکر کہاں ہے؟ صفحہ 486 و 487 پر ہفت مسئلہ سے حوالہ دیا اور ساتھ میں یہ بھی نقل کیا کہ یہ دیوبندیوں کے ہاں معتبر نہیں حضرت گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جلوا دیا تھا۔

(ملخصا حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 487)

اب کوئی اس بے غیرت سے پوچھے کہ جس کتاب کو ہی ہم نے حمام میں جھونک دیا ہو اس سے ہمارے خلاف حوالہ پیش کرنا اپنے اصول پر کونسی رضا خانی بے غیرتی ہے؟

ثالثا: جتنے حوالے رضا خانی نے پیش کئے اس میں کہیں بھی مروجہ عرس کو مستحسن نہیں کہا گیا نہ اس میں علامہ صاحب کے موقف کی کوئی تردید ہے کیونکہ علامہ صاحب کا موقف رضا خانی نے یوں بیان کیا:

”سادات حنفیہ و مشایخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن و حدیث اور عمل صحابہ و سلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز و بدعت ہے“۔

(حنفیت کے باغی یوبندی وہابی جلد اول، ص 487)

اب اگر رضا خانی میں غیرت ہے تو اپنے اصول بعینہ بلفظہ:

(۱) حضرت مجدد الف ثانی۔

(۲) حضرت خواجہ محمد معصوم۔

(۳) شیخ عبدالقدوس گنگوہی صاحب۔

(۴) شاہ عبدالحق محدث دہلوی۔

(۵) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

(۶) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی۔

رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے ثابت کرکہ معاذ اللہ:

''سادات حنفیہ ومشائخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت اس لئے سنت ہے''۔

جب نہیں اور نہیں اِتو جس چیز میں ہمارے موقف کا رد ہی نہیں ہم اس کا جواب کیوں دے؟ اپنی بکواس یاد رکھے کہ:

''وہابی اسمعیلی واقعی بغض وحسد کے آخری سٹیج پر پہنچ چکا ہے اس جاہل آدمی نے بس مخالف کے ذمہ عبارات ہی لگانی ہے بھلے وہ اس کا قائل ہو یا نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول ،ص464)

تو بے شرم جاہل آدمی علامہ نقشبندی صاحب نے جس عرس کو بدعت و ناجائز کہا ہے تجھ میں جرات ہے تو اس کا جواز ثابت کر فضول بکواس سے جان چھوٹنے والی نہیں۔

عرس کے بارے میں ہمارا موقف

دراصل ہندوستان میں پہلے زمانے میں ''عرس'' نام تھا ''زیارت قبور'' کا اور ظاہر ہے اس کے جواز میں کسی کو کوئی ابہام نہیں ہم بھی اس کے قائل ہیں چنانچہ احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت لہٰذا اس کیلئے سفر بھی سنت''۔

(جاءالحق ،ص337)

تو جن کتب میں عرس کا ذکر ہے جو رضاخانی نے پیش کیا وہ بمعنی ''زیارت قبور'' ہے لیکن چونکہ اب اس عرس کی ہئیت ومفہوم بدل گیا یہ بدعات وخرافات کا مجموعہ بن گیا اسے لازم و

ضروری سمجھ لیا گیا بلکہ معاذ اللہ سنت رسول ﷺ سمجھ لیا گیا منکرین کو وہابی یعنی کافر سمجھا جاتا ہے لہذا اب بالکل ناجائز و بدعت ہوگا اور رضاخانی اس حرام عرس میں مبتلا ہیں ۔ ما قبل میں حوالہ گزر چکا کہ اعتبار لفظ کا نہیں معنی کا ہوتا ہے لہذا پہلے زمانہ میں عرس کا معنی کچھ اور تھا اگر چہ لفظ عرس ہی استعمال ہوا اور اب کے زمانے میں عرس کا معنی کچھ اور ہے اگر چہ لفظ عرس ہی استعمال ہوتا ہو اس لئے حکم بدل جائے گا۔ رضاخانی بکواس کرنے سے پہلے دبر کو زور دے کر کم از کم عقل پر کچھ زور ڈالے کہ ہم کہہ کیا رہے ہیں اور تو جواب میں بک کیا رہا ہے؟

اسی طرح ایک اور اصولی جواب ملاحظہ فرمائیں دراصل ایک چیز بعض اوقات فی نفسہ جائز و مباح ہوتی ہے لیکن جب اس میں خرافات در آئیں اور ان خرافات کو ختم کرنا انسان کے بس میں نہ ہو تو وہ جائز چیز بھی ناجائز ہو جاتی ہے ۔ چنانچہ مفسر شریر احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

”ایک غیر ضروری عبادت ایسے فساد کا ذریعہ بن جائے جو ہم سے مٹ نہ سکے تو اس کو چھوڑ دیا جائے“ ۔(نور العرفان، ص758)

رضاخانی نے عرس کے جواز پر جو حوالے پیش کئے اگر ان کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو ہندوستان کی بعض خانقاہوں میں عرس کا مطلب صرف یہ تھا کہ تعیین عرفی وانتظامی کے طور پر ایک دن پیر احباب مقرر کر لیتے اور اس دن قبر پر جا کر فاتحہ خوانی کر کے واپس آجاتے جیسے ہم کسی سفر کیلئے کوئی دن مقرر کر کے اس میں سفر کیلئے روانہ ہو جائیں ۔

اس حد تک ہم ”عرس“ کے قائل ہیں ۔ کیونکہ یہ حقیقت میں مروجہ عرس ہی نہیں ”زیارت قبور“ ہے جو سنت سے ثابت ہے ۔ اسے اگر عرس کا نام کسی نے دے بھی دیا تو اعتبار لفظ کا نہیں معنی کا ہوتا ہے جیسا کہ گذرا۔ اس پر علامہ نقشبندی صاحب نے کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگایا۔ چنانچہ فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی ہے کہ:

”سوال: مولود شریف اور عرس کہ جس میں کوئی بات خلاف شرع نہ ہو جیسے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کیا کرتے تھے آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اور شاہ صاحب واقعی مولود اور عرس کیا کرتے تھے یا نہیں؟

جواب: عقد مجلس مولود اگر چہ اس میں کوئی امر غیر مشروع نہ ہومگر اہتمام وتداعی اس میں بھی موجود ہے لہذا اس زمانہ میں درست نہیں وعلی ہذا عرس کا جواب ہے .بہت اشیاء ہیں کہ اول مباح تھیں پھر کسی وقت میں منع ہو گئیں مجلس عرس و مولود بھی ایسا ہی ہے''۔

(فتاوی رشیدیہ جلد اول، ص289)

معلوم ہوا کہ کسی زمانہ میں عرس فقط مباح تھا ہم اس کے منکر نہیں۔

اب سمجھے ان مشائخ کی زندگانی میں اگر کہیں کوئی عرس نامی کوئی چیز بھی تھی تو اسے نہ تو شعار اسلام سمجھا جاتا آج کل کے رضاخانیوں کی طرح نہ اس میں خرافات ہوتی تھیں بس انتظامی طور پر تعین عرفی کے طور پر ایک دن جمع ہو کر فاتحہ خوانی کر لیتے ۔نہ تو علامہ صاحب نے فقط اتنی سی بات کو بدعت و ناجائز کہا اور نہ ہمارے مشائخ نے چنانچہ خود یہ رضاخانی حکیم الاسلام حضرت قاری طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل کرتا ہے:

''ہمارے دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا اس لئے کہ وہاں یہ خرافات ہی نہیں تھیں یا تلاوت ہے یا تبلیغ یا مواعظ ہیں غرض اصل میں عرس کو نہیں روکا جاتا بلکہ خرافات کو روکا جاتا ہے''۔

(خطبات حکیم الاسلام، جلد 7،ص470)

(حنفیت کے باغی یوبندی وہابی جلد اول،ص489)

لیکن اب چونکہ ان عرسوں کو لازم سمجھ لیا گیا ہے اسے سنت کا درجہ دے دیا گیا ہے اس میں اس قدر خرافات آگئی ہیں کہ خان صاحب بریلوی جیسے مجدد البدعات وخرافات کو بھی کہنا پڑا:

''خصوصا اس طوفان بدتمیزی رقص و مزامیر وسرور میں جو آج کل جہال نے اعراس طیبہ میں برپا کر رکھا ہے اس کی شرکت میں تو عوام رجال کو بھی پسند نہیں کرتا''۔

(کلیات مکاتیب، جلد دوم،ص 75،فتاوی رضویہ جلد دہم حصہ دوم،ص282)

لہذا اب مفتی احمد یار گجراتی کے اصول پر اس عرس کی بدعت کو ہی ختم کیا جائے گا۔آپ رضاخانی کی بے شرمی کا اندازہ لگائیں کہ مروجہ عرسوں پر خان صاحب بریلوی بھی جانے کو جائز نہیں سمجھتے اس کے پیٹ میں کوئی مروڑ نہیں اٹھ رہا لیکن علامہ ساجد صاحب خرافات سے بھرپور اعراس پر جانے سے منع کریں تو اس خنزیر کی گالیاں ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔

کیا کوئی تصور کرسکتا ہے کہ مرزا مظہر جاناں خرافات والا عرس کرتے ہوں گے؟ نہیں لیکن وصیت کرتے ہیں کہ:

''عرس وغیرہ کی عرفی رسموں میں مقید و پابند نہ ہونا کہ ان میں شناعت و برائی ہے''۔
(معمولات مظہریہ،ص198، کرماں والا بک شاپ)

جب حضرت کے زمانے میں شناعت و برائی ہے تو اب اس زمانے میں کس قدر شناعت و برائی ہوگی؟ **ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو** احمد رضا خان اور ان کے والد نقلی علی خان کے پیرومرشد کا قول شاہ صاحب کی تردید میں یوں ہے:

حضرت سید شاہ ابوالحسن نوری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ میرے داد اور مرشد سید شاہ آل رسول احمد علیہ الرحمۃ ماہ محرم الحرام میں شیعہ فرقے کی بدعتوں،تعزیہ داری،اور مرثیہ خوانی کے ارتکاب سے منع کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ایک روز میں نے اپنے مرشد حضور اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے دلی میں اپنے استاد محترم مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی کو دیکھا ہے کہ وہ محرم الحرام میں دس دن حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا بیان فرماتے اور دسویں دن صبح سے زوال کے وقت تک شہادت کے فضائل بیان کرتے،کھانا تقسیم کیا کرتے تھے۔حضور والا (حضور اچھے میاں رضی اللہ عنہ) نے سن کر ارشاد فرمایا کہ بہت اچھا اور بہتر کرتے،لیکن اگر ان کی مجھ سے ملاقات ہوتی تو میں ان سے کہتا کہ خاص اس مہینے میں ایسا اہتمام مناسب نہیں ہے بس مختصر سے کھانے پر فاتحہ کرکے کسی دوسرے مہینے میں ایسا اہتمام وعظ کیا کریں اس لئے کہ اب اس

طرح کی محفلیں منعقد کرنا رافضیوں کا طریقہ ہے اور اس ماہ میں زیادہ اہتمام کرنا رفض کا دروازہ کھولنا ہے آنے والی نسل اپنے بزرگوں کے حالات سن کر گمان کر سکتی ہے کہ وہ شیعہ تھے جو تقیہ کئے ہوئے تھے''۔

(جہان مفتی اعظم، ص 206)

لیجئے جناب آپ کے دادا پیر تو کہہ رہے ہیں کہ شاہ صاحب معاذاللہ ایسی بدعات میں مبتلا تھے جس سے آنے والی نسل نے شیعہ ہوجانا تھا۔ خیر معلوم ہوا کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ایک کام کر مرتکب تھے لیکن آپ لوگوں کو وہ کام اس لئے پسند نہیں کہ کہیں بعد والے گمراہ نہ ہوجائیں اسی طرح اگر ماضی میں بالفرض شاہ صاحب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی وغیرہ نے کہیں عرس کیا بھی ہو تو اب اس سے شدت کے ساتھ منع کیا جائے گا۔

ایک اور نظیر ملاحظہ ہو خان صاحب بریلوی تعزیہ کے متعلق لکھتے ہیں:

''تعزیہ کی اصل اس قدر تھی کہ روضہ پرنور شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید ظلم و جفا صلوات اللہ و سلامہ علی جدہ الکریم وعلیہ کی صحیح نقل بنا کر بہ نیت تبرک مکان میں رکھنا اس میں شرعا کوئی حرج نہ تھا۔۔۔ ہاں اگر اہل اسلام صرف جائز طور پر حضرات شہدائے کرام علیہم الرضوان التام کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کی سعات پر اقتصار کرتے تو کس قدر خوب ومحبوب تھا اور اگر نظر شوق و محبت میں نقل روضہ انور کی بھی حاجت تھی تو اسی قدر جائز پر قناعت کرتے کہ صحیح نقل بغرض تبرک وزیارت اپنے مکانوں میں رکھتے اور اشاعت غم وتصنع الم ونوحہ زنی و ماتم کنی و دیگر امور شنیعہ و بدعات قطعیہ سے بچتے اس قدر میں بھی کوئی حرج نہ تھا مگر اب ایسی نقل بھی اہل بدعت سے ایک مشابہت اور تعزیہ داری کی تہمت کا خدشہ اور آئیندہ اپنی اولاد یا اہل اعتقاد کیلئے ابتلائے بدعات کا اندیشہ ہے اور حدیث میں آیا ہے اتقوا مواضع التھمہ اور وارد ہوا ہے من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یقف مواقع التھمہ لہذا روضہ اقدس حضور سید الشہدا کی ایسی تصویر بھی نہ بنائے''۔

(فتاوی رضویہ قدیم جلد دہم، ص 35،36)

پس جس طرح کبھی شاہ صاحب محرم کی تقریب مناتے آج آپ منع کرتے جس طرح فی نفسہ تعزیہ جائز تھا مگر اب اہل بدعت کی مشابہت اور آل و اولاد کو گمراہی میں مبتلا کرنا ہے لہذا اس سے منع کیا جائے گا کہ اسی طرح آج عرسوں سے علی الاطلاق منع کیا جائے کہ مروجہ عرسوں کو دیکھ کر کہیں ہماری آل و اولاد یہ نہ سمجھ لے کہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین معاذ اللہ آج کل کے رضاخانیوں کی طرح حرام کار، فاسق فاجر تھے۔ معاذ اللہ۔

لیکن چونکہ ابو حامد رضوی کی پورے سال کی کمائی ہی اپنے گھر کی عورتوں کو لونڈیاں بنا کر مزارات پر پیش کرنا ہے دھمال ڈالنا ہے لہذا اسے اپنی روزی روٹی بند ہو جانے کا اندیشہ ہے اور علامہ صاحب پر بھونکنا شروع کر دیتا ہے۔

اگر رضاخانی یہ کہے کہ ہم خرافات نہیں کرتے تو اس کے کہنے کو کون دیکھتا ہے؟ احمد یار کا حوالہ گزر چکا کہ جس غیر ضروری عبادت میں خرافات ختم نہ ہو سکتی ہوں اسے ختم کیا جائے گا عرس تو عبادت بھی نہیں جب اس میں ایسی خرافات در آئی ہے کہ احمد رضا خان سے بھی ختم ہونا ممکن نہ رہی حتی کہ اس نے لوگوں کو عرس میں شرکت ہی سے منع کر دیا تو چاہے خرافات سے خالی ہی کیوں نہ اسے ختم کیا جائے گا۔

رضاخانی کا چیلنج اور منہ توڑ جواب

رضاخانی لکھتا ہے:

''وہابی گلابی عزابی اسمعیلی کو کھلا چیلنج گنگوہی کی طرح وہابی دیوبندی مولوی ساجد خان کو میرا کھلا چیلنج ہے کہ وہ اپنے دعوی کے مطابق اپنی کتاب میں تین چار نہیں بلکہ صرف ایک ہی دلیل کی نشاندہی کر دے جس میں یہ لکھا ہو کہ:

چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز و بدعت ہے

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول، ص488)

اب خدا جانے کہ احمد رضا خان کی طرح ایک آنکھ سے بھینگے اس نشئی کو علامہ صاحب کی یہ

دلیل کیوں نظر نہیں آ رہی ہے کہ:

(۱) قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

لَا يَجُوْزُمَا يَفْعَلُهُ الْجُهَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِيَاءِ وَالشُّهَدَآءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَ الطَّوَافِ حولها وَاتِّخَاذِ السُّرُجِ وَالمساجد عَليها وَ مِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ كَالْاَعْيَادِ وَيُسَمُّوْنَهُ عُرُساً عن عائشة و عن ابن عباس قالا لما نزل برسول الله ﷺ مرض طفق يطرح خميصة له على وجهه فاذا اغتم كشفها عن وجهه ويقول هو كذالك لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد قالت فحذر عن مثل ما صنعوا متفق عليه و كذا روى احمد والطيالسى عن اسامة بن زيد وروى الحاكم و صححه عن ابن عباس لعن الله زائرات القبور والمتخذين عليها المساجد والسرج و روى مسلم من حديث جندب بن عبد الملك قال سمعت النبى ﷺ قبل ان يموت بخمس وهو يقول الا لا تتخذوا والقبور مساجد انى انها كم عن ذالك

(تفسير مظهرى، ج2، ص68,69، دار الاحياء التراث العربى)

اولیاء اور شہداء کے مزارات پر سجدے کرنا، طواف کرنا، چراغ روشن کرنا ان پر مسجدیں قائم کرنا عید کی طرح مزارات پر عرس کے نام سے میلے لگانا جس طرح آج کل جاہل کرتے ہیں جائز نہیں ۔حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ مرض وفات میں رسول اللہ ﷺ نے دھاری دار کمبل سے چہرہ مبارک ڈھانک لیا اور دم گھٹا تو منہ سے ہٹا دیا (اللہ اکبر ساری دنیا کے مشکل کشاء حاجت روا مختار کل کو اپنی سانس مبارک پر بھی اختیار نہیں از ناقل) اور اسی حالت میں فرمایا یہود و نصاری پر اللہ کی لعنت انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا حضرت عائشہؓ کا بیان ہے حضور ﷺ نے اس ارشاد میں یہود و نصاری کے فعل سے مسلمانوں کو باز داشت کی ۔بخاری و مسلم امام احمد و ابو داؤد طیالسی نے بھی حضرت اسامہ بن

زید کی روایت سے یہ حدیث نقل کی ۔حاکم نے ابن عباس ؓ کی یہ روایت سے یہ حدیث نقل کی ہے اوراس کو صحیح بھی کہا ہے کہ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اوران لوگوں پر جو قبروں کو سجدہ گاہ بناتے ہیں اور چراغ جلاتے ہیں اللہ کی لعنت ہو۔ مسلم نے حضرت جندب بن عبدالمالک کا قول نقل کیا ہے جندب ؓ کا بیان ہے کہ میں نے خود سنا وفات سے پانچ راتیں پہلے حضور ﷺ فرمارہے تھے ہوشیار قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا میں تاکید کے ساتھ تم کواس کی ممانعت کرتا ہوں۔

(۲) مزید لکھتے ہیں:

مسئله قبور اولیا را بلند کردن و گنبد بر آن ساختن و عرس و امثال آن و چراغان کردن همه بدعت است"۔

(ارشاد الطالبین، ص 50 طبع ایران)

اولیاء اللہ کی قبروں کو بلند کرنا ان کے مزارات پر گنبد بنانا عرس کرنا چراغاں کرنا یہ سب بدعت ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 51،52)

جس میں ناجائز و بدعت ہونے کے منہ مانگے الفاظ موجود ہے ۔بلکہ یہ عقل سے اتنا اندھا ہے کہ خود اس نے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت نقل کی کہ:

"کسی خاص وجہ سے خصوصیت کی بناپر ان کابروئے کارلانابدعت ہے ۔۔۔فرمایازمانہ ماضی میں یہ سب کچھ نہ تھا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص ۴۸۲)

لیجئے زمانہ ماضی یعنی رسول اکرم ﷺ صحابہ،تابعین،اسلاف کے زمانہ میں ایسا کچھ نہ تھا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کے علاوہ یہ رواج پوری دنیا میں کہیں نہیں یہ بدعت خالص عجمی ہے اور عبارت میں بدعت کے الفاظ بھی موجود ہیں ۔چونکہ چنانچہ یہ مطلب وہ مطلب نہ کرنا کیونکہ اس پر فتوے وعبارتیں خود تیری اپنی کتاب سے تیرا منہ کالا کرنے کیلئے تیار کھڑی ہیں۔

اب اگر رضا خانی کو شمہ برابر بھی اپنے حلالی ہونے کا گمان ہے تو جا کر مظفر حسین شاہ کے منہ پر بول و براز کر کے آئے کہ خبیث خود تو نذرانے لوٹ رہا ہے اور مجھے دیوبندیوں کے آگے ذلیل ہونے کیلئے بھیج دیا۔

مفسر ذلیل احمق یار آف گجرات لکھتا ہے:

''عرس خاص زیارت قبر کا نام ہے اور زیارت قبر تو سنت لہذا اس کیلئے سفر بھی سنت''۔ (جاء الحق، ص 337)

اب ہم بھی احمدی مرزائی اسمعیلی غرابی، کوانی خانی، الو خانی، کذابی، حرامی ،رضا خانی، تیجے کی حرام کی بریانی، چکلہ خانی، گلابی، کالی، پاخانی، کنجر خانی، شرابی ،زانی، غلاظت کی نالی، حرامیوں کی رانی، شیطان کی نانی، مولوی مظفر حسین شاہ و مولوی ابو حامد رضا رضوی کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر یہ واقعی کسی حلالی کی حلالی اولاد ہیں اور کسی خنزیر کا نطفہ حرام نہیں تو پانچ نہیں کسی ایک حنفی فقہ کی کتاب سے ایک فتوی نکال کر دکھادیں کہ مروجہ عرس جائز بلکہ مستحسن بلکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے معاذ اللہ۔۔ یہ قرآن و سنت سے ثابت ہے صحابہ ؓ نے کیا معاذ اللہ اور بدعت ہرگز نہیں۔

لیکن چونکہ ابو حامد رضوی بمع مظفر حسین شاہ دونوں ہی کسی خنزر کا نطفہ حرام ہیں لہذا وہ بکواس کر کے زمین و آسمان کے قلابے تو ملائیں گے لیکن ایسا کوئی فتوی نہیں دکھا سکیں گے۔

پھر یہ ایسا خبیث ہے کہ علامہ صاحب نے لکھا کچھ ہوتا ہے اور چیلنج کچھ دیتا ہے علامہ

صاحب کی عبارت اس نے یہ نقل کی:

''سادات حنفیہ ومشائخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز و بدعت ہے''۔

اور چیلنج یہ دے رہا ہے کہ:

''چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز و بدعت ہے''

خبیث انسان! کیا علامہ صاحب نے یہ کہا ہے؟ تو غیرت کر:

''ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا کو قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت کر''

خدا کی قسم اسی آیت، اسی حدیث، اسی حوالے سے تیرا لعنتی ہونا ثابت نہ کردوں تو میرا نام قندہاری نہیں۔

علمائے دیوبند کی عبارات

پہلا حوالہ: اس نے صراط مستقیم کا یوں نقل کیا:

''پس امور مروجہ یعنی اموات کی فاتحہ اور عرس اور نذرونیاز میں اتنی بات کی خوبی میں کچھ شک وشبہ نہیں''۔ (صراط مستقیم، ص94)

قتیل بالاکوٹی کو تو عرس میں خوبی نظر آتی ہے جبکہ وہابی اسمعیلی مولوی ساجد خان سادات احناف کے بارے میں کہ ان کے نزدیک عرس قرآن وحدیث اور سلف سے ثابت نہ ہونے کی وجہ سے ناجائز و بدعت ہے میں یہ پوچھنے کا حق رکھتا ہوں کہ جب سادات احناف کے نزدیک عرس میں کوئی خوبی نہیں بلکہ وہ ناجائز و بدعت ہے تو قتیل بالاکوٹی کو خوبی کہاں سے نظر آئی؟

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص488)

اول تو صراط مستقیم ''ملفوظات'' ہیں جو رضاخانیوں کے ہاں معتبر نہیں لہذا ہم جواب کے

پابند نہیں۔

ثانیا: احمد رضاخان جیسے بد دیانت محرف کی کوئی معنوی اولاد ہو اور دجل و فریب خیانت نہ کرے یہ کیسے ہوسکتا رضاخانی نے بھی یہاں بدترین خیانت کاارتکاب کیا پورے صفحہ پر پھیلے ہوئے اس مضمون کا مقصد یہ ہے کہ ایک چیز فی نفسہ مباح ہوتی ہے اس میں خوبی ہوتی ہے مگر التزام ورسومات کی وجہ سے وہ ناجائز اور غیر مستحسن ہوجاتی ہے جیسے نفل کی نماز ممدوح ومطلوب ہے لیکن جماعت وتداعی سے مکروہ اسی طرح کہتے ہیں مروجہ رسوم مردہ میں دعا وغیرہ ہوتی ہے یہ چیزیں تو خوبی والی ہوسکتی ہیں لیکن:

''پس امور مروجہ یعنی اموات کی فاتحہ اور عرس اور نذر ونیاز میں اتنی بات کی خوبی میں کچھ شک وشبہ نہیں اور وقت وطعام کی قسموں اور اس کی وضعوں اور کھانے والوں کی تعیین قباحت سے خالی نہیں''۔

(صراط مستقیم،ص94)

اور پھر آگے مزید اس کی قباحت پر گفتگو کرتے ہیں۔خنزیر انسان خوبی عرس میں نہیں اس عرس میں دعا میں نظر آئی لیکن اس سے عرس جائز نہیں ہوسکتا۔کاش کہ تمہاری عقل دبر میں ہونے کی بجائے دماغ میں ہوتی تو اس قسم کی رضاخانیت کا ارتکاب نہ کرتے قرآن مجید فرقان حمید میں ہے:

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَيْسِرِؕ-قُلْ فِيْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ٘-وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَاؕ (سورہ بقرۃ:219)

ترجمہ رضاخانی: آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔تم فرمادو: ان دونوں میں کبیرہ گناہ ہے اور لوگوں کیلئے کچھ دنیوی منافع بھی ہیں اور وران کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ بڑا ہے۔

اب اس جاہل کے اصول پر رضاخانی جی! شراب تو حرام ہے تو اس میں نفع یعنی خوبی کیسے؟ تیرے اصول پر تو معاذ اللہ خوبی ونفع کی وجہ سے شراب حلال ہوگئی اور عرسوں پر چونکہ

شراب کے دور بھی چلتے ہیں اس لئے بھی تجھے عرس کو بدعت کہنے پر دکھ ہے کہ تیری ایک مرغوب چیز کا دروازہ اس سے بند ہوجائے گا۔ مفتی احمد یار گجراتی (رضاخانی زبان میں) اپنے اس مرغوب مشروب کے فایدے ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

''شراب سے کھانا ہضم ہوجاتا ہے، قوت باہ بڑھ جاتی ہے، رنج وغم دور ہوتے ہیں، بخیل سخی بن جاتے ہیں، چہرے کا رنگ صاف ہوجاتا ہے، کمزور آدمی نشہ میں بہادر ہوجاتا ہے''۔ (تفسیر نعیمی جلد دوم، ص366)

اب ہم کیسے یقین کرلیں کہ معاذ اللہ اتنی خوبیوں والی ''شراب'' کو مفتی احمد یار گجراتی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا ہوگا؟ مزید لکھتا ہے:

''یہ بلا بظاہر اچھی''۔ (تفسیر نعیمی، جلد دوم، ص367)

اب اسی خبیث کی زبانی کہ جو چیز ''اچھی'' وہ تو کیسے کہہ سکتا ہے کہ وہ حرام ہے؟ تجھے اس میں حرمت نظر آتی ہے اور تیرے مفتی یار اسے اچھی بلا کہتا ہے اس کے فائدے گنواتا ہے؟

خبیث انسان! اس سے پہلے ہمارے علماء تیری اسی قسم کی بکواسات اور گالیوں و مغلظات دجل وفریب پر کف افسوس ملتے ہوئے اپنی خانگی شرافت کی وجہ سے خاموشی اختیار کرتے جس کا تو نے ناجائز فائدہ اٹھایا اب تیری بکواسات کا جواب تیری ہی زبان میں میں اسی طرح دیا کروں گا تا کہ تجھے اندازہ ہو کہ شیش محل میں بیٹھ کر دوسرے کو پتھر مارنے کا انجام کیا ہوتا ہے؟۔

دوسرا حوالہ: ''ہمارے دارالعلوم دیوبند کے سب سے بڑے مفتی حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب یہ نقشبندیہ خاندان کے بزرگ تھے ہر سال سرہند شریف عرس میں جاتے تھے اور دیوبند والا کوئی نہیں روکتا تھا اس لئے کہ وہاں یہ خرافات ہی نہیں تھیں یا تلاوت ہے یا تبلیغ یا مواعظ ہیں غرض اصل میں عرس کو نہیں روکا جاتا بلکہ خرافات کو روکا جاتا ہے''۔

(خطبات حکیم الاسلام، جلد 7، ص470)

(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلداول، ص489)

اولا: ہم نے اس حوالے کو چیک نہیں کیا کیونکہ ہمارے پاس نسخہ دارالاشاعت کا ہے۔ بالفرض ایسا ہی ہو اور سیاق وسباق میں بھی کوئی دجل وفریب نہ کیا گیا ہو جس اصول پر ملفوظات اعلی حضرت جامع مفتی اعظم ہند مطبوعہ مکتبۃ المدینہ تائید کنندہ الیاس عطار امیر اہل بدعت معتبر نہیں، مکتوبات مجدد الف ثانی معتبر نہیں اسی اصول پر یہ خطبات معتبر نہیں۔

ثانیا: ہمیں یہ بیان درست معلوم نہیں ہوتا۔ بکواس نہیں کرنا عبارات اکابر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ کا حوالہ گزر چکا کہ ثقہ بھی کبھی غلط روایت کرسکتا ہے:

''یہ بھی ممکن ہے کہ اصل واقعہ اور ہو اور ناقلین کو سہو ہوگیا ہو کیونکہ جس طرح حدیث کے راوی ثقہ ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات باجود صحت سند کے حدیث کو ضعیف قرار دے دیا جاتا ہے''۔

(عبارات اکابر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ، حصہ اول، ص392)

پس حکیم الاسلام صاحب ؒ ثقہ ہیں واقعہ کو نقل کرنے میں سہو ہوگیا اور ان کی یہ روایت ضعیف ہے۔

ثانیا اس میں علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کا رد کہاں ہے؟ کیونکہ علامہ صاحب نے جس عرس کو ناجائز و بدعت کہا ہے وہ یہ ہے:

''سادات حنفیہ ومشائخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز و بدعت ہے''۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص51)

آج کے مروجہ عرسوں میں یہی سب کچھ ہوتا ہے پاک و ہند کے جتنے بھی معروف مزارات ہیں عرس کے موقعوں پر ان کا نظارہ کرلیں عورت ومرد کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے زرق و برق لباس ہوتا ہے قوالیاں ہوتی ہیں قبور کو طواف ہوتا ہے منتیں مانگی جاتی ہیں عرس کو ایک میلے کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص53)

اب بے شرم انسان! بتا کہ حکیم الاسلام قاری طیب صاحب نے معاذ اللہ ان ساری

باتوں کواس بیان میں کہاں جائز کہا ہے؟

"وہابی اسمعیلی واقعی بغض وحسد کے آخری سٹیج پر پہنچ چکا ہے اس جاہل آدمی نے بس مخالف کے ذمہ عبارات ہی لگانی ہے بھلے وہ اس کا قائل ہو یا نہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص464)

رضاخانی لکھتا ہے:

"اس جاہل نے علمائے اہلسنت کا عقیدہ بیان کرنے کے بجائے چند مبہم قسم کی عبارات چند مبہم قسم کی عبارات (جن کا عقیدہ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں) بیان کرکے اپنے وہابی اکابرین سے عیاری مکاری اور دھوکہ بازی میں سبقت لے جانے کی کوشش کی"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص286)

تو اس جاہل ،عیار، مکار، دھوکہ باز نے مبہم عبارات پیش کی ہم مفتی اعظم ہند حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحبؒ کا نظریہ خود ان کے قلم سے آپ کے سامنے پیش کر دیتے ہیں:

"سوال: عرس کے بارے میں کیا تحقیق ہے؟

جواب: محقق امر یہی ہے کہ تاریخ معین پر جو عرس ہوتے ہیں یہ بدعت سے خالی نہیں، اول تو کوئی عرس بدعات منکرات سے خالی نہیں ہوتا دوسرا التزام تاریخ معین جبکہ عوام کو اس سے وجوب ولزوم کا اعتقاد ہو جائز نہیں"۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند،ج18،ص368)

سوال: بزرگوں کے مزارات پر جو عرس ہوتے ہیں ان میں بنظر ثواب شریک ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایام معینہ جو کہ مبتدعین کے یہاں مروج ہیں بالکل بے اصل ہیں ۔۔۔ان عبارات سے واضح ہوا کہ اعراس وغیرہ کا ارتکاب مکروہ ہے پس جو مجلس ارتکاب مکروہات ومنہیات کیلئے منعقد کی گئی ہو اس میں شریک ہونا جائز نہیں"۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند، جلد18،ص368،369)

تیسرا حوالہ: سید عطاءاللہ شاہ بخاری سوانح وافکار کا دیا ہمارے پاس اس کا مطبوعہ چٹان کا نسخہ ہے اگر وہی ہے تو مصنف شورش کاشمیری مرحوم رضاخانی اصول پر ہمارے ان اکابرین سے نہیں جو ہم پر حجت ہوں۔

چوتھا حوالہ: امداد المشتاق ،ص 92 کا دیا اول ہم کہہ چکے ہیں کہ کسی زمانے میں عرس فقط زیارت قبور کو کہا جاتا تو ہمارے نزدیک بھی جائز تھا مگر اب نہیں ،ثانیا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ صوفی ہیں رضاخانی اصولوں پر اس قسم کی باتیں ان کی شطیحات ہیں۔

پانچواں حوالہ: امداد المشتاق ،ص 119 کا دیا۔اس میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے وضاحت کی کہ: ''ممکن ہے کہ منکرات سے خالی ہو پس اس سے استدلال نہ کیا جائے''۔

علامہ صاحب کا فتوی یوں تھا:

''سادات حنفیہ ومشایخ ہند کے نزدیک ہر سال مزارات پر عرس منعقد کرنا، میلے ٹھیلے لگانا چونکہ قرآن وحدیث اور عمل صحابہ وسلف سے ثابت نہیں اس لئے ناجائز و بدعت ہے''۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت ،ص 51)

آج کے مروجہ عرسوں میں یہی سب کچھ ہوتا ہے پاک و ہند کے جتنے بھی معروف مزارات ہیں عرس کے موقعوں پر ان کا نظارہ کرلیں عورت و مرد کا مخلوط اجتماع ہوتا ہے زرق و برق لباس ہوتا ہے قوالیاں ہوتی ہیں قبور کو طواف ہوتا ہے منتیں مانگی جاتی ہیں عرس کو ایک میلے کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت ،ص 54)

اگر تجھ میں رتی برابر حلال کا کوئی لقمہ گیا ہے تو ثابت کر کہ اس عرس میں میلے ٹھیلے، مرد و عورت کا مخلوط اجتماع ،قوالی ،طواف قبر تھا۔بس اس بے غیرت کہ اپنے اصول پر اس نے ہمارے ذمہ عبارتیں لگائی ہیں خواہ وہ ہمارا نظریہ ہو یا نہ۔

پانچواں حوالہ: شرح حدیث خیر الانام ص 60 کا دیا ہے رضاخانی نے دجل وفریب کیا کہ عرس کو معاذ اللہ حدیث سے ثابت کر رہے ہیں حالانکہ اس میں صرف عرس کا لغوی معنی ذکر

کیاہے کہ عرس کے معنی لغت میں شادی کے ہیں نہ یہ کہ معاذ اللہ مروجہ عرس جائز ہے۔
نفس تعزیہ کو رضاخانی اعلی حضرت نے بھی جائز قرار دیا تو کیا یہ خبیث اس کا وہ معنی لے گا جو آج روافض کر رہے ہیں؟ آئے ہم رضاخانی کے گھر سے ثابت کر دیتے ہیں حضرت حکیم الامت کے نزدیک عرس کی کیا حقیقت تھی۔رئیس التحریف ارشد القادری لکھتا ہے:

''دل نے کہا میلاد اور عرس تو تھانوی صاحب کے یہاں حرام تھا''۔

(دہلی سے سہارنپور تک ایک سفر،ص6)

اس کے بعد بھی یہ کہنا کہ حکیم الامت کے ہاں عرس جائز تھا یا وہ معاذ اللہ اسے حدیث سے جائز ثابت کرتے تھے رضاخانی اصول پر یقیناً کسی ابو حامد رضوی جیسے مکار،عیار،نطفہ حرام جدی،پشتی کمینے کا ہی کا کام ہوسکتا ہے۔

آگے بھی اس قسم کے حوالے دئے جو یا رضاخانی اصولوں پر ہمارے لئے حجت نہیں یا اس سے وہ عرس مراد نہیں جسے ہم بدعت سمجھتے ہیں۔

عرس کے عدم جواز پر جو دلائل علامہ صاحب نے دئے رضاخانی نے اس کو تسلیم کیا کہ اس عرس کو ہم بھی ناجائز کہتے ہیں لیکن اپنی عادت سے مجبور ہو کر بکو اس کو ضروری سمجھا۔کہ ہم یہ عرس نہیں مناتے۔تو بھائی تو نہ منا۔علامہ صاحب نے کتاب کسی ابو حامد رضوی جیسے خبیثوں کے رد میں نہیں لکھی رضاخانیوں بدعتیوں کے رد میں لکھی ہے۔حوالے گزر چکے ہیں کہ جب جاہل بدعتی ایسی بدعات میں مبتلا ہو جائیں کہ جن کا ختم کرنا بس میں نہ ہو تو اسے ختم کیا جائے گا۔

لہذا اب جائز اور چونکہ چنانچہ کے پیوند لگا کر لوگوں کو حرام کاریوں میں مبتلا کرنے کے بجائے کھلم کھلا ہو کر ہر قسم کے عرس کو ناجائز کہہ۔

نوٹ: مولوی فاروق نامی کسی مجہول الحسب والنسب کا جو حوالہ دیا تو ہماری طرف سے اسے تعویذ بنا کر مظفر حسین کے اس عضو سے باندھ لے جس پر خان صاحب تحقیق کر کے نو جوڑ ثابت کرتے۔اور روزانہ تبرک کیلئے اسے چومنا بھی ہے۔

ساتواں مسئلہ

قبروں کو پختہ کرنا

پہلے اس مسئلہ میں علامہ صاحب نے کیا فرمایا وہ ملاحظہ فرمائیں:

قبریں پختی کرنا ان پر مزارات و گنبد بنانا جائز نہیں

سادات حنفیہ اور مشائخ ہند کہتے ہیں کہ قبروں پر مزارات بنانا، قبروں کو پختہ کرنا ان پر گنبد بنانا جائز نہیں۔ان کی پیروی میں اہل سنت احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔

(۱) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں:

نهی کرده شود برگور، بعض گفته اندکه مراد هنا کردن است بسنگ ومانندآن، وبعض گفته که مراد خیمه زدن ومانند آن ست که نیز مکروه و منهی عنه ست۔

(اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج 1 ص 692)

قبر پر (کسی بھی قسم کی عمارت کی) بناء کرنے سے منع کیا گیا ہے، بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد پتھر سے بنانا یا اس جیسی اور بنانا اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد خیمہ بنانا یا اس جیسا اور کچھ اور یہ بھی مکرہ اور شریعت میں اس سے روکا گیا ہے۔

(۲) علامہ حلبی حنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

عن ابی حنیفه انه یکره ان یبنی علیه بناء من بیت اوقبة او نحو ذالك لما مر من الحدیث انفاً۔

امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ قبر پر مکان یا قبہ یا اس کی مانند کوئی اور عمارت بنانا مکروہ ہے اور یہ مذکورہ حدیث اس کی دلیل ہے۔

(کبیری 516 مکتبہ نعمانیہ)

(۳) ملا علی القاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں کہ:

وَقَالَ التُّورِبِشْتِيُّ: يَحْتَمِلُ وَجْهَيْنِ: أَحَدُهُمَا: الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ بِالْحِجَارَةِ، وَمَا يَجْرِي مَجْرَاهَا، وَالْآخَرُ: أَنْ يُضْرَبَ عَلَيْهَا خِبَاءٌ وَنَحْوُهُ،

وَكِلَاهُمَا مَنْهِيٌّ لِعَدَمِ الْفَائِدَةِ فِيهِ۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج4 ص61 مکتبہ امدادیہ)

علامہ تورپشتیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ قبر پتھر سے یا اس کی مثل کسی اور چیز سے بناء کرلیا اور دوسرا یہ کہ قبر پر خیمہ بنائے اور یہ دونوں شریعت میں ناجائز ہیں، اس لئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔

(۴) علامہ ابن نجیم الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں کہ:

وَلَا يُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ قَالُوا أَرَادَ بِهِ السَّفَطَ الَّذِي يُجْعَلُ فِي دِيَارِنَا عَلَى الْقَبْرِ

(تاتارخانیہ ج1 ص130 قدیمی مکتبہ رشیدیہ، بحر الرائق ج2 ص340)

اور قبروں پر عمارت نہ بنائی جائے فقہاء فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بلند عمارت ہے جو ہمارے یہاں شہروں میں قبروں پر بنائی جاتی ہیں۔

(۵) شاہ محمد اسحاق الحنفی الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ:

شامیانہ وخیمہ ایستادہ کردن بر قبر مکروہ است و ممنوع کما یظھر من الروایات وفی البخاری (الیٰ ان قال) وفی شرعۃ الاسلام ویکرہ ان یبنی علیٰ القبر مسجداً یصلی فیہ وان یضرب علیہ فسطاط فانما یظل المیت عملہ (انتھی) ونیز در حدیث شریف وارد است نھی ان یبنی علیہ ای علی القبر کما رواہ مسلم وبنائی عام است کہ عمارت نمودہ شود براں یا خیمہ ایستادہ کردہ شود کذا ذکرہ الشیخ عبد الحق فی ترجمۃ المشکوٰۃ واصل النھی للتحریم کما ھو مذکور فی اصول الفقہ واصرار برگناہ صغیرہ کبیرہ است کما ھو رقوم فی کتب العقائد۔

(مأۃ مسائل ص123)

قبر پر شامیانہ اور خیمہ لگانا مکروہ ہے جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے۔ (کچھ آگے لکھتے ہیں کہ:) اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ مکروہ ہے کہ قبر پر نماز پڑھنے کیلئے مسجد بنائی جائے یا اس پر

سائبان بنایا جائے اس لئے کہ اس شخص پر اعمال کا سایہ کافی ہے اور اس طرح حدیث میں بھی اس کی ممانعت آئی ہے، جیسا کہ مسلم میں ہے اور بناء کرنا عام ہے، عمارت بنائی جائے یا خیمہ لگایا جائے اسی طرح شیخ عبدالحق دہلوی ؒ نے مشکوٰۃ کی شرح میں ذکر کیا ہے اور نہی اصل میں تحریم کیلئے ہوتی ہے، جیسا کہ کتب اصول فقہ میں ہے اور اگر یہ صغیرہ گناہ ہے تو صغیرہ پر اصرار بھی تو کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ کتب عقائد میں ہے۔

(۶) علامہ علاء الدین ابو بکر ابن مسعود الکاسانی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

وَ كَرِهَ أَبُو حَنِيفَةَ الْبِنَاءَ عَلَى الْقَبْرِ الیٰ ان قال رُوِيَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ قَالَ: »لَا تُجَصِّصُوا الْقُبُورَ وَلَا تَبْنُوا عَلَيْهَا وَلَا تَقْعُدُوا وَلَا تَكْتُبُوا عَلَيْهَا«؛ وَلِأَنَّ ذَلِكَ مِنْ بَابِ الزِّينَةِ وَلَا حَاجَةَ بِالْمَيِّتِ إلَيْهَا؛ وَلِأَنَّهُ تَضْيِيعُ الْمَالِ بِلَا فَائِدَةٍ فَكَانَ مَكْرُوهًا. وَيُكْرَهُ أَنْ يُزَادَ عَلَى تُرَابِ الْقَبْرِ الَّذِي خَرَجَ مِنْهُ؛ لِأَنَّ الزِّيَادَةَ عَلَيْهِ بِمَنْزِلَةِ الْبِنَاءِ.

(بدائع الصنائع، ج1 ص320، فصل فی احکام الشهید)

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قبر پر عمارت بنانے کو مکروہ فرمایا اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبروں کو پختہ کرو نہ اس پر عمارت بناو اور نہ اس پر بیٹھو، نہ ہی کچھ لکھو، اس لئے کہ یہ سب زینت میں سے ہے اور میت کو زینت کی ضرورت نہیں ہے اور چونکہ اس میں مال کا بلا فائدہ ضیاع بھی ہے اس لئے بھی مکروہ ہے، اور قبر پر اس سے نکلی ہوئی مٹی سے زیادہ ڈالنا بھی عمارت بنانے کے مترادف ہے۔

(۷) علامہ بدرالدین محمود بن احمد العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۵ھ) لکھتے ہیں:

وَأورد البُخَارِيّ ذَلِك دَلِيلا على الْكَرَاهَة، وَكره أَحْمد أَن يضْرب على الْقَبْر فسطاطا. وَأوصى إِبْرَاهِيم مرّة أَن لَا تضربوا عَليّ فسطاطا

(عمدة القاری ج8 ص195 باب نمبر 61 مکتبہ رشیدیة۔ کذٰ فی المغنی ج

2ص 387 بیروت و کذٰ کشف القناع ص 163 ج2۔بیروت)

امام بخاریؒ یہ حدیث (ابن عمرؓ) قبر پر گنبد کے مکروہ ہونے کیلئے لائے ہیں اور امام احمدؒ نے قبر پر قبہ بنانے کو مکروہ کہا ہے اور علامہ ابراہیمؒ نے یہ وصیت کی ہے کہ ان کی قبر پر گنبد نہ بنایا جائے ۔

(۸) قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

مسئله آنچه بر قبور اولیاء عمارتهائے رفیع بنا میکنند و چراغاں روشن میکنند و ازین قبیل هر چه میکنند حرام است یا مکروه۔

(مالا بدمنه، ص 84)

اولیاء کی قبور پر جو اونچی عمارتیں بناتے ہیں اور چراغاں کرتے ہیں اور اس قسم کے جتنے کام کرتے ہیں (مثلاً غلاف عرس وغیرھما) سب حرام یا مکروہ (تحریمی) ہیں۔

(۹) علامہ آلوسی حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۷۰ھ) لکھتے ہیں:

هَذا واسْتُدِلَّ بِالآيَةِ عَلى جَوازِ البِناءِ عَلى قُبُورِ الصُّلَحاءِ واتِّخاذِ مَسْجِدٍ عَلَيْها وجَوازِ الصَّلاةِ في ذَلِكَ، ومِمَّنْ ذَكَرَ ذَلِكَ الشِّهابُ الخَفاجِيُّ في حَواشِيهِ عَلى البَيْضاوِيِّ وهو قَوْلٌ باطِلٌ عاطِلٌ فاسِدٌ كاسِدٌ.

فَقَدْ رَوى أحْمَدُ وأبُو داوُدَ والتِّرْمِذِيُّ والنَّسائِيُّ وابْنُ ماجَهْ عَنِ ابْنِ عَبّاسٍ قالَ: قالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَعَنَ اللَّهُ تَعالى زائِراتِ القُبُورِ والمُتَّخِذِينَ عَلَيْها المَساجِدَ والسُّرُجَ ومُسْلِمٌ ألا وإنَّ مَن كانَ قَبْلَكم كانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ أنْبِيائِهِمْ مَساجِدَ، فَإنِّي أنْهاكم عَنْ ذَلِكَ وأحْمَدُ عَنْ أُسامَةَ وهو والشَّيْخانِ والنَّسائِيُّ عَنْ عائِشَةَ، ومُسْلِمٌ عَنْ أبِي هُرَيْرَةَ: »»لَعَنَ اللَّهُ تَعالى اليَهُودَ والنَّصارى؛ اتَّخَذُوا قُبُورَ أنْبِيائِهِمْ مَساجِدَ وأحْمَدُ والشَّيْخانِ والنَّسائِيُّ إنَّ أُولَئِكَ إذا كانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصّالِحُ فَماتَ بَنَوْا عَلى قَبْرِهِ مَسْجِدًا، وصَوَّرُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّوَرَ، أُولَئِكَ

شِرارُ الخَلْقِ يَوْمَ القِيامَةِ وأحْمَدُ والطَّبَرانِيُّ إنَّ مِن شَرارِ النّاسِ مَن تُدْرِكُهُمُ السّاعَةُ وهم أحْياءٌ، ومَن يَتَّخِذُ القُبُورَ مَساجِدَ وعَبْدُ الرَّزّاقِ: مِن شِرارِ أُمَّتِي مَن يَتَّخِذُ القُبُورَ مَساجِدَ. وأيْضًا: كانَتْ بَنُو إسْرائِيلَ اتَّخَذُوا القُبُورَ مَساجِدَ فَلَعَنَهُمُ اللّهُ تَعالى. إلى غَيْرِ ذٰلِكَ مِنَ الأخْبارِ الصَّحِيحَةِ والآثارِ الصَّرِيحَةِ.

وذَكَرَ ابْنُ حَجَرٍ فِي الزَّواجِرِ أنَّهُ وقَعَ فِي كَلامِ بَعْضِ الشّافِعِيَّةِ عَدُّ اتِّخاذِ القُبُورِ مَساجِدَ والصَّلاةِ إلَيْها واسْتِلامِها والطَّوافِ بِها ونَحْوِ ذٰلِكَ مِنَ الكَبائِرِ، وكَأنَّهُ أُخِذَ ذٰلِكَ مِمّا ذُكِرَ مِنَ الأحادِيثِ، .... وكَوْنُ هٰذا الفِعْلِ كَبِيرَةً ظاهِرٌ مِنَ الأحادِيثِ، وكَأنَّهُ قاسَ عَلَيْهِ كُلَّ تَعْظِيمٍ لِلْقَبْرِ كَإيقادِ السُّرُجِ عَلَيْهِ تَعْظِيمًا لَهُ وتَبَرُّكًا بِهِ والطَّوافِ بِهِ كَذٰلِكَ، وهو أخْذٌ غَيْرُ بَعِيدٍ سِيَّما وقَدْ صَرَّحَ فِي بَعْضِ الأحادِيثِ المَذْكُورَةِ بِلَعْنِ مَنِ اتَّخَذَ عَلى القَبْرِ سِراجًا، فَيُحْمَلُ قَوْلُ الأصْحابِ بِكَراهَةِ ذٰلِكَ عَلى ما إذا لَمْ يُقْصَدْ بِهِ تَعْظِيمًا وتَبَرُّكًا بِذِي القَبْرِ.

وقالَ بَعْضُ الحَنابِلَةِ: قَصْدُ الرَّجُلِ الصَّلاةَ عِنْدَ القَبْرِ مُتَبَرِّكًا بِهِ عَيْنُ المُحادَّةِ لِلّهِ تَعالى ورَسُولِهِ ﷺ، وإبْداعُ دِينٍ لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّهُ عَزَّ وجَلَّ لِلنَّهْيِ عَنْها ثُمَّ إجْماعًا فَإنَّ أعْظَمَ المُحَرَّماتِ وأسْبابِ الشِّرْكِ الصَّلاةُ عِنْدَها واتِّخاذُها مَساجِدَ أوْ بِناؤُها عَلَيْها، وتَجِبُ المُبادَرَةُ لِهَدْمِها وهَدْمِ القِبابِ الَّتِي عَلى القُبُورِ إذْ هِي أضَرُّ مِن مَسْجِدِ الضِّرارِ لِأنَّها أُسِّسَتْ عَلى مَعْصِيَةِ رَسُولِ اللّهِ ﷺ؛ لِأنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلاةُ والسَّلامُ نَهى عَنْ ذٰلِكَ وأمَرَ بِهَدْمِ القُبُورِ المُشْرِفَةِ، وتَجِبُ إزالَةُ كُلِّ قِنْدِيلٍ وسِراجٍ عَلى قَبْرٍ ولا يَصِحُّ وقْفُهُ ولا نَذْرُهُ. اھ.

وفِي المِنهاجِ وشَرْحِهِ لِلْعَلّامَةِ المَذْكُورِ: ويُكْرَهُ تَجْصِيصُ القَبْرِ

والبِناءُ عَلَيْهِ فی حَرِيمِهِ وخارِجِهِ فی غَيْرِ المُسَبَّلَةِ إلّا إنْ خُشِیَ نَبْشٌ أوْ حَفْرُ سَبُعٍ أوْ هَدْمُ سَيْلٍ ويَحْرُمُ البِناءُ فی المُسَبَّلَةِ، وكَذا تُكْرَهُ الكِتابَةُ عَلَيْهِ لِلنَّهْیِ الصَّحِيحِ عَنِ الثَّلاثَةِ سَواءٌ كِتابَةُ اسْمِهِ وغَيْرِهِ فی لَوْحٍ عِنْدَ رَأْسِهِ أوْ فی غَيْرِهِ، نَعَمْ بَحَثَ الأذْرُعِیُّ حُرْمَةَ كِتابَةِ القُرْآنِ لِتَعْرِيضِهِ لِلِامْتِهانِ بِالدَّوْسِ والتَّنْجِيسِ بِصَدِيدِ المَوْتی عِنْدَ تَكَرُّرِ الدَّفْنِ ووُقُوعِ المَطَرِ، ونُدِبَ كِتابَةُ اسْمِهِ لِمُجَرَّدِ التَّعْرِيفِ بِهِ عَلی طُولِ السِّنِينَ لا سِيَّما قُبُورُ الأنْبِياءِ والصّالِحِينَ لِأنَّهُ طَرِيقٌ لِلْإعْلامِ المُسْتَحَبِّ، ولَمّا رَوی الحاكِمُ النَّهْیَ قالَ: لَيْسَ العَمَلُ عَلَيْهِ الآنَ فَإنَّ أئِمَّةَ المُسْلِمِينَ مِنَ المَشْرِقِ والمَغْرِبِ مَكْتُوبٌ عَلی قُبُورِهِمْ، فَهو عَمَلٌ أخَذَ بِهِ الخَلَفُ عَنِ السَّلَفِ. ويُرَدُّ بِمَنعِ هَذِهِ الكُلِّيَّةِ وبِفَرْضِها فالبِناءُ عَلی قُبُورِهِمْ أكْثَرُ مِنَ الكِتابَةِ عَلَيْها فی المَقابِرِ المُسَبَّلَةِ كَما هو مُشاهَدٌ لا سِيَّما بِالحَرَمَيْنِ ومِصْرَ ونَحْوِها وقَدْ عَلِمُوا بِالنَّهْیِ عَنْهُ فَكَذا هِیَ، فَإنْ قُلْتَ: هو إجْماعٌ فِعْلِیٌّ فَهو حُجَّةٌ كَما صَرَّحُوا بِهِ قُلْتُ: مَمْنُوعٌ بَلْ هو أكْثَرِیٌّ فَقَطْ، إذْ لَمْ يُحْفَظْ ذَلِكَ حَتّی عَنِ العُلَماءِ الَّذِينَ يَرَوْنَ مَنعَهُ، وبِفَرْضِ كَوْنِهِ إجْماعًا فِعْلِيًّا فَمَحَلُّ حُجِّيَّتِهِ كَما هو ظاهِرٌ إنَّما هو عِنْدَ صَلاحِ الأزْمِنَةِ بِحَيْثُ يُنَفَّذُ فِيها الأمْرُ بِالمَعْرُوفِ والنَّهْیُ عَنِ المُنْكَرِ، وقَدْ تَعَطَّلَ ذَلِكَ مُنْذُ أزْمِنَةٍ.

ولَوْ بُنِیَ نَفْسُ القَبْرِ لِغَيْرِ حاجَةٍ مِمّا مَرَّ كَما هو ظاهِرٌ أوْ نَحْوَ تَحْوِيطٍ أوْ قُبَّةٍ عَلَيْهِ فی مَقْبَرَةٍ مُسَبَّلَةٍ كَأرْضِ مَواتٍ اعْتادُوا الدَّفْنَ فِيها أوْ مَوْقُوفَةً لِذَلِكَ، بَلْ هی أوْلی هَدْمٍ وُجُوبًا لِحُرْمَتِهِ كَما فی المَجْمُوعِ ......

وقَدْ أفْتی جَمْعٌ بِهَدْمِ كُلِّ ما بِقَرافَةِ مِصْرَ مِنَ الأبْنِيَةِ حَتّی قُبَّةِ الإمامِ الشّافِعِیِّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ الَّتِی بَناها بَعْضُ المُلُوكِ...... وبِالجُمْلَةِ لا يَنْبَغِی

لِمَن لَهُ أَدْنى رُشْدٍ أَنْ يَذْهَبَ إِلى خِلافِ ما نَطَقَتْ بِهِ الأَخْبارُ الصَّحِيحَةُ والآثارُ الصَّرِيحَةُ مُعَوِّلًا عَلى الِاسْتِدْلالِ بِهٰذِهِ الآيَةِ؛ فَإِنَّ ذٰلِكَ فى الغَوايَةِ غايَةٌ وفى قِلَّةِ النُّهى نِهايَةٌ. ولَقَدْ رَأَيْتُ مَن يُبِيحُ ما يَفْعَلُهُ الجَهَلَةُ فى قُبُورِ الصّالِحِينَ مِن إِشْرافِها وبِنائِها بِالجِصِّ والآجُرِّ وتَعْلِيقِ القَنادِيلِ عَلَيْها والصَّلاةِ إِلَيْها والطَّوافِ بِها واسْتِلامِها والِاجْتِماعِ عِنْدَها فى أَوْقاتٍ مَخْصُوصَةٍ إِلى غَيْرِ ذٰلِكَ مُحْتَجًّا بِهٰذِهِ الآيَةِ الكَرِيمَةِ، وبِما جاءَ فى بَعْضِ رِواياتِ القِصَّةِ مِن جَعْلِ المَلِكِ لَهم فى كُلِّ سَنَةٍ عِيدًا وجَعْلِهِ إِيّاهم فى تَوابِيتَ مِن ساجٍ ومَقِيسًا البَعْضَ عَلى البَعْضِ، وكُلُّ ذٰلِكَ مُحادَّةٌ لِلّٰهِ تَعالى ورَسُولِهِ ﷺ، وإِبْداعُ دِينٍ لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ عَزَّ وجَلَّ.

(روح المعانی، ج15، ص 231، 230، سورۃ الکہف، آیت ۲۱)

اور استدلال کیا گیا ہے اس آیت سے صلحاء (ولیوں) کی قبروں پر بناء (گنبدوں) کے جواز پر اور ان پر مساجد بنانے پر اور ان میں نماز پڑھنے پر اور جو علامہ شہاب خفاجی نے حاشیہ بیفادی میں اس کے جواز کو ذکر کیا ہے وہ قول باطل بے کار فاسد اور گھٹیا ہے پس مسند احمد، ابوداؤ، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''اللہ کی لعنت ہو قبر کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور ان پر جو ان قبروں پر مساجد بناتے ہیں (یعنی سجدہ گاہ بناتے ہیں) اور قبروں پر چراغ جلاتے ہیں............ اور ابن حجر مکی کتاب الزواجر میں ذکر کرتے ہیں کہ بعض شافعیہ کلام میں یہاں تک صراحت ہے کہ قبور کو سجدہ گاہ بنانا اور انکی طرف نماز پڑھنا اور ان کا استلام کرنا یعنی چھونا اور ان کا طواف کرنا اور اسی طرح دیگر حرکات گناہ کبیرہ ہیں اور ابن حجر نے انہی دلائل سے استدلال کیا ہے جس کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں............ اور ان افعال کا کبیرہ ہونا یہ مذکورہ احادیث سے ثابت ہے اور اسی پر قیاس کرتے ہوئے یہی حکم قبر کی ہر قسم کی تعظیم پر ہوگا جیسے کہ قبروں پر چراغ جلانا قبروں کی تعظیم کے واسطے ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ پھر یہ بات اجماعی ہے کہ حرام افعال میں سب سے بڑا

حرام اور شرک کے اسباب میں سے یہ ہے کہ قبر کے نزدیک نماز پڑھنا اور اس کو سجدہ گاہ بنانا اور اس پر عمارت بنانا اور واجب ہے ان اونچی قبروں کو گرانا اور ان پر جو گنبد بنائے گئے ہیں ان کو گرانا کیونکہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں اس وجہ سے کہ یہ حضور ﷺ کی نافرمانی میں تعمیر کئے گئے ہیں اور واجب ہے کہ قبروں پر جو بھی قندیل یا چراغ ہو اس کو دور کر دیا جائے اور اس کو وقف کرنا اور نذر کرنا بھی جائز نہیں ہے......اور خصوصاً مصر اور حرمین میں قبروں پر تعمیرات دیکھنے میں آتی ہیں تو اگر کوئی کہے کہ یہ تعمیرات اجماع فعلی ہیں جو کہ حجت ہے تو جواب یہ ہے یہ اس سے زیادہ ممنوع ہے۔۔۔۔ اور اجماع فعلی اس وقت حجت تھا کہ جب زمانہ والے مصلح ہوا کرتے تھے کہ اس میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر نافذ تھا اب یہ صفت مفقود ہو چکی ہے اگر عین قبر کو بنائے بغیر حاجب کے یا اس پر چھت یا قبہ بنائے عام مقبرے میں جیسے قبرستان عام یا وقف شدہ زمین میں تو اس کو گرانا زیادہ ضروری ہے بوجہ اس کے حرام ہونے کے ۔۔۔۔۔۔ اور ایک بڑی جماعت نے مصر کی ایسی تعمیرات کو گرانے کا حکم دیا حتی کہ امام شافعیؒ کی قبر کے گنبد کو بھی گرانے کا حکم دیا جو کہ بعض بادشاہوں نے بنایا تھا۔.................اور بالجملہ اسی کیلئے مناسب نہیں ہے جس کو ہدایت کا سب سے کم درجہ بھی نصیب ہو کہ میری اس تحقیق کی مخالفت کرے جو میں نے صحیح احادیث اور آثار سے اخذ کی اور اس آیت کو معلول کرتے ہوں گے۔ بے شک ایسا کرنا گمراہی کی انتہاء ہے وقلت عقلی (کم عقلی) کی انتہاء ہے۔ اور تو نے دیکھا ہے کہ کچھ لوگ جہلاء ان افعال کو مباح ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے جو ولیوں کی قبروں کے ساتھ وہ جاہل کرتے ہیں۔ ان کو بلند کر کے اور اس کی گچ کے ساتھ تعمیر کر کے اور بینٹیں لگا کر اور چراغ لٹکا کر اور اس کی طرف نماز پڑھ کر اور اس کا طواف اور استلام کر کے اور ایک وقت معین پر اجتماع (عرس) کر کے............ یہ سب اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی ہے اور دین میں بدعت کی ایجاد ہے جس کی اجازت اللہ نے نہیں دی۔

نوٹ: اس حوالے سے مزید تفصیل کیلئے حضرت مولانا مفتی نجیب اللہ عمر صاحب زید مجدہ

کی کتاب ''مقیاس سنت'' ملاحظہ فرمائیں جس سے ہم نے بھی استفادہ کیا ہے۔

بدعتی نظریه

مگر آج کے بدعتی اولیاء اللہ کی قبروں کو پختہ کرنا ان پر مزارات بنانا ان پر گنبد کو بنانا معاذ اللہ شعار اسلام میں سے سمجھتے ہیں۔اہل بدعت کے شیخ الحدیث مفتی فیض احمد اویسی صاحب (المتوفی ۱۴۳۱ھ) لکھتے ہیں:

''اب تم چاہو تو قبہ جات بر مزارات اولیاء کے منکر ہو کر وہابی ہو جاؤ چاہو اولیاء کرام سے وابستہ ہو کر سنی مسلمان رہو''۔

(مزارات پر گنبد،ص 5،عطاری پبلیشرز کراچی)

ما قبل میں ذکر کردہ احناف جو قبوں و مزارات کے منکر ہیں یہ کیا وہابی ہیں؟ نیز یہ بھی اہل بدعت کا دجل ہے کہ جو مزارات کا منکر ہے وہ معاذ اللہ اولیاء اللہ کا بھی منکر ہے۔ پوری دنیائے اہل بدعت کو چیلنج ہے کہ وہ فقہاء احناف کی کسی ایک فقہ کی کتاب یا عقائد کی کتاب کا حوالہ دیں جو مسلم الثبوت ہو جس میں لکھا ہو کہ مزارات و قبوں کا انکار اولیاء اللہ کے انکار کو مستلزم ہے۔ دیدہ باید۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''انبیاء و اولیاء کے مزارات شعائر اللہ سے ہیں۔۔۔جن کی تعظیم و توقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے''.

(مزارات پر گنبد،ص 7)

اس کا مطلب ہے کہ یہ سارے احناف معاذ اللہ شعائر اللہ کی توہین کر کے اسلام کی توہین کے مرتکب ہوئے؟

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص،53.60)

رضاخانی گلوخلاصی کی ناکام کوشش

رضاخانی نے تو اول ملا علی قاریؒ، علامہ محمد طاہر فتنیؒ، شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، شیخ عبد الغنی نابلسیؒ، علامہ ابن عابدین شامیؒ، ابن الملک رومیؒ، اسمعیل حقی، یوسف عبدالجلیلؒ، شیخ مظہر الدینؒ کے حوالے دئے۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ص 502 تا 513)

ان عبارتوں میں دو باتیں ہیں:

و قد اباح السلف ۔۔ و قیل لا باس

یعنی سلف نے علماو مشایخ کی قبروں پر عمارت، گنبد بنانے کو مباح کہا۔

پہلا جواب: چنانچہ بانی فرقہ نواب احمد رضا خان قارونی بنی اسرائیلی لکھتے ہیں:

''کسی کتاب کا معتقدین کے ہاں معتبر ہونا ایک بات ہے اور اس کتاب کی اپنی حیثیت میں معتبر ہونا اور بات ہے نیز کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں جو کچھ موجود ہے وہ تمام معتبر و مختار ہو ہر گز ایسا نہیں ہے کیونکہ بڑے بڑے آئمہ کرام کی کتابوں میں سے کوئی بھی کتاب ایسی نہیں کہ اس کے بعض مقامات قابل تنقید و تنقیح نہ ہوں''۔

(فتاوی رضویہ جلد 7 ص 552 مکتبۃ المدینہ)

لہذا جن جن کی تعریف موصوف نے علامہ ساجد صاحب سے نقل کی گئی ہم سب انہیں بڑے علما مانتے ہیں ان کو کتب کو بھی مستند مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس میں ہر بات معتبر و مختار ہو لہذا یہ تمام مقامات قابل تنقید و تنقیح ہیں اور اقوال مرجوحہ ہیں۔

دوسرا جواب: رضاخانی لکھتا ہے:

''جب وہابیوں کا ہی اصول ہے کہ چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے تو سعیدی صاحب ۔۔ کے اس قول سے نذر لغوی ناجائز کیسے ہو جائے گی جبکہ رئیس المتکلمین ۔۔۔ اعلی حضرت، ۔۔۔ آپ کے خلفا اس کو جائز فرمارہے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول ص 475)

معلوم ہوا کہ اکابر کے مقابل چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں ۔تو اب خود رضاخانی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حوالے سے لکھتا ہے:

''بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہوگیے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص506)

یعنی مشایخ کی قبور پر گنبد بنانے کو پہلے کے اکابر نے مکروہ ناجائز اور بدعت کہا ہے ہاں متاخرین بعد والوں نے مباح کہا ہے ۔تو جس طرح رضاخانی کے ہاں احمد رضاو خلفاء پہلے ہو کر اکابر اور سعیدی بعد والا ہو کر اصاغر اسی طرح متقدمین فقہاء اکابر جو ان تمام امور کو مکروہ و ناجائز کہہ رہے ہیں بعد والے اصاغر لہٰذا اس باب میں اکابر حجت ہوں گے نہ کہ اصاغر۔

تیسرا جواب: مفتی احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

''ہمارے سلجھے ہوئے مفسرین نے دو باتیں بیان کی ہیں اگرچہ میں ان سے بھی متفق نہیں مگر ان کے نقل کرنے مضائقہ نہیں''۔

(تفسیر نعیمی جلد بارہ،ص438)

معوم ہوا کہ بعض اوقات ایسے اقوال بھی نقل کر دئے جاتے ہیں جس سے خود نقل کرنے والا متفق نہیں ہوتا تو جتنے حوالے دئے وہ صرف بطور نقل ہے اس سے ناقل کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

چوتھا جواب: ان تمام حوالوں میں کہیں بھی رضاخانی دعوی نہیں کیونکہ رضاخانیوں کا عقیدہ تو یہ ہے:

''اب تم چاہو تو قبہ جات بر مزارات اولیاء کے منکر ہو کر وہابی ہو جاؤ چاہو اولیاء کرام سے وابستہ ہو کر سنی مسلمان رہو''۔

(مزارات پر گنبد،ص 5،عطاری پبلیشرز کراچی)

ماقبل میں ذکر کردہ احناف جو قبوں و مزارات کے منکر ہیں یہ کیا وہابی ہیں؟ نیز یہ بھی اہل

بدعت کا دجل ہے کہ جو مزارات کا منکر ہے وہ معاذ اللہ اولیاء اللہ کا بھی منکر ہے۔ پوری دنیائے اہل بدعت کو چیلنج ہے کہ وہ فقہاء احناف کی کسی ایک فقہ کی کتاب یا عقائد کی کتاب کا حوالہ دیں جو مسلم الثبوت ہو جس میں لکھا ہو کہ مزارات و قبوں کا انکار اولیاء اللہ کے انکار کو مستلزم ہے۔ دیدہ باید۔

موصوف مزید لکھتے ہیں:

''انبیاء و اولیاء کے مزارات شعائر اللہ سے ہیں ۔۔۔جن کی تعظیم وتوقیر درحقیقت اسلام کی تعظیم ہے''۔

(مزارات پر گنبد، ص 7)

رضاخانی اس حوالے پر ایسا حواس باختہ ہوا کہ جواب ہی گول کر گیا کہ جواب تو موجود ہے لیکن پہلے اپنے وہابیوں پر فتوے لگائے لخ دی لعنت ہو اس بے غیرتی پر۔ بہرحال مزارات کا منکر اولیاء اللہ کا منکر ہے مزارات شعار اسلام میں سے ہے۔ تو اب غیرت کر جو مطالبہ کیا گیا اس کو پورا کر و اپنا یہ غلیظ عقیدہ سادات احناف سے پیش کر اپنے اصول ''بعینہ بلفظہ'' پر کہ مزارات شعائر اسلام میں سے ہیں اس کا منکر سنی مسلمان نہیں اس کا منکر اولیاء للہ کا منکر ہے۔ ورنہ اپنے اصول پر اپنا عیار، مکار، دھوکہ باز ہونا تسلیم کر کہ بس عبارت نقل کر دیتا ہے چاہے اس کا تیرے عقیدہ سے کوئی تعلق ہو یا نہ۔

پانچواں جواب: اس میں سلف کے الفاظ آئے ہیں اور عاصی الرحمن المعروف مطیع الرحمن رضاخانی لکھتا ہے:

''علامہ عبد البر نے بلحاظ لغت ''سلف'' کا لفظ عام معنی میں استعمال کیا ہے جو اہل سنت اور شیعہ دونوں کو شامل ہے''۔

(انبیائے کرام کے بعد افضل کون؟ ص 25)

پس ان عبارات میں بھی سلف سے مراد شیعہ ہیں۔

چھٹا جواب: رضاخانی لکھتا ہے:

"اس حوالے کو مان لیا جائے تو کئی سادات احناف اور خود وہابیہ اس کی زد میں آتے ہیں وہابی اسمعیلی جو اس کا جواب دے گا اس کی روشنی میں ہم بھی جواب دے دیں گے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص528)

اب خود رضاخانی شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے حوالے سے لکھتا ہے:

"بہت سے کام پہلے مکروہ تھے اور آخر زمانہ میں مستحب ہوگیے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص506)

یعنی مشائخ کی قبور پر گنبد بنانے کو پہلے کے اکابر نے مکروہ ناجائز اور بدعت کہا ہے ہاں متاخرین بعد والوں نے مباح کہا ہے۔قاضی ثناء اللہ پانی پتی،علامہ آلوسی کے حوالے سے یہ تسلیم کر چکا ہے کہ اسمیں اولیاء اللہ کے مزارات کو بدعت و ناجائز کہا گیا ہے اب اگر یہ مان لیا جائے کہ بعد والوں نے مباح کہا ہے مزارات کو تو متقدمین فتووں کی زد میں آتے ہیں کہ وہ ایک شعائر اسلام،علامت سنیت کو کیسے مکروہ قرار دے سکتے ہیں یہ تو کھلی گمراہی ہے؟ پس رضاخانی مرزائی الوخانی جو جواب اس کا دے گا اس کی روشنی میں ہم بھی کچھ تبصرہ کریں گے۔

ساتواں جواب: خود وہابیہ علامہ آلوسی کی باتوں کو نہیں مانتے تو ہم پر ان کی ہر بات ٹھوسنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں۔(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص528)

تو خود رضاخانی ملاعلی قاریؒ کو گستاخ کہتے ہیں والدین مصطفی ﷺ پر ان کا موقف نہیں مانتے،شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی کتب میں غیر محقق اقوال کا اقرار کرکے اسے تسلیم نہیں کرتے،بلکہ رضاخانی مولوی تو لکھتا ہے کہ اشرف سیالوی نے شیخ عبدالحق محدثؒ دہلوی کو "زمرہ مومنین"ہی میں سے نکالا ہوا ہے معاذ اللہ:

"یہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ کو ان کی دینی خدمات پر صلہ دیا ہے کہ انہیں زمرہ

مومنین سے ہی نکال دیا ہے ۔نعوذ باللہ من ذالک‘‘۔

(تصریحات،ص47)

فتاوی رضویہ میں جگہ جگہ علامہ شامیؒ سے احمد رضانے اختلاف کیا تو ان کی ہر بات ہم پر کیوں ٹھونس رہے ہیں؟

آٹھواں جواب: جن حوالوں میں قیل ہے تو گزر چکا کہ قیل ضعیف قول کیلئے آتا ہے۔

یہ مختصر آٹھ(8)جوابات ہیں جو ہم نے نقل کر دئے مزید32جوابات کیلئے علامہ نقشبندی صاحب کے ’’دروس مناظرہ‘‘ کو ملاحظہ فرمائیں جب اس کی مزید جلدیں منظر عام پر آجائیں ہم نے مسودے سے بھائی لئیق کے توسط سے استفادہ کیا ہے۔

مزار بنانے کے حوالے سے سادات احناف کا مختار مذہب یا ابو حامد مختار ثقفی کا دجل وفریب

صفحہ نمبر516اور517پر عبارات پیش کی قبر پر عمارت نہ بنائے جائے اور ایک قول یہ ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور یہی صحیح ہے۔(ملخصا)

اس پر یہ عنوان دیتا ہے:

’’قبر پر عمارت بنانے کے حوالے سے سادات احناف کا مختار مذہب‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص515)

اب بقول اس کے ’’قبروں‘‘ پر عمارت مزار بنانا سادات احناف کا مذہب ہے لیکن عقل کو دبر میں لیکر گھومنے والا یہ رضاخانی چند صفحات قبل اپنا اور راہلسنت کا موقف یوں نقل کر آیا ہے:

’’عام مسلمانوں کی قبر پختہ کرنا یا اس پر کوئی عمارت،قبہ،گنبد بنانے کا کوئی فائدہ نہیں لہذا منع ہے‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص500)

جب کوئی فائدہ نہیں منع ہے تو سادات احناف نے ممنوعہ و بے فائدہ چیز کی اجازت کیسے دے دی؟ اور اگر قبرو پر عمارت بنانے کی اجازت ہے تو تو اس سے منع کر کے لعنتی ہوا۔ اب بتا کہ معاذ اللہ سادات احناف جھوٹے ہیں یا تو؟ اس میں تو کوئی شک نہیں کہ سادات احناف ہی سچے ہیں تو لامحالہ تیرا کذاب دجال ہونا مسلم ہوا۔

یاد رہے کہ اس حوالے سے جتنی عبارات پیش کی اس میں کہیں بھی اولیاء اللہ کے مزارات کا ذکر نہیں عام قبور کا ذکر ہے۔ عنوان بھی اس نے فقط ''قبر'' کا باندھا۔

عام قبرستان میں مزارات بنانا جائز نہیں

رضاخانی کا ایک اور دجل وفریب ملاحظہ ہو وہ شاملہ سے عبارتیں تو نقل کر دیتا ہے لیکن وہ یہ کیوں نقل نہیں کرتا کہ:

وَقِيلَ لَا يُكْرَهُ الْبِنَاءُ إِذَا كَانَ الْمَيِّتُ مِنَ الْمَشَايِخِ وَالْعُلَمَاءِ وَالسَّادَاتِ اھ

قُلْتُ: لَكِنْ هَذَا فِي غَيْرِ الْمَقَابِرِ الْمُسَبَّلَةِ كَمَا لَا يَخْفَى

(شامی ج2،ص 237)

ایک ضعیف قول کے مطابق قبروں پر عمارتیں قبہ بنانے مکروہ نہیں جبکہ میت علماء مشایخ سادات کی ہو میں (علامہ شامی) کہتا ہوں کہ یہ بھی اس وقت جب قبرستان عامۃ المسلمین کا قبرستان نہ ہو۔ یعنی وقف کی زمین نہ ہو۔

جبکہ پاکستان میں جتنے مزارات قبے بنے ہوئے ہیں وہ سب عامۃ المسلمین کی قبور یا مدارس وقف کی زمیوں پر بنے ہوئے ہیں لہذا جنہوں نے اس کی اجازت دی ہے ان کے فتوے پر بھی یہ قبے مزارات سب ناجایز ہیں اور ان کو بنانے والے یہ سارے رضاخانی مشایخ حرام کار، ظالم، قبضہ مافیہ، ہیں۔

فقیہ اعظم حضرت گنگوہیؒ پر بکواس

رضاخانی کوانی الوخانی ابوحامد اسمیلی مرزائی رافضی لکھتا ہے:

''گنگوہی کا شیخ عبدالحق محدث دہلوی پرغصہ''

وہابی اسمعیلی گنگوہی کو کچھ آتا جاتا تو تھا نہیں بس ایسے ہی ہاتھ پاؤں مارنے کی کوشش کرتا تھااور اکابرین امت پر بداعتمادی کی وہ فضابرپا کرتا تھا کہ الامان والحفیظ ایک طرف تو وہابیہ اسمعیلیہ کے وہ دعوے اور دوسری طرف احمدی اسمعیلی گنگوہی کی یہ لن ترانیاں۔ چنانچہ ایک مرتبہ ان سے شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا نام لے کرسوال کیا گیا جناب نے کیا جواب دیا پیش خدمت ہے۔ چنانچہ سوال ہوتا ہے کہ:

شیخ عبدالحق نے صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے میں بعض مکروہ، حکم مستحب کا رکھتے ہیں چنانچہ مزاراولیاء کا پختہ بنانا جائز ہے، واسطے شوکت اسلام کے۔

وہابی اسمعیلی گنگوہی جواب دیتے ہوئے نہیں بلکہ دانت پیستے ہوئے اوراپنے اندر کی بھراس نکالتے ہوئے لکھتا ہے:

یک شیخ عبدالحق کا قول خلاف حدیث وقول فقہاء کے اس بارے میں معتبر نہیں ہوسکتا۔ اگرسوعالم بھی خلاف نص صحیح کے کچھ لکھیں ہرگز معتبر نہ ہوگا۔

(باقیات فتاوی رشیدیہ،ص 110،دارالکتاب لاہور)

اولا: تو میں وہابی اسمعیلی ساجد خان سے کہتا ہوں کہ اپنے گھر کے وہابیوں سے تو مشائخ ہند کی بات تسلیم کرواؤ پھران کو ثالث بنا کر ہم سے بات کروخود تمہارا اسمعیلی گنگوہی شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ پر دانت پیس رہا ہے، ان کو حدیث کا مخالف اور فقہاء کا مخالف ثابت کر رہا ہے اور تم یہ کہتے ہوئے ان کو ثالث بنارہے ہو''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 507)

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے خان صاحب کی طرح کسی ''مظفرحسین شاہ'' پر تحقیق کر کے اس کے نو جوڑ ثابت نہیں کئے، نہ بریلی میں ابوحامد رضوی کی اماں کو تین سال کی عمر میں کرتا اٹھا کر'' مظفرحسین شاہ'' پر لیکچر دئے جو انہیں کچھ آتا جاتا نہ ہو۔ کیا ہر آدمی احمد رضاخان بریلوی کی طرح جاہل بلکہ اجہل الکائنات ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

حضرت فقیہ العصر فقیہ اعظم مولانا رشید احمد گنگوہی صاحبؒ نے جو کچھ کہا بالکل درست کہا۔خلاف نص وجمہور کسی کی بھی بات کو رد کیا جائے گا چاہے وہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو یا احمد رضاخان بریلوی کی طرح کتنا بڑا جاہل ودجال مائۃ حاضرہ کیوں نہ ہو۔اس باب میں رضاخانی مرزائی بھی ہم سے متفق ہیں۔ملاحظہ ہو دلائل۔

بدعتی شیخ الحدیث مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''حضرت امام شافعی فن حدیث کے ایک جلیل القدر امام ہیں اور روایت پر جرح و تعدیل کے سلسلہ میں ان کی رائے یقینا وقعت اور اہمیت کی حامل ہے لیکن حدیث رسول کے مقابلے میں جب وہ کوئی بات محض اپنی رائے سے کہیں گے تو اس کا کوئی وزن نہیں ہوگا''۔

(ذکر جہر،ص 124,125)

جواب دے کیا امام شافعیؒ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ سے بڑا عالم ہے یا نہیں مگر تیرا شیخ الجہلاء کہہ رہا ہے کہ حدیث کے مقابل اس کی بات کی کوئی وقعت نہیں اب جو بکواس تونے کی ہے یہاں پر بھی کر۔مظہر اعلیٰ حضرت حشمت شیطان و یزید رضوی لکھتے ہیں:

''کسی عالم کا وہ قول جو دلائل شرعیہ کے مخالف ہو ہرگز قابل تسلیم نہیں ہوسکتا لہٰذا اس مسئلہ میں مجرد قول ملا علی قاری علیہ الرحمۃ ہم پر ہرگز حجت نہیں''۔

(فتاویٰ حشمتیہ،ص 81)

اب اگر تو کسی حرام کی سٹھ نہیں تو یہاں پر بھی وہی بکواس کر لیکن ہمیں معلوم ہے تیری منہ کی غلاظت صرف اس وقت تیرے نیچے والے منہ کا راستہ بھول کر اوپر والے منہ سے نکلتی ہے جب سامنے علمائے دیوبند ہوں لیکن اگر وہی بات کسی رضاخانی میں نقل آئے تو اسے اپنی دوشقی میں دبا کر خاموشی سے گزر جانے ہی میں تو عافیت سمجھتا ہے۔

باقی رہا شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا ثالث ہونا تو بالکل لیکن ان کی ثالثی اسی وقت تک ہوگی جب وہ قرآن وسنت کی روشنی میں ثالثی کریں۔مثلاً ابوحامد رضوی کی بہن دوست محمد

قندہاری کے ساتھ بھاگ جائے اب ابو حامد رضوی مظفرحسین شاہ کو ''ثالث'' نامزد کرلے تو ظاہر ہے کہ مظفرحسین شاہ کی ثالثی فیصلہ اسی وقت تک کارگر ہوگا جب وہ پاکستان کے آئین وقانون کے مطابق ہو۔

قبر پر خیمہ

علامہ عینی نے قبر پر خیمہ لگانے کو جائز کہا ہے۔(ملخصا 510،511)

تو جاہل انسان وہاں زائرین کیلئے کہا ہے کہ جو زائرین قبر کی زیارت کیلئے آنا چاہیں تلاوت قرآں مجید کرنا چاہیں ان کیلئے خیمہ لگایا جاسکتا ہے اس میں کس کا اختلاف ہے؟ اختلاف تو مروجہ مزارات پر ہے۔

پھر مزے کی بات کہ علامہ عینی نے یہ مطلقا ہر قبر ہر میت کیلئے کہا ہے لیکن رضاخانی خود کہہ چکا ہے کہ عام مسلمانوں کی قبور کیلئے یہ چیزیں منع ہے۔تو علامہ عینیؒ کا یہ حوالہ تو تیرے بھی خلاف ہے۔رضاخانی لکھتا ہے کہ آلوسیؒ کی باتوں کو نہیں مانتے تو ہم پر اس کی ہر بات کیوں ٹھونستے ہو(ملخصا) تو جس بات کو تو خود بھی نہیں مانتا اسے ہم پر کیوں ٹھونس رہا ہے اب رضاخانی ہی کی زبانی کہ اس کی مثال:

۔۔اس گیدڑ کی سی ہے جو پہلے خربوزوں پر موتتا گیا اور جب بھوک لگی تو کھانے لگ گیا''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 510)

اصولی طور پر غیر اکابر کے حوالے

صفحہ 522 پر ڈاگئی صفحہ 513 تا 515 پر علامہ عبدالحلیم فرنگی محلیؒ کشف الغطا، مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ، اسمعیل حقیؒ کے حوالے دئے جو رضاخانی اصولوں پر ہمارے حجت والے اکابر نہیں لہذا ان کے حوالوں کا رضاخانی ہمیشہ کی طرح'' بتی'' بنا کر اپنی'' دوشقی'' میں محفوظ کرلے کسی موقع پر کام آئیں گے۔ باقی خبیث انسان پوری بات نقل کر علامہ نقشبندی صاحب نے کشف الغطا کا حوالہ اگر نقل کیا ہے تو مفسر ذلیل احمد یار گجراتی سے الزامی طور پر۔

صفحہ 519 تا 522 اباحت والے اقوال کو علمائے دیوبند سے نقل کرکے اپنی عادت

کے مطابق اس جاہل،عیار،مکار،غلاظت کے ڈھیر،اپنے عیار،مکار، جاہل،اجہل،غلیظ ،بے حیا اکابرخصوصا بریلی کے اس کمینے کی طرح بکواسات کی انتہاء کی ہے۔ پورا ایک صفحہ سے زاید 517و518 گالیوں پرسیاہ کیاہے۔

ان عبارات کے جوابات ہم نقل کر چکے ہیں اورعلمائے دیوبند نے بھی محض نقل وتردید کیلئے ان کونقل کیا۔

ہماری ذکرکردہ عبارات

ہماری عبارت کاجواب یہ دے کرگلوخلاصی کی کوشش کی گئی کہ اس میں عام مردوں کی قبروں پر قبے بنانے سے منع کیا گیاہے اورعلامہ آلوسی کی عبارت سے یہ کہہ کرجان چھڑائی گئ کہ وہ تو خودتمہارے نزدیک بھی معتبرنہیں۔(ملخصا ص 523 تا530)۔

حالانکہ یہ رضاخانی دجل وفریب ہے۔اس لئے کہ اول تو ان عبارات میں کہیں بھی ولی غیر ولی کی تخصیص نہیں۔ثانی علامہ ابراہیم نے وصیت کی کہ میری قبر پرقبہ نہ بنانا کیاعلامہ ابراہیم ولی نہیں ؟ابن نجیم سے حوالہ پیش کیا کہ قبروں پرعمارت سے مراد وہ ہے جوشہروں میں قبروں پر بنائی گئی ہیں اورظاہرہے کہ شہروں پر قبروں پر جوعمارتیں بنائی ہیں وہ بزرگوں کی ہی قبروں پرہے ورنہ بتایاجائے کہ شہروں میں کس عام آدمی کی قبروں پرمزارات بنائے گئے ہیں؟

قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے صراحت کے ساتھ اولیاءاللہ کی قبروں پرمزار بنانے سے منع کیاہے رضاخانی نے اس کوتسلیم کیا کہ:

”یہ پہلاحوالہ ہے جوظاہری اعتبارسے وہابی مولوی ساجدخان کامویدہوسکتاہے“

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 527)

لیکن اس سے یہ جھوٹ بول کرجان چھڑائی کہ:

”اگراس حوالے میں تاویل نہ کی جائے تو خودوہابیہ ہی حرام کے مرتکب ٹھریں گے“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 527)

حالانکہ یہ رضا خانی کی مکاری عیاری ہے جو اسے احمد رضا خان بریلوی سے وراثت میں ملی وہابی اس وقت اس حوالے سے حرام کے مرتکب ہوں گے جب وہ خود مزارات بنانے کو جائز کہتے حالانکہ خود رضا خانی یہ لکھ چکا ہے:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان نے بھنگ پی جب نشہ چڑھا تو یہ دعوی کر دیا کہ سادات احناف کے نزدیک اولیاء کی قبور پر گنبد بنانا جائز نہیں اس وہابی اسمعیلی ساجد خان نے یہ سادات احناف کی پیروی میں نہیں بلکہ اپنے عیار، مکار، دھوکہ باز اکابرین کی پیروی کرتے ہوئے کیا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول ص 517)

تو کوا خانی ،الو خانی اسمعیلی وہابی مرزائی نے اول دعوی یہ کیا کہ دیوبندی اکابرین مزارات کو حرام کہتے ہیں اس کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں پھر مظفر حسین شاہ سے کچھ بھنگ لیکر پی ساتھ شراب کا جام پیا اور چرس کی سگریٹ کا سوٹا لگا کر نسوار کی ایک چٹکی لیکر اپنے اس ''مقام خاص'' پر رکھی جہاں یہ عقل رکھ کر لیکر گھوم رہا ہے اور ایک دم سے پھر چیخا:

''قاضی صاحب کے اس حوالے کو مان لیں تو وہابی بھی حرام کے مرتکب ہوں گے کیونکہ مزارات کو بھی جائز سمجھتے ہیں''.

اپنے علما پر فتوے لگاؤ

رضا خانی جب بھی علمائے دیوبند کی کوئی عبارت پیش کرتا ہے تو پھر پورا پورا صفحہ بھونکنا شروع کر دیتا ہے کہ اب اپنے ان علما پر بھی شرک ،بدعت ،حرام کاری کے فتوے لگاؤ۔اول تو ان عبارتوں میں ایسا کچھ ہوتا نہیں جو ہم فتوے لگائیں ثانیا ہو بھی تو رضا خانی اپنا یہ اصول یاد رکھیں کہ رضا خانیوں کے ہاں غیر اللہ کو سجدہ حرام ہے کالا حضرت نے اس پر پورا ایک رسالہ ''الزبدۃ الزکیۃ'' لکھا خود رضا خانی لکھتا ہے:

''اولیا اللہ کی قبور پر سجدہ کرنے کے حوالے سے اہلسنت کے فتاوی موجود ہیں اگر کوئی سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو حرام اور عبادت کی نیت سے کرتا ہے تو کفر''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص472)

لیکن دوسری طرف ''تاجرالشریعہ،امرد پرستوں کا تر نوالہ''مولوی اسمعیل المعروف اختر رضاخان ازہری کافتوی ملاحظہ ہو:

''اورحضرت محبوب الٰہی اوران بعض فقہا پرطعن جائزنہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے اورحسن ظن یہ ہےکہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطا ایسا ہوگیا نہ انہوں نے دانستہ حق کو چھوڑااور باطل کواپنایا''

(فتاوی تاج الشریعہ، جلداول،ص268،269)

رضاخانی کی زبانی کیوں یہ شریعت تمہارے باپ کی ہے؟حرام خورو!لگاؤ اب ان بزرگان دین وفقہائے کرام پرحرام خوری،حرام کاری، باطل پرستی کا فتوی۔تو منافق کے بچو ہمارے جن علما کی عبارات تم نے پیش کی بالفرض ایسا ہی ہو جیسا تم نے کہا تو ان''خطاایسا ہوگیا غلطی سےحق کو چھوڑ کر باطل کی طرف چلے گئے''۔اب رضاخانی ہی کی زبانی ہم نے الحمدللہ رضاخانیت اسمعیلیت کو:

''اس کی جائے پیدائش گٹر میں پہنچا دیاباقی آنے والے حوالے مزیدڈ بکیاں دلوانے کے کام آئیں گے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص484)

آٹھواں مسئلہ

قبروں پر چراغاں کرنا

اس مسئلہ کے تحت علامہ صاحب نقشبندی حفظہ اللہ نے جولکھا پہلے اس کو ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ نمبر......8

قبروں پر چراغاں کرنا جائز نہیں

سادات حنفیہ اور مشائخ ہند کے ہاں قبروں پر چراغاں کرنا جائز نہیں بلکہ مال کا ضیاع ہے ان کی پیروی میں احناف دیوبند بھی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔

(۱) ملا علی قاری حنفی (المتوفی ۱۰۱۴ھ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ:

لَعَنَ رَسُولُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زائرات الْقُبُور و المتخذین عَلَیْهَا الْمَسَاجِد و السرج

(ابو داؤد ج2، ص105، نسائی ج1، ص222، مشکوۃ ج1، ص17، سنن الکبریٰ ج4، ص78)

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی اور ان پر مسجد بنانے والے او چراغ جلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

کی تشریح میں فرماتے ہیں:

وَالنَّهْيُ عَنِ اتِّخَاذِ السُّرُجِ لِمَا فِيهِ مِنْ تَضْيِيعِ الْمَالِ، لِأَنَّهُ لَا نَفْعَ لِأَحَدٍ مِنَ السِّرَاجِ، وَلِأَنَّهَا مِنْ آثَارِ جَهَنَّمَ

(مرقاۃ، ج2ص219، مکتبہ امدادیہ۔باب المساجد مواضع الصلوٰۃ)

مذکورہ حدیث میں چراغ روشن کرنے کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے اور مال کا ضیاع ہے اور اس لئے کہ آگ جہنم کا اثر ہے۔

قارئین کرام! ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے قبروں پر چراغ جلانے کے ناجائز ہونے پر تین دلائل پیش فرمائیے ہیں۔

(۱)۔قبروں پر چراغ جلانے سے مال کا بے فائدہ ضیاع ہے یعنی ضائع کرنا ہے۔

(۲)۔اور یہ ناجائز ہے اس لئے کہ اس سے کسی کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہے۔

(۳) ۔اوراس لئے کہ آگ جہنم کااثر ہےاورچراغ میں بھی آگ ہے اس لئے ناجائز ہے۔

(۲) حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

لا یجوز مایفعله الجهال یقبور الاولیاء والشهداء من سجود والطواف حولها واتخاذالسراج۔

(تفسیر مظهری ج2ص65)

جائز نہیں جو جاہل لوگ اولیاء،شہداء کی قبروں کے ساتھ کرتے ہیں سجدہ اوراس کے ارد گردطواف اوراس قبر پر چراغاں کرنے سے۔

(۳) علامہ محیی الدین برکلی نقشبندی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۸۱ھ) فرماتے ہیں:

وَاَقْبَحُ الْبِدَعِ عَشْرَۃ ... منها طَعَامُ الْمَیِّتِ وَاِیْقَادُ الشُّمُوْعِ عَلَی الْمَقَابِرِ وَالْبِنَاءُ عَلَی الْقَبْرِ وَتَزْیِیْنُهٗ وَالْبُیُوْتَةُ عِنْدَهٗ وَالتَّغَنِّی وَالسَّمَاع واتِّخاذُ الطَّعَامِ لِلرَّقْصِ وَاجْتِمَاعُ النِّسَاءِ لِلزِّیَارَةِ الْقُبُوْرِ۔

(بریقه شرح طریقه محمدیه صفحه122)

قبیح ترین بدعتیں دس ہیں،ان میں سے میت کے گھر کا کھانااورقبروں پر چراغ جلانااور قبروں پرعمارت بنانااوراس کو مزین کرنااورمکان بنانااورگانےاورسماع اورکھاناپکانارقص کیلئےاورعورتوں کامجتمع ہوناقبروں کی زیارت کیلئے۔

معلوم ہوا کہ قبروں پر چراغاں بھی قبیح ترین بدعت ہے اوراس فعل کا مرتکب حنفیہ کے ہاں بدعتی ہے۔

(۴) اورعلامہ ابن البزاز الکردری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (۸۲۷ھ) فرماتے ہیں:

وَاِخْرَاجُ الشُّمُوْعِ اِلَی رَاْسِ الْقُبُوْرِ بِدْعَة، اِتْلَافُ الْمَالِ

(فتاویٰ بزازیة هامش هندیة ج6ص372)

قبروں پر چراغوں کا رکھنابدعت ہےاورمال کاضیاع ہے۔

(۵) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۵ھ) لکھتے ہیں:

مسئله قبور اولیا را بلند کردن و گنبد بر آن ساختن و عرس و امثال آن و چراغان کردن همه بدعت است۔ بعضی ازان حرام است و بعضی مکروه پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر شمع افروزاں نزد قبر و سجده کنند گاں را لعنت گفته۔

(ارشاد الطالبین، ص 50 طبع ایران)

اولیاء اللہ کی قبروں کو بلند کرنا ان کے مزارات پر گنبد بنانا عرس کرنا چراغاں کرنا یہ سب بدعت ہے۔ بعض ان میں حرام و بعض مکروہ تحریمی ہیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کے پاس چراغاں کرنے اور ان کی طرف سجدہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔

بدعتی نظریہ

آل بدعت کے حکیم الامت مفتی احمد یار صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۹۱ھ) لکھتے ہیں:

''عام مسلمانوں کی قبر پر ضرورۃً اولیاء اللہ کی مزارات پر اظہار عظمت کے لیے چراغ روشن کرنا جائز ہے''۔

(جاء الحق ص 300)

سادات احناف و مشایخ ہند تو اسے بدعت اور ایسا کام کرنے والوں کو بر بنائے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعنتی گردان رہے ہیں اور موصوف اسے جائز قرار دے رہے ہیں۔ جب کہ عام بریلوی تو اب ان چراغوں سے تبرک حاصل کرنے لگ گئے ہیں۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 61 تا 63)

رضاخانی پٹاری کی تاویلات باطلہ

رضاخانی نے صفحہ 532 ت 537 اس باب میں جتنے حوالے رضاخانی نے پیش کئے اس میں دو باتیں مشترکہ ہیں:

(۱) ضرورت کے تحت چراغاں یعنی تلاوت وغیرہ۔

(۲) یا پھر مزارات کی تعظیم کیلئے۔

اولاً گذارش ہے کہ ضرورت کے تحت چراغاں یعنی روشنی کے ہم منکر نہیں کیونکہ پہلے زمانے میں اس طرح لائٹوں اور بجلی کا بندوبست نہیں ہوتا تھا لہذا اگر کوئی شخص تلاوت کیلئے چراغ جلاتا ہے تو اس کی گنجائش تھی۔خود رضاخانی نے لکھا کہ:

''وہابی مولوی رشید احمد گنگوہی لکھتا ہے: اگر آمدورفت زائرین کی ہو اور لوگوں کو تکلیف پہنچتی ہو تو راستہ میں قبروں پر چراغ رکھنا درست ہے''۔

(فتاوی رشیدیہ، ص260)

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول، ص540)

لیکن موجودہ زمانہ میں اس کی کوئی ضرورت نہیں کیا مزارات و قبروں پر رکھے چراغ تلاوت قرآن کریم کیلئے ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔لہذا ان حوالوں کو پیش کرنا تو رضاخانی کا صریح دجل وفریب ہے۔

ثانیا جنہوں نے مزارات کی تعظیم کیلئے چراغاں کا کہا تو یہ بھی فضول اور نری بکواس ہے۔جب مزارات خود بدعت ہیں تو یہ قابل تحقیر ہیں نہ کہ قابل تعظیم سادات احناف ومجتہدین نے مزارات کو بدعت کہا ان کے مقابل میں نابلسی رافعی جیسے حاطب اللیل کی کیا حیثیت؟

علامہ شبیر احمد قاسمی اول تو ہمارے ان اکابر میں سے نہیں جو ہمارے لئے حجت ہوں ثانیا مان بھی لیں تو انہوں نے تقریرات رافعی کو صرف قیمتی حاشیہ کہا ہے ہم بھی کتاب کے حل اور مفتی بہ اقوال کی تلاش کی حد تک اس کی قدر و قیمت کے قائل ہیں مگر اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ہر بکواس قیمتی ہے؟ کالاحضرت کا حوالہ گزر چکا مصنف کتاب کا مستند ہونا اور ہے اس کی ہر بات کا مستند ہونا اور ہے۔

الحمدللہ رضاخانی کی تمام بکواسات کا جواب ان چند سطروں میں ہوگیا لیکن پھر بھی ہم کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔

رضاخانی نے اپنی تائید میں علامہ عبدالغنی نابلسی کے حوالے صفحہ 532 تا 534 پیش

کئے۔

حالانکہ نابلسی خود رضاخانی اصولوں پر معتبر نہیں کیونکہ رضاخانی نے لکھا ہے:

''خود وہابیہ ہی علامہ آلوسی کی باتوں کو نہیں مانتے تو ہم پر ان کی ہر بات ٹھوسنے کی کوشش کیوں کرتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص528)

اب ملاحظہ ہو کہ ''مزامیر'' کے حرام ہونے پر احمد رضاخان بریلوی نے مستقل کتاب رسالہ لکھا ہے جو رسائل رضویہ میں موجود ہے۔

مگر عبد الغنی نابلسی نے موسیقی ناچ گانے کی حرام کاریوں پر مستقل کتاب لکھی ہے جس کا ترجمہ رضاخانیوں نے ''موسیقی اور سماع'' کے نام سے کیا ہے۔اس میں مترجم لکھتا ہے:

''کتاب کے مطالعہ سے ان کی علمی وسعت کا بھی پتہ چلتا ہے کہ سماع بالمزامیر پر جس قدر دلائل انہوں نے پیش کئے ہیں وہ کم از کم میری نظر سے اب تک نہیں گزرے مزید براں دو اہم نکات بھی حاصل ہوئے ہیں:

(۱) موسیقی اور سماع کے بارے میں مطلقا حرام ہونے کا فتوی جائز نہیں۔

(۲) غنا اور سماع آلات موسیقی بہت سے صحابہ کرام،تابعین عظام اور بانیان مذاہب اربعہ کے اقوال سے بھی ثابت ہے۔

(موسیقی اور سماع،ص10)

خود نابلسی لکھتا ہے:

''لیکن جاہل فقہاء نے اسے قیودات سے منزہ و عاری کر کے اپنے مطلوب و مقصود کے حصول کیلئے مطلقا ذکر کر دیا''۔

(موسیقی وسماع،ص61)

اب بریلی کے دجال کا فتوی ملاحظہ ہو سماع بالمزامیر کو حلال و مباح جاننے والوں کے متعلق لکھتا ہے:

''ایسے محرمات کو معاذ اللہ موجب قربت جاننا جہل وضلال اور پھر ان پر اصرار کبیرہ شدید الوبال اور دوسروں کو ترغیب اشاعت فاحشہ و اضلال والعیاذ باللہ من سوء الحال''۔

(رسائل رضویہ، جلداول،ص 473،مکتبہ حامدیہ)

لیجئے نابلسی تو سوئے حال،ضلالت و جہل میں پڑا ہوا ہے لیکن صبر کریں نابلسی اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرتا ہے تو خان صاحب کو جلال آتا ہے اور لکھتا ہے:

''ان محرمات اباطیل کو معاذ اللہ حضور پرنور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کرنا ضرور حضور سوءادب اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر افترا وکذب ہے''۔

(رسائل رضویہ جلداول،ص 477)

تو نابلسی کے ہاں علی الاطلاق سماع بالمزامیر کو حرام کہہ کر خان صاحب جاہل فقیہ اور خان صاحب کے ہاں نابلسی بے ادب،گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حرام کار،وگمراہ۔تو ابو حامد رضوی جس کو تیرا اعلیٰ حضرت بے ادب وگستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ رہا ہے اس کے فضول عبارات کو پورے احناف کا مسلک بنا کر الٹا احناف کا مسلک پیش کرنے والے دیوبندیوں کو گالی دینا کیا پرلے درجے کی کمینگی ب،بے حیائی،مکاری وعیاری نہیں جو تجھے اعلیٰ حضرت سے ورثہ میں ملی ہے؟۔رضاخانی لکھتا ہے:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان ایسی کتابوں کا حوالہ کیوں پیش کرتا ہے جس کے مصنف اس کے اپنے وہابیہ کے نزدیک ایسے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 547)

تو مرزائی کو اغانی الوخانی ابو حامد رضوی ایسے لوگوں کی کتابیں کیوں پیش کرتا ہے جن کے مصنفین خان صاحب مرزائی کے ہاں بے ادب،گستاخان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضال مضل،حرام کار ہیں۔اس تفصیل سے اس دجال نے قاضی ثناءاللہ پانی پتیؒ کی عبارت کے جواب میں دجل و فریب کرتے ہوئے جو نابلسی کی عبارت پیش کی اس کا جواب بھی ہوگیا۔

یاد رہے کہ علامہ صاحب نے کہیں بھی نابلسی کو بطور استدلال پیش نہیں کیا کیونکہ علامہ صاحب نے جن جن کو استدلال میں پیش کیا ان کے نام وتعارف وکتاب کے شروع ہی میں لکھ چکے ہیں جس میں نابلسی کا ذکر نہیں نہ نابلسی فقہائے احناف وسادات احناف میں سے ہے۔ ہاں صرف ایک مقام پر تائید کے طور پر اس کا حوالہ پیش کیا۔ اور تائید کے طور پر تو کسی بے دین کا حوالہ بھی رضاخانیوں کے ہاں پیش کرنا جائز ہے۔ چنانچہ خود رضاخانی جسے وہابی سمجھتا ہے یعنی غلام مہر علی مرحوم اس کا حوالہ پیش کر کے لکھتا ہے:

''ہم نے اس کے حوالے محض تائید ادئے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص455)

تو جہاں کہیں علامہ صاحب نے اس قسم کے لوگوں کے حوالے دئے وہ محض تائیدا ہیں۔ کیونکہ خود علامہ صاحب نے کہیں بھی ان جیسے لوگوں کو سادات احناف وفقہائے احناف میں شمار نہیں کیا۔ ہمارے فتوے سے اگر نابلسی بدعتی بنتا ہے تو ہزار دفعہ بن جائے ہماری بلا سے۔ ہوسکتا ہے کہ رضاخانی کہے کہ علامہ صاحب نے کہاں وضاحت کی ہے؟ تو اگرچہ اس ''نامانو'' کے بھی بیسیوں جواب ہمارے پاس موجود ہیں لیکن جس طرح اس رضاخانی نے قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی عبارت کی وضاحت میں نابلسی کو پیش کیا پس اسی طرح علامہ صاحب کی عبارتوں کی وضاحت میں مجھے قبول کریں۔

(۲) صفحہ 534 علامہ محمد طاہر پٹنیؒ کا حوالہ دیا لیکن دجل وفریب ملاحظہ ہو کہ وہاں مساجد میں چراغاں وروشنی کرنے کا ذکر ہے نہ کہ مزارات پر تعظیما خود رضاخانی نے ان کی عبارت کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا:

''اگر وہاں مسجد وغیرہ کوئی ایسی چیز ہو جس میں اس چراغ سے نفع ہوتا ہو تلاوت اور ذکر کیلئے تو چراغ جلانے میں کوئی حرج نہیں''۔

دجال، مکار یہاں مسجد میں تلاوت کی غرض سے چراغ جلانے کا ذکر ہے اس کا کون منکر ہے؟ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ اس جاہل میں عقل نام کی نہیں اسے بس واٹس ایپ میں

کوئی حوالہ بھیج دیتا ہے جس میں ''چراغ'' کا لفظ ہوتا ہے یہ اسے کتاب میں نقل کر دیتا ہے عقل کے اندھے پہلے دیکھ تو لے کہ وہ چراغ روشن کرنا کس معنی وموقع پر ہے؟۔

(۳) یوسف موصلیؒ، مولانا عبد الحلیم فرنگی محلیؒ، قطب الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے لئے رضاخانی اصول پر حجت نہیں۔

سادات احناف کے حوالوں سے گلو خلاصی

صفحہ 543 تا 548 پانچ صفحات خالص گالیوں سے اس عیار، مکار، ذلیل، انسان نے سیاہ کئے ہیں کام کی باتیں اس میں صرف اتنی ہیں:

(۱) جن لوگوں نے منع کیا انہوں نے تضییع مال اور اسراف کی وجہ سے کیا اور خود لکھتا ہے:

''ان کی عبارت سے واضح ہے اور تضییع مال بھی اس وقت ہوگا جب بلا فائدہ ہوگا اور ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ بلا ضرورت چراغ جلانا جائز نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 544، 545)

تو حرام خور! آج کے زمانے میں چراغ کی کونسی ضرورت ہے؟ کون شخص مزارات پر راستہ تلاش کرنے یا تلاوت کرنے کیلئے چراغ روشن کرتا ہے؟ لہذا یہ سب چراغ حرام اور مال کا ضیاع ہے۔ یہ اس قدر کمینہ ہے کہ علامہ صاحب جو بات کرتے ہیں اس کو یہ خود بھی تسلیم کرتا ہے مگر علامہ صاحب سے بغض کی وجہ سے گالیاں دینے کو فرض سمجھتا ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ کی عبارت کے متعلق کہتا ہے کہ اس سے معاذ اللہ سادات احناف اس فتوے کی زد میں آجائیں گے۔ حالانکہ یہ اس کا کھلا دجل وفریب ہے سادات احناف میں سے کسی نے بھی مزارات اولیاء اللہ پر چراغ جلانے کو جائز نہیں قرار دیا۔ جس کو تو سادات سمجھتا ہے رضاخان کے فتوے سے تو وہ حرام کار وگستاخ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

یہ اتنا کمینہ، مکار، دجال، انسان ہے کہ پہلے مطالبہ کرتا ہے کہ اس میں اولیاء اللہ کا لفظ کہاں ہے؟ اور جب کسی حوالے میں وہ لفظ مل جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اس فتوے کی زد میں تو

تم بھی ہو۔مزید دجل یہ کیا کہ کہتا ہے کہ:''قاضی صاحب کی یہ عبارت خاص صورتوں پر محمول ہے''۔حالانکہ یہ اس کا دجل ہے ہم تجھے چیلنج کرتے ہیں کہ اگر تو واقعی حلالی ہے تو قاضی صاحب کی عبارت میں یہ لفظ دکھا:

''عبارات خاص صورتوں پر محمول ہے جو جائز نہیں مثلا بلا فائدہ چراغ جلانا یا قبر کے بعینہ او پر جلانا''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص545،546)

یہ چیلنج تیرے اپنے اصول پر ہے۔جاہل،مکار ہم سے تو اپنے من مانے الفاظ کا بعینہ و بلفظہ دکھانے کا مطالبہ کرتا ہے اور خود جو بکواس منہ میں آتی ہے احناف کی طرف منسوب کر دیتا ہے۔البریقہ کے حوالے کے بارے میں لکھتا ہے کہ''محمد یونس کے علمی و اصلاحی ارشادات'' ہے کہ بدعت کی طرف مائل ہے۔تو اول تو اپنے اصولوں پر اس کتاب کو ہمارے لئے حجت ثابت کرو۔ثانیا بدعت کی طرف مائل ہیں تیری ہی بکواس ہے:

''کسی فعل کے بدعت ہونے سے ضروری نہیں کہ اس کا مرتکب بدعتی ہو''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص548)

ہم بھی تیرے اصول پر کہتے ہیں بدعت کی طرف مائل ہونے سے ضروری نہیں کہ بدعتی ہو۔

احکام شریعت اور ابوحامد پر پڑی پھٹکار

رضاخانی نے اس باب میں اپنا موقف پیش کرنے کیلئے سب سے پہلا حوالہ دجال مائۃ سابقہ و حاضرہ کا دیا اور حوالہ یوں دیا:

''احکام شریعت،ص89،90،ضیاالقرآن کراچی)

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص531)

یعنی اس کے نزدیک''احکام شریعت''خان صاحب بریلوی کی ہے۔اب اس پر فتوے رضاخانی ہی کی کتب سے ملاحظہ ہو۔رضاخانی لکھتا ہے:

''غور فرمایا آپ نے مستند حوالوں کا مجموعہ،ناقابل تردید دستاویز،زوردار طمانچہ،انتہائی

ذمہ داری اور لاجواب اور علمی کاوش کے جملے اس کتاب کو ثقاہت کی چوٹیوں پر لے گئے ہیں جبکہ کتاب کے اندر جو کچھ ہے وہ مواد اہل سنت کے منہ پر طمانچہ نہیں خود دیوبندیت کیلئے آسمانی بجلی اور قہر خداوندی ہے یہ علمی نہیں بلکہ سراسر جہل وجعل سازی ہے اور دھوکہ و فریب پر مبنی سعی لاحاصل ہے ہم قارئین کو اس کا نظارہ کرائے دیتے ہیں"۔

(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر،ص34)

اب وہ جعل سازی، جہل، دھوکہ، فریب، قہر خداوندی کیا ہے خود اسی جاہل کی زبانی ملاحظہ ہو:

"کئی مقامات پر احکام شریعت کی عبارات درج کی گئی ہیں اور اسے اعلی حضرت کی تالیف ظاہر کر کے اس کی ذمہ داری اعلی حضرت پر ڈالی ۔۔احکام شریعت اعلی حضرت کی اپنی تصنیف نہیں"۔

(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر،ص35)

"اب فیصلہ کیجئے اس کتاب کو اہل سنت کی مستند کتاب قرار دینا کتنا بڑا جھوٹ، دھوکہ اور فراڈ ہے، جو دیوبندی لگاتار اپنائے ہوئے ہیں ایسی بے ضمیری اور مردہ دلی دیوبندیوں ہی کو نصیب ہوسکتی ہے"۔

(ہدیہ بریلویت پر ایک نظر،ص36)

ابو جاہل رضوی نے بھی ایسا کیا کہ احکام شریعت کو احمق رضا کی کتاب ظاہر کرنے کی کوشش کی ۔اب ابو حامد رضوی کی بے ضمیری، جھوٹ، فراڈ، مردہ دلی ملاحظہ ہو کہ کل تک جس احکام شریعت کو پیش کرنے پر یہ خبیث النسل والاصل دیوبندیوں کو گالیاں دے رہے تھے آج جب احمد رضا خان کو کھرلی سے علامہ نقشبندی صاحب نے باندھ کر اس کے "مظفر حسین شاہ شریف" پر دلائل کے "چھتر" برسائے تو اب وہی احکام شریعت رضاخانیت اور اعلی حضرت کی ترجمانی میں پیش ہو رہی ہے واقعی رضاخانیوں سے بڑا دیوث اس زمانے میں کوئی نہیں ۔

رضاخانیوں کے سادات احناف پر رضاخانیوں کے فتوے

رضاخانی اسمیل حقی، رافعی، عبدالغنی نابلسی کے حوالے سے لکھتا ہے:

''۔۔۔و نذر الزیت۔۔۔جائز لاینبغی النہی عنہ۔۔اولیاء کیلئے تیل اور چراغ کی نذرماننا۔۔جائز ہے اس سے منع نہ کرنا چاہئے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول،ص534،535،ملخصا)

اس مشرک زمانہ کے نزدیک اولیاء اللہ کے تقرب کیلئے تیل و چراغ کی نذرماننا جائز ہے۔معاذ اللہ حالانکہ پیچھے حوالے گزرچکے کہ نذرخالص اللہ کی عبادت ہے۔لہذا اس ذلیل کے اپنے فتووں واصولوں سے یہ سارے معاذ اللہ مشرک وحرام کار ہوئے۔شیخ الحدیث رضاخانیہ مولانا غلام رسول سعیدی لکھتا ہے:

''علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو شخص اولیاء اللہ کی نذر اس طرح مانتا ہے: اے سیدی اگر میرا گم شدہ شخص لوٹ آیا یا میرا بیمار تندرست ہوگیا یا میری حاجت پوری ہوگئی تو میں آپ کو اتنا سونا، چاندی، یا کھانا یا موم بتیاں یا تیل دوں گا یہ نذر باالاجماع باطل اور حرام ہے۔اور اس پر متعدد دلائل ہیں پہلی دلیل کہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر جائز نہیں ہے کیونکہ نذر عبادت ہے۔اور مخلوق کی عبادت جائز نہیں۔۔۔۔''۔

(شرح مسلم، جلد چہارم،ص539)

علامہ شامی علیہ الرحمۃ کی جس عبارت کا ترجمہ شیخ الحدیث صاحب نے کیا وہ اس طرح ہے:

مَطْلَبٌ فِي النَّذْرِ الَّذِي يَقَعُ لِلْأَمْوَاتِ مِنْ أَكْثَرِ الْعَوَّامِ مِنْ شَمْعٍ أَوْ زَيْتٍ أَوْ نَحْوِهِ (قَوْلُهُ تَقَرُّبًا إلَيْهِمْ) كَأَنْ يَقُولَ يَا سَيِّدِي فُلَانٌ إنْ رُدَّ غَائِبِي أَوْ عُوفِيَ مَرِيضِي أَوْ قُضِيَتْ حَاجَتِي فَلَكَ مِنْ الذَّهَبِ أَوْ الْفِضَّةِ أَوْ مِنْ الطَّعَامِ أَوْ الشَّمْعِ أَوْ الزَّيْتِ كَذَا بَحْرٌ (قَوْلُهُ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ) لِوُجُوهٍ: مِنْهَا

أَنَّهُ نَذَرَ لِمَخْلُوقٍ وَالنَّذْرُ لِلْمَخْلُوقِ لَا يَجُوزُ لِأَنَّهُ عِبَادَةٌ وَالْعِبَادَةُ لَا تَكُونُ لِمَخْلُوقٍ. وَمِنْهَا أَنَّ الْمَنْذُورَ لَهُ مَيِّتٌ وَالْمَيِّتُ لَا يَمْلِكُ.

وَمِنْهُ أَنَّهُ إِنْ ظَنَّ أَنَّ الْمَيِّتَ يَتَصَرَّفُ فِي الْأُمُورِ دُونَ اللّٰهِ تَعَالَى وَاعْتِقَادُهُ ذٰلِكَ كُفْر

(شامی جلد دوم، ص 439)

اور رضا خانی لکھتا ہے:

''اولیاء اللہ کی قبور پر سجدہ کرنے کے حوالے سے اہلسنت کے فتاوی موجود ہیں اگر کوئی سجدہ تعظیمی کرتا ہے تو حرام اور عبادت کی نیت سے کرتا ہے تو کفر''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 472)

معلوم ہوا کہ ''عبادت کی نیت'' سے کوئی کام کفر و شرک ہے تو رضا خانی فتووں سے تو یہ سارے حنفی مشرک و کافر ہوئے معاذ اللہ اس لئے رضا خانی ہی کی زبانی:

''اس حوالے کو مان لیا جائے تو کئی سادات احناف اور خود وہابیہ اس کی زد میں آتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 528)

لہذا ہم ان حوالوں کو نہیں مانتے ان کی حیثیت وہی ہے جو کتب احادیث میں موضوع احادیث کی ہوتی ہیں۔

نواں مسئلہ

قبر پر اذان دینے کی بدعت

اس مسئلہ کے تحت علامہ صاحب نے جو کچھ کہا پہلے اسے ملاحظہ کریں:

مسئلہ نمبر......9

قبروں پر اذان دینا

سادات احناف کے نزدیک قبر پر اذان دینا خلاف سنت ہے۔ان کی پیروی میں احناف دیوبند بھی یہی کہتے ہیں کہ قبور پر اذان دینا اور اسے ضروری سمجھنا خلاف سنت و بدعت ہے۔

(۱) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

لَا يُسَنُّ الْأَذَانُ عِنْدَ إِدْخَالِ الْمَيِّتِ فِي قَبْرِهِ كَمَا هُوَ الْمُعْتَادُ الْآنَ، وَقَدْ صَرَّحَ ابْنُ حَجَرٍ فِي فَتَاوِيهِ بِأَنَّهُ بِدْعَةٌ وَقَالَ: وَمَنْ ظَنَّ أَنَّهُ سُنَّةٌ قِيَاسًا عَلَى نَدْبِهِمَا لِلْمَوْلُودِ إِلْحَاقًا لِخَاتِمَةِ الْأَمْرِ بِابْتِدَائِهِ فَلَمْ يُصِبْ. اهـ. وَقَدْ صَرَّحَ بَعْضُ عُلَمَائِنَا وَغَيْرُهُمْ بِكَرَاهَةِ الْمُصَافَحَةِ الْمُعْتَادَةِ عَقِبَ الصَّلَوَاتِ مَعَ أَنَّ الْمُصَافَحَةَ سُنَّةٌ، وَمَا ذَاكَ إِلَّا لِكَوْنِهَا لَمْ تُؤْثَرْ فِي خُصُوصِ هَذَا الْمَوْضِعِ، فَالْمُوَاظَبَةُ عَلَيْهَا فِيهِ تُوهِمُ الْعَوَامَ بِأَنَّهَا سُنَّةٌ فِيهِ، وَلِذَا مَنَعُوا عَنْ الِاجْتِمَاعِ لِصَلَاةِ الرَّغَائِبِ الَّتِي أَحْدَثَهَا بَعْضُ الْمُتَعَبِّدِينَ لِأَنَّهَا لَمْ تُؤْثَرْ عَلَى هَذِهِ الْكَيْفِيَّةِ فِي تِلْكَ اللَّيَالِي الْمَخْصُوصَةِ وَإِنْ كَانَتْ الصَّلَاةُ خَيْرَ مَوْضُوعٍ

(شامی ج2، ص 235 مطلب فی دفن المیت)

قبر پر مردے کو دفن کرتے ہوئے اذان دینا سنت نہیں جیسا کہ آج کل رواج چل پڑا ہے اور ابن حجر نے اپنے فتاوی میں اس کے بدعت ہونے کی تصریح کی ہے۔

(۲) فقہاء احناف فرماتے ہیں:

وَفِي فَتْحِ الْقَدِيرِ وَيُكْرَهُ عِنْدَ الْقَبْرِ كُلَّمَا لَمْ يُعْهَدْ مِنَ السُّنَّةِ وَالْمَعْهُودُ مِنْهَا لَيْسَ إِلَّا زِيَارَتُهَا وَالدُّعَاءُ عِنْدَهَا قَائِمًا كَمَا كَانَ يَفْعَلُ- صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -فِي الْخُرُوجِ إِلَى الْبَقِيعِ

(البحر الرائق، ج2، ص 210، درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج 2، ص 286، فتح القدير، ج3، ص 431)

قبر کے پاس وہ سب افعال مکروہ ہیں جن کا ثبوت سنت رسول ﷺ سے نہیں اور سنت صرف قبور کی زیارت اور ان کیلئے دعا ہے کھڑے ہو کر جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کرتے جب وہ بقیع تشریف لے جاتے۔

بدعتی نظریہ

احناف تو فرماتے ہیں کہ قبروں پر اذان کا ثبوت موجود نہیں جو اسے ضروری سمجھتا ہے وہ بدعتی ہے قبور کیلئے صرف زیارت اور ان کیلئے صرف دعا مشروع ہے لیکن اہل بدعت نے آج اسے اپنا شعار بنایا ہوا ہے اہل بدعت کے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اس کے نام نہاد ثبوت پر پورا ایک رسالہ لکھ مارا۔

لطیفہ : ایک جنازے سے بندہ واپس آرہا تھا تو ہماری واپسی کے بعد قبر پر اہل بدعت نے قبضہ کرلیا اور وہاں اذان دینی شروع کر دی تو ایک صاحب نے مجھے بعد میں کہا کہ میں نے وہاں کہا کہ تم عجیب لوگ ہو نماز (یعنی جنازہ) پہلے پڑھ لی اور اذان اب دے رہے ہو۔ یعنی اذان میں تو اصل یہ ہے کہ نماز سے پہلی دی جائے مگر یہاں نماز جنازہ کی ادائیگی کے بعد یہ سب کچھ ہو رہا ہے گویا یہ حرکت عقل کے بھی خلاف ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، 63و64)

رضاخانی پٹاری کی تاویلات باطلہ

رضاخانی کو پچھلے مسائل میں کچھ عبارتوں میں دجل وفریب کر کے پیش کرنا کا موقع ملا گیا تھا مگر اس مسئلہ میں اس کے پاس ایک بھی حوالہ نہیں تھا اس لئے اس نے 549 تا 582

تک کوئی ایک ایسی گندی وغلیظ گالی نہیں چھوڑی جو دی نہ ہو۔لہذا ہم بھی اسے اسی کی زبان میں ترکی بہ ترکی جواب دیں گے۔

(ا) اولا اس نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ کی طرف منسوب ''ملفوظات'' کا حوالہ پیش کیا اور پھر صفحہ 549 تا 551 گالیوں پر سیاہ کیا۔حالانکہ کوئی اس دجال ،کذاب ، مکار، عیار، فراڈی، لعنتی سے پوچھے کہ پیچھے تیرے گروگھنٹال ، بے حیائی وخباثت میں سرتاپا کمال، بانس بریلی کے فاحشہ کا لال، کائنات کیلئے باعث ملال، علامت اضلال، صبح وشام جس کے گھر میں ہوتا شیطان کا دھمال، یعنی دجال مائۃ سابقہ و حاضرہ اعلی حضرت احمد رضا خان علیہ لعنۃ اللہ بالکمال کے ''ملفوظات اعلی حضرت'' پیش کئے گئے تو کہتا ہے معتبر ثابت کرو!!! مکتوبات مجدد الف ثانی اس کے مشرک ملت کے نزدیک معتبر نہیں ،فتاوی عزیزی میں تحریف ہو چکی ہے، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب میں تحریف ہو چکی ہے۔تو کیا ملفوظات شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ؒ تجھے اپنی ماں کے جہیز میں ملے تھے جو اسے قرآن کی آیت معاذ اللہ بنا کر ہمارے سامنے پیش کرتا ہے؟ ہم کہتے ہیں جاؤ اسے کسی چوک چوراہے میں نذر آتش کر دو۔اس خبیث نے ملفوظات کا جو ایڈیشن پیش کیا وہ ''پاکستان ایجوکیشنل پبلیشرز کراچی'' کا ہے اور اسی ایڈیشن کے دیباچہ میں صاف واضح الفاظ میں لکھا ہوا ہے:

''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جامع ملفوظات نے مکمل احتیاط سے کام نہیں لیا یا یہ بھی ممکن ہے وہ کسی قول کو صحیح طور پر سمجھ نہیں سکا''۔

(ملفوظات شاہ عبد العزیز،ص 4، پاکستان ایجوکیشنل پبلیشرز کراچی، مطبوعہ 1960)

یعنی اول تو ان ملفوظات کا جامع ہی معلوم نہیں کہ کون ہے؟ پھر جو ہے اس نے بھی احتیاط سے کام نہیں لیا۔اور یہ خبیث اس قسم کی کتابوں سے حوالے نقل کر کے صفحات کے صفحات سیاہ کر رہا ہے۔پھر اس کا مترجم بھی ''انتظام اللہ شہابی'' جیسا بدعتی ہے۔شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

مزید لکھتا ہے:

''شاہ عبد العزیز محدث صاحب کے ملفوظات بھی اسی طرح سے آپ کے ایک مرید نے

جمع کئے جو دہلی سے باہر کے رہنے والے تھے افسوس کہ نام مع کا نام معلوم نہ ہوسکا''۔

(ملفوظات،ص 7)

لو جی! جمع کس نے کئے، ہم تک پہنچے کیسے کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ مگر یہ خبیث اس کی بنیاد پر علامہ شامیؒ کو رد کر کے علامہ نقشبندی صاحب پر بکواس پر بکواس کرتا رہا۔

بریلوی محقق محمود احمد برکاتی لکھتا ہے؛

''وہ مولوی سید احمد ولی الٰہی نے شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے ملفوظات مطبوعہ میرٹھ کو جعلی بتلایا ہے۔۔۔ان میں الحاق ضرور ہوا ہے اور بعض فحش اشعار اور فحش واقعات درج کر دئے گئے ہیں''۔

(شاہ ولی اللہ اور انکا خاندان،ص 57)

اب اگر اس بے حیاء، مکار، عیار، دھوکی باز، دجال رضا خانی کے اندر کچھ شرم و حیاء ہے تو بانس بریلی محلہ جسولی کے کسی گندے نالے میں ڈوب کے مرجائے کہ خس کم جہاں پاک۔

ایسے جعلی حوالوں پر اس خبیث الفطرت کی تعلیاں ملاحظہ ہوں:

''لیجئے شاہ صاحب نے وہابیت و اسمعیلیت کا بیڑا ہی غرق کر دیا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 550)

بیڑا غرق تو تن تنہا علامہ نقشبندی صاحب نے پوری رضا خانیت کا کر دیا ہے کہ دلائل سے عاجز ہو جانے کے بعد اب ہر جھوٹ کا سہارا لیکر خان صاحب بریلوی کے گھڑے ہوئے اس باطل دین کو سہارا دینے کی ناکام کوشش کر رہے ہو۔

مظفر حسین شاہ کو اخانی کو کھلا چیلنج

ہر طرح سے عاجز آجانے کے بعد آدھا صفحہ گالیوں میں سیاہ کرنے کے بعد کہتا ہے کہ پانچ سادات احناف سے ثابت کرو کہ قبر پر اذان خلاف سنت و بدعت ہے۔

(ملخصاً حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 551)

جاہل، مکار، عیار تیرا یہ منہ مانگا مطالبہ علامہ شامی کی عبارت سے پورا کر دیا گیا۔ امام

اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ نے تین فقہاء کا حوالہ دیا تو نے اس کو مان لیا؟ تیرا مطالبہ قاضی صاحبؒ کی عبارتوں سے پورا کر دیا گیا تھا تو نے اس کو مان لیا؟ تیرا مطالبہ علامہ آلوسیؒ کی عبارتوں سے پورا کر دیا گیا تو نے اس کو مان لیا؟ یہ بھی پورا کر دیں گے تو تیری اگلی بکواس ہوگی کہ اگر اس کو مان لیا جائے تو اس فتوے کی زد میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اور دیوبندی مولوی آجائیں گے۔

اگر اسی قسم کے من مانے مطالبوں کا نام چیلنج ہے تو دجال انسان اذان علی القبر کا قائل تو ہے ہم تجھے چیلنج دیتے ہیں اگر تو کسی مزار کی حرام کی پیداوار نہیں، اگر تجھ میں رتی برابر غیرت ہے، تو ابو جہل کی معنوی اولاد نہیں، تیری پشت میں کوئی قارون، ہامان نام کا دادا نہیں احمد رضا خان کی طرح، تو نے کبھی بچپن میں وہ کام نہیں کیا جو تاج الشریعہ کرتا، تو دس بیس نہیں صرف پانچ ہاں صرف پانچ سادت احناف سے مفتی بہ قول کی صورت میں اپنا یہ دعوی بعینہ بلفظہ ثابت کر کہ:

''قبر پر اذان دینا جائز بلکہ مستحسن ہے۔۔۔حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے''

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 549)

''بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے''۔ (جاءالحق، ص 302)

اب ابو حامد رضوی ابن مظفر حسین شاہ مرزائی سات سو صفحات پر کتوں کی طرح بھونک تو سکتا ہے، اپنی اعلی حضرت میں سرخ مرچ ڈال کر اچھل اچھل کر ساری رضاخانیت کا تماشہ تو لگا سکتا ہے، تو تین سال کی عمر میں اعلی حضرت کی طرح صرف لمبا کرتا پہننے کے بعد اسے پیچھے کی طرف سے اٹھا کر اعلی حضرت شریف کا منہ اعلی حضرت کے مزار کی طرف کھول کر بدبودار سے بدبودار گوز تو مار سکتا ہے لیکن پانچ کیا کسی ایک فقیہ حنفی سے اس دعوے کا ثبوت نہیں دے سکتا۔ فھل من مبارز دا گز دا میدان۔

ہاں رے بانس بریلی کے بھنگی!!! بتا کس فقیہ نے اپنے فتاوی کی کتاب میں قبر پر اذان کو تلقین کہہ کر اس کے جواز کو یقینی کہا ہے؟ ہمت کر اور نواب کلب علی خان کے پلنگ خاص پر لیٹ کر خان صاحب بریلوی والا کام کئے بغیر اس کا جواب دے۔ اس رضاخانی مکار وعیار کے دعوے کا ستیاناس تو ہمارے اسی مطالبہ سے ہو جاتا ہے مگر ہم اسے مزید اس کے گٹر نما مذہب کی سیر کروانا چاہتے ہیں۔

ایک اور جھوٹا حوالہ حیات صاحب حق

رضاخانی الو خانی مرزائی ابو حامد رضوی ابن مظفر حسین شاہ مرزائی لعنتی رضاخانی بغض و تعصب میں چور چور اہلسنت سے ذلت و رسوائی لینے والی عادت سے مجبور ہو کر ہر مسئلہ میں اپنے رضاخانی آباء خصوصا خان صاحب بریلوی والی عیاری، مکاری اور فتوے بازی کا اظہار کرتا ہے، رضاخانی ہر بار کی طرح بے شرمی والا منہ لیکر آجاتا ہے خدا جانے اس کے اعلی حضرت میں کس چیز کا درد ہے کہ اس کی چیخیں محلہ جسولی اعلی حضرت کے آستانہ کی عورتوں سے زیادہ ہوتی ہیں۔ یہ رذیل بلکہ اشد ذلیل مکمل بدمست ہو کر جھوٹے حوالے گھڑنے غیر معتبر کتب کے حوالے دینے پر بھی نہیں شرماتا (یہ مقفی مسجی القابات اسی کتاب کے صفحہ 552) سے ماخوذ ہیں۔

اس ذلیل انسان نے صفحہ 553 سے 563 ''حیات صاحب حق از ضیاء اللہ جدون'' اور اصح الخبر نامی کسی جعلی فتوے کا حوالہ دیا۔

اول تو نیٹ پر حیات صاحب حق کے مولف ضیاء اللہ جدون کا موقف علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کے سامنے وضاحت کرتے ہوئے موجود ہے کہ وہ پکا دیوبندی ہے۔ واقعہ کچھ یوں ہے کہ اس کی تازہ تازہ اکوڑہ خٹک سے فراغت ہوئی تھی۔ مولوی صاحب حق وہ پہلا شخص تھا جو ان کے علاقہ میں بریلویت لایا تھا پکا بریلوی تھا۔ احمد رضا کے مرنے کے بعد اس نے منظر الاسلام میں تدریس بھی کی تھی اذان علی القبر پر اس نے ایک استفتاء مرتب کیا اور یہاں کے بڑے بڑے دیوبندی مولویوں کی تقاریظ کا تاثر دے کر اس بدعت کو یہاں شروع کیا۔

میں نے جب اس پر رد کا ارادہ کیا تو میں نوجوان میری کون سنتا؟ لہذا میں نے مصلحتہ یہ کیا کہ صاحب حق کی سوانح لکھی اس میں اس استفتاء کو شامل کیا باقاعدہ کتاب میں اس فتوے اور صاحب حق کا رد کیا اور اس کتاب کو صاحب حق ہی کی اولاد سے شائع کروایا یوں اس بدعت کے خاتمہ میں خاطر خواہ فائدہ ہوا۔ مولوی صاحب حق نے جن تقاریظ کا دعوی کیا اس میں دو احتمال ہیں:

(۱) یا تو یہ تقاریظ جعلی ہیں۔

(۲) یا اس نے مبہم سا کوئی فتوی تیار کیا تھا اول تقاریظ لی پھر خود سے اس میں اذان علی القبر کے مسائل کو ڈالا جیسا کہ اہل بدعت کی عادت ہے۔(ملخصا)

یہ تھا وہ دجل وفریب جو اس ذلیل رضاخانی نے چھپائے رکھا۔صاحب حق پکا بدعتی منظر اسلام جیسے بدعات کے گڑھ کا استاد ہم اس پر اس کی بدعت پر اس کے جعلی فتوے پر لعنت بھیجتے ہیں اسے اپنی کتاب میں نقل کر کے الٹا اس بدعت کو نہ ماننے والوں کو گالیاں دینے والے رضاخانیوں پر لعنت بھیجتے ہیں جن کے بڑے گروگھنٹال نے مکہ و مدینہ کی مقدس سرزمین پر بیٹھ کر جعلی فتوے تیار کئے اسی منظر اسلام کے استاد سے کیا بعید کہ وہ نام کا صاحب حق اصل میں صاحب شیطان ہو۔ اصح الخبر نامی جو جعلی فتوی ہے اس کی بھی بتی بنا کر پر بطور چراغ اپنی دبر میں احمد رضا خان کے مزار کی ''نذر لغوی'' کی نیت سے روشن کر لے۔

ہم لعنت بھیجتے ہیں ان تمام جھوٹے حوالوں پر، جھوٹے فتووں پر، جھوٹی تقاریظ پر۔

ماقبل میں رضاخانی کا صول گزر چکا کہ غلام رسول سعیدی احمد یار احمد رضا کے مقابل اصاغر ہے حجت نہیں۔اب اسی اصول پر دارالعلوم دیوبند کا فتوی ملاحظہ ہو:

''اذان کہنے کا قبر کے پاس بدعت ہے شریعت میں ثابت نہیں''۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد 18،ص 354)

سوال قبر پر اذان کہنا درست ہے یا نہیں؟

جواب :قال فی الشامی تنبیہ فی الاقتصاد علی ماذکر من الوارد

اشارۃ الی انہ لایسن الاذان عند ادخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن و قد صرح ابن حجر فی فتاویہ بانہ بدعۃ (شامی) اس عبارت سے واضح ہے کہ میت کو دفن کرتے وقت اذان کہنا بدعت ہے"۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد 18، ص 358)

تو رضاخانی اصول پر دارالعلوم دیوبند کے مقابل کسی شہباز گڑھی کے "صاحب حق یا صاحب شیطان" نامی بدعتی رضاخانی اور اس کے فتوے پر مجہول وغیر معتبر مولویوں کی جعلی تقاریظ کی کیا حیثیت اور کیا اوقات؟

علامہ شامیؒ کی عبارت سے جان چھڑانے کیلئے دجل وفریب

(۱) اس خبیث نے اپنے اکابر سے سیکھے ہوئے دجل وفریب، بدزبانی، گالی بازی کے کرتب، مکاری وعیاری کا بھرپور مظاہرہ کرتے ہوئے صفحہ 565 تا 567 گالیاں دے دے کر کہا کہ علامہ شامی کی بات کوئی دیوبندی مولوی بھی نہیں مانتے۔

اولا: اگر یہ حلالی ہے تو اس باب میں جتنے حوالے دئے ان سب کا حجت ہونا رضاخانی ذکر کردہ اصولوں پر ثابت کرے۔

ثانیا: حرام خور فتوے تو رضاخانیوں نے نابلسی، ملا علی قاری، مجدد الف ثانی پر بھی لگائے تو ان سے استدلال کس اصول پر کرتے ہو؟ جس اصول پر استدلال کیا اسی اصول پر ہم شامی سے کرتے ہیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی کو تم نے زمرہ مومنین سے نکالا ہوا ہے اسے معاذ اللہ کافر بنایا ہوا ہے مگر آدھی کتاب اس کے حوالوں میں دجل وفریب کرکے بھری ہوئی ہے کس اصول پر؟

ثالثا: تو کہتا ہے:

"اپنے گھر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے کچھ شرم کرے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہابی اسمعیلی اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے نہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول، ص 566)

اور میرے گھر کا اصول کیا ہے خود اس لعنتی کی زبانی ملاحظہ ہو:
وہابی اسمعیلی احمد دیوبندی قاسم نانوتوی کہتا ہے:
دوسرے یہ کہ میں مقلد امام ابوحنیفہ کا ہوں اس لئے میرے مقابلہ میں آپ جو بھی قول بطور معارضہ پیش کریں وہ امام ہی کا ہونا چاہئے یہ بات مجھ پر حجت نہ ہوگی کہ شامی نے یہ لکھا اور صاحب درمختار نے یہ فرمایا ہے میں ان کا مقلد نہیں۔(سوانح قاسمی، جلد 2،ص 22 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

اسی طرح وہابی اسمعیلی محمود حسن دیوبندی لکھتا ہے:
لیکن سوائے امام اور کسی کے قول سے ہم پر حجت قائم کرنا بعید از عقل ہے"۔
(ایضاح الادلہ ص 489، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند)
اسی طرح وہابی اسمعیلی دیوبندی زرولی خان نے لکھا ہے:
امام ابوحنیفہ کے قول ہی کا اعتبار ہوگا کیونکہ ہم حنفی ہیں نہ کہ یوسفی۔
(مجموعہ احسن الرسائل، جلد 1،ص 149، احسنی کتب خانہ کراچی)
(حنفیت کے باغی دیوبندی ص 74،75)
اور پھر ساتھ میں مطالبہ کرتا ہے:
"اگر وہابی اسمعیلی ساجد خان خود اپنے بتائے ہوئے اصولوں کے مطابق جواب نہیں دے گا تو اس کو جواب ہی نہیں سمجھا جائے گا"۔
(حنفیت کے باغی دیوبندی، جلد اول ص 20)

تو حرام کے پلے! تو نے اس پوری کتاب میں اور خصوصا اس باب میں ایک حوالہ بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کا ہمارے خلاف پیش کیا؟ نہیں اور یقینا کر بھی نہیں سکتا تو کس منہ سے ہمیں کہتا ہے کہ تیری بکواس ہم مانیں؟ تیرے ذکر کردہ حوالے ہم مانیں کیا وہ امام اعظم کے حوالے ہیں؟

اگر تجھ میں غیرت ہے اور تو کوئی نسلی واصلی ملعون نہیں تو امام اعظمؒ کا حوالہ پیش کر کہ علامہ شامی معتبر نہیں یا اذاب علی القبر جائز ہے۔

اس بکواس کے اور بھی جوابات ہیں لیکن ہم نے اختصار کو رکھنا ہے اسی پر اکتفا کرتے

ہیں۔

(۲) یہ جاہل انسان مزید تاویلی پٹاری میں سے مکر وفریب کے پھندے جو اس کے اکابر نے اسے بن کر دئے نکالتے ہوئے کہتا ہے کہ شامی نے لایسن کہا ہے لایسن سے خلاف سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا علامہ شامیؒ نے باب الاذان میں نماز کے علاوہ کیلئے اذان کو لایسن کہا لیکن ساتھ میں دیگر مقامات پر اذان کو مندوب بھی لکھا۔

(ملخصاً حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول ،ص 567 تا569)

اصل میں قصور اس بیچارے کا نہیں یہ تو نرا جاہل ہے اسے نہ اپنا مذہب معلوم نہ دوسرے کا۔اصل دجال ،مکار، فریبی ،عیار، دھوکہ باز فراڈی اس کے اکابر اور وہ رضاخانی ہیں جو بنا سوچے سمجھے اپنے گیارہ لاکھ حلال کرنے کیلئے اس کو واٹس ایپ میں بکواس بھیج دیتے ہیں اور یہ اسے کتاب میں من وعن نقل کر دیتا ہے۔

جاہل انسان! آگے بھی تو دیکھ علامہ شامی آگے اسے ''بدعت'' بھی کہہ رہے ہیں لایسن کے بعد بدعت کا ہونا اس بات کی علامت ہے کہ علامہ شامی کے نزدیک یہ خلاف سنت بھی ہے اور بدعت و ناجائز بھی ہے باب الاذان سے جو عبارت تو نے پیش کی کیا وہاں بھی لایسن کے بعد بدعت لکھا ہوا ہے؟لیکن اگر تم مکاری وعیاری نہ کرو،عبارت کو سیاق وسباق سے ہٹ کر پیش نہ کرو تو اپنے مکار وعیار، دھوکہ باز وفراڈی گروگھنٹال احمد یار گجراتی کی طرح ''حکیم الامت'' کیسے کہلاؤ گے؟۔

(۳) یہ جاہل مزید پھولتے ہوئے کہتا ہے:

''اس جاہل کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ اس کی دلیل نہیں بلکہ ہماری دلیل ہے کہ قبر پر اذان کہنا سنت نہیں ہے،ہمارے نزدیک بھی قبر اذان سنت نہیں ہے باقی یہاں مستحب و مندوب وجواز کی بھی نفی نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول ،ص 569)

اس جاہل احمق کو کوئی بتائے کہ تیرے گروگھنٹالوں کے نزدیک اذان علی القبر سنت بھی

ہے چنانچہ مفتی احمد یار گجراتی جھوٹ بکتے ہوئے لکھتا ہے:

''بہت سے علماء جن میں بعض احناف بھی شامل ہیں فرماتے ہیں کہ اذان قبر سنت ہے''۔ (جاء الحق، ص 302)

اب اگر تو سمجھتا ہے کہ تیرا یہ چیف گرو احمد یار گجراتی اس صدی کا سب سے بڑا کذاب و دجال نہیں تو بتا کہ کونسے حنفیوں نے قبر پر اذان کو معاذ اللہ سنت کہا ہے؟ قارئین کرام یقین کریں یہ بریلی کے گٹر میں ڈوب کر تو مر جائے گا اعلیٰ حضرت کے نو جوڑ سے الٹا لٹک جائے گا مگر کوئی ایک حنفی پیش نہیں کر سکے گا ہاں بکواس پر صفحات کے صفحات سیاہ کر دے گا۔

مستحب و مندوب جواز کی نفی نہیں تو کیا کسی حنفی نے اذان علی القبر پر استحباب و مندوب و جواز کا اثبات بھی کہیں کیا ہے؟

(۳) صفحہ 569 تا 571 پر علمائے دیوبند کے فتاوی دئے جنہوں نے وباء مصیبت میں اذان کی اجازت دی اور رضا خانی نے مطالبہ کیا کہ اسے بھی فقہائے احناف سے ثابت کرو۔

واقعی رضا خانی عقل کو اعلیٰ حضرت شریف میں لیکر گھومتا ہے۔ ہم اسے ضرور فقہائے احناف سے ثابت کرنے کے ذمہ دار ہوتے اگر ان مواقع پر ہم اذان مسائل شرعیہ کے طور پر دینے کا فتویٰ دیتے۔ شعار اہلسنت کے طور پر کہتے کہ اذان دو اگر ہمارا یہ فتویٰ ہوتا کہ جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ وہابی ہے۔ اگر ہم اسے سنت سمجھتے۔ جبکہ وہاں صاف موجود ہے:

''دفع وباء کیلئے اذان دینا تنہا یا جمع ہو کر بطور علاج اور عمل کے مباح ہے''۔

(کفایت المفتی، جلد 3، ص 51)

تو جاہل انسان ہم اسے بطور ''علاج'' مباح کہہ رہے ہیں اور بطور علاج کسی عمل کے مباح کیلئے نہ قرآن و حدیث کی دلیل کی ضرورت ہے نہ کسی مفتی و فقیہ کے فتوے کی بس اس کیلئے تجربہ کافی۔ تیرا یہ مطالبہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی بدن درد میں پیناڈول گولی کے جواز کا مطالبہ سادات احناف سے کرے۔

پھر وہاں یہ بھی ہے:

''عمل مذکور اگرچہ حدیث و فقہ سے ثابت نہیں ہے لیکن بفریق اعمال مشایخ اس میں کچھ حرج نہیں''۔(عزیز الفتاوی جلداول)

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص570)

اور تو خود ہماراا اصول لکھ چکا ہے کہ:

''اور وہابیہ ہی کے گھر کا اصول ہے کہ مشائخ کا نقل کرنا جواز کو ثابت کرتا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص550)

جب ہماراا اپنا اصول تیرے قلم سے یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مشائخ کا قول بھی جواز کیلئے کافی ہے تو اسے مشائخ کے قول پر ہی جواز کیلئے پیش کیا جارہا ہے اور تو نے ہی یہ واویلا ڈالا ہوا تھا کہ:

''اپنے گھر کے اصول پر عمل کرتے ہوئے کچھ شرم کرے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ وہابی اسمعیلی اپنے گھر کے اصولوں پر عمل کرتے نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص566)

عجیب بات !!یہ جاہل ، ہٹ دھرم ،مظفرحسین شاہ کی بنائی ہوئی شراب کے نشے میں دھت،بدکار کسی حال میں خوش نہیں اصولوں پر عمل کروتو اس کی ماں کا رونا ختم نہیں ہوتا اس کے اصول دکھاؤ تو اس کا رنڈی رونا ختم نہیں ہوتا بس تم نے صرف بکواس کرنی ہے مانی تیرے بزرگ شیطان نے بھی نہیں اور تو نے بھی نہیں۔

پھر اس جاہل نے خود علامہ شامیؒ کی یہ عبارت نقل کی:

''یعنی نمازوں کے علاوہ ورنہ بچے کیلئے اذان دینا مستحب ہے اور الخیر الرملی کے حاشیہ البحر میں ہے میں نے کتب شافعیہ میں دیکھا نماز کے علاوہ اذان سنت ہے جیسا کہ بچے کے کان میں اذان دینا اور پریشان ، مرگی والے،غصے والے کیلئے اذان اور انسان یا چوپایہ جس کے اخلاق اچھے بہ ہوں اس کیلئے اذان لشکر کی بھیڑ کے وقت اذان ،چلنے (جلنے از ناقل) کے

وقت اذان ۔۔“

(شامی جلد دوم،ص 62 بحوالہ حنفیت کے باغی جلد اول،ص 569)

تو جاہل انسان! بولتا تو ہے مگر سمجھتا نہیں ”وباء“ سے بڑی پریشانی اور کیا ہوگی ؟اور پریشانی کے وقت اذان کو خود بقول تیرے سادات احناف نے جائز قرار دیا ہے تو ہم نے تیرا مطالبہ پورا کر دیا اب اگر تجھ میں غیرت ہے تو وہ احناف پیش کر جو قبر پر اذان کو سنت کہتے ہیں یا قبر پر اذان کے یقینی جواز کے قائل ہیں بصورت دیگر احمد رضا خان بریلوی اور احمد یار گجراتی کو ہم اس صدی کا سب سے بڑا دجال ،کذاب ،مکار ،عیار ،دھوکہ باز کہیں گے تو تو نے غصہ نہیں ہونا لکھتا ہے:

”پہلے وہابی شریعت کو اچھی طرح پڑھ لے تا کہ بعد میں ذلت ورسوائی کم ہو“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 571)

کاش تو خود اس مشورے پر عمل کرتے ہوئے رضاخانیت کو نہیں اپنی اس کتاب کو بھی پڑھ لیتا تو بعد میں نہیں ابھی تیری اس اس ذلت ورسوائی میں کمی نہیں بلکہ مزید اضافہ نہ ہوتا۔

بحر الرائق کی عبارت میں جو بکواس کی **اولا** اس کا جواب امام اہلسنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ ”راہ سنت“ میں دجال اعظم احمد یار گجراتی کو دے چکے ہیں۔

ثانیاً جتنے حوالے دیئے ان میں سے کوئی بھی رضاخانی اصول پر ہمارے لئے حجت نہیں۔

ثالثاً: علامہ ابن نجیم کے مقابل شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ کی کوئی حیثیت نہیں رضاخانی اپنا اصول اکابر کے مقابل اصاغر کی کوئی حیثیت نہیں جبکہ رضاخانی یہ بھی مان چکے ہیں کہ شیخ کی کتب میں غیر محقق اقوال بھی موجود ہیں ۔نیز شیخ نے جو چیزیں ذکر کی ہیں وہ دعا اور استغفار ہی کا حصہ ہیں لہذا ہمارے مخالف نہیں ۔یہ کہنا کہ جب قبر پر فقہی مسئلہ بیان کرنے سے رحمت کا نزول ہوتا ہے تو اذان جو کہ ذکر اللہ پر مشتمل ہے اس سے رحمت کا نزول نہیں ہوگا۔

(حنفیت کے باغی دیوبند جلد اول،ص 573)

بالکل بھی نہیں ہوگا کیونکہ فقہاء احناف کا واضح فتوی ہے:

’’من البدع التی شاعت فی الهند الاذان علی القبر بعد الدفن‘‘

(دررالبحار)

ان بدعات میں سے جو بعض بلاد ہند میں شائع ہوگئی ہیں ایک دفن کے بعد قبر پراذان دینا بھی ہے۔(راہ سنت)

پس جب یہ بدعت ہے تو اس سے رحمت کا نزول نہیں عذاب کا نزول ہوگا۔احمد رضاخان کی قبر پر سات دفعہ اذان دی گئی تھی کہتا ہے شیطان دور ہوتا ہے احمد رضا خان کو بھی پتہ تھا میرا شیطان عام مردوں سے سات گنا بڑا ہے اس لئے باقی قبور پر ایک اذان میری قبر پر سات دفعہ اور یقینا اس بدعت سے اس کی قبر میں عذاب بھی سات گنا زیادہ ہوگیا ہوگا۔ان شاءاللہ۔

صفحہ 575 تا582 مکمل عاجز ہوکر کہیں قبور سے فیوض کے مسئلہ کو چھیڑتا ہے کہیں قبر پر چادر چڑھانے کے مسئلہ کو چھیڑتا ہے اس سب کے منہ توڑ جواب بھی سابقہ جوابات کی طرح ہمارے پاس موجود ہیں لیکن اس رضاخانی نے کونسا ماننا ہے؟ اس لئے صرف ایک حوالہ اس کے گھر کا:

’’بعدہ موصوف اپنی عادت سے مجبور ہوکر پھر وہی خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے شیخ حمود کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ جشن محفل میلاد کے خلاف ہے شیخ ابن باز کے فتوے کی تائید کرتے ہیں محفل میلاد کو بدعت کہتے ہیں۔وہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہتے،علم غیب کا منکر،ابن عربی کو کافر کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جن کا موغوع سے دور کا کوئی تعلق نہیں دراصل موصوف کے پاس اپنا پہلا مضمون شامل کرنے اور اپنے حجۃ الاسلام کے مناقب بیان کرنے کے باوجود مواد کی قلت اتنی تھی کہ ۹۶ صفحات میں مکمل کرنا مشکل تھا اس لیے بے چارہ کبھی ایمان والدین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، کبھی علم غیب،کبھی میلاد النبی،کبھی ابن تیمیہ،کبھی ابن عربی وغیرہ کے متعلق لایعنی کلام سے اوراق کو سیاہ کرتا چلا گیا‘‘۔

(دافع ازالۃ الوسواس ص370)

دسواں مسئلہ

نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا

اس باب میں علامہ ساجد خان صاحب نقشبندی صاحب نے کیاذ کر کیا تھا پہلے اسے ملاحظہ فرمالیں:

مسئلہ نمبر......10

نماز جنازہ کے بعد دعا

سادات احناف اور مشائخ ہند جنازہ کے بعد مروجہ دعا کو بدعت ومکروہ کہتے ہیں کیونکہ جنازہ خود میت کے حق میں دعا ہے جنازہ کے بعد اس دعا کا کوئی ثبوت نہیں۔

(۱) علامہ علی بن عثمان تیمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۶۹ھ) لکھتے ہیں:

اِذَا فَرَغَ مِنَ الصَّلٰوۃِ لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَا

(فتاوی سراجیه، ص 133، ناشر دار العلوم زکریاساوتھ افریقا)

جب نماز جنازہ سے فارغ ہو جائے تو دعا کیلئے نہ کھڑا رہے۔

(۲) حافظ الدین محمد بن محمد بن شہاب بن یوسف ال ※ ردری البریقینی الخوارزمی المعروف بزازی یا ابن البزاانال ※ ردری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۲۷ھ) لکھتے ہیں:

لَا یَقُوْمُ بِالدُّعَا بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّہٗ دَعَا مَرَّۃً

(فتاوی بزازیه، ج1، ص 53، دار الفکر بیروت)

جنازہ کے بعد دعا کیلئے کھڑا نہ ہو کیونکہ جنازہ کی صورت میں ایک دفعہ دعا تو کر چکا۔

(۳) علامہ ابن نجیم حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا یَدْعُوْا بَعْدَ التَّسْلِیْمِ

(البحر الرائق، ج2، ص 321، دار الکتب العلمیه بیروت)

اور سلام کے بعد دعا نہ کریں۔

(۴) ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

وَلَا یَدْعُوْا لِلْمَیِّتِ بَعْدَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ لِاَنَّہٗ یُشْبِہُ الزِّیَادَۃَ فِی صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ

(مرقاۃ المفاتیح، ج4، ص 149، مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

اور دعا نہ مانگے میت کیلئے جنازے کے بعد اس لئے کہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے۔

(۵) ذخیرہ کبری اور محیط میں ہے:

لایقوم بالدعا بعد صلوۃ الجنازۃ

(۶) ابن حامد سے مروی ہے:

ان الدعا بعد صلوۃ الجنازۃ مکروہ (نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے)

(۷) کشف الخطا میں ہے:

قائم نہ شود بعد از نماز برائے دعا (نماز کے بعد دعا کیلئے کھڑا نہ ہو)

(۵ سے لیکر ۷ تک حوالہ جات جاالحق ص ۲۸۷ سے لئے گئے ہیں)

(۸) حضرت مجدد الف ثانی کے جنازے کا حال ان کے سوانح نگار یوں لکھتے ہیں:

حضرت مخدوم زادہ بزرگ خواجہ محمد سعید دامت برکاتہ امامت نماز جنازہ پیر و پدر بزرگوار خود رضی اللہ عنہ نمودند و بعد از نماز برائی دعای توقف نفرمودند کہ مقتضی سنت چنیں نیست و در کتب فقھیہ معتبرہ مرقوم ست کہ بعد از نماز جنازہ ایستادہ دعاکردن مکروہ است۔

(برکات احمدیہ فارسی، ص 294، مطبوعہ استنبول)

حضرت خازن الرحمت رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز جنازہ کی امامت کی کیونکہ یہی آنجناب کے منتخب کردہ امام تھے نماز کے بعد دعا کیلئے توقف نہ کیا کہ سنت نبوی ﷺ اقتضاء نہیں کرتی علاوہ ازیں معتبر کتب میں لکھا جاچکا ہے کہ جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا کرنا مکروہ ہے۔

(الروضۃ القیومیہ مترجم ،ج4،ص 449 ترتیب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ناشر مکتبہ نبویہ لاہور)

بدعتی نظریہ

اب اس کے مقابلے میں اہل بدعت کا غیض وغضب بھی ملاحظہ فرمائیں اس فرقہ کے جنید جناب مولانا عمر اچھروی صاحب لکھتے ہیں:

''احناف نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے ہیں وہابی برا جانتے ہیں دیوبندی بھی منکر ہیں اب تم فیصلہ کرو کہ دعا کا انکار کرتے ہوئے تم کون ہوئے؟

(مقیاس حنفیت، ص 529)

ہم نے احناف کے حوالہ جات نقل کر دیئے فیصلہ قارئین خود کر لیں کہ اس دعا کو برا جاننے والے کیا واقعی وہابی ہیں یا احناف؟

موصوف ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''اللہ کریم نے اس آیت میں اپنے مومنوں کو خاص طور پر دعا مانگنے کا ارشاد فرمایا اور مومنوں کی دعا کو خصوصیت سے قبول فرمانے کا بھی وعدہ کیا اور جو لوگ اللہ کی دعا سے تکبر میں رہے تو ان کو اللہ نے ذلیل کر کے جہنم میں ڈال کر فرمائیں گے کہ تم وہ جماعت ہو کہ مجھ سے مانگنے والوں کو بھی روکتے تھے اور میرے دربار میں میرے بندوں کو بدعتی کہہ کر ہاتھ پھیلانے نہ دیتے تھے اب تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ جو لوگ نماز فریضہ جنازہ کے بعد دعا سے روکتا ہے تو کیا اس کی سزا جو اللہ تعالی نے **سیدخلون جھنم داخرین** فرمائی ہے نہ دے گا؟ کیونکہ اللہ تعالی کا اعلان عام ہے''۔

(مقیاس حنفیت، ص 530)

معاذ اللہ موصوف کے اس فتوے سے ماقبل میں ذکر کردہ تمامی مشایخ جہنمی ہوئے۔ العیاذ باللہ۔

اس فرقہ کے حکیم الامت جناب مفتی احمد یار گجراتی صاحب لکھتے ہیں:

''دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے''۔

(جاالحق، ص 288)

احناف و مشائخ ہند تو اسے مکروہ ناجائز و بدعت کہتے ہیں اور اہل بدعت اسے سنت اب فیصلہ آپ نے کرنا ہے کہ احناف کے فتوے پر چلنا ہے یا اہل بدعت کا ساتھ دینا ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص65 تا67)

ہم مسئلہ کی مزید وضاحت کیلئے علامہ صاحب ہی سے اس پر مزید دلائل نقل کر دیتے ہیں۔سو ملاحظہ ہو۔

نماز جنازہ کے بعد مروجہ دعا بدعت و ناجائز ہے فقہاء علمائے بریلویہ وعلمائے دیوبند کے 80 سے زائد حوالے

نماز جنازہ کے بعد دعا اور جمہور فقہاء ومحدثین کا مذہب ومسلک

نمازِ جنازہ خود دعا ہے اور اس میں میت کے لیے مغفرت کی دعا کرنا ہی اصل ہے، جنازہ کی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا قرآن وسنت، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین سے ثابت نہیں ہے؛ اس لیے جنازہ کی نماز کے بعد اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا مکروہ وممنوع اور بدعت ہے

(1)> أبوعبد الله محمد بن الحسن الشيباني (ت 189 ه) »الأصل« لمحمد بن الحسن (1 / 423):

قلت فكيف الصلاة على الميت قال إذا وضعت الجنازة تقدم « الإمام واصطف القوم خلفه فكبر الإمام تكبيرة ويرفع يديه ويكبر القوم معه ويرفعون أيديهم ثم يحمدون الله تعالى ويثنون عليه ثم يكبر الإمام التكبيرة الثانية ويكبر القوم ولا يرفعون أيديهم ويصلون على النبى صلى الله عليه وسلم ثم يكبر الإمام التكبيرة الثالثة ويكبر القوم معه ولا يرفعون أيديهم ثم يستغفرون للميت

ويشفعون له ثم يكبر الإمام التكبيرة الرابعة ويكبر القوم معه ولا يرفعون أيديهم ثم يسلم الإمام عن يمينه وشماله ويسلم القوم كذلك

فقہ حنفی کے مسلمہ کتاب الأصل جو امام محمد رحمہ اللہ نے اپنے ہاتھوں سے لکھی جنازے کی نماز کا مکمل طریقہ لکھا ہوا ہے اس پوری کتاب میں جنازے کے بعد دعا کا کوئی بھی نام ونشان نہیں ہے

(2)>عبد الملک بن عبد الله الشافعي الجويني، أبو المعالي، ركن الدين، الملقب ب إمام الحرمين (ت 478ھ)

شوافع کے نزدیک بھی چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگنا اختلافی ہے امام شافعی رحمہ اللہ سے ان کی اہم اور بڑی کتب میں یہی بات لکھی ہے کہ چوتھی تکبیر کہے گا اور سلام پھیر دے گا تکبیر اور سلام کے مابین کوئی دعا وغیرہ منقول نہیں ہے البتہ بعض شوافع نے چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا کو جائز قرار دیا ہے مگر شوافع کی کتب میں بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے

نهاية المطلب في دراية المذهب« (3/ 57):

ثم يكبر تكبيرةً ثالثة، ويدعو له. والدعاء له هو المقصود من هذه الصلاة والركن الأوضح. ثم يكبر تكبيرةً رابعة وقد نص الشافعي في معظم كتبه أنه يكبر التكبيرة الرابعة، ويسلّم ومقتضى نصوصه أنه لا يذكر بين التكبير والسلام شيئاً. وفي رواية البويطي: إنه يقول: اللهم لا تحرمنا أجره، ولا تفتنّا بعده. وفيما نقله الصيدلاني في هذه الرواية: اللهم اغفر لحيّنا وميتنا.

(3)>محمد بن أحمد بن أبي سهل شمس الأئمة السرخسي (ت 483ھ)» المبسوط« للسرخسي (2/ 64):

وفي ظاهر المذهب ليس بعد التكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام

وقد اختار بعض مشايخنا ما يختم به سائر الصلوات »اللهم ربنا آتنا فى الدنيا حسنة وفى الآخرة حسنة وقنا برحمتك عذاب القبر وعذاب النار

ظا※ رالرواي※ کے مطابق نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے علاوہ کوئی بھی دعا مشروع نہیں ہے جبکہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعائیں بھی مانگی جاسکتی ہیں (نماز جنازہ کے بعد دعا کا نام ونشان بھی نہیں ہے)

(4) > الروياني، أبو المحاسن عبد الواحد بن إسماعيل (ت 502 ه)» بحرالمذ※ب للروياني «(2/589):

الدعاء بعد التكبيرة الرابعة فى "الأم".وقال فى "البويطى": يقول: اللهم لا تحرمنا أجره، ولا تفتنا بعده وقيل: ولا تفتنا بعده واغفر لنا وله ثم يسلم،وروى أبو هريرة أنه صلى الله عليه وسلم كان يقول نحو ذلك بعد التكبيرة الرابعة، وقال فى "الحاوى" قال فى "البويطى": إذا كبر الرابعة يقول: اللهم اغفر لحينا وميتنا (343 ب/3) وشاهدنا وغائبنا.قال أصحابنا:ليس هذا باختلاف القول بل هو بالخيار إن شاء سلم عقيب الرابعة،وإن شاء ذكر هذا.وقال بعض أصحابنا بخراسان: يستحب أن يقول هذا، وهذا أحسن عندى ولكن عمل مشايخنا على الأول.

شوافع کے ہاں معمول بہ یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں مانگی جائے گی اگرچہ بعض شوافع نے اس کو مستحب قرار دیا ہے مگر شوافع کے ہاں جس پر عمل ہے وہ یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دیا جائے گا اور دعا نہیں مانگی جائے گی اور نماز جنازہ کے بعد دعا پر کوئی تذکرہ شوافع کے کتب میں ابھی تک تلاش بسیار کے باوجود نہیں مل سکا۔

(5)> أبو عبدالله محمد بن علي بن عمر التميمي المازري المال※ي (ت536ه) فقہ مالکی میں

بھی جنازہ کے بعد دعا کا کوئی بھی تصور نہیں ہے لیجیے یہ حوالہ اپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے » شرح التلقين « (1 / 1157):

وأنزل الدعاء فى الصلاة منزلة القراءة. وجعل فرضًا فيها كما جعلت القراءة فى الصلاة فرضًا. فكما لا يقرأ بعد الركعة الرابعة فى الصلاة فكذلك لا يُدعى بعد التكبيرة الرابعة فى الصلاة على الجنازة.

نماز میں دعا کو بمنزلہ قرات کے فرض کیا گیا ہے نماز جنازہ میں دعا مانگنا فرض ہے جیسے فرض نماز میں قرات کرنا فرض ہے جیسے چوتھی رکعت کے بعد نماز میں قرات کا کوئی تصور نہیں ہے اسی طرح چوتھی تکبیر کے بعد نماز جنازہ میں بھی دعا نہیں مانگی جائے گی (جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا نام ونشان بھی نہیں ہے)

(6) الامام أبو الفتح ظ※ير الدين عبد الرشيد بن أبي حنيف※ الولو الجي (ت 540ھ)
» الفتاو※ الولوالجي※ 1 / 156

ولا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة لان الدعاء مرة وصلاة الجنائز اكثرها دعاء نماز جنازہ کے بعد دعا کا اہتمام نہ کیا جائے کیونکہ دعا ایک مرتبہ ہوتی ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعائیں ہی ہیں۔

(7) > الامام طا※ر بن أحمد بن عبد الرشيد البخاري، المتوف※ سن※ (542ھ)
خلاص※ الفتاوى 225 / 1

ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا اہتمام نہ کیا جائے

(8) > سراج الدين أبو محمد علي التيمي الأوشي الحنفي، (متوفی 569ھ) الفتاو※ السراجي※ 261 / 2

لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة؛لأنه دعاء مرةً،لأن صلاة الجنازة أكثرها دعاء۔نماز جنازہ کے بعد دعا کا نہ مانگی جائے کیونکہ دعا ایک مرتبہ ہوتی

ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعائیں ہی ہیں۔

(9)>علي بن أبي ب※ر بن عبد الجليل الفرغاني المرغيناني، أبو الحسن بر※ان الدين (ت 593ھ)وفي التجنيس والمزيد: 3/271

لايقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة؛لأنه دعاء مرةً،لأن صلاة الجنازة أكثرها دعاء.نماز جنازہ کے بعد دعا کا اہتمام نہ کیا جائے کیونکہ دعا ایک مرتبہ ہوتی ہے اور نماز جنازہ کا اکثر حصہ دعائیں ہی ہیں۔

(10)>بر※ان الدين أبو المعالي محمود بن أحمد البخاري الحنفي (ت 616ھ)»المحيط البر※اني(2/205):»

ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة؛ لأنه قد دعا مرة.«نماز جنازہ کے بعد دعا کا اہتمام نہ کیا جائے کیونکہ ایک مرتبہ دعا مانگی جا چکی ہے۔

(11)>أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدام※ الحنبلي (متوفی 620ھ)»المُغني« لابن قدام※※ تب※※※ر※2/365):

[مسألة يكبر الرابعة ويقف قليلا فى صلاة الجنازة](1564) مسألة: قال: ويكبر الرابعة، ويقف قليلا ظاهر كلام الخرقى أنه لا يدعو بعد الرابعة شيئا ونقله عن أحمد جماعة من أصحابه. وقال: لا أعلم فيه شيئا؛ لأنه لو كان فيه دعاء مشروع لنقل.مالکیوں کے ہاں بھی اگر چہ چوتھی تکبیر کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کیا جائے گا لیکن دعا اس میں بھی نہیں مانگی جائے گی اگے لکھا ہے اگر امام احمد رحمہ اللہ سے چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتی تو ضرور منقول ہوتی (کتب حنابلہ میں بھی جنازہ کے بعد دعا کا ابھی تک کوئی نشان نہیں ملا)

(12)>ابوالرجاء، نجم الدین: مختار بن محمود الزا※دی، الحنفي ہے متوفی 658ھ قنیہ المنیہ لتتمیم الغنیہ 2/56

ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاه الجنازة نماز جنازہ کے بعد کوئی بھی

شخص دعا کے لیے کھڑا نہ رہے

(13) > حسین بن علي السغناقي الحنفي (ت 714 ھ) »الن※اي ※راح※ داي※ السغناقي« (4/138)

وفى ظاهر المذهب ليس بعد التكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام، وقد اختار بعض مشايخنا ما يختم به في سائر الصلوات: "اللهم ربنا آتنا في الدنيا حسنة، وفي الآخرة حسنة، وقنا برحمتك عذاب القبر، وعذاب النار"، وقال بعضهم: يقول: "ربنا لا تزغ قلوبنا ... إلى آخره"، وقال بعضهم: يقرأ: ﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ (180) ظا※ رالرواي※ کے مطابق نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے علاوہ کوئی بھی دعا مشروع نہیں ہے جبکہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعائیں بھی مانگی جاسکتی ہیں (نماز جنازہ کے بعد دعا کا نام ونشان بھی نہیں ہے)

(14) > أبوعبدالله محمد بن محمد العبدري الفاسي المال※ي الش※ير بابن الحاج (ت 737ھ) المدخل لابن الحاج « (3/251):

وذلك أن بعض من يعتنون به من الموتى يتركونه بعد أن يصلى عليه في المسجد ويقفون عنده يدعون ويطولون الدعاء ......، والسنة التعجيل بالميت إلى دفنه ومواراته، وفعلهم بضد« بعض مردوں کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد ان کو مسجد میں کچھ دیر کے لیے رکھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے لوگ میت کے پاس کھڑے ہو کر اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور دعائیں بھی لمبی چوڑی مانگتے ہیں ...سنت یہ ہے کہ مردے کو دفن کرنے میں جلدی کی جائے اور یہ سب کچھ خلاف سنت (یعنی جنازے کے بعد دعا مانگنا بدعت ہے)

(15) > الشیخ الامام فرید الدین عالم بن العلاء الدهلوی ال※ند※ متوفی 786 "الفتاو※ التتارخاني※ (3/90)

ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجناز※؛ نماز جنازہ کے بعد دعا ہرگز نہ مانگی جائے۔

(16)›أبوب※ربن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبِيدِيّ اليمني الحنفي (ت800ھ)

»الجو※ر※نير※لى※مختصر القدوري« (1/107):

(قَوْلُهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ تَكْبِيرَةً رَابِعَةً وَيُسَلِّمُ) وَلَا يَدْعُو بَعْدَهَا بِشَيْءٍ وَيُسَلِّمُ تَسْلِيمَتَيْنِ وَلَا يَنْوِي الْمَيِّتَ فِيهِمَا بَلْ يَنْوِي بِالْأُولَى مَنْ عَنْ يَمِينِهِ وَبِالثَّانِيَةِ مَنْ عَنْ شِمَالِهِ كَذَا فِي الْفَتَاوَى وَبَعْضُ الْمَشَايِخِ اسْتَحْسَنَ أَنْ يُقَالَ بَعْدَ التَّكْبِيرَةِ الرَّابِعَةِ {رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ} [البقرة: 201] وَاسْتَحْسَنَ بَعْضُهُمْ {رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا} [آل عمران: 8] الْآيَةَ وَبَعْضُهُمْ {سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ} [الصافات: 180] إلَى آخِرِ السُّورَةِ إلَّا أَنَّ ظَاهِرَ الْمَذْهَبِ أَنْ لَا يَقُولَ بَعْدَهَا شَيْئًا إلَّا السَّلَامَ «ظا※رالروا※ کے مطابق نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے علاوہ کوئی بھی دعا مشروع نہیں ہے جبکہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعائیں بھی مانگی جاسکتی ہیں (نماز جنازہ کے بعد دعا کا نام ونشان بھی نہیں ہے)

(17)›محمد بن محمد بن ش※اب بن یوسف ال※ردي الش※یر بالبزازي (متوفی 827ھ)

الفتاو※البزازي※(4/80)

ولا يقوم الرجل بالدعاء بعد صلاة الجنازة؛ لأنه قد دعا مرة،«نماز جنازہ کے بعد دعا کا اہتمام نہ کیا جائے کیونکہ ایک مرتبہ دعا مانگی جاچکی ہے۔

(18)›نور الدين أبوالحسن علي بن سلطان محمد ال※روي القاري (930ھ)»فتح باب العناي※ال※قاي※« (1/439):

وظاهر الرواية: أنه ليس بعد التكبيرة الرابعة سوى السلام.

واختار بعضهم أن يقول {رَبَّنَا آتِنَا فى الدُّنْيَا حَسَنَةً} الآية وبعضهم: أن يقول {رَبَّنَا لا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا} الآية وبعضهم: »اللهم لا تحرمنا أجره، ولا تَفْتِنَّا بعده، واغفر لنا وله «. وهو مختار الشافعي.ظا※ رالرواي※ کی روایت کے مطابق نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام ہی پھیرا جائے گا جبکہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعائیں بھی مانگی جا سکتی ہیں چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعا مانگنا امام شافعی کا مسلک ہے (فقہ حنفی کا نہیں ہے نیز نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا یہاں پر نام ونشان بھی نہیں ہے)

(19)>عبد العلي بن محمد بن حسين البرجندي الحنفی (متوفی 935) البرجندي شرح المختصر الوقاي※ (280/1)

ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنازة لأنه يشبه الزيادة فيها كذا فى المحيط وعن ابى بكر بن حامد أن الدعاء بعد صلوة الجنازة مكروه.نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ مانگے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا مکروہ ہے۔

(20)>شمس الدين محمد الخرساني الق※ ستاني (ت نحو 950ھ) جامع الرموز ص 283

لا يقوم داعيا له میت کے واسطے دعا مانگنے کے لیے نہ رکے (یعنی دعا نہ مانگی جائے)

(21)>شمس الدين أبو عبد الله محمد بن محمد الطرابلسي المغربي، المعروف بالحطاب الرُّعيني المال※ ي (ت 954ھ) جمہور مالکیہ کے ہاں چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں مانگی جائے گی البتہ بعض مالکیہ کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد بھی دعا مانگی جائے گی لیکن کتب مالکیہ میں نماز جنازہ کے دعا مانگنے کا نام ونشان بھی نہیں ہے » موا※ ب الجليل في شرح مختصر خليل « (2/ 216): »حكى الباجى فيه خلافا قال عن سحنون: يقف بعد

الرابعة ويدعو كما يدعو بين كل تكبيرتين، قال: وقال سائر أصحابنا يثبت بعد الرابعة فوجه قول سحنون حديث ابن مسعود واعتبارا بسائر « التكبيرات ووجه قول غيره أن الدعاء فى هذه الصلاة بمثابة القراءة فى غيرها وفى غيرها لا يقرأ بعد الركعة الرابعة فلا يدعو لها هاهنا بعد التكبيرة الرابعة انتهى

(22)>زين الدين بن إبرا⌧يم بن محمد، المعروف بابن نجيم المصري الحنفي (ت970ھ) البحر الرائق شرح كنز الدقائق ومنحة الخالق وتكملة الطوري « (2/ 197):

وَقُيِّدَ بِقَوْلِهِ بَعْدَ الثَّالِثَةِ؛ لِأَنَّهُ لَا يَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِيمِ كَمَا فِي الْخُلَاصَةِ « نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگے جیسا کہ خلاصہ میں لکھا ہے۔

(23)>سراج الدين عمر بن إبرا⌧يم بن نجيم الحنفي (ت1005ھ)» النهر الفائق شرح كنز الدقائق « (1/ 394):

(وبتسليمتين بعد) التكبيرة (الرابعة) من غير دعاء بعدها فى ظاهر المذهب واختاره بعض المشايخ أنه يقول: ربنا آتنا فى الدنيا حسنة « ظاہر الروایۃ کی روایت کے مطابق نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام ہی پھیرا جائے گا جبکہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعائیں بھی مانگی جاسکتی ہیں۔

(24)>علي بن (سلطان) محمد، أبو الحسن نور الدين الملا علی القاری الحنفي (ت1014ھ) مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح « (3/ 1213):

ٍلَا يَدْعُو لِلْمَيِّتِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ لِأَنَّهُ يُشْبِهُ الزِّيَادَةَ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ.نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ مانگے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(25)>حسن بن عمار بن علي الشرنبلالي المصري الحنفي (ت 1069ھ)» مراقي الفلاح

شرح نورال إيضاح «(ص219):

ويسلم" وجوبا "بعد" التكبيرة "الرابعة من غير دعاء" بعدها "في ظاهر الرواية" واستحسن بعض المشايخ أن يقول: {رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً...... «اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے اگرچہ چوتھی تکبیر کے بعد ظاہر روایت کے مطابق دعا کا ثبوت نہیں ہے مگر بعض علماء اس کو مستحسن سمجھتے ہیں اس میں بھی نماز جنازہ کے بعد دعا کا نام ونشان بھی نہیں ہے۔

(26)>عبدالرحمن بن محمد بن سليمان، المعروف ب »داماد أفندي«[ت1078ھ) مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر «(1/184):

ليس بعد التكبيرة الرابعة سوى السلام في ظاهر الرواية واختار بعضهم أن يقول {ربنا آتنا} [البقرة: 201] الآية وبعضهم أن يقول {ربنا لا تزغ قلوبنا} [آل عمران: 8] الآية وبعضهم أن يقول {سبحان ربك رب العزة} [الصافات: 180] الآية «ظاہر الروایۃ کی روایت کے مطابق نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام ہی پھیرا جائے گا جبکہ بعض علماء کا یہ قول ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنے سے پہلے دعائیں بھی مانگی جاسکتی ہیں (مگر نہ تو یہ معمول بھی ہے اور نہ مفتی بہ قول ہے اگر نماز جنازہ کے بعد دعا ہوتی تو یہاں ضرور ذکر کیا جاتا)۔

(27)>محمد أمين الشهير بابن عابدين(ت1252ھ)» حاشية ابن عابدين=رد المحتار على الدر المختار الحلبي«(2/213):

وَيُسَلِّمُ) بِلَا دُعَاءٍ (بَعْدَ الرَّابِعَةِ) تَسْلِيمَتَيْنِ نَاوِيًا الْمَيِّتَ مَعَ الْقَوْمِ «احناف کے مسلمہ کتاب فتاوی شامی میں چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی تردید کی گئی ہے نیز نماز جنازہ کے بعد دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

(28)>مولانا غلام رسول مولف پکی روٹی متوفی 1291ھ ھور دعا کھلو کہ نہ پڑھے کیونکہ ہور دعا پڑھنی بدعت ہے بعد جنازے دے (یعنی سلام پھیرنے کے بعد میت کے لیے

دو بارہ دعا نہ مانگے کیونکہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا مانگنا بدعت ہے)
صفحہ نمبر 54 پکی روٹی میں جنازہ کے بعد دعاء کو بدعت لکھا ہے قاضی فضل احمد لدھیانوی اپنی کتاب انوار افتاب صداقت ص 652 پر لکھتے ہیں پکی روٹی ایک چھوٹی سی کتاب پنجابی زبان میں مسائل حنفیہ پر مشتمل ہے واضح رہے یہ کتاب بہت سے بریلوی علماء کی مصدقہ ہے مثلا ابو البرکات سید احمد صاحب حنفی مولانا نور بخش تو کلی وغیرھم۔

(29)> جامع المنقول والمعقول حضرت مولانا مفتی محمد سعد اللہ رحمہ اللہ متوفی 1294ھ نماز جنازہ کے بعد دعا کراہت سے خالی نہیں ہے اکثر فقہاء نماز جنازہ کے بعد دعا کو مسنون عمل پر اضافہ سمجھتے ہیں۔۔۔۔۔فتاوی برجندی میں ہے نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے کھڑا نہ ہو کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں اضافے کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔۔۔۔۔سنن ابو داؤد کی حدیث اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعا کا مطلب یہ ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگی جائے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر دعا مانگو فتاوی سعدیہ صفحہ نمبر 130

(30)> محمد عبد الحي بن محمد عبد الحليم الأنصاري الل※ نوي ال※ ندي، أبو الحسنات (ت 1304ھ) فتاوی اللکنوی ص 506

ولا یقوم الرجل للدعاء بعد صلاۃ الجنازۃ؛ نماز جنازہ کے بعد دو بارہ دعا نہ مانگے۔

(31)> الشیخ العالم الفاضل عبد المنان الحنفي متوفی 1336ھ خزان※ النفیس شرح ر※ م القیس ص 41

ولا یدعو بعد السلام ای لا یقوم القوم والامام بالدعاء بعد صلاۃ الجنازہ اور سلام پھیرنے کے بعد دعا نہ مانگے یعنی مقتدی اور امام نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے نہ رکیں۔

(32)> خادم العلماء والمشایخ مولانا الشیخ الفاضل نور محمد مش※ا※ا المصابیح حواشي ※ا الصحیح ※

المتبر ※ المستند ※

وَلَا يَدْعُو لِلْمَيِّتِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ لِأَنَّهُ يُشْبِهُ الزِّيَادَةَ فِي صَلَاةِ الْجَنَازَةِ۔ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ مانگے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔

(33)> الشیخ الفاضل مولانا محمد بار ※ اللہ رحم ※ اللہ مولانا پنجابی زبان وچ لکھدے نے بعد فراغ نماز جنازے دھل دعا نہ کریے نال شتابی چا کر میت کول قبر دے دھریے (نماز جنازہ کے بعد دعا کے لیے تاخیر نہ کی جائے بلکہ اس کو قبر کے پاس لے جانے کے لیے جلدی کی جائے) انواع بارک اللہ صفحہ نمبر 258

(34)> عمد ※ العلماء زبد ※ الفضلاء الشیخ نصیر الدین مینائی (نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعا کے لیے نہ ٹھہرے) بعد ※ ایستاد ※ نماند برائے دعاء فتاوی برہنہ صفحہ نمبر 359

(35)> خواجہ محمد فضل اللہ مجددی فاروقی رحمہ اللہ کا مفتی بہ فتوی جنازہ کے بعد دعا کرنا بدعت ہے اور مفتی بہ روایت پر عمل کرتے ہوئے قمیص کے دونوں طرف کندھوں تک چاک کیے گئے اور نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بڑے صاحبزادے شیخ محمد سعید رحمہ اللہ اگے بڑے اور نماز سے فراغت کے بعد دعا کے لیے نہیں رکے کیونکہ سنت کا تقاضا اس طرح نہیں اور تمام امور میں مفتی بہ اور عزیمت والے احکام کا لحاظ کیا گیا۔

(عمدۃ المقامات جلد اول صفحہ 318)

(36)> تذ ※ اربگوی ※ خطوط ومراسلات حالات وخدمات پنجاب میں رواج ہے کہ نماز جنازہ پڑھ کر سب شرکاء جنازہ کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا مانگتے ہیں یہ خلاف سنت ہے ہمارے حضرت اقدس اس کے خلاف تھے نیچے حاشیہ میں لکھا ہے مسنون جنازہ پڑھنے کے بعد اضافی دعائے مغفرت کی یہ رسم اب زیادہ پختہ اور زیادہ وسیع ہوگئی ہے۔ خصوصاً نیم خواندہ اور بے علم امام مسجدوں کیوجہ سے جن کی روٹی رسومات مرگ اور میت کے لواحقین کے اطمینان سے وابستہ ہوتی ہے۔

(تذ※ اربگوی※ جلدنمبر 3 صفحہ نمبر 224)

(37) > احوال و مقامات حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سرہندی حضرت خواجہ محمد احسان مجددی سرہندیحضرت خازن الرحمت رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز جنازہ کی امامت کی کیونکہ یہی آنجناب کے منتخب کردہ امام تھے نماز کے بعد دعا کیلئے توقف نہ کیا کہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اقتضاء نہیں کرتی علاوہ ازیں معتبر کتب میں لکھا جاچکا ہے کہ جنازہ کے بعد کھڑے ہوکر دعا کرنا مکروہ ہے۔

(الروضۃ القیومیہ مترجم، ج4،ص449 ترتیب پیرزادہ اقبال احمد فاروقی ناشر مکتبہ نبویہ لاہور)

(38)الفتاو※العالم※يري※المعروف※بالفتاو※ال※ ندي※ الفتاو※العالم※يري※ الفتاو※ندي※ «(1 / 164):»

ثم يكبر الرابعة ثم يسلم تسليمتين وليس بعد التكبيرة الرابعة قبل السلام دعاء هكذا في شرح الجامع الصغير لقاضي خان.وهو ظاهر المذهب، «الفتاو※ العالمگيري※ جوتقریبا500 علماء نے مرتب کیااس میں بھی یہی بات لکھی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے قبل دعا نہیں ہے اور نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے کے بارے میں بالکل خاموشی ہے۔

(39) بریلویوں کے صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی بریلویوں کا مشہور مفتی صاحب نے اپنی کتاب بہارشریعت میں نماز جنازہ کا مکمل طریقہ لکھا ہے نماز جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد اخلاص کے ساتھ دعا مانگنے کا ذکر تو کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعاء نہ مانگے حالانکہ بعض فقہاء نے اس کو مستحسن بھی قرار دیا ہے اور نماز جنازہ کے بعد دعا کا بالکل ذکر نہیں کیا ناصح کہہ دے محبت میں خدا لگتی کچھ مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری مفتی صاحب نے جنازہ کا جو طریقہ لکھا ہے وہ اپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے مسئلہ ۱۸: نماز جنازہ میں تین چیزیں سنت مؤکدہ ہیں: (1) اللہ عزوجل کی

حمد وثنا۔(2) نبی ﷺ پر درود (3) میّت کے لیے دُعا۔نماز جنازہ کا طریقہ یہ ہے کہ کان تک ہاتھ اُٹھا کر اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے اور ناف کے نیچے حسب دستور باندھ لے اور ثنا پڑھے، یعنی سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَجَلَّ ثَنَاؤُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ. پھر بغیر ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہے اور درود شریف پڑھے بہتر وہ دُرود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے اور کوئی دوسرا پڑھا جب بھی حرج نہیں، پھر اللہ اکبر کہہ کر اپنے اور میّت اور تمام مومنین ومومنات کے لیے دُعا کرے اور بہتر یہ کہ وہ دُعا پڑھے جو احادیث میں وارد ہیں اور ماثور دُعائیں اگر اچھی طرح نہ پڑھ سکے تو جو دُعا چاہے پڑھے، مگر وہ دُعا ایسی ہو کہ اُمورِ آخرت سے متعلق ہو۔۔۔۔۔۔چوتھی تکبیر کے بعد بغیر کوئی دُعا پڑھے ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے۔۔۔۔

(بہار شریعت حصہ چہارم صفحہ نمبر 830)

(40)>علامہ نواب محمد قطب الدین خان دھلوی رحمہ اللہ نماز جنازہ کے بعد میت کے لیے دعا نہ کی جائے کیونکہ اس سے نماز جنازہ میں اضافے کا اشتباہ ہوتا ہے۔

(مظاہر حق جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 115)

اکابر دیوبند وعلمائے دیوبند کے 50 حوالے

(1)>حضرت مولانا سید مفتی عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ کا فتوی باقی یہ سورت یعنی نماز جنازہ کے بعد جنازہ کو روک کر سب کے دعا مانگنے کا التزام انحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے ثابت نہیں لہذا مذکورہ طریقہ کو چھوڑ دینا ضروری ہے۔۔۔۔۔یعنی جو کوئی ایسا کام کرے جس کے لیے ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔

(فتاوی رحیمیہ جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 111)

(2)> دارالعلوم دیوبند کا فتوی نماز جنازہ دعا ہے واسطے میت کے لہذا اور کوئی دعا بعد نماز جنازہ کے مشروع نہیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔پس معلوم ہوا کہ میت کے جنازے کے بعد اور کچھ دعا نہ کرے کہ صلاۃ جنازہ خود دعا للمیت ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند صفحہ 214 جلد 5 سوال نمبر۔ 2857)

(3)> دارالعلوم دیوبند کاایک اورفتوی فقہاء رحمہم اللہ نے نماز جنازہ کے بعد دوبارہ دعا کرنے کومکروہ اور ممنوع لکھا ہے کیونکہ نماز جنازہ خود دعاللمیت ہے اس میں اورکسی ایجاد و ایزاد کی حاجت نہیں۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد پانچ صفحہ 298 سوال 3151)

(4)> دارالعلوم دیوبند کا تیسرا فتوی البتہ دعا کو بعد نماز جنازہ کے فقہاء نے مکروہ لکھا ہے کیونکہ نماز جنازہ خود دعاللمیت ہے پس اس کے بعد اورکوئی دعا مشروع نہیں۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد پانچ صفحہ 283 صفحہ 284 سوال نمبر 3103)

(5)> دارالعلوم دیوبند کا چوتھا فتوی نماز جنازہ کے بعد دعا مشروع نہیں۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند ج5 ص 213) سوال نمبر 2855)

(6)> فتاوی مفتی محمود اور جنازہ کے بعد دعا کا بدعت ہونا نماز جنازہ کے بعد قبل از دفن دعا مانگنا بدعت ہے بعد از دفن جائز ہے۔

(فتاوی مفتی محمود جلد سوم صفحہ 50)

(7)> مولانا محمد یوسف لدھیانوی رحمہ اللہ کا فتوی جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد چار صفحہ 393)

(8)> مولانا خلیل احمد سہارن پوری رحمہ اللہ کا فتوی دعا بعد صلوۃ الجنازہ خصوصا وہ دعا جو متعارف بلاد ہے قطعا بدعت و ناجائز ہے۔

(فتاوی مظاہرعلوم صفحہ 139 المعروف فتاوی خلیلیہ)

(9)> مولانا خیر محمد جالندھری رحمہ اللہ کا فتوی نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر دعا مانگنا بدعت ہے کتب حنفیہ میں بھی اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

(خیر الفتاوی جلد اول صفحہ 588)

(10)>مولانا محمد خلیل صاحب رحمہ اللہ کا فتوی مذکورہ بالاصورت میں دعابدعت ہے اس کوترک کردینا چاہیے زمانہ مشہور لہا بالخیر میں اس کا کوئی ثبوت نہیں جولوگ کرتے ہیں غلطی کرتے ہیں

(تحقیق الدعابعد صلاۃ الجنازہ ص 43

(11)>مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کا فتوی نماز جنازہ کے بعد جماعت کے ساتھ دعا مانگنا انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں کیونکہ نماز جنازہ خود دعا ہے۔

(تحقیق الدعابعد صلاۃ الجنازہ صفحہ 43)

(12)>مولانا مفتی عبدالواحد صاحب رحمہ اللہ کا فتوی بعد سلام صلاۃ جنازہ کوئی دعا آپ سے ثابت نہیں کیونکہ صلاۃ جنازہ حقیقت میں ایک دعا ہے۔۔۔۔۔مولانا عبدالحیٔ صاحب اپنی کتاب المسمی نفع المفتی والسائل کے صفحہ 60 پر لکھتے ہیں کہ بعد نماز جنازہ کے دعامکروہ ہے۔

(تحقیق الدعابعد صلاۃ الجنازہ صفحہ 44)

(13)>مولانا غلام ربانی صاحب رحمہ اللہ کا فتوی دعا بعد نماز جنازہ متصلا نہ فرض ہے نہ واجب ہے نہ سنت نہ مستحب بلکہ بدعت ہے۔

(تحقیق الدعابعد صلاۃ الجنازہ صفحہ 42)

(14)>مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کا فتوی نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد دعا کیسی؟؟۔۔۔۔۔اس روایت سے معلوم ہوا کہ سلام کے بعد دعا ثابت نہیں نہ فرض نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔

(تحقیق الدعابعد صلاۃ الجنازہ صفحہ 42)

(15)>مولانا مفتی اصغر علی صاحب رحمہ اللہ کا فتوی نماز جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد کوئی اور دعا مانگنا بدعت ہے حضور ﷺ وحضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین وتبع تابعین ائمہ مجتہدین سلف صالحین الغرض کسی بزرگ سے اس کا ثبوت نہیں۔

(تحقیق الدعا بعد صلاۃ الجنازہ صفحہ 42)

(16)>حضرت مولانا مفتی احمد ممتاز صاحب کا فتوی نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے اجتماعی طور پر دعا کرنا ناجائز بدعت اور زیادۃ فی الدین ہونے کی وجہ سے واجب الترک ہے۔

(حیلہ اسقاط اور دعا بعد نماز جنازہ کا حکم صفحہ 30)

(17) مولانا غلام فرید صاحب کا فتوی نماز جنازہ کے متصل بعد اجتماعی دعا کرنا ثابت نہیں۔

(کتاب نماز صفحہ نمبر 90)

(18)>مفتی محمد ارشاد صاحب کا فتوی نماز جنازہ سے پہلے یا بعد اجتماعی دعا یا فاتحہ پڑھنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں اس لیے یہ ناجائز اور بدعت ہے۔

(موت کی رسومات و بدعت صفحہ 109)

(19)>مولانا غلام محی الدین صاحب کا فتویٰ دعا بعد صلوۃ جنازہ مکروہ ہے اس واسطے کے صلوۃ جنازہ خود دعا ہے اب دعا کی ضرورت باقی نہیں۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 72)

(20)> حافظ مومن خان عثمانی صاحب کا فتوی بدعات مروجہ میں سے ایک بدعت نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا بھی ہے۔۔۔۔ ہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی میں کئی جنازے پڑھائے لیکن کسی ایک جنازہ میں بھی اپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعا نہیں مانگی۔

(بدعتی اور بدعت صفحہ 181)

(21)>مولانا محمد امین صاحب پالنپوری کا فتوی نماز جنازہ کے بعد تدفین سے پہلے اجتماعی طور پر دعا کرنا اور اس کو سنت سمجھنا بدعت ہے۔

(محاضرات علمیہ بر موضوع رضاخانیت پانچواں محاضرہ صفحہ 173)

(22)> مولانا محمد یعقوب رحمہ اللہ صاحب کا فتوی قراءۃ الفاتحہ علی الجنازہ والدعاء للمیت بعد الغسل قبل الرفع وبعد الصلاۃ قبل الدفن بھیئہ اجتماعیۃ امر محدوث وبدعۃ قبیحۃ

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات ص 49)

(23)> ابوالفضل محمد حفیظ اللہ صاحب ڈھاکہ کا فتوی نماز جنازہ کے بعد دفن سے پہلے کسی دعا کی جوکہ سوال میں طریقہ مذکور ہے کوئی روایت نہیں ہے۔

(دلیل الخیر فی ترک المنکرات صفحہ 58)

(24)> مولانا محمد عبد الہادی صاحب کا فتوی فقہاء اور محدثین اس امر کے قائل ہیں کہ صلاۃ جنازہ جو بہیت صلاتیہ ادا کی جاتی ہے خود دعا ہے دوسری دعا کی حاجت نہیں۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 65)

(25)> مولانا محمد عاشق الہی صاحب میرٹھ کا فتوی کسی سے مطلق بھی اس کا ثبوت نہیں کہ نماز جنازہ کے بعد اجتماع و اہتمام سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی گئی ہو۔۔۔۔۔۔۔تو یہ اس کا کھلا ثبوت ہے کہ بدعت ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 68)

(26)> مولانا محمد مبارک حسین محمودی صاحب کا فتوی اجتماع و اہتمام کے ساتھ دفن کے بعد صرف قبر پر دعا کا مانگنا اور میت کے لیے استغفار کرنا ثابت ہے بقیہ اور مواقع مذکورہ فی السوال وغیرہ میں بدعت ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 70)

(27) مولانا محمد رفعت قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنازہ کی نماز خود اعلی درجہ کی دعا ہے اس کے بعد دوسری دعا اجتماعی ثابت نہیں ہے چلتے چلتے تنہا تنہا دل میں دعا کرنے میں کوئی مضائکہ نہیں ہے جنازہ روک کر اجتماعی دعا کا رواج خلاف سنت اور مکروہ ہے۔

(مسائل رفعت قاسمی ج 5 صفحہ 601)

(28)>مولانا ریاست علی صاحب کا فتوی بعد نماز جنازہ کے دعا مانگنا میت کے واسطے فقہاء نے ممنوع لکھا ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 72)

(29)>مولانا مہدی حسن رحمہ اللہ صاحب کا فتوی سوائے اس دعا کے جو دفن کے بعد قبر پر پڑھی جاتی ہے کہ یہ سنت ہے باقی جتنی مرتبہ بھی ہو بوجہ عدم ثبوت در خیر القرون ناجائز ہوگی سب فقہاء کرام نے اس کے مکروہ ہونے کی تصریح کر دی ہے۔(

دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 73)

(30)>مولانا احمد بن ابراہیم صاحب کا فتوی نماز جنازہ دعا للمیت ہے اس سے پہلے نیز اس کے بعد سوائے دفن کے کوئی مخصوص موقع پر اجتماع و اہتمام سے دعا للمیت کرنا وفاتحہ پڑھنا کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکتب فقہ سے ثابت نہیں ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 74)

(31)>مولانا عبدالرحمن صاحب کا فتوی بعد موت قبل دفن کے کوئی دعائے اجتماعی سوائے نماز جنازہ کے دلیل معتبر سے ثابت نہیں۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 75)

(32)>مفتی محمد سعداللہ صاحب رامپوری کا فتوی بعد نماز جنازہ خواندن سورت اخلاص وفاتحہ و دعا برائے میت جائز است یا نہ الجواب خالی از کراہت نیست۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 78)

(33)>مولانا عبداللطیف صاحب کا فتوی صلاۃ جنازہ شریعت نے خود دعا ہی کے لیے تجویز کی ہے لہذا کوئی دوسرا طریق اس کے متصل ایجاد کرنا بدعت ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 88)

(34)>مولانا سید اعظم شاہ صاحب کا فتوی شرع شریف نے نماز جنازہ جو دعا ہے مقرر کر دی لہذا اس سے قبل اور بعد قبل دفن کے دعا جائز نہیں۔

(دلیل الخیرات فیت المنکرات صفحہ 89)

(35)> مفتی دیوبند مولانا عزیز الرحمن رحمہ اللہ صاحب کا فتوی سوائے نماز جنازہ کے اس سے پہلے اور پیچھے بطریق معہود دعا و فاتحہ میت کے لیے ثابت نہیں اور التزام اس کا اور اصرار اس پر اور تارک پر طعن وملامت کرنا ناجائز اور بدعت ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 93)

(36)> مولانا محمد صادق صاحب کا فتوی: بہرحال نماز کے بعد دعا کرنا خلاف سنت ہے اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ میت کے لیے دعا کرنا مطلقا منع ہے نہیں یہ مقصد نہیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ اس موقع پر دعا بہیئت کذائیہ ثابت نہیں مگر بعد دفن قبر پر یا گھر میں دعا کرنا کچھ منع نہیں۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 115)

(37)> مولانا شیخ ابراہیم صاحب رحمہ اللہ کا فتوی: نماز ہی حقیقت میں دعا ہے میت کو کفن پہنا کر لوگوں کو جمع کرنا فاتحہ وغیرہ پڑھ کر دعا مانگنا اور نماز کے بعد دعا مانگنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں اس کے لیے میت کو روکنا مکروہ ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 118)

(38)> مولانا محمد حبیب الرحمن صاحب کا فتوی واضح ہو کہ میت کو دفن کرنے کے قبل خواہ نماز جنازہ کے قبل ہو یا بعد اس کے پاس جمع ہو کر دعا کرنا یا فاتحہ کا پڑھنا بدعت سیئہ ہے یہ رواج نہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا نہ خلفائے راشدین نے اس کو اپنا معمول بنایا نہ ائمہ مجتہدین نے ایسی رسم کو اختیار کیا۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 118)

(39)> مولانا عبد الحکیم صاحب کا فتوی میت کے لیے دو ہی صورتیں دعا کی اجتماع ثابت ہیں ایک نماز جنازہ کہ وہ میت کے لیے عمدہ دعا ہے۔۔۔۔۔۔دوسری اجتماعی صورت بعد دفن کے قبر پر دعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔۔۔۔۔۔ان دو

صورتوں کے سوا اجتماعی حالت میں میت کے لیے دعا کرنے کا ثبوت نہیں ہے۔

(دلیل الخیرات فی ترک المنکرات صفحہ 123)

(40)>مولانا عبدالحمید تونسوی صاحب کا فتوی جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد مستقلا اجتماعی طور پر دعا کرنا کتاب وسنت اور فقہ میں کہیں مذکور نہیں انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین وتابعین اور تبع تابعین میں سے کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے فورا بعد اجتماعی صورت میں دعا مانگی ہو یہاں تک کہ اس کے برعکس فقہاء احناف نے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع فرمایا ہے اور اسے مکروہ لکھا ہے۔

(احکام جنازہ صفحہ 30)

(41)>حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری کا فتوی نماز جنازہ کی جو تفصیل کیفیت ذخیرہ حدیث وفقہ میں بیان کی گئی ہے اس میں نماز جنازہ کے متصل بعد بہیئت اجتماعی رفع ایدی کے ساتھ دعا کا کوئی ثبوت وجواز منقول نہیں۔

(تحقیق الدعا بعد صلاۃ الجنازہ صفحہ 9)

(42)>مولانا ابوسعید اللہ بخش کا فتوی احادیث مشہورہ سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا نماز جنازہ پڑھنا صرف سلام پھیرنے تک منقول ہے اس کے بعد دعا ہرگز منقول نہیں بس یہ دعا مانگنا تعلیم نبوی پر زیادتی ہوگی جس کی شرعا ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔

(تحقیق الدعا بعد صلاۃ الجنازہ صفحہ 26)

(43)>مولانا محمد اصف صاحب کا فتوی نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر دعا مانگنا بدعت ہے کتب حنفیہ میں بھی اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

(بدعات کا انسائیکلو پیڈیا صفحہ 218)

(44)>حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب رحمہ اللہ کا فتوی اپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تابعین تبع تابعین رحمہم اللہ نے ایک دو نہیں ہزاروں جنازے پڑھے اور پڑھائے مگر ان میں سے کسی نے بھی نماز جنازہ کے بعد اجتماعی طور پر دعا نہیں مانگی اس وجہ سے حضرات فقہاء احناف اس طرح دعا کرنے کو خلاف سنت فرماتے ہیں۔

(ادیان باطلہ اور صراط مستقیم صفحہ 339)

(45)> حضرت مولانا مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ کا فتوی ہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین رحمہ اللہ سے ثابت نہیں اس لیے فقہاء کرام اس کو ناجائز اور مکروہ کہتے ہیں۔

(احسن الفتاوی جلد 1 صفحہ 336)

(46)> حضرت مولانا محمد رمضان نعمانی رحمہ اللہ کا فتوی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین تابعین اور تبع تابعین رحمہ اللہ نے ایک دو نہیں سینکڑوں بلکہ ہزاروں جنازے پڑھے اور پڑھائے مگر کسی سے یہ ثابت نہیں کہ انہوں نے نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے فورا بعد اجتماعی رنگ میں دعا مانگی ہو باقی میت کے لیے مطلق دعا سے مل کر اجتماعی شکل میں یا نماز جنازہ کے متصل بعد دعا ثابت کرنا افسوسناک مغالطہ یا قلت تدبر کا حیرت ناک مظاہرہ ہے احکام عامہ سے امور خاصہ کا اثبات درست نہیں ہے بلکہ یہ ایک عیارانہ مغالطہ ہے یہی وجہ ہے کہ فقہاء احناف کثر اللہ تعالی سوادہم نے نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کیا ہے اور اس کو مکروہ لکھا ہے۔

(مذہب اہل سنت والجماعت صفحہ 474)

(47)> حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب کا فتوی نماز جنازہ کے بعد کوئی دعا منقول نہیں بلکہ اجتماعی جہری دعا کو فقہاء نے مکروہ قرار دے دیا ہے۔ فقہاء نے نماز جنازہ سے فارغ ہو کر بعد سلام میت کے لیے مستقلا کھڑے ہو کر اجتماعی دعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

(فتاوی دار العلوم زکریا جلد دوم صفحہ 820)

(48)> علامہ ڈاکٹر خالد محمود صاحب پی ایچ ڈی لندن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے کبھی کسی جنازہ پر نماز جنازہ کے بعد دعا نہ مانگی تھی جنازہ میں میت کے لیے دعا نماز کے اندر ہے نماز کے باہر نہیں نماز جنازہ کی دعا آپ جس سے پوچھیں گے یہی بتلائے گا اللہم اغفر لحیینا ومیتنا وشاہدنا وغائبنا۔

(مطالعہ بریلویت جلد 6 صفحہ 233)

(49)> حضرت مولانا امین صفدر اکاڑوی صاحب رحمہ اللہ اہل سنت والجماعت کہتے ہیں نماز جنازہ سے قبل جیسے اذان اور اقامت ثابت نہیں ایسے ہی نماز جنازہ کے بعد دعا ثابت نہیں۔ (تجلیات صفدر جلد 7 صفحہ 100)

(50)> مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی نماز جنازہ کے بعد متصل ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں ہے اور نماز جنازہ خود ہی دعا ہے ہاں لوگ اپنے اپنے دل میں بغیر ہاتھ اٹھائے دعائے مغفرت کرتے رہیں تو یہ جائز ہے اجتماعی دعا ہاتھ اٹھا کر کرنا بدعت ہے۔

(کفایت المفتی جلد 4 صفحہ 85)

(ماخوذ از دروس مناظرہ جلد دوم)

اب رضا خانی تاویلات پر مختصر تبصرہ ملاحظہ ہو۔

رضا خانی پٹاری کی تاویلات باطلہ

رضا خانی نے صفحہ 582 تا 593 خطیب بخاری فضلی کا قول لا باس بہ ذکر کیا کہ جنازہ کے بعد دعا میں مضائقہ نہیں اس قول کے نقل میں کچھ دیوبندی حوالے بھی دئے۔

ہم یہاں رضا خانی اصولوں پر ہی کہتے ہیں کہ امام فضلی کا یہ قول غیر مفتی بہ مردود جمہور کے خلاف ہے اس لئے مردود ہے۔ رضا خانی اصول گزر چکا کہ مستند کتاب میں بھی غیر مستند قول آسکتے ہیں۔ اور رضا خانیوں کے ہاں تو فقہ حنفی میں معتزلہ کے اقوال بھی جمع ہیں۔

رضا خانی مفتی اعظم کتب فقہ میں علم غیب پر کفر کے فتوے کے قول کو معاذ اللہ معتزلہ کا

قول کہہ کر کہتا ہے:

''لیکن چونکہ ہمارے کچھ فقہا نے اسے نقل فرما کر اس کی تردید نہ فرمائی''۔

(جہان مفتی اعظم ہند،ص 447)

تو ممکن ہے کہ شیخ فضلیؒ نے بھی کسی معتزلی کا قول لاباس بہ نقل کیا اور ہمارے فقہاء نے اسے بنا تردید نقل کر دیا ہو۔

ثانیا: امام فضلی کا یہ قول انفرادی دعا پر محمول ہے جس کے ہم قائل ہیں جیسا کہ کفایت المفتی جلد چہارم ص 169 پر منقول ہے علامہ نقشبندی صاحب نے مروجہ رضاخانی طریقہ کار کو بدعت ومکروہ اور ناجائز کہہ رہے ہیں۔لہذا یہ قول ہمارے خلاف نہیں۔رضاخانی اس قدر دجال ومکار ہے کہ کفایت المفتی سے امام فضلی کی طرف منسوب قول تو نقل کرتا ہے مگر اس کا جواب نقل نہیں کرتا جو بقول رضاخانی:

''کوا بریانی وہ بھی ثواب سمجھ کر ہضم کر کے''۔(حنفیت کے باغی جلد اول،ص 612)

جو کچھ یوں ہے:

''اجازت دینے والوں کا مطمع نظر صرف یہ ہے کہ نفس دعا اصل سے مباح ہے یعنی انہوں نے فی نفسہ دعا کا حکم بتادیا ہے عروض وعوارض سے قطع نظر کی ہے لیکن واقفین حدیث و فقہ پر مخفی نہیں کہ مباح تو مباح مستحب ومسنون چیز بھی عروض وعوارض غیر مشروعہ سے ناجائز ہو جاتی ہے اور کسی مباح یا مستحب کا اتنا اہتمام کرنا کہ وہ فرض یا واجب کی طرح ہو جائے اور اس کے تارک کو لعن طعن کرنا یہ ایسی بات ہے کہ امور مباحہ ومستحبہ کو مکروہ بنا دیتا ہے''۔

(کفایت المفتی جلد چہارم،ص 75)

پس امام فضلی نے مطلق صرف دعا کے بارے میں کہا کہ لاباس بہ لیکن چون کہ رضاخانی اب اسے ضروری فرض سمجھتے ہیں جیسا کہ علامہ نقشبندی صاحب نے ذکر لیا لہذا ناجائز و بدعت ہوگا۔مفتی کفایت اللہ مفتی صاحب مرحوم مزید فرماتے ہیں جسے رضاخانی نے اپنی عادت اعلی حضرتی کے بموجب نقل نہیں کیا کہ:

''لیکن کسی معتبر کتاب میں یوں نہیں لکھا کہ نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کرنا چاہئے یافلاں دعامستحب ہے صرف امام محمد بن الفضلؒ سے یہ مروی ہے کہ دعا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں اور چونکہ لفظ لاباس اکثر خلاف اولی میں مستعمل ہوتا ہے اس لئے ایک صاف اور واضح تطبیق تو امام محمد بن الفضلؒ اور امام ابو بکر بن حامدؒ کے کلام کی یہ ہوسکتی ہے کہ اول الذکر مکروہ تنزیہی اور موخرالذکر مکروہ تحریمی''۔

(کفایت المفتی جلد چہارم،ص 169)

لیجئے امام فضلیؒ کا جواب بھی ہوگیا کہ امام فضلی کا قول مطلقا انفرادی دعا کیلئے ہے مگر یہ بھی خلاف اولی ہے اجتماعی دعا جو رضاخانی کرتے ہیں اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ یہ مکروہ و بدعت ہے۔

امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحبؒ نے بھی امام فضلی کے اس قول کو نقل کرکے اسی قسم کا جواب دیا ہے معلوم نہیں کہ یہ ابو حامد رضوی مرزائی رضاخانی امام فضلی کے قول پر ہانڈ و بکرے کے خصیتین کی طرح اتنا اچھل کیوں رہا ہے؟

امام فضلیؒ کا قول رضاخانی دعوی کے مطابق نہیں

امام فضلی کا یہ قول خود رضاخانی بھی نہیں مانتا کیونکہ امام فضلی کے اس قول کو مان لیا جائے تو جنازہ کے فورا بعد ہر صورت و ہیئت میں دعا مانگنی جائز ہوگی حالانکہ خود رضاخانی لکھتا ہے:

''مگر اسی ہئیت پر رہتے ہوئے جس پر نماز پڑھی ایسا نہ کریں بلکہ صف وغیرہ توڑنے کے بعد اگر دعا وغیرہ کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 584)

رضاخان کے حوالے سے لکھتا ہے:

''نماز جنازہ کے بعد اسی ہئیت پر بدستور صفیں باندھیں وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 583)

''اگر بعد سلام بیٹھ کر یا صفیں توڑ کر تھوڑی دیر دعا کی جائے تو بلا کراہت جائز ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 584)

معلوم ہوا کہ سلام کے فورا بعد طویل دعا کے خود رضاخانی بھی قائل نہیں اسے مکروہ قرار دیتے ہیں علمائے احناف نے جو اسے بدعت و مکروہ کہا ہے اسے اسی صورت پر محمول کرتے ہیں حالانکہ امام فضلی تو بعد التسلیم سلام کے فورا بعد دعا کے متعلق کہتے ہیں کہ لاباس بہ تو امام فضلی تو خود آپ کے قول کے مطابق نماز میں زیادتی کے مشابہت مکروہ و بدعت پر فتوی دے رہے ہیں تو ہم پر بکواس کرنے کے بجائے ذلیل انسان پہلے یہ تو دیکھ کہ تیرا مذہب کیا اور تو فتوی کیا نقل کر رہا ہے؟

رضاخانی کو چیلنج کرنے کا بڑا شوق ہے تو ہم بھی اسے چیلنج کرتے ہیں کہ دس نہیں بیس نہیں پانچ سادات فقہائے احناف کا فتوی بلفظہ بعینہ اس طرح پیش کرکہ:

''نماز جنازہ کے فورا بعد دعا تو مکروہ و بدعت ہے ہاں صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر مختصر اجتماعی دعا کی جائے تو کوئی مضائقہ نہیں''۔

مولانا عبدالکریم کولاچی مرحوم و دیگر دیوبندی علماء

(۱،۲) باقی مولانا عبدالکریم کولاچی مرحوم کا حوالہ دیا ان کی نجم الفتاوی فی الوقت میرے پاس نہیں اور رضاخانی نقل پر تو بالکل بھی اعتبار نہیں رضاخانی حوالے میں فراڈ نہ کرے تو حلالی رضاخانی نہیں کہلائے گا۔اسی طرح صفحہ 594 تا599 شیخ عبدالحق حقانیؒ کی فتاوی حقانیہ اور مفتی فرید صاحبؒ کی فتاوی فریدیہ کے حوالے نقل کرکے اپنے منہ کے گٹر کا ڈھکن کھول کر خوب غلاظت انڈیلی ہے تو اس کے لئے فی الوقت جواب رضاخانی اصول پر یہ ہے کہ:

(۱) یا تو ان کا تفرد ہے۔

(۲) یا کابر و مشائخ دیوبند کے مقابل ان کے فتوے کی کوئی حیثیت نہیں۔ما قبل میں تاجرالشریعہ کا حوالہ گزر چکا کہ ہم فتوی نہیں لگائیں گے بس یہ کہیں گے کہ ان سے حق میں چوک ہوگئی خطاء ہوگئی حق ان پر واضح نہ ہوسکا۔

یاد رہے کہ خود رضاخانی کو بھی اقرار ہے کہ دیوبندیوں کا امام فضلی کے قول کو مستند قرار دینا

مزید جہالت کا اقرارکرنا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

''وہابیہ اسمعیلیہ میں جب آپس میں ہی نماز جنازہ کے بعد دعا میں اختلاف ہوا تو ان کو امام ابوبکر بن فضل حنفی کا قول یاد آیا اور اسی کو معتمد و مستند کہہ کر اسی پر فتوی دے کر اپنی جاہل و بے وقوف قوم کو مزید بے وقوف بنایا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول ص 591)

معلوم ہوا کہ امام فضلی کے قول پر فتوی دینا مزید بے وقوف بنانا ہے لہذا امام فضلی کے قول پر فتوی ہمارا مسلک و مشرب نہیں۔

(۳)صفحہ 599 پر انوار الباری جلد 19 ص 308 کا حوالہ دیا اور اسے امام المحدثین حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی طرف منسوب کیا جو اس رضاخانی کا دجل ہے اول تو انوار الباری امام انور شاہ کشمیریؒ کی کتاب نہیں۔مولانا احمد رضا بجنوری مرحوم کی ہے جو ہمارے ان اکابر میں سے نہیں جو رضاخانی اصول پر ہمارے لئے حجت ہوں۔**ثانیا** انہوں نے اس کتاب میں کئی علماء کی آرا کو پیش کیا۔**ثالثا** علامہ نقشبندی صاحب زید شرفہ کئی عرصہ پہلے اس کا منہ توڑ جواب دے چکے ہیں جس کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔ملاحظہ ہو:

قبر پر نماز جنازہ اور مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ کا تسامح

((ساجد خان نقشبندی))

محترم قارئین کرام بریلوی حضرات انوار الباری شرح صحیح البخاری سے مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ کا ایک ملفوظ نقل کرتے ہیں اور عوام کو تاثر یہ دیتے ہیں کہ یہ محدث کشمیری رحمہ اللہ کا بیان ہے پہلے وہ ملفوظ پڑھ لیں:

''فتح الباری 3/ 76 میں یہاں بھی نماز جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا ذکر ہے، انوار الباری شرح صحیح البخاری جلد نمبر 191817 صفحہ نمبر 308۔

پہلی بات یہ ہے کہ یہ مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ کی ذاتی رائے ہے اس کو محدث کشمیری رحمہ اللہ کا ملفوظ ہر گز ثابت نہیں کیا جا سکتا۔صحیح بات یہ ہے کہ علامہ بجنوری سے یہاں پر تسامح ہوا

ہے تلاش بسیار کے باوجود فتح الباری سے یہ حوالہ ابھی تک دستیاب نہیں ہوا قبر پر نماز جنازہ تھی یا فقط دعاء قبر پر نماز جنازہ کے متعلق جتنی بھی روایات موجود ہیں ان میں تدبر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قبر پر دو امور میں سے ایک ضرور رہوا ہے یا تو صرف نماز جنازہ پڑھی گئی ہے یا فقط دعا پر اکتفا کیا گیا ہے کسی ایک بھی روایت سے دونوں موقف ثابت کرنا بہت مشکل ہیں۔

مفتی احمد یار نعیمی کا بیانیہ اور بریلوی علماء کے لیے لمحہ فکر

یہ مفتی احمد یار نعیمی نے اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے دو موقف بیان کیے ہیں مفتی صاحب کا ایک نظریہ یہ ہے کہ یہ فقط دعا تھی باقاعدہ نماز جنازہ نہ تھی اور اس موقف کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالے سے نقل کیا ہے مفتی صاحب لکھتے ہیں:

''اشعۃ اللمعات نے یہاں فرمایا کہ یہاں صلوٰۃ بمعنی دعا ہے اسی لیے یہاں نہ تکبیروں کا ذکر ہے نہ صفیں بنانے کا، بعض لوگ ان احادیث کی بنا پر کہتے ہیں کہ نماز جنازہ کئی بار ہو سکتی ہے مگر یہ غلط ہے، ورنہ تاقیامت ہمیشہ زائرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پر پہنچ کر آپ کی نماز جنازہ پڑھا کرتے۔ ولی کے نماز پڑھ لینے کے بعد اور کسی کو جنازہ پڑھنے کا حق نہیں دیکھو، حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دو روز تک مسلسل نمازیں ہوتی رہیں مگر جب صدیق اکبر نے جو خلیفۃ المسلمین اور ولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے آپ پر نماز پڑھ لی پھر کسی نے نہ پڑھ''

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 488)

دوسرا موقف یہ ہے کہ یہ نماز جنازہ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت ولی ہونے کے پڑھائی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حق حاصل تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے مسلمانوں کے ولی ہیں، رب فرماتا ہے: "اَلنَّبِیُّ اَوۡلٰی بِالۡمُؤۡمِنِیۡنَ مِنۡ اَنۡفُسِہِمۡ "۔ اگر ولی کے علاوہ اور لوگ نماز پڑھ لیں تو ولی کو دوبارہ جنازہ پڑھنے کا حق ہے، دیکھو صحابہ نے اس میت پر نماز پڑھ لی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ پڑھی، صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع ہو کر۔ جب اُمّ سعد کا انتقال ہوا تھا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے باہر تھے، حضور صلی

اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کے بعد ان کی قبر پر نماز پڑھی۔ مرقات نے فرمایا کہ اس قبر والے کا مبارک نام طلحہ ابن براء ابن عمیر علوی ہے جو انصار کے حلیف ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازہ میں یہ دعا پڑھی کہ یہ طلحہ ہیں تو ان سے راضی اور یہ تجھ سے راضی الخ۔

(مرا٭٭المناجیح شرح مش٭ا٭٭المصابیح جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 487)

مفتی صاحب صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نماز جنازہ کے اندر مانگی تھی اگر یہاں پر دونوں باتیں تسلیم کر لی جائیں کہ پہلے نماز جنازہ پڑھی اور پھر دعا مانگی تو پھر مفتی صاحب کی بات تناقص سے خالی نہیں ہوگی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی صاحب کا موقف بھی غلط ہو جائے گا لہذا بدیہی طور پر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک ہی بات ثابت ہوتی ہے یا فقط نماز جنازہ یا صرف قبر پر کھڑے ہو کر دعا۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ کی تشریح اور بریلوی حضرات کے موقف کی زبردست تردید

علامہ عینی لکھتے ہیں »البناي٭ شرح ال٭داي٭« (213/3)

:وأما الجواب عن حديث ابن عباس فلأنه صلى الله عليه وسلم كان هو الولي، قال الله تعالى: {النَّبِيُّ أَوْلَى بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ} [الأحزاب: 6] (الأحزاب: الآية6) ، ومن العلماء من جعل الصلاة على القبر من خصائص النبي صلى الله عليه وسلم، بدليل ما روي من قوله عليه السلام: »وإني أنورها بصلاتي عليهم« .فإن قلت: ابن حبان يتبع هذا الوجه، فقال: ليس الأمر كما توهموه، بدليل أنه عليه السلام صلى الناس خلفه، فلو كان من خصائصه لزجرهم عن ذلك.قلت: يجوز أن يكون صفهم خلفه لأجل أن يدعو لا للصلاة حقيقة.

حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر پر نماز جنازہ پڑھنا یہ اپ کی خصوصیت تھی پھر

اگے خصوصیت کی دلیل بھی دی ہے پھر اگے علامہ ابن حبان کی طرف سے ایک اعتراض نقل کرتے ہیں کہ اگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوتی تو صحابہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صفحیں نہ بناتے اس کا جواب علامہ عینی حنفی یہ دیتے ہیں کہ صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنا کر دعا مانگی تھی نہ کہ نماز جنازہ پڑھی تھی جبکہ بریلوی حضرات کا موقف یہ ہے کہ صفیں توڑ کر دعا مانگی جائے۔

محدث مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کا موقف اور بریلوی حضرات کی خیانت

مولانا احمد رضا بجنوری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ ان سے اس مسئلہ کو بیان کرنے میں تسامح ہوا ہے ایک بات واضح ہو کہ انوار الباری مکمل طور پر حضرت محدث کشمیری رحمہ اللہ کے افادات کا مجموعہ نہیں ہے بلکہ دیگر حضرات کی اراء کو بھی اس میں شامل کیا گیا ہے اور علامہ بجنوری کی اپنی تشریح بھی اس میں شامل ہے یہ بات انوار الباری کے پڑھنے والے پر مخفی نہیں رہ سکتی بریلوی حضرات خیانت یہ کرتے ہیں کہ اس کو حضرت محدث کشمیری رحمہ اللہ کا ملفوظ بنا کر پیش کرتے ہیں جیسا کہ عام طور پر مناظروں میں دیکھا گیا ہے حالانکہ یہ حضرت کا ملفوظ ہرگز نہیں ہے محدث کشمیری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب فیض الباری میں اسی حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کسی بھی جگہ پر اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ یہاں پر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے حضرت محدث کشمیری نے اسی حدیث کی جو وضاحت کی ہے ہم اپ کے سامنے رکھتے ہیں واضح رہے کہ یہ اسی حدیث کی تشریح ہے جس کو علامہ بجنوری رحمہ اللہ علیہ نے بیان کیا ہے۔

فیض الباری اور محدث کشمیری رحمہ اللہ کا

موقف محدث کشمیری رحمہ اللہ نے ایک موقف یہ بیان کیا ہے کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور خصوصیت پر ایک حدیث بھی پیش کی ہے اس کی وضاحت مفتی احمد یار نعیمی

کے حوالے سے پہلے ہو چکی ہے محدث کشمیری کے الفاظ یہ ہیں » فيض الباري على صحيح البخاري« (2/79):

ولنا أيضا أن نعدها من خصائصه صلى الله عليه وسلم لما عند مسلم »إن هذه القبور مملوءة ظلمة على أهلها، وإن الله ليدخل عليهم نورا من صلاتي أو كما قال. فعلم منه وجه الخصوصية.

محدث کشمیری کے نزدیک اس حدیث کی ایک اور زبردست توجیہ

حضرت نے ایک اور زبردست موقف بیان کیا ہے جس کو خود بھی بہترین قرار دیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں نماز جنازہ ہو ہی نہیں سکتی اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرکت ممکن ہو آگے محدث کشمیری فرماتے ہیں جس نے یہ بات کہی بہت عمدہ بات کہی کہ نماز خواہ نماز جنازہ ہو یا فرض نماز وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتی اور آگے دلیل کے طور پر حضرت ابوبکر صدیق کا یہ فرمان پیش کیا ہے حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے ابوبکر نماز پڑھائے یہ نہیں ہوسکتا حضرت کے الفاظ یہ ہیں » فيض الباري على صحيح البخاري« (2/79):

وأما في حديث الباب فادعى الحنفية أن النبي صلى الله عليه وسلم كان وليا فلا بأس بإعادته. وفي »الخصائص الصغرى« للسيوطي رحمه الله تعالى عن بعض الحنفية: أن صلاة الجنازة لا تصح بدون حضور النبي صلى الله عليه وسلم إذا أمكن شركته. قلت: ومن ذهب هذا المذهب فقد أصاب وأجاد، وهو الذي يعلم من التتبع أن الصلاة وقتية كانت أو جنازة لا تصح بدونه صلى الله عليه وسلم وهو الذي نبه عليه أبو بكر رضي الله عنه ولم يفهمه الناس ولا أدركوا كلامه حيث قال: ما كان لابن أبي قحافة أن يتقدم بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم

محدث کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک اس حدیث کی مزید تفصیل وتشریح

حضرت نے اسی حدیث کی شرح کرتے ہوئے دو باتیں اور بھی درج فرمائی ہیں اور پوری فیض الباری میں تلاش بسیار کے باوجود علامہ بجنوری رحمہ اللہ کے موقف کی طرح ایک خفیف سا اشارہ بھی نہیں ملا۔ حضرت نے جو مزید اس کی شرح کی ہے وہ بھی پڑھ لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جنازہ میں حیثیت ولی کے پڑھایا تھا اور ولی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ دوبارہ نماز جنازہ پڑھائے » فیض الباري على صحيح البخاري « (3 / 45):

قلت: وهذا أيسر في الأحاديث. فظهر منه أن إعادة صلاته صلى الله عليه وسلم كانت من باب الولاية، لا من باب الصلاة على القبر «

پھر اخر میں احناف کا موقف پیش کیا ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اگر ایک مرتبہ نماز جنازہ ہو چکی ہو تو دوبارہ نماز جنازہ نہیں ہو سکتی » فیض الباري على صحيح البخاري « (3 / 44): »

وقال أبو حنيفة ومالك رحمهما الله تعالى: لا يصلى على القبر إن صلى عليه مرة، وإلا يصلى عليه ما لم يتفسخ.

فاضل بریلوی کا بھی یہی موقف تھا۔ فاضل بریلوی اپنی کتاب فتاوی رضوی میں لکھتے ہیں:

"درمختار میں ہے اگر نمازِ جنازہ ولی کے علاوہ کسی ایسے شخص نے پڑھا دی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو قبر پر بھی اعادہ کرسکتا ہے یہ اعادہ اس کے اپنے حق کی وجہ سے ہے نہ کہ اسقاطِ فرض کے لئے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جس نے پہلے جنازہ پڑھ لیا ہو وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہ کرے کیونکہ جنازہ کا تکرار مشروع نہیں"۔

(فتاوی رضویہ جلد نمبر 6 صفحہ نمبر 97)

بریلوی حضرات کے لیے ایک اور پریشانی

بریلوی حضرات اس حدیث سے نماز جنازہ کے بعد دعاء پر استدلال کرتے ہوئے اپنے عقیدہ اور ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں کیونکہ اس حدیث میں صاف طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے فرماتے ہیں کہ مجھے ضرور اطلاع کرنا صحابہ نے راتوں رات جنازہ پڑھا دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اس حدیث کا مکمل ترجمہ مفتی احمد یار نعیمی سے پیش کیا جاتا ہے:

''روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے کہ ایک حبشی عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیتے تھے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تو اس عورت یا مرد کے متعلق پوچھا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فوت ہوگیا فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اس کا معاملہ حقیر جانا فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ لوگوں نے بتائی آپ نے اس قبر پر (فقط) نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہ قبریں اپنی میتوں پر تاریکی سے بھریں ہیں اللہ میری نماز کی برکت سے انہیں نورانی کر دیتا ہے (مسلم، بخاری) لفظ مسلم کے ہیں''۔

(مرا[illegible]لمناجیح شرح مش[illegible]المصابیح جلدنمبر2 صفحہ نمبر 486)

حضرت طلحہ بن البراء کی قبر پر نماز پڑھنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھنا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اس پر دلائل ملاحظہ فرمائیں» صحیح مسلم « (2 / 659 ت عبد الباقي):71» -(956)

وحَدَّثَنِي أَبُو الرَّبِيعِ الزَّهْرَانِيُّ وَأَبُو كَامِلٍ فُضَيْلُ بْنُ حُسَيْنٍ الْجَحْدَرِيُّ (وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَامِلٍ) قَالَا: حَدَّثَنَا حَمَّادٌ (وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ) عَنْ ثَابِتٍ الْبُنَانِيِّ، عَنْ أَبِي رَافِعٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ؛ أَنَّ امْرَأَةً سَوْدَاءَ كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ (أَوْ

شَابًّا) فَفَقَدَهَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم. فَسَأَلَ عَنْهَا (أَوْ عَنْهُ) فَقَالُوا: مَاتَ. قَالَ" أَفَلَا كُنْتُمْ آذنتمونى". قال: فكأنهم صغروا أمرها (أوأمره). فقال: "دلونى على قبرها" فَدَلُّوهُ. فَصَلَّى عَلَيْهَا. ثُمَّ قَالَ "إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوءَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا. وَإِنَّ اللَّهَ عز وجل ينورها لهم بصلاتى عليهم".

اس حدیث کا وہی ترجمہ پیش کر دیتے ہیں جو مفتی احمد یار نعیمی نے کیا ہے روایت ہے حضرت ابو ہریرہ سے کہ ایک حبشی عورت یا مرد مسجد میں جھاڑو دیتے تھے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گم پایا تو اس عورت یا مرد کے متعلق پوچھا لوگوں نے عرض کیا کہ وہ فوت ہو گیا فرمایا تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی راوی کہتے ہیں کہ شاید انہوں نے اس کا معاملہ حقیر جانا فرمایا مجھے اس کی قبر بتاؤ لوگوں نے بتائی آپ نے اس قبر پر نماز پڑھی پھر فرمایا کہ یہ قبریں اپنی میتوں پر تاریکی سے بھریں ہیں اللہ میری نماز کی برکت سے انہیں نورانی کر دیتا ہے (مسلم، بخاری) لفظ مسلم کے ہیں۔ ایک اور حدیث بھی پڑھ لیں۔

سنن ابن ماجہ « (1 / 489 ت عبد الباقي):1528-

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ: حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ حَكِيمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا خَارِجَةُ بْنُ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ ثَابِتٍ، وَكَانَ أَكْبَرَ مِنْ زَيْدٍ، قَالَ: خَرَجْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَلَمَّا وَرَدَ الْبَقِيعَ فَإِذَا هُوَ بِقَبْرٍ جَدِيدٍ، فَسَأَلَ عَنْهُ، فَقَالُوا: فُلَانَةُ، قَالَ: فَعَرَفَهَا وَقَالَ »أَلَا آذَنْتُمُونِي بِهَا« قَالُوا: كُنْتَ قَائِلًا صَائِمًا، فَكَرِهْنَا أَنْ نُؤْذِيَكَ، قَالَ: »فَلَا تَفْعَلُوا، لَا أَعْرِفَنَّ مَا مَاتَ مِنْكُمْ مَيِّتٌ مَا كُنْتُ بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ إِلَّا آذَنْتُمُونِي بِهِ، فَإِنَّ صَلَاتِي عَلَيْهِ لَهُ رَحْمَةٌ« ثُمَّ أَتَى الْقَبْرَ، فَصَفَفْنَا خَلْفَهُ، فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا سنن ابن ماجهكتاب

جنازوں کا بیان باب: قبر پر نماز جنازہ پڑھنا حدیث نمبر: 1528 ترجمہ: یزید بن ثابت رضی اللہ عنہ

(وہ زید بن ثابتؓ کے بڑے بھائی) کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نکلے، جب آپ مقبرہ بقیع پہنچے تو وہاں ایک نئی قبر دیکھی، آپ نے اس کے بارے میں پوچھا تو لوگوں نے کہا: فلاں عورت کی ہے، آپ نے اس کو پہچان لیا اور فرمایا: تم لوگوں نے اس کی خبر مجھ کو کیوں نہ دی؟، لوگوں نے کہا: آپ دوپہر میں آرام فرما رہے تھے، اور روزے سے تھے، ہم نے آپ کو تکلیف دینا مناسب نہ سمجھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اب ایسا نہ کرنا، آئندہ مجھے یہ معلوم نہ ہونے پائے کہ پھر تم لوگوں نے ایسا کیا ہے، جب تم لوگوں میں سے کوئی شخص مرجائے تو جب تک میں تم میں زندہ ہوں مجھے خبر کرتے رہو، اس لیے کہ اس پر میری نماز اس کے لیے رحمت ہے، پھر آپ اس کی قبر کے پاس آئے، اور ہم نے آپ کے پیچھے صف باندھی، آپ نے اس پر چار تکبیریں کہیں۔

محدث کشمیری رحمہ اللہ نے بھی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت شمار کیا ہے

، محدث کشمیری حضرت مولانا انورشاہ رحمہ اللہ نے بھی اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دیا ہے اور حافظ ابن حجر کی طرف سے کیے گئے ایک اعتراض کا تسلی بخش جواب بھی دیا ہے» فيض الباري على صحيح البخاري «(2/79):

ولنا أيضا أن نعدها من خصائصه صلى الله عليه وسلم لما عند مسلم »إن هذه القبور مملوءة ظلمة على أهلها، وإن الله ليدخل عليهم نورا من صلاتي«، أو كما قال. فعلم منه وجه الخصوصية، ومن يكون بعده من يدخل بصلاته نور على أهل القبور. ومر عليه الحافظ وقال: إنه مدرج دخلت فيه قطعة من الحديث الآخر، وهو وهم من الراوي.قلت: وإذا كان حديثا فكيفما كان يكون حجة، وإليه أشار محمد رحمه الله تعالى في الصلاة على الغائب، وقال: وليس النبي صلى الله عليه وسلم في هذا كغيره، يعني به الإشارة إلى الخصوصية وقد

ذ کر ناہ.

فتح الباری کی ایک حدیث سے بریلویوں کا استدلال اور اس کا تسلی بخش جواب

بریلوی حضرات فتح الباری کی ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگی پہلے وہ روایت اپ حضرات کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے »فتح الباري« لابن حجر (3/118ط السلفي ※):

فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حِينَ أَصْبَحَ، فَجَاءَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى قَبْرِهِ، فَصَفَّ النَّاسَ مَعَهُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: اللَّهُمَّ الْقَ طَلْحَةَ يَضْحَكُ إِلَيْكَ وَتَضْحَكُ إِلَيْهِ.

اس روایات کا ترجمہ یہ ہے صبح کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے مرنے کی خبر دی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر پرا کر کھڑے ہوئے اور اپ کے ساتھ صحابہ نے صفیں بنائی پھر اپ نے ہاتھ اٹھائے اور دعا مانگی اے اللہ اپ طلحہ سے سے اس حالت میں ملیں کہ طلحہ اپ کو دیکھ کر ہنس رہا ہو اور اپ طلحہ کو دیکھ کر مسکرا رہے ہوں اس حدیث میں واضح طور پر فقط نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے صفیں بنائیں پھر اپ نے نماز جنازہ کے اندر سلام پھیرنے سے پہلے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعا مانگی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعا کا نام ونشان بھی نہیں ہے یہ دعا نماز جنازہ کے اندر تھی دو محدثین کی وضاحت حافظ ابن عبدالبر اور حافظ ابن بطہ الحنبلی دونوں محدثین نے فتح الباری والی مختصر حدیث کو مکمل بیان کیا ہے اس حدیث کے اخر میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ کی قبر پر کھڑے ہو سلام پھیرنے سے پہلے نماز جنازہ کے اندر دعا مانگی تھی »ال إبان ※ ال ※ بر ※ - ابن بط ※« (7/101):

فَأُخْبِرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم حِينَ أَصْبَحَ فَجَاءَ حَتَّى وَقَفَ عَلَى قَبْرِهِ فَصَفَّ وَصَفَّ النَّاسَ مَعَهُ، ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ فَقَالَ: »اللَّهُمَّ الْقَ طَلْحَةَ يَضْحَكُ إِلَيْكَ وَتَضْحَكُ إِلَيْهِ« ثُمَّ انْصَرَفَ »التمهيد - ابن عبد البر « (4/ 245 ت بشار): »فأُخبرَ النبى صلى الله عليه وسلم حينَ أصبَح، فجاء حتى وقَف على قبرِه في قِطارةٍ بالعَصَبةِ، فصفَّ وصفَّ الناسُ معه، ثم رفَع يدَيْه وقال: "اللَّهُمَّ الْقَ طلحةَ تضحَكُ إليه ويضحَكُ إليكَ". ثم انصرَف

فتح الباری کی حدیث سے ایک اور استدلال اور بریلویوں سے ایک عاجزانہ سوال

بریلوی لفظ ثم سے استدلال کرتے ہیں اگرچہ جواب دینے کی کچھ ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ اوپر وضاحت گزر چکی ہے کہ یہ دعا سلام پھیرنے سے پہلے تھی پھر بھی ایک اور جواب عنایت کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں فا کا لفظ ہے اور بریلویوں کا اصول ہے کہ فلا تعقیب بلا مہلت کے لیے آتی ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفیں بنانے کے فورا بعد بلا کسی تاخیر کی دعا مانگی کیا صفیں بنانے کے بعد نماز جنازہ پڑھا جاتا ہے یا دعا مانگی جاتی ہے؟ فقال والی حدیث بھی قارئین کی نظر کی جاتی ہے

الآحاد والمثاني لابن أبي عاصم «(4/155): 2139-

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُطَرِّفٍ أَبُو سُفْيَانَ السُّرُوجِيُّ، ثنا عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ عُثْمَانَ الْبَلَوِيِّ، عَنْ عَزْرَةَ بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ، أَوْ عُرْوَةَ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِيهِ، عَنْ حَصِينِ بْنِ وَحْوَحٍ، أَنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم أَتَى قَبْرَ طَلْحَةَ بْنِ الْبَرَاءِ فِي قِطَارٍ بِالْعُصْبَةِ فَصَفَّ وَصَفَّنَا خَلْفَهُ فَقَالَ: »اللَّهُمَّ الْقَ طَلْحَةَ يَضْحَكُ إِلَيْكَ وَتَضْحَكُ إِلَيْهِ

بریلویوں کی گرتی دیوارکو آخری دھکا لیجیے بریلویوں کی مقتدر اور محترم شخصیت مفتی احمد یار نعیمی سے ہم دکھا دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا نماز جنازہ کے اندر مانگی تھی چنانچہ مفتی صاحب لکھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینہ کے بعد ان کی قبر پر نماز پڑھی۔ مرقات نے فرمایا کہ اس قبر والے کا مبارک نام طلحہ ابن براء ابن عمیر علوی ہے جو انصار کے حلیف ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنازہ میں یہ دعا پڑھی کہ یہ طلحہ ہیں تو ان سے راضی اور یہ تجھ سے راضی الخ۔

(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 487)

امید ہے اب کوئی اشکال باقی نہیں رہے گا انشاء اللہ۔ (ختم شد)

اللہ اکبر! اسے کہتے ہیں علم علامہ نقشبندی صاحب زید مجدہ کو اللہ نے وہ علم دیا کہ تم جیسے گدھے اس کی خاک کو بھی نہیں پہنچ سکتے اس لئے عاجز ہو کر گالیاں دے دے کر اپنے حرام کے گیارہ لاکھ حلال کرتے ہو۔

اس کے بعد صفحہ 600 تا 601 پر ایسے مولویوں کے حوالے دیئے جن کی کوئی حیثیت مسلک میں نہیں کسی کتاب کے ٹائٹل پر کچھ لکھا ہونے سے کیا رضاخانیوں کے ہاں وہ حجت ہو جاتا ہے؟ اپنے اصول سے جواب دیں تاکہ ہم کتاب کے اگلے ایڈیشن کے ٹائٹل پر لکھوالیں ''ابو حامد رضوی کی دوشقی وقف فی سبیل الشیطان''۔

سادات احناف پر رضاخانی فتوے

رضاخانی علامہ نقشبندی صاحب پر غراتے ہوئے لکھتا ہے:

''وہابی اسمٰعیلی نے جتنے فتوے بزعم خود ہم پر لگانے کی کوشش کی ہے وہ ہم پر نہیں لگیں گے لیکن دوسرے قول کے قائلین فقہائے کرام پر ضرور لگیں گے وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے جو گڑھا ہمارے لئے کھودنے کی کوشش کی تھی اب خود ہی اس میں گر گیا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول، ص 587)

مزید بھونکتے ہوئے لکھتا ہے:

''وہابی اسمٰعیلی ساجد خان نے اس مسئلہ کو بیان کر کے اپنے ہی کئی اکابرین کے سر پر جوتے مارے ہیں اور ان کیلئے ذلت و رسوائی کا سامان کیا ہے۔۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کی عیاری مکاری اور دھوکہ نازی سب کو معلوم ہو سکے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 582)

بانس بریلی کا یہ کتامزید شریف انسانوں پر بھونکتے ہوئے لکھتا ہے:

''اب وہابی اسمٰعیلی ساجد خان امام ابو بکرمحمد بن فضل پر بھی دو چارفتوے لگائے اور انکو حنفیت سے خارج کرے یا اپنی جہالت سے باز آئے۔۔۔وہابی اسمٰعیلی ساجد خان کو تو کوئی شرم وحیاء نہیں کیاسارے وہابی اسمٰعیلی ایسے ہی ہو گیے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول،ص 589)

اب خود رضاخانی لکھتا علامہ عبدالحیٔ لکھنویؒ کے حوالے سے جو رضاخانیوں کا بھی بزرگ ہے:

''ایک روایت کے مطابق وہ جنازے کی دعا ہے جس کے بعد دعا مانگنا مکروہ ہے الزاہدی نے ابو بکر بن حامد کے حوالہ سے القنیہ میں لکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا مکروہ ہے۔۔نیز المحیط سے نقل کیا گیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کیلئے لوگ نہ ٹھریں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 585)

مزید لکھتا ہے:

''ہم نے یہ حوالہ صرف اس لئے دیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعامانگنے کے حوالے سے فقہاءاحناف کے دوقول ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 586)

معلوم ہوا کہ فقہائے احناف کاایک قول جنازہ کے بعد دعا کے مکروہ و ناجائز ہونے کا بھی ہے۔اور سلام کے فورا بعد دعا کو تو رضاخانی بھی ناجائز و مکروہ کہتے ہیں اور فقہائے کے اقوال کو اسی پر محمول کرتے ہیں۔اب عمر اچھروی کا فتوی ملاحظہ ہو:

''اللہ کریم نے اس آیت میں اپنے مومنوں کو خاص طور پر دعا مانگنے کا ارشاد فرمایا اور مومنوں کی دعا کو خصوصیت سے قبول فرمانے کا بھی وعدہ کیا اور جو لوگ اللہ کی دعا سے تکبر میں رہے تو ان کو اللہ نے ذلیل کر کے جہنم میں ڈال کر فرمائیں گے کہ تم وہ جماعت ہو کہ مجھ سے مانگنے والوں کو بھی روکتے تھے اور میرے دربار میں میرے بندوں کو بدعتی کہہ کر ہاتھ پھیلانے نہ دیتے تھے اب تم اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچو کہ جو لوگ نماز فریضہ جنازہ کے بعد دعا سے روکتا ہے تو کیا اس کی سزا جو اللہ تعالی نے سیدخلون جھنم داخرین فرمائی ہے نہ دے گا؟ کیونکہ اللہ تعالی کا اعلان عام ہے''۔

(مقیاس حنفیت، ص 530)

اب صفیں توڑنے سے پہلے تمام فقہائے اللہ کے بندوں کو دعا سے منع کرتے ہیں اور صفیں توڑنے کے بعد فقہائے کا ایک طبقہ منع کرتا ہے تو عمر اچھروی کے فتوے سے معاذ اللہ سب ہی سادات احناف جہنم کا ایندھن ہیں ۔تو اس عیار، مکار، ذلیل ورسوا جاہل بلکہ اجہل الکائنات کے فتوے ہم پر تو نہیں لگے مگر ہمت کرے اور ان تمام سادات احناف کو معاذ اللہ جھنمی کہے۔ یہ ابو حامد رضوی وقت کا ابو جاہل رضوی تو ہے کیا سارے رضاخانی بھی اسی طرح کے جاہل ہیں؟ رضاخانی اپنے منہ کا گٹر اگلتے ہوئے کہتا ہے:

''ساجد خان کوئی لایعنی تاویل کر کے ان کو بچانے کی کوشش کرے تو میں پہلے سے ہی کہتا ہوں کہ وہابی اسمعیلی جو بھی تاویل کرے اس کا بھی کم از کم پانچ معتبر ومستند سادات احناف سے ثبوت دے ورنہ اس کی وی تاویل اس کے چوڑے چماڑوں کی طرح گٹر میں پھینک دی جائے گی اور پھر اس گٹر کی حفاظت کی ڈیوٹی بھی وہابی اسمعیلی ساجد خان کو مفت میں دی جائے گی''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلداول، ص 595)

تو رضاخانی مرزائی ابو حامد رضوی اسمعیلی جو بھی تاویل کرے کم از کم پانچ مستند ومعتبر سادات احناف سے اس کو پیش کرے ورنہ وہ تاویل اس کے چوڑے چماڑ احمد رضاخان

بریلوی کی طرح گٹر میں پھینک دی جائے گی اور پھر اس پر رضاخانی قوم کے چوڑے مظفر حسین شاہ کو مفت میں چوکیدار کھڑا کر دیا جائے گا جس کی ذمہ داری ہر روز اس گٹر یعنی احمد رضاخان کے چوتڑوں میں ''نو جوڑ والا محققہ'' پھیر کر اس کی صفائی کرنی ہوگی۔

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو رضاخانی چماڑ سے زیادہ ذلیل اور کسی بھڑوے سے زیادہ کمینہ مفتری احمد یار پاپائے گجرات فقہائے احناف کے متعلق لکھتا ہے:

''عبارتوں میں تو دعا سے ممانعت ہے ہی نہیں بلکہ کھڑے ہو کر دعا کرنے سے منع فرمایا ہے وہ ہم بھی منع کرتے ہیں''۔

(جاء الحق، ص 288)

اور پھر خود ہی جناز کے بعد دعا کے ثبوت کیلئے لکھا:

''میں نے ابن ابی اوفی کو دیکھا یہ بیعت الرضوان والے صحابی ہیں کہ ان کی دختر کا انتقال ہوا پھر ان پر چار تکبیریں کہیں پھر اس کے بعد دو تکبیروں کے فاصلہ کی بقدر کھڑے ہو کر دعا کی اور فرمایا کہ میں نے حضور علیہ السلام کو ایسے ہی کرتے دیکھا''۔

(جاء الحق، ص ۲۸۲)

اب بقول رضاخانی صحابی رسول ﷺ اور خود رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ کے بعد کھڑے ہو کر دعا مانگی تو فقہاء اور رضاخانی حکیم الامت کون ہوتا ہے کھڑے ہو کر دعا سے منع کرنے والے؟ معاذ اللہ۔ یہ رذیل اب حضور کا مقابلہ کرنے پر بھی نہیں شرماتے۔لہذا یا تو مانو کہ روایت سے استدلال کرنے میں رضاخانی پاپائے گجرات چماڑ سے زیادہ ذلیل بانس بریلی کے گٹروں کی مفت میں چوکیداری کرنے والے احمد یار گجراتی نے دجل وفریب کیا یا پھر حضور ﷺ کی سنت وطریقہ سے منع کرنے والے اپنے اس نام نہاد حکیم الامت کو بانس بریلی کے گٹر میں ڈبکیاں لگاؤ۔

نوٹ: رضاخانی نے فضلی کے قول کیلئے جو حوالے دئے اس کے متعلق کہا کہ ساجد خان کے اکابر ہیں تو رضاخانی اپنے اصولوں پر ان دیوبندیوں کو (ماسوائے مفتی کفایت اللہ صاحب

دہلوی ؒ کو کہ انہیں خود علامہ صاحب اپنے اکابر میں سے مانتے ہیں) علامہ نقشبندی صاحب کے ''اکابر'' میں سے ہونا ثابت کرے بصورت دیگر اپنا مکار و عیار ہونا تسلیم کرے۔

ہم نے یہ تمام تر تفصیلات علامہ صاحب کے دروس سے لی ہے جسے اپنے الفاظ میں خلاصۃً پیش کر دیا اور یہ خبیث کہتا ہے کہ علامہ صاحب کو تو پتہ ہی نہیں ذلیل انسان امام فضلی کے حوالے ہمارے ہی فتاوی سے لیکر ہم پر ہی رعب ڈلتا ہے جیسے بہت بڑا تیر مار لیا ہو۔

التزام پر لایعنی بکواس

رضاخانی کے پاس جب اپنے مدعیٰ پر کوئی حوالہ نہیں ہوتا تو ہر مسئلہ پر بیس سے چالیس صفحات کا کوٹہ پورا کرنے کیلئے دو کام کرتا ہے:

(۱) غلیظ سے غلیظ گالیوں میں کئی صفحات سیاہ کر دینا شروع کر دیتا ہے۔

(۲) لایعنی اور غیر متعلقہ موضوعات کو چھیڑ دیتا ہے۔

یہاں بھی یہی صورتحال ہے کبھی کس طرف بھاگتا ہے کبھی کس طرف۔اب اس موقع پر التزام کی بات سرے سے علامہ نقشبندی صاحب نے کی ہی نہیں مگر اس پر صفحات کالے کرنے شروع کر دئے مولانا غلام الرحمن صاحب کا حوالہ پیش کیا کہ اگر دعا کو لازم سمجھیں تو دعا چھوڑ دینا بہتر ہے اور پھر سوال کرتا ہے کہ''چھوڑ دینا بہتر ہے'' سے حرام ثابت ہوگا یا مکروہ؟

اول تو انہیں ہمارے ان اکابر میں سے ثابت کرو جو ہم پر رضاخانی اصول پر حجت ہوں۔**ثانیاً** مفتی غلام الرحمن صاحب نے یہاں''چھوڑ دینا بہتر ہے'' کو بطور حکم شرعی ذکر نہیں کیا کہ مقابل میں حرام و مکروہ کا سوال کیا جائے۔''بہتر ہے'' بمنزلہ جنس سے جس کا اطلاق کئی چیزوں پر ہوسکتا ہے رضاخانی بتائے کیا مکروہ گناہ کے کاموں کو چھوڑ دینا''بہتر چیز نہیں''؟

لہذا''بہتر'' کا اطلاق مدلول کے اعتبار سے بہت سی چیزوں پر ہوسکتا ہے مروجہ دعا کو چونکہ علماء فقہاء نے مکروہ و بدعت کہا ہے لہذا جو اللہ سے ڈرتے ہوئے اس مکروہ کو چھوڑتا ہے تو''یقینا'' ایک بہتر کام کرتا ہے۔اس جاہل کو اردو عبارت تک سمجھنے کی صلاحیت نہیں۔

باقی رضاخانی کا خود التزام کا معنی یہ کرنا کہ:

’’کئی سنی حضرات ہوتے ہیں جو دعا مانگے بغیر ہی قبرستان چلے جاتے ہیں اور کچھ اپنے کام کاج پر چلے جاتے ہیں کبھی بھی کسی سنی معتبر و مستند عالم نے ان پر کسی قسم کا کوئی فتوی نہیں لگایا‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 604)

تو رضاخانی لکھتا ہے:

’’وہابی اسمعیلی ساجد خان ان وہابیوں کے نام بتائے جنہوں نے نماز جنازہ کے بعد دعا کر کے وہابیت اسمعیلیت کا بیڑا غرق کر دیا‘‘۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 603)

تو مرزائی رضاخانی ابو حامد ان رضاخانیوں کے نام بتائے جو بغیر دعا کئے قبرستان اور اپنے کام کاج پر چلے جاتے ہیں۔جب ایک لسٹ تیار ہو جائے تو احمد یار گجراتی نے جو کہا کہ دعا بعد نماز جنازہ جائز بلکہ سنت ہے (جاء الحق،ص 288) اور عمر اچھروی نے جو کہا احناف نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے ہیں (مقیاس حنفیت،ص 529)

لہذا ترک سنت اور حنفیت کے خلاف کرنے پر ان سے توبہ کروائیں اور اگر بغیر توبہ مر گئے تو مظفر حسین شاہ والی شکل کسی بانس بریلی محلہ جسولی کے گٹر کی نذر کریں۔اور جتنے بھی زندہ جماڑ سے زیادہ ذلیل رضاخانی اکابر و اصاغر زندہ ہیں ان کے گلے میں یہ ترک سنت و ترک حنفیت کا طوق ڈال کر ان سے توبہ کروائیں۔باقی رضاخانی جنازہ کے بعد دعا نہ کرنے والوں کو جھنمی سمجھتے ہیں کیا اس کے بعد بھی لزوم و التزام کے سر پر سینگ ہوتے ہیں؟

فقہائے احناف کی عبارات سے گلو خلاصی کی کوشش

رضاخانی نے علامہ صاحب کے دلائل قاہرہ سے مکمل عاجز ہو کر اول تو خوب گالیاں دی پھر صفحہ 606 تا 617 ان علماء کو پیش کیا جو ہمارے لئے حجت نہیں یا امام فضلی کے حوالوں کو دوبارہ پیش کیا جس کا جواب ہو چکا ہے۔ہم بار بار وضاحت کر رہے ہیں کہ یہ اس خبیث کی عادت ہے کہ ایک ہی حوالے کو بار بار نقل کر کے صفحات سیاہ کرتا رہتا ہے۔

امام اہلسنت ؒ اس قسم کے دیوبندیوں کے متعلق لکھتے ہیں:

''تعجب ہے کہ بعض دیوبندی حضرات کو بھی یہاں مغالطہ ہوا ہے اور بعض نے اس سلسلہ میں راقم سے خط وکتابت بھی کی ہے ان کی تسلی کیلئے ہم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب ؒ کا حوالہ درج کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ:

''بعض فقہا نے فرمایا کہ کھڑا رہ کر دعا نہ کرے چونکہ نماز جنازہ کے بعد اسی حالت پر کھڑا رہنا اور دعا کرنا خاص طور سے اجتماع و اہتمام کو ثابت کرتا ہے اس لئے اس طرح تعبیر فرمادیا مطلب وہی ہے کہ اجتماع واہتمام سے دعا نہ کرے یعنی اگر کوئی ایک شخص نماز جنازہ کے بعد اتفاقی طور پر اپنی جگہ کھڑا رہا اور اس نے کوئی دعا اپنے دل میں میت کیلئے مانگ لی تو اگرچہ اس نے کھڑے رہ کر یہ دعا کی ہے مگر مکروہ نہیں ہوگی کیونکہ کراہت کی اصل علت اجتماع و اہتمام موجود نہیں اور نفس قیام علت کراہت نہیں ۔انتہی بلفظہ (دلیل الخیرات ص 51، 52)۔اس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ کراہت کی علت اجتماع و اہتمام ہے اس لئے اگر صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر اجتماعی صورت میں دعا کی جائے تب بھی مکروہ اور ممنوع ہے''۔(راہ سنت،ص 211،212)

لہذا ان بعض الناس دیوبندیوں کا یہ کہنا کہ کھڑے ہو کر نہ مانگے صفیں توڑ کر یا بیٹھ کر مانگے مردود ہے اور رضاخانی اصول کے بقول ان سے حق تک پہنچنے میں خطاء ہوئی ہے۔اور ابو حامد مرزائی کے اصول کے مطابق اکابر کے مقابل اس قسم کے اصاغر کی تحقیقات کی کوئی حیثیت نہیں ۔لہذا ایسی تحقیقات پر مشتمل تمام صفحات ،کتب وفتاوی کی بتی بنا کر ابو حامد مرزائی خان صاحب کی دوشتی کی نذر لغوی مان لے۔

ملاعلی قاری حنفی ؒ کی عبارت کے متعلق کہتا ہے کہ:

''میں آپ کو بتاتا ہوں کہ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی عبارت کا مطلب کیا ہے علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ فرمارہے ہیں کہ اس صورت میں میت کیلئے دعا نہ کرے جس سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ لازم آئے اور یہ صورت اس وقت ہوگی جب صفوں میں اسی طرح کھڑے ہو کر دعا

کرے جس طرح نماز جنازہ پڑھی اگر صفیں توڑنے کے بعد دعا مانگی جائے تو اس عبارت سے اس کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 610)

ہم رضاخانی ہی اصول پر مطالبہ کرتے ہیں کہ اس نے جو یہ تاویل کی اس پر کم از کم پانچ سادات احناف کا حوالہ پیش کرے کہ ملا علی قاری حنفیؒ کی عبارت کا مطلب یہ ہے بصورت دیگر بانس بریلی کے گٹر میں ڈوب مرے۔

اس جاہل کو یہ علم ہی نہیں کہ ملا علی قاری نفس دعا ہی کو نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ کہہ رہے ہیں اسی لئے نفس دعا سے منع کر رہے ہیں۔

الحمدللہ آپ نے دیکھا کہ اس باب میں یہ رضاخانی مکمل عاجز ہے۔ اس کے پاس اپنے مدعی و دعوے پر کوئی ایک دلیل بھی نہیں علامہ صاحب کے دلائل سے مکمل عاجز ایک کا بھی جواب اس کے پاس نہیں سوائے اس بکواس کے کہ فلاں دیوبندی نے یوں کہا فلاں نے یوں جبکہ وہ دیوبندی خود اس رضاخانی کے اصول پر ہم پر حجت نہیں۔

پچاس کے قریب دیوبندی علماء اور چالیس کے قریب فقہاء اور پھر رضاخانی مشایخ کے مقابل خود رضاخانی اصول پر کسی کو لاچی و حقانی کی کوئی حیثیت و وقعت نہیں۔

گیارھواں مسئلہ

نماز جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکرو مروجہ نعت خوانیاں

مسئلہ نمبر......11

نماز جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر کرنا

احناف کے ہاں نماز جنازہ کے ساتھ باآواز بلند ذکر کرنا یا نعرے وغیرہ لگانا مکروہ یعنی بدعت ہے انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی نظریہ ہے۔

(۱) شیخ عبدالرحمن بن محمد بن سلیمان المدعو بشیخي زاد ※ معروف بداماد أفندي (المتوفی ۱۰۷۸ھ) رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

(وَعَنِ النَّبِيِّ - صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - أَنَّهُ كَرِهَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَالْجِنَازَةِ) .وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَيَذْكُرُ عِنْدَ الْجِنَازَةِ فِي نَفْسِهِ

(مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج2، ص 551)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرات قرآن و جنازہ کے وقت آواز بلند کرنے کو ناپسند فرماتے اور فتاوی بزازیہ میں ہے کہ جنازے کے وقت بلند آواز سے ذکر مکروہ ہے اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے۔

(۲) علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں:

وَيُطِيلُ الصَّمْتَ إذَا اتَّبَعَ الْجِنَازَةَ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ لِمَا رُوِيَ عَنْ قَيْسِ بْنِ عُبَادَةَ أَنَّهُ قَالَ: كَانَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - يَكْرَهُونَ رَفْعَ الصَّوْتِ عِنْدَ ثَلَاثَةٍ: عِنْدَ الْقِتَالِ، وَعِنْدَ الْجِنَازَةِ، وَالذِّكْرِ؛ وَلِأَنَّهُ تَشَبُّهٌ بِأَهْلِ الْكِتَابِ فَكَانَ مَكْرُوهًا.

(البدائع الصنائع، ج1، ص 230)

جنازہ کے ساتھ چلتے وقت خاموشی اختیار کرے اور اس وقت باآواز بلند ذکر کرنا مکروہ ہے جیسا کہ حضرت قیس بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین موقعوں پر آواز بلند کرنے کو ناپسند کرتے جنگ کے وقت جنازہ کے وقت اور ذکر کے وقت اور یہ اہل کتاب

سے مشابہت ہے اس وجہ سے مکروہ ہے۔

(۳) امام أبوبکر بن علي بن محمد الحدادي العبادي الزَّبيدِيّ اليمني الحنفي رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۰۰ھ) لکھتے ہیں:

وَعَلَى مُتَّبِعِي الْجِنَازَةِ الصَّمْتُ وَيُكْرَهُ لَهُمْ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَالْقِرَاءَةِ.

(الجوهرة النيرة، ج1 ص 180، فتاوی عالمگیری ج1، ص 223)

جنازہ کے ساتھ چلنے والے خاموشی اختیار کریں اس وقت ان کیلئے آواز بلند کرنا مکروہ ہے۔

(۴) شیخ ملا خسرو محمد بن فرامرز بن علي الشهير رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۸۵ھ) لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَيَذْكُرُ فِي نَفْسِهِ

(درر الحكام شرح غرر الأحكام، ج1، ص 167)

جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر کرنا مکروہ ہے اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے

(۵) ابن نجیم مصری لکھتے ہیں:

وَيَنْبَغِي لِمَنْ تَبِعَ جِنَازَةً أَنْ يُطِيلَ الصَّمْتَ وَيُكْرَهُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَغَيْرِهِمَا فِي الْجِنَازَةِ وَالْكَرَاهَةُ فِيهَا كَرَاهَةَ تَحْرِيمٍ

(البحر الرائق، ج2، ص 207)

جو جنازہ کے ساتھ چلے اس پر لازم ہے کہ خاموشی اختیار کرے اس وقت بآواز بلند ذکر کرنا اور تلاوت قرآن وغیرہ کرنا مکروہ ہے اور یہ کراہت کراہت تحریمی ہے۔

(۶) فتاوی بزازیہ میں ہے:

ويكره رفع الصوت بالذكر خلف الجنازة ويذكر في نفسه

(فتاوی بزازیه، ج1، ص 54)

جنازہ کے پیچھے چلتے وقت بلند آواز کے ساتھ ذکر کرنا مکروہ ہے اور ایسے موقع پر دل میں ذکر کرے

(۷) قاضی خان میں ہے:

یکرہ رفع الصوت بالذکر فان اراد ان یذکر اللہ یذکرہ فی نفسہ و عن ابراھیم رحمہ اللہ تعالی کانوا یکرھون ان یقول الرجل وھو یمشی معھا استغفروا لہ غفر اللہ لکم

(فتاوی قاضی خان، ج1، ص119)

جنازہ کے وقت بلند آواز سے ذکر کرنا مکروہ ہے اور اگر ذکر کرنا چاہے تو دل میں کرے حضرت امام ابراہیم سے منقول ہے کہ وہ لوگ اس بات کو مکروہ جانتے کہ جنازہ کے ساتھ چلتے وقت یہ نعرہ لگایا جائے جنازہ کیلئے اللہ سے بخشش کا سوال کرو اللہ تمہاری بخشش کرے۔

(۸) فتاوی سراجیہ میں ہے:

رفع الصوت بالذکر و قراۃ القرآن و قولھم کل حی یموت و نحو ذالك خلف الجنازۃ بدعۃ

(فتاوی سراجیہ، ص 130، باب التکفین)

جنازہ کے وقت بآواز بلند ذکر و تلات کرنا مکروہ ہے اور لوگوں کا اس وقت یہ نعرہ لگانا کہ ہر جی نے مرنا ہے یا اس جیسے نعرے وغیرہ (جیسا کہ ہمارے ہاں آج کل نعرہ لگتا ہے کلمہ شہادت۔۔) بدعت ہیں۔

بدعتی نظریہ

آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ نبی اکرم ﷺ ان کے اصحاب اور ان کی پیروی میں فقہاء احناف جنازہ کے وقت بآواز بلند ذکر کرنے کو یا کسی قسم کے نعرے لگانے جیسا کہ آج کل ہوتا ہے کہ کلمہ شہادت اس کو مکروہ جانتے اور بدعت جانتے مگر اہل بدعت آج نہ صرف نعرے لگاتے ہیں بلکہ باقاعدہ بعض جنازوں میں مائیک کے ساتھ یا بآواز بلند نعت خوانیاں کرتے

ہیں یہ سب گناہ و بدعت ہے۔

بانی فرقہ بریلویت جناب مولانا احمد رضا خان بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) اپنی وصیت میں لکھتے ہیں:

''جنازہ کے آگے پڑھیں'' تو تم پر کروڑوں درود''۔

(وصایا ص 15، انجمن انوارالقادریہ کراچی)

جب فقہاء نے اللہ کے ذکر اور قرآن کی تلاوت کو بھی اس موقع پر مکروہ لکھا تو خان صاحب کو یہ اجازت کس نے دی کہ وہ اپنی لکھی ہوئی نعتیں اپنے جنازے پر پڑھوائیں؟

خود خان صاحب بریلوی سے یہ سوال ہوا کہ ''جنازہ کے آگے بلند آواز سے ذکر کرنا مولود شریف پڑھنا جائز ہے یا مکروہ بعض کتب فقہ میں اسے مکروہ تحریمی اور تنزیہی لکھا ہے''۔

(اذان القبر ص 45، ناشر دارالکتب حنفیہ کراچی باہتمام سید شاہ تراب الحق قادری)

بجائیے یہ کہ خان صاحب اپنی حنفیت کا دم بھرتے اور اس فتوے کو برقرار رکھتے ان کے اندر کے بدعتی اور فقہ حنفی کی دشمنی نے انگڑائی لی اور نام نہاد صغرے کبرے ملا کر یہ فتوی جاری کر دیا کہ اگرچہ فقہ نے مکروہ لکھا ہے مگر اب اس دور میں یہ سب جائز ہے۔

سوال یہ ہے کہ خان صاحب کی حیثیت و اوقات کیا ہے کہ وہ فقہاء کرام کے فتوے کو کالعدم قرار دیں؟ کیا یہ شریعت کے مقابل اپنی شریعت گھڑنی نہیں؟ آج جو لوگ فقہ حنفی کے منکر ہیں انہیں کس منہ سے خان صاحب الزام دیتے ہیں؟

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت، ص 67 تا70)

رضاخانی کا ان دلائل کے سامنے عاجزی

رضاخانی ان دلائل قاہرہ کے جواب میں ہر قسم کی ننگی گالیاں دینے کے باوجود اس اعتراف پر مجبور ہوا کہ:

''ہم تو خود کہتے ہیں کہ فقہاء احناف نے اس کو مکروہ لکھا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 632)

جب فقہائے احناف نے اس کو مکروہ لکھا ہے تو نے تسلیم کرلیا تو اب جتنی بکواس تو نے علامہ نقشبندی صاحب پر اس مسئلہ میں کی ہے وہ سب مردود ہے اور وہ گالیاں دراصل تو نے ان سادات احناف کو دی ہیں۔

رضاخانی رکیک تاویلات

رضاخانی نے اول تو گالیوں میں صفحات سیاہ کرنے کے ساتھ ساتھ صفحہ 619 تا 628 علامہ عبدالغنی نابلسیؒ کے حوالے دئے کہ وہ جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر کو جائز کہتے ہیں۔ تو اس پر عرض ہے کہ:

(۱) عبدالغنی نابلسیؒ تو خود احمد رضاخان کے فتوے سے گستاخ رسول ﷺ سے ہے معاذاللہ وہ قوالیوں کو ناچ گانے کو جائز کہتا ہے جسے احمد رضاخان حرام تو اب تمہارا ہی اصول ہے کہ جسے تم خود نہیں مانتے اسے ہمارے خلاف کیسے پیش کررہے ہو؟

(۲) ''پاک پیغمبر ﷺ، صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، صاحب مجمع الانھر، علامہ کاسانی حنفیؒ، فتاوی عالمگیری کے پانچ سو فقہاء، اام ابوبکر زبیدی یمنی حنفی، شیخ ملاخسرو، ابن نجیم مصری، صاحب فتاوی بزازیہ، قاضی خانؒ، صاحب فتاوی سراجیہ کے مقابلے میں خود رضاخانی اصولوں پر کیا حیثیت ہے؟ غلام رسول سعیدی احمد رضاخان کے مقابل کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو نابلسی کی رسول ﷺ کے مقابل کیا حیثیت ہے کہ معاذاللہ رسول اللہ ﷺ ایک کام سے منع کرے اور نابلسی اس موقع پر فضول قیاس کرکے اسے جائز کہے؟

احمد رضاخان ابوحامد جیسے بدمست رضاخانی شیاطین پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''بعض جہال بدمست، یا نیم ملا ہوس پرست، یا جھوٹے صوفی باد بدست کہ احادیث صحیحہ مرفوعہ محکمہ کے مقابل بعض ضعیف قصے یا محتمل واقعے یا متشابہ کلمے پیش کرتے ہیں، انہیں اتنی عقل نہیں یا قصدا بے عقل بنتے ہیں کہ صحیح کے مقابل ضعیف، متعین کے آگے محتمل محکم کے حضور متشابہ واجب الترک ہے، پھر کہا قول م کہاں حکایت فعل''۔

(رسائل رضویہ جلد اول، ص 472 م 473)

تو نیم ملا بدمست، اور جاہل ملا ہوس پرست رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اور اور سادات احناف کے مقابل عبد الغنی نابلسیؒ کے قول کی کوئی حقیقت نہیں جو تمہارے اصول پر بھی بدعت ہے جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

رضاخانی کے سادات احناف بدعتی ہیں

رضاخانی عقل وخرد سے عاری ہو کر سید ابو طاہر ابدال کا قول علامہ عبد القادر الرافعی کے حوالے سے لکھتا ہے:

''السنۃ و ان کانت ھنا السکوت ۔۔اس مقام پر سنت اگرچہ خاموشی ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیو بندی جلد اول، ص 634)

اب سنت جنازے کے موقع پر خاموشی اور دل میں ذکر کرنا ہے جیسا کہ علامہ نقشبندی صاحب نے کہا اور رضاخانی کہتا ہے کہ نہیں:

(۱) علامہ عبد الغنی نابلسی۔

(۲) عبد الوہاب شعرانیؒ

(۳) سید علی خواصؒ۔

(۴) شیخ الرافعیؒ۔

(۵) قہستانی۔

(۶) شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ۔

(۷) دجال مائۃ سابقہ وحاضرہ احمد رضاخان۔

(۸) دجال ابن دجال مصطفی رضاخان۔

(۹) خلیفہ دجال اعظم امجد علی گھوسوی رضاخانی۔

کہتا ہے کہ نہیں بلکہ ذکر بالجہر کرنا مستحب ہے نعتیں پڑھنا مستحب ہے۔گویا یہ حضرات سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف فعل کے جواز کے قائل ہیں اب سنئے رضاخانی مذہب میں بدعت کی تعریف کیا ہے مفتی عبد القیوم ہزاروی لکھتا ہے:

''بدعت مذمومہ وہ کام ہے جو کتاب وسنت کی نصوص یا اجماع امت کے مخالف ہو''۔

(عقائد ومسائل،ص 76)

اب سنت خاموشی ہے انہوں نے اس سنت کی مخالفت کرتے ہوئے جہر کو مستحب کہہ دیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب بدعت مذمومہ کے مرتکب ہو کر بدعتی ہوئے۔

اقبال سعیدی رضا خانی بدعت کی تعریف لکھتا ہے:

''اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ بدعت دراصل احکام شریعت میں تحریف کا نام ہے۔ یعنی جو حکم شرعی کسی دنیوی یا دینی چیز کے بارے میں شریعت میں قرار دیا گیا اس کی بجائے اپنی طرف سے کوئی حکم لگانا''۔

(مصباح سنت، جلد اول،ص 12)

اب شریعت نے جنازہ کے موقع پر حکم شریعت خاموشی قرار دیا اسے سنت کہا اور یہ اسے اپنی طرف سے اب بدل کر جہر کو مستحب قرار دے رہے ہیں تو حکم شرعی میں تحریف کر کے رضا خانی فتوے سے بدعتی ہوئے۔احمد یار گجراتی لکھتا ہے:

اب بدعت تین معنی میں استعمال ہوتا ہے نیا کام جو حضور انور کے بعد ایجاد ہوا خلاف سنت کام جو دافع سنت ہو''۔

(جاء الحق،ص 195)

مزید لکھتا ہے:

''ایسے عمل ایجاد کرے جو دین یعنی کتاب وسنت کے مخالف ہوں جس سے سنت اٹھ جاتی ہو وہ ایجاد کرنے والا بھی مردود ایسے عمل بھی باطل

(مراۃ المناجیح جلد اول،ص 462)

تو جاہل رضا خانی! تیری فضولیات مان لیں تو یہ دافع سنت و رافع سنت ہو کر خود تیرے حکیم الامت کے ہاں مردود و باطل عمل ہے۔

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ ابو حامد رضا خان کیا بھنگ پی کر کتاب لکھتا ہے؟ یہ سمجھ آتی ہے کہ یا تو اس نیت سے کتاب لکھی ہوگی کہ بھلا اتنی غلیظ گالیوں اور لایعنی بے تکی باتوں کا جواب بھلا کون دے گا؟ لہذا جو منہ میں آئے بک دو جو حوالہ ملے کتاب میں درج کردو کون پوچھنے والا ہے؟ یا پھر کم از کم شراب کے نشے میں دھت ہو کر یہ سب حرام کاریاں کر رہا تھا۔
ایسی جہالتیں کسی صحیح العقل آدمی سے متصور نہیں یقینا ابو حامد رضوی کی عقل کافور کی طرح اس کے اعلی حضرت میں تھی اور اعلی حضرت بھی کٹے ہوئے تو وہاں سے بھی عقل نکلی ہوئی تھی۔ یہ اس قدر عقل سے عاری ہے کہ شیخ عبد القادر رافعیؒ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ خاموش رہنا اگر چہ سنت ہے مگر لوگ غیبت و برائی کرتے ہیں تو اب:
''دو خرابیوں میں ہلکی خرابی کا ارتکاب کرتے ہوئے اس کا ترک کر دینا زیادہ پسندیدہ ہے''۔(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص635)
یعنی ترک سنت بھی خرابی ہے لیکن چونکہ غیبت بڑی خرابی ہے اس سے بچنے کیلئے ہم ذکر بالجہر کی اجازت دے دیں گے۔تو خبیث آدمی! علامہ نقشبندی صاحب نے جو کہا کہ خاموشی سنت ہے اسے تو بھی مان رہا ہے۔اس سنت کو ترک کرنے کو تو بھی خرابی مان رہا ہے تو پھر آخر علامہ صاحب پر بکواس کس چیز کی کر رہا ہے؟
باقی ان حضرات کا یہ قیاس کہ لوگ غیبت کرتے ہیں تو ہم سے تو یہ رضاخانی لسٹیں مانگتا ہے کہ کون کونسی دیوبندی بدعت کرتے ہیں؟ تو ہم بھی تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کون اس موقع پر غیبت کرتا ہے؟ ہم تو جب بھی جنازہ کے ساتھ جاتے ہیں واللہ آخرت پیش نظر ہوتی ہے۔
ثانیا ہمیں گالیاں دیتا ہے کہ جاہلوں کے عمل کو کیوں حجت بنا کر پیش کر رہے ہو؟ تو یہاں بھی جو عوام جاہل ہیں اور غیبت کر رہے ہیں تو ان جاہلوں کے عمل سے سنت کو کیوں ترک کیا جا رہا ہے؟ جب علامہ ساجد صاحب یہی کچھ نذر و نیاز،عرس،غیر اللہ سے استمداد،مزارات، چراغاں کے موقع پر کہہ رہے تھے اور خرافات کو ترک کرنے کا کہہ رہے تھے تو اس وقت تیری بکواس ختم نہیں ہو رہی تھی اور اب جب اپنی گردن پر بات آئی تو جاہل عوام کی خاطر سنت کو

ترک کرنے پر بھی تیار ہوگیا اور باقاعدہ اسے حنفی قاعدہ کہہ رہا ہے۔

اب اس بدبخت شخص کی بدبختی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ احمد رضا خان کے نزدیک مکروہ حرام کے قریب ہے اس فعل کو پاک پیغمبر ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سادات احناف مکروہ بقول احمد رضا خان حرام کہہ رہے ہیں لیکن یہ بدبخت عبدالغنی نابلسی کے حوالے سے لکھتا ہے:

''جو اسے حرام کہے وہ فہم شریعت سے قاصر ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 626)

استغفراللہ! یہ فتوی کس پر لگ رہا ہے رضاخانی اصولوں پر؟ رضاخانی بھیگی بلی بن کر کہتا ہے:

''جو باتیں حضرت علیہ الرحمۃ نے بیان کی ہیں وہ وہی بیان کر سکتے ہیں ہماری وہ اوقات نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 627،628)

کیوں؟!!! یہ شریعت تیرے باپ کی ہے؟ علامہ نقشبندی پر تو بھونک بھونک کر ہلکان ہوجاتا کہ شاباش مشرک، بدعتی کے فتوے سادات احناف پر لگاؤ اور یہاں تجھے اوقات یاد آگئی؟ جب تیری اوقات نہیں تو اوقات سے بڑھ کر باتیں کیوں نقل کرتا ہے؟ تیری اوقات نہیں تو اپنے اصولوں پر جواب دے کہ علامہ عبدالغنی نابلسی کی یہ اوقات کہاں سے ہوگئی کہ وہ رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام سادات احناف پر معاذ اللہ کوتاہ۔۔۔۔استغفراللہ!!

رضاضانی کہتا ہے:

''اب جو بھی فتوے وہابیہ اسمعیلیہ نے لگانے ہیں وہ علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ پر لگادیں اور فقہائے احناف کے جتنے بھی فتوے وہابی اسمعیلی ساجد خان نے نقل کئے ہیں ان سب کا مصداق علامہ نابلسی علیہ الرحمۃ کو بنادیں اگر ہم پر فتوے لگتے ہیں تو جواز کا جو کہہ رہے ہیں وہ کیسے وہابیہ کے اصول سے فتوے سے بچیں گے''

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 622)

تو لیجئے احمد رضا خان، مصطفی رضا خان، امجد علی گھوسی پر تو ہم فتوے لگا دیتے ہیں کہ پکے حرام خور، مشرک، بدعتی جہنم کے کتے سنت کارد کرنے والے شریعت میں تحریف کرنے والے محرف یہودی ہیں۔ لیکن رضاخانی اصولوں وفتووں پر جو بدعتی کے فتوے:

''سادات احناف پر لگتے ہیں وہ رضاخانی لگائے اگر ہم پر فتوے لگ سکتے ہیں تو رضاخانی اصول پر سادات احناف ان فتووں سے کیسے بچیں گے؟''۔

ہماری طرف سے تو اصولی جواب

چونکہ رضاخانی کے نزدیک ہر بات جو کتاب میں وہ اس کے نزدیک سادات احناف کا مذہب بن جاتا ہے لہذا اس پر تو فتوے لازم ہیں لیکن ہمارا یہ نظریہ نہیں ہمارے نزدیک خود خان صاحب کے اصولوں پر کتب میں رطب و یابس ہر چیز ہوتی ہے کتاب کا معتبر ہونا اس کے مصنف کا معتبر ہونا اور بات ہے اس کی ہر بات کا معتبر ہونا اور بات ہے اس لئے اس باب میں جتنے اقوال رضاخانی نے پیش کئے وہ سب ضعیف غیر مفتی بہ مردود اقوال ہے۔

امجد علی گھوسوی رضاخانی لکھتا ہے:

''کسی کتاب کے معتبر ہونے کا یہ معنیٰ نہیں کہ اس میں جو کچھ لکھا ہے سب مسلم ہے۔ یہ شان تو صرف قرآن مجید ہی کی ہے ورنہ ہر کتاب میں بعض بعض امور متروک بھی ہوتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم''۔

(فتاوی امجدیہ جلد بر چار، ص 463 بحوالہ فتح الرحمن، ص 134)

تو یہ تمام اقوال سادات احناف کا مذہب نہیں بلکہ واجب الترک متروک وشاذ اقوال ہیں۔ خود رضاخانی نے تسلیم کیا کہ:

''ہم تو خود کہتے ہیں کہ فقہاء احناف نے اس امر کو مکروہ لکھا ہے اس کے ساتھ ایک اور قول بھی ہے جس کو وہابیہ اسمعیلیہ نہیں مانتے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 632)

معلوم ہوا کہ اصل تو فقہاء کا مذہب اس کو ''مکروہ'' کہنا ہے۔ ہاں ایک قول اور ہے مگر

اس کی حیثیت صرف ایک ''قول مردود ومتروک'' کی ہے۔ ہم رضاخانی کو اس قسم کے اقوال کی بیسیوں مثالیں پیش کر سکتے ہیں جہاں فقہاء ایک طرف اور قول ایک طرف مگر اسے رضاخانی نہیں مانتے۔ مثلاً غائبانہ جنازہ فقہائے احناف کے نزدیک جائز نہیں احمد رضاخان نے اس پر پورا فتوی رسالہ کی صورت میں شائع کیا اسی فتوے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ کا قول غائبانہ جنازہ کے جواز پر موجود ہے جسے خان صاحب نے رد کیا۔تو جاہلوں یہاں محض ایک قول کو نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، فقہائے احناف کے مقابل لیتے ہوئے اور اسے ہی مذہب بناتے ہوئے تمہیں شرم نہیں آتی ؟ پھر بدمعاشی بھی کرتے ہو کہ ہمیں بدعتی اور احناف کا مخالف نہ کہو۔

رضاخانی کا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ پر فتوے

رضا رضاخانی صفحہ 637،636 پر ملفوظات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ؒ جیسی غیر معتبر کتاب سے حوالہ نقل کرنے کے بعد نیم ملاں جاہل بدمست بن کر لکھتا ہے:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان اینڈ کمپنی تو جنازہ کے ساتھ ساتھ ذکراللہ اور نعت شریف پڑھنے پر فتوے داغ رہی تھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے تو اس سے بھی بڑا کام کر دیا اور قوال اور گانے تک کا جواز جنازہ کے ساتھ ثابت کر دیا کیا وہابی اسمعیلی ساجد خان بتائے گا کہ جنازہ کے ساتھ قوالوں کا گانا جائز ہے اگر نہیں تو شاہ صاحب پر کیا حکم لگے گا؟''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 637)

یہ فتوے کس نے لگائے اسی مکار، عیار، دھوکہ باز، فراڈی کی زبانی ملاحظہ ہو:

''ہم تو خود کہتے ہیں کہ فقہاء احناف نے اس امر کو مکروہ لکھا ہے اس کے ساتھ ایک اور قول بھی ہے جس کو وہابیہ اسمعیلیہ نہیں مانتے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 632)

الحمدللہ ہمیں فخر ہے کہ ساجد خان نقشبندی اینڈ کمپنی کے فتوے عین سادات احناف کے مطابق ہیں لیکن رضاخانی دجل وفریب نہ کرے تو کیا کرے؟ کیونکہ اس نے اپنے گرو گھنٹالوں سے

سیکھا ہی یہی ہے ۔رہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ ان پر ہم کیوں فتوی لگائیں جبکہ احمد رضاخان پہلے ہی اس فتوے داغنے کی مشین گن ہاتھ میں لئے اسی انتظار میں کھڑا ہے کیونکہ احمد رضاخان نے قوالیوں اور گانے کے حرام ہونے پر پورا رسالہ ''

مسائل سماع

لکھا ہے اب رضاخانی ہمت کرے اور احمد رضاخان کا حلالی فرزند ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے شاہ صاحب پر فتوے لگائے۔

لا باس بہ کا پنکچر

رضاخانی نے صفحہ 632 و 633 پر ایک مردود قول ''لاباس بہ و خلاف اولی'' کا ذکر اور جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کو مکروہ کو مکروہ تنزیہی ثابت کرنے کی ناکام کوشش پر پھولے نہیں سمارہا کہ دیکھو جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر ''لاباس بہ و خلاف اولی'' ہے تو اس لاباس بہ و خلاف اولی کی حقیقت بھی اپنے مناظر اعظم کی زبانی ملاحظہ ہو:

''یعنی اللہ تعالی بھی حرام، مکروہ اور خلاف اولی کام پر غضب کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی حرام، مکروہ، وخلاف اولی کام پر غضبناک ہوتے تھے۔۔۔اللہ تعالی خلاف اولی پر راضی نہیں بلکہ غضب فرماتا ہے''۔

(عصمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص 65)

''ہم نے مستند دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ خلاف اولی اور بظاہر خلاف اولی و ترک افضل و مکروہ تنزیہی بھی ممنوع شرعی و باعث سخط و غضب الہی کام ہیں''۔

(عصمۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ص 65)

تو آپ کے مذہب میں لاباس بہ خلاف اولی جواز اور کرنے کیلئے نہیں بلکہ خدا کے غضب کیلئے ہوتا ہے۔ ہائے رے رضاخانی تیری کونسی ''کل'' صحیح۔ حقیقت میں رضاخانیوں کو ذلیل کرنے کیلئے بس ان کی کتب ہی کافی ہیں بشرطیکہ گہرائی سے مطالعہ کیا ہو۔

بعض دیگر حوالے

رضاخانی نے صفحہ 638 تا645 پر ملفوظات حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ کے حوالے سے کسی بزرگ کا قول پیش کیا کہ جنازہ کے ساتھ وصیت کی تھی اشعار پڑھنے کی۔صفحہ 650 پر پھر اسی ملفوظ کو نقل کر کے صفحہ 651 تک بکواس کی۔پھر تیسری دفعہ صفحہ 664و665 پر اس کو دہرا کر بکواس کی۔صفحہ 647و648 پر''امداد المشتاق'' کے حوالے سے شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ کی وصیت پیش کی کہ جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر کیا جائے۔ہمارے پاس''امداد المشتاق'' ''کا اسلامی کتب خانہ'' کا نسخہ ہے جس کے صفحات 219 ہیں موصوف نے کسی'' بک کارنر جہلم'' کے نسخہ کا حوالہ دیا جو ہمارے پاس نہیں ہمارے پاس جو نسخہ ہے اس میں بھی باوجود کوشش کے ہمیں مطلوبہ حوالہ نہ مل سکتا۔(بہر حال اصولی جواب پھر بھی آگے آرہا ہے)اور پھر کچھ ایسی غیر معتبر کتب جو رضاخانی اصول پر ہمارے لئے حجت نہیں سے پیش کی کہ وہ بزرگ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور پھر مطالبہ کیا کہ اب ان پر بھی فتوی لگاو۔

رضاخانی نے ملفوظات کے حوالے میں دجل وفریب کیا کیونکہ اس ملفوظ کے شروع ہی میں حضرت حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحبؒ نے وضاحت کردی کہ:

''ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ بزرگان سلف پر جو اعتراضات ہیں لوگوں کے انکے معاملات کی حقیقت معلوم نہیں ہوتا اس لئے اعتراض کرتے ہیں جامعیت اور کاملیت کے بعد بھی باستثناء راسخین اکثر کو جب ایک طرف مشغولی زیادہ ہوجاتی ہے دوسری طرف سے ذہول ہونے لگتا ہے تو اس جانب کے حقوق میں بعض اوقات کوتاہی ہوتی ہے اس لئے یہ حضرات معذور تھے اعتراض کرنے والوں کو کیا خبر کہ کسی پر کیا گزر رہی ہے اور کس حالت میں ہے اصل میں یہ حضرات عاشق تھے تو عشق کے غلبہ میں کوئی فروگذاشت ہوجانا بعید نہیں چنانچہ عشق کے غلبہ میں بعض بزرگوں کے جذبات کے بعض واقعات یاد آگئے''۔

(ملفوظات حکیم الامت، جلد سوم، ص 270)

لیجئے حضرت حکیم الامتؒ خود صاف واضح فرمارہے ہیں کہ ان سے یہ سب کچھ جو ہوا وہ فرو

گذاشت تھی غلطی تھی خطاء تھی لیکن ہم کوئی فتوی نہیں لگائیں گے کیونکہ غلبہ عشق کی وجہ سے سب کچھ ہوا اور غلبہ عشق میں تو رضاخانیوں کے نزدیک مشایخ و بزرگان دین سے کفریات بھی صادر ہوئی ہیں۔"دیوان محمدی" کے دفاع میں چونکہ یہ ساری بکواس رضاخانیوں کے پیش نظر ہے مزید حنیف قریشی کی کتاب "مناظرہ گستاخ" میں بھی اس پر اچھا خاصہ مواد ہے اس لئے ہم اسے یہاں نقل کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔لیکن اگر اس کے باوجود بھی اگر رضاخانی الوخانی ابوحامد رضوی کی "دوشتی کے کیڑے" اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہے ہیں تو ہم فی الوقت صرف ایک حوالہ تمام رضاخانی کی طرف سے ذکر کردہ حوالوں کے جواب میں نقل کردیتے ہیں مفتی راحت قادری لکھتا ہے:

"اور حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہاء پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے اور حسن ظن یہ ہے کہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطاء سرزد ہوگئی نہ کہ انہوں نے دانستہ حق کو چھوڑا اور باطل کو اپنایا"۔

(خطائے اجتہادی، ص10، بریلی)

تو اگر تیری ساری فضولیات من وعن مان بھی لیں تو بزرگوں سے حسن ظن کے طور پر ہم یہی کہیں گے کہ ان سے خطاء ہوگئی۔رضاخانی کہتا ہے:

"وہابی اسمعیلی ساجد خان فتوے ٹھوک دیتا ہے لیکن اپنے گھر کی کتابیں نہیں پڑھتا"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی وہابی جلد اول، ص 647)

الحمدللہ علامہ ساجد خان نقشبندی صاحب زید مجدہ نے تمہارے گھر کی کتب پڑھ کر ہی تمہاری منجی ایسی ٹھوکی ہے کہ مظفر حسین شاہ نے تم جیسے جاہلوں کو بھی گیارہ لاکھ ماہانہ پر مزدور رکھا ہوا ہے۔باقی تو نے نہ اپنی نہ دوسرے کے گھر کی کتب پڑھی ہیں بلکہ اپنی یہ کتاب بھی نہیں پڑھی اگر صرف تیری اسی کتاب کو سامنے رکھ لیا جائے تو تیری ذلت ورسوائی کیلئے کافی ہے۔

فقہائے احناف کے فتاوی سے گلو خلاصی کی ناکام کوشش

صفحہ 652 تا 662 پر علامہ نقشبندی صاحب کی عبارات سے گلو خلاصی کی ناکام کوشش

کرتے ہوئے کہا کہ یہاں ذکر بالجہر سے مراد نوحہ وغیرہ ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے:

''بہر حال جنازوں کے پاس آواز بلند کرنا تو اس میں یہ احتمال ہے کہ اس سے مراد نوحہ کرنا، کپڑے پھاڑنا، اور چہرے کو پیٹنا ہو اور یہ مکروہ ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 654)

حالانکہ رضا خانی نے بدترین دجل وفریب کا مظاہرہ کیا ہے اور دو مسئلوں کو گڈ مڈ کر دیا ہے اور یہ مکاری، عیاری، دھوکہ فراڈ اس فراڈئے نے اس جھولی کے دجال اعظم احمد رضا خان سے سیکھی ہے۔

ایک ہے مسئلہ جنازہ کے ساتھ بآواز بلند ذکر کرنا اس کو تمام سادات احناف نے مکروہ لکھا ہے۔ دوسرا ہے جنازہ کے ساتھ آوازوں کو بلند کرنا یہ الگ مسئلہ ہے یہ بھی مکروہ ہے تو اس کا ایک معنیٰ فقہائے نے یہ لکھا ہے کہ آواز بلند کرنے سے مراد نوحہ وغیرہ ہے۔

یہ ہے کہ اس مکار کا دجل و وفریب کہ رفع الصوت کی وضاحت کو اس نے رفع الصوت عند الذکر پر محمول کر دیا یہ مکار عیار خبیث یہ دجل وفریب نہ کرے تو اس کی گاڑی کیسے چل سکتی ہے؟ یہی تو اس کے مذہب رضا خانیت کے اصل اصول ہیں۔

اگر رضا خانی کو اس تحقیقی جواب سے سکون نہیں تو پھر الزامی جواب ملاحظہ کہ ہم اس تاویل کا باطل ہونا خود رضا خانی سے ثابت کر دیتے ہیں رضا خانی خود یہ اقرار کرتا ہے کہ:

''لیجئے علامہ قہستانی علیہ الرحمۃ نے **بھی جنازہ کے ساتھ ذکر وغیرہ** کے بارے میں بیان کر دیا کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہو سکتا ہے کہ وہابی اسمعیلی ساجد خان یہ کہے کہ آگے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اگر میں اس کو وہابیہ اسمعیلیہ کے طرز پر جواب دوں تو یہی کہوں گا کہ یہ قیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لہذا یہ قول ضعیف ہے لیکن میں ایسا نہیں کہوں گا کیونکہ ہم نے اس اختلاف کا انکار ہی کب کیا ہے؟ ہم تو خود کہتے ہیں کہ فقہائے احناف نے اسکو مکروہ لکھا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 632)

لیجئے معلوم ہوا کہ فقہائے احناف نے نوحہ وغیرہ کو مکروہ نہیں کہا وہ تو بالکل حرام ہے بلکہ

''جنازہ کے ساتھ ذکر'' کو مکروہ لکھا ہے۔

نیز اگر رضاخانی کی تاویل مان لی جائے کہ اس سے مراد نوحہ، کپڑے پھاڑ نا وغیرہ ہے تو پھر جو رضاخانی نے اس کے مخالف لا باس بہ کا قول نقل کیا اس سے تو معاذ اللہ نوحہ، کپڑے پھاڑ نا، چہرے کو پیٹنے کے جواز کا مسئلہ نکل آئے گا۔ تو کیا رضاخانی کے نزدیک نوحہ جائز ہے؟ واقعی رضاخانی بولتا ہے مگر سمجھتا نہیں۔

احمد رضا خان بانی مذہب رضاخانیت

علامہ نقشبندی صاحب نے احمد رضاخان کو ''بانی فرقہ رضاخانیت'' کہہ دیا تو ابوحامد رضوی کی دبر میں کیڑے کاٹنے لگے اور کتے کی طرح یوں بھونکنے لگ گیا کہ:

''وہابی اسمعیلی ساجد خان نے اپنے دجال باپوں کی پیروی میں اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کو فرقہ کا بانی کہا یہ وہ دجل ہے جو اس کے جاہل آباء بھی کرتے آئے ہیں۔۔ یہ خبیث الصفت انسان۔۔قے چاٹ رہا ہے۔۔اس دجال کے دجال باپ کبھی کبھی دجالیت۔۔ یہ تو دجال ہی بتائے گا۔۔۔اس سیاہ کار کے علم میں نہیں۔۔۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 663)

حالانکہ رضاخانیوں کے مفتی اعظم دہلی مظہر اللہ دہلوی کا حوالہ ہم مقدمہ کتاب جلداول میں دے چکے کہ رضاخانیت سو سال پہلے کی پیداوار ہے مانا میاں نے تسلیم کیا کہ احمد رضاخان مسلسل پچاس سال اسی محنت میں لگا رہا یہاں تک کہ فرقہ بریلویہ کا وجود آ گیا تو یہ دجال تو آپ کے اپنے گھر میں موجود ہیں۔

ثانیاً جب پاک پیغمبر ﷺ کی شریعت میں جنازے پر سکوت سنت ہے اور آپ کے رضاخانیوں نے تسلیم کیا کہ شریعت کتاب وسنت ہے تو جب احمد رضاخان نے اس شریعت کو تبدیل کر کے جہر کو مستحب کہہ دیا تو شریعت گھڑنے والا اور بانی رضاخانیت تو ہو گیا نا اس میں تکلیف والی کیا بات ہے؟ لیکن اگر آپ کو ''دبر شریف میں سنونے کاٹ'' رہے ہیں تو علامہ نقشبندی صاحب نے تو احمد رضاخان بریلوی کو صرف ''بانی فرقہ بریلویت'' کہہ دیا اور تیری دو

شقی میں درد ایسا شروع ہوا کہ باولے کتے کی طرح بھونکنے لگے گیا میں تو کہتا ہوں کہ احمد رضا خان بانی:

(۱) خباثت (۲) لواطت (۳) دجالیت (۴) مکاریت (۵) حرامیت تھا۔ یہودیت کا بانی بھی احمد رضا خان تھا بلکہ یہ اپنے صدی کا دجال اعظم تھا۔ اس کے زمانے میں کوئی ایک کروڑ دجال کے نطفے مل کر اس جیسے دجال کو وجود پذیر دینے میں ملوث ہوں گے۔ احمد رضا خان صرف بانی فرقہ رضاخانیت نہیں بلکہ دجالیت، خباثت، مکاریت، رذالت کی علامت تھا۔ فسق وفجور کا آئینہ تھا۔ دنیا میں چلتا پھرتا جہنمی کتا تھا۔ فرعون وقارون کا نطفہ حرام تھا۔

باقی جو ابو حامد رضوی نے دجال نے اپنے دجال باپوں کی دجالیت سے جو یہ نقل کیا کہ علمائے دیوبند بریلویت کو اہل سنت کہتے ہیں تو اس کا جواب ما قبل میں گزر چکا ہے نیز تو نے خود بھی مان لیا کہ خود ساجد خان کے اکابر بھی دجال اعظم احمد رضا خان کو فرقہ رضاخانیت کا بانی کہتے ہیں تو اب یہ کہنا کہ دیوبندی سنی کہتے ہیں یہ خود تیرے اصول پر دجال اعظم ہونے کی بین علامت ہے۔

رضاخانی نے آخری دجل وفریب صفحہ 661،666 پر یہ کیا کہ فتاوی رشیدیہ کے حوالے سے علامہ عبد الحیٔ لکھنوی ؒ کا فتوی نقل کیا کہ لکڑی کے کھڑاؤں پہننا بدعت ہے مگر فقیہ العصر علامہ رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اب جائز کہا اور پھر کہا تو اگر اسی طرح پہلے فقہاء نے ذکر بالجہر کا مکروہ کہا اور اب احمد رضا خان نے جائز کہہ دیا تو کیا ہوا؟۔ (ملخصا)

یہ بھی اس کا دجل وفریب ہے اصل عبارت حضرت علامہ رشید احمد گنگوہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاحظہ ہو:

”سوال: کیا پہننا کھڑاؤں چوبین کا بدعت ہے۔

جواب: کھڑاوں چوبین کا بدعت نہیں بلکہ بسبب نفع کے اور اس کی اصل ہونے کے کہ جوتا اور موزہ بھی درست ہے البتہ بسبب مشابہ جوگیہ کے کسی وقت منع لکھا تھا مگر اب یہ کافر و مسلم میں شائع ہوگئی ہے اب مشابہت اس میں ممنوع نہیں رہی واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ، جلد دوم، ص 380)

معلوم ہوا کہ جنہوں نے بدعت کہا وہ ہنود کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے تھا نہ کہ نفس کھڑاؤں کو بدعت کہا اب جبکہ مشابہت ختم ہوگئی تو ممانعت بھی ختم ہوگئی جو اصل علت تھی۔ وقار الفتاوی میں ہری پگڑی پہنے کو ناجائز کہا ہے رضاخانی کہتے تھے کہ اس زمانے میں قادیانیوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ سے ممنوع تھی اب نہیں تفصیل علامہ نقشبندی صاحب کی کتاب ''دعوت اسلامی کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ'' میں ملاحظہ ہو۔

لیکن جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر ونعت خوانیاں مروجہ کا یہ معاملہ نہیں کہ اسے کسی کی مشابہت کی وجہ سے ناجائز کہا گیا ہو اور اب جائز کہا جارہا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ہرگز نہیں وہاں صاف صراحت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت، صحابہ کرامؓ کا طریق ہی جنازہ کے ساتھ خاموشی تھا۔ گویا سکوت ہی اصل مذہب ہے۔

کہاں کی مٹی کہاں کا روڑا

بھان متی نے یوں کنبہ جوڑا

مگر اس بے شرم کو کیا؟ اس الو کے پٹھے کو تو خود سمجھ نہیں لگتی کہ کتاب میں کیا نقل کر رہا ہوں؟۔ میرا مدعیٰ اس سے کس طرح ثابت ہوسکتا ہے؟۔ اس نے تو بس کتاب کے صفحات کالے کر کے اس کا پیٹ بھرنا ہے اور پھر مظفر حسین شاہ دجال کو کھانا ہے کہ دیکھو میں نے کتنی ضخیم کتاب لکھ لی اب لاؤ اس دلالی پر گیارہ لاکھ میں سے میرا حصہ۔!!!

دل تو کر رہا ہے کہ رضاخانی کی طرح صفحات کے صفحات مغلظات میں سیاہ کر کے اسے سبق سکھاؤں لیکن نہ وقت اور نہ صفحات اس کی اجازت دیتے ہیں لہذا اسی پر اکتفاء کرتا ہوں۔

بارھواں مسئلہ

مخصوص
راتوں میں چراغاں کرنا

اول علامہ نقشبندی صاحب نے اس سلسلہ میں جولکھا ملاحظہ ہو:

مسئلہ نمبر......12

مخصوص راتوں میں چراغاں کرنا

سادات حنفیہ کہتے ہیں کہ مقدس و بابرکت راتوں میں زیادہ سے زیادہ عبادت کرنی چاہیے ان راتوں میں چراغاں کرنا یہ مال کا ضیاع ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں اسے فائدہ کی چیز سمجھنا گناہ و بدعت ہے۔ان کی پیروی میں یہی نظریہ احناف دیوبند کا بھی ہے۔

(۱) فقہاء احناف لکھتے ہیں:

وَفِي الْخَانِيَّةِ رَجُلٌ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ لِأَعْمَالِ الْبِرِّ هَلْ يَجُوزُ أَنْ يُسْرَجَ الْمَسْجِدُ مِنْهُ قَالَ الْفَقِيه أَبُو بَكْرٍ يَجُوزُ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُزَادَ عَلَى سِرَاجِ الْمَسْجِدِ لِأَنَّ ذَلِكَ إِسْرَافٌ سَوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ فِي رَمَضَانَ أَوْ غَيْرِهِ وَلَا يُزَيَّنُ الْمَسْجِدَ بِهَذِهِ الْوَصِيَّةِ.وَمُقْتَضَاهُ مَنْعُ الْكَثْرَةِ الْوَاقِعَةِ فِي رَمَضَانَ فِي مَسَاجِدِ الْقَاهِرَةِ وَلَوْ شَرَطَ الْوَاقِفُ لِأَنَّ شَرْطَهُ لَا يُعْتَبَرُ فِي الْمَعْصِيَةِ وَفِي الْقُنْيَةِ وَإِسْرَاجُ السُّرُجِ الْكَثِيرَةِ فِي السِّكَكِ وَالْأَسْوَاقِ لَيْلَةَ الْبَرَاءَةِ بِدْعَةٌ

(البحر الرائق، ج5، ص 232، فتاوی قاضی خان، ج3، ص 203)

آدمی نے تہائی مال میں سے وصیت کی کہ اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کیا جائے تو کیا اس سے یہ جائز ہے کہ مسجد کے چراغ روشن کئے جائیں (یعنی مسجد میں بقدر ضرورت لائٹس وغیرہ کا بندوبست اس سے کیا جاسکتا ہے؟) تو فقیہ ابر بکر نے کہا کہ جائز ہے۔لیکن مسجد کے لائٹس کے علاوہ کوئی اور زائد کام کیا جائے یہ جائز نہیں (جیسا کہ ہمارے ہاں چراغاں وغیرہ کیا جاتا ہے) کیونکہ مال کا اسراف ہے خواہ رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان اور اس وصیت کی بنا پر مسجد کو مزین نہیں کیا جائے گا (چراغاں وغیرہ بھی تو تزیین ہی کیلئے ہوتا ہے)۔۔۔۔اسی

طرح قنیہ میں ہے کہ لیلۃ القدر کو جوگلیوں کوچوں میں بکثرت چراغاں کیا جاتا ہے یہ سب بدعت ہے۔

بدعتی نظریہ

مگر آج اہل بدعت کی طرف سے مخصوص راتوں میں خصوصاً میلاد و ستائیسویں شب کو کیا کچھ ہوتا ہے ہر ذی علم شخص کو اس کا بخوبی علم ہے۔

(رضاخانیت بمقابلہ حنفیت،ص 71،70)

رضاخانی مکمل لاچار

الحمدللہ رضاخانی علامہ صاحب کی اس ایک دلیل کے آگے بھی مکمل لاچار و مجبور رہا اور 667 تا 693 سارا اپنے مولویوں کے مضامین سے صفحات کو سیاہ کر دیا۔

اول دجل و فریب یہ کیا کہ چراغاں پر مطلق نام نہاد دلائل دینے شروع کر دئے حالانکہ اس وقت ہمارا موضوع مطلق کسی مسئلہ پر دلائل نہیں جب وہ موقع آئے گا تو اس پر بھی تیرا شوق پورا کر دیں گے۔ موضوع ’’مخصوص راتوں میں مروجہ چراغاں احناف کی نظر میں کیا ہے؟‘‘ علامہ صاحب نے فقہائے احناف سے ثابت کیا کہ اسراف شیطانی عمل ہے۔ اور رضاخانی کے پاس اس باب میں کوئی ایک حوالہ نہیں تھا۔

جو دو تین حوالے پیش کئے اس میں وہ روشنی مراد ہے جو ضرورت ہے اس کے ہم منکر نہیں جیسا کہ علامہ صاحب نے وضاحت کی ہے۔علامہ صاحب کے حوالے میں صاف صریح ہے کہ مساجد کو روشن کرنے کیلئے جس چراغاں کی ضرورت ہے وہ اسراف نہیں اس سے ہٹ کر اسراف ہے۔

پھر الجامع اللطیف اور الاعلام جیسی کتب کا حوالہ پیش جو نہ فقہ حنفی کی کتب ہے نہ ان کا تسلیم کرنا ان میں ہر فضولیات کا حجت ہونا مسلم ہے۔ اس میں جو یہ لکھا کہ میلاد کے دنوں میں عظیم الشان چراغاں کرتے تو سب بدعتی شیاطین کے بھائی تھے۔ عبارت میں جو فقہاء کا ذکر ہے تو جیسے آج کے مکہ و مدینہ کے فقہاء معاذ اللہ رضاخانیوں کے ہاں گستاخ و وہابی ہیں ممکن

ہے بلکہ یقینی ہے کہ وہ کوئی بدعتی فقہاء تھے۔احمد رضا خان تسلیم کر چکا ہے کہ معتزلہ نے حنفیوں کی کتب میں اپنے مسئلہ گھسیڑ دئے ہیں۔حوالہ گزر چکا کہ''اسلاف'' کا اطلاق ''روافض'' پر بھی ہوسکتا ہے۔تو فقہاء کا اطلاق اسی رضا خانی اصول پر معتزلہ، مبتدعین، روافض پر بھی ہوسکتا ہے۔

بجائے ان بدعتیوں کی اس بدعت کا رد کرنے یہ ایسا بے شرم ہے کہ اس غلط فعل کو حجت بنا کر پیش کر رہا ہے۔

بالفرض اگر کوئی اہل حق فقیہ اس'' کار شیطانی'' میں ملوث بھی ہو تو ہم کہیں گے کہ بیچارہ حکومت کے ہاتھوں مجبور تھا۔شیخ صالح کمال مرحوم کو احمد رضا خان مکہ کا سب سے بڑا عالم تصور کرتا خود کہتا ہے:''میرے نزدیک مکہ معظمہ میں ان کے پائے کا دوسرا عالم نہ تھا''۔

(ملفوظات، ص 149)

لیکن اس کے سامنے احمد رضا خان کہتا اور شیخ صالح جواب دیتا ہے:

''ایک بار کہا: موذنوں نے یہ جو اذان و اقامت تکبیرات انتقال میں نغمات ایجاد کئے ہیں آپ حضرات ان سے منع نہیں کرتے فتح القدیر میں مبلغ (یعنی مکبر) کے نغموں کو مفسد نماز لکھا ہے۔اور یہ کہ اس تکبیرات پر جو مقتدی رکوع وسجود وغیرہ افعال نماز کرے گا اس کی نماز نہ ہوگی فرمایا حکم یہی ہے مگر ان پر علماء کا بس نہیں یہ جانب سلطنت سے ہیں''۔

(ملفوظات، ص 140)

فقہ حنفی کی کتاب''فتح القدیر'' کے مطابق احمد رضا خان خود کہہ رہا ہے کہ سینکڑوں مسلمانوں کی نمازیں برباد ہو رہی ہے مگر مکہ کا سب سے بڑا عالم کہتا ہے کہ حکومت کے خوف سے ان پر ہمارا بس نہیں۔پس جب حکومت کے خوف سے اس عظیم فساد پر نہ صرف وہ خود خاموش بلکہ الٹا ان کے ساتھ مل کر نماز پڑھ رہا ہے تو اس سے کیا بعید کے بعض اہل حق فقہاء حکومت کے خوف سے اس بدعت پر بھی خاموش ہوں اور بامر مجبوری اس میں شریک ہوں۔یاد رہے کہ یہ اس وقت ہے کہ جب ان فقہاء کو اہل حق تسلیم کیا جائے ورنہ سارے بدعتی ہیں۔

پھر علماء نے ان بدعات پر رد بھی کیا چنانچہ مکہ مکرمہ کے قاضی امام ابن ضیاء حنفیؒ متوفی ۸۵۴ھ جنہیں امام سبکیؒ نے کان اماماً کہا نے میلاد میں مکہ میں چراغاں جلوس، مرد وعورت کے اختلاط کے بدعت ہونے پر پوری کتاب ''تنزیہ المساجد عن بدع الجھلۃ العوام'' لکھی جس میں میلاد کی راتوں کی بدعات میں سے ایک بدعت ''یجتمع تلك اللیلۃ الفراشون بالشموع والفوانیس فی المسجد الحرام ''۔(ص 17)

یعنی ضرورت سے زائد روشنی وفانوس کو بھی شمار کیا۔

پھر ابو دجال رضوی اپنا موقف ثابت کرنے کیلئے مضمون کس الو خانی مفعول مالم یسم فاعلہ لعنتی دجال کا دے رہا ہے ملاحظہ ہو:

''چنانچہ برادر محترم میثم عباس رضوی زید شرفہ نے اپنے باطل ۔۔۔''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 670)

حالانکہ یہ میثم جس کا نام ہی ''اثم گناہ'' سے ہے احمد رضاخان کے فتوے سے پکا ''گانڈو'' ہے۔جس پر اسے کئی دفعہ للکارا گیا مگر اس نے خاموشی اختیار کر کے رضاخانی اصول پر اپنے ''گانڈو'' ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ملاحظہ ہو:

ہر اس بریلوی کو مبلغ ایک لاکھ ''نو جوڑ'' بطور انعام جو کلمہ حق کے مدیر میثم سے اس فتوے کی وضاحت لیکر آئے

کلمہ حق کے مدیر اور ذات کے اعتبار سے شریر،فطرت میں خنزیر، بدعات وخرافات کی بدبودار کھیر، زمانے کا فتین، جہنم کا مکین، انجام جس کا عذاب مھین،شکل سے جو ہے لعین، شامل در زمرہ ملعونین، سرداران مغضوبین، بدکرداریوں میں ڈوبا ہوا سنین درسنین، گناہ گار اثیم، باعتبار نسب جو ہے زنیم، اس پر کذاب زمانہ، صورت جس کی زنانہ، حرکات ہے عیارانہ، مذہب ابلیسی کا پروانہ، مغلظات کا کارخانہ، جہاں بھر کے دیوثوں سے جس کا یارانہ، شکل جس کی مکارانہ، قلم فنکارانہ، اعلی حضرت جس کا ایک آنکھ سے کانہ، زبان جیسے غلاظت کا نالہ، گلے میں جس کی

ذلت کی مالا، بدمذہبی جس کی خالہ، اس پر بے حیائے دھر، گرفتار در قہر، دل پر اس کی ابدی ضلالت کی مہر، جس کے مزکر بانس بریلی سے نکلتی ہے بدمذہبی کی نہر، ساقط ہے جس کی عدالت، قسمت میں ہے جس کی رذیلوں کی سیادت، کرتا ہے جو جھوٹے ٹولے کی قیادت، قلب میں ہے جس کی شقاوت اور ساتھ ہی قساوت، قلم ہے جس کا بد دیانت، نصیب میں ہے جس کی اہل حق کی عداوت، رسالہ کلمہ حق اس کا سرتاپا غلاظت، رگ رگ سے جس کی ٹپکتی ہے خباثت، مذہب ہے جس کا ضلالت، چہرے پر جس کے ہر وقت برستی ہے لعنت, دجل وفریب میں جس کو ملا درجہ امامت، شرک وکفر کی ہے جو علامت، عادت ہے جس کی خیانت، دیوبندی کو دیکھ کر جس پر ٹوٹ پڑتی ہے قیامت، کانوں میں جس کی ہمیشہ شرک کی آہٹ، سنی کو دیکھ کر جس کی آنکھوں میں چھائی گھبراہٹ، بندر جیسی جس کی ''تھوتھنی'' کام جس کے سارے شیطانی جناب میثم عباس ''رضوی'' رضاخانی!!!

اللہ پاک کے پیارے نبی کریم ﷺ کی محبوب سنت ''داڑھی مبارک'' سے بالکل محروم ہے اور یہودیوں عیسائیوں انگریزوں اور عورتوں کی طرح اس کا چہرہ صفا چٹ ہے اب ذر ایسے آدمی کی حقیقت رضاخانیوں کے پیر و مرشد احمد رضاخان بریلوی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں:

جدول ان سزاؤں وعیدوں مذمتوں کی جو داڑھی منڈانے کتروانے والوں کے حق میں آیات واحادیث ونصوص مذکورہ سے ثابت ہیں

۱۔اللہ ورسول کانافرمان ہیں ۲۔شیطان لعین کے محکوم ہیں ۳۔سخت احمق ہیں ۴۔اللہ ان سے بیزار ۵۔رسول اللہ ﷺ بیزار ہیں ۶۔رسول اللہ ﷺ کو ایسی صورت دیکھنے سے کراہت آتی ہے ۷۔یہودی صورت ہیں ۸۔نصرانی وضع ہیں فرنگیوں سے مشابہ ہیں ۹۔مجوس کے پیرو ہیں ۱۰۔ہندوؤں کی صورت مشرکین کی سیرت ہیں ۱۱۔مصطفی ﷺ کے گروہ سے نہیں ۱۲۔انہیں اپنے ہم صورتوں نصاری ویہود ومجوس وہنود کے گروہ سے ہیں ۱۳۔واجب التعزیر ہیں شہر

بدر کرنے کے قابل ہیں ۱۴۔مبدلین فطرت ہیں مغیر خلق اللہ ہیں
۱۵۔زنانے مخنث ہیں ۱۶۔خدا کے عہد شکن ہیں ۱۷۔ذلیل وخوار ہیں
۱۸۔گھنونے قابل نفرت ہیں ۱۹۔مردود الشہادت ہیں ۲۰۔پورے اسلام میں داخل نہ ہوئے ۲۱۔ہلاکت میں ہیں مستحق بربادی ہیں ۲۲۔دین کے بے بہرہ آخرت میں بے نصیب ہیں ۲۳۔عذاب الٰہی کے منتظر ہیں ۲۴۔اللہ عز و جل کو سخت دشمن ومبغوض ہیں ۲۵۔صبح ہیں تو اللہ کے غضب میں شام ہیں تو اللہ کے غضب میں ۲۶۔قیامت کے دن ان کی صورتیں بگاڑی جائیں گی ۲۷۔اللہ و رسول کے ملعون ہیں دنیا وآخرت میں ملعون ہیں اللہ وملائکہ و بشر سب کی ان پر لعنت ہے فرشتوں نے ان کی لعنتی ہونے پر آمین کہیں ۲۸۔اللہ تعالیٰ ان پر نظر رحمت نہ فرمائے گا ۲۹۔وہ بہشت میں نہ جائیں گے ۳۰۔اللہ عزوجل انہیں جہنم میں ڈالے گا۔

(لمعۃ الضحی فی اعفاء للحی۔ص:60-58۔مکتبہ فیضان مدینہ کراچی)

اندازہ لگائیں جس مخنث زنانہ سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ بیزار ہوں، صبح شام اللہ کے غضب میں گرفتار ہو جس پر اللہ نے لعنت کی ہو اور اس لعنت پر فرشتوں اور ساری مخلوق نے آمین کہی ہو ایسے قطعی لعنتی کو آج رضا خانیوں نے اپنا قائد بنایا ہوا ہے کیا مرد بھی اب میسر نہیں؟

(باطل شکن مجلہ سیف حق شمار،3،صفحہ 5،4)

اب رضا خانی ہی کو اپنا رونا تو یاد ہے کہ جب علامہ آلوسی حنفیؒ کو تم خود گمراہ کہتے ہو تو ہمارے خلاف کیسے پیش کر رہے ہو تو جب میثم پادری کو تیرا سب سے بڑا گرو گھنٹال مخنث ،یہودی ، ملعون، گانڈو کہہ رہا ہے تو اس کے مضامین ہمارے خلاف کیسے پیش کر رہے ہو؟

رضا خانی کا دجل وفریب ذرا دیکھو

رضا خانی ہمارے حوالوں کا جواب دیتے ہوئے اپنے گرو گھنٹال احمد رضا خان سے سیکھی

ہوئی مکاری، عیاری، بے شرمی، بے حیائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''اور جو علماء کراہیت کے قائل ہیں ان کی غرض یہ ہے کہ وہ علاوہ مساجد کے بلا غرض صحیح مثلا بازاروں وغیرہ مقامات پر روشنی نہ کرنا چاہئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں محض مال کا ضائع کرنا ہے جس طرح ہمارے زمانے میں لیڈران قوم کے جلوس میں بازار سجائے جاتے ہیں اور چراغاں کیا جاتا ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول، ص 677)

یہ مکروفریب ابوالدجال احمد برکات قادری کا ہے۔ یہ دجال مکار تو اب قبر میں جا کر مر کر مٹی میں مل گیا ہے لیکن اس کی ذریت خبیثہ میں سے مرائی رضاخانی الو خانی ابو حامد رضوی میں اگر رتی برابر شرم حیاء وغیرت ہے تو اپنے اصول بعینہ وبلفظہ کے مطابق اپنے اصول پر پانچ سادات احناف سے یہ تاویل دکھائے بصورت دیگر جو بھی رضاخانی کہے گا اسے بریلی کے گٹر میں پھینک کر ابو حامد جیسے چوڑے چماڑ کو اس پر چوکیدار مقرر کیا جائے گا۔

ثانیا احناف کی عبارت پڑھو جو علامہ صاحب نے پیش کی:

وَفِي الْخَانِيَّةِ رَجُلٌ أَوْصَى بِثُلُثِ مَالِهِ لِأَعْمَالِ الْبِرِّ هَلْ يَجُوزُ أَنْ يُسْرَجَ الْمَسْجِدُ مِنْهُ قَالَ الْفَقِيه أَبُو بَكْرٍ يَجُوزُ وَلَا يَجُوزُ أَنْ يُزَادَ عَلَى سِرَاجِ الْمَسْجِدِ لِأَنَّ ذَلِكَ إسْرَافٌ سَوَاءٌ كَانَ ذَلِكَ فِي رَمَضَانَ أَوْ غَيْرِهِ وَلَا يُزَيِّنُ الْمَسْجِدَ بِهَذِهِ الْوَصِيَّةِ.وَمُقْتَضَاهُ مَنْعُ الْكَثْرَةِ الْوَاقِعَةِ فِي رَمَضَانَ فِي مَسَاجِدِ الْقَاهِرَةِ وَلَوْ شَرَطَ الْوَاقِفُ لِأَنَّ شَرْطَهُ لَا يُعْتَبَرُ فِي الْمَعْصِيَةِ وَفِي الْقُنْيَةِ وَإِسْرَاجُ السُّرُجِ الْكَثِيرَةِ فِي السِّكَكِ وَالْأَسْوَاقِ لَيْلَةَ الْبَرَاءَةِ بِدْعَةٌ

(البحر الرائق، ج5، ص 232، فتاوی قاضی خان، ج3، ص 203)

آدمی نے تہائی مال میں سے وصیت کی کہ اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کیا جائے تو کیا اس سے یہ جائز ہے کہ مسجد کے چراغ روشن کئے جائیں (یعنی مسجد میں بقدر ضرورت لائٹس

وغیرہ کا بندوبست اس سے کیا جاسکتا ہے؟) تو فقیہ ابر بکر نے کہا کہ جائز ہے۔لیکن مسجد کے لائٹس کے علاوہ کوئی اور زائد کام کیا جائے یہ جائز نہیں (جیسا کہ ہمارے ہاں چراغاں وغیرہ کیا جاتا ہے) کیونکہ مال کا اسراف ہے خواہ رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان اور اس وصیت کی بنا پر مسجد کو مزین نہیں کیا جائے گا(چراغاں وغیرہ بھی تو تزیین ہی کیلئے ہوتا ہے)۔۔۔۔اسی طرح قنیہ میں ہے کہ لیلۃ القدر کو جو گلیوں کوچوں میں بکثرت چراغاں کیا جاتا ہے یہ سب بدعت ہے۔

اس کا ایک ایک لفظ ابوالبرکات قادری کی قبر پر لعنت بھیج رہا ہے کہ کراہیت کا قول بازار میں نہیں ''مساجد'' میں ہے کسی سیاسی لیڈر کیلئے نہیں بلکہ ''رمضان شعبان میں مساجد'' میں چراغاں کرنے پر ہے۔میں حیران ہوتا ہوں کہ انہیں لکھی ہوئی عبارات کے متعلق اس قسم کے جھوٹ بولتے ہوئے حیاء نہیں آتی؟ پھر سوچتا ہوں کہ جب ان کا گروگھنٹال شیطان بے حیاء ہے جب ان کا اعلیٰ حضرت ننگا گھوم کر رنڈیوں کے سامنے دھوتی اٹھالیتا تو ابوحامد رضوی جیسے مفعولوں میں حیاء کہاں سے آئے؟ جو قوم مزارات پر اپنی ماں بہن کو نچوا کر اسے ''دھمال ووجد'' کا نام دے ان سے حیاء کی کیا توقع؟

رضاخانی کا یہ کہنا کہ:

''اگر مان بھی لیا جائے کہ اس عبارت کا وہی مطلب ہے جو وہابی دیوبندی ساجد خان نے بزعم خود سمجھا ہے تو بھی یہ سادات احناف کے مخالف ہے''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول،ص 694)

اگر مطلب علامہ نقشبندی صاحب نے بزعم خود سمجھا تو ہم تجھے چیلنج کرتے ہیں کہ اس عبارت کا لفظ بلفظ ترجمہ کرکے دے۔اور علامہ نقشبندی صاحب کے مطلب کے علاوہ کوئی اور مطلب سمجھا کردے۔

کسی سادات حنفی کے خلاف یہ عبارت نہیں کوئی گلی محلے کا مولوی اگر مروجہ چراغاں کرتا ہے تو وہ سادات احناف نہیں بدعتی ہے۔

رضاخانی نے اپنے زعم میں طرم خان بن کرسوال کیا کہ کیا وصیت سے رنگ کیا جاسکتا ہے حالانکہ رنگ بھی تو تزیین کیلئے ہے ۔حالانکہ علامہ صاحب کی نقل کردہ عبارت میں صاف وضاحت موجود ہے:

وَمُقْتَضَاهُ مَنْعُ الْكَثْرَةِ الْوَاقِعَةِ فِي رَمَضَانَ فِي مَسَاجِدِ الْقَاهِرَةِ

یعنی فقط تزیین منع نہیں بلکہ ضرورت سے زائد کام مساجد میں منع ہے ۔رنگ و روغن وقف میں مال میں سے تو وہ واقعی منع ہے لیکن کوئی ذاتی رقم میں سے کرنا چاہے تو اس میں بھی اگر اسراف ہے یعنی رنگ و روغن کی ضرورت نہیں تو یقینا منع ہے اس وصیت پر عمل نہیں کیا جائے گا۔ یہ بھی یاد رہے رنگ و روغن صرف تزیین ہی نہیں بلکہ ضرورت بھی ہے۔

تیرھواں مسئلہ

مروجہ تیجہ وچالیسواں

چونکہ یہ مسئلہ موصوف اوراس کے دھرم کی جان ہے جس کے بول بوتے پران کی روزی روٹی چل رہی ہے لہذا اس مسئلہ پر اس نے 100 سے بھی زائد صفحات سیاہ کئے لیکن ثابت پھر بھی کچھ نہ کرسکا۔اولاعلامہ صاحب نے اس مسئلہ کے تحت احناف کا مسلک کس طرح بیان کیا ملاحظہ ہو:

مسئلہ نمبر......13

تیجہ چالیسواں اور میت کی کھانے پینے

احناف سادات کے نزدیک مردے کیے گھر تیجے چالیسویں جمعراتیوں کے نام پر دعوتیں اڑانا ناجائز مکروہ تحریمی و بدعت ہے ۔انہی کی پیروی میں احناف دیوبند کا بھی یہی فتوی ہے۔

(۱) صاحب فتح القدیر لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ:

(فتح القدير، ج2، ص 142)

اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں ۔اور یہ بدعت شنیعہ ہے

(۲) علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الضِّيَافَةِ مِنَ الطَّعَامِ مِنْ أَهْلِ الْمَيِّتِ لِأَنَّهُ شُرِعَ فِي السُّرُورِ لَا فِي الشُّرُورِ، وَهِيَ بِدْعَةٌ مُسْتَقْبَحَةٌ: وَرَوَى الْإِمَامُ أَحْمَدُ وَابْنُ مَاجَهْ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ " كُنَّا نَعُدُّ الِاجْتِمَاعَ إِلَى أَهْلِ الْمَيِّتِ وَصُنْعَهُمُ الطَّعَامَ مِنَ النِّيَاحَةِ ". وَفِي الْبَزَّازِيَّةِ: وَيُكْرَهُ اتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِي الْيَوْمِ الْأَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْأُسْبُوعِ

(شامی، ج2، ص 240، مطلب في كراهة الضيافة من أهل الميت)

اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔ امام احمد بن حنبل و ابن ماجہ صحیح سند کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم گروہِ صحابہ اہل میّت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت سے شمار کرتے تھے۔ فتاوی بزازیہ میں ہے کہ میت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب مکروہ وممنوع ہیں۔

نوٹ: علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے جس روایت کو ذکر کیا ہے وہ ''مسند احمد بن حنبل، ج2ص294، دارالفکر بیروت، وسنن ابن ماجہ باب ماجاء فی النہی عن الاجتماع، ص117'' پر موجود ہے۔

(۳) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دهم و بستم و چهلم و ششماهی و برسی هیچ نکنند۔

(مالا بدمنه، ص 161)

میرے مرنے کے بعد دنیوی (بریلوی) رسمیں مثلاً دسواں اور بیسواں اور چالیسواں اور ششماہی اور سالانہ برسی عرس کچھ بھی نہ کریں۔

(۴) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''شرح سفر السعادات ص 273 مطبوعہ نوریہ رضویہ لاہور'' میں ان رسومات کو بدعت وناجائز کہا ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

''یکره اتخاذ الضیافة من الطعام من اهل المیّت لا نه شرع فی السرور لافی الشرور وهی بدعة مستقبحة

اہل میّت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ اور یہ بدعت شنیعہ ہے۔

اسی طرح علامہ حسن شرنبلالی نے، مراقی الفلاح میں فرمایا:

ولفظه يكره الضيافة من اهل الميّت لانها شرعت فى السرور لا فى شرور وهى بدعة مستقبحة۔

میّت والوں کی جانب سے ضیافت منع ہے اس لیے کہ اسے شریعت نے خوشی میں رکھا ہے نہ کہ غمی میں اور یہ بری بدعت ہے۔

والفظ للسراجية لايباح اتخاذ الضيافة عندثلثة ايام فى المصيبة زادفى الخلاصه لان الضيافة تتخذعند السرور

سراجیہ کے الفاظ ہیں کہ غمی میں یہ تیسرے دن کی دعوت جائزنہیں، اھ خلاصہ میں یہ اضافہ کیا کہ دعوت تو خوشی میں ہوتی ہے

فتاوٰی مام قاضی خاں کتاب الحظر والاباحۃ میں ہے:

يكره اتخاذ الضيافة فى ايام المصيبة لانها ايام تاسف فلا يليق بها مايكون للسرور۔

غمی میں ضیافت ممنوع ہے کہ یہ افسوس کے دن ہیں تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔

تبیین الحقائق امام زیلعی میں ہے:

لاباس بالجلوس للمصيبة الى ثلث من غير ارتكاب محظور من فرش البسط والاطعمة من اهل الميّت

مصیبت کے لیے تین دن ت؛ بیٹھنے میں کوئی مضائقہ نہیں جبکہ کسی امر ممنوع کاارتکاب نہ کیاجائے۔ جیسے مکلف فرش بچھانے اور میّت والوں کی طرف سے کھانے۔

امام بزازی وجیز میں فرماتے ہیں:

يكره اتخاذ الطعام فى اليوم الاول والثالث وبعد الاسبوع۔

یعنی میّت کے پہلے یا تیسرے دن یا ہفتہ کے بعد جو کھانے تیار کرائے جاتے ہیں سب

مکروہ وممنوع ہیں۔

علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں:

اطال ذلك فی المعراج وقال وھذہ الافعال کلھا للسمعة والریاء فیتحرز عنھا۔

یعنی معراج الدرایہ شرح ہدایہ نے اس مسئلہ میں بہت طویل کلام کیا اور فرمایا: یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

جامع الرموز آخر الکراھیۃ میں ہے:

یکرہ الجلوس للمصیبة ثلثة ایام اواقل فی المسجد ویکرہ اتخاذ الضیافة فی ھذہ الایام وکذا اکلھا کمافی خیرۃ الفتاوی

یعنی تین دن یا کم تعزیت لینے کے لیے مسجد میں بیٹھنا منع ہے اور ان دنوں میں ضیافت بھی ممنوع اور اس کا کھانا بھی منع ہے، جیسا کہ خیرۃ الفتاوی میں تصریح کی۔

اور فتاوی انقروی اور واقعات المفتین میں ہے:

یکرہ اتخاذ الضیافة ثلاثة ایام واکلھا لانھا مشروعة للسرور

تین دن ضیافت اور اس کا کھانا مکروہ ہے کہ دعوت تو خوشی میں مشروع ہوئی ہے۔

کشف الغطاء میں ہے:

ضیافت نمودن اهل میّت اهل تعزیت راو پختن طعام برائے آنها مکروه ست۔ باتفاق روایات چه ایشاں رابه سبب اشتغال بمصیبت استعداد وتهیه آن دشوار است۔

تعزیت کرنے والوں کے لیے اہل میّت کا ضیافت کرنا اور کھانا پکانا باتفاق روایات مکروہ ہے اس لیے کہ مصیبت میں مشغولی کی وجہ سے اس کا اہتمام ان کے لیے دشوار ہے۔

اسی میں ہے:

پس انچه متعارف شده از پختن اهل مصیبت طعام را در سوم وقسمت

نمودن آن میان اهل تعزیت واقران غیر مباح ونامشروع است وتصریح کرده بداں در خزانه چه شرعیت ضیافت نزد سرور ست نه نزد شرور وهو المشهور عند الجمهور۔

تو یہ رواج پڑ گیا ہے کہ تیسرے دن اہل میّت کا کھانا پکاتے ہیں اور اہل تعزیت اور دوستوں کو بانٹتے کھلاتے ہیں ناجائز وممنوع ہے۔خزانہ میں اس کی تصریح ہے اس لیے کہ شرع میں ضیافت خوشی کے وقت رکھی گئی ہے مصیبت کے وقت نہیں اور یہی جمہور کے نزدیک مشہور ہے۔

(فتاوی رضویہ، ج۹ص ۶۶۲ تا ۶۶۴،ناشر رضافاونڈیشن لاہور)

مزید تفصیل کیلئے خان صاحب بریلوی کا اس موضوع پر رسالہ:"جَلِیُّ الصَّوْت لِنَهْیِ الدَّعْوَةِ اَمَامَ مَوْت"کا مطالعہ کریں یہ رسالہ الگ سے بھی شایع ہو چکا ہے اور فتاوی رضویہ کی نویں جلد میں بھی موجود ہے۔

بدعتی نظریہ

آپ نے دیکھا کہ احناف سمیت بانی فرقہ بریلویت خان صاحب بریلوی بھی اس تیجہ چالیسویں وقل خوانیوں کی مجالس کو مکروہ و ناجائز سمجھتے ہیں مگر اس سب کے باوجود آج بھی بدعتی طبقہ بڑی دھوم دھام سے ان رسومات کو ادا کر رہا ہے۔حتی کہ ان خرافات کو انجام دینے کیلئے قرضہ تک لیا جاتا ہے۔میرے پاس ایک صاحب آئے اور ہاتھ جوڑ کر کہا م:"میرے والد صاحب کا فلاں تاریخ کو چالیسواں ہے جو کچھ تھا باپ کے علاج پر لگ گیا جو بچا تیجے و دیگر ضیافتوں میں لگا دیا اب چچا پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ بھائی کا چالسیواں کرو ورنہ ہم برادری سے نکال دیں گے میں نے مجبور ہو کر قرضہ لیکر چالیسویں کی محفل منعقد کردی آپ ہمارے پاس آئیں اور اس دن اس رسم قبیح کی شناعت ہمارے لوگوں میں بیان کریں شاید کہ انہیں حیاء آئے"۔

خود اس فرقہ کے حکیم الامت مفتی احمد یار گجراتی نے بھی اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

''ان تیجہ چالیسواں اور برسی کی رسموں نے کتنے مسلمانوں کے گھر تباہ کر دئے''۔
(اسلامی زندگی،ص 123 ،ناشر مکتبۃ المدینہ کراچی)

اس سب کے بعد بھی اہل بدعت علماء کو حیاء نہیں آتی کہ وہ اب بھی اس رسم بد کے جواز کیلئے حیلے بہانے تراشتے ہیں؟۔

رضاخانی تاویلات کی پٹاری

رضاخانی نے اولاً صفحہ 698 تا 701 سادات احناف سے ایصال ثواب پر حوالے دئے جس کے ہم منکر ہی نہیں اور خود رضاخانی اصول پر دجل وفریب ہے اور مقصد بس عبارت نقل کرنا ہے چاہے وہ ہمارے مدعیٰ کے خلاف ہو یا نہ ہو۔

ثانیا: صفحہ 701 تا 720 بے تکے حوالے نقل کر دئے کہ دیوبندی بھی عموم سے خصوص پر استدلال کرتے ہیں تو ہم بھی ایصال ثواب کے عموم سے تیجہ و چالیسویں جیسی خرافات پر کیوں استدلال نہیں کر سکتے؟۔حالانکہ عموم وخصوص یہ تو علامہ صاحب کی کتاب کا موضوع ہی نہیں تھا۔ موصوف نے اس پر بحث کرنی ہو تو اس پر بھی ہم اس کا شوق پورا کرنے کو تیار ہیں لیکن اس موقع پر نہیں رضاخانی لکھتا ہے:

''بعدہ موصوف اپنی عادت سے مجبور ہو کر پھر وہی خلط مبحث سے کام لیتے ہوئے شیخ حمود کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ وہ جشن محفل میلاد کے خلاف ہے شیخ ابن باز کے فتوے کی تائید کرتے ہیں محفل میلاد کو بدعت کہتے ہیں۔وہ ابن تیمیہ کو شیخ الاسلام کہتے،علم غیب کا منکر،ابن عربی کو کافر کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ جن کا موغوع سے دور کا کوئی تعلق نہیں دراصل موصوف کے پاس اپنا پہلا مضمون شامل کرنے اور اپنے حجۃ الاسلام کے مناقب بیان کرنے کے باوجود مواد کی قلت اتنی تھی کہ ۹۶ صفحات میں مکمل کرنا مشکل تھا اس لیے بے چارہ کبھی ایمان والدین مصطفی ﷺ، کبھی علم غیب،کبھی میلاد النبی،کبھی ابن تیمیہ،کبھی ابن عربی وغیرہ کے متعلق لایعنی کلام سے اوراق کو سیاہ کرتا چلا گیا''۔
(دافع ازالۃ الوسواس ص 370)

تو ہم موصوف رضاخانی کی مجبوری سمجھتے ہیں کہ جب اس عنوان پر موصوف کے پاس سادات احناف میں سے کسی ایک کا حوالہ بھی نہیں تو اب خلط مبحث کبھی عید کی نماز کے بعد دعا کے مسئلہ پر جاتے ہیں کبھی مروجہ ذکر اللہ کی مجالس پر کبھی عموم سے خصوص پر استدلال پر۔

پھر دجل وفریب کی انتہاء دیکھیں کہ اس باب میں جتنے حوالے پیش کئے ان میں سے اکثر رضاخانی اصولوں پر ہم پر حجت نہیں مثلا:

(۱) مفتی مختار الدین شاہ صاحب کے حوالے پیش کئے مروجہ ذکر اللہ کی مجالس پر حالانکہ اس باب میں ہم خود مفتی صاحب کے مخالف ہیں اور انہیں خطاء پر سمجھتے ہیں اور ان کی خطاء کی بنیادی وجہ ہی ان لایعنی اصولوں کو سمجھتے ہیں جس کو رضاخانی نے اپنے مدعی میں پیش کیا۔ عجیب دجل وفریب ہے خود رضاخانی اصولوں پر ایسے شخص کو پیش نہیں کیا سکتا۔

ان کو پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی قوالیوں اور سجدہ غیر اللہ کو جائز کہنے والے فقہاء کے حوالے پیش کر کے رضاخانی دجال سے مطالبہ کرے کہ حرام خور اب لگا ان پر کفر وشرک اور حرام کاری کے فتوے۔

(۲) مفتی رضاء الحق صاحب، مفتی عبد المعبود صاحب، روح اللہ نقشبندی کی عشق رسول ﷺ اور علمائے دیوبند، تقی الدین ندوی کی صحبتے باولیاء، خطبات ربیع الاول کتب سے حوالے پیش کئے جو ہم عصر عالم ہیں اور اس باب میں خطاء پر ہیں اور خود رضاخانی اصول پر ہم پر حجت نہیں۔

(۳) خطبات حیدری، حق نواز جھنگوی ؒ کی پندرہ تقریریں، مفتی سعید خان جیسے متذبذب جس کے نہ دین کا پتہ نہ ایمان کا پتہ۔ اب کوئی اس دجال سے پوچھے کہ جب مکتوبات امام ربانی ؒ حجت نہیں ملفوظات اعلی حضرت حجت نہیں تو ان کتب کی کیا حیثیت؟ رضاخانی اصولوں پر واضح کیا جائے کہ ان کتب سے اہل السنۃ والجماعۃ احناف دیوبند کا تشخص قائم ہے۔

بالفرض مان بھی لیں تو رضاخانی اصولوں پر یہ ان سب کا تفرد ہے جو ہم پر حجت نہیں۔

البتہ چند ایک کام کی کتب سے یہ حوالہ پیش کیئے کہ نماز عید کے بعد دعا کو عمومی دلائل سے جواز کی سند پیش کی۔ (ملخصا) حالانکہ یہ رضاخانی کا دجل وفریب ہے۔اس باب میں جتنے معتبر حوالے رضاخانی نے پیش کئے ان کا مقصد یہ نہیں کہ عید کی نماز کے بعد دعا ثابت ہی نہیں اس لئے ہم عمومی دعاؤں سے استدلال کر سکتے ہیں۔ ہر گز نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ہر نماز کے بعد دعا ثابت ہے جب ہر نماز کے بعد دعا ثابت ہے تو عید بھی ایک نماز ہے اس کے بعد بھی دعا ثابت ہے لہذا عید کے بعد دعا کی جاسکتی ہے۔

یہ عقل سے اتنا فارغ ہے کہ خود علامہ خالد محمود صاحب مرحوم کا حوالہ ان الفاظ میں پیش کیا:

''احادیث قولیہ میں نبی کریم ﷺ سے باسانید صحیحہ ہر نماز کے بعد جس میں نماز عید بھی داخل ہے دعا مانگنے کی فضیلت اور ثواب منقول ہے''۔

(عبقات، جلداول،ص113 بحوالہ حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص711)

تو مکار انسان جب عید کی نماز کے بعد بھی قولی حدیث سے دعا ثابت ہے تو عمومی دلائل سے استدلال تو نہ ہوا۔ لیجیئے اس باب میں صاف صریح حدیث:

کتاب بخاری: حیض کا بیان باب: عیدین میں اور مسلمانوں کے ساتھ دعا میں حائضہ عورتیں بھی شریک ہوں اور یہ عورتیں نماز کی جگہ سے ایک طرف ہو کر رہیں۔

حدیث نمبر: 324 عربی متن: حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ سَلَامٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، عَنْ أَيُّوبَ، عَنْ حَفْصَةَ، قَالَتْ: كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا أَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيدَيْنِ، فَقَدِمَتِ امْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ، فَحَدَّثَتْ عَنْ أُخْتِهَا، وَكَانَ زَوْجُ أُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ غَزْوَةً، وَكَانَتْ أُخْتُهَا مَعَهُ فِي سِتٍّ، قَالَتْ: كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمَى، وَنَقُومُ عَلَى الْمَرْضَى، فَسَأَلَتْ أُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعَلَى إِحْدَانَا بَأْسٌ إِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ أَنْ لَا تَخْرُجَ؟ قَالَ: لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا، وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِينَ، فَلَمَّا قَدِمَتْ أُمُّ عَطِيَّةَ سَأَلْتُهَا، أَسَمِعْتِ

النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَتْ: بِأَبِي نَعَمْ، وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ إِلَّا قَالَتْ: بِأَبِي سَمِعْتُهُ يَقُولُ: يَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُورِ أَوِ الْعَوَاتِقُ ذَوَاتُ الْخُدُورِ، وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِينَ، وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلَّى، قَالَتْ حَفْصَةُ: فَقُلْتُ: الْحُيَّضُ؟ فَقَالَتْ: أَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا؟

اردو ترجمہ: ہم سے محمد بن سلام بیکندی نے بیان کیا، کہا ہم سے عبدالوہاب ثقفی نے ایوب سختیانی سے، وہ حفصہ بنت سیرین سے، انہوں نے فرمایا: ہم اپنی کنواری جوان بچیوں کو عیدگاہ جانے سے روکتی تھیں، پھر ایک عورت آئی اور بنی خلف کے محل میں اتری اور اس نے اپنی بہن (ام عطیہ) کے حوالہ سے بیان کیا، جن کے شوہر نبی کریم ﷺ کے ساتھ بارہ لڑائیوں میں شریک ہوئے تھے اور خود ان کی بہن اپنے شوہر کے ساتھ چھ جنگوں میں گئی تھیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم زخمیوں کی مرہم پٹی کیا کرتی تھیں اور مریضوں کی خبرگیری بھی کرتی تھیں۔ میری بہن نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ اگر ہم میں سے کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا اس کے لیے اس میں کوئی حرج ہے کہ وہ (نمازِ عید کے لیے) باہر نہ نکلے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی ساتھی عورت کو چاہیے کہ اپنی چادر کا کچھ حصہ اسے بھی اوڑھا دے، پھر وہ خیر کے مواقع پر اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں (یعنی عیدگاہ جائیں)۔ پھر جب اُم عطیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو میں نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا: میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو، ہاں آپ ﷺ نے یہ فرمایا تھا۔ اور اُم عطیہ رضی اللہ عنہا جب بھی نبی کریم ﷺ کا ذکر کرتیں تو یہ ضرور فرماتیں: میرا باپ آپ ﷺ پر فدا ہو۔ (انہوں نے کہا) میں نے آپ کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ جوان لڑکیاں، پردہ والیاں اور حائضہ عورتیں بھی باہر نکلیں اور مواقعِ خیر میں اور مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہوں، اور حائضہ عورت جائے نماز سے دور رہے۔ حفصہ کہتی ہیں، میں نے پوچھا: کیا حائضہ بھی؟ تو انہوں نے فرمایا: کیا وہ عرفہ اور فلاں فلاں جگہ نہیں جاتی؟ (یعنی جب وہ ان مقدس مواقع پر حاضر ہو سکتی ہیں تو عیدگاہ کیوں نہیں؟)

تو اکابر دیوبند کے وہ حوالے اپنا مدعی پر صاف صریح ہیں کہ ہر نماز کے بعد چونکہ رسول اللہ ﷺ نے دعا کی ہے جس میں عید کی نماز بھی شامل ہے اور خاص عید کی نماز کے بعد دعا کے ہونے پر بخاری کی یہ حدیث گواہ ہے تو عید کی نماز کے بعد دعا جائز ہے۔لیکن اگر رضاخانی میں غیرت ہے تو قرآن وحدیث سے ثابت کرے کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی مردے کے ایصال ثواب کیلئے تیجہ چالیسواں کیا ہو۔

ثالثا: بعض علمائے دیوبند کا یہ کہنا بھی بالکل درست ہے کہ عید کی نماز چونکہ عمومی نمازوں ہی میں داخل ہے لہذا بالفرض کوئی دعا خصوصا ثابت نہ بھی ہوتی تو چونکہ عید کی نماز، نماز کا فرد ہے اور جب ایک چیز ثابت ہوتی ہے تو تمام افراد کیلئے ثابت ہوتی ہے لہذا نماز کے بعد دعا عید کے بعد دعا کو بھی شامل ہوگی۔جبکہ دوسری طرف کسی نے بھی تیجہ چالیسواں کو ایصال ثواب کا فرد نہیں کہا رضاخانی میں جرات غیرت حمیت شرم وحیاء ہے تو کم از کم پانچ سادات احناف کی کتب فقہ سے ثابت کرے کہ تیجہ، چالیسواں ایصال ہی کا فرد ہے۔باقی رہی تیری یا تیری اکابر کی بکواس اور شیطانی صغرے وکبرے تو اس کیلئے تیرے ہی قلم سے:

”اپنی یہ من گھڑت اور لایعنی بکواسات اپنے ۔۔۔(رضاخانی آباء۔از ناقل) کی قبروں میں دفن کرو ہمارے سامنے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 701)

رابعا: رہا بخاری وغیرہ کے ختمات یا تبلیغی چلہ تو ہم اسے انتظامی امور مانتے ہیں اور انتظامی امور میں ہم تعیین عرفی کے قائل ہیں۔رہے درود شریف کے صیغے تو درود شریف کسی بھی صیغے سے ہو نفس درود شریف باعث فضیلت ہے۔لہذا ہر درود بشرطیکہ اس میں کوئی شرکیہ جاہلانہ کلمات نہ ہو درود شریف کی فضیلت میں داخل ہے۔دوسری طرف تیجہ چالیسواں ایصال ثواب ہی نہیں تو ایصال ثواب کی فضیلت میں کیسے داخل؟ یہ خالص بدعت ناجائز وحرام بلکہ حرام خوری ہے۔جس کی حرام خوری ہونا خود رضاخانیوں کو بھی مسلم ہے۔

خامسا: کالج میں میلاد یا بدعت جس کی نسبت اس نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی

تھانوی صاحبؒ کی طرف کی وہ بھی اس کا دجل وفریب ہے کیونکہ حکیم الامتؒ ان تمام باتوں سے رجوع کر چکے ہیں جس کی تفصیل ''مناظرہ کوہاٹ'' اور ''تذکرۃ الرشید'' میں موجود ہے لیکن رضاخانی دجل وفریب نہ کرے تو گاڑی کیسے چلے؟۔

سادسا: صفحہ 720 پر جو طحطاوی کا حوالہ پیش کیا اول سادات احناف کے مقابل ان کی کیا حیثیت ہے؟ رضاخانی اپنے اصولوں پر واضح کرے۔ نیز ان کا سات دن تک میت کی طرف سے صدقہ کا قول کرنا تو وہ تعیین عرفی ہے صفحہ 722 پر شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کا قول اسی پر محمول ہے۔ ۔جبکہ مروجہ تیجہ و چالیسواں تعیین شرعی بلکہ ایصال ثواب ہی تیجہ و چالیسواں ہو گیا جو کہ خود رضاخانی اصول پر بھی بدعت ہے جیسا کہ آرہا ہے۔

اگر اس پر بھی رضاخانی کو سکون نہیں تو اپنا اصول یاد کرلے کہ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ رضاخانیوں کے ہاں زمرہ مومنین میں معاذ اللہ شامل نہیں **ثانیا** ان کی کتب میں غیر محقق اقوال و مسائل موجود ہیں پس یہ بھی من جملہ انہی میں سے ہے۔ پھر خود شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے شرح سفر السعادت میں تیجہ و چالیسواں کو مکروہ لکھا ہے تو رضاخانی اصول پر شیخ مستحب کو مکروہ لکھ کر شریعت کو بدل کر معاذ اللہ بدعتی ہوئے۔ پس جب رضاخانی کا حوالہ ماننے سے شیخ پر فتوے لگے گا تو رضاخانی اصول ہی پر اس حوالے یا اس سے کشید کئے گئے مفہوم کو تسلیم نہیں کیا جائے گا۔

نیز رضاخانی خود تیجہ چالیسواں کی تحدید کو تعیین عرفی کہہ رہا تھا مگر اس حوالے سے تو ثابت ہوا کہ یہ سنت ہے معاذ اللہ لہذا خود امام طحطاوی رضاخانی فتوے سے بدعتی ہوئے جیسا کہ ان شاءاللہ آگے تفصیل آرہی ہے۔ تو اب رضاخانی کا اس موقع پر یہ کہنا کہ:

''وہابی اسمعیلی جو بھی جواب دے گا ان شاءاللہ اسی کا ہی بیڑا اغرق ہو گا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول، ص 720)

تو بیڑا اغرق تو نے اپنے باطل دھرم کا کیا ہے جیسا کہ اپنے مقام پر آرہا ہے۔

سابعا: اس خر کی اولاد نے پھر صفحہ 724 پر ملفوظات شاہ عبدالعزیزؒ کا حوالہ دیا اور پورا

صفحہ بھونکنے میں سیاہ کیا جس کا جواب کئی بار دیا جاچکا ہے کہ اس کتاب کی کوئی حیثیت نہیں۔

ثامنا: صفحہ 725 پر تفسیر عزیزی کا حوالہ دیا اور دجل وفریب کی انتہاء کرتے ہوئے لکھا کہ شاہ صاحب نے چالیسواں برسی کی اجازت کا فتوی دے دیا حالانکہ اس میں کہیں بھی ایسا نہیں فقط اتنا ہے:

''اسی واسطے اکثر لوگ ایک سال تک علی الخصوص ایک چلے تک موت کے بعد اس قسم کے کاموں میں کوشش اور سعی کرتے ہیں''۔

اس میں جواز کا فتوی کہاں ہے؟ وہ تو محض لوگوں کا طریق نقل کررہے ہیں یہ لوگ کون ہیں؟ کچھ معلوم نہیں مفتی اعظم رضاخانی مصطفی رضاخان کا حوالہ گزر چکا کہ فقہاء کی کتب میں بعضھم جیسے مجہول معتزلہ بھی ہوسکتے ہیں تو ممکن ہے کہ یہاں بھی کوئی لعنتی رضاخانی لوگ مراد ہوں۔ ماقبل میں حوالہ گزر چکا کہ شاہ صاحبؒ بزرگوں کے عرس کو بدعت کہتے ہیں تو عوام کالانعام کی برسیوں کو کیسے جائز کہہ سکتے ہیں؟ خود شاہ صاحب سے سوال ہوا کہ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ کی روح پرفتوح کو اور محرم میں امام حسینؓ کی روح کو ایصال ثواب کیلئے کھانا پکانا کیسا ہے تو شاہ صاحب نے جواب دیا کہ ایصال ثواب میں شبہ نہیں لیکن ان کاموں کیلئے روز ووقت کو متعین کرنا بدعت ہے ایسا نہیں کرنا چاہیئے:

''لیکن برائے اینکار وقت وروز تعین نمودن۔ مقرر کردن بدعت است''۔

(فتاوی عزیزی فارسی ص 93،94)

اب رضاخانی اصول پر اگر تفسیری عزیزی کا حوالہ مان لیں تو خود شاہ صاحب پر بدعتی کا فتوی لگ جائے گا۔

اس کے بعد رضاخانی نے صفحات سیاہ کرنے کیلئے صفحہ 726 تا 727 عرس پر حوالے نقل کرنا شروع کردئے جس کے جواب دئے جاچکے ہیں لیکن آخر موٹی کتاب لکھ کر گیارہ لاکھ بھی تو حلال کرنے ہیں۔ صفحہ 727 تا 732 شیخ احمد سعید فاروقی مرحوم کا حوالہ پیش کیا ہم کہتے ہیں

اسے رضاخانی احمد رضاخان کی دوشقی میں ڈال دیں یہ کتب ہم تک رضاخانیوں کے توسط سے پہنچی اوراسی طرح ان میں تحریف ہو چکی ہے جس طرح بقول رضاخانیہ شاہ صاحبان کی کتب میں تحریف ہو چکی ہے۔

صفحہ 733 تا735 ملا علی قاری حنفیؒ کا حوالہ دیا جس کالفظ لفظ ہمارے موقف کو ثابت کرتا ہے کہ مروجہ تیجہ و چالیسواں مکروہ بدعت وحرام ہیں خدا جانے اس عقل سے پیدل شخص نے اس حوالے کو کس مقصد کیلئے نقل کیا؟ پھر بھنگ کے نشے میں لکھتا ہے:

''کیا وہابی اسمٰعیلی ساجد خان علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ کی بات مانے گااور پہلے دن میت کی دعوت کا قائل بنے گا''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 735)

اب اس جاہل سے کوئی پوچھے کہ ملاعلی قاریؒ نے کہاں پہلے دن میت کی دعوت کا قول ذکر کیا؟ وہ تو چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے:

''ہمارا مذہب ۔۔ یہ ہے کہ میت کے گھر پہلے اور تیسرے یا ہفتے بعد کھانا پکانا مکروہ ہے ۔۔جیسا کہ بزازیہ میں لکھا ہے کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ تیسرے دن ضافت کرنا مباح نہیں ۔۔اہل میت کی ضیافت ۔۔ بدعت مستقبحہ ہے''۔

تو جس کو وہ بدعت کہہ رہا ہے اوراحناف کا مذہب کہہ رہا ہے تو حرام خور بدعتی تو اس کو کیوں نہیں مان رہا؟

صفحہ 737 تا740 پر اس عقل سے فارغ آدمی نے اہل میت کی طرف سے دعوت کی اباحت پر قول نقل کردیا جس پر خود دو صفحہ قبل ملاعلی قاریؒ سے لعنت بھیج چکا ہے۔اب کوئی اس جاہل سے پوچھے تو بھنگ کے نشے میں تو کہیں نہیں لکھ رہا؟ اس قول پر تو لعنت خود احمد رضاخان بیسیوں فقہاء سے پیش کر چکا ہے جیسا کہ علامہ صاحب نے نقل کیا۔

اس آدمی کی دماغی حالت کااندازہ لگائیں لکھتا ہے:

'''' باقی میت کی دعوت جس میں محض کھاناوغیرہ ہواور جس طرح خوشیوں کے موقع پر ہوتا

ہے اس طرح کا ہوتو وہ ہمارے نزدیک درست نہیں ہے اور فقہاء بھی اسی سے منع کرتے ہیں"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 697)

یعنی بقول کوانی خانی فرقہ کذابیہ رضاخانیہ ابوحامد رضوی فقہائے احناف میت کی دعوت سے منع کرتے ہیں اور رضاخانی بھی منع کرتا ہے لیکن اب ذرا آگے دیکھئے:

"یہ حدیث اہل میت کے کھانا تیار کرنے اور اس کی دعوت دینے کی اباحت پر دلیل ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 737)

آگے لکھتا ہے:

"یہ حدیث اہل میت کے کھانا تیار کرنے اور اس کی دعوت دینے کی اباحت پر دلیل ہے"۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 740)

اپنے شیخ المشائخ احمد سعید فاروقی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے لکھتا ہے کہ تیجہ چالیسواں کی دعوت:

"میں کہتا ہوں ہرگز ہرگز ایسی دعوت مکروہ نہیں بلکہ اس کا قبول کرنا سنت ہے"

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 729)

صفحہ 720 پر امام طحطاوی ؒ کے حوالے سے بھی ساتویں کی دعوت کو اپنے مزعومہ خیال کے مطابق سنت کہا۔

اب اگر اول الذکر رضاخانی کے دعوے کو تسلیم کیا جائے تو معاذ اللہ رسول اللہ ﷺ سے ایک مکروہ کام کا ارتکاب کیا استغفر اللہ حضور ﷺ پر ایسے الزام لگانے والے فقہاء مسلمان رہ سکتے ہیں؟ کم از کم رضاخانی ضرور لعنتی ٹھرا۔

اور اگر آخر الذکر بات کو درست مانے تو فقہائے احناف حدیث سے ثابت شدہ امر اور

سنت رسول ﷺ کو معاذ اللہ کو مکروہ و بدعت کہہ کر شریعت میں تحریف کرنے والے بدعتی ہوئے جس میں اول رضا خانی ہے۔

صفحہ 741 و 742 پر بلاتعیین فقراء کے ایصال ثواب کیلئے طعام پر حوالے پیش کر دئے جس کا کوئی منکر نہیں۔

غرض آخر تک اسی طرح بکواس کرتا رہا ہے جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر۔اب ہم نہ ہمارے قارئین کے پاس اتنا وقت ہے کہ اس کی ہر بے تکی بات جس کی تردید خود اس نے دو صفحات قبل کی ہوتی ہے اس کا رد کریں اور نہ ہمارے پاس۔ہم اصولی بات کرتے ہیں۔

تیجہ چالیسواں بدعت رضاخانی کے اپنے قلم سے

رضاخانی کا سارا زور اس پر تھا کہ تیجہ چالیسواں میں ذکر و اذکار، تلاوت وغیرہ ہوتی ہے۔تو آئے ذکر و اذکار تلاوت والا تیجہ چالیسواں بھی ہم خود رضاخانی قلم سے بدعت ثابت کئے دیتے ہیں:

”فتاوی بزازیہ میں ہے کہ پہلے دوسرے دن اور ہفتے کے بعد کھانے کا اہتمام کرنا مکروہ ہے یونہی کھانے مواسم قبرستان کی طرف لے جانا، قرآن کی تلاوت کیلئے دعوت کا اہتمام کرنا صلحاء اور قراء کو ختم کیلئے جمع کرنا یا سورہ انعام یا سورۃ اخلاص پڑھنے کیلئے جمع کرنا مکروہ ہے“۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلد اول، ص 737)

حوالہ بھی رضاخانی کا، ترجمہ بھی رضاخانی کا!!!۔تیجے چالیسواں کے موقع پر قراء نعت خوانوں کو جمع کرنا ہی فقہائے احناف کے ہاں مکروہ و بدعت ہے۔اسے کہتے ہیں بھنگ کے نشے میں کتاب لکھنا۔یہی عبارت اس نے طحطاوی کے حوالے سے صفحہ 739 پر بھی نقل کی۔

پس ہمارے دیار میں بھی اول تو تیجہ چالیسواں کے نام پر ضیافتیں ہوتی ہیں جس کو خود رضاخانی حرام کاری کہہ چکے ہیں لیکن پھر لوگوں سے مال بٹورنے کیلئے یہ تاویل کی کہ قرآن خوانی ہو تو مکروہ و بدعت نہیں لیکن علمائے احناف نے اسے بھی مکروہ و بدعت کہہ دیا۔

اب اگر رضاخانی میں ذرا شرم و حیاء، غیرت و حمیت ہے تو کم از کم اپنے ہی نقل کردہ

فتوے کو تسلیم کر کے اس بدعت سے توبہ کرے اور اپنے اکابر اور ان کی کتب کو بریلی کے گٹر میں۔پھینک کر آئے۔لیکن ہمیں معلوم ہے جیسے ہڈحرام،ضدی،جاہل،مکار وعیار،بے حیا ذلیل دجال اس کے اکابر تھے اس سے کہیں زیادہ جاہل،مکار،عیار،فراڈیہ،دھوکہ باز ابوحامد رضوی ہے۔ان دجالوں کا ہم سے اختلاف ہی بریانی کی پلیٹ اور حلوے کی رکابی اور تیجے چالیسویں کا مال بٹورنے پر ہے یہ حرام خور اسے چھوڑ دیں گے تو کھائیں گے کہاں سے؟

ثانیا: ماقبل میں مفتاح سنت کا حوالہ گزر چکا کہ کسی حکم شرعی کو بدلنا بدعت و ناجائز ہے۔ اب رضاخانی صفحہ 695 پر تیجے چالیسوں کو ''مستحب'' لکھتا ہے لیکن فاروقی وطحطاوی ؒ کے حوالے سے ''سنت'' لکھتا ہے پس حکم شرعی کو بدل دینے کی وجہ سے اپنے ہی اصول پر اس باب میں بدعتی ہوئے۔

ثالثا: احمد رضاخان کے حوالے سے لکھتا ہے:

''یہ تعینات عرفیہ ہیں ان میں اصلاحرج نہیں جبکہ انہیں شرعالازم نہ جانے یہ نہ سمجھے کہ انہی دنوں ثواب پہنچے گا آگے پیچھے نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 695)

معلوم ہوا کہ تیجہ چالیسواں کو لازم سمجھ لیا جائے اور انہی ایام کو''ایام ایصال ثواب'' سمجھ لیا تو پھر شرعا حرج ہے۔اب آئے ہم ثابت کئے دیتے ہیں کہ رضاخانی تیجہ چالیسواں ہی کو ایصال ثواب سمجھتے ہیں یہ تعینات عرفی نہیں بلکہ رضاخانیوں کے ہاں شرعی ہو چکی ہیں۔چنانچہ مفسر ذلیل لکھتا ہے:

''دیوبندی تو اموات مسلمین کو ثواب پہنچانے سے ہی جلتے ہیں فاتحہ سوم دہم چہلم سب کو حرام کہے ہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 696)

اگر رضاخانی میں ہمت ہے تو کسی مستند دیوبندی کا حوالہ دے جو کہے کہ میں میت کو ایصال ثواب پہنچانے سے جلتا ہوں مفسر ذلیل نے دیوبندیوں پر ایصال ثواب کے منکر ہونے کا

الزام لگایا اور دلیل میں دیوبندیوں کے تیجے چالیسویں کے منکر ہونے کو پیش کیا تو گویا رضاخانیوں کے ہاں ایصال ثواب ہے ہی تیجہ چالیسواں اس کے بغیر ایصال ثواب ہوتا ہی نہیں تبھی تو تیجے کے منکر دیوبندیوں کو ایصال ثواب کا منکر کہا۔

تو لو تیجے کی تعین کو شرعی اور اس دن کے علاوہ میں ایصال ثواب کو ایصال ثواب کا نہ ہونا تیرے ہی حکیم الامت سے ثابت کر دیا اور یوں خود تیرے اعلی دجال کے فتوے سے یہ سب امور ناجائز و بدعت ہوئے۔

رابعا: رضاخانی لکھتا ہے:

''ان تمام حوالوں سے ثابت ہوگیا کہ اہل سنت کے عقیدے کے مطابق ایک شخص اپنے نیک عمل کا ثواب دوسرے شخص کو پہنچا سکتا ہے اس میں کسی دن کی قید نہیں''۔

(حنفیت کے باغی دیوبندی جلداول،ص 700)

جب اس میں کسی دن کی قید نہیں تو یہ تیجے تیسرے دن چالیسویں چالیسویں دن کی قید اور برسی کی قید تیری اماں جہیز میں لائی تھی؟ یہ قیودات پھر کہاں سے ثابت ہے؟ جب یہ ضروری نہیں تو اس کو ختم کیوں نہیں کرتے؟ کیوں یہ اعلان نہیں کرتے کہ چونکہ تیجے و چالیسویں کی قید سے خواہ مخواہ فساد پیدا ہوگیا ہے ہمارے ہاں بھی یہ ضروری نہیں آج کے بعد کوئی تیجہ چالیسواں نہیں ہوگا۔جس دن ایصال ثواب کرنا ہے کرو مگر تیجے کو نہیں ہوگا برسی کو نہیں ہوگا چالیسویں کو نہیں ہوگا۔خدا کی قسم ایسا اعلان کبھی نہیں کریں گے کیونکہ یہ اسی کو ایصال ثواب سمجھتے ہیں اسی تعین کو تعین شرعی اور فرض سمجھتے ہیں۔

اس باب میں رضاخانی تیجے کی دیگوں کے چلے جانے کے خوف سے بالکل باولا ہو چکا ہے ہر ہر صفحہ اس پر لعنت بھیج رہا ہے ہر دو صفحے میں کوئی نہ کوئی تضاد ہے۔دل تو کرتا ہے کہ ایک ایک بات کو پکڑ کر اس کی درگت بنائی جائے لیکن ایک ہم ہزار غم۔

الحمدللہ آج مورخہ 19 اپریل 2025 رضاخانی کی کتاب کی پہلی جلد کے جواب سے فراغت ہوئی۔